اخلاق محمدؐ

حصہ سوم

حسینی

انسانِ کامل

المعروف بہ

اخلاقِ محمدؐ

حصّہ سوم

ڈاکٹر۔ ایم۔ ایچ حسینی۔

مطبوعہ :- ——————— ایجوکیشنل پریس کراچی

ناشر :-

کاتب :- احقر الکونین - شاد ——————— (الہ آبادی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ٥

پیمبر اسلام کی سیرت حیات انسانی کے لیے بہترین دستور العمل ہے

(قرآن)

(۲) انّک لعلیٰ خلق العظیم ٥

یقیناً آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

(قرآن)

(۳) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ٥

آج میں نے تمہارے دین اسلام کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تمہارے لئے کامل یا پورا کر دیا اور میں تمہارے دین اسلام سے راضی ہوا۔

(قرآن)

انسانِ کامل

المعروف بہ

اخلاق محمدؐ

(حصہ سوم)

اخلاقِ پیمبر اسلام کو تاریخی واقعات کتب مستندہ سے پیش کیا گیا ہے۔

(المصنفہ)

الحاج۔ سید مجاور حسین رضوی۔ المتخلص بہ

حسینی۔ معروف بہ ڈاکٹر حسینی

قصر حسینی طارق روڈ۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ سوسائٹی۔ کراچی پاکستان (مغربی)

178/C 2

اِنتساب

اس کتاب کو ان ذوات مقدسہ کے نام پر معنون کیا جاتا ہے جو اسوۂ حسنہ پیمبر اسلام پر عمل کر کے قد افلح المومنون کے مصداق ہو چکے اور نیز ان افراد کے نام پر انتساب کیا جاتا ہے جن کے کردار میں اس اسوۂ حسنہ کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ افراد معاشرہ انسانی کے لئے مشعلِ راہ و منارہ ہدایت ہیں۔

(حسینی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب الحلم و تحمل

تعریف حلم :- حلم آں بود کہ نفس را طمانیتے حاصل شود کہ غضب بآسانی تحریک او نتواند کرد و اگر مکروہے باد رسد در شغب نیاید۔

تعریف تحمل :- واما تحمل آں بود کہ نفس آلات بدنی را فرسودہ گرداند در استعمال از جہت اکتساب امور پسندیدہ (اخلاق ناصری)

محمد بن حسن نصیر الدین طوسی

ترجمہ :- (۱) حلم یہ ہے کہ نفسِ انسانی میں ایسا اطمینان و قوت برداشت پیدا ہو جائے کہ کسی حالت میں بھی قوت غضب اس کو تحریک میں نہ لا سکے اور اگر انسان کو کوئی تکلیف پہنچے یا خلاف مرضی کام۔ برداشت کرنا پڑے تو وہ شور و شغب نہ کرے۔

(۲) تحمل یہ ہے کہ انسان پسندیدہ کاموں کے حاصل کرنے میں اپنی تن من کی قوت کو صرف کر دے اور کسی موقعہ پر بددل و مایوس نہ ہو۔

ان دونوں کے فضائل۔ حلم و تحمل کا مفہوم خلاصۃً یوں سمجھنا چاہئے کہ جب انسان اپنی قوت غضبی کو مغلوب رکھے اور اپنے مطالب و مقاصد کے فوری حاصل نہ ہونے پر مغلوب الغضب ہو کر نامناسب حرکات و افعال نہ کرے تو وہ حلیم کہلائے گا اور اگر وہ حصولِ مقاصد کے لیے مصائب برداشت

کرنے کی صلاحیت پیدا کرے گا تو متحمل کہا جائے گا۔

ان ہر دو صورتوں میں قوت غضبی یا قوائے جذباتی کو محکوم نفس کر لینا ہی صاحب اوصاف حلم و تحمل بناتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسباب غضب کیا ہیں اور کن مواقع پر یہ مذموم ہیں۔

قول علی مرتضیٰ الحدۃ نوع من الجنون لان صاحبہ یندم فان لم یندم فجنونہ مستحکم۔

ترجمہ:۔ غضب ایک قسم کا جنون ہے کیوں کہ غصہ کرنے والا خود بعد کو نادم ہوتا ہے (یہ ندامت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کا فعل خلاف عقل تھا)۔ اور اگر وہ نادم نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا جنون مستحکم ہو چکا ہے۔

حدیث رسولؐ پیمبر اسلام سے ایک صحابی نے سوال کیا کہ دین کیا ہے پیمبر اسلام نے فرمایا۔ حسن خلق۔ اس صحابی نے پھر دریافت کیا کہ دین کیا ہے۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا کہ "حسن خلق" اس صحابی نے بار سوم پھر سوال کیا تو پیمبر اسلام اس کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تم سمجھتے نہیں ہو کہ دین یہ ہے کہ تم پر غضب کا غلبہ نہ ہو۔ نفس انسانی کو حالت غضب میں لانے والے امور چند ہیں۔ اوّل خود بینی کہ بعض کم فہم انسانوں کو خیال ہو جاتا ہے کہ ہم چو من دیگرے نیست۔

(۱) **خود بینی:۔** اس صورت میں جب وہ کسی کو اپنے سے بلند مرتبہ پاتا ہے تو اس کو اپنی ذات کی حقارت پیدا ہوتی ہے اور اس کے انتقام لینے کی خاطر اس کے نفس میں غضب پیدا ہوتا ہے اور وہ انتقاماً ناگفتہ بہ افعال کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

(۲) **افتخار:۔** انسان کے نفس میں کوئی وجہ مفاخرت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً میرے خاندان سے بہتر دوسرا خاندان نہیں ہے۔ میری دولت سے زیادہ کسی کے پاس دولت نہیں ہے۔ لباس۔ خوراک۔ مکان۔ اسلاف طرز معاشرت وغیرہ پر انسان فخر کرنے لگتا ہے اور جب کوئی اس کے اس زعم باطل اور خیال خام سے ٹکر لیتا ہے تو اس پر حالت غضب طاری ہو جاتی ہے۔ حالانکہ پیمبر اسلام نے فخر خاندانی کو مذموم قرار دیا ہے۔ فرمایا ہے۔ حدیث رسولؐ۔ لاتاتو بانسابکم واتونی باعمالکم۔ میرے پاس اپنے نسب کو نہ لاؤ۔ بلکہ میرے پاس اپنے اعمال کو لاؤ۔

(۳) ظالم کے ظلم برداشت کرتے کرتے طاقت برداشت نہیں رہتی تو پھر انسان انتقام لینے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی قوت غضبی اس کو ظلم پر آمادہ کر دیتی ہے۔ یہ صفت بھی مذموم ہے مگر اس کے مقابلہ میں صفت عفو محمود ہے۔

فضیلت حلم و تحمل نفس انسانی میں ایسی صلاحیت پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ نہ خود بینی کو پسند کرتا ہے نہ وہ فخر و مباہات ناجائز پر گرویدہ ہوتا ہے۔ نہ وہ ظالم کا بدلہ ظلم سے دیتا ہے نہ وہ طلب درجاہ و شہرت کے لئے کسی پر

ظلم کرتا ہے بلکہ وہ تواضع۔ انکسار۔ مظلومیت۔ عزت کو اپنا شعار زندگی بنا لیتا ہے اور ایسے ہی انسان کو حلیم و متحمل کہتے ہیں۔ اور یہ صفات بوجہ ملکہ صفت عدالت کے انسان میں پیدا ہوتی ہیں اگر کسی انسان میں صفت عدالت کاملہ موجود ہے تو وہ کبھی اور کسی صورت میں بھی حدود اعتدال سے قدم باہر نہیں رکھے گا اور اپنے ہر جذبہ اور اپنی خواہش کو تابع قوانین عدالت رکھتے ہوئے فضیلت حلم و تحمل کو اختیار کرے گا۔ اگر کوئی شخص ہر ظلم پر راضی رہے اور زیادتی کے سامنے سرنگوں ہو جائے تو یہ جبن ہے اور بزدلی ہے۔ قوت غضبی کے اعتدال سے شجاعت پیدا ہوتی ہے اور شجاعت انسان کی صفت و فضیلت اعلیٰ ہے۔ البتہ باوجود صاحب شجاعت و صاحب قوت ہونے کے نہ خود بینی کرے نہ تکبر اور نہ فخر ناجائز کرے اور نہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں سے انتقام لے بلکہ ان کو معاف کر دے تو یہ فضیلت عفو ہے اور یہ عفو اس کے ملکہ حلم و تحمل کا نتیجہ ہے۔

انسان میں امراض جسمانی کی مانند امراض روحانی بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ان امراض کے پیدا ہونے کا سبب زیادہ تر اس کا ماحول ہوتا ہے۔ صحبت بد انسان کو بد بنا دیتی ہے اور صحبت نیک انسان میں نیکیاں پیدا کر دیتی ہے جس طرح صحبت بد و نیک کا اثر انسان پر ہوتا ہے اس طرح ادب گندہ۔ اور تحریرات مخرب اخلاق بھی انسان کے نفس میں امراض مہلکہ پیدا کر دیتے ہیں۔ ان دو چیزوں کے علاوہ کبھی کبھی خود فطرت انسانی کا بھی اس میں دخل ہوتا ہوتا ہے۔ بعض طبائع معاملہ فہم۔ صلح جو اور سنجیدہ ہوتے ہیں اور اوائل عمر سے ہی ان میں اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہیں اور بعض طبائع۔ شر پر۔ کینہ جو۔ اور مفسد ہوتے ہیں جن کی اصلاح بہت دشوار ہوتی ہے اور بغیر اصلاح کے وہ اپنے ابنائے جنس کے لئے ایسے ہی مہلک ثابت ہوتے ہیں جیسے امراض وبائی و متعدی لاکھوں انسانوں کو فنا کر ڈالتے ہیں۔

اس تمہید سے واضح ہو گیا کہ فضائل چہار گانہ یا عفو۔ حلم۔ تحمل وغیرہ انسان میں فطری طور پر بھی پائے جاتے ہیں اور یہ فضائل ماحول سے بھی پیدا ہو سکتے ہیں اور اعلیٰ تعلیم و حصول علوم بھی ان فضائل کو انسان کے نفس میں پیدا کر دیتے ہیں۔

اس کلیہ ماسبق کے اعتبار سے ہم کو سیرت پیمبر اسلام پر نظر غائر ڈالنی ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ آپ میں یہ فضیلت حلم و تحمل کس درجہ پر تھی و نیز یہ اکتسابی و ماحولی تھی یا فطری۔ اور آیا یہ اوصاف پیمبر اس درجہ پر کامل تھے۔ جن کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے معذور ہے اور آیا یہ فضائل اور اوصاف محمدی اس قابل ہیں جو اہل عالم کے لئے نمونہ کامل کا کام قیامت تک دیتے رہیں۔

واقعہ یکم۔ تحمل و مشقت

حیات القلوب ج ۲ ص ۱۱۹ روایت از علیؑ

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میری عمر جب چھ سال کی تھی تو میں نے دیکھا کچھ لوگ ایک مکان

تعمیر کر رہے ہیں۔ میں بھی ان کی اعانت کرنے لگا اور اپنے دامن میں مٹی اُٹھا اُٹھا کر دے رہا تھا کہ اتفاق سے میرا تہمد کچھ اونچا ہو گیا اور گمان ہوا کہ میں برہنہ ہو جاؤں گا کہ اتنے میں کسی نے کہا اے محمدؐ اپنا تہمد نیچا کر لو۔

یہ واقعہ صرف ہفت سالگی کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عمر میں پیمبر اسلام لباس زیرین پہنتے تھے اور آپ کو اپنی عریانی کا بہت لحاظ و خیال تھا۔ مگر باایں ہمہ غربا کی خدمت کا جذبہ دل میں موج زن تھا۔ کہ دامن میں بھر بھر کر مٹی تعمیر مکان کے لئے دے رہے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اسی کمسنی میں متحمل مزاج تھے کہ اس تکلیف کا تحمل صرف دوسروں کی خاطر کر رہے تھے۔

واقعہ دوم۔ تحمّل بشقت۔ عمر ۳ سال

پیمبر اسلام کی عمر صرف ۳ سال تھی کہ آپ نے اپنی دایہ حلیمہ سے کہا کہ میرے رضاعی بھائی گوسفند چرانے صحرا کو جاتے ہیں مجھ کو بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت دیجیئے تاکہ مناظر قدرت دیکھوں۔

محمدؐ کا اس کمسنی میں گوسفند چرانے کے لئے صحراء گرم عرب میں جانا اور دن بھر بکریاں چرا کر شام کو گھر واپس آنا بتاتا ہے کہ آپ میں قوت تحمل فطری طور پر تھی۔

واقعہ سوم۔ گم شدگی در صحرا و تحمل

ایک دن جناب عبد المطلب جد امجد پیمبر اسلام معہ رؤسائے قریش و بنی ہاشم نزدیک خانہ کعبہ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حلیمہ سعدیہ نے آکر فریاد کی یا عبد المطلب آپ کا فرزند محمد بن عبد اللہ کئی روز سے غائب ہو گیا ہے۔ میرے خاندان نے بہت تلاش کیا مگر پتہ نہ لگا۔ عبد المطلب یہ خبر سُن کر سخت متردد ہوئے اور ایک کثیر تعداد بنی ہاشم و قریش کی ہمراہ لے کر محمدؐ کے تلاش میں نکل گئے۔ اودھر کا واقعہ یہ ہے کہ ابو مسعود ثقفی و ورقہ بن نوفل و عقیل بن ابی وقاص سفر یمن سے مکّہ واپس ہو رہے تھے۔ اُنھوں نے دور سے ایک خرمہ کا درخت دیکھا اُدھر بڑھے دیکھا کہ درخت کے نیچے ایک بچہ سویا ہوا ہے۔ ابو مسعود کو اس ویرانہ میں ایک ننھا بچہ کو دیکھ کر حیرت ہوئی آخر بیدار کیا اور پوچھا کہ اے بچہ یہ بتا کہ تو جن ہے یا انسان۔ بچہ نے کہا کہ میں جن نہیں ہوں بلکہ انسان ہوں مسعود نے نام پوچھا آپ نے بتایا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب مسعود نے دریافت کیا کہ اس ویرانہ جنگل میں تم کیسے پہنچ گئے۔ محمدؐ نے فرمایا کہ خدائے قدیر نے رہنمائی فرمائی ہے۔ پوچھا کہ تم کو تمھارے دادا کے پاس پہنچا دیا جائے فرمایا ہاں۔ مسعود آپ کو ہمراہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا اثناء راہ میں عبد المطلب معہ کثیر التعداد رفقاء کے مل گئے۔ اور مسعود نے محمد صلعم کو ان کے دادا کے سپرد کر دیا۔ یہ واقعہ تاریخی ہے اور بکثرت مورخین اسلام نے لکھا ہے اس واقعہ سے پتہ چلا کہ پیمبر اسلام کو ۳ یا ۴ سال کی عمر سے

ہی مناظر قدرت الٰہی کے دیکھنے کا شوق تھا۔ اسی شوق نظارہ قدرت نے آپ کو اس صحرائے لق ودق میں پہنچایا تھا۔ اتنا ممکن ہے کہ اتنے چھوٹے بچے گھر سے نکل کر صحرا میں گم ہو جائیں۔ مگر اتنی کمسنی میں گھر سے نکل کر صحرا پہنچنا اور اس سناٹے کے عالم میں یکہ وتنہا نہ گھبرانا۔ نہ رونا۔ نہ فریاد کرنا آسان کام نہیں ہے بلکہ پیاس کی تکلیف، بھوک کا اثر۔ تمازت آفتاب کی شدت۔ تنہائی کا عالم ان میں سے ہر ایک چیز بچہ کے گریہ وبکا اور فریاد وفغاں کا سبب ہو سکتی تھی۔ مگر مسعود اور اُس کے رفقاء نے محمدؐ کی فریاد کا ذکر کہیں نہیں کیا ہے، بلکہ اطمینان قلب وبہ سکون سونے کا ذکر کیا ہے۔ جب آپ کو سوتے سے بیدار کیا گیا تو اس کمسن بچے نے مسعود کو ایسے معقول جواب دئیے جو انتہائی اطمینان دل اور علمیت ومعرفت پر دلالت کرتے ہیں۔

اس حالت سفر میں محمدؐ نے صرف ۳ سال کی عمر میں پیاس۔ بھوک۔ شدت تپش آفتاب تنہائی مطلق میں ایک مصیبت پر تحمل کیا اور اپنے مقصد نظارہ قدرت خدا کی خاطر یہ سب مصائب برداشت کئے۔

تحمل واقعہ سوم
بار کردن شتران خدیجہ

محمدؐ بعمر تقریباً ۲۴ سال۔ مال تجارت خدیجہ کو لے کر بجانب شام تشریف لے گئے تھے۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ بیرون مکہ قافلہ تجار جمع تھا اور شتران ومال خدیجہ بھی جمع کر دیا گیا تھا۔ محمدؐ صلعم جب اس میدان میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ خدیجہ کا مال تجارت بہت بڑی تعداد ومقدار میں زمین پر ہے اور ابھی تک اونٹوں پر بار نہیں کیا گیا ہے آپ نے ملازمین غلامان خدیجہ سے دریافت کیا کہ آخر کیوں اس سامان تجارت کو اونٹوں پر بار نہیں کیا گیا ہے۔ ملازمین نے جواب دیا کہ حضور ہماری تعداد کم ہے اور سامان بہت زیادہ ہے ہم کیوں کر اس کو بار کر سکتے ہیں۔ محمدؐ نے غلاموں کے جواب کو سنا اور خاموش رہے پھر اپنے ناقہ سے نیچے اُترے اور اپنی کمر کو کس کر باندھا اور سامان تجارت کو اونٹوں پر بار کرنا شروع کیا اور تھوڑی ہی مدت میں سامان کو بار کر کے اپنے ناقہ پر سوار ہو گئے اور میسرہ غلام خدیجہ کو ہمراہ لے کر بغرض تجارت بہمراہی قافلہ شام روانہ ہوئے۔

نتیجہ اس موقع پر ممکن تھا کہ محمدؐ اس معاملہ کی شکایت خدیجہ سے کرتے یا فرماتے کہ جب تک سامان تجارت اونٹوں پر بار نہ ہو گا میں سفر شام پر کیوں کر جا سکتا ہوں۔ اور خدیجہ انھیں غلاموں کو تنبیہہ کرتیں یا دوسرے غلاموں کو معین کر کے سامان تجارت اونٹوں پر بار کرا دیتیں مگر ایک جواں مرد۔ بہادر۔ طاقت ور اور ہمدرد بنی نوع انسان کے لئے یہ

شکایت کر دینا مناسب نہیں تھا۔ اس شکایت سے خدیجہ کے قدیم ملازموں کو نقصان پہنچتا اور ان پر تنبیہہ کی جاتی۔ پھر اس شکوہ شکایت کی بدولت قافلہ تجارت روانہ ہو جاتا اور مال خدیجہ اس مرتبہ ہمراہ قافلہ نہ جاسکتا۔ اس طرح خدیجہ کو نقصان پہنچتا۔ لہذا اس موقعہ پر محمدؐ نے جو کچھ کیا اور جس جواں مردی کا مظاہرہ فرمایا وہی مناسب تھا۔ آپ کے اس فعل سے تمام اہل قافلہ مرعوب ہو گئے اور آپ کی بہادری مستعدی کا سکہ ابھی سے لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ محمدؐ نے اس مشقت اور محنت کو تو برداشت کر لیا اور ان سخت تکالیف کا تو تحمل کر لیا۔ مگر اپنا مقصد ایسی کامیابی سے حاصل کیا کہ اہل قافلہ پر سرداری قائم ہوگئی اور خدیجہ کے دل پر حکومت مل گئی۔ اور یہی تحمل مشققت آخر اس صورت میں نمودار ہوا کہ خدیجہ نے اپنے تمام اموال۔ دولت و ثروت حتیٰ کہ اپنے نفس کو بھی محمدؐ کے حوالہ . . . . کر دیا۔ اور محمدؐ نے خدیجہ کے وافر دولت کو غرباء مکہ پر تقسیم کر دیا اور یہی دولت ابتداء اسلام میں نادار مسلمانوں کے کام آئی۔

واقعہ چہارم۔ تحمل قرض خواہ رسولؐ

امام موسیٰ ابن جعفرؑ سے منقول ہے کہ ایک یہودی نے پیمبر اسلام کو راستہ میں روک لیا اور کہا کہ چند دینار مجھ کو عطا کر دو۔ پیمبر اسلام نے عذر کیا اور کہا کہ اس وقت میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔ مگر یہودی کا اصرار بڑھتا۔ آپ نے بار بار عذر کیا مگر اس نے دامنہ نہیں چھوڑا اور کہا کہ میں اس وقت تک آپ کو نہیں جانے دوں گا جب تک آپ مجھ کو میری مطلوبہ رقم نہ دیں گے آخر پیمبر اسلام وہیں بیٹھ گئے اور وہ یہودی بھی بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا آپ نے نماز ادا فرمائی پھر نماز عصر کا وقت آگیا وہ بھی وہیں ادا کی گئی۔ پھر نماز مغرب وعشا بھی پیمبر اسلام نے وہیں ادا کی۔ اصحاب پیمبر نے اس یہودی کو ڈرانا اور دھمکانا چاہا مگر پیمبر اسلام نے فرمایا کہ تم کو اس یہودی سے کیا کام ہے تم لوگ کیوں دخل دیتے ہو۔ اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس یہودی نے آپ کو قید کر رکھا ہے۔ ہم اس کو سزا دینا چاہتے ہیں۔ مگر پیمبر اسلام نے اصحاب سے کہا کہ خدا نے مجھے اس لئے مبعوث برسالت نہیں کیا ہے کہ میں اس شخص کو آزار دوں جو ہماری پناہ میں ہے یا کسی دوسرے کو آزار پہنچاؤں، بہر حال پیمبر اسلام اسی طرح اسی جگہ رہے حتیٰ کہ شب گزر گئی اور صبح نمودار ہو گئی اور پیمبر اسلام نے نماز صبح وہیں ادا فرمائی مگر پیمبر اسلام کے اس تحمل اور حلم کا اثر یہ ہوا کہ بعد نماز اس یہودی نے کلمہ توحید زبان پر جاری کیا اور اصحاب پیمبر اسلام میں شامل ہوگیا۔

اس موقعہ پر پیمبر اسلام کا تحمل کرنا اور معقول وجہ غضب ہوتے ہوئے حلم سے کام لینا آسان

کام اس لئے نہیں تھا کہ اس زمانہ میں پیمبر اسلام صاحب قوت وحکومت تھے۔ کسی ایک فرد کی نہیں بلکہ کسی جماعت کی بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اتنا حقیرانہ فعل پیمبر اسلام کے ساتھ روا رکھ سکے مگر حلم وتحمل پیمبر اسلام کا اقتضا ہی یہ تھا کہ اس دشمن اسلام یہودی کو اخلاقی حربہ سے مفتوح کیا جائے۔ چنانچہ تحمل وحلم پیمبر اسلام کا وہی نتیجہ برآمد ہوا جو پیمبر اسلام نے پہلے سے سوچ لیا تھا اور وہ یہودی بخوشی دل مسلمان ہو گیا۔ پیمبر اسلام کے اس فعل سے واضح ہو گیا کہ تحمل وحلم اگرچہ نفس کے لئے بہت تکلیف دہ ہے مگر حصول مقاصد اعلیٰ کی کلید ہے۔ (حیات القلوب)

واقعۂ پنجم۔ حلم وتحمل
قرض خواہ و پیمبرؐ

جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے:۔ پیمبر اسلام مجمع اصحاب میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک سائل حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا۔ پیمبر اسلام کے پاس اس وقت کچھ موجود نہ تھا۔ آپ نے اصحاب سے فرمایا کسی کے پاس کچھ ہو تو وہ مجھ کو قرض دیدے۔ ایک شخص انصار نے عرض کیا کہ میرے پاس خرمے ہیں آپ نے فرمایا کہ چار وسق خرمے سائل کو دیدو۔ سائل خرمے لے کر چلا گیا۔

کچھ دنوں کے بعد اس مرد انصار نے اپنا قرضہ پیمبر اسلام سے طلب کیا، آپ نے عذر کیا کہ ابھی میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اس نے کچھ دنوں کے بعد پھر تقاضا کیا۔ پھر آپ نے معذرت کی تیسری بار وہ مرد انصار، پیمبر اسلام پر ناراض ہونے لگا۔ اور الفاظ ناملائم زبان سے کہنے لگا۔ پیمبر اسلام مسکرائے اور پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو اس کا قرضہ ادا کر دے ایک صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ وسق خرمے ہیں آپ نے فرمایا۔ چار وسق اس کے قرضہ میں دے دو اور چار وسق ہماری طرف سے بطور عطیہ کے دے دو۔ (حیات القلوب)

نتیجہ مجمع عام واجتماع اصحاب میں کسی فرد کا الفاظ ناملائم سے پیمبر اسلام کو مخاطب کرنا سخت نامناسب ارتکاب تھا اس پر غصہ بھی آنا درست تھا اور اشتعال جذبہ انتقام کی بدولت اس کو سزا دینا بھی درست تھا مگر یہ کہ حلم وتحمل اور معلم اخلاق انسانی کا یہی فرض تھا جو پیمبر اسلام نے ادا کیا۔ اس سے کئی فائدے مترتب ہوئے اوّل تو یہ کہ قرض خواہ کے حقوق کا تعین ہوا۔ دوسرے قرض دار کے فرائض کا اعلان ہوا، تیسرے عرب کے حریص انسانوں کو یہ درس حاصل ہوا کہ وہ قرض بہر حال دینے کے خوگر رہیں اور نیکی واحسان کو اپنی عادت بنالیں اور چوتھے یہ کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیا جائے بلکہ بہ نیکی پیش آنا چاہئے۔

واقعہ ششم۔ حلم و تحمل
یہودی کا پیمبر کو بد دعا دینا و پیمبر کا جواب۔

(ا) جعفر صادق نے فرمایا۔ ایک دن پیمبر اسلام تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس حضرت عائشہ بھی موجود تھیں۔ ایک یہودی حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا۔ السّام علیکم (یعنی تم کو موت آئے) پیمبر اسلام نے فرمایا۔ "علیکم" اس کے بعد دو یہودی اور آئے اور اُنھوں نے بھی یہی الفاظ کہے۔ پیمبر اسلامؐ نے بھی وہی جواب دیا۔ عائشہ پہلے تو خاموش رہیں مگر پھر اُن کو غصّہ آگیا اور کہا کہ اے یہودیو! تم کو موت آئے اور تم پر اے برادران میمون و خوک لعنت خدا ہو۔ پیمبر اسلام نے عائشہ سے کہا کہ اے عائشہ اگر فحش اور دشنام (گالی) مجسم ہو جائے تو یقیناً اس کی شکل و صورت بُری ہو گی اور نیکی اور خوش کلامی باعث زینت ہے۔ عائشہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ کیا آپ نے نہیں سُنا کہ ان یہودیوں نے کیا کہا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں نے سُنا مگر میں نے ان کے کہے ہوئے کو ان ہی پر لوٹا دیا۔ یاد رکھو اگر مسلمان تم کو سلام کرے تو کہو السلام علیکم اور کوئی کافر سلام کرے تو کہو علیک ۔ (تم پر بھی)

نتیجہ

بات بالکل صاف ہے۔ بے شک یہودیوں نے گستاخی اور بے ادبی کی۔ یقیناً پیمبر اسلام کو اُن پر غصہ آنا چاہئے تھا۔ یہودی دشمن اسلام بھی اور دشمن رسول بھی اور کافر بھی تھے مگر پیمبر اسلام مجسمہ اخلاق اور پیکر حلم و تحمل تھے۔ لہٰذا آپ اہل اسلام و نیز اہل عالم کو درس دے رہے تھے کہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی بہ نیکی و بہ اخلاق پیش آنا چاہئے۔ کیوں کہ اخلاق کی حکومت قلب انسانی پر ہوتی ہے۔ اور دشمن جب اثر اخلاق سے مغلوب ہوتا ہے تو اس کی نسلیں بھی مغلوب اور مفتوح بن جاتی ہیں۔

حلم

(ب) غزوہ حنین سے واپسی پر راہ میں مؤذن نے اذان کہی۔ محذورہ غیر مسلم نے چند دوستوں کے ہمراہ مل کر اذان کی نقلیں مذاقاً بنانا شروع کیں۔ پیمبر اسلام نے سب کو بُلا کر اُن سے اذان کہلوائی محذورہ خوش الحان تھے ان کو سامنے بٹھا یا دعائے خیر دی اور فرمایا کہ تم حرم میں ایسے ہی اذان دیا کرنا۔ اس موقعہ پر پیمبر اسلام کے حلم و تحمل نے باحسن طریق دشمن اسلام کو دوست بنا لیا۔

واقعہ ہفتم، حلم و تحمل
ابو جہل نے پُشت پیمبر پر گندگی ڈالی۔

پیمبر اسلام نے جب اشاعت اسلام شروع کی ہے تو اہل مکہ نے پیمبر اسلام کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور آپ کے افعال اور اقوال پر استہزا اور تمسخر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مندرجہ چھ افراد استہزا کرنے والوں میں مشہور و معروف تھے

(۱) ولید بن مغیرہ (۲) عاص بن وائل (۳) اسود بن حطلب (۴) اسود بن یغوث۔ (۵) حارث بن طلاطلہ (۶) حارث بن قیس۔

تاریخ اسلام شاہد ہے اور مورخین عالم گواہ ہیں کہ پیمبر اسلام نے اس تمسخر کرنے والوں اور مذاق

اُڑانے والوں کی بھی کبھی پرواہ نہ کی اور ہمیشہ ہر موقعہ پر تحمل اور حلم سے کام لیا۔ اور دشمنوں کو بھی یہ موقعہ نہ دیا کہ وہ اخلاق پیمبر پر کوئی اعتراض کر سکیں۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دن پیمبر اسلام کعبہ کے سامنے سر بسجود تھے اور ابوجہل نے ایک اونٹ نحر کرایا تھا۔ ابوجہل نے کسی شخص کو بھیجا کہ وہ اونٹنی کی بچہ دانی کو اُٹھا لائے۔ وہ شخص گیا اور اُس نے اونٹنی کی بچہ دانی کو پشت پیمبر اسلام پر ڈال دیا۔ تمام لباس پیمبر اسلام کا خراب و نجس ہو گیا۔ اور آپ اُس کے نیچے دب گئے اور پھر بھی اُسی طرح سجدۂ خالق میں مصروف رہے۔ آپ کی بیٹی فاطمہؑ کو خبر ہوئی تو وہ گھر سے آئیں اور اُنھوں نے اس گندگی کو پشت پیمبر سے علیحدہ کیا اور جسم کو صاف کیا۔

پیمبر اسلام نے جب سجدۂ خالق سے سر اُٹھایا تو فرمایا اے خدا تو انصاف فرمایئے اور ابوجہل۔ شیبہ و ولید و امیہ و ابن ابی معیط کے درمیان میں (جنگ بدر میں یہ افراد قتل ہوئے اور چاہِ بدر میں ڈالے گئے)

نتیجہ

کہا جا سکتا ہے کہ محمدؐ میں اس وقت قدرت انتقام نہ تھی لہذا تحمل وحلم سے کام نہ لیتے تو کیا کرتے۔ مگر صاحبان فہم خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے ساتھ بھی کوئی شخص ایسا سلوک کرے تو وہ اکیلا ہی جوش میں انتقام لے سکتا ہے کیا آج تک ایسا نہیں ہوتا کہ اشتعال غضب کے موقع پر ایک شخص نے متعدد افراد کو قتل و زخمی نہیں کیا ہے۔ پھر محمدؐ تو بہادر ترین خاندان عرب کی ایک بہادر ترین فرد تھے پھر کیوں نہ آپ نے ابوجہل سے اُسی وقت انتقام نہ لیا۔ کہا یہ ناممکن تھا کہ آپ ابوجہل کو اُسی وقت قتل کر ڈالتے یا سخت جوابی کارروائی کر کے اس کو زخمی کر دیتے۔
بے شک یہ سب کچھ ممکن تھا مگر پیمبر اسلام اپنے مقصد حیات یعنی کار نبوت و تبلیغ توحید خداوندی کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور یہی تعریف حلم و تحمل ہے کہ حصول مقصد اعلیٰ کے لئے غصہ و جذبۂ انتقام کو ضبط کر لیا جائے۔ چنانچہ اس موقع پر پیمبرِ اسلام نے تحمل و حلم کا بہترین مظاہرہ فرمایا ہے اور بے شک آپ نے اپنے مقصد میں کامل کامیابی کر لی۔ فہو المراد۔

واقعہ ہشتم۔ تحمل وحلم
عتبہ بن ابولہب کی پیمبر سے بے ادبی

پیمبر اسلام ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ عتبہ بن ابولہب آیا اور اُس نے کہا کہ میں کافر ہوں اور یہ کہہ کر چہرۂ پیمبر اسلام پر لعاب دہن ڈال دیا (منھ پر تھوک دیا) پیمبر اسلام ایسے موقعہ اشتعال پر بھی خاموش رہے اور صرف اتنا فرمایا کہ "اے عتبہ تو نہیں ڈرتا ہے کہ مبادا تجھ کو کوئی درندہ

پھاڑ ڈالے۔

(سفر شام میں جب کہ وہ ابولہب کے ساتھ بغرض تجارت گیا تھا ایک شیر کے منھ کا لقمہ بن گیا)

واقعہ نہم حلم و تحمل خباب کو نصیحت حلم و تحمل

خباب نے بیان کیا ہے کہ ایک دن میں خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت کعبہ کے سامنے تشریف فرما تھے۔ میں نے پیمبر اسلام سے عرض کیا کہ کافر اور مشرکین ہمارے اوپر سخت ترین ظلم کر رہے ہیں۔ آپ خدا سے ہمارے لئے دعا نہیں فرماتے کہ وہ ہم کو ان کے ظلموں سے نجات دے۔ پیمبر اسلام نے خباب کے یہ الفاظ سُنے تو آپ کے چہرہ کا رنگ غصہ سے متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا "اے خباب تم سے پہلے جو مومن تھے ان کو کافر پارہ پارہ کر دیتے تھے اور بعض کے سروں کو آرہ سے چیر ڈالتے تھے اور ان کے جسموں کو کاٹ ڈالتے تھے مگر وہ صبر کرتے تھے۔ تم بھی صبر کرو۔ یقین رکھو کہ خدا اس دین کو کامل کرے گا اور سلطنت اسلام کو ایسا مستحکم کرے گا کہ سپاہ اسلام کا ایک سوار مقام صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرے گا۔

نتیجہ پیمبر اسلام نے اپنے اصحاب و رفقاء کو صبر و حلم و تحمل کی ہدایت ایسے الفاظ میں فرمائی ہے کہ جس کی مثال تاریخ پیشوایان عالم پیش نہیں کر سکتی ہے۔

واقعہ دہم۔ پیمبر اسلام کا زخمی ہونا

جب پیمبر اسلام نے علانیہ تبلیغ توحید شروع کی تو آپ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور بآواز بلند اعلان کیا۔ یا ایہا الناس۔ میں خدا کا رسول ہوں۔ آپ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ابوجہل نے ایک پتھر مارا۔ وہ پتھر پیشانی پیمبر اسلام پر لگا اور پھر مشرکین کے مجمع کثیر نے پتھر مارنا شروع کر دیئے۔ پیمبر اسلام کوہ ابو قبیس پر چڑھ گئے اور اس مقام پر جس کو اب متکا کہتے ہیں تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور مشرکین کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ (حیات القلوب)

تحمل اور حلم کی مثال اور نمونہ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ پیمبر اسلام نے اُس وقت بھی یہ اذیتیں برداشت کیں اور حصول مقصد اعلیٰ یعنی تبلیغ توحید میں سر مو فرق نہ آنے دیا۔ بلکہ اُس وقت مصیبت میں جب تائید غیبی و نصرت ربانی کا پیغام آیا تو آپ نے اپنا چہرہ مبارک سوئے آسمان کیا اور خدا سے عرض کیا، اے خدا میری اُمت میرے مراتب سے ناواقف ہے اور وہ نادان ہے اور میری بعثت اس لئے نہیں ہوئی ہے کہ اپنی امت پر عذاب

لاؤں بلکہ میں تو عالمین کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں۔ مجھ کو اور میری قوم کو میرے حال پہ چھوڑ دے کہ میں ان کو ہدایت کروں۔

پیغمبر اسلام کا اس موقعہ پر انتہائی اطمنان وسکون کا مظاہرہ کرنا اور ہر آنے والی تکلیف پر راضی رہنا اور اُس کو بہ خندہ پیشانی برداشت کرنا ایسی فضیلت ہے جس کی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کرسکتی ہے۔

ابوجہل کے پتھر مارنے سے پیشانی پیمبر اسلام زخمی ہوگئی اور آپ کے حلقوم پر دوسرا پتھر لگا کہ خون جاری ہوگیا تو آپ اس خون کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے اُس وقت خدیجہ آپ کی رفیقۂ حیات نے پوچھا کہ آپ خون کو کیوں زمین پر نہیں گرنے دیتے تو آپ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میرا خون زمین پر گرے تو اُس کے بدلے میں خدا میری اُمّت پر عذاب نازل کر دے۔ بہر حال خدیجہ اور علیؑ مرتضیٰ شب کی تاریکی میں پیمبر اسلام کو کوہِ ابوقبیس سے گھر میں لائے جب مشرکین مکہ کو معلوم ہوا کہ محمدؐ گھر میں آگئے ہیں تو اُنھوں نے گھر میں پتھر پھینکنا شروع کر دیئے۔ علی اور خدیجہ پیمبر اسلام کے سامنے کھڑے ہو گئے اور جو پتھر آتا تھا اُس کو اپنے جسم پر روک لیتے تھے آخر خدیجہ دروازہ پر گئیں اور مشرکین مکہ کو مخاطب کرکے کہا اے اہل مکہ تم کو شرم نہیں آتی ہے کہ اس عورت کے گھر پر پتھروں کی بارش کر رہے ہو جو تم میں سب سے زیادہ نجیب و شریف خاندان ہے۔ خدیجہ کے ان الفاظ نے ایسا اثر قلوب کفار پر کیا کہ وہ واپس چلے گئے۔

یہ ہے وہ نمونہ حلم و تحمل انسانی ہے جس کی مثال و نظیر بجز تاریخ اسلام اور سیرت پیمبر اسلام کے دوسری جگہ نہیں مل سکتی ہے اور یہ وہ نمونہ ہے جو اہل عالم کے لئے دستور العمل حیات بن سکتا ہے۔ (حیات القلوب)

واقعہ گیارہ حلم و تحمل شہادت سمیّہ اور عمار یاسر

بعثت پیمبر اسلام کو پانچ سال گزر گئے تھے کہ کفار نے مادر و پدر عمار یاسر کو جن کا نام یاسر و سمیّہ تھا قید کر لیا۔ اور ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور کہا کہ وہ دین اسلام کو ترک کر دیں مگر وہ مومنہ دین پہ قائم رہی اور سخت ترین تکلیفیں جھیلتی رہی۔ ایک دن ابوجہل کا گزر ادھر سے ہوا اس نے اپنا نیزہ پوری طاقت سے سمیّہ کے دل پر مارا کہ وہ مومنہ جاں بحق ہوگئی اور یاسر کو بھی قتل کر دیا گیا۔ پیمبر اسلام کو اطلاع ملی مگر آپ نے خبرِ مصیبت پر تحمل فرمایا اور حلم سے کام لیا۔ چوں کہ مقتضائے وقت یہی تھا۔

واقعہ بارہ١٢ حلم و تحمل

اسی پانچویں سال بعثت کا ذکر ہے کہ پیمبر اسلام نے جب دیکھا کہ معدودے چند مسلمانوں کو شبانہ روز سخت سے سخت اذیتیں دی جا رہی ہیں تو آپ نے ان مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ بجانب ملک حبشہ ہجرت کر جائیں اور خود مکہ ہی میں مقیم رہے اور تکالیف برداشت کرتے رہے۔

یہ ثبات قدم۔ استقلال اور تحمل و حلم بے مثل و بے نظیر ہے۔

اوّل ہجرت حبشہ ۵ھ

مہاجرین حبشہ۔ ان مہاجرین کی تعداد صرف پندرہ تھی جن میں گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں۔ (۱) عثمان بن عفان۔ رقیہ دختر رسولؐ زوجۂ عثمان۔ زبیر۔ عبداللہ ابن مسعود۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ والبو حذیفہ وسہیلہ زوجہ حذیفہ۔ مصعب بن عمیر۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد۔ ام سلمہ زوجہ ابوسلمہ، عثمان بن مظعون۔ عامر بن ربیعہ۔ لیلی زوجہ عامر۔ خاطب بن عمرو۔ سہیل بن بیضا۔ یہ افراد فرداً فرداً خفیہ طور سے گئے۔ ماہ شعبان، ماہ رمضان دو ماہ یہ لوگ حبشہ میں رہے اور ماہ شوال میں واپس آئے۔

دوم ہجرت حبشہ

اہل مکہ نے مسلمانوں پر سختیاں اور زیادہ کردیں اور ان کی آزار رسانیوں اور تحقیر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو پیمبر اسلام نے پھر مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ اس ہجرت میں بہتر افراد تھے اور جعفر ابن ابی طالب بھی شریک ہجرت تھے پیمبر اسلام نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی اور قریش سے معاہدہ صلح ہو گیا تو جعفر ابن ابی طالب واپس مدینہ ہوئے۔

بہر حال تمام کتب تاریخی اس بات پر شاہد ہیں کہ اہل مکہ نے پیمبر اسلام اور معدودے چند اہل اسلام کو ہر ممکن اذیت دی۔ مگر پیمبر اسلام نے کبھی غصہ۔ نفرت۔ بد دعا نہیں کی۔ اور ہر ممکن کوشش کی کہ ان کافروں اور منکرین خدا کو ہدایت راہ حق کردی جائے۔ یہ ایسے مواقع تھے کہ ان میں حلم و تحمل سے کام لینا صرف پیمبر اسلام ہی کا کام تھا دنیا کی تاریخ ایسی مثالیں حلم و صبر و تحمل کی پیش نہیں کر سکتی۔

واقعہ تیرہ١٣ حلم و تحمل شعب ابی طالب کی سختیاں برداشت کرنا

۸ھ بعثت۔ پیمبر اسلام کے اعلان نبوت کا آٹھواں سال تھا کہ قریش اپنے مشورے گاہ۔ دارالندوہ میں جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ استیصال اسلام کے لئے کیا کرنا چاہیے۔ انھوں نے حاضرین کو بتایا کہ محمد کی نصرت اور حمایت کے ذرائع روز بروز بڑھتے

جارہے ہیں۔ آخر ایک دن ایسا آئے گا کہ محمدؐ کو ہم پر غلبہ و تفوق حاصل ہو جائے گا کیوں کہ ابوطالب
کی حمایت کا زور بڑھتا جا رہا ہے۔ حمزہ ابن عبدالمطلب جیسا بہادر عرب مسلمان ہو چکا ہے۔ پادشاہ
ملک حبشہ پر بھی رعب السلام درحقیقت اسلام سے مرعوب و متاثر ہو چکا ہے۔ عقاید اور اصول
اسلام قبائل عرب میں روز بروز منتشر ہوتے جا رہے ہیں۔ آخر ان حالات میں ہم کو
کیا کرنا چاہیے۔

عمائدین۔ اہل الرائے اور تجربہ کاران قریش جمع تھے آخر یہ رائے قرار پائی کہ محمدؐ اور
ان کے مددگاروں سے تعلقات قطع کر لیے جائیں اور ان کا مقاطعہ کیا جائے اور اُن کو مجبور کیا جائے
کہ وہ سب ہم لوگوں سے کہیں دور سکونت پذیر ہوں۔ اور یہ بھی طے ہوا کہ کسی تدبیر سے محمدؐ کو قتل
کر دیا جائے۔ اس عہد پر سب نے قسمیں کھائیں۔

جب ابوطالب کو یہ ارادہ قریش معلوم ہوا تو آپ نے بنی ہاشم کو جمع کیا اور ارادہ قریش سے
آگاہ کیا اور درہ کوہ شعب ابی طالب میں یہ سب پناہ گزیں ہوئے اور اہل مکہ نے ہر قسم کا لین دین
اور معاملت ان سے بند کر دی حتیٰ کہ شعب ابوطالب کے گرد پہرہ دار بٹھا دئے کہ کوئی شخص
سامان خورد و نوش بھی اُن تک نہ پہنچا پائے۔ محمد صلعم مع دیگر افراد بنی ہاشم کے تین سال کامل اس تنگ درہ کوہ
نتیجہ جہ میں محبوس رہے۔ اور سخت ترین تکالیف برداشت کیں مگر کبھی کلمہ شکوہ و شکایت یا بددعا لب تک
نہ لاتے بلکہ آپ کو جب کبھی موقعہ مل جاتا تھا آپ شعب سے باہر جاتے تھے اور خصوصاً ایام حج
میں مجمع عام سے خطاب فرماتے تھے اور اُن کو راہِ حق و صداقت کی ہدایت کرتے تھے۔ مجبوری
اگر چند روزہ کی ہو تو انسان کے جذبات کو برانگیختہ کر دیتی ہے اور جذبہ انتقام پر آمادہ کر دیتی ہے
پیغمبرِ اسلام کو تو اس محصوری پھر کامل تین سال گزرے مگر آپ کے حلم و تحمل اور صبر بر مصائب
میں ذرہ بھر بھی کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ عزم و استقلال اور توقع کامیابی مقصد بڑھتی
ہی رہی۔ یہ ہے وہ نمونہ حلم و تحمل جو اہلِ عالم کے لئے قابلِ تقلید نمونہ بن سکتا ہے۔

واقعہ چودہ ۱۴ - حلم مصائب ہجرت طائف

بعثت پیمبر اسلام کے دسویں سال ابو طالب و خدیجہ کی وفات ہو گئی۔ ان ناصران
دین کے وفات کے بعد دشمنان اسلام کی جرأت اور بڑھ گئی۔ اور اُنھوں نے
اجتماعی طریقہ پر پیمبر اسلام کو آزار دینا شروع کیا۔ آخر پیمبر اسلام کو مکہ میں اُس جگہ
ٹھہرنا اور کار ہدایت کرنا دشوار اور ناممکن ہو گیا آخر آپ نے طائف جانے کا ارادہ کر لیا اور آپ
طائف روانہ ہو گئے۔ جب آپ طائف پہنچے تو آپ نے سرداران بنی ثقیف کو ہدایت قبول

اسلام کی۔ یہ تین بھائی تھے۔ ایک کا نام عبدیالیل تھا۔ دوسرے کا حبیب تھا اور تیسرے بھائی کا نام مسعود بن عمرو۔ ان بدبختوں نے بجائے قبول اسلام کے پیمبر اسلام کو سخت وسست باتیں کہیں اور دوسروں کو اذیت رسانی پر آمادہ کر دیا۔ اب تو پیمبر اسلام کو راستہ چلنا کسی طرف جانا ناممکن ہو گیا۔ ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ پیر زخمی ہوئے، جسم زخمی ہو گیا۔ کہاں جائیں اور کدھر چھپیں وطن سے دور عالم غربت نہ یار نہ مددگار، آخر آپ انگوروں کے ایک باغ میں جھاڑیوں میں جا بیٹھے مگر عتبہ و شیبہ مالکان باغ نے وہاں بھی ٹھہرنے دیا۔ پیمبر اسلام نے صرف دس دن طائف میں گزارے اور آخر جانب مکہ واپس ہوئے اور بوقت واپسی آپ نے بدرگاہ خدا دعا کی جس کے آخر الفاظ یہ تھے۔ ولا حول ولا قوۃ الا بک۔ بجز تیرے کوئی طاقت اور کوئی قوت نہیں ہے انت ارحم الراحمین انت رب المستضعفین انت ربی الی من تکلنی۔ اے خدا تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو کمزوروں اور ضعیفوں کا رب ہے اور تو وارث ہے اس کام میں جو تو نے مجھ کو سپرد کیا ہے۔

نتیجہ:۔ سفر طائف میں پیمبر اسلام نے بالایطاق تکالیف اور دشمنوں کے ہاتھوں سخت اذیتیں برداشت کیں۔ مگر آپ نے نہ اپنے ارادہ میں کمزوری آنے دی۔ اور نہ آپ نے کسی کو برا کہا اور نہ بحالت مجبوری کسی کے لئے بددعا کی بلکہ حلم و تحمل کا بہترین مظاہرہ کیا اور خدا سے طلب نصرت کرتے رہے۔

واقعہ ۱۵ پندرہ۔ تحمل و حلم
ہجرت و سکونت در غار
۱۳ بعثت ۱ ھ

تاریخ اسلام کا اہم و مشہور ترین واقعہ ہجرت پیمبر اسلام ہے۔ قریش مکہ نے جب دیکھا کہ دین اسلام کی ہر دلعزیزی اور اشاعت روز بڑھتی جا رہی ہے تو انھوں نے دار الندوہ میں اعیان قریش کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ استیصال اسلام اور قتل پیمبر اسلام کی کیا تدبیر اختیار کرنا چاہیے مختلف لوگوں نے مختلف مشورے دیئے آخر ایک مشورہ پر اتفاق حاضرین ہو گیا کہ وہ تمام قبائل مکہ میں سے ایک ایک شخص منتخب کیا جائے اور محمدؐ کو رات کے وقت گھر میں گھیر لیا جائے اور سب لوگ مل کر ایک دم محمدؐ پر حملہ کر دیں اور قتل کر ڈالیں۔ اس صورت میں بنی ہاشم مجبور ہو جائیں گے اور کسی سے بھی خونِ محمدؐ کا قصاص نہ لے سکیں گے۔ اور محمد سے ہم کو نجات مل جائے گی۔ چنانچہ چالیس بہادران عرب نے پیمبر اسلام کے گھر کو گھیر لیا۔ پیمبر اسلام بوجہ حکمتِ عملی و نظری اور ذکاوت طبعی کے اس معاملے

باخبر ہو گئے اور آپ نے اسی رات اپنے بستر پر اپنی چادر اُڑھا کر علی ابن ابی طالب کو سلایا اور خود گھر سے نکل گئے۔ تفصیلی واقعہ دیگر ابواب کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔ یہ واقعہ مختصراً اس موقعہ پر لکھا جا رہا ہے۔ آپ پیدل غار تک پہنچے اور تین شبانہ روز اس غار میں پوشیدہ رہے۔ ہوا، پانی، غذا اور جاگنے کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔ مگر ان سہ شبانہ روز کی شدت گرسنگی و تشنگی و گرمی نے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش پیدا نہیں کی اور آپ کے تحمل تکالیف و حلم جذبات غضب میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ آپ نے اس تکلیف مالا یطاق کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے بخوشی گوارا کیا۔ پیمبر اسلام کی تکالیف اور صعوبات قیام غار کا اندازہ اس تاریخی واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے رفیق سفر ابوبکر بن قحافہ قیام غار میں اتنے بے چین ہوئے کہ گریہ و بکا کرنے لگے تو پیمبر اسلام نے ان کو بھی ایں الفاظ (قرآن) سمجھایا۔ لا تحزن ان اللہ معنا۔ اے ابوبکر تم گریہ و بکا نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ درحقیقت پیمبر اسلام نے اس سفر ہجرت اور قیام غار میں ناقابل برداشت تکلیفیں برداشت کیں اور حلم و تحمل کا اعلیٰ مظاہرہ فرمایا۔ مکہ سے مدینہ تقریباً چار سو میل ہے پیمبر اسلام نے سہ شبانہ روز غار کی تکالیف برداشت کرنے کے بعد یہ سفر خوف طے کیا اور آپ جب قریب مدینہ منزل قبا پر پہنچے اور ایسی حالت میں کہ کوئی یار و مددگار بھی ہمراہ نہ تھا اور پھر ایسی حالت میں آپ نے مقام قبا میں چند روز قیام فرمایا اور اب بھی اپنی منزل سفر کو ختم نہیں کیا اور جب ساتھی پکار اُٹھے کہ یا رسول اللہ اب تو مدینہ چلئے کہ ہم لوگ راہِ دور دراز کی تکالیف و تکان سے نجات پائیں تو پیمبر اسلام نے باطمینان نفس جواب دے دیا کہ میں مدینہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوگا جب تک میرا قوت بازو علی ابن ابی طالب مکہ سے نہ آ جائے گا۔ یہ ہے وہ حلم و تحمل پیمبر اسلام جو اہل عالم کے لئے نمونہ حیات بن سکتا ہے۔

واقعہ ١٦ سولہ حلم و تحمل غزوہ احد | جنگ احد کے واقعات صفحات سابقہ میں درج ہو چکے ہیں۔ اس غزوہ میں لشکر اسلام کو اول تو فتح حاصل ہوئی۔ درہ کوہ سے خالد بن ولید نے جب حملہ کیا تو لشکر اسلام کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے صرف علی ابن ابی طالب پیمبر اسلام کی حفاظت کرتے رہے دیگر لشکر دشمن پر ہر چہار جانب حملہ بھی کرتے رہے۔ اس جنگ میں پیمبر اسلام کو کیا کیا مصائب برداشت کرنے پڑے مختصراً ان کو زبان تاریخ سے سنئے۔

(حیات القلوب جلد دوم صہ ٦٥٩)

(۱) لشکر اسلام بہر سو گریختند و بکوہ بالا   غزوہ احد میں لشکر اسلام نے فرار کیا ہر طرف۔

رفتند و حضرت را تنها گزاشتند ص۶۶۲

(ب) و هر گروه از مشرکان که بر سیدند به پیغمبر حمله
می کردند و امیر مومنان استقبال ایشان می
کرد و بسیارے از ایشان را می کشت و
ایشان را دفع می کرد تا آں که شمشیرش
پاره پاره شد

(ج) از زنان نسیبه بنت کعب مازنیه در
خدمت حضرت مانده بود و نگریخته بود
و حضرت او را با خود بجنگ ها می برد که
مجروحان را مداوا کند و پسرش در آں
جنگ همراه بود چوں خواست بگریزد
نسیبه مادر او حمله کرد و گفت اے فرزند
از خدا و رسول بکجا می گریزی و او را
بگردانید تا آں که مردے از مشرکان
بر آں پسر حمله کرد و او را شهید کرد،
پس نسیبه شمشیر پسر خود را گرفت و
بر ران کشنده پسر خود زد و او را کشت
حضرت او را تحسین کرد و گفت خدا بر تو
برکت دهد۔ نسیبه خود را در پیش روے
حضرت بازداشته بود۔ و سینه و پستان
خود را سپر کرده بود که آسیبے به حضرت
نرسید۔ ص۶۶۱

(د) و ابن قمیه بر حضرت حمله کرد و می گفت

بھاگ گئے پہاڑ پر چڑھ گئے اور پیمبر اسلام کو اکیلا چھوڑ گئے۔

(ب) مشرکین کے گروہ پیمبر اسلام پر حملہ
بار بار کرتے تھے اور علیؑ اُن کا مقابلہ کرتے
تھے اور اُن کو قتل بھی کرتے تھے اور ان کو دور
کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی تلوار پارہ پارہ
ہوگئی۔

(ج) عورتوں میں سے صرف ایک عورت
نسیبہ بنت کعب پیمبر اسلام کے خدمت
میں باقی رہ گئی تھی پیمبر اسلام اس کو اپنے
ہمراہ جنگوں میں لے جاتے تھے تاکہ وہ
زخمیوں کی دیکھ بھال کرے۔ اس کا لڑکا بھی
اس کے ہمراہ تھا۔ لڑکے نے جیسے ہی چاہا
کہ وہ بھی بھاگے تو نسیبہ نے بیٹے پر حملہ
کیا اور کہا کہ اے بیٹا خدا و رسول سے کہاں
بھاگتا ہے اتنے میں ایک کافر نے اس کے
لڑکے پر حملہ کیا اور اس کو شہید کر دیا۔ پس
نسیبہ نے اپنے بیٹے کی تلوار ہاتھ میں لے
لی اور اپنے لڑکے کے قاتل کی ران پر ایسی
ضرب لگائی کہ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔
پیمبر اسلام نے اس کی تعریف کی اور
دعا دی۔ نسیبہ پیمبر اسلام کے سامنے کھڑی
ہوئی تھی اور اس نے اپنے سینہ اور
چھاتیوں کو پیمبر اسلام کی سپر بنا دیا تھا کہ
کوئی حربہ پیمبر اسلام پر نہ پڑے۔

(د) ابن قمیہ نے پیمبر اسلام پر حملہ کیا

محمدؐ را بمن بنمائید نجات یابم اگر او از من نجات یابد پس ضربتے بر دوشِ حضرت زد و فریاد کرد بہ لات و عزیٰ سوگند کہ محمد را کشتم۔ ص ۶۶۴

اور کہتا جاتا تھا کہ محمد کو مجھے دکھا دو تاکہ میں اُس کے وجود سے نجات پاؤں اور وہ مجھ سے نجات پائے۔ پس اُس نے ایک ہاتھ تلوار کا پشت پیمبر اسلام پر لگایا اور نعرہ کیا کہ لات و عزیٰ کی قسم میں نے محمد کو قتل کر دیا۔

(س) مغیرہ بسر عاص مرد بے باک چپ انداز و سنگے کہ می انداخت از نشانہ خطائی کرد۔ پس در راہے کہ بہ اُحد می آمد سنگ برداشت چوں دید کہ حضرت ایستادہ است و شمشیرے در دست دارد۔

پس سنگے انداخت و بر دست مبارک آں حضرت آمد و شمشیر افتاد...... و سنگے دیگر انداخت و بر پیشانی نورانی آں حضرت آمد۔ ص ۶۶۹

(س) مغیرہ پسر عاص ایک سنگ انداز شخص تھا جو پتھر وہ مارتا تھا نشانہ خطا نہ کرتا تھا پس اس راستہ میں جو احد میں آتا ہے اس نے پتھر اٹھایا...... جب دیکھا کہ پیمبر اسلام کھڑے ہیں اور اُن کے ہاتھ میں تلوار ہے۔

پس اُس نے ایک پتھر مارا وہ پتھر پیمبر اسلام کے ہاتھ پر پڑا تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی...... مغیرہ نے دوسرا پتھر مارا جو پیشانیِ پیمبر اسلام پر لگا وہ زخمی ہو گئی۔

(ش) و باآں حضرت نماند کسے بغیر از علی و ابودجانہ انصاری۔ پس حضرت دعا کرد ابودجانہ را وگفت کہ اے ابودجانہ برو من ترا از بیعت خود رہا کردم اما علی پس او من است و من اویم پس ابودجانہ گریست و سر بسوئے آسمان کرد و گفت:

نہ بخدا سوگند نہ واللہ من خود را از بیعت تو رہا نمی کنم و از نزد تو بہ کجا روم یا رسولؐ! بسوئے زوجہ کہ خواہد مرد و فرزند یکہ خواہد مرد و خانہ کہ خراب خواہد شد و مالیکہ فانی

(ش) میدان جنگ احد سے مسلمان سب بھاگ گئے اور بجز علی و ابودجانہ انصاری کے کوئی باقی نہ رہا۔ پیمبر اسلام نے ابودجانہ کو دعائیں دیں اور فرمایا کہ اے ابودجانہ میں نے تم کو اپنی بیعت سے آزاد کیا۔ اب رہا علیؑ کا معاملہ تو وہ میں ہوں اور میں وہ ہے۔ یہ سن کر ابودجانہ رونے لگے اور جانب آسمان رخ کر کے کہا۔

"خداوند تعالیٰ کی قسم میں اپنے کو آپ کی بیعت سے رہا نہ کروں گا اور پھر خدا کے رسولؐ میں آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ زوجہ کی جانب جاؤں کہ وہ تو مر جائے گی، اولاد کی طرف جاؤں تو وہ بھی مر جائے گی۔ گھر کی طرف

خواہد شد و لیکن ہاں کہ نزدیک است بر آدمی پس حضرت برائے او رقت کرد و او را رخصت جنگ داد۔ او از یک طرف جنگ می کرد و امیر المومنین از طرف دیگر تا آں کہ ابو دجانہ را جراحتہا ضعیف کرد حضرت او را بر داشت و آورد بنزدیک حضرت رسول و بر زمین گذاشت۔

کہ آخر وہ برباد ہو جائے گا۔ مال کی طرف جاؤں تو وہ فنا ہو جائے گا۔ پس موت تو آدمی کے قریب ہے۔ پیغمبر اسلام ابو دجانہ کی یہ گفتگو سن کر رونے لگے۔ اور اُن کو اجازت جہاد دے دی۔ ایک جانب سے فوج دشمن پر علیؑ حملہ کرتے تھے اور دوسری جانب ابو دجانہ آخر ابو دجانہ زخموں سے چور چور ہو گئے۔ زمین پر گر گئے۔ علیؑ نے ابو دجانہ کو میدان جنگ سے اٹھا کر پیغمبر اسلام کے سامنے لا کر زمین پر رکھ دیا۔

(ب) حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۷۶ در میان جراحتہائے کہ بہ جسد شریف آں جناب رسید۔ کہ جراحتے بر پیشانی آں جناب واقع شد و لب مبارک حضرت مجروح شد۔ و از دندانہائے پیش آنجناب یکے شکست۔

(ب) حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۷۶۔ پیغمبر اسلام کی پیشانی پر ایک کاری زخم لگا اور پیشانی اور لب زخمی ہو گیا۔ اور آپ کے اگلے دانتوں میں سے ایک دانت ٹوٹ گیا۔

(ج) (پیغمبر) فرمود چگونہ رستگار شوند گروہے کہ با پیغمبر خود چنیں کنند و خوں از روئے خود پاک می کرد و می گفت۔ خداوندا! ہدایت کن قوم مرا کہ ایشاں نادان اند۔ صفحہ ۶۷۹

(ج) زخمی ہونے کے بعد پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ کیوں کر وہ قوم نجات پائے گی جو اپنے نبی کے ساتھ ایسا برا سلوک کرتی ہے۔ آپ یہ کہتے جاتے تھے اور چہرہ کا خون صاف کرتے جاتے تھے اور یہ دعا فرماتے تھے۔ خداوندا۔ میری قوم کو ہدایت کر کہ یہ لوگ نادان ہیں۔

(د) بحضرت گفتند کہ نفرین کن قوم خود را نفرین نہ کرد و گفت خداوندا ہدایت کن قوم مرا۔

(د) پیغمبر اسلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ قوم پر لعنت کیجئے پیغمبر نے انکار کر دیا اور دعا کی کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت کر۔

استنباط نتائج و خلاصہ عبارات

مندرجہ بالا عبارات کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

(۱) جنگ احد میں تمام لشکر اسلام دشمن کے مقابلہ سے بھاگ گیا۔ صرف علی اور ابو دجانہ انصاری اور ایک عورت نسیبہ بنت کعب باقی رہ گئے۔ اور نسیبہ بنت کعب نے اپنے جوان لڑکے کو ترغیب جنگ دی حتی کہ وہ شہید ہو گیا۔

(۲) ابن قمیہ نے پیمبر اسلام پر دو پتھر مارے اور پیمبر اسلام زخمی ہوگئے۔

(۳) پیمبر اسلام نرغۂ لشکر دشمن میں تھے اور تنہا تھے۔ مگر آپ نے پھر بھی ابو دجانہ انصاری کو بیعت سے آزاد کر دیا۔ اور میدان جنگ سے چلے جانے کی اجازت دی مگر ابو دجانہ نے میدانِ جنگ سے چلے جانے سے انکار کیا اور بیعت پیمبر اسلام میں رہنے کو اپنی جان، اولاد اور دولت پر ترجیح دی حتی کہ زخمی ہوئے اور علیؑ نے بحالت زخمی ان کو پیمبر اسلام کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔

(۴) جنگ احد میں لشکر دشمن نے پیمبر اسلام کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور آپ کے چہرہ کو زخمی کر دیا اور آپ کے دانت ٹوٹ گئے۔

(۵) ان مصائب اور تکالیف میں مبتلا ہونے کے بعد بھی پیمبر اسلام نے باوجود بعض لوگوں کے اصرار کے اپنی قوم کے لئے بد دعا نہ کی بلکہ خدا سے دعا کی کہ خدا ان کو ہدایت کرے اور اپنی قوم کی سفارش درگاہ خدا میں ان الفاظ میں کی کہ وہ نادان ہیں اور نادان خدا کے نزدیک قابل سزا و عذاب نہیں ہوتا ہے۔

درحقیقت اس نازک موقعہ پر پیمبر اسلام نے جس تحمل و حلم کا مظاہرہ فرمایا ہے اس کی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی اور نہ آئندہ کبھی پیش کر سکے گی۔

پیمبر اسلام کی ذات اقدس میں علم و تحمل کے وہ نمونے ملتے ہیں جو اہل عالم کے لئے ہمیشہ نمونہ عمل بن سکتے ہیں اور اقوام افراد عالم ان نمونوں پر گامزن ہو کر فلاح دارین اور کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

واقعہ ۱۸ حلم و تحمل غزوۂ حمراء الاسد

قریش مکہ جب جنگ احد سے واپس ہوئے اور ان کی ابتدائی فتح بعد کو ان کی شکست فاش بن گئی تو وہ اپنی واپسی پر نادم و پشیمان ہوئے اور انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ دوبارہ دیگران قرار کردہ اور پسپا مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور مدینہ کو لوٹ لیں اور پیمبر اسلام کو قتل کر دیں لہذا وہ واپس ہونے لگے۔

ادھر پیمبر اسلام مدینہ میں داخل ہو چکے تھے۔ رفقاء صعوبات سفر مصائب و تکالیف جنگ برداشت کئے ہوئے تھے پھر پیمبر اسلام خود بھی زخمی تھے اور ان کی فوج کا سپہ سالار اور مجاہد اعظم علیؑ بھی زخموں سے چور چور تھا۔ زخموں میں ٹانکے دیئے گئے تھے کہ پیمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ لشکر قریش مدینہ پر حملہ کرنے والا ہے آپ نے فوراً ہی اعلان کرا دیا۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۶۸۹

پس حضرت امر کرد منادی را کہ ندا کرد کہ — ترجمہ: پیمبر اسلام نے منادی کو حکم دیا کہ وہ لشکر

اے گروہ مہاجران وانصار ہر کہ جراحتے دارد باید کہ بیرون آید وہر کہ جراحت ندارد بماند ومجروحان صحابہ ضماد ہا بر جراحت ہائے خود می گزاشتند ومشغول مداوا بودند۔

اسلام میں ندا دے کہ اے مہاجرین وانصار تم میں سے جو زخمی ہے وہ جنگ کے لئے آمادہ ہو کر باہر نکلے اور اور جو جسم پر کوئی زخم نہیں رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں رہے۔ حالت اُس وقت یہ تھی کہ اصحاب پیمبر اپنے زخموں میں مرہم بھر رہے تھے اور زخموں کی مرہم پٹی کر رہے تھے

حکم پیمبر سن کر صرف زخمی سپاہی مدینہ سے باہر نکلے وعلیؑ مرتضےٰ بحیثیت علمدار فوج اسلام آگے آگے روانہ ہوئے۔ پیمبر اسلام معہ اصحاب کے مقام حمراء الاسد تک پہنچے یہ مقام مدینہ سے ۸ میل دور تھا جب پیمبر حمراء الاسد پہنچے تو معلوم ہوا کہ عکرمہ پسر ابوجہل وحارث بن ہشام وعمرو بن عاص وخالد بن ولید و سفیان مدینہ پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ (تفصیل سلسلہ غزوات میں ملاحظہ ہو۔)

نتیجہ تحمل کی تعریف حکماء نے ان الفاظ میں کی ہے کہ "تحمل آں بود کہ نفس آلات بدنی را فرسودہ گرداند در استعمال از جہت اکتساب امور پسندیدہ۔

حلم:۔ "آں بود کہ نفس را طمانیتے حاصل شود کہ غضب بآسانی تحریک او نتواند کرد واگر مکروہے باو رسد در شغب نیاید"۔

جسمانی تکالیف کی پرواہ نہ کرنا۔ غیظ وغضب سے دور رہنا۔ باوجود تکالیف اسباب واشتعال قوت غضبی کے مغلوب الغضب نہ ہونا۔ اپنے مقصد پسندیدہ اور مطلوب محمودہ کے حصول کے لئے جانی مالی قربانی پیش کرنا۔ اور ان تمام چیزوں کو بخوشی خاطر منظور کر لینا حلم وتحمل ہے۔ واقعہ مذکور کو مطالعہ کیجئے۔ اور غور فرمائیے کہ کتنے نازک اور خطرناک موقعہ پر آپ نے لبیک کو پیش کر دیا۔ لشکر اسلام شکست خوردہ تھا۔ پیمبر اسلام زخمی تھے۔ علیؑ مرتضےٰ کے جسم پر چالیس زخم لگے تھے۔ ان میں ٹانکے لگائے گئے تھے۔ ابھی صحابہ اور پیمبر نے آرام بھی نہ کیا تھا اس پر پیمبر اسلام کا یہ حکم کہ صرف زخمی سپاہی جنگ کفار کے لئے جائیں اور صحیح وسالم گھروں میں رہیں۔ پیمبر اسلام کے اس فعل میں شجاعت بے نظیر کے نمونے ملتے ہیں مگر تحمل وحلم پیمبر اسلام کے بے مثل نمونے بھی پائے جاتے ہیں۔ تحمل وحلم کے نمونے اس قابل ہو سکتے ہیں جو اہل عالم کے لئے نمونہ عمل بن سکیں اور انہی نمونوں پر عمل کرنے سے انسان کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔

واقعہ ۱۹ تحمل وحلم سفر شام عمر ۱۳ سال۔ پیمبر اسلام کی عمر ۱۳ سال کی تھی کہ ابوطالب نے بغرض تجارت ملک شام جانے کا ارادہ کیا۔

جب وقت روانگی قافلہ آیا تو پیمبر اسلام نے ابو طالب کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور فرمایا (روضۃ الصفا جلد ۲) اے عم مرا بمکہ می گذاری کہ نہ پدر دارم ونہ مادر۔ ابو طالب را ازیں سخن رقت دست داد و سوگند یاد کرد کہ واللہ لا افارقک ابداً (کہ اے چچا جان آپ مجھ کو مکہ میں چھوڑ رہے ہیں حالانکہ نہ میرے سر پہ باپ کا سایہ ہے اور نہ مری ماں زندہ ہیں۔ ابو طالب پیمبر اسلام کے ان الفاظ کو سن کر رونے لگے اور انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ خدا کی قسم آج سے میں تم کو اے محمد کبھی اپنے سے جدا نہ کروں گا۔

نتیجہ:۔ واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابتداء عمر سے ہی پیمبر اسلام کو شوق تھا کہ آپ صعوبات اور تکالیف سفر کو برداشت کریں اور حکم خدا "سیروا فی الارض" (روئے زمین کی سیر کرو) پر عمل کر کے نمونہ تحمل قائم کریں۔

واقعہ ۲۰ تحمل خلوت غار حرا[1]

پیمبر اسلام قبل بعثت بسا اوقات گھر سے باہر۔ میدانوں۔ بیابانوں اور کوہستانوں میں نکل جاتے تھے۔ ہفتوں۔ مہینوں کی خوراک ستو وغیرہ اور پانی ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔ اور قدرت الہٰی کے عجائب و غرائب اور اس کی صنعت لامتناہی مشاہدہ کرتے تھے۔ غار حرا میں خلوت گزینی کا واقعہ مورخین اسلام نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھا ہے۔ یہ غار مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر اس کوہستانی سلسلہ میں واقع تھا جس کو جبل فاران کہتے تھے۔ یہ غار طول میں چار گز اور عرض میں پونے دو گز تھا۔ بعثت سے سات دن قبل اسی غار میں پیمبر اسلام خلوت و عبادت الہٰی میں مصروف رہتے تھے۔

(۱) سیرت النبی علامہ شبلی ص۱۲۲ بحوالہ کارلائل ہیرو ورشپ

سفر و حضر میں ہر جگہ محمدؐ کے دل میں ہزار سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں یہ غیر متناہی عالم کیا ہے۔ نبوت کیا شئے ہے۔ میں کن چیزوں کا اعتبار کروں۔ میں کیا کام کروں کیا کوہ حرا کی چٹانوں۔ کوہ طور کی سر بفلک چوٹیاں کھنڈر اور میدان میں کسی نے بھی ان سوالوں کا جواب دیا۔ نہیں بلکہ گنبد گرداں۔ گردش لیل و نہار چمکتے ہوئے ستارے برستے ہوئے بادل ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے۔

(۲) تاریخ طبری ص۱۱۵۲ مطبوعہ جرمن۔

قالؐ جاورت فی حراً فلما قضیت ۔۔۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں غار حرا میں خلوت گزیں

جواری ھبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت عن یمینی وعن شمالی و خلفی وقدامی فلم ارا شیئاً فنظرت فوق راسی فاذا ھو جالس علی عرش بین السماء والارض۔

تھا کہ خدا کا فرشتہ نازل ہوا اور مجھے ندا کی۔ میں نے دائیں۔ بائیں۔ آگے۔ پیچھے اس ندا کرنے والے کو دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر میں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو اس ندا کرنے والے کو آسمان و زمین کے درمیان میں دیکھا۔

نتیجہ مذکورہ واقعہ تاریخی سے ثابت ہوا کہ پیمبر اسلام اپنے عنفوان شباب اور ابتدا جوانی میں بھی مثل عہد طفلی کے تحمل مصائب و تکالیف کیا کرتے تھے۔ مکہ سے میلوں دور صحرائے لق ودق میں جانا۔ پہاڑیوں کے دروں میں خلوت گزینی کرنا۔ تنگ و تاریک غار حرا میں مہینوں اور سالوں بسر کرنا اور قوت لایموت اور آب قلیل پر زندگی بسر کرنا یہ ایسے مشکل کام تھے جو ہر فرد بشر تو درکنار بڑے بڑے انبیاء و مصلحین بھی نہ کر سکے۔ پھر اس تنہائی میں صرف وقت گزارنے کے لئے نہیں رہتے تھے، بلکہ آپ کتاب فطرت و قوانین الٰہیہ پر غور و خوض کرتے تھے اور ان سے نتائج مفید اخذ فرماتے تھے تاکہ بعد بعثت وہ اہل عالم کے سامنے لا متناہی علوم کے ابواب کو بیان کر سکیں۔ چنانچہ پیمبر اسلام نے اہل عالم کے سامنے علوم ارضی و سماوی و علوم معرفت و علم الٰہیات کو جس طرح بیان کیا ہے وہ ہر نوع بحد کمال بیان کیا گیا ہے اور انہی علوم کی روشنی سے آج بھی دنیا منور ہو رہی ہے۔ پیمبر اسلام نے اپنے حصول مقصد کے لئے غار حرا و نیز صحرائے لق ودق و بے آب و گیاہ میں برسوں زندگی بسر کی اور سخت مصائب اور تکالیف کو برداشت کیا۔ یہ سب کچھ پیمبر اسلام نے اپنی قوت اخلاق۔ اور صفت تحمل و حلم کی وجہ سے کیا۔ اور پیمبر اسلام نے اس قوت حلم و تحمل کے مظاہرہ سے اہل عالم کو یہ درس دیا کہ جب انسان تکالیف پر تحمل۔ اور تحریک جذبات پر تصرف حاصل کرے گا۔ اور صفت حلم سے کام لے گا تو یقیناً نتیجہ میں کامیاب ہوگا۔ درحقیقت پیمبر اسلام کی ذات اقدس ہی ایک ایسی منفرد ذات ہے جس میں تمام کمالات و صفات انسانیہ بدرجہ کمال ملتی ہیں اور یہی ذات ایسی ہے جو اہل عالم کے لئے کامیاب دستور العمل حیات پیش کر سکتی ہے۔

واقعہ ۲۰ مظلومین اسلام و تحمل و حلم پیمبر

میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ واقعات کی تکرار نہ ہو اور کتاب کو طول نہ ہو مگر عنوانات و ابواب مکارم اخلاق پیمبر اسلام کے تحت بعض واقعات کو مکرر لانا پڑ جاتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پیمبر اسلام کی زندگی کے واقعات اور اُن کے ایک ہی فعل کے مختلف

محاسن واضح نہ ہو سکتے۔

(۱)۔ یاسر یمن کے رہنے والے تھے۔ مکہ میں آئے تو سمیہ سے عقد کر لیا۔ بال بچے ہو گئے۔ یاسر کے دو لڑکے عمار و عبداللہ۔ یاسر کی زوجہ سمیہ یہ سب مسلمان ہو گئے۔ قریش نے ان کو پکڑ کر بے انتہا زد و کوب کیا۔ اور ان کو قریب بہ ہلاکت کر دیا اس وقت پیمبر اسلام بھی ان کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا

"اصبروا یا آلِ یاسر فان موعدکم الجنۃ۔ (اے آل یاسر صبر کرو یقیناً تمھاری وعدہ گاہ جنت ہے۔")

ابوجہل نے یاسر کی بی بی سمیہ کو نیزے مار مار کر ہلاک کر دیا اور یاسر کو بھی مار ڈالا۔

(۲) خباب بن الارت۔ خباب اُس وقت مسلمان ہوئے تھے جبکہ صرف چھ سات آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ قریش نے خباب کو گرفتار کر لیا۔ کوئلہ جلا کر زمین پہ بچھا کر خباب کو اس پر لٹا دیا اور ان کی چھاتی پر پیروں سے دبا لیا۔ مگر خباب نے بحکم پیمبر اسلام تحمل و حلم سے کام لیا اور پیمبر اسلام نے خباب کی یہ ساری تکالیف دیکھیں مگر اس پر حلم و تحمل سے کام لیا۔

(۳) بلال بن امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی تھی تو امیہ ان کو جلتی بالو پر لٹا دیتا تھا اور پتھر کی چٹان اُن کی چھاتی پر رکھ دیتا تھا کہ جنبش نہ کر سکیں۔ کبھی اُن کی گردن میں رسی باندھ کر لڑکوں کو سپرد کر دیتا تھا۔ لڑکے جانور کی مانند ان کو پہاڑوں اور ریتلی زمینوں پر گھسیٹتے پھرتے تھے۔ کبھی اُن کی مشکیں باندھ کر زمین پر ڈال دیتے تھے۔ اور ڈنڈوں سے پیٹتے تھے۔ کبھی اُن کو کئی کئی روز کے فاقے دیئے جاتے تھے۔ پانی بند کر دیا جاتا تھا۔ پیمبر اسلام نے اپنے مخلص صحابی کی اُن تمام تکالیف کو برداشت کیا اور لامتناہی خلق و صفت حلم و تحمل کا مظاہرہ فرمایا۔ آخر بحکم پیمبر اسلام، عباس بن عبدالمطلب نے بلال کو خرید کر آزاد کر دیا۔

(۴) صہیب رومی۔ یہ بزرگ عمار بن یاسر کے ساتھ آکر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ قریش ان کو اس قدر اذیت دیتے تھے کہ حواس مختل ہو جاتے تھے۔

(۵) ابو فکیہہ کا نام افلح تھا۔ صفوان بن اُمیہ کے غلام تھے۔ اُمیہ کو جب معلوم ہوا کہ ابو فکیہہ مسلمان ہو گئے ہیں تو اُن کے پاؤں میں رسی باندھی اور زمین پر گھسیٹا گیا پتی زمین پر لٹایا گیا۔ ایک گبریلا کیڑا زمین پر جا رہا تھا۔ اُمیہ نے کہا اے ابو فکیہہ تیرا خدا یہ ہے۔ اُنھوں نے کہا میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے، اُمیہ کو غصہ آ گیا اور اُن کا گلا اس زور سے گھونٹا کہ لوگ سمجھے کہ دم نکل گیا۔ اور ایک بھاری پتھر اُن کے سینے پر رکھ دیا کہ زبان منہ سے باہر نکل پڑی۔ (ابن سعد)

(۶)۔ عثمان بن عفان۔ ان کے چچا کو جب ان کے اسلام لانے کی خبر ہوئی تھی تو وہ اُن کو کھجور کی چٹائی

میں لپیٹ کر باندھ دیتا تھا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا تھا۔

(۷) زبیر بن العوام۔ ان کے چچا بھی اُن کو چٹائی میں باندھ کر ناک میں دھواں دیتے تھے۔

(۸) سعید بن زید۔ جب یہ بزرگ اسلام لائے تو عمر ابن خطاب جو اُن کے چچا زاد بھائی تھے، سعید کو رسیوں میں باندھ کر ڈال دیا کرتے تھے۔

(۹) لبنیہ۔ یہ کنیز تھیں۔ عمر ابن خطاب ان کو اتنا مارتے تھے کہ آخر تھک جاتے تھے اور کہتے تھے کہ تجھ پر رحم کی وجہ سے تجھ کو اس وقت نہیں چھوڑتا ہوں بلکہ اس لئے کہ میں خود تھک گیا ہوں۔

(۱۰) زنیرہ۔ کنیز تھیں ابوجہل نے ایسی مار ماری کہ غریب کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اور عمر ابن خطاب بھی قبل قبول اسلام ان کو بہت آزار پہنچاتے تھے۔

یہ دس افراد نمونتاً پیش کئے گئے۔ اُنھوں نے کفار کے ہاتھوں سخت اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کیں مگر دین حقہ پر قائم رہے اور پیمبر اسلام کو اپنے ان اصحاب و صحابیات پر گوناگوں ستم و ظلم کا علم ہوا مگر آپ نے اُن کو تلقین صبر و تحمل کی۔ اور خود بھی جذبۂ انتقام سے متحرک نہ ہوئے اور حلم و تحمل کا مظاہرہ فرمایا۔

اہل عالم آج بھی کسی مصلح۔ رہبر۔ قائد۔ پیمبر۔ رسول کی ایسی صفات کاملہ پیش نہیں کر سکتے جو پیمبر اسلام کے ان اخلاق۔ اور صفت تحمل و حلم کے مقابلہ میں پیش کئے جانے کے قابل ہوسکیں۔ میرے اس قول کی ایک نصرانی مورخ کی عبارت تائید کرے گی۔

(۱) اپالوجی گاڈفری ہنگس ترجمہ اُردو ص ۶۶ و ۶۷

عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد کے مسائل نے وہ نشہ دینی آپ کے پیرؤوں میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسیٰ کے ابتدائی پیرؤوں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو اُن کے پیرو بھاگ گئے ان کا نشہ دینی جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چل دئے۔ اس کے برعکس محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر دشمنوں پر آپ کو غالب کر دیا۔

اگر کہا جائے کہ جس وقت ان مسلمانوں پر کفار قریش نے ظلم کئے تو اس وقت پیمبر اسلام میں اتنی طاقت ہی نہ تھی کہ آپ انتقام لے سکتے لہذا وہ آپ کا تحمل و حلم نہ تھا بلکہ مجبوری تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ عرب شاہد ہے کہ صرف ایک بڈھی عورت کے اونٹ کے پیچھے جنگ عظیم ہوئی۔ اور اسی طرح کے معمولی واقعات عربوں کو باہم لڑا دیتے تھے اور یہ لڑائیاں برسوں

جاری رہتی تھیں۔ تو کیا ایسی جنگ جو قوم کو پیمبر اسلام باہم نہیں لڑا سکتے تھے اور ان کے قبائل میں
جوڑ توڑ کر کے جنگ کے شعلے نہیں بڑھا سکتے تھے اور اس طرح اپنے دین کے پیروؤں کو ظلم
قریش سے نہیں بچا سکتے تھے مگر پیمبر اسلام اصلاح اقوام عالم کے لئے آئے تھے لہذا آپ نے صرف
وہ طریقے اختیار کئے جن کے نتائج مستقل اور پائیدار اور وسیع الاثر تھے۔ اس کے علاوہ
دوسرا جواب یہ ہے کہ جب پیمبر اسلام کو تمام اہل عرب پر تفوّق و طاقت لشکری حاصل ہو گئی
تو بھی تو آپ نے پچھلے مظالم کا انتقام اہل عرب سے نہ لیا بلکہ اُن کی خطاؤں اور ظلموں کو معاف
کر دیا گیا۔ یہ آپ کا تحمل و حلم نہ تھا۔ پیمبر اسلام نے اس مواقع اہم پر تحمل و حلم کا مظاہرہ کر کے
ایسا فائدہ حاصل کیا جس کی مثال تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ اور وہ یہ کہ ابتدائے اسلام میں معدودے
چند مسلمانوں کو جتنی بھی تکالیف پہنچائی گئیں وہ عربوں نے بچشم خود دیکھیں اور ان کے اندازہ سے خود
لرزہ براندام ہو گئے۔ ان حالات کے دیکھنے کے بعد جو شخص بھی مسلمان ہوتا وہ پہلے اپنے دل میں سوچ
لیتا کہ مجھ کو بھی ایسی ہی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں گی لہذا بزدل انسان مسلمان نہیں ہو سکتے تھے اور
نہ ایسے افراد مسلمان ہو سکتے تھے جو دل میں نور وحدت کا جلوہ نہ دیکھ چکے ہوں۔ اب جو شخص بھی دائرہ اسلام
میں داخل ہوتا تھا وہ بہادر اور پختہ ایمان انسان ہوتا تھا۔ علاوہ بریں خود ظلم کرنے والے اور
اس ظلم کو دیکھنے والے کشش روحانی۔ اور قوت دینِ ربانی کا مطالعہ کرتے تھے کہ اتنے ظلموں کے
بعد بھی اس دین میں داخل ہونے والا انسان اس کو ترک نہیں کر سکتا ہے تو ہو نہ ہو اس دین میں
حقیقت ازلی و ابدی ہے۔ یہی وہ چیز تھی جس نے عرب و عجم کو حلقہ بگوش اسلام کر دیا۔ اور یہ
پیمبر اسلام کے تحمل و حلم کا کارنامہ ہے۔

واقعہ ۲ حلم و تحمل ۶ھ

ابو جہل کا پیمبر کو اذیت دینا

ان اباجہل مر برسول اللہ

سیرۃ ابن ہشام ص۹۹ مصری۔

عند الصفا فاذاہ وشتمہ ونال منہ بعض ما یکرہ من العیب لدینہ و التضعیف لامرہ فلم یکلمہ رسول اللہ

ایک بار ابو جہل کوہ صفا کی طرف سے گزرا پیمبر اسلام وہاں مصروف عبادت خدا تھے۔ ابو جہل نے پیمبر اسلام کو دیکھا تو اذیت دی (طمانچہ مارا) اور برا کہا۔ اور دین اسلام کی عیب گوئی کی اور دین محمد کے کمزور کرنے کے لئے بدکلامی کی۔ مگر پیمبر اسلام نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

اس واقعہ کو عبد اللہ ابن جدعان کی ایک کنیز دیکھ رہی تھی اس کو پیمبر اسلام کی حالت پر ترس آگیا اور اُس نے عند الملاقات حمزہ ابن عبد المطلب سے کل واقعہ بیان کیا۔ حمزہ ابھی تک کافر تھے۔ حمزہ کو غیرت وحمیت خاندانی پیدا ہوئی۔ فوراً ابو جہل کی تلاش میں روانہ ہوئے ایک مجمع میں اس کو بیٹھا ہوا پایا۔ جاتے ہی اُس کو بُرا بھلا کہا اور اس کے سر پر اپنی آہنی کمان زور سے ماری اور پھر کہا کہ اے ابو جہل تو نے جس دین کی برائی کی ہے اُس دین میں میں بھی داخل ہو گیا ہوں۔ اب تو اس کی برائی بیان کر کہ تجھ کو سزا دوں۔ مگر ابو جہل دم بخود ہو گیا اور اس نے اقرار کیا کہ میں نے محمدؐ کو اذیت بھی دی تھی اور بُرا بھی کہا تھا۔

نتیجہ ابو جہل نے پیمبر اسلام کو اذیت دی۔ گستاخی کی مگر پیمبر اسلام نے حلم وتحمل سے کام لیا حالانکہ پیمبر اسلام اپنی جسمانی طاقت کے اعتبار سے بھی ابو جہل سے قوی تر تھے چاہتے تو اُس کو جان سے مار ڈالتے۔ یا سر پھاڑ دیتے۔ مگر پیمبر اسلام کو نمونہ تحمل وحلم کا مظاہرہ منظور تھا اس لیے آپ نے وہ طریقہ اختیار کیا جو انسانیت کو اعلیٰ مدارج پر پہنچاتا ہے اور پیمبر اسلام کے اس حلم وتحمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ حمزہ ابن عبد المطلب جیسا بہادر ترین عرب حلقہ بگوش اسلام ہو کر ابو جہل کی سرکوبی کے لئے گیا اور اس کو سزا دی۔ اور دیگر غیور وباحمیت عربوں کے دلوں میں پیمبر اسلام کی حقانیت و دین اسلام کی حقیقت جلوہ گر ہو گئی۔

واقعہ ۲۲ تحمل وحلم پیمبر کے گلے میں رسّی باندھنا

تاریخ طبری و رحمۃ اللعالمین صفحہ ۴۱ و امام ابن القیمؒ زاد المعاد صفحہ ۲۹۷

اقبل ابن ابی معیط و رسول اللہ صلعم عند الکعبہ۔ فلوی ثوبہ فی عنقہ وخنقہ خنقاً شدیداً فقام ابو بکر من خلفہ فوضع یدہ علی منکبیہ فدفعہ عن رسول اللہ قال ابو بکر یاقوم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔

خانہ کعبہ میں پیمبر اسلام نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط اموی آیا۔ اُس نے اپنی چادر کی رسی بنا کر پیمبر اسلام کے گلے میں ڈال دی اور اس کو پیچ در پیچ دینا شروع کیا تاکہ آپ کا گلا گھونٹ دے اور شدید گلا گھٹنے لگا۔ ابو بکر پیچھے سے آگئے اور اپنا ہاتھ اس کے شانہ پر رکھا اور اس کو ہٹا دیا اور کہا افسوس اے قوم تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا خدا پروردگار ہے۔

نتیجہ واقعہ مذکورہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا محمدؐ کمزور جسم تھے۔ کم طاقت تھے۔ اعضائے جسم میں نقص تھا کہ وہ اپنے کسی دشمن سے بھی بدلہ نہیں لے سکتے تھے اور گویا ان میں بدلہ لینے کی طاقت ہی نہ تھی۔

کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جب آپ کے گلے سے رسّی کا پھندا نکل گیا تھا اور آپ سجدۂ خالق سے سر اٹھا چکے تھے تو کھڑے ہو کر دو گھونسوں میں عقبہ کے چہرہ کی ہڈیوں کو توڑ دیتے اور دو لاتوں سے عقبہ کی پسلیاں چور کر دیتے کیوں کہ آخر آپ بھی چالیس سال کی عمر رکھتے تھے۔ بہادر ترین انسان تھے نحیف اور کمزور نہ تھے بلکہ طاقت ور اور جسیم تھے۔ غصہ میں تو لاغر و ناتوان انسان بھی اپنے زبردست و طاقتور کے مقابل کی جان لے لیتا ہے۔ پھر یہ کیا تھا کہ ہر موقعہ پر پیمبر اسلام سکوت اختیار کر لیتے تھے اور اپنے ستانے والوں کو دعائیں دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے یا بنی عبد مناف ای جوار هذا؟ (طبری) (ترجمہ۔ اے عبد مناف کیا یہی حق ہمسایہ ہے؟)۔

پیغمبر اسلام اپنے مقابل سے بہر صورت بدلہ لینے کی قدرت رکھتے تھے اور چاہتے تو خاندانی حمیت کے نام پر افواج جمع کر کے جنگ و جدال بھی شروع کر سکتے تھے۔ مگر اس طریقہ سے پیمبر اسلام کو وہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی جو آپ کو بذریعہ حلم و تحمل کامیابی حاصل ہوئی ایسے اہم مواقع پر پیمبر اسلام نے تحمل و حلم سے کام لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوست و دشمن آپ کے اخلاق کے معترف ہو گئے۔ اور آپ کے عمل اخلاقی سے تدوین قوانین مکارم اخلاق ہو گئی۔ اور اہل عالم کے لئے ایک اخلاقی کامیاب دستور العمل حیات انسانی بن گیا۔

واقعہ ۲۳۔ شاہد تاریخی بر تحمل و حلم

پیمبر اسلام محمدؐ صلعم کے تمام افعال و اعمال خواہ وہ عوام الناس کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں خواہ اعداء و مشرکین کے ساتھ بجا لائے گئے ہوں۔ خواہ اُن کا تعلق اصحاب و ازواج سے ہو ہر ایک فعل و عمل میں آپ کے اعلیٰ تحمل و حلم کے نمونے ملیں گے۔ اگر ان تمام واقع تحمل و حلم نبوی کو درج کتاب کیا جائے تو دفتر چاہئے اور میرے خیال میں تو پھر بھی ان کا احصاء ناممکن ہوگا۔ صاحب تاریخ روضۃ الصفا نے ص۲۷ جلد دوم پر کیا خوب لکھا ہے۔

واگر مجموع بے ادبی ہائے قریش مرقوم کلک بیان گردد از مقصود باز مانیم لاجرم دریں مقام بہمیں قدر اختصار کردیم۔

(ترجمہ) اور اگر قریش کی تمام گستاخیوں اور اذیتوں کو لکھا جائے تو میں اپنی تصنیف کے کام سے معذور رہ جاؤں گا۔ لہٰذا میں اسی قدر بیان مختصر کو کافی سمجھتا ہوں۔

واقعہ ۲۴۔ تحمل و حلم۔ قصاب سے معاملہ

پیمبر اسلام نے ایک قصاب سے بعوض خرمہ گوشت خریدا۔ گھر میں جا کر دیکھا تو خرمے موجود نہ تھے۔ قصاب سے

معذرت کی وہ بگڑ گیا اور کہنے لگا ہائے بد دیانتی!! اصحاب نے اُس کو منع کیا پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اُس کو کہنے دو اس کو حق ہے۔ قصاب نے کئی بار کہا اور اصحاب نے کئی بار اُس کو روکا۔ مگر پیمبر اسلام نے فرمایا کہنے دو اس کو حق ہے۔ پیمبر اسلام نے ایک انصاریہ سے خرمے لے کر اس کو ادا کیئے وہ قصاب کہنے لگا۔ اے محمدؐ تم خیر ہو۔ خیر آپؐ اور تم نے اچھی اور پوری قیمت ادا کر دی۔

واقعہ ۲۵۔ تحمل و حلم عمار یاسر

عمار یاسر کی ماں کا واقعہ بیان کیا گیا۔ مگر تاریخ روضۃ الصفا میں اتنا اور مرقوم ہے کہ کفار قریش نے مادر عمار یاسر کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا تھا اور سخت اذیتیں پہنچا رہے تھے کہ ایک کافر نے اس مومنہ پر نیزہ مارہ اور ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے بعد عمار بن یاسر کو گرفتار کر لیا اور طرح طرح کی تکالیف اور اذیتیں دینے لگے پیمبر اسلام کو معلوم ہوا۔ اور بعض اصحاب نے تو یہاں تک کہا کہ یا رسول اللہ عمار یاسر کافر ہو گیا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔ حاشا و کلا کہ وہ کافر ہو جائے کیوں کہ عمار یاسر از سر تا پا نور ایمان سے مملو ہے اور اس کی رگ رگ میں ایمان سرایت کر چکا ہے۔ اور ایمان اس کے پوست و گوشت میں سرایت کر چکا ہے اور عمار یاسر جب قید کفار سے چھوٹ کر بہ حالتِ زار خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوئے تو چیخیں مار کر رونے لگے۔ پیمبر اسلام نے اپنے دست مبارک سے عمار کے آنسو پوچھے اور فرمایا۔

انا عاد ذالک فقل لھم بما قلت۔	میں بھی ان تکالیف کا عادی ہو چکا ہوں۔ پس اے عمار ان کے لئے تم وہی کہو جو میں نے کہا ہے۔

روضۃ الصفاء صہ ۳۸ جلد ۲۔

وبعضے مفسران برانند۔ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان (آیۃ) درآں قضیہ نازل شدہ۔	(ترجمہ) بعض مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت جو کافر ہوا ایمان لانے کے بعد مگر کراہت و جبر مگر یہ کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ عمار یاسر کے واقعہ پر نازل ہوئی ہے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ پیمبر اسلام کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ نومسلم صحابی بھی خوانین مکارم اخلاق پر عمل پیرا تھے اور ان کے رگ و پے میں صفات حمیدہ شجاعت۔ عفت۔ عدالت حلم و تحمل بدرجہ کامل راسخ ہو چکا تھا اور وہ سخت تکالیف برداشت کرنے کے بعد بھی بوجہ حلم و تحمل کے دین اسلام کو ترک نہیں کرتے تھے اور پیمبر اسلام کو ان کی صفات کاملہ پر کامل اعتقاد تھا اور خدا بذریعہ آیات قرآن ان اصحاب کے حلم و تحمل و ایمان پر باقی رہنے کی تصدیق کرتا تھا۔ جب اصحاب پیمبر اسلام درجات فضائل

وصفات حلم وتحمل پر بدرجہ اتم فائز تھے اور ان کا حلم وتحمل بے مثال وبے نظیر تھا تو پیغمبر حکیم اسلام۔ مدرس اول۔ مبلغ اخلاق۔ ومجسمہ مکارم اخلاق کے حلم وتحمل کی کیا حد ومقرر کی جا سکتی ہے۔

میری اس تصنیف وتالیف کا موضوع مکارم اخلاق پیغمبر اسلام ہے۔ مگر میں ناظرین کتاب کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ وہ سمندر ہے جس کا اُور چھور نہ ہو اور وہ بحر ناپیدا کنار ہے جس کا عمق وطول وعرض بجز خالق عالم کے دوسرا نہیں جان سکتا ہے۔ میں نے تو صرف بحیثیت ایک انسان کامل ذات پیغمبر اسلام کو اہل عالم کے سامنے پیش کیا ہے اور یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ سیرت ذات اقدس نبوی کو پیشوایان مذاہب وانبیاء ماسبق کے حالات کے مقابلہ میں رکھا جائے۔ تو ناظرین کو معلوم ہوگا کہ از آدم تا ایں دم ہر فرد سے بحیثیت اخلاق پیغمبر اسلام کا درجہ اعلیٰ وارفع ہے لہذا جب انسانی زندگی کا بہتر بنانے کے لئے اعلیٰ ترین دستور العمل حیات موجود ہو تو پھر ناقص افراد کے پیروی اور تاسی وتقلید کی کیا ضرورت ہے کیوں کہ ناقص عمل کو نمونہ بنانے والوں کا عمل ہمیشہ ناقص ہوگا اور کامل عمل پر عمل کرنے والوں کا عمل کامل ہوگا۔ انسان جانب منازل ارتقاء فطری رجحان رکھتا ہے لہذا اس کی کامیاب ارتقاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سامنے کامل نمونہ ودستور العمل زندگی رکھے اور سیرت پیغمبر اسلام اسلام سے بہتر واعلیٰ نمونہ حیات کا ملنا محال ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

واقعہ ۲۶ حلم وتحمل۔ غزوۂ بدر ومعاملہ اسیران بدر

جنگ بدر کے قیدی شقران کی نگرانی میں دیئے گئے ان اسیران بدر کو یقین کامل تھا کہ ان کو قتل کیا جائے گا لہذا انھوں نے اپنی جان بچانے کی تدبیر یہ کہ ابوبکر بن قحافہ صحابی پیمبر اسلام کو ہموار کرنا چاہا اور اپنا موافق بنانے کی کوشش شروع کی۔

صاحب روضۃ الصفا جلد دوم ص ۷۹ پر یہ الفاظ لکھے ہیں۔

آں جماعت بحیات مستعار امیدوار شدہ شخصے را نزد صدیق فرستادہ بیغام دادند کہ ما وشما خویشاں یک دیگریم ملتمس آنست کہ شما از صاحب خویش یعنی مصطفیٰ التماس نماد کہ برما منت نہادہ از قید اطلاق فرماید یا فدا بستاندو

(ترجمہ) اسیران بدر کو چند لمحات یا ساعات کی زندگی مستعار کی امید باقی رہ گئی تھی لہذا انھوں نے ایک شخص کو ابوبکر صدیق کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ تم اور ہم ایک دوسرے کے عزیز وقریب ہیں التماس یہ ہے کہ تم اپنے پیمبر سے درخواست کرو کہ وہ ہم سے فدیہ

از خون در گذرد۔ صدیق وعدہ ہائے خوب دادہ فرستادہ را خوش دل گردانید۔

لے کر ہم کو رہا کر دیں اور ہماری جان بخشی کر دیں ابوبکر صدیق نے اچھے اچھے وعدے کرکے ان کو خوش دل کر دیا۔

(ب) آں گاہ اسیران بایک دیگر گفتند کہ شدت وصلابت عمر ہمہ را معلوم است اکنوں نیز درین امر با او مشورت باید نمود تا او خون ما سعی نہ نماید۔

(ب) اس کے بعد اسیران بدر نے باہم مشورہ کیا کہ عمر فاروق کی شدت و سختی سب کو معلوم ہے اب ضروری ہے کہ ہم لوگ اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کریں تاکہ وہ ہمارے قتل میں سعی نہ کریں۔

بہر حال ابوبکر خدمت پیمبر میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور اسیران بدر پر رحم کریں خدا آپ پر رحم کرے گا۔ اور یہ سب آپ کے اقربا و ہم خاندان ہیں۔ پیمبر اسلام نے ابوبکر کی سفارش کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ بقول صاحب روضۃ الصفا بجواب ابوبکر سکوت را التزام نمودہ۔ آپ نے مطلق سکوت اختیار فرمایا۔ اس کے بعد ابوبکر وہاں سے باہر چلے گئے۔ اور عمر ابن خطاب اُن کی جگہ بیٹھ گئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ این جماعت دشمنان خداوند اے خدا کے رسول یہ خدا کے دشمن ہیں اُنھوں نے آپ کی تکذیب کی ہے۔ اُنھوں نے آپ کو وطن سے نکالا ہے۔ یہ آپ سے جنگ و جدال کرنے آئے تھے۔ آپ ان کی گردن زنی کا حکم صادر فرماویں۔ پیمبر اسلام نے عمر کے جواب میں بھی کچھ نہ فرمایا۔ اس کے بعد پھر ابوبکر آئے اور اپنی جگہ بیٹھ گئے اور پھر سابقہ سفارشی کلمات ادا کئے اور یہ بھی کہا کہ اے پیمبر اسلام آپ پہلے انسان اپنے خاندان کو برباد کرنے والے نہ بنئے۔ یہ کہہ کر ابوبکر اُٹھ کر چلے گئے اور عمر فاروق نے پھر اپنا سلسلہ کلام شروع کیا اور کہا کہ اے خدا کے رسول ان کی گردن ماردی جائے اس معاملہ میں کیوں تاخیر کی جارہی ہے۔ پھر بھی پیمبر اسلام نے ان دونوں کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد صاحب روضۃ الصفاء جلد دوم صفحہ ۷۹ رقمطراز ہیں۔

کرتے دیگر ابوبکر و عمر آنچہ در ضمیر داشتند از بخشش و کشتن اسیران معروض داشتند حضرت مقدس نبوی بہ خیمہ خویش در آمدہ پس از لحظہ بیرون آمد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رسول با یاراں فرمود کہ شمارا فقرے ہست باید کہ فوت نشود از اسیران ہیچ از شما

(ترجمہ) دوسری بار ابوبکر و عمر نے جوان کے دلوں میں معافی و قتل کے بارہ میں تھا عرض خدمت پیمبر اسلام کیا۔ پیمبر اسلام نے جواب نہ دیا اور خاموشی سے اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد خیمہ سے باہر آئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اصحاب سے فرمایا کہ تم پر غربت چھائی ہوئی ہے چاہتے ہو کہ

مگر بہ فدایا بضربِ عنق۔ — تمہارا کوئی قیدی بھاگ نہ جائے یا اس کا فدیہ قبول کرو یا اس کی گردن اڑا دی جائے۔

معاملہ بہت نازک تھا۔ عہد اسلام کی یہ جنگ پہلی تھی اس میں شرفاءِ عرب گرفتار ہو کر پیمبر اسلام کے سامنے پیش کئے گئے تھے۔ ان قیدیوں میں پیمبر اسلام کے مخصوص اہل خاندان بھی تھے۔ اور اصحاب پیمبر اسلام کے اعزاو اقارب بھی تھے۔ فوری فیصلہ ضروری تھا کیوں کہ اصحاب پیمبر اسلام میں دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک گروہ تو عمر فاروق کے ہم خیال تھا اور دوسرا ابوبکر بن قحافہ کا ہم رائے تھا۔ اگر فیصلہ میں تاخیر کی جاتی تو یہ عرب کے جنگ جو نومسلم باہمی خانہ جنگی پر آمادہ ہو جاتے اور پیمبر اسلام کے خلاف ہو جاتے۔ اگر بقول ابوبکر سب کو رہا کر دیا جاتا تو دشمنانِ اسلام کو قوت پہنچتی اور وہ شیخیاں مارتے کہ محمدؐ ہمارے قتل سے اس لئے ڈر گئے کہ وہ قریش کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ لہذا رعب اسلام خاک میں مل جاتا اور دشمن اور بھی دلیر ہو جاتا اور اگر سب کو بقول عمر کے قتل کر دیا جاتا تو بھی وہ گروہ جو ابوبکر کے موافقِ خیال تھا پیمبر اسلام سے برگشتہ ہو جاتا و نیز شعلہ ہائے انتقام خونِ اعزاو اقربا لشکر اسلام و نیز قریش مکہ میں بلند و مدبھڑک اٹھتے کیوں کہ عرب کی عادت تھی کہ وہ انتقام لینے کو اپنی جانوں سے زیادہ قیمتی سمجھتے تھے۔ اس موقعہ نازک پر پیمبر اسلام عجب کشمکش میں تھے۔ معدودے چند مسلمان تھے۔ ابتدائے اسلام کا زمانہ تھا۔ اس وقت معمولی غلطی بھی تباہی اسلام بن سکتی تھی۔ مگر پیمبر اسلام نے اس موقعہ پر حلم و تحمل کا بے نظیر مظاہرہ فرمایا۔ اور ابوبکر و عمر اور ان کی ہم خیال جماعت کے بار بار اصرار و تکرار پر آپ مطلق خاموش رہے۔ اور اپنے غصہ کو بھی اپنے حلم سے دبایا۔ اور خلاف مزاج و خلاف معاملہ رائے زنی پر تحمل بھی فرمایا اور آپ اصرار و تکرار سے تنگ آکر خیمہ میں چلے گئے تاکہ سلسلۂ تکرار و اصرار ختم ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اہل اسلام پر غربت طاری ہے، لہذا وہ اپنے اپنے سپرد کردہ قیدی کا فدیہ لے لیں یا اس کو بصورت نہ ادا کرنے فدیہ کے قتل کر دیں۔ ہر انسان خصوصاً عرب کے لوگ اپنے مفاد ذاتی کو ہر کام پر ترجیح دیتے ہیں۔ لہذا آپ کے یہ فرماتے ہی ہر دو گروہ مختلف الخیال ہو گئے اور حکم پیمبر کی تعمیل کر دی گئی۔ اس صورت میں رعب اسلام بھی باقی رہا اور اسیران بدرگو ان کے کردار کی سزا بھی مل گئی و نیز مسلمانوں کو مال کثیر بھی ہاتھ آیا اور ان کی غربت و فاقہ کشی ختم ہو گئی۔ و مزید آں کہ نومسلموں کو مال غنیمت حاصل ہونے کا چسکا مل گیا وہ ان کی جرأت و مردانگی کا سبب بنتا رہا۔ مگر پیمبر اسلام کے اس موقعہ پر تحمل و علم نے مقصد پیمبر اسلام کو پورا کر دیا اور وہ مقصد تھا تبلیغ توحید خدا و نشر و اشاعت اصول و قوانین معاشرۂ انسانی۔ چنانچہ جنگ بدر تمام غزوات کی فتوحات کا پیشِ خیمہ ثابت ہوئی۔

واقعہ ۲۷۔ حلم واقعہ سہیل بن بیضا وسفارش عبداللہ بن مسعود جنگ بدر

جب اسیران بدر کو پیمبر اسلام کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ نے ان کے بارہ میں حکم صادر فرمادیا تو عبداللہ بن مسعود نے عرض کیا کہ سہیل بن بیضا کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے میں نے اس کو مکہ میں دیکھا تھا کہ وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ پیمبر اسلام خاموش ہو گئے کیونکہ عبداللہ نے گویا پیمبر اسلام پر یہ اعتراض والزام رکھنا چاہا تھا کہ آپ کافر تو کافر مسلمان کو بھی قتل کرائے دیتے ہیں۔ پیمبر اسلام نے جب اس اعتراض پر خاموشی اختیار کر لی اور کچھ دیر جواب نہیں دیا تو عبداللہ مسعود کو احساس ہوا کہ اس نے نامناسب اعتراض کیا ہے اور پیمبر اسلام نے اس کو محسوس کر لیا ہے۔ چنانچہ۔ بالفاظ روضۃ الصفا صـ۷۹ ج۲۔

عبداللہ گوید کہ ہیچ ساعت ازاں صعب تر برمن نگذشت ودراں جائس خسیں نظر بر آسمان می کردم وگمان می بردم کہ سنگ برمن از آسمان خواہد بارید۔ زیرا کہ مبادرت کردہ بودم در سخن نزد خدا ورسول۔	(ترجمہ) عبداللہ مسعود کہتے ہیں کہ زندگی میں کوئی ساعت اس سے سخت تر مجھ پر نہ گزری تھی اور اس وقت میں نے آسمان کی جانب نظر کی اور میں خیال کر رہا تھا کہ آسمان سے مجھ پر پتھر برسیں گے کیونکہ میں نے خدا اور رسول کی بات کے بارہ میں تعجیل سے کام لیا تھا

اس موقعہ پر عبداللہ بن مسعود نے اپنی رائے کو رائے پیمبر اسلام پر ترجیح دی اور ایک قسم کا الزام پیمبر اسلام پر لگانا چاہا تھا۔ لہذا ان کو خوف تھا کہ اس گناہ کی پاداش میں اگر آسمان سے ان پر پتھر برسیں تو وہ اس کے مستحق ہیں۔ مگر اس ناگوار موقعہ اور خلاف شان گستاخی پر پیمبر اسلام نے تحمل کیا اور حلم سے کام لیا اور خاموشی اختیار کر کے ارشاد فرمایا کہ سہیل بن بیضا اس حکم فدیہ وقتل سے مستثنیٰ بری ہے۔ عبداللہ مسعود خوش ہو گئے۔

واقعہ ۲۶۔ وواقعہ ۲۷۔ دونوں سے واضح ہو گیا کہ پیمبر اسلام کی حیثیت ان دونوں موقعوں پر بہت ہی نازک ہو گئی تھی۔ جن اصحاب پر اعتماد تھا وہی دو گروہ میں منقسم ہو گئے اور ایسی تکرار اور ایسا اصرار شروع کر دیا جس سے سر مو جنبش کرنا تباہی اسلام کا سبب ہو جاتا۔ مگر حکمت پیمبر اسلام نے بگڑتے ہوئے کام کو بنادیا اور حلم وتحمل نبوی نے بدخواہوں اور کفار کے آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ پیمبر اسلام نے عبداللہ مسعود کے جواب میں کچھ دیر سکوت فرما کر سہیل کے لئے معافی لکھ دینا آپ کے حلم وتحمل کا بہترین مظاہرہ تھا۔

نتیجہ واقعہ

روضۃ الصفا جلد دوم صـ۸۰

چوں مسلمانان باخذ فدیہ اشتغال	(ترجمہ) جب مسلمان فدیہ لینے میں مشغول ہوئے تو

نمودند این آیۃ نازل شد۔ وما کان لنبی ان
یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض
تریدون عرض الدنیا واللہ یرید
الاخرۃ واللہ عزیز حکیم۔

وایضاً دیگر فرود آمد۔

لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما
اخذتم فیہ عذاب عظیم۔

•

(ب) نقل است کہ روز دیگر فاروق نزد
رسول رفتہ او را با صدیق گریاں دید۔ فاروق
گفت یا رسول اللہ از سبب گریہ مرا اعلام
فرمائے فرمود کہ بجہتہ آنست کہ بہ فدیہ
راضی شدیم و اشارہ بدرختے کردہ کہ
دراں نزدیکی بود گفت کہ عرض کردند عذاب
اصحاب نہ برمن ازین شجرہ۔

یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ
اسیروں سے فدیہ لے حتی کہ وہ بکثرت اعداء دین کو
قتل کرے۔ تم لوگوں نے مال دنیا کی رغبت کی اور
خدا تمھارے لئے نعمات آخرت و ثواب اخروی
چاہتا ہے۔ خدا اپنے دوستوں کو غالب کرنے والا
ہے اور ہر معاملہ کا عالم ہے۔ دوسری یہ آیت نازل
ہوئی۔ اگر لوح محفوظ میں پہلے سے نہ لکھ دیا گیا ہوتا
تو اس فدیہ لینے پر تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا۔

(ب) دوسرے دن عمر فاروق خدمت پیمبر میں
آئے اور دیکھا کہ رسول اللہ اور ابوبکر رو رہے ہیں
عمر نے سبب گریہ پوچھا تو پیمبر نے فرمایا میں اس لئے
روتا ہوں کہ ہم لوگ فدیہ لینے پر راضی ہوئے اور پھر
آپ نے ایک قریب کے درخت کے جانب اشارہ
کرتے ہوئے فرمایا کہ عذاب خدا میرے اصحاب کے
لئے اتنا قریب آچکا تھا۔

ناظرین کتاب نے ملاحظہ فرمایا کہ ابوبکر و عمر و عبداللہ کے اصرار و تکرار کا کیا نتیجہ ہونے والا تھا۔ اور خدا
کو کتنا ناگوار تھا کہ کوئی شخص پیمبر اسلام کی رائے پر اپنی رائے کو ترجیح دے کر اپنے فیصلے کو تسلیم کرانا چاہئے۔
معاملہ بہت اہم تھا۔ اسلام کی بربادی سامنے تھی۔ پیمبر اسلام کا بار بار کا سکوت اور خاموشی اور
آخر بیزار ہو کر مجلس سے اٹھ کر خیمہ میں چلا جانا بتاتا ہے کہ اس اصرار و تکرار نے پیمبر اسلام کو عجیب کشمکش میں
مبتلا کر دیا تھا۔ آپ نے مجبوراً ایسا حکم صادر فرمایا کہ معدودے چند لشکر اسلام میں دو گروہ نہ بن جائیں اور
اور آپس میں پھوٹ نہ پڑ جائے ورنہ ابتدا ہی میں بیخ و بنیاد اسلام برباد ہو جائے گی۔

چنانچہ آپ نے عمر و ابوبکر و عبداللہ مسعود کی رائے میں ترمیم تو کر دی مگر ہر ایک کی رائے کا پاس
اور لحاظ بھی مد نظر رکھا کیونکہ آپ نے مطابق رائے عمر فاروق فدیہ نہ ادا کرنے کی صورت میں
گردن زدنی کا بھی حکم دیا اور مطابق رائے ابوبکر فدیہ لے کر رہا و آزاد کرنے کا بھی حکم دیا اور مطابق
سفارش عبداللہ مسعود آپ نے سہیل بن بیضا کو فدیہ سے معاف بھی کر دیا۔ گویا پیمبر اسلام نے وقتی

فتنہ وفساد کو اپنی حکمت عملی سے ختم کر دیا اور وہ حکم صادر فرمایا جس سے غریب مسلمانوں کو مالی امداد بھی مل گئی۔ اور عمر و ابوبکر کی رائے کے مطابق اسیران بدر کو رہائی کا حکم بھی مل گیا اور بعض کو ان کی لشکر کشی کی سزا میں گردن بھی ماری گئی۔ یہ سب تو پیمبر اسلام نے کر دیا اور اسلام کو اس دور ابتدائی میں تباہی سے بچالیا اور یہ باہمی پھوٹ و افتراق کی بلا کو دور کر دیا مگر خداوند عالم نے مذکورہ بالا تہدیدی آیات نازل فرمائیں اور یہ تہدید صرف اصحاب پیمبر اسلام کے لئے تھی اسی لئے پیمبر اسلام نے فرمایا کہ عذاب خداوندی اس قریب کے درخت سے بھی قریب تر آچکا تھا۔ کیوں کہ میرے اصحاب نے میری رائے اور فیصلہ پر اپنی رائے اور فیصلہ کو ترجیح دے کر مجھ کو مجبور کیا کہ میں ان کے مطابق رائے فیصلہ کروں اور عبداللہ مسعود غریب کا تو یہ حال ہوا کہ وہ اس رائے زنی کے بعد یہ سمجھتے تھے کہ ان پر عذاب خدا فوراً ہی آنے والا ہے اور ان پر آسمان سے پتھر برسنے والے ہیں۔

پیمبر اسلام کے تحمل و حلم نے اہل اسلام کو باہمی افتراق و تباہی سے بچالیا یا اسلام کو دور اول ہی میں فنا ہونے سے بچالیا اور رعب اسلام و طاقت اہل اسلام کا مظاہرہ بھی بہتر طریقہ پر کر دیا۔ اور اصحاب کی بات بھی رکھ لی اور چوں کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے لہٰذا آپ نے اصحاب سے عذاب الٰہی کو بھی دفع کر دیا۔

واقعہ ۲۸۔ حلم ۵ھ
سنان و جہنی کا واقعہ

غزوہ بنی مصطلق سے جب اہل اسلام کو فراغت ہو گئی اور لشکر اسلام کو فتح حاصل ہو چکی اور اب لشکر واپس ہونے لگا تو چونکہ جہنی نے ایک طمانچہ بے وجہ سنان کے چہرہ پر مارا تھا اور جذبہ انتقام اہل عرب کا فطری جذبہ ہے لہٰذا سنان نے نعرہ لگایا۔ یا معشر الانصار اور جہنی نے فریاد کی کہ یا معشر المہاجرا!۔ اس فریاد و نعرہ کا سننا تھا مہاجرین و انصار میں کشیدگی پیدا ہو گئی اور دونوں گروہوں نے تلواریں نیام سے سوت لیں اور قریب تھا کہ قتل عام مسلمانوں میں شروع ہو جائے۔ آخر بعض مہاجرین نے سنان کی دلجوئی کی اور سمجھایا بجھایا۔ اور معاملہ کو ٹھنڈا کیا کہ سردار منافقین عبداللہ ابن ابی مسلول کو اس واقعہ کی خبر ہوئی بس اس کو بربادی اسلام کا موقعہ ہاتھ آگیا اور اس نے حاضرین سے جو اس کے ہم خیال پہلے سے اس کے پاس موجود تھے کہا کہ ان مہاجروں کو ہم ہی لوگوں نے اتنا منہ چڑھایا اور ان کی طاقت اتنی بڑھا دی کہ آج وہ ہم پر غالب آنا چاہتے ہیں اور ان کی مثال ہمارے ساتھ ایسی ہے سمن کلبک یاکلک ؟ اور بقول قرآن اس نے کہا۔ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل یعنی

جب ہم مدینہ واپس ہوں گے تو عزت والا ذلیل کو نکال دے گا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ وہ پیمبر اسلام کو مدینہ پہنچ کر نکال دے گا۔ اس کے بعد عبداللہ ابن ابی سلول منافق نے رؤساء عرب مالک و سوید و معقب بن قیس وغیرہم سے کہا کہ یہ سب کچھ تمھارا بگاڑا ہوا ہے کہ تم نے ان مسلمانوں کو اپنے شہر میں بلایا اور اپنا مال ان لوگوں کو دیا اگر تم لوگ اپنا مال ان کو نہ دیتے تو آج یہ تمھاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے اتفاق سے زید بن ارقم جن کی عمر اس وقت کم تھی اس جلسہ میں موجود تھے ان کو ابن ابی سلول کی طعن آمیز اور بدگوئی بری معلوم ہوئی فوراً اس کی بدزبانی کا جواب دیا اور وہاں سے آکر پیمبر اسلام کو سارا واقعہ سنایا۔ پیمبر اسلام کے حلم و تحمل کا اندازہ آپ کو مندرجہ ذیل عبارت تاریخی سے ہوگا۔

(روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ غزوہ بنی مصطلق)

(ا) صورت واقعہ را معروض داشت جمع از رؤساء اصحاب مثل فاروق و صدیق و ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص و محمد بن مسلمہ و عباس بن بشیر در مجلس ہمایوں حضرت اقدس نبوی حاضر بودند آں سرور قول زید را درین باب منسوب بہ شائبہ غرض داشتہ۔ زید قسم یاد کرد کہ آنچہ بعرض رسانیدم از عبداللہ ابی شنیدم۔

(ا)۔ زید بن ارقم نے صورت واقعہ کو خدمتِ پیمبر اسلام میں پیش کیا۔ اس وقت رؤساء صحابہ میں سے عمر فاروق اور صدیق اور عثمان ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ و عباس بن بشیر دربار پیمبر اسلام میں موجود تھے۔ پیمبر اسلام نے زید کے بیان کو شبہ و شک سے منسوب کر دیا۔ زید نے اپنی صداقت کی قسم کھائی کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ درست ہے۔

(ب)۔ رسول فرمود شاید کہ سمع تو بر سبیل خطا استماع نمودہ باشد زید بر صدق قول خویش اصرار نمودہ۔

(ب)۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اے زید شاید اس بات کے سننے میں تمھارے کانوں نے خطا کی ہو۔ پھر زید نے عرض کیا کہ واقعہ سچا ہے۔

(ج)۔ فاروق گفت یا رسول اللہ بہ گذار تا گردن این منافق را بہ زنم۔ فرمود کہ اے عمر اگر قتل او جائز دارم لرزہ بر بسیار کس از سادات یثرب افتد۔

(ج) عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ پیمبر نے فرمایا کہ اے عمر اگر میں اس کو قتل کر دوں گا تو اہل مدینہ میں ہنگامہ پیدا ہو جائے گا۔

عمر گفت اگر مہاجرین را نہی فرمائی محمد

عمر نے کہا اگر آپ مہاجر سے اس کو قتل

بن مسلمہ را یا عبادہ بن بشیر یا سعد معاذ را
فرمائی تا او را بکشتند۔

رسول فرمود۔ کہ مردم گویند کہ محمد
خود اصحاب خود را می کشد ولیکن خلق را
آزاد کن تا کوچ کنند و باوجود حرارت
ہوا۔ عمر بفرمودہ عمل نمودہ و مردم
ندانستند کہ سبب ارتحال دراں ہوا
گرم چہ چیز است و حکمت آں بود کہ
ہیچکس با مثال آں گفتگو نہ پردازد ص۱۴۲

نہیں کراتے ہیں تو انصار میں سے محمد بن مسلمہ
یا سعد بن عبادہ معاذ یا عبادہ بن بشیر کو حکم
دیجئے کہ اُس کی گردن اُڑا دیں۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے
کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ اب تم
لوگوں کو آزاد کر دو اور کہدو کہ وہ کوچ کریں
اگرچہ اُس وقت شدید گرمی تھی۔ مگر عمر نے
حکم پیمبر اسلام پر عمل کیا اور لشکر کو روانگی کا
حکم دیدیا۔ لوگ نہ سمجھے کہ آخر اس شدت گرمی
میں کیوں حکم کوچ دیا گیا۔ پیمبر اسلام کی حکمت
یہ تھی کہ کسی لشکری کو موقع نہ ملے کہ وہ باہمی جنگ
کی باتیں کریں۔

(د)۔ ولشکر اسلام آں روز و آں شب می
رفتند و روز دیگر چوں آفتاب بلند گشت فرود
آمدند و از غایت ماندگی ہرکس بگوشہ بخواب
رفتند و مجال ایشاں نماند کہ بسخن عبداللہ
ابن ابی و زید بپردازند۔

(د) لشکر اسلام ایک دن اور ایک رات سفر
کرتا رہا، دوسرے جب آفتاب بلند ہوگیا تو قیام کیا
اور تھکن کی وجہ سے لوگ سو گئے اور اُن کو
کہ وہ عبداللہ بن ابی اور زید کی باتوں کی طرف توجہ کریں۔

زید بن ارقم کا بیان ہے کہ میں انتہائی غم و الم کی حالت میں سفر کر رہا تھا کہ پیمبر اسلام
میرے قریب آئے اور مسکراتے ہوئے میرے چہرے کو دیکھا اور فرمایا۔ اے زید تم کو
بشارت ہو کہ خدائے تعالیٰ نے تمھاری تصدیق کی ہے اور عبداللہ کی تکذیب کی ہے اور
سورۂ منافقون را تا آیۃ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہ الاذل۔ پڑھی۔

نتیجہ واقعہ مذکور سے واضح ہوا کہ لشکر اسلام میں باہمی جنگ ہوکہ زبردست قتل و خون ہوتا
اور یہی باہمی جنگ تباہی اسلام کا باعث بن جاتی عبداللہ ابن ابی سردار منافقین نے تو
پورا پورا اشتعال پیدا کر ہی دیا تھا اس کے بعد بعض اصحاب پیمبر نے بھی ایسی رائے دی تھی
کہ اس کو قتل کر دیا جائے لہٰذا یہ قتل بھی وجہ قصاص قوم بن جاتا اور یقیناً جنگ عظیم ہو جاتی

اور اسلام کی بنیاد ابتدا ہی میں برباد ہو جاتی۔ پیغمبر اسلام کے حلم وتحمل کا یہ اعلیٰ نمونہ ومظاہرہ تھا کہ آپ نے اس نازک موقع پر ایک جانب تو اپنے جذبہ انتقام کو دبایا۔

دوسری جانب انصار اور مہاجرین کے جذبات انتقام کو ٹھنڈا کیا اور تیسری طرف رؤساء اصحاب کو باحسن طریق سمجھایا۔ اور اس طرح شعلہ ہائے جنگ کو فرو کر دیا۔ اور دشمنان اسلام کی کامیاب ترکیبوں کو پائمال کر ڈالا۔

مذکورہ عبارات تاریخی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جلد پسند اصحاب نے بھی پیغمبر اسلام پر زور ڈالا کہ وہ ایک صحابی کو قتل کر دیں۔ مگر پیغمبر اسلام نے ان کو اپنے تحمل وحلم کے زور سے دبایا۔

اگر پیغمبر اسلام زید بن ارقم کے بیان پر جہنی اور سنان کو طلب فرما لیتے اور کسی ایک کو سزا دیدیتے تو قرین قیاس تھا کہ معاملہ دب جاتا مگر پیغمبر اسلام کو واقعہ کی خبر اس وقت دی گئی جبکہ تمام لشکر اسلام میں جذبہ انتقام کے شعلے بھڑک اٹھے اور انصار اور مہاجرین کے گروہ علٰحدہ علٰحدہ ہو گئے اور تلواریں نیام سے نکال کر برسر پیکار ہو گئے ایسی حالت میں اگر پیغمبر اسلام اس اعلیٰ تحمل اور حلم کا مظاہرہ نہ فرماتے تو یقیناً یہی باہمی جنگ تباہی اسلام کا باعث بن جاتی۔ آپ نے زید بن ارقم کے اطلاع دینے پر پہلے تو فرمایا کہ شاید تم یہ خبر کسی ذاتی دشمنی کی وجہ سے مجھ کو دے رہے ہو۔ پھر فرمایا کہ اچھا اگر ایسا نہیں ہے تو تمھارے کانوں نے تم کو دھوکا دیا ہے تم نے غلط سنا ہے اس پر بھی زید بن ارقم نے اصرار کیا تو آپ نے اصحاب کے تالیف قلوب کے لئے معاملہ اُن کے سامنے پیش کر دیا۔ اور جب دیکھا کہ ان کی رائے بھی وجہ فساد وخون ریزی ہے تو آپ نے تحمل وحلم سے کام لے کر خاموشی اختیار کی اور لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔

درحقیقت معاملہ بہت اہم تھا اور اگر پیغمبر اسلام جذبات سے کام لیتے یا اصحاب کی رائے پر عمل کرتے تو نتیجہ تباہی وبربادی اسلام تھا۔ مگر کیوں کر ممکن ہوتا جب کہ پیغمبر اسلام حکمت واخلاق۔ حلم وتحمل کا پیکر تھے اور خلاف قوانین اخلاق آپ سے کوئی فعل سرزد ہونا ناممکن تھا۔

واقعہ ۲۹ تحمل۔ واقعہ بابتہ عبداللہ ابن ابی ولپسر

غزوہ بنی مصطلق کے فتح کرنے کے بعد جب لشکر اسلام مدینہ کو واپس ہوا تو عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی سلول خدمت پیغمبر اسلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے ایک صحابی عمر ابن خطاب نے آپ کو رائے دی تھی کہ آپ محمد بن مسلمہ یا کسی دوسرے انصاری کو حکم دیں کہ وہ میرے والد کی گردن مار دے اور میں دیکھتا رہوں یا رسول اللہ باپ کے قاتل سے مجھ کو جذبۂ انتقام پیدا ہوگا اور میں اس سے بدلہ ضرور لوں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ اگر میں کسی مسلمان کو باپ کے قصاص میں قتل کر دوں گا تو دوزخ

کا حق دار ہو جاؤں گا۔ لہذا آپ مجھ کو حکم دیں کہ میں خود اپنے باپ عبداللہ ابن ابی سلول کو قتل کر کے ثواب حاصل کروں۔ پیمبر خدا نے یہ سب گفتگو صبر و سکون سے سُنی۔ آپ کی طبیعت میں ذرا بھی اشتعال پیدا نہ ہوا۔ اور اس کی جرأت کلام کا آپ نے کوئی اثر نہ لیا بلکہ فرمایا۔ روضۃ الصفا صفحہ ۱۰۴ جلد ۲۔

رسُول فرمود کہ اے عبداللہ من قصد کشتن پدر تو نہ کردہ ام و ہیچکس را بقتل او امر نہ فرمودہ ام و ما دام کہ در میان ما باشد در شان او احسان کنیم۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اے عبداللہ میرا ارادہ نہیں ہے کہ تیرے باپ کو قتل کروں اور میں نے کسی شخص کو بھی تیرے باپ کے قتل کا حکم نہیں دیا ہے۔ اور جب تک وہ ہم میں رہے گا ہم اس پر احسان کریں گے۔

نتیجہ غزوہ بنی مصطلق کی واپسی پر لشکر اسلام میں خوں ریزی و فساد کا باعث صرف عبداللہ ابن ابی سلول ہوا تھا۔ بے شک قابل گردن زدنی تھا۔ اور اس نے شان پیمبر اسلام میں ان الفاظ میں گستاخی کی تھی کہ "جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو اس ذلیل کو مدینہ سے نکال دیں گے (نعوذ باللہ) مگر اتنی سخت گستاخی پر تحمل کرنا اور حلم سے کام لینا اور بعد کو یہ بھی دیکھا کہ اس نے لشکر اسلام کو دو جماعتوں میں تقسیم کر کے انصار و مہاجرین جنگ کے شعلہ کو بھڑکانا چاہا تھا۔ پھر بھی پیمبر اسلام نے تحمل و حلم سے کام لیا اور عبداللہ ابن ابی سلول کو قتل نہ کرایا نہ کوئی سزا ہی دی۔ اگر پیمبر اسلام مطابق رائے اصحاب مذکورہ عبداللہ ابن ابی سلول کو قتل کرا دیتے تو سب سے پہلے اس کا لڑکا عبداللہ جو مسلمان تھا باپ کے قاتل کو مار دیتا یہ قاتل اور مقتول دونوں مسلمان ہوتے اور ان دونوں مسلمانوں کے قتل کے بعد یقیناً لشکر اسلام میں تباہی و بربادی و خانہ جنگی شروع ہو جاتی۔ مگر پیمبر اسلام کے اس برمحل تحمل و حلم نے ادھر عبداللہ کی دلجوئی کی۔ اور اس کی جرأت کلام کا جواب سختی سے نہ دیا۔ اور دوسری طرف عبداللہ ابن ابی سلول منافق کو معاف کر دیا۔ یہ وہ موقع تحمل و حلم تھا جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے اہم ترین واقعہ ہے۔

واقعہ ۳۰۔ واقعہ افک غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت جب لشکر اسلام قریب مدینہ پہنچا تو ایک صحرا میں قیام کیا۔ صبح کو جب صدائے رحیل دی گئی تو سب روانہ ہو گئے مگر ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر قضائے حاجت کے لئے قافلہ سے دور چلی گئی تھیں جب واپس ہوئیں تو لشکر جا چکا تھا یہ تنہا میدان میں رہ گئیں۔ بہت پریشان ہوئیں آخر یہ سوچ کر کہ کوئی نہ کوئی مجھ کو لینے کے لئے آئیگا وہیں قیام کیا اور سو گئیں۔ اتفاق سے صفوان بن معطل سلمی جو ساقہ لشکر میں مقرر تھا بوقت صبح اسی مقام پر پہنچا اور اس نے جب عائشہ کو دیکھا تو دیکھتے ہی اُس کی زبان پر جاری ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس کی آواز استرجاع سے عائشہ کی آنکھ کھُل گئی جلدی سے چہرہ چھپا لیا صفوان

نے اپنا اونٹ بٹھایا اور عائشہ کو اس پر سوار کیا اور عین دوپہر کے وقت جب کہ لشکر شدت آفتاب کی وجہ سے قیام پذیر تھا لشکر میں پہنچا۔ صاحب روضۃ الصفا نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ صلے جلد ۲۔

"وارباب نفاق آنچہ خاطر ایشاں می خواست در شان او گفتند" (ترجمہ۔ عائشہ کا بیان ہے کہ منافقین جیسا اُن کا دل چاہا میری شان میں کہنے لگے"۔ ان بدگوئی کرنے والوں اور بہتان رکھنے والوں میں عبداللہ ابن ابی تھا، اور مسلمانوں میں سے حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثہ وغیرہا بھی اس کے ہم خیال تھے۔ جب عائشہ مدینہ پہنچ گئیں تو پیمبر اسلام کو ناراض پایا۔ اور وہ خود میکہ چلی گئیں۔

اہلِ مدینہ میں طرح طرح کی چہ می گوئیاں ہونے لگیں اور جتنی زبانیں اتنی باتیں تھیں۔ یہ واقعہ تمام کتب اسلامی وتاریخی میں موجود ہے اس لئے تاریخی عبارات کے پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب کہ پیمبر اسلام کو طاقت لشکری وحکومت بھی حاصل ہو چکی تھی۔ اگر کسی شخص کے ناموس پر کوئی شرمناک بہتان لگا یا جائے تو وہ شخص چاہے کتنی ہی معمولی حیثیت کا انسان ہو اپنے بدنام کنندہ سے انتقام ضرور لے لیتا ہے چاہے اُس کو اپنی جان کی بازی ہی لگانا پڑ جائے اور اگر کسی حاکم وقت یا کسی بادشاہ وشہنشاہ یا صدر حکومت کے ناموس پر کوئی شخص بے بنیاد اتہام یا بہتان لگا دے تو آپ خود ہی غور کریں کہ وہ حاکم وقت یا صدر مملکت اس بہتان لگانے والے کو کیسی دردناک وعبرتناک سزا دے گا اور اس اتہام لگانے میں جتنے بھی شریک ہوں گے وہ سب ہی مجرمانہ سزا وعقاب کے مستوجب ومستحق ہوں گے۔ ایسا آخر کیوں ہوتا ہے کیا اس لئے کہ وہ شخص متہم صاحب حکومت ہے یا صاحب طاقت ہے لہذا وہ اپنی طاقت وحکومت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ناموس کی بدنامی انسان کے جذبات وانتقام وقوائے غضبیہ کو مشتعل کر دیتی ہے اور یہی اشتعال قوت غضبیہ انتقام لینے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ ایسے مواقع پر شہنشاہوں وصاحبان طاقت وحکومت نے صدہا وہزار ہا انسان نہیں بلکہ لاکھوں کو تہ تیغ کر ڈالا ہے اور صرف عہد قدیم ہی میں نہیں بلکہ اس متمدن دور میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

پیمبر اسلام کی حیثیت اس وقت حاکم وقت اور حاکم شریعت کی تھی ان کے ناموس پر حملہ سخت ترین جرم تھا مگر پیمبر اسلام تحمل وحلم کا مجسمہ تھے اور اہل عالم کو درس تحمل وحلم دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ پیمبر اسلام معلم ومؤسس قوانین اخلاق ومعاشرہ تھے اگر آپ بھی جذبات انتقام ونفس سے مغلوب ہو جاتے تو گویا تکمیل مکارم اخلاق میں نقص رہ جاتا۔ اور یہ ناممکن تھا کہ ایک انسان کامل قوانین معاشرہ وتہذیب میں کوئی نقص باقی رہنے دے۔ پیمبر اسلام نے قوائے غضبی کو دبایا یا سکوت

اختیار کیا۔ عائشہ نے سبب ناراضگی دریافت کیا تو بھی سکوت اختیار کیا۔ اصحاب نے اگر وجہ سکوت و خاموشی دریافت کی تو اس بارہ میں کوئی جواب نہ دیا۔

واقعہ افک عائشہ کے چرچے ہوتے رہے۔ پیمبر اسلام خاموش رہے۔ ایک ماہ کا زمانہ گزر گیا۔ اس دوران میں سلسلہ وحی بھی منقطع رہا جب ایک مہینہ کامل گزر گیا تو پیمبر اسلام عائشہ کے میکے گئے۔ اور عائشہ کے قریب بیٹھ گئے۔ چوں کہ اب تاریخی ثبوت کی ضرورت ہے۔ لہٰذا الفاظ تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۱۰۵ ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ ناگاہ رسول اللہ قدوم شریف ارزانی داشتہ در آمد و سلام کردہ پیش من بنشست و از آں زماں کہ مردم حدیث افک بر زباں داشتند نزد من نمی نشست و مدت یک ماہ بود کہ وحی نازل نہ شدہ بود۔ بعد از جلوس زبان مبارک بہ سپاس حق سبحانہ کلمہ شہادتین گفت آنگاہ فرمود۔ اما بعد اے عائشہ از تو بمن چنیں و چناں رسیدہ اگر ذمہ تو ازیں جریمہ بری است خدا تعالیٰ عنقریب برأت فرماید۔ واگر گناہے از تو صادر شدہ بخلاف عادت توبہ استغفار کن کہ بندہ چوں بہ گناہ خویش اعتراف نماید و بانابت مشغول گردد حق سبحانہ توبہ او را قبول کند و مغفرت ارزانی دارد۔"

(۱) عائشہ کا بیان ہے کہ یکایک پیمبر اسلام میرے گھر آئے اور سلام کرکے میرے قریب بیٹھ گئے اور جب سے کہ لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی تھی میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک ماہ ہو چکا تھا کہ وحی بھی نازل نہیں تھی۔ بیٹھنے کے بعد خدا کی حمد و ثنا زبان پر جاری کی اس کے بعد کلمہ شہادتین پڑھا۔ اس کے بعد فرمایا "اے عائشہ تمھارے بارہ میں مجھ کو ایسی ایسی باتیں پہنچی ہیں اگر تمھاری ذات اس گناہ سے پاک ہے خدا عنقریب تم کو بری کر دے گا۔ اور اگر خلاف عادت تم سے واقعی جرم صادر ہو گیا ہے تو تم کو توبہ اور استغفار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو خدا اُس کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور اس کو معاف کر دیتا ہے۔

(۲)۔ ترجمہ صحیح بخاری باب اکیسواں کتاب النکاح مترجمہ میرزا حیرت دہلوی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی وجہ سے جبکہ حفصہ نے عائشہ پر ظاہر کر دی اپنی بیویوں … انتیس دن تک علیحدگی اختیار کی اور آپ نے کمال غصہ سے فرمایا جب کہ اللہ نے بطور تنبیہ کے یہ … ارشاد فرمایا (اے نبی تو بیویوں کی پیروی کرتا ہے اور لونڈی جو تجھ کو حلال ہے بیویوں کی خوشی کے واسطے اپنے اوپر حرام کرتا ہے) میں ایک ماہ تک تمھارے پاس نہ آؤں گا جب اُنتیس دن گزر … تو آپ اول عائشہ کے ہاں آئے تو عائشہ نے کہا۔"

"یارسول اللہ آپ نے ہمارے پاس ایک ماہ تک نہ آنے کی قسم کھائی تھی اور ابھی اُنتیس دن ہوئے ہیں۔ میں برابر گنتی تھی۔ آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ وہ مہینہ انتیس دن ہی کا ہوا۔"

نتیجہ: واقعہ اول سے واضح ہو گیا کہ پیمبر اسلام نے عائشہ پر تہمت لگائے جانے اور اُن کے عقب لشکر رہ جانے کی وجہ سے ان پر الزام لگانے کے دوران میں کس حلم و تحمل کا مظاہرہ فرمایا اور ایک مہینہ تک آپ پر سکوت طاری رہا۔ اس زمانہ میں سلسلہ وحی بھی منقطع رہا۔ کار تبلیغ بھی بند رہا مگر آپ کے حلم و تحمل میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ کار تبلیغ کا بند کر دینا تو آپ کی حکمت نظری و عملی کا مقتضا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر اس دوران میں جبکہ زوجہ رسول پر بہتان و الزام خلاف عفت لگایا جا رہا تھا اُس وقت پیمبر اسلام اگر اصلاحی تدابیر بیرون مدینہ کرتے تو یا تدابیر اصلاحی داخلی مدینہ میں کرتے ہر دو صورتوں میں وہ ناقابل اثر ہوتیں کیونکہ خود ذات پیمبر اسلام بہتان عائشہ میں بحیثیت شوہر ہونے کے متہم ہو گئی تھی۔ ہر رہبر دین کا دامن عموماً اور سردار انبیاء کا دامن خصوصاً ایسے ناپاک دھبے سے صاف و پاک رہنا چاہئے تھا۔ مگر چونکہ مکہ و مدینہ میں افک عائشہ کے چرچے ہو گئے تھے لہٰذا پیمبر اسلام کا سلسلہ ہدایت و تبلیغ کو بند کر دینا ہی مناسب تھا ورنہ پچھلی کی کرائی محنتیں بھی برباد ہو جاتیں اور دشمن آپ کے مقابلہ میں دیگر الزامات کے ساتھ اس واقعہ افک کو بیان کر کے آپ کی منقصت اور عیب جوئی کرتے۔ پیمبر اسلام نے اس لئے کار تبلیغ کو بند کر دیا تھا۔

مگر جب پیمبر اسلام نے عائشہ سے صاف صاف الفاظ میں سبب واقعہ دریافت کر لیا اور روساء عرب و روساء اصحاب سے مشورہ کر لیا اور اس کے بعد وحی الٰہی نے دامن عائشہ کو بے لوث ثابت کر دیا تو آپ نے عائشہ سے رجوع کیا۔ اور معاملہ صاف ہو گیا۔ اس موقعہ نازک پر اسلام کے حلم و تحمل ہی نے دامن اسلام اور دامنِ اُمّ المومنین کو رسوائی سے بچا لیا ورنہ اعداء دین کے لئے یہ ہتھیار اسلام کے بیخ کنی کے لئے سب سے بڑا ہتھیار تھا۔ کیوں کہ مقصد اسلام اصلاح اخلاق انسانی تھا اور غرض بعثت خاتم النبیین تکمیل مکارم اخلاق تھی۔ اگر یہ الزام و بہتان رفیقہ حیات پیمبر اسلام پر صحیح تسلیم کر لیا جاتا تو تا قیامت روحِ اسلام فنا ہو جاتی یا پیمبر اسلام جوش انتقام میں حالت غیظ و غضب میں آ جاتے اور عائشہ پر الزام لگانے والوں کو سزائے سخت دینے لگتے اور ایک ایک الزام لگانے والے کو بزن بول دیتے تو معاملہ تو رفع دفع ہو جاتا مگر اس کی حیثیت وقتی ہوتی جیسا کہ شاہان ممالک و سلاطین عالم نے کیا ہے اگرچہ طاقت سے گو لوگوں کی زبانیں خاموش ہو جاتیں مگر اُن کے دل نسلاً بعد نسلٍ اس واقعہ کے گواہ رہتے اور یہ واقعۂ غلط تاریخ عالم میں صحیح بن جاتا۔ پیمبر اسلام کے حلم اور برمحل تحمل

نے واقعہ کی صورت حال ہی کو بدل دیا۔ اور اس طرح صرف اپنے تحمل و حلم کا ہی مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اخلاق اسلام کی اقدار کو قائم و مستحکم کر دیا۔

نتیجہ واقعہ دوم

یہ معاملہ تو علیحدہ رہا اب گھریلو معاملات میں پیمبر اسلام کے حلم و تحمل کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ پیمبر اسلام نے واقعہ افک کے بعد ایک ماہ تک تمام ازواج سے علحدگی اختیار کر لی۔ تاکہ ناراضگی پیمبر اسلام کا اظہار عائشہ سے نہ ہو اور اگر ایسا نہ ہوتا تو گویا پیمبر اسلام کے نزدیک بھی عائشہ موردِ الزام قرار پاتیں اس لئے آپ نے ایک ماہ تک کل ازواج سے دوری اختیار کر لی۔ اور خلوت نشین ہو گئے اور وجہ ناراضگی کو عام کر دیا۔ حالاں کہ یہ ناراضگی نہ تھی بلکہ سکوت و خاموشی بوجہ تحمل و حلم تھا۔ اس کے بعد آپ نے تمام ازواج کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سب میری غربت و افلاس میں میرا ساتھ دینا چاہتی ہو تو میرے ساتھ رہو ورنہ میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ ازواج نے پیمبر اسلام کی رفاقت کی برکت کو ترجیح دی اور حالت غربت میں رہنے کو گوارا کیا پیمبر اسلام کے اس فعل سے اہل عالم پر واضح ہو گیا کہ عائشہ کا معاملہ کچھ بھی صحیح ہوتا تو یقیناً عائشہ اور اس کے والدین اس موقعہ آزادی سے فائدہ اٹھاتے اور عائشہ کو علحدہ کر لیتے وہ کمسن بھی تھیں دوسرا عقد بھی ممکن تھا مگر چونکہ واقعہ غلط تھا اور صرف منافقین و دشمنان اسلام کی سعی ناکام تھی۔ لہٰذا پیمبر اسلام کے ازواج کو اختیار آزادی دینے اور ان کے رفاقت پیمبر پر ثابت قدم رہنے سے یہ امر واضح ہو گیا کہ واقعہ افک مطلق غلط تھا۔ اور دشمنان اسلام و منافقین کو ہمیشہ کے لئے تنبیہ ہو گئی کہ وہ کبھی ایسا ناپاک حملہ ذات پیمبر اسلام پر نہیں کریں گے۔

اس واقعہ میں ایک پہلو اور بھی ہے وہ تحمل و حلم پیمبر اسلام پر روشنی ڈالتا ہے وہ یہ کہ جب پیمبر اسلام انتیس دن کے بعد عائشہ کے مکان میں تشریف لے گئے تو عائشہ کو آپ کا خیر مقدم کرنا چاہئے تھا۔ تعظیم کرنی چاہئے تھی اور اس بات کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا کہ آپ سب سے پہلے میرے مکان پر تشریف لائے اور مجھ کو شرف رضامندی بخشا۔ مگر بجائے ان باتوں کے عائشہ نے پیمبر کے داخل مکان ہوتے ہی اعتراض کر دیا۔ اور کہا یا رسول اللہ۔ آپ نے تو ایک ماہ تک میرے پاس نہ آنے کی قسم کھائی تھی آخر یہ انتیس دن کے بعد ہی آپ کا آنا کیسے ہو گیا۔ درحقیقت یہ گفتگو شان شوہر و شان پیمبر کے لحاظ سے گستاخانہ تھی۔ دوسرا کوئی شخص اس جگہ ہوتا تو

فوراً زوجہ کے مکان سے واپس آجاتا اور اس گستاخی کے بدلہ میں طلاق دے دیتا مگر پیمبر اسلام اخلاق کریمانہ اور حلم و تحمل کا مجسمہ تھے۔ آپ مسکرائے اور آپ نے فوراً ہی جواب دیا کہ اے عائشہ۔ مہینہ کبھی اُنتیس دن کا بھی ہوتا ہے (وہ مہینہ انتیس دن کا تھا) بات رفت گذشت ہو گئی۔ مگر پیمبر اسلام کی گھریلو زندگی میں بھی فضیلت حلم و تحمل کا نمونہ ثابت ہو گیا۔

واقعہ ۳۰۔ حلم و تحمل صحیح بخاری باب اکیسواں کتاب النکاح مترجمہ میرزا حیرت دہلوی صاا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں :-

"میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کسی مقام میں اُتریں اور اُس میں ایسے درخت ہوں جس میں سے کھایا ہوا ہو اور کوئی درخت آپ کو ایسا ملے جس میں کچھ نہ کھایا گیا ہو تو آپ کون سے درخت سے اپنے اونٹ کو چرائیں گے آپ نے فرمایا جس میں سے نہیں چرایا گیا (یعنی اُس سے چراؤں گا) مراد عائشہ کی یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے علاوہ کسی کنواری عورت سے بیاہ نہیں کیا۔"

ناظرین غور فرمائیں کہ اس گفتگو میں پیمبر اسلام کے کردار پر اعتراض کیا گیا ہے اور معترض خود پیمبر کی زوجہ ہے۔ ایسے مواقع پر شخصی جذبات و فطری مقتضیات کیا ہوا کرتے ہیں۔ یہی کہ مخاطب کو ڈانٹ دیا جائے اور آئندہ کے لئے تنبیہہ و تہدید کر دی جائے۔ مگر پیمبر اسلام نے حلم و تحمل سے کام لیا اور مسکراتے ہوئے بخندہ پیشانی عائشہ کو وہ جواب دیا جو کہ عند العقل مقبول تھا اور اس طرح معترض کو خاموش کر دیا۔

واقعہ ۳۱۔ حلم و تحمل ابن ہشام۔ ان اباجہل مر برسول اللہ ..... فاذاہ وشتمہ الخ۔ ابوجہل نے پیمبر اسلام کو کوہ صفا پر دیکھا۔ اُس نے آپ کو اذیت دی اور بُرا کہا۔ اور بقولے طمانچہ مارا۔ پیمبر اسلام نے تحمل و صبر کیا۔ عبداللہ بن جدعان کی کنیز نے دیکھا اور اس نے حمزہ سے جا کر واقعہ بیان کیا۔ حمزہ کو حمیت خاندانی کا جوش آگیا۔ صحن کعبہ میں آئے دیکھا کہ ابوجہل مجمع میں بیٹھا ہے۔ آتے ہی کمان آہنی اس کے سر پر ماری اور کہا کہ تو جس دین کو بُرا کہتا ہے میں اُس میں داخل ہو گیا ہوں۔ خبردار جو تو نے محمد کو کچھ کہا۔ پیمبر اسلام کے تحمل نے امیر حمزہ کو شرف اسلام بخشا اور دین اسلام کو مضبوط کیا اور اپنی اور اپنے دین کی حقانیت کو ثابت کر دیا۔

واقعہ ۳۲۔ حلم و تحمل۔ غزوہ بنی قریظہ ۵ھ میں جنگ بنی قریظہ واقع ہوئی۔ پیمبر اسلام نے علی مرتضیٰ کو علمدار لشکر بنا کر پہلے روانہ کر دیا اور بقایا فوج اپنے ہمراہ لے کر

روانگی کا ارادہ کیا۔ جب علی مرتضےٰ حصارِ بنی قریظہ کے قریب پہنچے اور آپ نے علم اسلام قلعہ کے سامنے زمین پر نصب کر دیا تو یہودانِ قریش نے پیمبر اسلام کی شان میں نا سزا الفاظ کہنا شروع کر دیئے ملاحظہ ہو۔

(۱)۔ تاریخ طبری ترجمہ ص ۱۴۴

علیؑ جب بنی قریظہ کے قلعہ کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے کلمات قبیح پیمبر اسلام کی شان میں کہے۔ علیؑ سے تحمل نہ ہو سکا۔ آپ وہاں سے پلٹے اور اثنا راہ میں پیمبر اسلام سے کہا کہ آپ وہاں نہ جائیں آپ نے فرمایا کیوں؟ کیا ان لوگوں سے تم نے میرے بارہ میں کچھ کلمات بد سُنے ہیں علی نے عرض کیا جی ہاں۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ جب میں اُن کے سامنے جا کھڑا ہوں گا تو وہ ایک کلمہ بھی زبان سے نہ کہہ سکیں گے۔

پیمبر اسلام لشکر فاتح و جرار ہمراہ لے کر قلعہ بنی قریظہ کے فتح کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ کا سپہ سالار و علمدار فوج آپ کو یہ خبر پہنچاتا ہے کہ اہل قلعہ آپ کو گالیاں دے رہے ہیں۔ پیمبر اسلام کی بجائے کوئی دوسرا بادشاہ یا حملہ آور ہوتا تو غصہ میں قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا اور ایک دم لشکر کو حکم دیتا کہ قلعہ کو مسمار کر ڈالو۔ اہالیان قلعہ کو قتل کر دو۔ پیمبر اسلام نے علیؑ کے خبر رسانی کے جواب میں صرف اتنا فرمایا کہ جب میں اہل قلعہ کے سامنے کھڑا ہوں گا تو وہ کچھ نہ کہیں گے گالیاں اور الفاظ قبیح کو سُن کر غصہ کو پی جانا اور اس کا انتقام نہ لینا ہی حلم کہلاتا ہے۔ اور سخت تکالیف کو حصول مقصد کے لئے برداشت کر لینا تحمل ہے۔ پیمبر اسلام نے اس موقعہ پر بھی اعلیٰ نمونہ حلم و تحمل پیش فرمایا ہے۔

واقعہ ۲۲ حلم و تحمل صلح حدیبیہ ۶ھ

پیمبر اسلام غرہ ذی قعدہ ۶ھ کو مدینہ سے مکہ کی طرف بغرض حج عمرہ روانہ ہوئے۔ اصحاب نے مشورہ دیا کہ مسلح ہو کر چلنا چاہیئے۔ مگر پیمبر اسلام نے اسلحہ ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا۔ بہر حال جب پیمبر اسلام معہ اصحاب کے چاہ حدیبیہ پر جمع ہو گئے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ پیمبر اسلام اور اُن کے اصحاب کو زیارت کعبہ سے روک لیں اور اگر اہل اسلام اپنے ارادہ سے باز نہ رہیں تو جنگ شروع کر دیں۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ ہم لوگ جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں ہم تو صرف زیارت خانہ کعبہ چاہتے ہیں۔ بدیل بن ورقا خزاعی واپس گیا اور اس نے کفار قریش سے واقعہ بیان کیا۔ قریش نے اپنے نمائندہ عروہ بن مسعود ثقفی کو خدمت پیمبر اسلام میں بھیجا۔ پیمبر اسلام نے اس سے بھی یہی الفاظ کہے۔ دورانِ گفتگو میں عروہ بار بار اپنا ہاتھ پیمبر اسلام کی ڈاڑھی کی طرف بڑھاتا

تھا۔ الفاظ تاریخ روضۃ الصفا ملاحظہ ہوں۔ جلد ۲ ص ۱۳۱

(۱)۔ عروہ نزدیک آں حضرت نشستہ بودو بہ ہنگام تکلم دست بہ محاسن مبارک آں سرور می رسانید و مغیرہ بن شعبہ ردائے بر سر و شمشیرے در دست در پیش آں سرور ایستادہ بود و ہر گاہ کہ دست عروہ بہ لحیہ مبارک حضرت می رسید نعل شمشیر بر دست او زدہ می گفت کہ ادب نگاہ دار و دست خود را از محاسن مبارک حضرت رسول اللہ دور گردان۔

(۱) عروہ پیمبر اسلام کے پاس بیٹھا تھا اور جب بات کرتا تھا تو اپنا ہاتھ پیمبر اسلام کی داڑھی کی طرف بڑھاتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ سر پر ردا ڈالے اور تلوار ہاتھ میں لئے پیمبر اسلام کے سامنے کھڑا تھا اور جب عروہ اپنا ہاتھ پیمبر اسلام کی داڑھی تک پہنچاتا تھا تو مغیرہ تلوار کا قبضہ اُس کے ہاتھ پر مارتا اور کہتا تھا کہ اپنا ہاتھ داڑھی سے دور رکھ اور با ادب رہو۔

•

عروہ واپس ہو گیا اور اس نے قبائل قریش کو سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانے اور پیمبر اسلام کو زیارت خانہ کعبہ کی اجازت نہ دی اور عروہ کو پھر خدمت پیمبر اسلام میں بھیجا۔ پیمبر اسلام کو جب معلوم ہوا کہ عروہ بار دیگر آ رہا ہے تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ عروہ کا استقبال کیا جائے۔ عروہ نے جب اپنا یہ اعزاز دیکھا تو وہ واپس گیا اور قبائل قریش سے کہا کہ

روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۲۱

عروہ گفت۔ کہ اے یاران من اصحاب محمد را دیدم کہ شتران را تقلد شعار کردہ و قصد زیارت بیت دارند و من مصلحت نمی بینم کہ او را از زیارت خانہ کعبہ منع کنید۔

عروہ نے کہا کہ اے قریش میں نے اصحاب محمد کو دیکھا کہ اُنھوں نے اپنے اونٹوں کو باندھ دیا ہے اور وہ صرف زیارت خانہ کعبہ کرنا چاہتے ہیں۔ میری مصلحت نہیں ہے کہ ان کو زیارت کعبہ سے روکا جائے۔

مورخین متفق ہیں کہ پیمبر اسلام نے اس سال حج عمرہ کو ملتوی کر دیا اور صلح نامہ حدیبیہ بدست علیؑ لکھا گیا۔ اور پیمبر اسلام نے اصحاب کو واپسی مدینہ کا حکم دے دیا۔ لشکر اسلام میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ پیمبر اسلام کہ پیمبر اسلام گویا نبی خدا ہی نہیں ہیں۔ خواص اصحاب بھی نبوت و رسالت پیمبر اسلام میں شک کرنے لگے۔

چنانچہ عبارت تاریخ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۱۲۵ ملاحظہ ہو۔

در خاطر بعضے از اہل السلام شیطان رجیم

بعض اہل اسلام کے دل میں شیطان رجیم نے

شبہات انداخت کہ مناسب صدق و ایقان ایشان نہ
بود چنانچہ نقل است از فاروق کہ گفت دراں روز
امرے عظیم در خاطر من خطور نمودہ و نزد رسول اللہ
رفتم و گفتم مگر تو پیغامبر بر حق نہ؟ فرمود بلے۔ گفتم نہ
بر حقیم؟ و دشمنان بر باطل؟ فرمود بلے۔ گفتم کہ چرا
این خفت و حقارت قبول می کنیم و منقصت و
مذلت اختیار می نمائیم و صلح بر این نہج نمودہ مراجعت
می کنیم۔ فرمود کہ من رسول خدایم و نافرمانی او
نمی نمایم۔

شبہات ڈال دیئے کہ وہ شبہات ان کے ایمان و
صداقت کے خلاف تھے۔ چنانچہ عمر فاروق نے بیان
کیا ہے کہ اُس دن میرے دل میں ایک امر عظیم
سمایا۔ میں پیمبر اسلام کی خدمت میں گیا۔ اور کہا
کہ آپ پیغمبر ہیں؟ آپ حق پر ہیں؟ آپ نے فرمایا
ہاں اُنھوں نے کہا تو یہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور
کیا دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔
ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر کیوں یہ خفت و حقارت و
ذلت ہم قبول کر رہے ہیں اور اس طرح سے صلح
کر کے واپس ہو رہے ہیں۔ پیمبر اسلام نے
فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں اُس کی نافرمانی
نہیں کرتا ہوں۔

نتیجہ اس تاریخی واقعہ میں دو امر ایسے ملتے ہیں جن میں تحمل و حلم پیمبر اسلام کا اعلیٰ مظاہرہ ہوا ہے۔ اول
عروہ بن مسعود خزاعی کا پیمبر اسلام کی داڑھی کی طرف بار بار ہاتھ بڑھانا اور آپ کا تحمل فرمانا اور اس کو
کچھ نہ کہنا بلکہ مغیرہ کا عروہ کو اس حرکت سے باز رکھنا۔ جس وقت کا یہ واقعہ ہے اس وقت پیمبر اسلام
صاحب حکومت تھے۔ آپ کے پاس جاں نثاران اسلام کا لشکر موجود تھا۔ آپ کو اتنی طاقت تھی کہ
اگر آپ چاہتے تو مکہ پر حملہ آور ہو کر اپنے دشمنوں سے پورا پورا بدلہ لے لیتے اور مکہ کو تہ و بالا کر دیتے پھر
آپ کے لئے کیا مشکل تھا کہ آپ عروہ کے قتل کا حکم دے دیتے اور اس کے بعد مکہ پر حملہ کا
حکم صادر فرما دیئے اس طرح شان اسلام بھی بڑھ جاتی اور مسلمانوں کے دل میں رسالت و نبوت
پیمبر اسلام کے بارہ میں شبہات بھی پیدا نہ ہوتے مگر یہ سب کچھ تو ہوتا لیکن اس وقت پیمبر اسلام کا
مکہ پر حملہ کرنا صرف پیمبر اسلام کو فاتح ملک تو بنا دیتا مگر فاتح قلوب انسانی نہ بناتا۔ اس موقعہ پر پیمبر
اسلام نے تحمل و حلم سے کام لیا اور اخلاق انسانی کا وہ پہلو اُجاگر کیا جس سے دوست و دشمن کے
دلوں پر آپ کی نبوت رسالت و روحانیت کا قبضہ ہوگیا اور تاریخ عالم قیامت تک کے لئے گواہ
بن گئی کہ پیمبر اسلام محمدؐ مثل بادشاہان دنیا کے ممالک فتح کرنے کے خواہشمند نہ تھے بلکہ آپ صرف
قوانین مکارم اخلاق اور صفات انسانی کے مبلغ اور ناشر تھے۔ اصحاب پیمبر اسلام چونکہ حلم و تحمل

کے اس معیار پہ فائز نہ تھے جس پر پیمبر اسلام فائز تھے لہذا انھوں نے پیمبر اسلام کے اس عمل صلح اور مراجعت
مدینہ پر اعتراضات کر دیئے۔ اور اپنے دلوں میں شکوک پیدا کر لئے۔ بات اصل یہ تھی کہ پیمبر اسلام کا لشکر
لے کر جانا اور پھر بغیر حملہ کے واپس آجانا یہ ایک ایسا فعل تھا جو عادت شاہان دنیا اور فاتحین ممالک کے
خلاف تھا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کسی فاتح اور جنگ جو اور طالب فتوحات نے کبھی ایسا فعل نہیں کیا بلکہ
جب حملہ کیا تو چاہے نتیجہ کچھ ہوا اپنی افواج کو اپنے سامنے کٹا دیا۔ اپنی سلطنت کو طلب فتوحات کے
بھینٹ چڑھا دیا مگر حملہ کے بعد واپسی کا نام نہیں لیا۔ پیمبر اسلام نے پہلے سے ہی مسلمانوں سے کہہ دیا
تھا کہ سلاح جنگ لے کر نہیں جائیں گے بلکہ قربانی کے اونٹ ہمراہ لے کر زیارت خانہ کعبہ کو چلیں گے
گویا پیمبر اسلام ابتداء روانگی سے بتا رہے تھے کہ ہماری غرض مکہ پر حملہ نہیں ہے صرف زیارت
خانہ کعبہ ہے۔ لیکن جب اہل مکہ مانع زیارت ہوئے اور نوبت بہ جنگ پہنچی تو پیمبر اسلام نے اصول جنگ
کے مطابق اُس وقت صلح کو ترجیح دی تاکہ آئندہ سال اہل اسلام میں جذبہ و جوش جنگ زیادہ پیدا
ہو جائے اور تیاری جنگ میں کوئی مسلمان کسی طرح کی کمی نہ کرے بلکہ پیمبر اسلام کی اس وقت کی صلح
نے اہل مکہ کے قلوب کو فتح کر لیا اور رعب اسلامی کو ان پر طاری کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوسرے سال
بغیر جنگ کے اہل مکہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور بغیر جنگ وجدال کے مکہ فتح ہو گیا۔ بادی النظر میں
اس موقعہ پر پیمبر اسلام کا حلم و تحمل بے موقع نظر آتا مگر درحقیقت اسی حلم و تحمل کی بدولت اسلام
کی روحانیت۔ پیمبر اسلام کا مقصد اصلی "تبلیغ اصول اسلام" اور نبوت و رسالت باقی رہ گئی
(باب الحکمت میں اس موقعہ پر جنگ نہ کرنے کے اسباب و حکمتوں کو لکھا گیا ہے) اس واقعہ تاریخی
میں پیمبر اسلام کے تحمل و حلم کا دوسرا پہلو بھی قابل دیدنی ہے۔ وہ یہ کہ جب آپ نے مکہ سے مدینہ
واپسی کا ارادہ کیا ہے اور صلح نامہ حدیبیہ لکھا گیا ہے تو آپ کے ایک صحابی نے اعتراض و غصہ کے
لہجہ میں آپ سے کئی جواب طلب کر ڈالے۔ کیا آپ پیمبر برحق نہیں۔ کیا ہم مسلمان حق پر نہیں ہیں۔ کیا
دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ ہم کیوں اس ذلت و حقارت کو برداشت کر رہے ہیں۔ کہ کافروں
سے صلح کر رہے ہیں"۔ یقیناً یہ الفاظ بہ لحاظ شان پیمبر اسلام بہت سخت ہیں۔ افعال پیمبر
و ذات پیمبر ترش لہجہ میں اعتراض کرنا گستاخی تھی اور جب کہ عام مسلمانوں میں اظہار ناراضگی
کا جذبہ تھا تو اس وقت تو یہ الفاظ تباہ کن ثابت ہو سکتے تھے مگر پیمبر اسلام نے نہ اپنی منقصت
کے الفاظ کا جواب دیا اور نہ اس بے موقع بات کے نتائج تباہ کن کو سوچ کر ان کا کوئی جذباتی
اثر لیا۔ بلکہ عمر فاروق کے جواب میں صرف اتنا فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں اس کے حکم کے

خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ پیمبر اسلام کے حلم و تحمل کی یہ وہ منزل تھی جو اپنی مثال آپ ہے تاریخ عالم ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی ہے۔

اس تاریخی واقعہ میں تین مواقع اظہار حلم و تحمل کے ملتے ہیں اول تو

(۱) عروہ کا بار بار پیمبر اسلام کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھانا اور آپ کا تحمل فرمانا۔

(۲) قریش مکہ کا مانع زیارت خانہ کعبہ ہونا اور پیمبر اسلام کا واپس آنا۔

(۳) اصحاب پیمبر کا پیمبر اسلام پر اعتراض کرنا اور سخت کلامی کرنا اور پیمبر اسلام کا تحمل و حلم سے کام لینا۔

یہ ہیں وہ نمونے جو دنیائے انسانیت کے لئے دستور العمل حیات پیش کرتے ہیں۔

واقعہ ۳۴ حلیم و تحمل غزوہ خندق

ذی قعدہ ۵ھ میں جنگ خندق واقع ہوئی۔ اس جنگ میں پیمبر اسلام نے بہ نفس نفیس سخت تکالیف برداشت کی ہیں اور اعلیٰ نمونے تحمل کے پیش کئے ہیں۔ مختصراً ایک واقعہ تاریخی پیش کرتا ہوں۔

(۱) علامہ طبری الشافعی ذکائر العقبیٰ میں لکھتے ہیں۔

عن علی قال کنا مع النبیؐ فی حفر الخندق اذجاءته فاطمه بکسرة من الخبز وقالت اخبزت لابنی جئتك منه هذه الکسرة فقال یا بنیة انها الاول الطعام دخل فی فم ابیک ومنذ ثلاثة ایام۔

علی کا بیان ہے کہ میں پیمبر اسلام کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھا کہ فاطمہ آئیں اُن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا، خدمت پیمبر اسلام میں عرض کرنے لگیں کہ میں نے اپنے دونوں بچوں کے لئے روٹی پکائی تھی اس میں کا ایک ٹکڑا آپ کے لئے لائی ہوں۔ تناول فرمایئے۔ پیمبر اسلام نے وہ پارچہ نان لے کر فرمایا کہ بیٹی یقین جان کہ تین دن کے فاقہ کے بعد پہلی یہ خوراک ہے جو تیرے باپ کے منہ میں پڑتی ہے۔ (بحوالہ ینابیع المودہ ص۱۴۵)

تحمل کی تعریف یہی ہے کہ حصول مقصد کے لئے سخت سے سخت جسمانی تکالیف و مصائب برداشت کیے جائیں چنانچہ واقع مذکو تحمل پیمبر اسلام کا بے نظیر نمونہ ہے۔

واقعہ ۳۵۔ صلح حدیبیہ و نافرمانی اصحاب

۶ھ میں پیمبر اسلام نے حج عمرہ خانہ کعبہ کا ارادہ کیا اور مسلمانوں کو ہمراہ لے کر مکہ کی طرف

روانہ ہوئے۔ قریش مکہ نے مکہ میں داخلہ سے روک دیا۔ معاملہ صلح نامہ اور معاہدہ پر قرار پایا صلحنامہ لکھا گیا اور پیمبر اسلام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ واپس چلو اور اس سال عمرہ خانہ کعبہ نہ بجالاؤ۔ آئندہ سال حج عمرہ کے لئے مکہ آئیں گے۔ اصحاب پیمبر اسلام نے جو طریقہ اختیار کیا اور پیمبر اسلام نے اس کو اپنے حلم و تحمل سے برداشت کیا اُس کی تفصیل تاریخی عبارت میں ملاحظہ فرمایئے۔

روضۃ الصفا جلد دوم صہ ۱۳۴

چوں قواعد مصالحہ میاں اہل طاعت و ارباب معصیت استحکام یافت حضرت بہ اصحاب خطاب فرمود کہ برخیزید و شتران خود را بکشید و سرہائے خود را تراشید ہیچ کس از جائے خود نہ جنبید سہ نوبت رسول اللہ بہ نحر مشترد خلع روس امر فرمود ہیچ فردے متمثل فرمان نہ شد حضرت خشم آلود بہ خیمہ ام سلمہ در آمد۔

پیمبر اسلام نے جب تحریر صلحنامہ حدیبیہ سے فراغت پائی تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اُٹھو اور اپنے اونٹوں کو نحر کرو اور اپنے سروں کو منڈواؤ (تاکہ مناسک حج عمرہ ادا ہوجائیں) کوئی صحابی اپنی جگہ سے نہ اُٹھا۔ پیمبر اسلام نے تین بار فرمایا۔ کہ اپنے سر منڈواؤ اور اپنے اونٹوں کی قربانی کرو کسی ایک متنفس نے بھی تعمیل ارشاد نہ کی پیمبر اسلام بحالت غصہ ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

نتیجہ:۔ ناظرین نے مندرجہ تاریخی عبارت کو ملاحظہ کیا۔ پیمبر اسلام کی حیثیت اس وقت ایک حاکم۔ بادشاہ۔ سپہ سالار۔ اور صاحب شریعت کی تھی۔ آپ صاحب علم و لشکر تھے۔ صاحب قوت و طاقت تھے مگر آپ نے تین بار حکم دیا مگر کسی نے بھی نہیں مانا۔ آخر پیمبر اسلام بحالت غضب و غصہ خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ اس کا ذکر اس موقع پر عبث ہے اور بسبب طول تحریر ہے۔ مگر تاریخ عالم اس واقعہ تحمل و حلم کی نظیر پیش نہیں کرسکتی کسی حکمران۔ کسی شہنشاہ یا بادشاہ یا سپہ سالار فوج نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ کہ اس کے رفقا اور ماتحتوں نے یک لخت نافرمانی کی ہو اور اس حکمراں نے بعد حصول اقتدار سابق اور بعد موقع ملنے کے سرگردہ اشرار اور نافرمان افراد کو سزائے موت نہ دی ہو یا ان کو خارج البلد نہ کیا ہو۔ اس موقعہ پر ہمیشہ حاکم وقت افراد نافرمان کو تادیبی و عبرت ناک سزا دیتا ہے تاکہ آئندہ یہ موقعہ پیش نہ آئے۔ مگر پیمبر اسلام نے باوجود غصہ و غضب کے بھی تمام اصحاب کی نافرمانی اور سرکشی کو درگزر کیا اور اپنے حلم و تحمل سے بخوبی اس موقعہ کو گزر جانے دیا اور پھر انہی نافرمان اور سرکشوں سے وہ سب کام لئے جو آپ کے حصول مقاصد دین کے لئے ضروری تھے۔ پیمبر اسلام کے بے مثل حلم و تحمل کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ یہ سرکش اور نافرمان جن کے بارہ میں

تاریخ کے یہ الفاظ درج ہیں:۔ "ہیچ فردے متمثل فرمان نہ شد و ہیچ کس از جائے خود نہ جنبید" کسی ایک نے بھی تعمیل حکم نہ کی اور کسی ایک شخص نے بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کی، ایسے ہی نافرمان لوگ بعد کو مطیع و منقاد ہو گئے۔ اور اپنی خطا و سرکشی پر نادم ہوئے۔ اور بعد کو عہد کیا کہ اب وہ کبھی حکم رسول سے سرتابی نہ کریں گے۔ اور تا آخر دم تبلیغ اسلام کے خاطر جان و مال قربان کرتے رہے۔ اور اُن کے ہی عزم کا یہ نتیجہ تھا کہ ان کی مساعی سے اسلام کی روز بروز ترقی ہوتی گئی۔

واقعہ ۳۶ حلم و تحمل سال پنجم ہجرت میں جنگ خندق واقع ہوئی۔ اس جنگ میں تمام قبائل عرب نے مل کر اہل اسلام پر حملہ کیا تھا۔ پیمبر اسلام نے بہ مقتضاء حکمت عملی مناسب سمجھا کہ دشمن کے لشکر کی طاقت و تعداد کم کر دی جائے۔ لہٰذا آپ نے قبیلہ غطفان کے سرداروں عینیہ بن حصین فرازی و حارث بن عوف کے پاس اپنے چند افراد بھیجے اور پیغام دیا کہ ہم مدینہ کی ایک ثلث کھجوریں قبیلہ غطفان کو دیدینگے اگر وہ قریش کو اور حملہ آوروں کی مدد نہ کرے اور واپس چلا جائے۔ اس گفتگو کی تکمیل کے لئے خود عینیہ و حارث مع چند افراد کے خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوئے۔ پیمبر اسلام نے عثمان بن عفان کو حکم دیا کہ وہ صلح نامہ و معاہدہ کو تحریر کر دیں اور اس پر مہر لگا دیں۔ اسی اثنا میں اسید بن حضیر آگئے اور اُنھوں نے دیکھا کہ عینیہ بن حصین پیمبر اسلام کے سامنے پیروں کو پھیلائے ہوئے بے ادبانہ بیٹھا ہوا ہے۔ اسید کو یہ بے ادبی ناگوار ہوئی اور اُس نے کہا "اے عین الہجرس اپنے پاؤں سمیٹ لے۔ قسم بخدا اگر احترام موجودگی پیمبر نہ ہوتا تو تیرے پہلو کو اپنے نیزہ سے سوراخ دار کر دیتا۔ اس کے بعد پیمبر اسلام سے دست بستہ عرض کیا کہ اگر حضور نے عینیہ کو اس طرح بیٹھنے کی اجازت دے دی ہے تو ہم بھی سر تسلیم خم کرتے ہیں ورنہ شمشیر آب دار سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ پیمبر اسلام خاموش رہے اور آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو معاملہ مذکور میں مشورہ کرنے کے لئے طلب فرمایا۔ اور اُنھوں نے بھی اسید بن حضیر کی رائے سے اتفاق کیا اور سعد بن معاذ نے آگے بڑھ کر عثمان کے ہاتھ سے صلحنامہ کو لے لیا اور اس کو پارہ پارہ کر دیا اور صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ہمارا تمھارا فیصلہ اب تلوار سے ہوگا۔ اس کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے اور اتحاد اہل اسلام سے مرعوب ہو کر گئے۔

(ناسخ التواریخ صفحہ ۲۱۹ واقعات سال پنجم)

نتیجہ:۔ عینیہ بن حصین و حارث وغیرہ بغرض تحریر معاہدہ آئے تھے۔ مگر دانستہ عینیہ نے پیمبر اسلام سے یہ گستاخی اور بے ادبی کی کہ آپ کے سامنے پیر پھیلا کے بیٹھ گیا۔ اس موقعہ پہ خود پیمبر اسلام کو اس کی حرکت ناگوار ہونا چاہئے تھی اور اُس کو ڈانٹ دینا چاہئے تھا۔ مگر پیمبر اسلام نے حلم سے کام

لیا اور سکوت اختیار کیا۔ بعض اصحاب باوفا کو اس گستاخی پر غصہ آگیا۔ کیوں کہ وہ اس درجۂ حلم پر فائز نہ تھے چنانچہ اسید بن حضیر نے عینیہ کو ڈانٹ دیا اور اس کو بتا دیا کہ اس گستاخی کا جواب صرف تلوار ہے۔ پیمبر اسلام کے اس موقعہ پر حلم کے مظاہرہ سے یہ فائدہ ہوا۔ کہ رعب اسلام و پیمبر اسلام قلوب اعدا پر طاری ہوگیا اور وہ آئندہ کے لئے مفید ہوا۔ (ناسخ التواریخ ص۲۱۹ جلد اول کتاب دوم)

واقعہ ۳۷۔ حلم و تحمل

(ناسخ التواریخ ص۲۴۰ جلد اول کتاب دوم)

سنہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔ غزوہ ذات الرقاع و غزوہ بنی لحیان سے پیمبر اسلام کو فراغت حاصل ہو چکی ہے کہ عینیہ بن حصین فرازی نے چالیس سواروں کو ہمراہ لے کر خفیہ طور پر حملہ کیا اور پیمبر اسلام کے دودھیلی بیس عدد اونٹوں کو صحرا سے لے بھاگا۔ اسی مقابلہ میں ابوذر غفاری صحابی رسول کا لڑکا شہید ہوگیا۔

مسلمہ بن الاکوع کا بیان ہے کہ میں ابوطلحہ انصاری کے گھوڑے پر سوار تھا اور میرے ہمراہ پیمبر اسلام کا غلام رباح بھی تھا کہ عینیہ بن حصین کا لڑکا عبدالرحمن نے حملہ کیا اور پیمبر اسلام کے اونٹوں کو لے بھاگا اور اونٹوں کے گلہ بانوں کو قتل کر ڈالا۔ مسلمہ نے جب یہ دیکھا تو اس نے رباح سے کہا کہ اس واقعہ کی خبر پیمبر اسلام کو کر دے اور مسلمہ خود تیر و کمان لے کر حملہ آوروں کے پیچھے روانہ ہوا اور تیر دشمن کی طرف پھینکنا شروع کئے اور عبدالرحمن کے کتنے ہی ساتھیوں کو زخمی کر دیا اور جب وہ میری طرف رخ کرتے تھے تو میں کسی درخت کے نیچے چھپ جاتا تھا۔ یا کسی پہاڑی پر چڑھ کر پناہ لیتا تھا اور بلندی سے پتھر پھینکتا تھا اور ان کو زخمی کر دیتا تھا اسی طرح دوپہر کا وقت آگیا، اور اسی اثنا میں عینیہ بن بدر فرازی ان کی مدد کو آگیا اور اس نے کہا کہ تم سب مل کر یکبارگی اس پر حملہ کر دو۔ ادھر کا واقعہ یہ ہے کہ رباح غلام پیمبر اسلام نے پیمبر اسلام کو خبر پہنچا دی مقداد اعود۔ عباد بن بشر و اسید بن ظہیر و عکاشہ بن محصن و ابوالعباس و عبید بن زید یکے بعد دیگرے پہنچ گئے، اور پیمبر اسلام نے سعد بن زید کو ہمراہی ایک جماعت کے پہلے سے بھیج دیا۔ اور اس کے بعد پیمبر اسلام خود بھی روانہ ہو گئے۔ مشرکین نے جب دیکھا کہ لشکر اسلام کے بہادر آرہے ہیں تو وہ بھاگے۔ اخزم نے ان کا تعاقب کیا۔ مسلمہ کا بیان ہے کہ میں نے اخزم کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور اس سے کہا کہ ابھی صبر کرو کہ پیمبر اسلام بھی آرہے ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جنگ۔ جنگِ عظیم بن جائے۔ اخزم نے کہا کہ اے مسلمہ! اگر تیرا ایمان دوزخ اور جنت پر ہے تو کیوں تو مرے اور جنت کے درمیان میں حائل آتا ہے۔ میں نے اخزم کے یہ الفاظ سنتے ہی اس کی لگام چھوڑ دی۔

اخرم نے بہ تعجیل اپنے کو عبدالرحمن بن حصین کے پاس پہنچایا اور اس کے ایک نیزہ مار کر زخمی کردیا۔ عبدالرحمن نے بھی اخرم کے نیزہ لگایا اور اخرم شہید ہوگئے۔ عبدالرحمن اخرم کے گھوڑے پر خود سوار ہوگیا اور آگے بڑھ کر ابوقتادہ کو بھی زخمی کر دیا۔ ابوقتادہ نے ایک نیزہ کا وار عبدالرحمن پر کیا اور اس کو قتل کر کے اخرم کے گھوڑے کو چھین کر خود سوار ہو گئے اور مشرکین حملہ آوروں پر حملہ کر دیا۔ اور تنہا اتنی دور تک پیچھا کیا کہ لشکر اسلام کا غبار راہ نظر نہ آتا تھا۔ اثنار راہ میں ایک ناقہ پر باپ بیٹے کو بیٹھا ہوا دیکھا دونوں کو قتل کر دیا۔ کفار و مشرکین ایک درہ کوہ میں چھپ گئے۔ اسی اثنا میں پیمبر اسلام پانسو بہادروں کے ساتھ موقعہ پر پہنچ گئے۔

مسلمہ بن الاکوع نے خدمت پیمبر اسلام میں دست بستہ عرض کی یا رسول اللہ صرف سو سپاہی میرے ہمراہ کر دیجئے بس میں کفار میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کیا ایسا کروگے؟ مسلمہ نے عرض کیا کہ ایسا ہی کروں گا۔ پیمبر اسلام نے تبسم فرمایا کہ آپ کے دندان مبارک کی تنویر پیدا ہوگئی اور آپ فرمایا یا بن الاکوع اذا ملکت فاسجح "اے اکوع کے بیٹے جب تم کسی کے نفس و جان کے مالک ہوجاؤ تو معاف کر دو۔"

نتیجہ:۔ واقعہ مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ عینیہ بن حصین اور اُس کا لڑکا پیمبر اسلام کا دشمن تھا اور اُس نے دانستہ شرارت کی تھی کہ چراگاہ سے پیمبر اسلام کے بیس عدد اونٹنیوں کو لے بھاگا۔ مسلمہ اور اخرم نے مزاحمت کی تو اخرم کو قتل کر دیا۔ اور ابوقتادہ صحابی رسول کو بھی عبدالرحمن نے زخمی کیا۔ ابھی تک حملہ آوروں کے مقابلہ میں یہ صرف چند افراد تھے جب پیمبر اسلام معہ پانسو افراد کے پہنچ گئے تو حملہ آور بھاگے۔ اس موقعہ پر اگر کوئی دوسرا سپہ سالار فوج ہوتا تو وہ حکم دے دیتا کہ حملہ آوروں کو چن چن کر قتل کر دیا جائے اور جہاں درہ کوہ میں وہ روپوش ہوگئے ہیں ان کو برآمد کر کے اُن کی گردن ماردی جائے۔ اگر پیمبر اسلام ایسا حکم دیدیتے تو یہ قطعی برمحل اور مطابق قوانین جنگ تھا مگر اس موقعہ پر جب مسلمہ بن الاکوع نے اجازت مانگی کہ مجھ کو سو سوار دے دیے جائیں تو میں حملہ آوروں کا خاتمہ کر دوں تو پیمبر اسلام اس موقعہ انتقام و غضب پر مسکرائے اور اس تبسم و مسکراہٹ سے آپ نے مسلمہ کے جذبۂ انتقام کو ختم کر دیا اور بعد کو فرمایا۔ "اے پسر اکوع جب تم دشمن پر قابو یافتہ ہوجاؤ تو معاف کر دو۔" پیمبر اسلام نے اس موقعہ پر اپنے حلم و تحمل کا بے نظیر نمونہ پیش فرمایا یہ نمونہ وہی پیش کر سکتا ہے جو فتوحات ملکی کے لئے نہیں بلکہ فتوحات قلبی و روحانی کے لئے دنیا میں آیا ہو۔

واقعہ ۳۸ - عفو و حلم بر حملہ آور

غزوۂ خیبر ۷ھ میں واقع ہوا۔ جب لشکر اسلام جانب قلعہ ہائے خیبر جا رہا تھا اثنائے راہ میں لشکر نے قیام کیا پیمبر اسلام تن تنہا صحرائے خیبر میں گئے اور دشمن کے حالات کا پتہ لگانے اور موقعہ جنگ دیکھنے میں مصروف تھے۔ کہ اسی تاریکی شب میں آپ کو نیند آگئی۔ تلوار قریب ہی پہلو میں رکھی ہوئی تھی کہ ایک شخص آیا اور اس نے تلوار اٹھائی اور چاہا کہ وہ پیمبر اسلام کو قتل کردے۔ اتنے میں پیمبر اسلام کی آنکھ کھل گئی اور آپ کی زبان پر یا اللہ آیا کچھ خوف اس حملہ آور پر ایسا طاری ہوا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔ صبح کو اصحاب پیمبر خدمت پیمبر میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص خاموش بُت بنا ہوا بیٹھا ہے۔ اصحاب نے دریافت کیا تو پیمبر اسلام نے فرمایا کہ حالت خواب میں جب اُس نے تلوار کا وار مجھ پر کرنا چاہا تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اس سے پوچھا کہ کس نے تجھ کو مجھ پر وار کرنے سے روکا تو اُس نے جواب دیا کہ خدائے قدیر نے اس وقت سے یہ شخص مثل پاگلوں کے خاموش و سکتہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد پیمبر اسلام نے اُس کو رہا کردیا اور وہ چلا گیا (تاریخ)

اس موقعہ پر کوئی دوسرا حاکم و سپہ سالار فوج ہوتا تو اس پر حملہ کرنے والے کو سزائے موت دی جاتی اور خود وہ حاکم ہی قابو پاتے ہی اپنے ہاتھ سے حملہ آور کو قتل کردیتا اور اُس کا یہ فعل بالکل حق بجانب و درست ہوتا مگر پیمبر اسلام نے حلم سے کام لیا تحمل بے نظیر کا مظاہرہ فرمایا اور اس پر یہ کہ اپنے قاتل حملہ آور کو معاف کردیا۔ یہ ہیں وہ نمونے حلم و تحمل و عفو کے جن کی مثال بجز ذات پیمبر اسلام کے کسی فرد میں نہیں پائی گئی اور نہ آئندہ اتنے بلند نمونے پائے جاسکیں گے۔

واقعہ ۳۹ - حلم و تحمل دربارۂ ابو سفیان۔

تاریخ داں حضرات بخوبی واقف ہیں کہ ابو سفیان بن حرب نے ہمراہی لشکر جرار ہمیشہ اہل اسلام پر فوج کشی کی۔ اور ابو سفیان پیمبر اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ فتح مکہ ۸ھ تک جتنے سرایا یا غزوات ہوئے ان سب کا محرک حملہ آور خود ابو سفیان بن حرب تھا۔ پیمبر اسلام نے فتح مکہ کا ارادہ کیا اور لشکر اسلام کو ہمراہ لے کر جب پیمبر اسلام جانب مکہ روانہ ہوئے۔ مقام مرّالظہران پر ابو سفیان کی ملاقات عباس بن عبدالمطلب سے ہوئی۔ آپس میں گفتگو ہونے لگی۔ عباس نے کہا کہ پیمبر اسلام بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ میں داخلہ چاہتے ہیں ابو سفیان نے گھبرا کر پوچھا کہ پھر میرا کیا حشر ہوگا مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ عباس نے کہا کہ اے ابو سفیان تو میرے خچر پر میرا ردیف بن جا تاکہ میں خدمت پیمبر اسلام میں تجھ کو لے چلوں۔ اور تیرے لئے امان طلب کروں۔ اے ابو سفیان آج کی شب عمر ابن خطاب کو طلایہ لشکر کی خدمت تفویض کی گئی ہے اور وہ زمانہ قدیم سے تیرا دشمن ہے تجھ کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ بہر حال یہ دونوں افراد خدمت پیمبر اسلام میں حاضر

ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ عمر ابن خطاب نے دیکھ لیا۔ اور کہا کہ یہ دشمن خدا ہے یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی۔ اور اس کے پیچھے دوڑے اور چاہا کہ اس سے پہلے کہ عباس خدمت پیمبر اسلام میں پہنچ کر ابوسفیان کے لئے امان جان طلب کریں یہ خود پیمبر اسلام سے ابوسفیان کے قتل کی اجازت لے لیں۔ چنانچہ خدمت پیمبر اسلام میں عرض کیا کہ مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں ابوسفیان کی گردن ماردوں عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ابوسفیان کو امان دے دی ہے اور عمر کو اس کے قتل پر اصرار ہے عمر نے دوڑ کر پیمبر اسلام سے کہنا چاہا کہ اس سے پہلے عباس نے سر مبارک پیمبر اسلام کو اپنی آغوش میں لے لیا اور کہا آج میں آپ کو کسی سے سرگوشی نہ کرنے دوں گا۔ پیمبر اسلام نے ابوسفیان سے کہا کہ اے ابوسفیان اسلام قبول کرتا کہ امان پا لے۔ اس کے بعد پیمبر اسلام نے عباس سے فرمایا کہ آپ آج کی رات ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں قیام کرنے دیں۔ کل اس کے بارہ میں حکم ہوگا۔ بعد نماز صبح کے عباس نے ابوسفیان کو خدمت پیمبر اسلام میں پیش کیا۔ حلم پیمبر اسلام کا اندازہ آپ مندرجہ ذیل تاریخی عبارت سے ہوگا۔

(۱) ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم ص۳۳۷

پیمبر فرمود اے ابوسفیان بدانی کہ ہیچ معبودے جز خدا نیست عرض کرد پدر و مادرم فدائے تو، با ما چناں جفا ہا کہ من کردم چنیں لطف فرمائی دانستم کہ جز اللہ تعالیٰ ہیچ خدائے نیست اگر بود ما را بخشید عجب دارم از حلم تو۔

ترجمہ:۔ پیمبر اسلام نے فرمایا اے ابوسفیان تو جانتا ہے کہ بجز خدائے یکتا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ ابوسفیان نے عرض کیا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہوں۔ میرے ایسے ظلم و ستم کرنے کے بعد آپ مجھ پر اس قدر مہربان ہیں میں نے اب جان لیا کہ بجز خدائے یگانہ کے کوئی معبود نہیں اور اگر وہ ہے تو مجھ کو بخشش دیجئے۔ مجھ کو آپ کے حلم و تحمل پر تعجب و حیرت ہے۔

نتیجہ:۔ اصل شہادت تو وہی ہے جو دشمن کی زبان سے ادا ہو۔ پیمبر اسلام کا بدترین دشمن ابوسفیان تھا اور پیمبر اسلام اس کو جو سزا بھی دے دیتے وہ اس کے قصور کے اعتبار سے کم ہوتی مگر پیمبر اسلام نے ابوسفیان کو ایک رات کا موقعہ دیا کہ وہ خداوند تعالیٰ کی یکتائی کے بارہ میں غور کرے اور پھر فیصلہ کرے کہ اس کو دین اسلام قبول کرنا ہے یا نہیں جب دیکھا کہ وہ تیار ہے تو آپ نے اس کے سامنے دین اسلام پیش کیا اور جب اُس نے اقرار توحید کر لیا تو پیمبر اسلام نے باقتضائے اپنے حلم و تحمل کے اس کے تمام قصور معاف کر دئے۔ اور اُس کو تمام حقوق اسلام عطا فرما دیئے۔

یہ نمونہ حلم و تحمل پیمبر اسلام ایسا نمونہ ہے جو تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی ہے اور نہ کر سکے گی۔

واقعہ ۴۰۔ حلم۔ فتح مکہ ۸ھ | پیمبر اسلام ۸ھ میں جب فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ لشکر جرار تھا۔ اس کی تفصیل و ترتیب مندرجہ ذیل ہے۔ ابوسفیان کو سامنے کھڑا کر کے لشکر اسلام کا جائزہ لیا گیا تھا۔

علمدار فوج	تعداد لشکر
(۱) خالد بن ولید	ایک ہزار بہادر جوانوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔
(۲) زبیر ابن العوام	پانسو لشکریوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔
(۳) ابوذر غفاری	تین سو افراد ہمراہ تھے۔
(۴) بریدہ بن الحصیب و ناجیہ بن الاجحم	بنی اسلم کے چار سو افراد تھے۔
(۵) بشیر بن سفیان	بنی کعب بن عمر کے پانسو افراد ساتھ تھے۔
(۶) نعمان ابن مقرن بلال بن الحارث، عبداللہ عمر	قبیلہ مزینہ کے ایک ہزار افراد لشکر تھے۔
(۷) معبد ابن خالد، سوید بن صخر، رافع بن مکتوب، عبداللہ بن بدر	قبیلہ جہنیہ کے آٹھ سو لشکری تھے۔
(۸) ابوواقد لیثی	قبیلہ بنی ضمرہ و بنی سعد بن بکر و کنانہ کے دو سو افراد تھے۔
(۹) معقل ابن سفان۔ نعیم ابن مسعود	قوم اشجع کے دو سو افراد تھے۔
(۱۰) پیمبر اسلام	پانچ ہزار مرد صف شکن و بہادران عرب ہمراہ رکاب تھے۔ آپ قلب لشکر میں تھے۔
(۱۱) سعد ابن عبادہ	علمدار لشکر انصار تھے اور ایک ہزار بہادر خود و زرہ پوش ہمراہ تھے۔ سعد بن عبادہ جب ابوسفیان کے سامنے سے گزرے تو آپ نے فرمایا۔ الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الحرمۃ الیوم اذل اللہ قریشاً۔ یعنی آج خوں ریزی کا دن ہے۔ آج وہ دن ہے کہ اہل حرم کی حرمت باقی نہ رہے گی۔ اور آج وہ دن ہے کہ آج خدا قریش کو ذلیل و خوار کرے گا جب پیمبر اسلام کی سواری ابوسفیان کے سامنے سے گزری تو ابوسفیان نے فریاد کی

یا رسول اللہ" من خدا را و قرابت خویش را با تو شفیع می سازم کہ از قتل ایشاں بگذری و بخشائش آوری چہ کریم و رحیم تر از ہمہ مردمان توئی "۔ یعنی میں اپنی قرابت اور خدا کو بحیثیت شفیع پیش کرتا ہوں کہ قریش کے قتل عام سے آپ درگذر کریں اور اُن کو عفو فرماویں کہ آپ سب سے زیادہ رحیم و کریم ہیں۔ پیمبر اسلام نے ابوسفیان کے جواب میں فرمایا کہ جو کچھ سعد ابن عبادہ نے کہا وہ سہواً ان کی زبان سے نکل گیا ہے۔ بلکہ اے ابوسفیان۔ بل الیوم یوم المرحمۃ الیوم اعز اللہ قریشا۔ اے ابوسفیان آج باہم رحم و کرم کا دن ہے اور آج وہ دن ہے کہ خدا نے میرے ذریعہ قریش کو عزت عطا فرمائی ہے۔

عثمان ابن عفان نے پیمبر اسلام کے سامنے آکر عرض کیا یا رسول اللہ مبادا سعد ابن عبادہ قریش مکہ پر حملہ کردے اور ان کو نقصان پہنچادے۔ پیمبر اسلام نے حکم دیا کہ قیس ابن سعد اپنے باپ سے علم لے لے اور خود علمدار انصار ہوجائے۔

(۱۲) ابوسفیان را در تنگ نائے معبر باز داشت و لشکر صد ہزارہ پیش روے می گذشت۔ (ترجمہ)۔ ابوسفیان کو ایک تنگ گذرگاہ پر کھڑا کردیا اور سو ہزار لشکر اسلام اُس کے سامنے سے گذرا۔

ناظرین کتاب نے ملاحظہ فرمایا کہ فتح مکہ کے موقعہ پر لشکر اسلام کس تعداد کثیر میں تھا اور کس شان و شوکت سے مکہ میں داخل ہوا اور بدترین دشمن اہل اسلام اور پیمبر اسلام کے قبضہ میں تھا۔ باقتضاء جذبۂ انتقام سعد بن عبادہ کو کچھ خیال انتقام پیدا ہوبھی گیا تھا مگر پیمبر اسلام نے فوراً سعد بن عبادہ کو عہدہ جلیلہ علمداری سے معزول کردیا اور جب ابوسفیان نے کہا کہ سعد نے کہا ہے کہ آج قریش مکہ سے انتقام لیا جائے گا اور ان کو ذلیل و خوار کیا جائے گا تو پیمبر اسلام نے ابوسفیان کے جواب میں فرمایا کہ آج کا دن قریش کے لئے عزت و رحم کا دن ہے۔

ماہران علم نفسیات خود انصاف کریں کہ اس موقعہ پر پیمبر اسلام نے جذبۂ انتقام کو کس اعلیٰ طرح پر ضبط کیا۔ اور قوت غضبی کو کس خوبی سے تصرف میں رکھا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے لشکر جرار کے جذبۂ انتقام و قوت غضبی کو اُبھرنے نہ دیا بلکہ حلم و عفو و رحم کا بہترین نمونہ پیش فرمایا۔ تاریخ فاتحان عالم اس حلم و تحمل و عفو پیمبر اسلام کی نظیر پیش نہیں کرسکتی ہے یہی وہ نمونہ ہے جو اہلِ عالم کے لئے ہر موقعہ پر منارہ ہدایت و دستور العمل زندگی بن سکتا ہے۔

واقعہ ۱۴۔ حلم
واقعہ ہند بنت عتبہ

بعد فتح مکہ جب اہلِ مکہ بیعت اسلام میں داخل ہوچکے تو عورتوں سے بیعت لی گئی۔ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان مادر معاویہ عورتوں کے جھرمٹ میں چہرہ پر نقاب ڈال کر بیٹھ گئی جو عم پیمبر اسلام حضرت حمزہ کو اسی نے قتل کرایا تھا اور ان کا سینہ چاک کرکے کلیجہ

جباگئی تھی۔ اوران کے اعضا کاٹ کر اُن کا ہار بنا کر گردن میں پہنا تھا۔ ایسی دشمن اسلام عورت جب پیمبر اسلام کے خدمت میں حاضر ہوئی تو دستور جنگ و انتقام تو اس امر کا متقضی تھا کہ اس کی گردن ماردی جاتی اور اور اس کے اعمال کی اس کو سزا دے دی جاتی مگر پیمبر اسلام نے حلم و تحمل سے کام لیا اور تاریخ کے صفحات ظاہر کرتے ہیں کہ اُس نے پیمبر اسلام کے سامنے آکر بھی گستاخانہ کلام کیا مگر اس پیکر حلم و تحمل نے اس کی گستاخیوں کا جواب بھی بہ نرمی دیا۔ اور اس کی ہدایت کو جذبۂ انتقام پر غالب کر دیا۔ اس مکالمہ کو پیش ناظرین کیا جاتا ہے۔

پیمبر اسلام :۔ اقرار کرو۔

ہند :۔ آپ ہم سے کن باتوں کا اقرار لیتے ہیں!

پیمبر اسلام :۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہند :۔ یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا۔ بہر حال مجھ کو منظور ہے۔

پیمبر اسلام :۔ چوری نہ کرنا۔

ہند :۔ میں اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں۔

پیمبر اسلام :۔ اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند :۔ ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا۔ بڑے ہوئے تو (جنگ بدر و احد میں) آپ نے اُن کو قتل کر ڈالا اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔ (سیرۃ النبی ص ۳۸۲)

پیمبر اسلام :۔ ولا تزنین ۔ زنا نہ کرنا۔

ہند :۔ یا رسول اللہ۔ آزاد عورت زنا کرتی ہے۔

پیمبر اسلام :۔ ولا یاتین ببھتان ۔ بہتان نہ لگانا۔

ہند :۔ بہتان لگانا تو قدیم رسم ہے ۔ آپ ہم کو مکارم اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔

پیمبر اسلام :۔ ولا یعصینک فی معروف۔

ہند :۔ ہم یہاں اس لئے حاضر نہیں ہوئے ہیں کہ آپ کی نافرمانی کریں۔ (ناسخ ص ۳۵۰)

ناظرین غور فرمائیں کہ جس عورت نے سخت جرم کئے ہوں اور جس نے پیمبر اسلام کے چچا اور اسلام کے مجاہد اعلیٰ کو قتل کرا کے اس کے کلیجہ کو چبایا ہو اور وہ خدمتِ پیمبر اسلام میں جاں بخشی کے لئے حاضر ہوئی ہو۔ وہ اس طرح گستاخانہ کلام کرے اور پیمبر اسلام اس کے گستاخانہ کلام کا بہ نرمی و اخلاق جواب دیتے رہیں اور اُس کے بعد بھی اُس کی جان بخشی فرما دیں۔

پیمبر اسلام نے اپنی قوت غضبی وجذبۂ انتقام پر اس طرح تصرف کیا ہے جو اپنی آپ مثال ہے۔ یہی وہ مواقع ہوتے ہیں کہ انسان اپنی طاقت وقوت کے زعم میں ایسے افعال کا مرتکب ہو جاتا ہے کہ خلاف قانون اخلاقی حرکات کر بیٹھتا ہے۔ مگر پیمبر اسلام اہل دنیا کو درس اخلاق دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور قیامت تک کے لئے ایک دستور العمل حیات پیش کرنا چاہتے تھے۔ لہذا آپ نے حلم وتحمل وعفو کے وہ عملی نمونے پیش کئے ہیں جو اہل عالم کے لئے اور فاتحین عالم کے لئے مشعل راہ کا کام دیں گے۔

واقعہ ۴۲۔ حلم عکرمہ بن ابوجہل

عکرمہ۔ ابوجہل کا لڑکا تھا۔ باپ کے ساتھ جنگوں میں شامل رہا۔ اہل اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ اور حملہ آوروں میں سرگروہ تھا۔ اور بعد فتح مکہ کے بھی اس نے ایک صحابی پیمبر اسلام کو قتل کر دیا۔ اس کے دل میں پیمبر اسلام کی اتنی دشمنی تھی کہ وہ فتح مکہ کے بعد بھی مسلمان نہیں ہوا بلکہ ایک صحابی کو قتل کر کے یمن کی طرف بہ راستہ کشتی چلا گیا۔ جب عکرمہ کی زوجہ ام حکیم کو معلوم ہوا تو وہ مکہ میں مسلمان ہو چکی تھی اور اُس نے اپنے شوہر کے لئے بھی امان لے لی تھی وہ کشتی کے ذریعہ عکرمہ کے تعاقب میں گئی اور اس سے کہا کہ میں پیمبر اسلام سے تیرے لئے امان لے چکی ہوں تو واپس چل اور بیعت اسلام میں داخل ہو جا۔ عکرمہ واپس آیا۔ اور خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوا۔ اور پیمبر اسلام کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا اپنے کئے ہوئے پر سخت شرمسار تھا اور بہ صورت مجرم کھڑا تھا کہ پیمبر اسلام نے فرمایا "اے عکرمہ تو مجھ سے ایسی چیز کا سوال نہ کرنا جو مرے قبضہ و اختیار میں نہ ہو۔ اس کے علاوہ جو کچھ طلب کرے گا میں تجھ کو عطا کروں گا۔" عکرمہ نے دست بستہ عرض کیا۔ "اے خدا کے رسول۔ خدا سے دعا کیجئے کہ میں نے اسلام دشمنی میں جو کچھ کیا ہے اور خلاف اسلام جو کچھ کیا ہے خدا وہ معاف کر دے۔ پیمبر اسلام نے درگاہ خداوندی میں دست مبارک بلند کر دئے اور دعا کی۔

"اللھم اغفر لعکرمۃ کل عداوۃ عادا نیھا او منطق تکلم بہ او مرکب اوضع فیہ یرید ان یصد عن سبیلک۔

(ترجمہ) اے خدا عکرمہ نے ہمارے بارہ میں جو عداوتیں کی ہیں یا جو بدگوئی کی ہے یا رہ خدا سے روکنے کے لئے جو حملے کئے ہیں سب معاف کر دے۔

عکرمہ بن ابوجہل ایک بہادر انسان تھا بعد قبول اسلام جہاد میں مصروف رہا اور بعہد ابوبکر حالت جہاد میں شہید ہوا۔

تاریخ داں حضرات واقف ہیں کہ ابو جہل اور عکرمہ نے خلاف اسلام کیا کچھ نہیں کیا۔ مگر پیمبر اسلام نے بجائے انتقام لینے کے اور اپنی جذبہ قوت غضبی سے کام لینے کے حلم و تحمل سے کام لیا اور صرف یہی نہیں کہ عکرمہ کی خطاؤں کو معاف کر دیا بلکہ اس کے لئے درگاہ خدا میں دعا بھی کی اور اُس کے گناہوں کو بھی معاف کرا دیا۔ تاریخ فاتحین عالم و شاہان دنیا ایسے اخلاق کے نمونے پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے گی اور سیرت پیمبر اسلام ہی وہ نمونے حلم و تحمل و عفو و رحم پیش کر سکتی ہے جن پر عمل کر کے اہل دنیا فلاح دارین اور کامیاب زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

واقعہ ۴۳۔ حلم و عفو و سخاوت واقعہ صفوان بن اُمیہ

بعد فتح مکہ صفوان بن اُمیہ مفرور ہو گیا۔ عمیر ابن وہب نے پیمبر اسلام سے اس کی معافی طلب کی۔ پیمبر اسلام نے معاف کر دیا۔ اور فرمایا کہ چار مہینہ کے لئے اُس کو معافی دی گئی۔ پیمبر اسلام جنگ ہوازن کے لئے روانہ ہوئے صفوان بھی ہمراہ لشکر اسلام ہو گیا۔ جب پیمبر اسلام واپسی پر آراضی جعرانیہ کے قریب ایک درہ کوہ سے گزرے تو مال غنیمت کی بکریاں، بھیڑیں وغیرہ بکثرت وہاں موجود تھیں میدان اُن مویشوں سے بھرا ہوا تھا صفوان کی نظر ان پر پڑی۔ اس کو اتنی کثیر تعداد مویشی پر تعجب ہوا پیمبر اسلام نے صفوان سے پوچھا کہ کیا تم کو اے صفوان اس تعداد کثیر پر تعجب ہو رہا ہے، صفوان نے عرض کیا۔ جی مجھ کو تعجب ہے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اے صفوان میں نے یہ تمام گوسفند و مویشی تم کو عطا کر دیں۔ صفوان نے ان پر قبضہ کیا اور عرض کیا۔

ماطابت نفس احد بمثل ھذا الا نفس نبی۔ (ترجمہ) بجز نبی کے کسی دوسرے کا نفس اتنا پاک و پاکیزہ نہیں ہو سکتا یہ کہہ کر وہ بصدق دل مسلمان ہو گیا۔

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ صفوان دشمنِ اسلام تھا۔ خلاف اسلام جنگ کرتا رہا تھا۔ فتح مکہ کے بعد کفار و مشرکین مکہ شکست ذہنی پا چکے تھے اور طوعاً و کرہاً مسلمان ہو چکے تھے مگر صفوان باوجود یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی مسلمان نہیں ہوا تھا اور اُس کے دل میں پیمبر اسلام کی دشمنی موجود تھی اور وہ باقتضاء اصول جنگ واجب القتل تھا۔ مگر پیمبر اسلام نے عمیر بن وہب کی سفارش کی وجہ سے چار ماہ کے لئے معافی دے دی تھی اور اس دشمن اسلام کے مقابلہ میں اپنی قوت غضبی کو صرف میں نہیں لائے تھے اور حلم و تحمل سے کام لیا تھا۔ مگر جب دریائے سخاوت و عفو و حلم و تحمل نے دشمن کے دل پر فتح حاصل کی تو اس کو حلقہ بگوش اسلام بنا دیا۔

واقعہ ۴۴۔ حلم۔ واقعہ وحشی قاتل حمزہ

وحشی دشمن اسلام تھا۔ لشکر دشمن کا سپاہی تھا۔ اس نے حضرت حمزہ سید الشہداء صحابی رسول۔ موحد و مسلم کو قتل کیا تھا۔ فتح مکہ

کے بعد اس کا قتل کر دینا ہی قانون جنگ کے مطابق تھا۔ بعد فتح مکہ یہ روپوش رہا۔ کیوں کہ پیمبر اسلام نے اس کا خون ہدر کر دیا تھا۔ مسلمان اس کے قتل کرنے کے لئے اس کے متلاشی رہتے تھے۔ مگر یہ طائف جاکر روپوش ہو گیا تھا۔ جب طائف کا وفد خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوا اور اس نے آتے ہی کلمہ توحید و رسالت زبان پر جاری کیا۔

پیمبر اسلام نے دریافت فرمایا۔ کیا تو وحشی ہے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ میں وحشی ہوں۔ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ پیمبر اسلام نے پوچھا کہ تو نے مرے چچا کو کیوں کر قتل کیا۔ اس نے واقعہ قتل بیان کرنا شروع کیا۔ کچھ واقعہ بیان کرنے پایا تھا کہ آپ نے اس کو روک دیا اور کہا کہ تیری جان بخشی کی جاتی ہے مگر آج سے میرے سامنے نہ آنا۔ لہٰذا وحشی جب کبھی پیمبر اسلام کو کہیں آتے جاتے ہوئے دیکھتا تھا تو راستہ بدل دیتا تھا۔

قاعدہ کلیہ ہے اور فطری تقاضا ہے کہ بدترین دشمن پر جب کامل قابو حاصل ہو جاتا ہے تو انسان کے دل میں جذبات انتقام مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اس اشتعال کی حالت میں انسان سے دو قسم کے امر صادر ہوتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ وہ جائز و ناجائز انتقام پر نظر نہیں کرتا اور جو دل میں آتا ہے وہ کر لیتا ہے اور ایک یہ صورت ہے کہ وہ صرف اتنا ہی انتقام لیتا ہے جو حدود قوانین اخلاق و قوانین حکومت میں آتا ہے، موخر الذکر انتقام لینے والے کو حق بہ جانب سمجھا جاتا ہے۔ اگر پیمبر اسلام وحشی کو دیکھتے ہی جذبہ انتقام میں مشتعل ہو جاتے اور اس کے قتل کا حکم دے دیتے تو یہ بھی عین فطری و عین قوانین حکومت و اخلاق تھا۔ مگر پیمبر اسلام نے واقعہ قتل حمزہ کو اُس کی زبانی سُنا۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ تاریخ میں یہ امر متحقق ہو جائے کہ قاتل حمزہ وحشی ہی تھا اور قابل مستحق قصاص تھا۔ جب آپ کا یہ فرمانا کہ آئندہ وحشی میرے سامنے نہ آئے یہ ظاہر کرتا ہے کہ پیمبر اسلام کے دل میں بھی جذبہ انتقام خون ناحق اور پاس حدود شریعت پیدا ہوا تھا جس پر آپ نے قابو پایا اور ضبط و تحمل و حلم سے کام لے کر قوت غضبی پر غالب ہوتے ہوئے وحشی کو حکم دے دیا کہ وہ کبھی آپ کے سامنے نہ آئے۔ اور وحشی کے کلمہ توحید زبان پر جاری کرنے کے بعد اس کا قتل تو ممکن ہی نہ تھا کیونکہ اعلان پیمبر اسلام تھا کہ۔

الاسلام یمحوا ما کان قبلہ ۔ اسلام مٹا دیتا ہے تمام ان افعال کو جو قبل قبول اسلام سرزد ہو چکے ہوں۔

—

واقعہ مذکور سے واضح ہو گیا کہ وحشی کی معافی اور جان بخشی کا معاملہ بہت ہی مشکل معاملہ تھا مگر پیمبر اسلام کے حلم و تحمل و عفو نے اُس کو آسان کر دیا اور وحشی کی جان بخشی ہو گئی۔ یہ وحشی تھا جس نے عہد خلافت

ابو بکر میں مسیلمہ کذاب جس نے دعوے نبوت کیا تھا۔ اور ابو بکر نے اس کے قلع قمع کرنے کے ارادہ سے فوج کشی کی تھی۔ وحشی بھی ہمراہ لشکر اسلام ہو گیا اور اس نے مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا وہ کہا کرتا تھا

قتلت خیر الناس فی الجاهلیة وقتلت — میں نے بہترین شخص کو بحالت کفر و جاہلیت قتل کیا۔

شر الناس فی الاسلام۔ — اور بدترین فرد کو بحالت اسلام قتل کیا۔

واقعہ ۴۴ تحمل و حلم معاملات منافقین

پیمبر اسلام کے تحمل کے واقعات بکثرت ہیں۔ ابتدا و زندگی سے تا وفات آپ نے تحمل سے کام لیا ہے اور طاقت و جذبہ انتقام سے کبھی کام نہیں لیا۔ ابتداء عمر میں تو طاقت و قوت دنیوی بظاہر موجود نہ تھی۔ لہٰذا اس عہد کا ذکر تولا حاصل ہوگا مگر بعد بعثت و بعد حصول طاقت و حکومت آپ کا برمحل اور موقع پر تحمل سے کام لینا آپ کے اعلیٰ اخلاق اور فضیلت تحمل کا نمونہ ہے۔ صدہا اور ہزارہا واقعات ہیں جن کے درج کرنے سے قلم قاصر اور دامن قرطاس کوتاہ نظر آتا ہے۔ ان تمام واقعات میں اہم اور نمایاں شان فضیلت تحمل معاملات منافقین میں نظر آتی ہے۔ پیمبر اسلام کو اس بات پر کامل قدرت تھی کہ آپ منافقین کو مثل دیگر اعدائے دین کے اپنی محفل سے ہٹا دیتے۔ مگر آپ کے تحمل و اخلاق عمیم نے ایسا نہیں کرنے دیا۔ منافقین کی سرکشی اور آزار رسانی اور مخالفت کا اندازہ چند مندرجہ ذیل واقعات سے ہو سکتا ہے۔

(۱)۔ صحیح بخاری پارہ بیسواں جلد دوم تفسیر سورہ منافقون (ترجمہ حیرت دہلوی)

(۱۹۰۵) جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ ہم لڑائی میں تھے، وہاں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو مارا تو انصاری نے اپنی قوم کو بدلہ لینے کو بلایا اور مہاجر نے اپنی قوم کو بلایا۔ رسول اللہ صلعم نے یہ سنا تو فرمایا یہ کیا قصہ ہے لوگوں نے کہا انصاری کو ایک مہاجر نے مارا وہ دونوں اپنی اپنی قوم کو بلا رہے ہیں آپ نے فرمایا درگزر کرو۔ لڑنا بری بات ہے اور جس وقت آپ ان لوگوں میں تشریف لے گئے تھے تو انصاری بہت تھے۔ اور بعد میں مہاجر زیادہ ہو گئے۔ عبد اللہ ابن ابی نے کہا کیا مہاجروں نے ایسا کیا۔ واللہ ہم مدینہ میں چل کر ان ذلیل لوگوں کو نکال دوں گا۔ عمر نے کہا یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو اس منافق کو مار ڈالوں۔ آپ نے فرمایا نہیں لوگ یہی خیال کریں گے کہ رسول اللہ نے اپنے صحابی کو مروا ڈالا۔

(۱۸۹۸) زید بن ارقم نے کہا ہم ایک غزوہ میں تھے میں نے عبد اللہ بن ابی کو اپنے کانوں سے یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ کے ساتھیوں کو نفقہ نہ دو، یہاں تک کہ وہ ان کا ساتھ چھوڑ دیں اور دیکھیے چلنے دو مدینہ میں جا کر ہم انھیں نکال دیں گے۔ میں نے یہ بات اپنے چچا سے

کہہ دی۔ اُنھوں نے حضرت رسول سے ذکر کردیا۔ آپ نے مجھے بلایا۔ میں نے جو بات تھی کہدی۔ پھر آپ نے عبداللہ ابن ابی کے پاس آدمی بھیجا۔ اُس نے حلف اُٹھالیا اور انکار کردیا تو حضرت نے مجھ کو جھوٹا کہا۔ اور اس کی تصدیق کی مجھے ایسا رنج ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ میں اپنے گھر بیٹھ رہا۔ میرے چچا نے پوچھا کیا وجہ رسول اللہ صلعم نے تجھ کو جھوٹا کہا اور تجھ پر غصہ ہو گئے اُس وقت نبی پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون۔

(۲) ناسخ التواریخ صفحہ ۴۲ غزوہ تبوک

پیمبر اسلام نے جب بجانب تبوک لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا تو اس زمانہ میں سخت گرمی تھی۔ اور یہ خبر پھیلی ہوئی تھی کہ شہنشاہ روم نے چالیس ہزار افراد کا لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ ایسے نازک وقت میں منافقین کی سازش اور اسلام دشمنی ملاحظہ ہو۔

بالجملہ دراین وقت ہشتاد و دو تن از جماعت بنی اسد و غطفان و رہط عامر بن الطفیل بعذر فقر و عدم بضاعت خواستند تا با لشکر کوچ نہ دہند و دیگر عذر ہا تراشیدند وجاء المعذرون من الاعراب ...... واللہ غفور الرحیم۔ نازل شد

(ترجمہ) مختصر یہ کہ اُس وقت بیاسی افراد بنی اسد و غطفان و قبیلہ عامر بن طفیل کے لشکر اسلام سے ہٹ گئے کمی سامان کا اور طرح طرح کے بہانے تراشنے لگے تاکہ لشکر اسلام کے ساتھ سفر نہ کریں یہ آیت اُن کی مذمت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ وجاء المعذرون من الاعراب ...... رحیم۔

(۳) و دیگر گروہے از مردم منافق بے آنکہ بمانع معاف باشند یا عذرے بر تراشند از کوچ دادن تقاعد ورزیدند و مردم را از بسیج سفر بیم دادند این آیت در شان ایشان فرود شد۔ فرح المخلفون بمقعدهم ...... فاقعدوا مع الخالفین۔

(ترجمہ) دوسرا گروہ منافقین بغیر کسی عذر و مانع کے لشکر اسلام سے ہٹ گیا اور دوسروں کو بھی سفر سے روکا اور ہمراہی لشکر اسلام سے منع کیا۔ ان کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ فرح المخلفون بمقعدهم ...... فاقعدوا مع الخالفین۔

(۴) جندب بن قیس قبیلہ بنی سیلم سے پیمبر اسلام نے فرمایا کہ غزوہ تبوک میں شرکت کرو تو جندب نے انکار کیا اور اپنے قبیلہ والوں کو بھی منع کیا اور کہا۔

الیطمع محمد ان حرب الروم مثل حرب غیرھم لا یرجع من ھؤلاء احد ابداً۔

(ترجمہ) آیا محمد کو زعم و گمان ہے کہ جنگ روم مثل مثل دوسری جنگوں کے ہے اس جنگ سے کبھی کوئی شخص بھی زندہ نہ بچے گا۔

(۵) عمر بن جموع اور بشیر بن براء بن معرور نے ایک جماعت منافقین کو جمع کیا اور لشکریان اسلام کو شرکت غزوہ تبوک سے بہکایا اور شان پیمبر اسلام میں الفاظ ناسزا کہے۔ پیمبر اسلام کو خبر ہوئی تو آپ نے ان کو منتشر کرادیا۔ اس کے بعد جلاس بن صامت و جذام بن خالد و ایاس بن نفیر و سماک بن یزید و رفاعہ ابن منذر نے ایک بڑا اجتماع کیا اور پیمبر اسلام کے بارہ میں الفاظ ناسزا کہے اور لوگوں کو شرکت جنگ سے روکا۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور راستہ میں جو لوگ ملتے گئے ان کو شرکتِ جنگ سے روکا۔ جلاس بن صامت کے ہمراہ اُس کا غلام بھی تھا وہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پیمبر اسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ جلاس کو اس کے غلام کا خوں بہا بارہ ہزار درہم دیئے جائیں۔ خون بہا جلاس کو دیا گیا تو وہ اور بھی مغرور ہو گیا۔ جب اس کی مذمت میں آیات قرآن اُتریں تو وہ خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے اقوال و افعال پر پشیمانی کا اظہار کیا۔ پھر پیمبر اسلام اس کے غلام کی دیت (خوں بہا) کو واپس نہیں لیا۔

(۶) تقریباً ایک لاکھ افراد کا لشکر ترتیب ہوا اور جانب تبوک روانہ ہوا۔

واقعات و عبارات مندرجہ بالا سے واضح ہوا کہ منافقین مسلسل ابتدائے اسلام سے تا آخر تخریب اسلام میں مصروف رہے۔ سطور بالا میں نمونتہً چند واقعات درج کئے گئے تاکہ ناظرین کو اندازہ ہو جائے کہ منافقین کس کس طرح کی تخریبی کارروائیاں کیا کرتے تھے۔ اور پیمبر اسلام تحمل و حلم سے کام لے کر ان کو نظر انداز کرتے ہوئے اصلاحی تدابیر کرتے تھے۔

ابتدائے تاریخ عالم سے اُس وقت تک کے تاریخی واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ حکومت کبھی کسی حالت میں بھی یہ برداشت نہیں کرتی ہے کہ خلاف حکومت کوئی سازش کی جائے یا بغاوت کی جائے ایسے سازش کنندگان اور باغیوں کو سخت قابل عبرت سزائیں دی جاتی ہیں۔ اور خلاف حکومت علمِ بغاوت بلند کرنے والوں کو قتل و غارت کر دیا جاتا ہے۔ مگر پیمبر اسلام کے تحمل و حلم نے اعلیٰ نمونہ اخلاق پیش کیا ہے اور آپ کے اخلاق کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ لاتعداد دشمنانِ اسلام جاں نثاران اسلام بن گئے۔ اور ان کی اولاد نے خدمتِ اسلام میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔ اگر الزام بغاوت و سازش میں ان منافقین کو فوری طور پر قتل کر دیا جاتا تو مندرجہ بالا فائدہ حاصل نہیں ہوتا

عہد پیمبر اسلام میں یہ منافقین ظاہری شان وشوکت اسلام کا سبب رہے۔ اور رفتہ رفتہ اسلامی خوبیاں اُن کے نفوس میں پیدا ہوتی گئیں اور اُن کی ایک بڑی تعداد پر خلوص مسلمان بن گئی اور بعد عہد پیمبر اسلام اُن کی اولاد میں سے جاں نثاران اسلام پیدا ہوتے رہے۔ درحقیقت یہ معاملہ بہت سنگین تھا۔ کہ ابتدائے اسلام میں اسلام کی بیخ کنی کرنے والے منافقین کو باقی رکھا جائے اور ان کی نامناسب حرکات کو برداشت کیا جائے۔ مگر یہ پیمبر اسلام کے اعلیٰ اخلاق۔ وتحمل وحلم کا ہی اقتضاء تھا جو آپ نے ان کی حرکات نامناسب کو بہ خندہ پیشانی برداشت کیا۔ اور ثابت کر دیا کہ اخلاق کا نتیجہ ہمیشہ بہتر اور فائدہ مند ہی ہوا کرتا ہے۔

منافقین کے واقعات سازش وبغاوت واسلام دشمنی سے کتب تاریخ مملو ہیں مگر پیمبر اسلام نے ہر واقعہ میں اعلیٰ نمونہ اخلاق۔ حلم وتحمل پیش فرمایا ہے۔ اس مختصر تالیف میں ان کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک اہم واقعہ کی طرف ناظرین کتاب کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔

پیمبر اسلام جب تبوک سے واپس ہو رہے تھے اور آپ کی معیت میں تقریباً ایک لاکھ لشکر موجود تھا آپ فاتحانہ انداز وشان سے مدینہ کی طرف کوچ فرما رہے تھے۔ اس وقت منافقین کے چند افراد نے جو سرگروہ جماعت منافقین تھے باہم مشورہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہیئے کہ پیمبر اسلام کو اثنا و راہ میں اس طرح قتل کر دیا جائے کہ اس کا الزام کسی فرد پر عائد نہ ہونے پائے۔ چنانچہ واپسی پر ایک عقبہ (گھاٹی) پر بارہ افراد گھات میں بیٹھ گئے اور اُنھوں نے ارادہ کیا کہ جب پیمبر اسلام کی سواری کا اونٹ اس تنگ راستہ اور بلند عقبہ سے گزرے گا تو ایک دم کمین سے نکل کر حملہ کر دیں گے اور پیمبر اسلام کا اونٹ بھڑک کر بھاگے گا اور گھاٹی میں گر جائے گا۔ اس طرح پیمبر اسلام کی شمع حیات گل ہو جائے گی۔

اس واقعہ کی تصدیق وتوثیق علاوہ کتب تاریخ کے آیۃ قرآن وھموا بما لم ینالوا (اُنھوں نے ارادۂ قتل رسولؐ کیا مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے) سے بھی ہوتی ہے۔ اس واقعہ کو سلسلہ غزوات میں باب حکمت میں تفصیلاً لکھا گیا ہے۔

بہر حال جب پیمبر اسلام کو معلوم ہوا، دوران سفر کمین گاہ میں بیٹھنے والوں کا بھی پتہ لگ گیا تو بعض دوستوں نے عرض کیا کہ ان منافقین کی گردن ماردی جائے تو اُس وقت پیمبر اسلام نے اُن کے نام بتائے ملاحظہ ہو۔

(۱) ناسخ التواریخ صـ ۴۲۳ جلد اوّل۔ حیات القلوب جلد دوم صـ ۴۴۳۔

پیغمبر نام ایشاں را بر شمرد و گفت ایں سخن باکس مگو (اے حذیفہ) عرض کرد یا رسول اللہ باقبائل فرمان کن تا ایشاں را زندہ نگذارند فرمود کراہت دارم کہ مردم عرب گویند کہ محمد بہ جماعت جماعتے غلبہ بر مردم جست آں گاہ بقتل ایشاں اقدام کرد۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام نے حذیفہ کو سب نام بتائے اور کہا کہ کسی سے نہ کہنا۔ حذیفہ نے عرض کیا یا پیمبر اسلام قبائل کو حکم دیجئے کہ وہ ان اشرار کو زندہ نہ چھوڑیں آپ نے فرمایا" مجھ کو کراہت معلوم ہوتی ہے کہ عرب کے لوگ کہیں گے کہ محمد نے جس جماعت کو ہمراہ لے کر غلبہ حاصل کیا اور جب اقتدار کامل حاصل ہوگیا تو اسی جماعت کے افراد کو قتل کرا دیا۔

مذکورہ تاریخی واقعہ نے ثابت کیا کہ چند منافقین نے بمشورہ ہمدگر ایسی تدبیر اختیار کی تھی کہ پیمبر اسلام کی جان کسی طرح نہیں بچ سکتی تھی مگر پیمبر اسلام نے اپنی حسن تدبیر و حکمت عملی سے اس خطرہ سے نجات پائی اور باوجود ان منافقین کو جان اور پہچان لینے کے بھی اُن کو قتل نہیں کیا۔ اس واقعہ سے کمال حلم و تحمل پیمبر اسلام کا ظاہر ہوتا ہے اور اخلاق۔ حلم و تحمل کے یہ ایسے نمونے ہیں جو ہمیشہ اہل عالم کے لئے منارہ ہدایت بنتے رہیں گے۔

باب حلم و تحمل میں جو کچھ بھی تاریخی واقعات لکھے گئے وہ صرف بطور نمونہ کے چند واقعات درج کئے ورنہ پیمبر اسلام کی زندگی کا ہر لمحہ اجناس فضائل و حلم و تحمل کا آئینہ دار ہے۔

باب تواضع و علو ہمت

تواضع و علو ہمت اقسام اجناس فضائل میں ہیں اور فضیلت شجاعت کے تحت اُن کا شمار ہوتا ہے۔

تعریف تواضع:- اپنے سے کمتر انسان پر اپنے کو برتر و اعلیٰ نہ سمجھے۔

تعریف علو ہمت:- انسان اپنے ذکر جمیل کی طلب میں دنیوی سعادت و شقاوت کی پرواہ نہ کرے حتیٰ کہ موت سے بھی نہ ڈرے۔

تعریف شجاعت :۔ انسان جب اپنی قوت غضبی کے نقطۂ اعتدال کو پالیتا ہے اور اس کو یہ ملکہ و مہارت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ قوت غضبی کو افراط و تفریط کی منازل سے دور رکھ سکے تو وہ فضیلت شجاعت کا مالک بن جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ قوت غضبی پر ایسا قابو حاصل ہو جائے کہ وہ نہ حد افراط پر پہنچے اور نہ حد تفریط پر۔ بلکہ اس کی قوت غضبی صرف اس موقعہ پر صرف ہو۔ جو عند العقل وادراک صحیح ہو۔ تو فضیلت شجاعت پیدا ہوتی ہے۔ مرد شجاع کی پر دلی اور دلیری و سیر چشمی کا اقتضاء یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کو بنظر حقارت نہ دیکھے۔ نہ کسی پر ظلم کرے بلکہ وہ اپنے سے پست تر افراد کو بھی بہ نظر احترام و مساوات دیکھے۔ اور ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا رہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ صرف اس لئے کہ مرد شجاع کو یہ خوف نہیں ہوتا کہ پست و کمزور فرد کو اگر وہ مساوی سمجھے گا یا اس کو اپنے حسن سلوک سے طاقت پہنچائے گا۔ وہ کمزور انسان طاقت پاکر یا تفوق کے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس مرد پہ کبھی غالب آجائے گا۔ بخلاف اس کے مرد شجاع کا فطری تقاضا یہی ہوتا ہے کہ وہ ہر فرد کو بلند سے بلند تر دیکھے کیوں؟ صرف اس لئے کہ جتنا بلند و طاقت ور ماحول اُس کو ملے گا اُس کو اسی قدر اپنی بلندی اور طاقت کی از خود داد ملتی رہے گی۔ اور یہ چیز اس کے فطرت کے خلاف ہے کہ وہ بلند ترین فرد سے بھی اپنے کو مغلوب سمجھے۔ لہٰذا مرد شجاع اپنے سے پست تر افراد کو بھی اپنے مساوی مرتبہ دیکھتا ہے اور ہمیشہ دوسروں کے ساتھ بہ تواضع و انکسار پیش آتا ہے۔

جب انسان طلب ذکر جمیل میں نڈر ہو جاتا ہے اور وہ ہر خطرۂ جان کا مقابلہ اس لئے کرنا چاہتا ہے کہ وہ اہل عالم میں بہ نیکی مشہور ہو جائے تو ایسی حالت میں وہ بلند ہمت کہلاتا ہے۔ اپنی راحت و تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے اور اپنے نفع و نقصان کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف وہ کام اختیار کر لیتا جو اس کے ذکر جمیل و اوصاف و محامد کا سبب ہو انسان کی شجاعت پر مبنی ہے اسی لئے علو ہمت کو تحت فضیلت شجاعت شمار کیا گیا ہے۔ مرد شجاع ہی ایسا کر سکتا ہے کہ دنیا کی کسی طاقت و قوت و حکومت کا خوف نہ کرے اور اپنے ذکر جمیل کی راہ میں جو بھی سنگ گراں نظر آئے اُس کو ہٹا دے۔ لہٰذا ایسے ہی انسان کو بلند ہمت و عالی ہمت کہتے ہیں۔

علو ہمتی ہو یا تواضع بہ ظاہر یہ دونوں مختلف اوصاف انسانی ہیں۔ مگر

ان دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے اور وہ فضیلت شجاعت ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ دونوں صفات بھی بدرجہ کمال ذات مقدس پیمبر اسلام میں موجود تھیں اور آپ کی تواضع و علو ہمتی کا یہ عالم تھا کہ اس سے بہتر مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تاریخی واقعات کی روشنی میں ان صفات پیمبر کا مطالعہ کیجئے۔

واقعہ (۱) حیات القلوب جلد دوم ص۲۱۷

تواضع:۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں تادم مرگ ان پانچ خصلتوں کو ترک نہ کروں گا۔

اوّل ۔ غلاموں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتا رہوں گا۔

دوم ۔ دراز گوش پر بغیر زین اور جھول کے سوار ہوتا رہوں گا۔

سوم ۔ اپنے ہاتھ سے خود اپنی بکریوں کا دودھ دُھتا رہوں گا۔

چھارم ۔ پشمینہ اور اُون کا لباس پہنوں گا۔

پنجم ۔ خورد سال اور بچوں کو سلام کرتا رہوں گا تاکہ یہ میری سنت ہو جائے۔ اور میرے بعد لوگ اس پر عمل کرتے رہیں۔

واقعہ دوم ۔ حیات القلوب جلد دوم ص۲۱۹

تواضع: پیمبر اسلام زمین پر تشریف فرما تھے اور کھانا نوش فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک زن بدریہ اس طرف سے گزری اور پیمبر اسلام سے کہنے لگی۔

"اے خدا کے نبی۔ آپ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں۔ اور غلاموں کی مانند طعام نوش کر رہے ہیں اور غلاموں کی مانند آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔"

پیمبر اسلام نے اس کے جواب میں فرمایا "اے عورت خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ حقیر کون بندہ ہے؟"

اس عورت نے پیمبر اسلام کی یہ عاجزی اور تواضع دیکھی تو کہنے لگی کہ ایک لقمہ مجھ کو بھی دیجئے۔ پیمبر اسلام نے اس کے سوال کو پورا کر دیا۔

واقعہ ۳ تواضع

امام باقرؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ پیمبر اسلام نے کسی چیز پر تکیہ لگا کر کھانا کھایا ہو۔ جب سے آپ مبعوث بہ رسالت ہوئے اور جب تک کہ دنیا سے رحلت فرمائی کبھی تین دن مسلسل گیہوں کی روٹی شکم سیر ہو کر نہ کھائی۔

واقعہ ۳۔ تواضع ص۱۲۳ ۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ پیمبر اسلام نماز میں مصروف تھے کچھ سوار آئے اور پیمبر اسلام

کے حالات دریافت کئے اور پھر اُنھوں نے پیمبر اسلام کی مدح وثناء کی اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ ہم لوگ اس وقت تعجیل میں ہیں ورنہ خود شرف باریابی حاصل کرتے ہمارا اسلام پیمبر اسلام کو پہنچا دینا۔ پیمبر اسلام نے نماز سے جب فراغت حاصل کرلی تو اصحاب نے واقعہ اور ان سواروں کا سلام عرض کیا۔ پیمبر اسلام نے یہ سُن کر اصحاب پر اظہار ناراضگی کیا اور فرمایا کہ مجھ پر یہ بات سخت دشوار و ناگوار ہے کہ کوئی شخص آئے۔ مزاج پرسی کرے اور اس کی خاطر و تواضع نہ کی جائے۔ اور اس کو کھانا نہ کھلایا جائے اصحاب نے معذرت کی۔

واقعہ ۴ تواضع صـ۲۲۳ ایک دن پیمبر اسلام مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں کسی انصاری کی ایک کنیز آئی اور اُس نے پیمبر اسلام کی چادر کا ایک کنارہ پکڑ لیا۔ پیمبر اسلام نے خیال کیا کہ شاید اس کنیز کو کوئی کام ضروری ہے آپ کھڑے ہو گئے۔ اس کنیز نے کچھ نہیں کہا آپ پھر بیٹھ گئے۔ اس کنیز نے پھر دامن چادر پکڑ لیا آپ پھر کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ کنیز خاموش ہو گئی۔ اسی طرح تین بار کنیز نے دامن چادر کو ہاتھ میں پکڑا اور پیمبر اسلام ہر بار کھڑے ہوتے۔ چوتھی مرتبہ اس کنیز نے آپ کی چادر کا ایک تار جدا کر کے لے لیا۔ اصحاب پیمبر اسلام کو کنیز کی یہ گستاخی ناگوار ہوئی اور وہ الفاظ غضب کہنے لگے۔ پیمبر اسلام نے ان کو بُرا کہنے سے روکا۔ آخر اصحاب نے پوچھا کہ تونے یہ گستاخی کیوں کی۔ اس کنیز نے عرض کیا کہ مجھ کو میرے مالک نے خدمت پیمبر میں اس لئے بھیجا تھا کہ آپ کی چادر کا ایک تار ہیں لے جاؤں تاکہ بیمار کے گلے میں باندھا جائے اور اس کی برکت سے شفا حاصل ہو جائے۔ مگر جب میں دامنِ چادر پکڑتی تھی تو پیمبر اسلام کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں بوجہ خجالت سوال نہیں کرسکتی تھی آخر چوتھی بار میں نے خود ایک تار چادر سے جدا کرلیا۔

واقعہ ۵ تواضع واقعہ مندرجہ ذیل سے واضح ہوگا کہ پیمبر اسلام غربا و اسلام کو اپنے مساوی سمجھتے تھے اور اگر کسی موقعہ پر اُن کی دل شکنی کا معمولی گمان بھی ہوتا تھا تو اُن سے معذرت فرماتے تھے اور خود تشنہ و گرسنہ رہنے کو پسند کرتے تھے، مگر غرباء اسلام کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔

حیات القلوب صـ۲۲۴

منقول است کہ ہیچ چیز از دنیا آں حضرت را بیشتر خوش نمی آمد مگر آنکہ در دنیا گرسنہ و ترساں باشد۔

حدیث امام جعفر صادقؑ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پیمبر اسلام کو دنیا کی تمام چیزوں میں سے سب سے زیادہ پسند دو چیزیں تھیں۔ ایک تو بھوکا رہنا دوسرے خوف خدا۔

ایک مرتبہ لوگ کچھ سامان پیمبر اسلام کے لئے لائے۔ آپ نے وہ سب سامان اہل صفہ (غربائے اسلام) کو تقسیم کر دیا۔ مگر بعض اہل صفہ حصّہ پانے سے باقی رہ گئے۔ پیمبر اسلام نے ان سے معذرت کی اور فرمایا کہ میں تم لوگوں سے معافی چاہتا ہوں کہ میں تم سب کو وہ سامان تقسیم نہ کر سکا کیوں کہ تم میں سے بعض کی حالت سقیم تھی اور ان کو انتہائی پریشانی میں دیکھا لہٰذا اُس کو دیدیا۔ تم لوگ میرا عذر قبول کرو۔

واقعہ ۶ تواضع — ص۲۲۸ منقول از امام جعفر صادق۔ پیمبر اسلام اصحاب کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے کہ آپ کی خواہر رضاعی آگئی۔ پیمبر اسلام نے جیسے ہی اُس کو دیکھا آپ مسرور ہوئے اور اپنی عبا زمین پر بچھادی تاکہ وہ اس پر بیٹھ سکے۔ اور پھر اُس سے بات چیت کرتے رہے اور ہنستے رہے۔

واقعہ ۷ تواضع — ص۲۴۱ شیخ طبرسی کا بیان ہے کہ پیمبر اسلام کی تواضع اور انکسار اس حد پر تھا کہ آپ جنگ خیبر و جنگ بنی قریظہ اور جنگ بنی النظیر میں خچر پر سوار تھے اور اس کی لگام اور زین لیف خرما کی بنی ہوئی تھی۔

پیمبر اسلام بچوں اور عورتوں کے سلام کرنے میں پیش دستی فرماتے تھے ایک دن پیمبر اسلام راہ سے گزر رہے تھے ایک شخص نے گفتگو شروع کی مگر وہ دوران تقریر کانپ رہا تھا۔

پیمبر اسلام نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی کیوں ڈرتا ہے۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔

واقعہ ۸۔ ناسخ التواریخ ۴۹ جلد اوّل کتاب !! (ترجمہ)

تواضع:۔ ابو جہل نے اہل مکہ و قریش مکہ کو جمع کیا اور کہا کہ محمد نے ارادہ جنگ کر لیا ہے اس سے پہلے کہ وہ ہم پر حملہ کرے ہم کو چاہیئے کہ ہم مدینہ پر حملہ کر دیں۔ پس دو سو بہادران عرب عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں جانب مدینہ روانہ ہوا۔ جب پیمبر اسلام کو ان کا حال معلوم ہوا تو آپ نے ابو عبیدہ بن حارث کو ساٹھ افراد کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور علم اسلام کا پھریرہ سفید باندھا۔ اور ابوبکر بن تحافہ کے غلام مسلم بن ابان کو علمدار لشکر اسلام کیا۔ اس علم کے بارہ میں صاحب ناسخ التواریخ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

کہ دریں سریہ مسلم بن ابان مولائے ابوبکر را علمدار فرمود و اوّل علمے کہ در اسلام بستہ شد دریں سریہ بود......	اس سریہ میں ابوبکر کے غلام مسلم بن ابان کو پیمبر اسلام نے علمدار لشکر مقرر کیا۔ اور یہ سب سے پہلا علم تھا جو پیمبر اسلام نے سجایا اور جس کا علمدار ایک غلام کو بنایا۔

طبقات انسانی میں سب سے بلند ذات بلحاظ قوانین دنیا داری کے حاکم وقت ہوتا ہے۔ اور سب سے

پست تر ذات غلام وزرخرید انسان کی ہے۔ پیمبر اسلام بلحاظ طبقات انسانی بلحاظ خاندان و بلحاظ صفات بلحاظ علم و بلحاظ اخلاق و بلحاظ حکومت اعلیٰ طبقہ میں تھے اور اس وقت مسلمانوں میں بھی اعلیٰ ترین افراد موجود تھے مگر پیمبر اسلام کی نظر انتخاب نے مسلم بن ابان کو منتخب کیا اور لشکر کا پہلا علمدار بنا دیا۔ گویا آپ نے ابتداء اسلام ہی سے درس اخلاق۔ تواضع و انکسار و غلام نوازی شروع کر دیا۔ اور اہل اسلام کو بتا دیا کہ اعلیٰ بلندیوں تک رسائی اُسی وقت ہو سکتی ہے جب انسان تواضع کا خوگر ہو جائے۔

رایت و لوا دو قسم کے نشان فوج ہیں۔ بعض مورخین نے ان کو ہم معنی تصور کیا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے پیمبر اسلام کے رایت کا پھریرہ سیاہ رنگ تھا اور آپ کے لوا کا پھریرہ سفید تھا۔ سب سے پہلے جو رایت پیمبر اسلام نے سجایا وہ غزوہ ابوا میں حمزہ کو دیا گیا تھا۔ اور پیمبر اسلام نے سب سے پہلے جو لوا سجایا وہ سریہ ابو عبیدہ میں غلام ابو بکر کو عطا ہوا۔ جن کا نام مسلم ابن ابان تھا۔

واقعہ ۹ تواضع در کار محنت

جنگ خندق میں پیمبر اسلام نے خندق کھودنے کا حکم اصحاب کو دیا تھا۔ اصحاب پیمبر خندق کھود رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک سخت و بزرگ پتھر خندق میں ظاہر ہوا۔ اصحاب نے اس کو تیشہ سے کاٹنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی وہ سب مل کر پیمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیمبر اسلام اس وقت تھکے ہوئے تھے مسجد کی زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور تین دن کی بھوک کی وجہ سے پتھر شکم مبارک پر باندھے ہوئے تھے۔ تقاضائے وقت تو یہی تھا کہ بحیثیت حاکم و سپہ سالار ہونے کے دیگر اصحاب کو حکم دیدیا جاتا کہ وہ پتھر کے توڑنے میں ہمت نہ ہاریں اور بار بار کوشش کرتے رہیں۔ پیمبر اسلام اگر ایسا کرتے تو یہ تفوق حاکمیت تھا اور بجائے خود جائز اور مناسب فعل تھا مگر پیمبر اسلام نے اصحاب کی عاجزی کو دیکھتے ہوئے وہ طریقہ اختیار کیا جو متواضعانہ اور منکسرانہ و عاجزانہ تھا آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور خندق میں جاکر اُس سنگ گراں و سخت پر تیشہ کے تین وار کیے اور اُس کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور آپ نے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی کہ جس طرح اس سنگ کے ٹکڑے ہو گئے ہیں اسی طرح میرے اصحاب کو ممالک دنیا پر جلد فتح حاصل ہوگی اور قیصر و کسریٰ کے دفائن و خزائن پر ان کا قبضہ ہوگا۔

پیمبر اسلام کے اس انداز تواضع و انکسار کا یہ اثر ہوتا تھا کہ اصحاب پیمبر بجان و دل آپ کے حکم کی تعمیل کرنے کو اپنا فخر متصور کرتے تھے۔

تواضع ۔ اسی جنگ کا ذکر ہے کہ پیمبر اسلام تین دن کی بھوک میں خندق کھود

رہے تھے اور آپ کے چہرہ سے آثار تکان محسوس ہو رہے تھے۔ ایک جاں نثار صحابی جابر بن عبداللہ نے یہ دیکھ کر پیمبر اسلام کی خدمت میں دست بستہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کو انتہائی گرسنہ دیکھ کر میں گھر گیا اور ایک بکری کا بچہ جو فربہ و توانا تھا ذبح کیا اور اس کو آپ کے لئے بریاں کیا ہے آپ میرے ہمراہ مکان پر چلیں اور اس کو نوش فرمائیں۔ آپ نے سُنا اور جابر کو دعا دی اور حاضرین خندق کو آواز دی یا اھل الخندق ان جابراً صنع لکم شوراً فحیّ ھلاکم اے خندق والو جابر نے تمہارے لئے خورش تیار کی ہے چلو۔ جابر نے پیمبر اسلام کے یہ الفاظ سُنے تو ان پر سکوت طاری ہو گیا اور سوچنے لگے کہ اتنا سا گوشت اتنی تعداد کثیر کے لئے کیوں کر کافی ہوگا۔ بہر حال پیمبر اسلام خانۂ جابر پر گئے اور سب کو کھلایا اور خود کھایا اور شکم سیر ہو گئے۔

یہ تو واقعہ تاریخی تھا جو درج ہوا مگر اس واقعہ نے پیمبر اسلام کے اخلاق کریمانہ پر کافی روشنی ڈالی۔ آپ کی شان اس موقعہ پر حاکمانہ تھی۔ آپ کا وجود تمام اہل خندق کی فتح کی ضمانت اور آپ کی زندگی سب کے لئے باعثِ تقویت تھی۔ غذا کا تین دن سے فقدان تھا ایسی حالت میں جابر بن عبداللہ کا خیال صحیح تھا کہ سردار فوج کی جان بچالی جائے اور ان کو قوت لایموت مہیا کر دیا جائے بے شک جابر کی یہ دور اندیشی قابل تعریف ہے اور آپ کی تواضع بھی قابل ستائش و مدح ہے مگر پیمبر اسلام اگر اس خوراک کو تنہا نوش فرما لیتے تو بحیثیت حاکم لشکر ہونے کے تو آپ کا یہ فعل درست ہوتا اور اس پر کوئی بھی اعتراض کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ تاریخ عالم گواہ ہے کہ شاہ وقت کی جان بچانے کے لئے عوام کے مال اور جان کو قربان کر دینا ہی اصل سیاست ہے اور عین مطابق قانون جنگ مگر پیمبر اسلام صرف دنیوی فاتح نہ تھے بلکہ آپ معلم اخلاق اور معلم اصول معاشرت انسانی تھے لہٰذا اس موقعہ پر آپ کا تنہا اس کم مقدار خورش کو کھا لینا صرف شکم پروری کے مرادف ہوتا لہٰذا آپ نے اعلیٰ اخلاق پر عمل کیا اور اہل خندق میں سے کسی ایک فرد کو بھی بھوکا نہ رکھا بلکہ صلائے عام دیدی اور اپنے خدا پر بھروسہ کر کے اس کم تعداد طعام کو سب پر تقسیم کر دیا اور خدا نے اس میں برکت دی پیمبر اسلام کے اس عمل سے اخلاق کے دو عظیم درس ملے۔ اوّل تو یہ کہ تواضع اور انکسار نفس لوازم انسانیت ہے، دوم ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ متواضع ہونے کو ہر حال میں ترجیح دے چاہے خوراک کتنی ہی کم مقدار ہو۔ کمی خوراک انسان کو دوسرے انسان پر مہربانی و محبت کرنے سے نہ روک سکے۔ بلکہ انسان کے کردار میں نمایاں صفت یہ ہونی چاہیئے کہ بد سے بدتر حالت میں بھی قوانین اخلاق کی پابندی باقی رہے۔

واقعہ ۱۱۔ تواضع ۔ ۵ھ ذی الحجہ کا واقعہ ہے کہ بنی قریظہ بوجہ اپنی شرارت و عہد شکنی کے

محاصرہ میں کر کے گرفتار کئے گئے۔ سعد بن معاذ جنگ خندق میں تیر سے زخمی ہو چکے تھے۔ لیکن جب سعد بن معاذ حبان بن العرقہ کے تیر سے زخمی ہوئے تو انھوں نے خدا سے دعا کی "خدایا اگر تیرے حبیب کو قریش سے جنگ کرنا ہو گی تو مجھ کو اس وقت موت سے بچا لے تاکہ میں پیمبر اسلام کی مدد کروں اور قریش سے جنگ کر سکوں میں قریش سے جنگ کرنے کو دوست رکھتا ہوں۔ سعد بن معاذ کی دعا قبول ہو گئی اور سعد اس زخم تیر سے جانبر ہو گئے اور جب پیمبر اسلام نے بنی قریظہ کے قتل سے فراغت پائی تو آپ سعد بن معاذ کے پاس تشریف لائے سرہانے بیٹھ گئے سعد کے سر کو اپنے زانوئے مبارک پر رکھ لیا۔ اور دعا فرمائی۔ الٰہی سعد نے تیری راہ میں تکالیف اٹھائی ہیں۔ تیرے رسول کی تصدیق کی ہے اور حقوق اسلام کو جو اس کے ذمہ تھے ادا کیا ہے۔ تو سعد کی روح کو اپنے دوستوں کی روح کی مانند قبض فرما" پیمبر اسلام درگاہ خدا میں یہ دعا کر رہے تھے اور سعد غافل اور مدہوش پڑے تھے۔ پیمبر اسلام کی آواز سے بابرکت سے سعد کی آنکھ کھل گئی۔ حبیب رب العالمین کو اپنے سرہانے پایا۔ عرض کیا۔ "السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ بے شک آپ نے حق رسالت کو ادا کر دیا" اس کے بعد سعد نے اپنا سر پیمبر اسلام کے زانو سے ہٹا لیا اور زمین پر رکھ لیا۔ اور پیمبر اسلام سے معذرت کی اور معافی طلب کی۔ اس کے بعد سعد کی روح اعلیٰ علیین کو پہنچ گئی۔ اس کے بعد جبرئیل نے نازل ہو کر سعد کے جنتی ہونے کی بشارت سنائی اور پیمبر اسلام جنازہ سعد کے ساتھ کاندھا دیتے ہوئے جنت البقیع تک تشریف لے گئے۔ سعد کی نماز جنازہ آپ نے خود پڑھائی اور بوقت دفن آپ نے بآواز بلند تکبیر کہی تاکہ سعد کے لئے تنگی قبر میں کشادگی پیدا ہو جائے۔ (ناسخ۔ واقعہ بنو قریظہ)

پیمبر اسلام کا سلوک سعد بن معاذ کے ساتھ انتہائی متواضعانہ اور منکسرانہ تھا، اور آپ نے اس موقعہ پر ایک اعلیٰ نمونہ تواضع و علو ہمتی کا پیش فرمایا ہے۔ سعد بن معاذ کو احساس ہوا اور حالت نزع میں احساس ہوا کہ پیمبر اسلام کے زانو پر اس کا سر خلاف ادب ہے اسی وجہ سے انھوں نے اپنا سر زمین پر رکھ لیا۔ مگر پیمبر اسلام نے سعد کی شرکت تا لحد کی اور عاقبت کے لئے درگاہ خداوندی میں دعائیں کیں۔ یہی اخلاق اور تواضع اس قابل ہے جو اہل عالم کے لئے دستور العمل حیثیت بن سکے۔

واقعہ ۱۲۔ تواضع و علو ہمت

جنگ خندق کی شکست کے بعد ابو سفیان نے قریش کو جمع کیا۔ اور کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو مدینہ جا کر محمد کو قتل کر دے۔

محمدؐ سڑک اور بازاروں میں تنہا جاتے ہیں۔ ایک عرب نے کہا کہ اگر تو میرے اہل و عیال کا انتظام کردے تو میں یہ کام کر دوں۔ ابوسفیان نے وعدہ کیا وہ اعرابی مدینہ آیا اور ایک تلوار اپنے لباس چھپا، مدینہ میں گشت کرنے لگا۔ اس کو معلوم ہوا کہ اس وقت پیمبر اسلام مسجد میں موجود ہیں اعرابی مسجد میں آیا اور دریافت کیا کہ تم میں پسر عبدالمطلب کون ہے؟ پیمبر اسلام نے فرمایا۔ انا بن عبدالمطلب (میں پسر عبدالمطلب ہوں) اعرابی یہ سُن کر واپس ہوا۔ مگر اسید بن حضیر نے جھپٹ کر اس کو روک لیا اس کی جامہ تلاشی لی تو ایک تلوار برآمد ہوئی۔ اسید نے کہا کہ اے اعرابی تجھ کو اتنی گستاخی نہ کرنی چاہئے تھی۔ سچ بتا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اس اعرابی نے پیمبر اسلام سے امان چاہی، جب امان مل گئی تو اس نے کل واقعہ بیان کیا۔ اسید نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ دوسرے دن پیمبر اسلام نے اس اعرابی کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ تو آزاد ہے جہاں چاہے چلا جا۔ اور تیرے لئے بہتر یہ ہے کہ تو مسلمان ہو جا۔ اعرابی نے پیمبر اسلام کے اخلاق علو ہمت و تواضع کا اقرار کیا اور اسلام قبول کیا اور کچھ روز کے بعد باجازت پیمبر اسلام اپنے وطن کو واپس ہو گیا۔

ناظرین غور فرمائیں اور اس واقعہ کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس اعرابی کا جرم کتنا سنگین تھا اور اُس کی سزا قانون سیاست و حکومت میں صرف گردن زدنی تھی، مگر پیمبر اسلام کے طرز عمل اور تواضع نے اس کے دل کو مفتوح کر لیا اور ہمیشہ کے لئے اس کو بندہ بے دام بنا لیا۔

واقعہ ۱۳۔ تواضع و علو ہمت و بندہ نوازی

۵ھ میں غزوہ ذات الرقاع واقع ہوا اس سے واپسی پر پیمبر اسلام کا گزر جابر بن عبداللہ کی جانب ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ جابر بن عبداللہ ایک کمزور اور ناتوان اونٹ پر سوار ہیں اور اس کو تیز رفتاری کے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ پیمبر اسلام نے جابر سے دریافت کیا کہ اے جابر اتنی جلدی جانے کی کیا وجہ ہے۔ جابر نے عرض کیا کہ میں نے عقد ثانی کیا ہے میں بہ تعجیل مدینہ پہنچنا چاہتا ہوں ...... پیمبر اسلام نے جابر سے پوچھا کہ تمھارے باپ کے ذمہ کیا کچھ قرضہ ہے جس کا ادا کرنا تم پر واجب ہے؟ جابر نے عرض کیا۔ ایسا ہی ہے پیمبر اسلام نے اس قرض کے ادا کرنے میں مدد دینے کا وعدہ فرمایا۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ تم اپنے اس نحیف اور ناتوان اونٹ کو بیچنا چاہتے ہو؟ جابر نے عرض کیا۔ جی سرکار۔ پیمبر اسلام نے چالیس درہم کو وہ اونٹ خرید لیا اور آپ سے اجازت لی کہ مدینہ تک اس پر سفر کرے۔ مدینہ پہنچ کر وہ سپرد کر دے گا۔ پیمبر اسلام نے اجازت دیدی اور اس کے بعد اس شب بھی پیمبر اسلام نے جابر کے واسطے بدرگاہِ خدا ستر مرتبہ استغفار کیا۔ اور دعا کی۔ آپ جب مدینہ پہنچے تو آپ نے جابر کو اونٹ کی قیمت ادا کر دی

اور وہ اونٹ بھی جابر ہی کو دے دیا۔ اور اُس کے باپ کے قرض کی ادائیگی میں بھی مدد فرمائی (تاریخ جلد ۲۳)

یہ واقعہ پیمبر اسلام کی مختلف صفات کا آئینہ دار ہے۔ سخاوت ایثار۔ تواضع محبت اور مروت وغیرہ متعدد فضائل پیمبر اس واقعہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

واقعہ ۱۴۔ تواضع و علو ہمت ۶ ھ معاملہ ابن الاکوع

۶ ھ کا واقعہ ہے کہ پیمبر اسلام کے ایک صحابی نے خدمت پیمبر اسلام میں عرض کیا کہ مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں آپ کے اونٹوں کو چراگاہ میں چرانے کے لئے لے جاؤں۔ اور کچھ دنوں چراگاہ میں ہی قیام کروں۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔

اے ابوذر غفاری! تم چراگاہ نہ جاؤ۔ مگر ابوذر غفاری نے جذبۂ خدمت میں سرشار ہو کر بار بار درخواست کی آخر پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اے ابوذر میں دیکھ رہا ہوں کہ جب تم چراگاہ میں مقیم ہو تو قبیلہ غطفان تم پر حملہ کرے گا اور تمہارے فرزند کو شہید کر دے گا۔ مگر ابوذر نے پھر بھی دست بستہ التماس کی۔ آخر پیمبر اسلام نے مجبور ہو کر اجازت دیدی۔ ابوذر غفاری اونٹوں کو ہمراہ چراگاہ پہنچ گئے۔

ایک دن عینیۃ بن حصین فزاری نے چالیس سواروں کو ہمراہ لے کر خفیہ طور پر حملہ کر دیا اور پیمبر اسلام کی ملکیت بیس اونٹوں کو چراگاہ سے لے گیا اور ایک عورت کو گرفتار کر لیا۔ ابوذر غفاری کا فرزند دلبند بھی کام آگیا اور شہید ہو گیا۔ ادھر مدینہ کی جانب سے مسلمۃ بن الاکوع اور پیمبر اسلام کا غلام رباح آرہے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ پیمبر اسلام کے اونٹوں کو عینیہ لئے جا رہا ہے۔ اس نے فوراً ہی ایک شخص کو پیمبر اسلام کی اطلاع کے لئے روانہ کیا۔ اور خود ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ اور دشمنوں پر تیر اندازی شروع کر دی اور ران کو زخمی کیا اور اسی طرح دم لے لے کر پہاڑی سے پتھر اور تیر دشمنوں پر پھینکتا رہا حتیٰ کہ وہ لوگ بھاگے اور اونٹوں کو چھوڑ گئے۔

اس طرف پیمبر اسلام کو خبر ملی آپ نے مقداد اسود و عباد بن بشر و اسید بن ظہیر وغیرہ کو کمک کے لئے روانہ فرمایا اور خود بھی روانہ ہوئے۔ آخر م اسدی دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ آخر بہادران اسلام نے دشمنوں کا تعاقب کیا اور وہ فرار کر گئے۔ چشمہ ذی قردہ پر پیمبر اسلام سے ملاقات ہو گئی۔ اور اب لشکر اسلام کے پانصد پیادہ اس میدان میں موجود تھے۔ ابن اکوعؓ نے خدمت پیمبر اسلام میں عرض کیا یا رسول اللہ" اگر

اجازت زود صد تن ازیں لشکر را اختیار کردہ از دنبال کفار بروم و یک تن از ایشان را زندہ نگذارم۔

اے پیمبر خدا —— اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو لشکر اسلام کے ایک سو بہادروں کو ہمراہ لے کر دشمنوں کا تعاقب کروں اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں۔

پیمبر اسلام نے فرمایا اے ابن اکوع ایسا ہی کروگے؟ عرض کیا جی ہاں۔ آپ کی ذات اقدس کی قسم ایسا ہی کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس وقت وہ لوگ قبیلہ غطفان کی دعوت میں شریک ہیں اور فرمایا:۔

یابن الاکوع اذا ملکت فاسمح —— اے پسر اکوع جب دشمن پر قابو پالو تو اس سے درگذر کرو۔

(ناسخ جلد ا ص ۳۴۱)

نتیجہ:۔ دشمنانِ اسلام نے خود ہی شرارت کی۔ چراگاہ سے پیمبر اسلام کے اونٹ لے بھاگے محافظ شتران کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد بھی باقاعدہ مقابلہ کر کے جنگ کرتے رہے اور متعدد افراد طرفین کے قتل ہوئے۔ گویا معاملہ معمولی جھڑپ تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ مدینہ سے پیمبر اسلام معہ پانسو افراد لشکر کے موقعہ پر پہنچ گئے۔ اب تو یقیناً دشمنوں سے انتقام لینا ہی چاہئے تھا۔ اور ان کی چیرہ دستی کا ان کو جواب دینا بالکل حق بجانب تھا مگر پیمبرِ اسلام کی علو ہمت و رواداری و مسامحت نے اس معاملہ کو اتنا معمولی تصور کیا کہ آپ نے انتقام لینے سے درگذر کیا۔ بلکہ ابن الاکوع اپنے جاں نثار صحابی کے جذبۂ انتقام کو بھی فرو کر دیا اور فرمادیا کہ جب دشمن پر قابو پالو تو اس کو معاف کر دو۔ یہ اسوۂ حسنہ ہی قابلِ تقلید بن سکتا ہے۔

واقعہ ۱۵۔ تواضع و عفو شوہر حلیمہ

زید بن حارثہ کو ۶ھ میں پیمبر اسلام نے مقام جموم جو بطن نخلہ کے قریب ہے بھیجا۔ چند افراد لشکر اسلام کے ان کے ہمراہ کر دئیے۔ قبیلہ مزنیہ کے ایک گروہ کو جو راہزنی کرتا تھا زید بن حارثہ نے گرفتار کر لیا۔ اس کا سامان اور اسباب مسلمانوں نے قبضہ میں کر لیا اور اُن کے اسیروں کو مدینہ لائے۔ اس گروہ میں حلیمہ سعدیہ کا شوہر بھی تھا۔ پیمبر اسلام کو جب معلوم ہوا کہ شوہر حلیمہ اسیروں میں ہے تو آپ نے اُس کو آزاد کر دیا اور اس کا سامان اُس کو واپس دلوا دیا گیا۔

پیمبر اسلام کی علو ہمت و تواضع و عفو کا اعلیٰ نمونہ واقعہ مذکور پیش کرتا ہے۔

واقعہ ۱۶۔ علوہمت و عفو
واقعہ ابو العاص و صلہ رحم

۶ھ میں پیمبر اسلام نے زید بن حارثہ کو مامور کیا کہ قریش کے پندار خودی و غرور ہمچو من دیگرے نیست توڑ دینے کے لئے ان کے قافلہ کو گرفتار کر لیا جائے۔ زید نے معہ چند مسلمانوں کے اس قافلہ پر حملہ کیا اور اُن کو گرفتار کر کے ان کا سامان لے لیا۔ وہ مدینہ لائے گئے۔ ابو العاص بن ربیع شوہر زینب دختر پیمبر اسلام بھی اس قافلہ میں تھا۔ وہ پہلے سے ہی مفرور ہو کر مدینہ آیا اور زینب کے گھر میں پناہ لے لی۔ پیمبر اسلام جب صبح کی نماز کے لئے برآمد ہوئے تو زینب نے صدائے بلند سے کہا۔ انی قد اجرت ابا العاص۔ میں نے ابا العاص کو پناہ دی ہے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ مجھ کو اس کی گرفتاری کی اطلاع نہ تھی بہر حال جس کو اے زینب تم نے پناہ دی اُس کو میں نے پناہ دی ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں سے پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں نے ابا العاص کو آزاد کر دیا اگر تم چاہو تو اس کا مال و اسباب اُس کو واپس کر دو۔ اصحاب پیمبر اسلام نے ابا العاص کا کل مال و اسباب واپس کر دیا۔ ابا العاص وہ سامان لے کر اونٹوں پر بار کر کے مکہ واپس گیا۔ اور جس جس کا جو سامان اُس کے پاس تھا وہ ان افراد کو واپس کر دیا اور کہا کہ اگر تم لوگ مجھ پر طعنہ زنی نہ کرتے کہ خوف جان سے مسلمان ہو گیا ہوں تو میں پیمبر اسلام کے اخلاق کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتا۔ اس کے بعد اُس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

نتیجہ: خلاصہ۔ (۱) پیمبر اسلام نے قافلہ قریش کو گرفتار کرایا۔

(۲) زینب کے سفارش پر ابو العاص دشمن اسلام کو آزاد کر دیا اور اُس کا مال کثیر واپس کرا دیا۔

(۳) ابو العاص آزاد ہونے کے بعد بھی کافر ہی رہا اور اس نے مکہ جا کر سامان لوگوں کو سپرد کر دیا۔

(۴) ابو العاص کے دل پر پیمبر اسلام کے اخلاق کا یہ اثر ہوا کہ اس کے دل میں اسلام نے گھر کر لیا۔

(۵) پیمبر اسلام نے زینب کی سفارش قبول کی اور فرمایا کہ ایک مسلمہ کی پناہ گویا میری پناہ ہے۔

بعض انگریز مورخین نے پیمبر اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ در حقیقت ان مورخین کی کم علمی اس اعتراض کا سبب ہے۔ قوانین جنگ کی روشنی میں اگر ان واقعات کو دیکھا

جائے تو یہ غارت گری نہ تھی بلکہ موجودہ زمانہ ترقی ۱۹۶۵ء تک یہ قانون جنگ موجود ہے جس پر دنیا کی دو سب سے بڑی طاقتیں "روس و امریکہ" عمل کر رہی ہیں کہ دشمن ملک اور فوج کا سامان رسد ہر ممکن طریقہ سے بند کر دیا جائے اور جنگ عظیم کو بچانے کے لئے مقامی دشمن کو کمزور بنانے کے لئے آب و دانہ بھی روک لیا جائے۔ امثال دینے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ میری یہ تالیف سیاسی نہیں ہے۔ لہذا میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ خود ناظرین ۱۹۶۵ء کے ان واقعات سے باخبر ہیں۔

پیمبر اسلام نہیں چاہتے تھے کہ انسانوں کا کشت و خون زیادہ ہو اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ قریش اسلام کے بدترین دشمن ہیں باوجود پے در پے شکستوں کے بھی وہ جنگ عظیم کی تیاریوں سے باز نہیں آرہے ہیں۔ غیر ممالک میں اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں اور غیر ممالک سے سامان حرب و رسد بھی فراہم کرتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ قافلہ مال تجارت لے کر جا رہا ہے اور آرہا ہے۔ اس زمانہ میں بھی ایسا کیا جاتا ہے کہ دوست ملکوں کی مدد سامان جنگ سے کی جاتی ہے اور بہانہ ادویہ رسانی، رسد رسانی، اور فاقہ شکنی کرانے کا کیا جاتا ہے۔ اور آئے دن مخالف اقوام اس قسم کی مدد کا سراغ لگا لیتے ہیں اور اس پر احتجاج کیا کرتے ہیں۔ در حقیقت یہ قوانین جنگ ہیں۔ اس سے غرض یہ ہوا کرتی ہے کہ اپنے حلیف اور کمزور دوست کو اپنے حریف اور طاقت ور دشمن کے حملہ سے بچایا جائے اور جنگ عظیم کی بلائے ناگہانی سے ممالک کو محفوظ رکھا جائے۔

پیمبر اسلام نے کبھی کوئی قافلہ نہ روکا اور نہ لوٹا بلکہ صرف دشمنوں کی طاقت کو کمزور بنانے کے لئے اور ان کو جنگ عظیم کی تیاری سے روکنے کے لئے و نیز رعب اسلام ان کے دلوں پر غالب کرنے کے لئے یہ تدابیر اختیار کیں۔ اگر پیمبر اسلام یا لشکر اسلام کی غرض مال دنیا تھی، تو پھر یہ کیا کہ ابوالعاص کو آزاد بھی کیا جاتا ہے۔ شوہر حلیمہ کو آزاد بھی کیا جائے اور اسی طرح کے صدہا واقعات ہیں جن میں دشمنوں کو آزاد کیا گیا ہے۔ اور ان کا کل سامان بھی ان کو واپس کیا گیا ہے اور آخر پیمبر اسلام کی اس علو ہمتی اور اخلاق کا یہ اثر پڑتا ہے کہ وہ آزاد ہونے والے بہ دل پیمبر اسلام کے اخلاق کے معترف ہوتے ہیں اور صدق دل سے اسلام کو قبول کر لیتے ہیں۔ قابل توجہ یہ امر ہے کہ افعال ظلم سے قلبی نفرت پیدا ہوتی ہے اور افعال شریف سے قلبی محبت و رجحان پیدا ہوتا ہے۔ تاریخ پیمبر اسلام ثابت کرتی ہے کہ اخلاق پیمبر اسلام نے بدترین دشمن کو بہترین دوست بنا دیا اور ان کے دلوں کو اخلاق نبوی نے ایسا مفتوح کیا کہ وہ تا دم زیست جاں نثار ہی رہے۔

اس واقعہ سے پیمبر اسلام کے صلہ رحم کا بھی اعلیٰ ثبوت ملتا ہے۔ انسانی حقوق کی اقسام ہیں جن میں اعزاء اور اولاد کے حقوق سب سے زیادہ گراں ہیں چنانچہ پیمبر اسلام نے زینب کی سفارش کو منظور کیا اور یہ بھی نہ فرمایا کہ زینب اپنے شوہر سے اتنا تو کہہ دو کہ وہ مسلمان ہو جائے تو میں اس کو آزاد کر دوں۔ بغیر کسی شرط کے پیمبر اسلام نے ابوالعاص کو آزاد کر دیا۔ اور یہ صرف قوانین صلۂ رحم کے قائم کرنے کے لئے کیا گیا۔ پیمبر اسلام نے ابوالعاص کو آزاد کیا تو زینب سے کہا کہ جس کو تم نے پناہ دی اس کو میں نے بھی پناہ دی۔ ان الفاظ پیمبر نے یہ ظاہر کر دیا کہ زینب مسلمان تھیں لہذا بحیثیت مسلمان کے ہر مسلم کا فیصلہ اور ارادہ ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ پیمبر اسلام کے اس فعل اور قول نے عام اہل اسلام کے حقوق کو بلند سے بلند کر کے سلسلۂ اخوت اسلامی کو اور بھی مضبوط بنا دیا۔

پیمبر اسلام کے ہر فعل اور ہر قول میں اخلاق کے مختلف اور گوناگوں نمونے ملتے ہیں۔ جویانِ حق کو یہ جواہر ریزے دکھائی دیتے ہیں۔ اور صاحبانِ دل ان پر عمل کو اپنے لئے فلاح دارین تصور کرتے ہیں۔

واقعہ ۱۷۔ تواضع و علو ہمت۔ واقعہ حدیبیہ | بعض واقعات تاریخی کی تکرار مجبوری کرنی پڑتی ہے۔ بہر حال مختصر لکھا جاتا ہے۔ علو ہمت کی تعریف یہ ہے کہ انسان فعل جمیل و ذکر جمیل کی طلب میں اپنی جان کے دینے میں بھی دریغ نہ کرے اور ہر مشکل کو برداشت کر کے۔ ذہنی۔ جسمانی تکالیف کو اپنے حصول مقصد کے لئے بآسانی برداشت کرے۔ واقعہ حدیبیہ اس سلسلہ میں بہت اہم ہے پیمبر اسلام نے خانہ کعبہ کی زیارت یا عمرہ کا ارادہ کیا۔ آپ کے ساتھ چودہ سو مسلمان تھے یہ سب نہتے اور سادہ لباس میں تھے کسی قسم کا سامان جنگ یا اسلحہ ان کے ساتھ نہ تھا۔

پیمبر اسلام نے سب سے پہلے بُسر بن سفیان خزاعی کو ذوالحلیفہ سے مکہ روانہ کر دیا تاکہ وہ اہل مکہ کے ارادہ کو معلوم کر کے واپس آئے چنانچہ بُسر نے واپس آکر مطلع کیا کہ قریش مکہ نے دیگر قبائل سے مدد و کمک لی ہے اور وہ پیمبر اسلام اور مسلمانوں کو زیارت خانہ کعبہ نہیں کرنے دیں گے۔

بدیل بن ورقعہ خزاعی نے خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قریش آپ کو عمرہ سے مانع ہوں گے اور وہ جنگ کی تیاری کر چکے ہیں۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ ہم تو صرف زیارت خانہ کعبہ کے لئے آئے ہیں ارادہ جنگ نہیں ہے اور اگر قریش جنگ کریں گے تو ہم بھی مجبوراً جنگ کریں گے اور اس صورت میں قریش ہی گھاٹے میں رہیں گے ہم تو قربانی کے اونٹ لائے ہیں ان کو قربان کریں گے

تو ان سے گوشت قریش ہی کو لے گا۔ مگر قریش نہ ملنے۔ مختصر یہ کہ آخر پیمبر اسلام نے قریش کی یہ بات مان لی کہ وہ اس سال عمرہ کعبہ نہ بجا لائیں اور ایک معاہدہ تحریری لکھ لیا جائے اور آئندہ سال حج کے لئے آسکتے ہیں۔ پیمبر اسلام نے معاہدہ پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اور آخر معاہدہ حدیبیہ لکھا گیا اور پیمبر اسلام نے قریش کی ہر شرط کو مان لیا تو آپ کے ساتھی عموماً اور مخصوص اصحاب خصوصاً نبوت پیمبر اسلام میں شک کرنے لگے۔

(۱) صحیح بخاری مترجمہ میرزا حیرت دہلوی صفحہ ۲۲ پ ۱۴

(۱۲۱۴) یزید بن ابی عبید کہتے ہیں میں نے سلمہ بن اکوع سے پوچھا تم نے حدیبیہ کے دن رسول خدا سے کس امر پر بیعت کی تھی۔ اس نے جواب دیا "موت" پر۔

صفحہ ۲۲۱ پ ۱۶ (۱۲۲۲)

"...... جاسوس نے آپ کے پاس آکر کہا قریش آپ سے لڑنے کے واسطے جماعتیں اکٹھا کر رہے ہیں، اور انہوں نے آپ کے مقابلہ کے لئے قوم احابیش کو جمع کیا ہے۔ وہ سب آپ سے لڑیں گے اور آپ کو بیت اللہ سے روکیں گے اور وہاں تک جانے نہ دیں گے۔ آپ نے اصحاب سے مشورہ طلب کیا۔ لوگوں سے پوچھا اے لوگو! مجھے مشورہ دو کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ان کافروں کی اہل وعیال کو جا کر غارت کر دوں جو کہ ہم کو بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر وہ ہمارا مقابلہ کریں گے تو اللہ بڑا بزرگ و غالب ہے جس نے جاسوس کو مشرکوں کے شر سے بچا لیا۔

نتیجہ معاہدہ حدیبیہ کے بارہ میں تفصیلی بیان لکھا جا چکا ہے۔ اس موقعہ پر تو صرف اتنا بتانا ہے کہ پیمبر اسلام نے باوجود اہل اسلام کے اصرار و شک نبوت و اختلاف آراء۔ جنگ کو نہ ہونے دیا۔ اور بظاہر یگانہ و بیگانہ کے طعنے و طنز برداشت کئے اور بظاہر اپنی شکست کا اظہار کیا اس میں کیا حکمت عملی و سیاست مضمر تھی اس کا تفصیلی بیان تو باب حکمت میں تحریر کیا گیا مگر اس موقعہ پر پیمبر اسلام کا تحمل و صبر کرنا آپ کی علو ہمتی کی اعلیٰ دلیل ہے۔ پیمبر اسلام نے جنگ سے پہلو تہی نہ کی، بلکہ حملہ کی ابتداء کو پسند نہ کیا اور جو بات ظاہر کی تھی کہ آپ صرف بخیال زیارت خانہ کعبہ مکہ میں داخلہ چاہتے ہیں اسی بات کو باقی رکھا۔ اگر اس موقعہ پر جنگ ہو جاتی تو تاریخ اسلام میں یہ واقعہ باقی رہ جاتا کہ پیمبر اسلام نے اہل مکہ کو دھوکا دیا اور ظاہر تو یہ کیا کہ بخیال عمرہ کعبہ آئے ہیں مگر ارادہ جنگ اور فتح مکہ تھا۔ اور ان کا مقصد خوں ریزی اور غارت گری تھا۔ اس داغ بدنما سے تاریخ اسلام کو بچا لیا اور اپنے اصحاب خاص و عام کی شدید مخالفت کی مطلق پرواہ نہ کی۔

اور نہ اپنی نبوت میں شک ہونے کا لحاظ و پاس کیا۔ آپ نے تو یہ پسند کیا کہ مقصد حقیقی کے حصول میں روحانی۔ جسمانی و ذہنی جو کوفت بھی ہو، اس کو برداشت کیا جائے اور یہی وہ علوہمتی و ثبات پیمبر اسلام تھا جو بعد کو فتح مکہ کا سبب قرار پایا اور بقائے اسلام کا سبب بنا۔ علوہمتی کے بظاہر یہ معنی لئے جاتے ہیں کہ انسان خطراتِ ہولناک کے مواقع پر پیش پیش ہو اور اپنی جان کی بازی لگا دے۔ درحقیقت علوہمتی کا یہ ظاہری رُخ ہے مگر علوہمتی کا باطنی و حقیقی پہلو یہ ہے کہ انسان ذہنی و روحانی صدمات کو اپنے حصول مقصد کے لئے برداشت کرے۔ اس واقعہ سے پیمبر اسلام نے جسمانی۔ ذہنی اور روحانی ہر قسم کی علوہمتی کی مثال قائم کی ہے۔ پیمبر اسلام نے اس موقعہ پر ایسی علوہمتی۔ جوانمردی۔ شجاعت و ثبات قدم و حکمت عملی کا ثبوت اپنے عمل سے پیش کیا ہے کہ خود خالق عالم کو انا فتحنالک فتحا مبینا (آیت ہم) نازل کر کے تصدیق و توثیق عمل پیمبر اسلام کی ہے۔

واقعہ ۱۸۔ علوہمتی واقعہ عقبہ

پیمبر اسلام جب حدیبیہ سے واپس آرہے تھے اور عوام مسلمانوں کے دلوں میں پیمبر اسلام کی جانب سے یہ شک و شبہ پیدا ہو چکا تھا کہ پیمبر اسلام نبی و رسول نہیں ہیں۔ اگر یہ نبی خدا ہوتے تو معاہدہ حدیبیہ میں ایسی کمزور شرائط پر صلح نہ کرتے اور بغیر عمرہ کعبہ ادا کئے ہوئے واپس نہ ہوتے ان کا بغیر عمرہ و زیارت کعبہ بجا لائے واپس مدینہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ نبی و رسول نہیں ہیں۔ کچھ منافقین نے باہم مشورہ کیا اور یہ چاہا کہ گھاٹی سے گزرتے وقت پیمبر اسلام پر حملہ کر دیا جائے۔ حملہ سے پہلے پیمبر اسلام کا اونٹ بھڑکے گا اور چوں کہ گھاٹی کا راستہ بہت تنگ ہے۔ لہذا پیمبر معہ اپنے اونٹ کے بڑے کھڈ یا غار میں گر جائیں گے اور اس طرح پیمبر اسلام اور اسلام کی پابندیوں سے ہم کو نجات مل جائے گی۔

اس واقعہ کو تفصیلی طور پر صفحات و ابواب سابقہ میں لکھا جا چکا ہے۔ اس موقعہ پر تو صرف اتنا بتانا ہے کہ پیمبر اسلام کی علوہمتی و ثبات قدم و شجاعت کا کیا عالم تھا۔ عبارت تاریخی ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم ص ۲۷۱

(۲) ہنگام مراجعت در عرض راہ عقبہ پیش آمد و رسول خدا فرمود بے اجازت من ہیچ کس ازیں عقبہ بالا نہ شود چندانکہ من خود عبور دہم۔

(ترجمہ)۔ حدیبیہ سے واپسی کے وقت گھاٹی عقبہ سے گزر ہوا۔ اسی وقت پیمبر اسلام نے حکم دیا کہ اس عقبہ پر میری بے اجازت کوئی نہ چڑھے جب پہلے میں خود اس پر سے گزر لوں گا۔

اس کے بعد پیمبر اسلام نے حذیفہ یمانی کو حکم دیا کہ وہ آپ کے اونٹ کی مہار کو پکڑلیں اور عمار یاسر سے اونٹ کو پیچھے کی جانب سے ہنکایا۔ جیسے ہی پیمبر اسلام کا اونٹ عقبہ سے گزرنے لگا۔ عبارت تاریخی ملاحظہ ہو۔ تاریخ حوالہ وصفحہ سابقہ۔

(۲) ناگاہ چہاردہ کس شتر سوار پدیدار شد کہ آہنگ پیمبر داشتند رسول خدا بانگ بر ایشاں زد آں جماعت چوں حضرتش را حازم و بینا یافتند از بیش بگمر یختند

(ترجمہ) یکایک چودہ افراد شتر سوار ظاہر ہوئے جو پیمبر اسلام پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ پیمبر اسلام نے اُن کو دیکھا اور بآواز بلند للکارا ان افراد نے جب پیمبر اسلام کو باخبر پایا تو وہ مفرور ہو گئے۔

اس کے بعد پیمبر اسلام نے ان کے نام بتائے اور فرمایا کہ قیامت تک یہ لوگ منافق رہیں گے۔ رفقاء نے عرض کیا کہ آپ حکم کیوں نہیں دیدیتے کہ ہم لوگ ان منافقوں اور ان کے خاندانوں کو تہ تیغ کر ڈالیں آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہے لوگ کہیں گے کہ محمد نے جس جماعت کو ساتھ لے کر دشمنوں پر فتح پائی اُن کو ہی قتل کرا دیا۔

نتیجہ واقعہ عقبہ پر پیمبر اسلام کا خود آگے آگے جانا اور ہر خطرہ کو اپنی ذات کے لئے قبول کرنا دشمنوں کو للکار کر بھگا دینا۔ دشمنوں سے باوجود علم ہونے انتقام نہ لینا۔ یہ سب واقعات آپ کی علو ہمتی۔ ثباتِ قدم و استقلال پر دلالت کرتے ہیں اور اہل دنیا کے لئے اعلیٰ نمونہ عمل پیش کرتے ہیں۔

واقعہ ۱۹۔ علو ہمّت وعفو ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی۔ واقعات تاریخی کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے صرف اتنا بتانا ہے کہ پیمبر اسلام مکہ میں معہ افواج اسلامی کے داخل ہو گئے اور مشرکین مکہ اتنے مرعوب ومغلوب ہو چکے تھے کہ انھوں نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ اہلِ مکہ وہ لوگ تھے جنھوں نے پیمبر اسلام کو نہ مکہ میں چین لینے دیا اور نہ بیرونِ مکہ مدینہ و طائف وغیرہ میں رہنے دیا۔ اہل مکہ کے ظلموں کی داستانیں صفحات تاریخ میں بھری پڑی ہیں۔ مگر بلند ہمت جری و بہادر انسان دشمن پر غالب ہو کر انتقام نہیں لیتا ہے بلکہ اس سے درگزر کرتا ہے پیمبر اسلام نے داخل مکہ ہوتے وقت اپنی کثیر التعداد فوج کو حکم دیا۔

مَنْ دَخَلَ دَارَهٗ وَاَغْلَقَ بَابَهٗ فَهُوَ آمِنٌ (تاریخ)

جو شخص اپنے مکان میں داخل ہو جائے اور اپنا دروازہ بند کر لے تو وہ امن میں ہے کوئی مسلم فوجی اُس پر حملہ نہیں کر سکتا۔ اس فعل پیمبر کو باب عفو میں لکھا جاتا ہے بے شک پیمبر اسلام نے اس واقعہ میں شان عفو عظیم ظاہر کی ہے۔ مگر پیمبر اسلام کی علو ہمتی اور پر دلی پر یہ واقعہ دلالت کرتا ہے

ایسے دشمنوں پر اس طرح رحم و کرم فرمانا اعلیٰ علو ہمتی کا ثبوت ہے۔

واقعہ ۲۰۔ علو ہمت، جنگ حُنین

پیمبر اسلام کے واقعات زندگی ابتدائے عمر سے تا آخر وقت ثابت کرتے ہیں کہ آپ کی علو ہمتی و تواضع ہر محل اور موقع پر بے مثل و بے نظیر رہی ہے تمام غزوات پیمبر و نیز سیاسی معاملات اقوام و ممالک دیگر آپ کی اعلیٰ علو ہمتی کو ظاہر کرتے ہیں۔ کوئی ایک واقعہ بھی آپ کی زندگی میں ایسا نہیں ملتا جو خلاف قانون فلسفہ اخلاق ہو یا جو علو ہمتی و تواضع کے منافی ہو۔ میں متحیر ہوں کہ اس بات میں کس واقعہ زندگی کو تحریر کروں اور کس واقعہ کو ترک کروں کیوں کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اجناس فضائل سے مملو ملتا ہے۔ چونکہ میں اپنی اس کتاب میں مکارم اخلاق پیمبر اسلام کو مدون و جمع کرنا چاہتا ہوں لہذا بقدر استعداد مختلف ابواب کے تحت واقعات زندگی کو درج کر رہا ہوں۔

واقعہ

رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ اس کے بعد ہی شوال ۸ھ مطابق جنوری و فروری سنہ ۶۳۰ء میں غزوہ حنین پیش آیا مسلسل قیادت پیمبر اسلام میں فتوحات حاصل کر رہے تھے لشکر اسلام کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اور مکہ پر فتح عظیم حاصل ہو چکی تھی اب اہل اسلام کو غرور طاقت و قوت پیدا ہو گیا تھا۔ پیمبر اسلام نے مغرورانہ و متکبرانہ الفاظ ادا کرنے سے بار بار روکا مگر پھر بھی عوام تو عوام خواص کے زبان پر بھی کلمات تکبر جاری ہو جاتے تھے جس وقت حنین کی جنگ کے لئے سولہ ہزار کا مسلح لشکر اسلامی روانہ ہوا ہے تو ابو بکر بن قحافہ صحابی پیمبر نے کہا۔

"امروز آں نیست کہ ما از قلت عدد مغلوب گردیم۔ رسول خدا ایں سخن را کہ از در غرور بود مکروہ داشت و فرمود مگوئی۔ بگو وما النصر الا من عند الله العزیز الحکیم ۔ فتح و نصرت نہیں مل سکتی مگر حکمتوں والے اور غالب خدا کے حکم سے ہی فتح حاصل ہو سکتی ہے۔

بہر حال مسلمان اپنی کثرت پر نازاں تھے مگر میدان حنین میں پہنچتے ہی قدم اکھڑ گئے۔ اور سب سے پہلے خالد بن ولید کی فوج جو بنی سلیم تھے بھاگی۔ پھر کیا تھا مسلمانوں نے بھاگنا شروع کیا۔ قرآن کریم میں خدا نے اس واقعہ فرار کو اس طرح ادا کیا ہے۔ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ۔ اور جنگ حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت فوج نے تم کو مغرور کر دیا تھا۔ مگر پھر وہ کثرت تمہارے کام نہ آئی اور میدان جنگ تم پر باوجود وسیع و کشادہ ہونے کے تنگ ہو گیا اور تم پیٹھ موڑ کر بھاگ گئے۔ حالت یہ ہو گئی کہ پیمبر اسلام میدان جنگ میں تنہا رہ گئے اور آواز دے رہے تھے۔

(۱) یا انصار اللہ وانصار رسولہ۔ (ترجمہ) اے خدا کے انصار اور اس کے رسول کے مددگار کہاں جاتے ہو؟

(۲) جز چہار کس بجائے نماند سہ کس از بنی ہاشم نخستین علیؑ دوم عباس و سہ دیگر ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب و عبداللہ ابن مسعود و رسول خدا فرمود لشکر اسلام مانند ستارگان پراگندہ شدند و تیغ برکشید واستر خویش راخیش داد و بکفار حملہ برد و رزمے صعب افگند۔

(۳) رسول خدا می فرمود انا النبی لا اکذب انا ابن عبد اللہ بن عبد المطلب (ناسخ)

بجز چار افراد کے نصرت وحمایت پیمبر اسلام میں کوئی باقی نہ رہا ایک علیؑ تھے دوسرے عباس و تیسرے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب و چہارم عبداللہ ابن مسعود اس عالم تنہائی میں پیمبر اسلام بھاگتے ہوئے لشکر اسلام کو آواز دے رہے تھے کہ "میں رسول خدا ہوں۔ آخر جب کوئی سپاہی واپس نہیں ہوا تو پیمبر اسلام نے تنہا ہی اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور تلوار میان سے کھینچ لی اور حملہ پر حملہ کرتے شروع کئے اور سخت جنگ کی اس سے پہلے یا اس کے بعد پیمبر اسلام نے خود کبھی جنگ نہیں کی تھی۔

مدد خدا سے جنگ حنین میں بھی پیمبر اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔

واقعہ مذکورہ بالا تاریخ اسلام کا اہم واقعہ ہے کہ باوجود کثرت افواج مسلمانوں کو شکست فاش ہوگئی مگر پیمبر اسلام کی علو ہمتی و ثبات قدم کا یہ واقعہ بہترین ثبوت ہے۔ پیمبر اسلام پر ان کے کثیر لشکر کے فرار نے کوئی اثر نہیں ڈالا۔ دشمن کی افواج کی کثرت کے بار بار حملوں نے آپ کو خوف زدہ و مرعوب نہیں کیا۔ بلکہ آپ اپنے حصول مقصد یعنی تبلیغ توحید ربانی میں بجان و دل مصروف رہے اور آخر نصرت خدا حاصل ہوئی اور میدان حنین مسلمانوں کے حق میں فتح ہوا۔

واقعہ ۲۲۔ دعوت ذوالعشیرہ و دعوت اسلام

پیمبر اسلام نے جب اعلان کلمہ توحید کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے عرب کے اعیان اور قوم کے ارکان تقریباً منتخب چالیس افراد کو بلایا جب سب جمع ہوگئے تو اُن کو کھانا کھلایا اور فرمایا۔

(۱) اے بنی عبدالمطلب میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی نیکی لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس بات پر مامور کیا ہے الخ قریش مکہ بلکہ اہل مکہ تو پہلے سے ہی دشمن تھے، اس اعلان کا مذاق اُڑایا، قہقہے لگائے اور چلے گئے۔

(۲) اس کے بعد اعیان وارکان قوم قریش ابو طالب کے پاس آئے اور کہا۔

"وان لم تنتهه واللا نازلناك وایاه حتی یهلك احد الفریقین"

"اے ابوطالب اگر تم اپنے بھتیجے کو نہ روکوگے تو تم سے اور ہم سے ایسی شدید جنگ ہوگی کہ بالآخر ایک فریق ہلاک ہوجائے گا" ابوطالب نے محمدؐ سے یہ واقعہ بیان کیا پیمبر اسلام نے جواباً فرمایا اے چچا" اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں پر ماہتاب رکھ دیں تب بھی میں امر حق سے باز نہ رہوں گا"

تکرار واقعات کے خوف سے اشارتاً اس واقعہ کو لکھا گیا۔ ناظرین کو معلوم ہوا کہ محمدؐ اس حصول مقصد کے لئے اپنی جان کی بھی بازی لگا چکے تھے۔ اور تمام قوم عرب کا مقابلہ تن تنہا کر رہے تھے۔ جب ابوطالب نے پیمبر اسلام کو ان کے ارادہ میں پرکھ لیا تو فرمایا" فنلاا ثم ابوطالب اقبل یا ابن اخی وقل ما احببت فواللہ لا سلمك لشئی ابداً" ابوطالب نے آواز کہا اے بھتیجے میرے پاس آؤ اور جو چاہو کرو اور کہو میں جیتے جی تم پر آنچ نہ آنے دوں گا" ابوطالب نے درحقیقت ایسا ہی کیا۔ واقعہ مذکور نے ثابت کردیا کہ محمدؐ نے ابتدائے زمانہ سے تا آخر زمانہ علو ہمتی سے کام لیا ہے اور اس فضیلت کے اعلیٰ نمونے اہلِ دنیا کے سامنے چھوڑے ہیں۔

واقعہ ۲۳۔ شعب ابی طالب علوِ ہمّت دشمنانِ اسلام نے ہر ممکن تدبیر کی ابوطالب پیمبر اسلام کی حمایت و نصرت کو ترک کردیں۔ مگر جب دیکھا کہ ابوطالب اور بنی ہاشم حمایت محمدؐ سے باز نہیں آئے تو بالآخر انھوں نے ترک تعاون و مقاطعہ شروع کردیا اور قتل پیمبر اسلام پر سب قریش متفق ہوگئے۔ ابوطالب نے پہاڑ کی گھاٹی میں سکونت اختیار کرلی۔ اور ان کے ہمراہ بنی ہاشم تھے۔ وہیں تاریک و تنگ مقام میں رہنا شروع کردیا اور سخت ترین مصائب برداشت کئے۔ اور تین سال کی طویل مدّت مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھاتے ہوئے گزر گئیں۔ مگر محمدؐ نے اس تین سال کی طویل مدّت اور فاقہ و تشنگی و تنگی رہائش و گرم و سرد موسموں کے ناقابل برداشت تکالیف کے باوجود اپنے حصول مقصد "تبلیغ توحید خدا" سے منہ نہ موڑا بلکہ آپ اس مقصد میں پہلے سے بھی زیادہ مستحکم ارادہ کے مالک ہوگئے اور آخر ظالم خود اپنے ظلموں سے باز آئے اور قید شعب ابی طالب ختم ہوگئی۔ پیمبر اسلام نے اس واقعہ میں بھی اعلیٰ نمونہ علو ہمتی کا پیش کیا ہے۔

واقعہ ۲۴۔ علو ہمّت۔ واقعہ ہجرت قریش مکہ نے دیکھا کہ محمدؐ کا مقصد روز بروز اشاعت پارہا ہے اور اسلام لوگوں کے دلوں میں گھر کرتا جارہا ہے تو انھوں نے باہمی کمیٹی کی اور یہ طے کیا کہ قبائل مکہ میں سے مخصوص ۴۰ افراد کو انتخاب کیا جائے اور وہ سب

مختلف قبائل کے افراد ہوں۔ رات کو محمدؐ کا گھر گھیر لیں اور صبح ہوتے ان کو قتل کر ڈالیں۔ چالیس اشخاص چُنے گئے۔ اور ایک رات کو پیغمبر اسلام کا گھر گھیر لیا۔ تاریخی عبارت ملاحظہ ہو۔

تاریخ ابن خلدون۔ ثم اتفقوا علی ان یتخیروا من کل قبیلتہ منھم فتی شاباً جلداً فیقتلونہ جمیعاً فیتفرق دمہ فی القبائل ولا یقدر بنو عبد مناف علی حرب جمیعھم واستعد والذالک من لیلتھم۔

قریش مکہ کا اس امر پر اتفاق رائے ہوا کہ ہر ایک قبیلہ میں سے ایک جوان بہادر منتخب کیا جائے اور سب مل کر محمدؐ کو قتل کر دیں تاکہ آپ کا خون ناحق کل قبائل میں منتشر ہو جائے تاکہ عبد مناف کی اولاد ان قبائل سے انتقام پر قادر نہ ہو سکے۔ وہ سب آمادہ ہو گئے اور اسی رات محمدؐ کو گھر میں گھیر لیا۔

پیغمبر اسلام کو پہلے سے معلوم تھا کہ قریش مکہ ان کے جانی دشمن ہیں اور مختلف تدبیریں قتل کی کرتے رہتے ہیں۔ مگر آپ کی علو ہمتی۔ جرأت اور شجاعت کا اندازہ اس امر سے کیجئے کہ آپ باطمنان اپنے مکان میں سوتے رہے۔ نیند معمولی خطرہ میں نہیں آتی ہے۔ مگر آپ باطمینان قلب سوتے رہے۔ بعد نصف شب آپ کو اندازہ ہوا کہ آپ چالیس بہادران عرب کی ننگی تلواروں میں گھرے ہوئے ہیں آپ نے علی کو بلایا۔ اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اپنی چادر اُڑھائی اور خود تن تنہا مکان کے دروازہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ واقعات تاریخی ہیں اور انھیں مطلق شبہ وشک کی گنجائش نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام کا دشمنوں کے نرغہ میں یوں سونا۔ علی کو بلانا۔ بستر پر سُلانا۔ پھر باطمینان تمام دروازہ سے برآمد ہو کر چلا جانا ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے شجاعت اور علو ہمتی کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے اور آپ کی علو ہمتی کا یہ نتیجہ ہوا کہ دشمنوں کی تمام تدابیر قتل خاک میں مل گئیں اور آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

دفع اعتراض | نافہم اور کم علم انسان یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ اگر پیغمبر اسلام میں شجاعت اور علو ہمتی موجود تھی تو اُن کو چاہیے تھا کہ وہ ان دشمنوں کو مقابلہ کرتے اور قتل کر ڈالتے اس کا جواب مختصراً ملاحظہ ہو۔

(۱) جس طرح قریش مکہ نے سوچا تھا کہ تمام قبائل عرب میں ایک ایک بہادر قتل محمدؐ کے لئے منتخب کیا جائے تاکہ عبد مناف محمدؐ کے خون کا انتقام نہ لے سکیں کیونکہ ایک قبیلہ سے لڑنا تو آسان ہوتا ہے مگر ایک قبیلہ تمام قبائل سے نہیں لڑ سکتا ہے۔ اگر پیغمبر اسلام اس موقعہ پر ان تمام منتخب قبائلیوں کو قتل کر ڈالتے تو نتیجہ خلاف عقل نکلتا اور تمام قبائل عرب پیغمبر اسلام اور ان کے خاندان سے مل کر مقابلہ کرتے اور عرب میں جنگ عظیم چھڑ جاتی۔ اور نتیجہ ناکامیابی نکلتا۔ لہذا یہ فعل نامناسب تھا۔

(۲) پیمبر اسلام کا مقصد تبلیغ توحید تھا اور قوم عرب اور دنیا میں امن وامان اور صلح جوئی پیدا کرنا تھا۔ لہٰذا ہر اس کام سے جو جنگ وفساد عظیم کا سبب ہو احتراز لازمی تھا۔

(۳) پیمبر اسلام نے تقریباً دس سال مکہ اور نواح مکہ میں تبلیغ اسلام کی تھی مگر قریش مکہ کی عصبیت اتنی شدید تھی کہ وہ اصلاح پذیر نہیں ہوتے تھے لہذا ضرورت تھی کہ قابل اصلاح قوم کو منتخب کیا جائے اور ان کے ذریعہ سے بعد کو اس متعصب اور ضدی اور جاہل قوم کی اصلاح کچھ با خلاق اور کچھ بہ سیاست کی جائے۔ چنانچہ پیمبر اسلام کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان کی بھی حفاظت کریں اور اپنے مقصد اعلیٰ کی کامیابی بھی حاصل کریں۔ پیمبر اسلام نے جو طریقہ اختیار کیا وہ بہ احسن وجوہ کامیاب ہوا۔

واقعہ ۲۵- عریشہ (مچان) پیمبر اسلام جنگ کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو آپ قلب لشکر میں ایک عریشہ بنواتے تھے اور اس پر رونق افروز ہوتے تھے اور فوج کی کمان اسی عریشہ سے کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ میدان جنگ میں گھمسان کی لڑائی ہوتی تھی اور کبھی کبھی تو مسلمانوں کے لشکر میں بھگدڑ پڑ جاتی تھی اور پیمبر اسلام تنہا رہ جاتے تھے اور دشمن کی فوج حملہ پر حملہ کرتی ہوئی آگے بڑھتی تھی۔ ان حالات میں ایک عریشہ (مچان) پر بیٹھ کر جنگ کرنا بہ ظاہر قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتا ہے۔ سپہ سالار فوج اپنے لئے بہترین اور محفوظ ترین جگہ اختیار کرتا ہے اور ایسی سواری اپنے پاس رکھتا ہے جو بوقت ضرورت حملہ کرنے کے بھی کام آسکے اور بہ صورت ہزیمت اپنی جان بچانے کے بھی کام آسکے۔ عریشہ تو انسان کو پابند بنا دیتا ہے۔ پھر تیروں کی بارش، برچھوں کے وار اور تلواروں کی جھنکار صاحب عریشہ کی جان لینے کے لئے کافی چیزیں ہیں۔ پیمبر اسلام نے یہ طریقہ جنگ اس لئے اختیار کیا تھا کہ آپ نے طے کر لیا تھا کہ حصول مقصد ہو یا راہ خدا میں جان قربان کر دی جائے۔ جان بچانے کی خواہش تو اس کو ہو سکتی ہے جو بعد ہزیمت بھی اقتدار ملکی وتعیش سلطنت کے خواب دیکھتا ہو۔ پیمبر اسلام کے علاوہ اپنے گرد جمع ہونے والوں، لشکر اسلام کے افراد کے قلوب پر یہ بھی اثر ڈالنا چاہتے تھے کہ میدان جنگ میں آنے کے بعد فرار کا تو خیال ہی دل میں نہ لانا اگر حملہ۔ حملہ کے بعد فرار کا سلسلہ قائم رکھنا ہوتا تو میں بھی کسی قوی اور تیز رفتار سواری میں سوار ہو کر فوج کی کمان کرتا۔ چوں کہ مقصد اعلیٰ کے حاصل کرنے کے لئے جان دینا بھی آسان ہے تو پھر خیال فرار، یا انتظام فرار کرنا عبث ہے۔ عریشہ پر بیٹھ کر فوج کی کمان کرنا اور پھر صرف ایک جنگ میں نہیں انیس غزوات میں یہی طریقہ اختیار کرنا انتہائی شجاعت وعلو ہمتی کا ثبوت ہے۔

پیمبر اسلام کی زندگی کے یہی وہ نمونے ہیں جو اقوام عالم و افراد دنیا کو فلاح دارین سے ہم کنار ہم آغوش کرسکتے ہیں۔

ثبوت عرلشیہ کے لئے تاریخی عبارت ملاحظہ ہو۔ تاریخ احمدی صہ ۳۶

مورخ ابن الوردی۔ ثم خرج رسول اللہ من العریش یحرص الناس علی القتل۔ پیمبر اسلام جنگ بدر میں عرلشیہ سے باہر آئے اور مسلمانوں کو جنگ کی ترغیب دے کر ایس دلائی۔

تاریخ عالم اس علو ہمتی و شجاعت کی مثال پیش نہیں کرسکتی جس کا نمونہ حیات پیمبر اسلام میں ہر موقعہ پر ملتا ہے۔

واقعہ ۲۶۔ تواضع — اسوۃ الرسول جلد چہارم صہ ۱۱۶

صحابہ جب سب مل کر کوئی کام کرتے تھے تو ہمیشہ آں حضرت صلعم ان کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے اور معمولی مزدوروں کی طرح کام انجام دیتے تھے۔ مدینہ آکر سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ اسی مسجد اقدس کی تعمیر میں دیگر صحابہ کی طرح خود آں حضرت صلعم بنفس نفیس شریک تھے۔ خود اپنے دست مبارک سے اینٹ اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ صحابہ عرض کرتے تھے کہ ہماری جانیں قربان۔ آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں لیکن آپ اپنے فرض سے باز نہ آتے۔

واقعہ ۲۷۔ تواضع

غزوہ احزاب کے موقعہ پر بھی جب تمام صحابہ مدینہ کی چاروں طرف خندق کھود رہے تھے۔ آپ بھی ایک ادنیٰ مزدور کی طرح کام کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ شکم مبارک پر مٹی اور خاک کی تہ جم گئی تھی۔

واقعہ ۲۸۔ تواضع — اسوۃ الرسول جلد چہارم صہ ۱۱۶

ایک سفر میں کھانا تیار نہ تھا۔ صحابہ نے مل کر کھانا پکانے کا سامان کیا۔ لوگوں نے ایک ایک کام بانٹ لیا۔ جنگل سے لکڑی لانے کا کام آں حضرت صلعم نے اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کام ہم خادم کریں گے۔ فرمایا۔ ہاں سچ ہے لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم سے اپنے کو ممتاز کروں۔ خدا اس بندہ کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں میں ممتاز بنتا ہے۔

واقعہ ۲۹۔ تواضع

غزوۂ بدر میں سواریوں کا بندوبست بہت کم تھا۔ تین تین آدمیوں میں ایک اونٹ تھا۔ لوگ باری باری چڑھتے اترتے تھے۔ آں حضرت صلعم بھی عام آدمیوں کی طرح ایک اونٹ میں دو دو آدمیوں کے شریک تھے۔ ہمراہی جاں نثارانہ اپنی اپنی باری پیش

کرتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ آپ سوار ہوں حضور۔ کے بدلہ ہم پیادہ چلیں گے ارشاد ہوتا کہ نہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چل سکتے ہو اور نہ میں تم سے ثواب کا محتاج ہوں۔

واقعہ ۳۰۔ تواضع اگر کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تھے پائین مجلس میں بیٹھتے تھے۔ اور لوگوں پر بھی ہمیشہ یہی تاکید رہتی تھی کہ مجالس میں بالانشینی کی تلاش وجستجو نہ کریں اور مجالس کے تمام حاضرین پر نوازش مساویانہ فرمائی جاتی تھی۔ اور ایسی نوازش کی جاتی تھی۔ کہ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ گرامی تر ہوں۔ (عین الحیوۃ)

واقعہ ۳۱۔ تواضع گھر کا کام کاج خود کرتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند آپ لگاتے تھے۔ گھر میں خود پیمبر اسلام جھاڑو دیتے تھے۔ دودھ دوہتے تھے۔ بازار سے سودا خود لاتے تھے جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے تھے۔ گدھے و خچر کی سواری سے آپ کو عار نہ تھا۔ غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے سے پرہیز نہ تھا۔

واقعہ ۳۲۔ تواضع ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لائے۔ لوگ تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ اہلِ عجم کی طرح تعظیم کے لئے نہ اٹھو۔ غریب سے غریب بیمار پڑتا تھا تو عیادت کو تشریف لے جاتے تھے۔ مفلسوں اور فقیروں کے ہاں جا کر ان کے ساتھ ہم نشینی کرتے تھے۔

واقعہ ۳۳۔ تواضع ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا۔ لیکن نبوت کا ایسا رعب طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں میں فرشتہ نہیں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے میں بندہ ہوں اور بندوں ہی کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔ ایک دفعہ کھانے کے موقعہ پر جگہ تنگ تھی اور لوگ زیادہ آ گئے۔ آپ اکڑوں بیٹھ گئے کہ جگہ نکل آئے ایک بدو بھی اس مجلس میں شریک تھا۔ اس نے کہا۔ محمدؐ یہ کیا طرز نشست ہے آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے خاکسار بندہ بنایا ہے۔ جبار و سرکش نہیں بنایا ہے۔

واقعہ ۳۴۔ تواضع ایک بار ایک شخص نے پیمبر اسلام کو ان الفاظ سے خطاب کیا۔ "اے ہمارے آقا اور ہمارے آقا کے فرزند اور اے ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے فرزند۔"

پیمبر اسلام نے فرمایا۔ لوگو! خدا سے ڈرو۔ شیطان تمھیں گرا نہ دے۔ میں عبداللہ کا فرزند ہوں۔ خدا کا بندہ اور اس کا رسولؐ۔ مجھے خدا نے جو مرتبہ دیا ہے۔ میں پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ۔

واقعہ ۳۵۔ تواضع

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کو یا خیر البریہ (اے بہترین خلق) کہہ کر مخاطب کیا۔ آپ نے فرمایا وہ ابراہیم تھے عبداللہ بن سخر کا بیان ہے کہ میں بنی عامر کی سفارت کے ساتھ تھا جب ہم لوگ خدمت پیمبر اسلام میں آئے تو عرض کی۔

"آپ ہمارے آقا ہیں ارشاد فرمایا کہ آقا خدا ہے۔ پھر ہم لوگوں نے عرض کی کہ آپ ہم میں سب سے افضل ہیں اور سب سے بہتر۔ ارشاد ہوا کہ بات کہو تو دیکھ لو کہ شیطان تو تم کو نہیں چلا رہا ہے"

واقعہ ۳۶۔ تواضع

مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جس کے دماغ میں کچھ فتور تھا پیمبر اسلام کی خدمت میں آئی اور کہا کہ محمدؐ مجھ کو تم سے کچھ کام ہے۔ فرمایا جہاں کہو۔ چل سکتا ہوں۔ وہ آپ کو ایک کوچہ میں لے گئی اور وہیں بیٹھ گئی پیمبر اسلام بھی اس کے ساتھ وہیں بیٹھ گئے اور جو کام تھا وہ انجام دیا۔

واقعہ ۳۷۔ تواضع

مخرمہ ایک صحابی تھے۔ ایک دفعہ اُنھوں نے اپنے بیٹے مسور سے کہا کہ پیمبر اسلام کے پاس کہیں سے چادریں آئی ہیں وہ تقسیم فرما رہے ہیں۔ آؤ ہم چلیں۔ وہ آئے تو پیمبر اسلام زنانہ میں تشریف رکھتے تھے۔ بیٹے سے کہا آواز دو۔ اُنھوں نے کہا، میرا یہ رتبہ ہے؟ کہ میں پیمبر اسلام کو آواز دوں۔ مخرمہ نے کہا۔ بیٹے! محمدؐ جبار نہیں ہیں۔ اُن کے جرأت دلانے سے مسور نے آواز دی پیمبر اسلام فوراً مکان سے باہر نکل آئے اور اُن کو دیبا کی قبا عنایت کی جس کی گھنڈیاں زریں تھیں۔

واقعہ ۳۸۔ تواضع

ایک دفعہ ایک انصاری نے ایک یہودی کو یہ کہتے سُنا کہ اس خدا کی قسم جس نے موسیٰؑ کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے۔ وہ انصاری یہ سمجھے کہ اس نے پیمبر اسلام پر تعریض کی ہے۔ غصہ میں آکر اس یہودی کے مُنہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔ وہ یہودی پیمبر اسلام کے پاس فریادی بن کر آیا۔ پیمبر اسلام نے اس انصاری کو بُلایا اور واقعہ کی تحقیق کی اس کے بعد فرمایا " مجھ کو

انبیا پر فضیلت نہ دو"

واقعہ ۳۹۔ تواضع پیمبر اسلام نے جب مکہ کو فتح کیا اور فاتحانہ طریقہ پر داخل مکہ ہوئے تو بجائے تفاخر کے آپ کا انداز یہ تھا کہ آپ عاجزی وانکسار سے اپنے سر کو جھکائے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اقدس کجاوہ سے مل گیا تھا۔

واقعہ ۴۰۔ تواضع فتح خیبر کے وقت پیمبر اسلام ایک گدھے پر سوار تھے جس میں لگام کی جگہ کھجور کی چھال بندھی ہوئی تھی۔ حجۃ الوداع کے دن جس کجاوہ پر پیمبر اسلام سوار تھے اس کی قیمت دو درہم تھی۔

واقعہ ۴۱۔ تواضع قبا حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک بار آپ کا پیراہن بوسیدہ ہوگیا۔ اسی اثناء میں کسی صاحب نے بارہ درہم بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں نذر کئے۔ آپ نے وہ درہم علی مرتضیٰؑ کو دیئے کہ وہ کپڑا خرید لائیں۔ علیؑ بازار گئے اور کپڑا خرید لائے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا اے علیؑ مجھ کو اس سے زیادہ موٹا کپڑا پسند ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ کپڑے والا اس کپڑے کو واپس کرلے گا۔ علیؑ نے عرض کیا۔ دیکھتے میں جاتا ہوں۔ علیؑ بزاز کے پاس گئے اور بزاز سے کہا کہ پیمبر اسلام اس سے کم قیمت کا موٹا کپڑا چاہتے ہیں۔ یہ کپڑا واپس لے لو۔ بزاز نے کپڑا واپس لے کر قیمت واپس کردی۔ اب کی مرتبہ پیمبر اسلام علیؑ کے ہمراہ خود بازار روانہ ہوئے اثناء راہ میں دیکھا کہ ایک کنیز بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔ پیمبر اسلام نے اس سے پوچھا کنیز نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے مالک نے سودا خریدنے کے لئے چار درہم دیئے تھے وہ کھو گئے ہیں بوجہ خوف گھر نہیں جاتی ہوں۔ پیمبر اسلام نے چار درہم اس کو دیئے اور فرمایا کہ اب گھر چلی جا۔ آپ پھر بازار آئے۔ اور چار درہم کا کپڑا خریدا اور شکر خدا بجالائے۔ جب واپس ہو رہے تھے تو ایک مرد کو عریاں پایا۔ وہ کہہ رہا تھا جو مجھ کو کپڑا پہنائے خدا اس کو جنت کے حلے عطا فرمائے۔ پیمبر اسلام نے یہ سوال سن کر وہ کپڑا اس مرد فقیر کو دے دیا۔ پھر بازار آئے دوسرا پیراہن چار درہم کو خریدا اور پہن کر شکر و حمد خدا بجالائے۔ اثناء راہ میں پھر اسی کنیز کو دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھ کو تاخیر ہوگئی ہے مجھ کو خوف ہے کہ مالک اس کو سزا دے گا۔ پیمبر اسلام اس کے ساتھ روانہ ہوئے اور اس کے مالک سے اس کنیز کی سفارش فرمائی۔ کنیز کے مالک نے اس کنیز کو بوجہ قدوم رسول اللہ آزاد کردیا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔ یہ بارہ درہم بہت برکت والے تھے کہ جنھوں نے دو مومنوں کو لباس پہنایا اور ایک کنیز کو آزاد کرایا۔ (عین الحیوۃ)

واقعہ ۴۲۔ تواضع معوذ بن عطرا کی صاحبزادی (ربیع) کی جب شادی ہوئی تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرش پر بیٹھ گئے۔ گھر کی لڑکیاں جمع ہوگئیں اور دف بجا بجا کر شہدائے بدر کا مرثیہ گانے لگیں۔ ایک مصرع تھا۔ فینا نبی یعلم ما فی غد، ہم میں ایک نبی ایسا ہے جو کل کی باتیں بھی جانتا ہے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اس مصرع کو ترک کر دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

واقعہ ۴۳۔ تواضع پیمبر اسلام ایک دن وضو کر رہے تھے۔ اصحاب اس پانی کو لے کر اپنے جسموں پر مل رہے تھے۔ آپ نے اصحاب سے وجہ پوچھی تو عرض کی کہ خدا و رسول کی محبت میں ایسا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا و رسول سے محبت کرنا چاہتے ہو تو چاہئے کہ جب بات کرو تو سچ بولو، جب امین بنایا جائے تو ادائے امانت کرو۔ اور اگر کسی کے ہمسایہ ہو تو بہتر ہمسایہ بنو۔

واقعہ ۴۴۔ تواضع خُباب بن ارث ایک صحابی تھے۔ ایک دفعہ پیمبر اسلام نے ان کو کسی غزوہ پر بھیجا۔ خباب کے گھر میں کوئی مردانہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ اس بنا پر ہر روز ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔

واقعہ ۴۵۔ تواضع حبش سے جو مہمان آئے۔ صحابہ نے چاہا کہ وہ اُن کی خدمت گزاری کریں لیکن آپ نے روک دیا اور فرمایا کہ انھوں نے پردیسیوں کی خدمت کی ہے۔ اس لئے میں خود ان کی خدمت کا فرض انجام دوں گا۔

واقعہ ۴۶۔ تواضع کفار ثقیف جنھوں نے طائف میں آپ کو زخمی کیا تھا ۹ھ میں جب وفد لے کر آئے تو پیمبر اسلام نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور بہ نفس نفیس اُن کی مہمانی کے فرائض ادا کئے۔

واقعہ ۴۷۔ تواضع مدینہ کی کنیزیں آپ کی خدمت میں آتیں اور جس کام کو کہتیں آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کر دیتے تھے۔

واقعہ ۴۸۔ تواضع ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیمبر اسلام نماز کے لئے کھڑے ہو رہے تھے کہ ایک بدّو آیا اور آپ کا دامن پکڑ کر بولا۔ میرا ذرا سا کام رہ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤں، پہلے اس کو ادا کر دو۔ آپ اس کے ساتھ مسجد سے باہر نکل آئے اور اس کا کام انجام دے کر نماز ادا کی۔

واقعہ ۴۹۔ تواضع و ایثار ابو بصرہ غفاری کا بیان ہے کہ جب وہ کافر تھے۔ مدینہ میں پیمبر اسلام کے مہمان ہوئے۔ رات کو پیمبر اسلام کی سب بکریوں کا

دودھ پی گئے۔ لیکن پیمبر اسلام نے کچھ نہ کہا۔ رات بھر اہل بیت رسول بھوکے رہے۔

واقعہ ۵۰۔ تواضع صحابی رسولؐ ابوہریرہ کی ماں کافرہ تھی۔ ابوہریرہ نے ماں کو تبلیغ اسلام کرنی چاہی تو اُس کی ماں نے شان رسول میں گستاخی کی۔ ابوہریرہ نے خدمت پیمبر اسلام میں عرض کیا۔ پیمبر اسلام نے بجائے اظہار ناراضگی وغصہ کے، دعائے خیر کے لئے ہاتھ اٹھادئے

واقعہ ۵۱۔ تواضع جنگ احد میں عبداللہ بن ابی (سردار منافقین) جنگ کے پیش آنے کے وقت تین سو افراد کو ہمراہ لے کر فوج اسلامی سے علیحدہ ہوکر واپس چلا آیا۔ عبداللہ کی اس حرکت سے فوج اسلام کو بہت دھچکا پہنچا۔ پیمبر اسلام نے بازپرس نہ کی اور جب یہ سردار منافقین عبداللہ ابن ابی سلول مرا تو پیمبر اسلام نے اس کے کفن کے لئے اپنا پیراہن دے دیا۔ مسلمانوں کو ناگوار بھی ہوا۔ مگر پیمبر اسلام نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔

واقعہ ۵۲۔ تواضع ایک یہودی کا لڑکا بیمار ہوا۔ پیمبر اسلام اُس کی عیادت کو گئے۔ عیادت کے بعد لڑکے کو پیمبر اسلام نے دعوتِ اسلام دی۔ لڑکے نے باپ کی صورت دیکھی۔ یہودی نے کہا۔ کہ آپ جو کہتے ہیں اُس کو بجالاؤ۔ لڑکے نے کلمۂ توحید زبان پر جاری کیا۔

واقعہ ۵۳۔ تواضع ایک دفعہ ایک یہودی کا جنازہ راستہ سے گزرا آپ وہاں بیٹھے تھے تو آپ احترام جنازہ کے لحاظ سے کھڑے ہوگئے۔

واقعہ ۵۴۔ تواضع عبداللہ بن عمر عاص روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مسجد نبوی میں بیٹھا تھا اور غریب مہاجر لوگ حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں پیمبر اسلام تشریف لائے اور ان کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور اُن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا: فقرائے مہاجرین کو بشارت ہو کہ وہ دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ سُن کر ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے اور مجھے حسرت ہوئی کہ کاش میں بھی انھیں میں ہوتا۔

واقعہ ۵۵۔ تواضع ودرس مساوات ایک دفعہ پیمبر اسلام ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص سامنے سے گزرا آپ نے اپنے پہلو کے ایک آدمی سے دریافت کیا کہ "اس کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے"، اس شخص نے جواب دیا۔ کہ یہ امراء کے طبقہ میں سے ایک مقتدر شخص ہے۔ خدا کی قسم یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ رشتہ چاہے تو کیا جائے اور اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول کی جائے۔ یہ سنکر پیمبر اسلام خاموش

ہو گئے۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص وہاں سے گزرا۔ پیمبر اسلام نے پھر اس سے دریافت فرمایا۔ کہ اس شخص کی نسبت کیا رائے ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ فقرائے مہاجرین میں سے ہے اور اس لائق ہے کہ اگر رشتہ چاہے تو واپس کر دیا جائے۔ اگر سفارش کرے تو رد کر دی جائے اور اگر کچھ کہنا چاہے تو سنا نہ جائے ارشاد ہوا کہ تمام روئے زمین میں اگر اس امیر جیسے آدمی ہوں تو اس سے یہ غریب بہتر ہے۔

نتیجہ ما:۔ پیمبر اسلام نے بذریعہ استفسار اس مسئلہ کو حل کر دیا کہ معیار فضیلت و عزت دولت نہیں ہے۔ جو لوگ دولت مندی ہی کو عزت سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ عزت حقیقی صرف انسان کے علم و عمل سے تعلق رکھتی ہے۔ جتنا علم زیادہ ہوگا اور جتنا عمل اس علم کے مطابق ہوگا اسی قدر صاحب علم و عمل کی قیمت اور عزت زیادہ ہوگی۔ پیمبر اسلام نے مسئلہ فضیلت انسان کا معیار و میزان بذریعہ چند سوالات کے قائم کر دیا۔ اور آپ کا ایک غریب خوش اخلاق انسان کو دولت مند کے مقابلہ میں ترجیح دینا آپ کی غریب نوازی پر دلالت کرتا ہے۔

واقعہ ۵۶۔ تواضع و مساوات

پیمبر اسلام اکثر یہ دعا فرماتے تھے "خداوندا مجھے مسکین زندہ رکھ مسکین ہی دنیا سے اٹھا۔ اور مسکین کے ساتھ میرا حشر کر۔ حضرت عائشہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ یہ دولت مندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ پھر فرمایا اے عائشہ کسی مسکین کو اپنے دروازے سے نامراد نہ پھیرو گو چھوارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اے عائشہ، غریبوں سے محبت رکھو۔ اور ان کو اپنے سے قریب کرو تو خدا بھی تم کو اپنے سے نزدیک کرے گا" (اسوہ ج ۴ ص ۱۴۸)۔

واقعہ ۵۷۔ مساوات در مال و دولت۔

پیمبر اسلام کا زکوٰۃ کے بارہ میں حکم عام تھا "توخذ من امراٸھم و ترد علی فقراٸھم۔ ہر قبیلہ یا شہر کے امرا سے زکوٰۃ لے کر وہیں کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے۔ صحابہ اس حکم کی شدت سے تعمیل کرتے تھے اور ایک جگہ کی زکوٰۃ دوسری جگہ نہیں بھیجتے تھے۔ (اسوہ)

واقعہ ۵۸۔ مساوات

ایک مرتبہ ابو بکر نے کسی بات پر سلمان و بلال کو جن کا شمار فقرائے مہاجرین میں ہے ڈانٹا، پیمبر اسلام نے ابو بکر سے فرمایا۔ تم نے ان لوگوں کو آزردہ تو نہیں کیا؟ ابو بکر یہ سن کر سلمان اور بلال کے پاس گئے اور معافی مانگی ان دونوں نے معاف کر دیا۔ (اسوہ)

واقعہ ۵۹- تواضع

عوالی میں ایک عورت رہتی تھی وہ بیمار پڑ گئی۔ بچنے کی امید نہ رہی۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ وہ عورت اگر مر جائے تو مجھ کو اطلاع دو میں اس کی نماز جنازہ خود پڑھاؤں گا۔ اتفاق سے اس کا انتقال رات کو ہوا۔ پیمبر اسلام سو چکے تھے اصحاب نے پیمبر اسلام کو بیدار کرنا نہ چاہا۔ اور اس عورت کو نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ صبح کو پیمبر اسلام کو واقعہ معلوم ہوا تو آپ اصحاب کو ہمراہ لے کر اس کی قبر پر تشریف لائے اور نماز جنازہ ادا کی۔ اور اس کے لئے دعائے خیر کی۔

واقعہ ۶۰- مساوات و تواضع

حضرت جریر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز پہلے پہر ہم لوگ پیمبر اسلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک قافلہ مسافر وار حاضر خدمت ہوا۔ ان کی ظاہری حالت اس درجہ خراب تھی کہ کسی کے جسم پر کوئی کپڑا سالم نہ تھا۔ برہنہ تن یا کھالیں بدن پر بندھی ہوئی تھیں۔ تلواریں گلوں میں پڑی ہوئی تھیں۔ پیمبر اسلام ان کی خستہ حالی کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے۔ چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اضطراب میں کبھی اندر گئے، کبھی باہر آئے۔ پھر بلال کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ نے خطبہ دیا اور تمام مسلمانوں کو ان کی اعانت و امداد کا حکم دیا اور اعانت پر آمادہ کیا۔

واقعہ ۶۱- مساوات و تواضع

پیمبر اسلام کا دستور تھا کہ چھوٹے بچوں پر بہت شفقت فرماتے تھے معمول تھا کہ جب سفر سے واپس ہوتے تو راہ میں جو بچے ملتے ان میں سے کسی کو اپنی سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیتے تھے۔ راستہ میں بچے مل جاتے تو ان کو سلام کرتے تھے۔

ایک دن خالد بن سعید خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوئے اُن کی چھوٹی لڑکی ساتھ تھی اور سرخ رنگ کا کرتہ پہنے ہوئے تھی آپ نے اس کو سنتہ سنتہ کہا حبشی زبان میں حسنہ کو سنتہ کہتے ہیں۔ پیمبر اسلام کی پشت پر جو مہر نبوت تھی وہ اُبھری ہوئی تھی۔ وہ بچی اس مہر نبوت سے کھیلنے لگی۔ خالد نے بچی کو ڈانٹا۔ پیمبر اسلام نے خالد کو روکا اور فرمایا کہ بچی کو کھیلنے دو۔

واقعہ ۶۲- ترحم و مساوات

ایک صحابی کا بیان ہے کہ بچپن میں انصار کے نخلستان میں چلا جاتا اور ڈھیلوں سے مار کر کھجوریں گراتا لوگ مجھ کو پکڑ کر خدمت پیمبر میں لے گئے آپ نے پوچھا ڈھیلے کیوں مارتے ہو، میں نے کہا کہ کھجوریں توڑنے کے لئے۔ فرمایا کہ کھجوریں جو زمین پر ٹپکتی ہیں ان کو کھا لیا کرو ڈھیلے نہ مارو یہ کہہ کر میرے سر پہ ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

واقعہ ۶۳۔ ترحم و مساوات

ایک دفعہ ایک غزوہ میں چند بچے جھپیٹ میں آگر مارے گئے آپ کو خبر ہوئی تو نہایت آزردہ ہوئے۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ وہ بچے تو مشرکین کے تھے۔ آپ نے فرمایا مشرکین کے بچے تم سے بہتر ہیں۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو، ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

واقعہ ۶۴۔ ترحم و مساوات

پیمبر اسلام کا غلاموں کے بارہ میں حکم عام تھا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو انہیں کھلاؤ، جو خود پہنتے ہو وہ ان کو پہناؤ۔

پیمبر اسلام کی ملکیت میں جو غلام آئے ان کو آپ ہمیشہ آزاد کر دیتے تھے لیکن وہ آپ کے احسان و کرم کی وجہ سے آزاد ہونا نہیں چاہتے تھے۔

غلاموں کو لفظ غلام سے پکارنے کو آپ پسند نہیں کرتے تھے فرمایا کہ کوئی میرا غلام میری کنیز نہ کہے۔ میرا بچہ میری بچی کہے۔ اور غلام بھی اپنے آقا کو خداوند نہ کہیں۔ خدا خداوند ہے۔ پیمبر اسلام نے اپنے مرض الموت میں سب سے آخری یہ وصیت فرمائی کہ غلاموں کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہنا۔

واقعہ ۶۵۔ ترحم و مساوات

ابوذر بہت مقرب صحابی تھے اور پیمبر اسلام ان کی صداقت کی مدح فرماتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے عجمی غلام کو برا بھلا کہا۔ غلام نے پیمبر اسلام سے شکایت کی۔ آپ نے ابوذر کو ڈانٹا اور فرمایا کہ تم میں اب تک قدیم جہالت باقی ہے یہ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضیلت عطا کی ہے اگر وہ تمہارے مزاج کے موافق نہ ہوں تو ان کو فروخت کر دو۔ خدا کی مخلوق کو ستایا نہ کرو۔ جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہ ان کو پہناؤ ان کو اتنا کام نہ دو جوہ نہ کر سکیں اور اگر زیادہ کام ہو تو خود بھی ان کی اعانت کرو۔

واقعہ ۶۶۔ ترحم و مساوات

ایک دفعہ ابو مسعود انصاری اپنے غلام کو مار رہے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی، ابو مسعود تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے خدا کو اس سے زیادہ تم پر اختیار ہے ابو مسعود نے مڑ کر دیکھا تو پیمبر اسلام موجود تھے، ابو مسعود نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے بوجہ اللہ اس غلام کو آزاد کیا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تم کو چھو لیتی۔

واقعہ ۶۷۔ ترحم و مساوات۔ ایک دن ایک شخص خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوا عرض

کی یا رسول اللہ میں غلاموں کا قصور کتنی بار معاف کردوں۔ پیمبر اسلام خاموش رہے۔ اس نے بار دیگر سوال کیا، آپ پھر خاموش رہے۔ اُس نے بار سوم سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔

واقعہ ۶۸۔ ترحم و مساوات

ایک خاندان میں سات افراد تھے ان میں ایک لونڈی تھی اور سب کی خدمت کرتی تھی ایک دفعہ ان میں سے ایک شخص نے اس لونڈی کے تھپڑ مارا۔ پیمبر اسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے ان لوگوں سے کہا کہ اس کو آزاد کردو۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم سات آدمیوں میں ایک خادمہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اس وقت اس سے خدمت لو جب تک کہ تم اس سے بے نیاز نہ ہو جاؤ جب حاجت نہ رہے تو وہ آزاد ہے۔

واقعہ ۶۹۔ ترحم و مساوات

مال غنیمت جب تقسیم ہوتا تو آپ اس میں سے غلاموں کو بھی حصّہ دیتے تھے جو غلام نئے آزاد ہوتے تھے چوں کہ وہ مفلس ہوتے تھے اس لئے جو آمدنی وصول ہوتی تھی اس میں سے سب سے پہلے آپ انہیں کو رقم عطا فرماتے تھے۔

واقعہ ۷۰ مساوات

جن لوگوں نے آغاز اسلام میں حبش کو ہجرت کی تھی ان میں اسماء بنت عمیس بھی تھیں۔ فتح خیبر کے زمانہ میں مہاجرین حبشہ مدینہ واپس آئے تو اسماء بھی آئیں ایک دن وہ حفصہ سے ملنے گئیں اتفاق سے اس وقت عمر ابن خطاب بھی موجود تھے، پوچھا یہ کون ہیں۔ حفصہ نے نام بتایا۔ اُنھوں نے کہا کہ اچھا وہ حبش والی۔ وہ سمندر والی؟

اسماء بنت عمیس نے جواب دیا کہ ہاں وہی۔ عمر بولے کہ ہم نے تم لوگوں۔ سے پہلے ہجرت کی اس لئے پیمبر اسلام پر ہمارا حق زیادہ ہے۔ اسماء کو غصہ آگیا کہنے لگیں ہرگز نہیں۔ ہم لوگ پیمبر اسلام کے ساتھ رہتے تھے وہ بھوکوں کو کھلاتے تھے۔ ہم گھر سے دور بیگانے حبشیوں میں رہتے تھے۔ وہ لوگ ہم کو آزار پہنچاتے تھے اور ہم کو ہر وقت جان کا ڈر رہتا تھا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ پیمبر اسلام تشریف لے آئے۔ اسماء نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ عمر نے ایسا کہا۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے کیا جواب دیا۔ اسماء نے واقعہ سنایا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔ عمر کا حق مجھ پر تم سے زیادہ نہیں ہے عمر اور ان کے ساتھیوں نے صرف ایک ہجرت کی اور تم لوگوں نے دو ہجرتیں کیں۔

اس واقعہ کا چرچا پھیلا تو مہاجرین حبشہ جوق جوق اسماء کے پاس آتے اور پیمبر اسلام کے الفاظ اسماء سے بار بار دھروا کے سنتے تھے۔

اسماء کا بیان ہے کہ مہاجرین حبش کے لئے دنیا میں کوئی چیز پیمبر اسلام کے ان الفاظ سے زیادہ تر مسرت انگیز نہ تھی۔

واقعہ ۱۔ ترحم بر حیوانات حیوانات پر بھی پیمبر اسلام رحم فرماتے تھے ان بے زبانوں پر جو ظلم مدت سے عرب میں ہوتے چلے آئے تھے وہ سب موقوف کر دئیے۔

اونٹ کے گلے میں قلاوہ لٹکانے کا دستور تھا اس کو روک دیا۔

زندہ جانوروں کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیتے تھے اور اس کو پکا کر کھاتے تھے اُس کو منع کر دیا۔ جانوروں کی دم اور ایال کا کاٹنا بھی منع کر دیا۔ اور فرمایا۔ دُم ان کا مورچھل ہے اور ایال ان کا لحاف سواری کے جانوروں کو تا دیر ساز میں باندھ کر کھڑا رکھنے کی بھی ممانعت کر دی۔ اور فرمایا کہ جانوروں کی پیٹھوں کو اپنی نشست گاہ اور کرسی نہ بناؤ۔ جانوروں کو باہم لڑانا بھی ممنوع قرار دیا۔ ایک بے رحمی کا دستور تھا کہ کسی جانور کو باندھ کر اس کو نشانہ بناتے تھے اور مشق تیر اندازی کرتے تھے اس سنگ دلی سے روک دیا۔

ایک دفعہ ایک گدھا راہ میں نظر آیا جس کا چہرہ داغا گیا تھا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ جس نے اس کا چہرہ داغا ہے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

واقعہ ۲۔ ترحم بر حیوانات ایک بار پیمبر اسلام کسی سفر میں جا رہے تھے لوگوں نے ایک مقام پر منزل کی وہاں ایک پرندہ نے انڈا دیا تھا ایک شخص نے وہ انڈا اُٹھا لیا۔ چڑیا بیقرار ہو کر پر مار رہی تھی۔ پیمبر اسلام نے دریافت کیا کہ کس نے اس کا انڈا چھین کر اس کو اذیت پہنچائی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کی کہ مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے آپ نے فرمایا انڈہ وہیں رکھ دو۔ ایک صاحب پیمبر اسلام کے سامنے آئے تو ان کے ہاتھ چادر سے چھپے ہوئے تھے۔ کسی پرند کے بچے تھے۔ پیمبر اسلام نے دریافت کیا تو اس شخص نے عرض کی کہ ایک جھاڑی سے آواز آرہی تھی۔ جا کر دیکھا تو یہ بچے تھے میں نے ان کو نکال لیا۔ پرند مادہ نے جب دیکھا تو وہ سر پر منڈلانے لگی۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ جاؤ اور اُس کے بچے وہیں رکھ دو۔

واقعہ ۳۔ ترحم:۔ ایک دفعہ کسی انصاری کے باغ میں پیمبر اسلام کسی ضرورت سے تشریف

لے گئے ایک گرسنہ اونٹ نظر پڑا وہ آپ کو دیکھ کر بلبلایا۔ آپ نے قریب جاکر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اس کے مالک کا نام پوچھا۔ اس انصاری سے فرمایا کہ تم اس جانور کے معاملہ میں خدا سے نہیں ڈرتے ہو۔

واقعہ ۷۴۔ حکم مساوات
پیمبر اسلام کا حکم عام تھا۔ لاتحاسدوا ولاتباغضوا وکونوا یا عباد اللہ اخواناً۔ ایک دوسرے پر بغض وحسد نہ کرو اے بندگانِ خدا آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

واقعہ ۷۵۔ ترحم وشفقت
پیمبر اسلام کے روبرو ایک صحابی اپنے زمانہ جاہلیت کا واقعہ بیان کر رہے تھے۔ کہ میری ایک چھوٹی لڑکی تھی میں نے اپنی لڑکی کو زندہ زمین میں گاڑ دیا۔ وہ ابا ابا کہہ کر پکار رہی تھی اور میں اُس پر مٹی کے ڈھیلے ڈال رہا تھا۔ یہ سن کر پیمبر اسلام کے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ آپ نے فرمایا کہ اس واقعہ کو پھر دُہراؤ اس صحابی نے اس دردناک واقعہ کو پھر دُہرایا۔ آپ بے اختیار روئے یہاں تک کہ روتے روتے آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

واقعہ ۷۶۔ ترحم ومساوات
ایک حبشی مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ مر گیا۔ تو لوگوں نے پیمبر اسلام کو خبر نہ کی، ایک دن آپ نے اس کا حال پوچھا لوگوں نے کہا وہ انتقال کر گیا۔ فرمایا کہ تم نے مجھ کو خبر نہ کی۔ لوگوں نے اس کی تحقیر کی کہ وہ اس قابل نہ تھا کہ اس کے مرنے کی خبر آپ کو کی جاتی۔ آپ نے اُس قبر پر جاکر نماز جنازہ و دعا پڑھی۔

واقعہ ۷۷۔ مساوات
ایک دن پیمبر اسلام بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ہمراہ سلمان فارسیؓ بلال وعمار اور صہیب وخباب اور کچھ افراد فقرائے و غرباء میں سے بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ پیمبر اسلام ان غربا و فقراء کے ساتھ مساویانہ بے تکلف گفتگو کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں چند افراد گروہ مؤلفۃ القلوب کے آگئے۔ ان افراد میں اقرع بن حابس تمیمی وعیینہ بن حصن فزاری وغیرہ تھے۔ ان لوگوں نے غربا و فقرائے اسلام کو بہ نظر حقارت دیکھا، اور اعتراض کیا اور کہا۔ اے پیمبر اسلام اگر آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور کر دیں تو کیا حرج ہے کیوں کہ آپ کے پاس اشراف عرب آتے ہیں اور آپ کو اس حالت میں دیکھتے ہیں۔ ہم کو آپ کا ان فقراء کے ساتھ بیٹھنا گوارا نہیں ہے۔ ان کو آپ اپنے سے علیحدہ کر دیں اور جب تخلیہ ہو تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس بلا لیا کریں۔ (حیاۃ القلوب جلد ۲ ذکر نوادر اخبار)

پیمبر اسلام غرباء و فقراء کے ساتھ بیٹھنے، ساتھ کھانے، ساتھ رہنے کو پسند فرماتے تھے اور کسی معترض کے اعتراض کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کفار قریش نے بھی ایسا ہی اعتراض کیا اور یہاں تک کہا کہ اگر آپ ان مساکین و فقراء کو اپنے سے الگ کر دیں تو ہم اسلام قبول کر لیں مگر پیمبر اسلام نے کبھی کفار و منافقین اور مؤلفۃ القلوب کے اعتراضات کی پرواہ نہ کی۔ بلکہ سلمان فارسی کا بیان ہے کہ پیمبر اسلام نے اس رفاقت اور معیت غرباء و مساکین کو اپنے اوپر اور بھی لازم کر لیا اور اور ہم سے پیمبر اسلام اتنا مل کر بیٹھتے تھے کہ ہمارے زانو سے آپ کا زانو مل جاتا تھا۔ اور ہم جب تک نہیں اٹھتے تھے پیمبر اسلام اپنی جگہ سے نہ اٹھتے تھے اور ہم سے فرماتے تھے کہ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ خدا نے مجھ کو دنیا سے نہ اٹھایا جب تک کہ مجھ کو غرباء و فقراء کے ساتھ رہنے کا حکم نہ دے دیا میں تمھارے ہی ساتھ رہ کر زندہ رہوں گا اور مرنے کے بعد بھی میں تمھارے ہی ساتھ رہوں گا۔ خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے۔

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشي۔ (ترجمہ) اے محمد تم ان لوگوں کے ہمراہ رہو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں۔

واقعہ ۷۸۔ مساوات سلمان فارسی کے پاس ایک چادر پشمینہ تھی۔ سلمان اسی عباء پر رکھ کر کھانا کھاتے اور رات کو اسی عباء کو اوڑھ لیتے تھے اور دن میں اسی عباء کو پہن لیتے تھے ایک دن سلمان فارسی خدمت پیمبر اسلام میں بیٹھے تھے اور موسم گرم تھا سلمان کو بہت پسینہ آرہا تھا کہ عباء بھی تر ہو گئی تھی۔ اتنے میں عیینہ بن حصن فرازی بھی خدمت پیمبر اسلام میں آ گیا اور اور کہنے لگا کہ اے پیمبر اسلام جب ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کریں تو آپ سلمان فارسی کو اپنے پاس سے ہٹا دیا کریں کہ ہم کو تکلیف ہوتی ہے اور پسینہ کی بدبو سے ہم کو اذیت پہنچتی ہے اور ہمارے چلے جانے کے بعد ان کو اپنے پاس بلا لیا کریں۔ پیمبر اسلام نے اعتراضات کے باوجود کبھی فقراء و غرباء کو نظر حقارت سے نہ دیکھا بلکہ ان کو اور بھی اپنے سے قریب کر لیا۔ اور ان کی حالت بہتر بنانے کی کوشش فرماتے رہے۔

واقعہ ۷۹۔ مساوات اصحاب صفہ پیمبر اسلام نے مسجد کے پہلو میں ایک صفہ بنایا تھا اور غرباء و فقراء کو حکم دیا تھا کہ چونکہ ان کے پاس کوئی جائے قیام نہیں ہے لہذا وہ اس صفہ پر قیام کریں ان کی خورد و نوش کا انتظام بھی کر دیا گیا پیمبر اسلام ان اہل صفہ کی نگرانی اور دیکھ بھال خود کرتے تھے اور بعض اوقات خود ہی ان کو کھانا

پہچانتے تھے۔ وہ اہل صفہ اکثر آتے تھے اور پیمبر اسلام کے ہمراہ بیٹھتے تھے۔ پیمبر اسلام ان کو اپنے قریب تر بٹھاتے تھے۔ جب صاحبان دولت و ثروت خدمت پیمبر اسلام میں آتے تھے تو اُن کو یہ بات ناگوار ہوتی تھی۔ اور وہ کہتے تھے کہ اے پیمبر خدا آپ ان لوگوں کو اپنے سے جُدا کر دیجئے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک انصاری خدمت میں آیا اس وقت پیمبر اسلام سے ایک شخص اہل صفہ کا لپٹا ہوا تھا اور گفتگو کر رہا تھا۔ انصاری یہ دیکھ کر دور بیٹھ گیا۔ پیمبر اسلام نے انصاری کو قریب بلایا مگر وہ نہ آیا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا "اے انصاری کیا تجھ کو ڈر ہے کہ کوئی چیز اس فقیر کی تجھ میں لگ جائیگی، انصاری نے عرض کیا کہ آپ پہلے اس غریب کو اپنے سے جدا کر دیں تو میں حاضر خدمت ہوں گا۔ پیمبر اسلام نے اُس کی فرمائش پر توجہ نہ کی اور اُس کا سَر پُر غرور خود جھک گیا۔ (حیات جلد۲)

واقعہ ۸۰۔ مساوات پیمبر اسلام کے سامنے جب مال زکوٰۃ پیش کیا جاتا تھا تو آپ اس مال کو غربا و فقراء پر تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ پیمبر اسلام کا یہ عمل اغنیا و صاحبان مال کو ناگوار ہوتا تھا۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ جب جنگ کا موقع آتا ہے تو ہم جان و مال سے شریک ہوتے ہیں اور جب مال تقسیم کیا جاتا ہے تو غربا و فقراء کو حالانکہ وہ کسی کام نہیں آتے ہیں مگر پیمبر اسلام نے کبھی ان اعتراضات کی پرواہ نہ کی کیوں کہ آپ چاہتے تھے کہ غریب و امیر کا فرق مٹا دیں اور عالم انسانیت میں مساوات کو عام کر دیں۔

واقعہ ۸۱۔ مساوات انسان کا فطری جذبہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے لئے تفوق چاہتا ہے مگر پیمبر اسلام نے کبھی اپنی ذات کے لئے تفوق کو پسند نہیں کیا اور مساوات کی وہ مثال قائم کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ چنانچہ اس نوع کی مساوات کے بارہ میں چند واقعات تاریخی پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اسوۃ الرسولؐ ج ۴ ص ۸۲۔

ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت آپ ہمیشہ خود سلام اور مصافحہ فرماتے اگر کوئی شخص جھک کر آپ کے کان میں سرگوشی کرتا تو آپ اس کی طرف سے اپنا منھ نہ پھیرتے تھے جب تک کہ وہ خود منھ نہ ہٹا لیتا۔ مصافحہ میں بھی آپ کا یہی دستور تھا یعنی جب تک مصافحہ کرنے والا آپ کا ہاتھ خود چھوڑ نہ دیتا آپ اُس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ مجالست کے وقت آپ کا زانوئے مبارک بیٹھنے والوں سے کبھی آگے نکلا ہوا نہ ہوتا۔ اکثر غلام، کنیز اور عوام خدمت اقدس میں پانی لاتے کہ آپ اس میں ہاتھ ڈال دیں کہ تبرک ہو جائے اگرچہ سخت

جاڑے کے دن اور سردی ہوئی مگر آپ کبھی انکار نہ فرماتے ہمیشہ پانی میں بلا تامل ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے۔

یہ بات عمومی طور پر دیکھی گئی ہے کہ بلند مرتبہ انسان پست درجہ انسان سے جب ملتے ہیں تو وہ سبقت سلام کے متمنی رہتے ہیں اور خود سلام میں سبقت نہیں کرتے۔ یہی حال مصافحہ کا بھی ہے اور اگر مصافحہ کرتے بھی ہیں تو فوراً بے توجہی سے اپنا ہاتھ پہلے سے ہٹا لیتے ہیں۔ تاکہ شان تفوق باقی رہے۔ اس صورت میں شان تکبر پیدا ہوتی ہے اور یہ عمل فشان مساوات کے خلاف ہوتا ہے۔ پیمبر اسلام نے اپنی تمام زندگی یہی دستور قائم رکھا تھا کہ مساوات باہمی باقی رہے اور امیر و غریب کا فرق مٹ جائے۔

واقعہ ۸۲۔ مساوات و مروت

ایک بار سعد بن عبادہ کے مکان پر ملاقات کو تشریف لے گئے۔ سعد نے اپنے صاحبزادہ قیس کو ہمراہ کر دیا۔ کہ آں حضرت کے ساتھ ساتھ جائیں پیمبر اسلام نے قیس سے کہا کہ تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ قیس نے بلحاظ بے ادبی اونٹ پر سوار ہونے سے تامل کیا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔ اے قیس سوار ہو جاؤ یا گھر واپس جاؤ۔ قیس واپس چلے آئے۔

واقعہ ۸۳۔ مروت و مساوات

ایک دفعہ نجاشی شاہ روم کے یہاں سے ایک سفارت آئی۔ پیمبر اسلام نے اہل سفارت کو اپنے مکان پر مہمان رکھا اور خود بنفس نفیس مہمانداری کے تمام کام انجام دیئے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ "یہ خدمت ہم انجام دیں گے پیمبر اسلام نے فرمایا کہ "ان لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت گزاری کی ہے اس لئے میں خود ان کی خدمت گزاری کرتا ہوں۔

واقعہ ۸۴۔ رواداری و مروت

عتبان ابن مالک صحابی بدر کی بینائی میں فرق آگیا تھا پیمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں محلہ کی مسجد میں نماز ادا کرتا ہوں، مگر جب بارش ہوتی ہے تو مجھ کو دشواری ہوتی ہے۔ میرے مکان میں آپ دو رکعت نماز ادا فرمائیں تو میں اس جگہ کو اپنے لئے جائے نماز قرار دے لوں۔ پیمبر اسلام عتبان کے گھر تشریف لے گئے اور جو جگہ عتبان نے بتائی اس جگہ پر دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد لوگوں نے حریرہ کھایا۔ اسی دوران میں کسی نے کہا کہ اس محفل میں مالک بن وخش نظر نہیں آتے ایک نے کہا وہ منافق ہے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔ ایسا نہ کہو وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ جو شخص رضائے خدا کے لئے لا الہ الا اللہ کہتا ہے خدا اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔

واقعہ ۸۵- مروت وقناعت وحلم

ابتدائے ہجرت میں پیمبر اسلام کی جماعت کے دس دس آدمی ایک ایک گھر میں قیام پذیر ہوئے۔

مقداد بن الاسود کہتے ہیں کہ جس جماعت میں پیمبر اسلام تھے میں بھی اسی جماعت میں تھا۔ اس گھر میں چند بکریاں تھیں جن کے دودھ پر گزارا تھا لوگ اپنے اپنے حصہ کا دودھ پی لیتے تھے اور آپ کے لئے پیالہ میں چھوڑ دیتے تھے۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ پیمبر اسلام بتاخیر گھر میں تشریف لائے۔ لوگ اپنا اپنا حصہ دودھ کا پی کر سو رہے۔ پیمبر اسلام نے آکر دیکھا تو ان کا پیالہ خالی تھا۔ خاموش ہو رہے۔ پھر فرمایا کہ اے خدا جو آج مجھ کو کھلادے اُس کو تو بھی کھلادینا۔ مقداد بن اسود چھری لے کر کھڑے ہو گئے اور چاہا کہ بکری کو ذبح کر کے اس کا گوشت پکا کر کھلا دیں۔ پیمبر اسلام نے مقداد کو اس کام سے روکا اور منع کیا اور بکری کو دوہا جو کچھ دودھ نکلا وہ پیا اور کسی کی ملامت نہ کی اور سو رہے۔

واقعہ ۸۶- مساوات عقبہ بن عامر و پیمبر اسلام

عقبہ بن عامر ایک صحابی تھے ایک دفعہ آں حضرت صلعم پہاڑ کے دّرہ میں اونٹ پر سوار تھے۔ عقبہ بھی ساتھ ساتھ تھے۔ پیمبر اسلام نے کہا عقبہ تم بھی سوار ہو لو۔ عقبہ نے اپنے سوار ہونے کو گستاخی سمجھا کہ پیمبر اسلام کو پیادہ چلا کر خود سوار کیسے ہو جاؤں۔ پیمبر اسلام نے دوبارہ کہا۔ اب انکار کرنا خلاف اطاعت تھا۔ لہذا عقبہ اونٹ پر سوار ہو گئے اور پیمبر اسلام اونٹ سے اتر کر پیدل چلے۔

واقعہ ۸۷- مساوات

ایک دفعہ مقام جعرانہ میں پیمبر اسلام تشریف فرما تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور آپ کے پاس چلی گئی پیمبر اسلام نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھادی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون عورت ہے لوگوں نے کہا کہ یہ حضور کی رضاعی ماں تھیں۔

اسی طرح ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیمبر اسلام تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے آپ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھادیا۔ پھر رضاعی ماں آئیں آپ نے دوسرا گوشہ چادر بچھادیا آخر میں رضاعی بھائی آئے تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔

(۲) حضرت ابوذر مشہور صحابی ہیں۔ ایک دفعہ ان کو بلا بھیجا تو وہ گھر نہیں ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد ابوذر حاضر خدمت ہوئے تو ان کو دیکھ کر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سینہ سے

لگالیا۔

پیمبر اسلام کے اخلاق کے متعلق ایسے واقعات بکثرت ہیں۔ان تمام واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ پیمبر اسلام اصول اور قوانین مساوات و مروت کے پابند تھے اور ان کی حدود اپنے عمل سے مقرر فرمارہے تھے،اور آپ نے کوئی پہلو یا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جو سلسلہ اخلاق کے کسی حلقہ کو ناقص قرار دے سکے۔ ماہران علم نفسیات واقف ہیں کہ انسان میں تفوق بحالت سرداری و حکومت خاص طور پر پیدا ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے ہر حاکم اپنی تعظیم کا دوسروں سے متوقع ہوتا ہے مگر بہ لحاظ مراتب انسانیت و بشریت بہ اقتضائے تفوق خلاف قوانین مساوات و مروت ہے۔لہذا پیمبر اسلام نے باوجود سردار دوجہاں ہونے کے اپنے کو ہر درجہ کے انسان سے مساویانہ برتاؤ رکھا اور اس طرح قوانین مساوات کے حدود صحیحہ کو معین و مقرر فرمایا۔

واقعہ ۸۸ مساوات و تواضع

سلمان فارسی صحابی خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوئے آپ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ نے تکیہ میری جانب بڑھا دیا اور فرمایا جو مرد مسلمان اپنے بھائی کی تعظیم کے لئے تکیہ بڑھا دے تو خدا تعالی اُس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

واقعہ ۸۹۔مساوات واقعہ اسلام عدی بن حاتم

ترجمہ تاریخ طبری فصل در ذکر غزائے با عدی بن حاتم جلد چہارم۔

واقعۂ غزوہ تبوک کے بعد جب پیمبر اسلام مدینہ واپس تشریف لائے تو چندروز کے بعد پیمبر اسلام نے علی مرتضی کو حکم دیا کہ وہ قبیلہ طے کی جانب جائیں۔

قبیلہ طے دو پہاڑیوں کے درمیان میں آباد تھا۔عرب کی دولت کثیر کے وہ لوگ مالک تھے کیوں کہ حاتم سخی ترین افراد عرب تھا۔حاتم کا انتقال ہو چکا تھا اس کا بیٹا عدی سردار قوم تھا۔ جب عدی کو فتوحات اسلامی کی خبریں پہنچیں تو اُس نے اعلیٰ قسم کے اونٹ جمع کئے اور ان کو فربہ و توانا کرنا شروع کیا تاکہ جس وقت وہ لشکر اسلام کے حملہ کی خبر سُنے تو اپنی قوم کو ہمراہ لے کر بھاگ جائے۔ پیمبر اسلام نے علیؑ مرتضی کو بُلایا اور فرمایا کہ تم پسر حاتم کو کیا میرے پاس لا سکتے ہو۔شاید خداوند عالم اس کو دولت اسلام و ایمان سے سرفراز کرے۔علی مرتضیؑ نے عرض کیا کہ سمعاً و طاعۃً"۔ ارشاد عالی کی تعمیل کروں گا۔چنانچہ علی مرتضیؑ مدینہ سے روانہ ہو گئے اور جب قبیلہ طے کی قیام گاہ پر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ تمام قوم وہاں سے جا چکی ہے

اور وہ اپنے سامان و اسباب کو اونٹوں پر لاد کر شام کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ حاتم کی ایک بہن تھی جو عاقلہ و فرزانہ تھی اس کو وہ لوگ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ علیؑ نے اس ضعیفہ کو کنیز بنایا اس کے بعد وہاں کے بت خانہ کو مسمار کیا اور خواہر حاتم کو مدینہ لے آئے۔ پیمبر اسلام نے حکم دیا کہ چمڑہ کا ایک خیمہ نصب کیا جائے اور خواہر حاتم کو اس میں بہ آرام رکھا جائے۔ تین دن خواہر حاتم اس خیمہ میں رہی۔ چوتھے روز جب پیمبر اسلام نماز کے لیئے مسجد کو تشریف لیئے جا رہے تھے تو اس ضعیفہ نے پیمبر اسلام سے درخواست کی کہ میں سخی خاندان کی ایک فرد ہوں۔ آپ کو خدا نے فضیلت احسان و کرم عطا فرمائی ہے لہذا مجھ کو آزاد کر دیا جائے تاکہ میں اپنے بھائی کے پاس واپس چلی جاؤں پیمبر اسلام نے اس سے دریافت کیا کہ تیرا بھائی خدا اور رسول سے بھاگا ہے تو اس کے پاس جا کر کیا کرے گی۔ یہ کہہ کر پیمبر اسلام مسجد کی جانب روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن بھی ایسا ہی اتفاق ہوا اور تیسرے دن پھر خواہر حاتم نے پیمبر اسلام سے درخواست رہائی کی۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ صبر کر کہ ملک شام کے ساتھی تجھ کو مل جائیں۔ چند روز کے بعد مدینہ کی کچھ عورتیں شام کی طرف سفر کرنے پر آمادہ ہوئیں۔ خواہر حاتم نے عرض کی کہ اے خدا کے نبی مجھ کو سفر کے ہمراہی مل گئے ہیں۔ پیمبر اسلام نے اس کو اجازت دی اور اس کو آزاد کیا۔ لباس۔ ایک اونٹ اور سامان ضروری جو اس نے طلب کیا وہ آپ نے اُس کو عطا فرمایا۔ خواہر حاتم سے کچھ سال بڑی تھی۔ جب وہ ملک شام میں پہنچی تو اُس نے عدی سے کہا کہ تم لوگ مجھ کو تنہا دشمنوں میں چھوڑ گئے تھے اور اپنے بال بچوں کو ہمراہ لے گئے تھے۔ اس شکوہ شکایت کے بعد سب لوگ جمع ہوئے اور اُنھوں نے ضعیفہ سے حالات پیمبر اسلام دریافت کیئے اور پوچھا کہ تم نے پیمبر اسلام کو کیسا پایا۔

خواہر حاتم نے کہا کہ وہ لطف و کرم کا مجسمہ ہیں۔ میرے ساتھ لطف و کرم کا سلوک کیا ہے۔ اس کے بعد بھائی سے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ تم پیمبر اسلام کے خدمت میں حاضر ہو۔ اگر وہ پیمبر خدا ہیں تو تجھ کو ان کا دین قبول کرنا ہی ہوگا اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو بھی اُن کی قربت تیرے لیئے مفید ہی ہوگی۔ عدی بن حاتم نے کہا کہ تمہاری رائے صائب ہے عدی مدینہ آیا۔ اس نے پیمبر اسلام کو اصحاب کے جھرمٹ میں مسجد میں دیکھا۔ حاضر ہوا۔ سلام کیا۔ پیمبر اسلام نے پوچھا تم کون ہو۔ عدی نے اپنا نام بتایا۔ پیمبر اسلام تعظیم کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ اس کو اپنے گھر لے گئے۔ اپنے بستر پر فرش پر بٹھایا۔ حالانکہ آپ کبھی کسی کافر کی تعظیم کے لیئے کھڑے نہ

ہوتے تھے)۔ پیمبر اسلام خود زمین پر فرش کے سامنے تشریف فرما ہوئے۔ عدی نے دل میں سوچا کہ یہ طریقہ بادشاہوں کا نہیں ہو سکتا کہ خود زمین پر بیٹھے اور مجھ کو مسند پر بٹھا دے۔ اس کے بعد پیمبر اسلام نے عدی سے کہا اے عدی شاید تم اسلام اس لئے قبول نہیں کرتے کہ تعداد مسلمانان کم ہے تعداد کفار زیادہ ہے۔ میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے کہ دین اسلام کی اتنی ترقی ہوگی کہ مغرب سے مشرق تک اس کی حدود ہوں گی۔ اس کے بعد عدی کو دعوت اسلام دی عدی نے بصدق دل اور بخوشی خاطر دین اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد اپنے قبیلہ میں چلا گیا اور اس کے بعد تمام قبیلہ طے مسلمان ہو گیا۔

واقعہ مذکور میں پیمبر اسلام کے اخلاق حسنہ کے اعلیٰ نمونے نظر آتے ہیں۔

(۱) بوجہ سخاوت خاندان حاتم کی عزت و عظمت کرنا اور بہ حیثیت مساوی سلوک و دعوت حق دینا۔

(۲) دختر حاتم کو باوجود قیدی ہونے کے با احترام تمام رکھنا اور اُس کی درخواست آزادی کو قبول کر کے تحفے و زادراہ سفر دے کر رخصت کرنا۔

(۳) دشمنان اسلام جو بھاگ کر شام چلے گئے تھے اور جن کا سردار عدی بن حاتم تھا۔ جب واپس آیا تو وہ کافر تھا دشمن اسلام تھا، مگر چوں کہ وہ سخی ترین عرب کا بیٹا تھا۔ پیمبر اسلام نے اُس کی تعظیم بھی کی۔ بحسن اخلاق و بہ طریقہ احسن دعوت اسلام بھی کی جس کا اثر یہ ہوا کہ پورا قبیلہ طے بخوشی مسلمان ہو گیا۔

(۴) پیمبر اسلام کی یہ پیش گوئی قابل توجہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مغرب تا مشرق مذہب اسلام پھیل جائے گا۔ اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے حالانکہ اس وقت محدود مسلمان تھے۔ یہ پیش گوئی پوری ہو رہی ہے۔

علم الٰہیات و عبادت

ماخلقت الانس والجن الا لیعبدون - قرآن۔

انسان اور جن (تمام مخلوقات) کی خلقت و پیدائش کا حقیقی مقصد یہی ہے کہ وہ اپنے خالق اور رب کی معرفت حاصل کرے اور معرفت کا حصول عین عبادت ہے۔ لہٰذا ہر مخلوق اپنے اپنے طریقہ پر خالق عالم کی عبادت میں مصروف ہے۔

انسان اشرف مخلوقات ہے۔ مگر اس کے لئے وجہ شرف یہی ہے کہ وہ اپنے قوائے بہیمی و شہوی و غضبی کو احکام خداوندی کا محکوم بنالے اور خود ان قوائے حیوانی کا محکوم نہ بنے۔ جمادات نباتات حیوانات و نیز مرئی و غیر مرئی تمام مخلوقات فطری طور پر عبادت خالق یکتا میں مصروف ہیں۔ روئے زمین کا کوئی ذرہ یا اجرام فلکی کا کوئی جزو ایسا نہیں ہے جو احکام خداوندی سے انحراف کرے۔ ہر ایک چیز حکم خداوندی کی پابند ہے۔ نہ اس کے اثرات و خواص بدلے جا سکتے ہیں۔ نہ ان کے مدار و حدود گردش میں فرق پیدا ہو سکتا ہے۔ نہ ان سالمات کی باطنی گردش میں فرق آسکتا ہے بلکہ خداوند قدیر نے ان کو جیسا بنا دیا ہے اور جن احکام کا ان کو پابند کر دیا ہے وہ اس پر کاربند ہیں سر مو انحراف نہیں کرتے اور حکم خدا سے سرکشی نہیں کرتے۔ صدیاں گزرتی چلی جا رہی ہیں۔ ان موجودات کے خاصیت، تاثرات۔ خواص و اثر و مدار و حدود فطری میں فرق پیدا نہیں ہوتا۔ ان اشیاء عالم کا اپنے مدار پر صحیح گردش کرنا ہی اور ان کا اپنی خواص فطری پر باقی رہنا ہے علوم انسانی کا سرچشمہ ہے۔ انسان اشیاء کی باطنی و بیرونی جوہری و عرضی خصوصیات کی تلاش و جستجو میں شبانہ روز سرگرداں ہے اور اس کی کامیابی کا راز اسی میں مخفی ہے کہ اشیاء عالم اپنے مدار فطری و خواص فطری پر باقی ہیں۔ ان اشیاء کا اپنی فطری حالت پر باقی رہنا ہی ان کی عبادت ہے۔

انسان کی حالت بمقابلہ اشیائے عالم جداگانہ ہے۔ اس کے عہد طفلی سے تا عہد پیری حالات فطری، تقاضات فطری جذبات، ماحولی اثرات وغیرہ اس کے مزاج۔ خواص افعال میں تغیر پیدا کرتے رہتے ہیں۔ انسان کبھی پست سے پست تر ہو جاتا ہے اور کبھی اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہو جاتا ہے۔ اس کی حالت کا تغیر اس کے جذبات کا تقاضا اس امر کا مقتضی ہے کہ درجہ انسانیت سے نسبت

نہ ہونے دیا جائے۔ اس کام کے لئے انسان کو دستور العمل کی ضرورت ہے و نیز نمونہ کردار اعلیٰ پر عمل کرانے کی مشق کی ضرورت ہے۔

علاوہ بریں یہ امر مسلمہ ہے کہ انسان بلحاظ نوع کے اعلیٰ ترین مخلوقات ہے۔ اس دعویٰ پر دلیل صرف اتنی کافی ہے۔ کہ انسان مخلوقات کائنات کا عالم ہے۔ حاکم ہے۔ انسانی دور حکومت و تصرف انسانی ترقیوں کے ساتھ وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ عہد قدیم کے انسان کی خصوصیات و حدود و اختیارات میں اور اس کے موجودہ ۱۹۷۵ء کے تصرفات اختیارات علوم میں اتنا عظیم فرق پیدا ہو گیا ہے کہ جن کی نسبت اور مثال قائم کرنا ہی ناممکن سا ہو گیا ہے۔ انسان پہلے روئے زمین و اشیاء ارضی ہی پر متصرف و حاکم تھا لیکن آج وہ اجرام فلکی فضائے بسیط و اثرات فضاء کا مالک بن چکا ہے اور اسی انسان کی یہ روز بروز ترقیاں اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ انسان کائنات پر حاکم و متصرف ہو سکے گا۔ اس وقت اس بحث کو طول دینا ہمارے موضوع کلام سے علیحدہ ہے لہذا صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ انسان کی ارتقاء کی حدود لا تناہی معلوم ہوتی ہیں۔ اور اسی انسان کا ان منازل ترقی پر گامزن ہونا اور اپنے اعلیٰ ترین معیار نوعی پر پہنچنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اشیاء کائنات میں یہی دستور ساری و جاری ہے کہ جب کوئی شئے اپنے مقصد ساخت کو پورا نہیں کر سکتی ہے تو اس کو فنا کر دیا جاتا ہے۔ صناع نے اس شئے کو چاہے کتنی ہی محنت سے بنایا ہو یا اس پر کتنا ہی زیادہ روپیہ صرف کیا ہو مگر جب وہ شئے صناع کے مقصد صنعت کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ وہی صناع اس کو ناکارہ قرار دے کر فنا کر دیتا ہے۔ اس موقعہ پر بہت سی امثال پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر بخوف طول ناظرین کے فہم پر اعتماد کرتے ہوئے ان امثال کو ترک کیا جاتا ہے اسی کلیہ کے ماتحت انسان جب اپنی وجہ تخلیق کو فراموش کرتے ہوئے اعمال بد یا وہ اعمال جو اس کو ان کے درجہ اعلیٰ سے پست کرتے ہیں اختیار کر لیتا ہے اس کا وجود اہل عالم کے لئے شئے ناکارہ کی مانند ہو جاتا ہے اور ایسا انسان اصطلاح مذہب اسلام میں خاطی و گناہگار ہے اور جب اس کی یہ خطائیں حد سے متجاوز ہو جائیں تو گویا وہ بہ صورت زندہ اور بہ باطن مردہ ہے۔ کلام الٰہی میں ان ہر دو اقسام کے انسانوں کے لئے بھی اشارات ملتے ہیں۔ اور خدا نے انسان کو اس پستی سے بچانے کے لئے بار بار آگاہ کیا ہے اور اسی غرض کے لئے خدا نے روئے زمین کے ہر خطہ پر راہبر یا نبی و رسول مبعوث کئے تاکہ وہ اپنی زندگی کو نمونتہً پیش کر سکیں اور انسانی کمالات کا مظاہرہ کر کے بنی نوع انسان کو اس کا فرض منصبی یاد دلاتے رہیں اور اس کو اس کی اصلی ارتقائی صورت اپنے اعمال کے ذریعہ دکھلاتے رہیں۔ ہر نبی۔ ہر رسول بنی نوع انسان کے لئے نمونہ عمل تھا۔ اور اس کو اس کی ارتقائی منازل کی

طرف پہنچانے کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔

آدم۔ نوع انسانی کا سب سے پہلا معلم یا نمونہ عمل تھا اس نمونہ کے بعد عہد بہ عہد۔ انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ اور انسان کو اس کا درس فطری یاد دلاتے رہے۔ ایک لاکھ ۲۴ ہزار معلمین انسانیت مبعوث ہونے کے بعد نوع انسان میں یہ استعداد پیدا ہوئی کہ کامل ترین۔ اعلیٰ ترین قیادت تعلیم کو قبول کر سکے۔ جب قدرت نے نوع انسان کی استعداد کامل کو معیار اعلیٰ پر پایا تو اس نے سلسلہ نبوت و رسالت ختم کرتے ہوئے آخر میں ایک ایسا انسان کامل کو پیدا کیا۔ جو قیامت تک کے آنے والوں کے لئے مشعل ہدایت و نمونہ اعلیٰ بن سکے۔ اس انسان کامل کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ میرے اس دعوے پر دلیل یہ ہے کہ محمدؐ نے اپنے عہد میں اپنے کلمات ارشادات کے ذریعہ جو علوم و فنون بنی نوع انسان کے سامنے پیش کئے وہ دو قسم کے تھے۔ ایک کا تعلق مادیات سے ہے جو علوم دنیوی کہلائے دوسرے کا تعلق روحانیات سے ہے جو علوم عقبی یا دینی کہلائے۔ عہد پیمبر اسلام سے اس عہد زریں تک انسانی ارتقاء کے وہ منازل طے ہو چکی ہیں جو اس سے پہلے ہزارہا صدیاں گزرنے پر بھی طے نہ ہو سکی تھیں۔

پیمبر اسلام نے قرآن (کلام خدا) اور حدیث (کلام محمدؐ) دو چیزیں بنی نوع انسان کے سامنے پیش کی ہیں۔ اور یہی وہ دو چیزیں ہیں جنھوں نے بنی نوع انسان کو علوم ظاہر و باطن و فنون اعلیٰ سے روشناس کیا ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین پیمبر اسلام کے شاگرد رشید علیؑ مرتضیٰ کا دعویٰ ہے سلونی قبل ان تفقدونی اما دون العرش

(۱) ترجمہ آیت۔ قرآن مبین میں ہر خشک و تر موجود ہے۔

(۲) ترجمہ حدیث علیؑ۔ مجھ سے پوچھ لو اس سے پہلے کہ تم مجھ کو اپنے میں نہ پاؤ۔ اور البتہ عرش تک کے علوم مجھ سے دریافت کر لو۔

ایسا دعویٰ کسی آسمانی و غیر آسمانی کتاب میں نہ ملے گا اور نہ ایسا دعویٰ کسی فلسفی۔ حکیم مدبر مصلح۔ مقنن۔ سیاست دان کے زبان سے نہ کبھی ادا ہوا ہے اور نہ قیامت تک ادا ہو سکے گا۔

موضوع کتاب علم الٰہیات و عبادت پر روشنی ڈالنی ہے۔ تمہید بالا میں یہ ذکر تو کر دیا گیا کہ عبادت کا مفہوم کیا ہے مگر یہ بات بتانی باقی رہ گئی ہے کہ علوم الٰہیات کا عبادت سے کیا تعلق ہے چند جملوں میں اس مسئلہ کی بھی توضیح کر دی جائے۔

تمہید بالا میں بتایا گیا کہ انسانی ارتقاء کا نقطہ کمال لا متناہی معلوم ہوتا ہے۔ اور انسانی اختیارات و تصرفات اشیاء ارضی سے بلند ہو کر فضائے بسیط تک پہنچ چکے ہیں اور ابھی اس کے اختیارات کی وسعت کی حدود کا کسی کو علم نہیں ہے اب سمجھنا یہ ہے کہ جب خدا کی ایک معمولی مخلوق جس کا جسم و جثہ ۶-۷ فٹ سے زیادہ لمبا۔ اور ۴-۵ فٹ سے زیادہ قطر نہیں رکھتا اس کی طاقت قوت اور تصرفات اور اختیارات کی وسعت کا یہ عالم ہے تو اس کے اور تمام کائنات کے خالق۔ رازق۔ حافظ اور رب کے قدرت کی کیا وسعتیں ہوں گی۔ پیمبر اسلام نے ذات خدا کو لا متناہی اوصاف اور قدرتوں کا سر چشمہ و منبع بتایا ہے۔ اور اسی کو قدرت۔ علم۔ کمال۔ جمال۔ انوار وغیرہ اعلیٰ ترین کمالات کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ اور مختصر الفاظ میں یہ بتایا ہے کہ ذات خداوندی کی مثل کوئی شے نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کی ذات و صفات کا کمال تصور و فہم بشری سے بالاتر ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں لا تعداد اشیاء موجود ہیں سب اس خالق یکتا کی مخلوق ہیں اور اور ان میں کی ہر چیز چھوٹی ہو یا بڑی اپنی جگہ کامل ہے۔ برگ گیاہ اور ذرہ صحرا سے لے کر آفتاب عالمتاب تک ہر چیز میں اس کا ذاتی کمال بدرجہ نقطہ کمال پایا جاتا ہے۔ ان سب کا پیدا کرنے والا اکمل الکاملین رب العالمین ہی ہو سکتا ہے۔ اگر انسان کے ذہن و حافظہ کے سامنے ایسے خدا کا وجود پیش کیا جائے جو کسی قسم کا نقص رکھتا ہو یا جو کسی طرح سے محدود ہو یا جس کے اوصاف مقامی و زمانی ہوں تو اس خدا کا تصور انسان کی فطری و نوعی ترقیوں کے لئے زینہ نہیں بن سکتا ہے۔ انسان کو کائنات پر اختیارات حاصل کرنا ہیں۔ لہذا انسانی دماغ کے سامنے ایسے ہی کامل ذات کا تصور موجود ہونا چاہئے جس کے اختیارات۔ کمالات اور قدرت لا متناہی ہو۔ اگر انسان ایسے خدا کو تسلیم کرتا ہے اس کے احکام کی قدر کرتے ہوئے تعمیل کرتا ہے تو گویا وہ اپنی مقصد حیات کو پورا کر رہا ہے اور اس کا ہر لمحہ حیات اس کو اس کی منزل ارتقاء کے اعلیٰ دور تک پہنچا رہا ہے۔
پیمبر اسلام نے ذات خداوندی کا جو تصور بنی نوع انسان کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے ادیان عالم اور پیشوایان مذاہب عالم اس تصور کو پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ انسان بجائے منازل ارتقاء کے طے کرنے کے روز بروز پست سے پست تر ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ پتھروں۔ درختوں۔ دریاؤں۔ طوفانوں۔ آتش کدوں۔ سیاروں اور ثوابت کے سامنے جھک گیا اور اس نے اقرار کر لیا کہ یہ سب مخلوقات

درجہ و منزلت میں انسان سے بالاتر ہیں۔ اصطلاح اسلام میں اسی کو بت پرستی۔ کفر۔ الحاد۔ بے دینی کہا گیا ہے۔ اور ایسے انسان کو مردہ سمجھا گیا ہے۔

پیمبر اسلام نے بنی نوع انسان کو اس کے اصلی مرتبہ اعلیٰ سے آگاہ کیا اور بتایا کہ دنیا کی ہر چیز تیری محکوم اور تابع ہے اور تو صرف خدا کا بندہ اور محکوم ہے۔ خدا سے بالا و برتر کوئی شے نہیں ہو سکتی اور خدا کے بعد تمام کائنات سے برتر اور بہتر تو ہے۔ جب اس تصور اسلامی کو ساکنان سطح ارض سمجھنے لگے یا ان میں سمجھنے کی استعداد پیدا ہونے لگی تو ان کی ترقیاں غیر محدود ہونے لگیں۔

خدا کی صفات اور ذات دو جدا جدا چیزیں نہیں ہیں بلکہ وہ ذات و صفات میں یگانہ ہے اور اس کی صفات اس کی عین ذات ہیں۔ خدائے یکتا پر ایمان لانا انسان کو خدا پرست اور موحد اور حق پرست بناتا ہے اور اس کو اس کے مقصد حیات سے آگاہ بھی کرتا ہے۔ اور وجود خداوندی اور ذات احدیت کو جتنا انسان منزہ و اعلیٰ تصور کرتا جائے گا اسی قدر وہ اپنے ذاتی جوہر و کمالات پر فائز ہوتا جائے گا۔ اور اس کو اپنی ارتقائی منازل نظر آتی جائیں گی۔ پیمبر اسلام نے خدائے یگانہ کا جو تصور عینی و یقینی پیش کیا ہے اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) مندرجہ ذیل واقعات تاریخی سے ثابت ہوگا کہ ابتداء عمر سے تا آخر عمر پیمبر اسلام نے خدائے یگانہ کا کیا تصور اہل عالم کے سامنے پیش کیا اور عہد طفلی سے تا عہد پیری خود بہ نفس نفیس خدا کے بارہ میں کن کن اوصاف کے معترف رہے۔ اور اپنا اعتقاد و عمل کن اوصاف کے مالک خدا کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور آپ نے اہل عالم کو کن اوصاف کے مالک خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی۔ چونکہ اوصاف خدا و ذات خدا ہی بُنیاد مذہب اسلام اسلام ہیں۔ اس لئے تفصیلاً مگر باختصار اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔

واقعہ ۱۔ معرفت رب حلیمہ کا بیان ہے کہ جب میں محمدؐ کے دہن میں اپنی چھاتی دیتی تھی تو محمدؐ کی زبان پر جاری ہوتا تھا۔ بسم اللہ رب محمدؐ۔ اور جب دودھ پلا چکتی تھی تو زبان پر الحمد للہ رب محمدؐ جاری فرماتے تھے۔

واقعہ ۲۔ معرفت و عبادت عمر ۶ سال جبکہ پیمبر اسلام کی عمر تقریباً ۶ یا ۷ سال کی تھی اور آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ سفر شام کر رہے تھے تو راہ شام میں ایک عظیم الشان کلیسا یا گرجا ملا۔ یہ کلیسا عیسائیوں کا معبد تھا اور اس میں علماء مذہب نصرانی رہا کرتے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا

اور کتب سماویہ پر عبور رکھنے والا بحیرا تھا۔ جب قافلہ عرب قریب کلیسا پہنچا تو اس راہب نے محمدؐ کو دیکھا اور آپ کی پیشانی میں نقوش نورانی نبوت کو مطالعہ کیا، قریب آیا۔ اور آپ سے کچھ سوالات کئے جو میں مختصراً لکھتا ہوں۔

بحیرا۔ فقال یاغلام اسئلک بحق اللات والعزیٰ الا اخبرتنی عما اسئلک عنہ۔	(ترجمہ) بحیرا نے کہا اے لڑکے (محمد) میں تم کو لات وعزیٰ (بزرگ ترین اصنام عرب ومکہ) کی قسم دے کر کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔
محمدؐ۔ قال لاتسئالنی باللات والعزیٰ شیئاً فواللہ ابغضت شیئاً قط بغضھما۔	(ترجمہ) محمدؐ۔ آپ نے فرمایا اے بحیرا لات و عزیٰ کی قسم مجھ کو نہ دے کیوں کہ میں ان دونوں بتوں کو خدا کی قسم بہت زیادہ دشمن رکھتا ہوں۔
بحیرا۔ فاللہ الا اخبرتنی عما اسئلک عنہ۔	(ترجمہ) بحیرا۔ اچھا میں تم کو اللہ کی قسم دیکر سوالات کرتا ہوں۔
محمدؐ۔ فقال لہ سئلنی عما بدلک۔	محمدؐ۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں خدا کے نام پر مجھ سے سوالات کر سکتے ہو۔

واقعہ مذکور اگرچہ پیمبر اسلام کے عہد طفلی کا ہے۔ مگر اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام کا عقیدہ ہمیشہ سے ہی بتوں کے خلاف تھا اور آپ خدائے یکتا پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ اور ایسا ہرگز نہ تھا کہ تدریجاً اعتقاد خدائے یگانہ کو بذریعہ تعلیم کسی سے حاصل کیا ہو۔ واقعہ مندرجہ ذیل میرے اس دعویٰ کی مزید دلیل ہے اور مندرجہ ذیل واقعہ اس وقت کا ہے۔ جبکہ پیمبر اسلام کی عمر تقریباً ۴ سال کی تھی اور آپ حلیمہ دائی کے ساتھ رہتے تھے۔

واقعہ ۲۔ معرفت وعبادت عمر ۴ سال

پیمبر اسلام کی عمر جب ۳ یا ۴ سال کی تھی تو آپ حلیمہ دائی کے قبیلہ میں رہتے تھے اور حلیمہ کے بچے آپ کو اپنے ساتھ کھیلنے کے لئے باہر لے جاتے تھے۔ جب حلیمہ کے بچے دیر تک کھیلتے رہتے تھے تو آپ ان کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اور فرماتے تھے۔ انا لم نخلق لھذا۔ ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔ ایک بار محمدؐ نے حلیمہ سے کہا کہ تم میرے رضاعی بھائیوں سے انصاف نہیں کرتی ہو ان کو بکریاں چرانے کے لئے بھیجتی ہو وہ دن بھر محنت کرتے اور دھوپ میں

رہتے ہیں اور میں گھر میں بہ آرام رہتا ہوں۔ حلیمہ نے کہا مجھ کو خوف ہے کہ مبادا تم کو کوئی گزند پہنچے تو میں عبدالمطلب کو کیا جواب دوں گی۔ آپ نے فرمایا۔ خدا میرا محافظ ہے۔ تم خوف نہ کرو۔ (حیات قلوب)

واقعہ ۴۔ معرفت و عبادت عمر ۲۵ سال

مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۲۲
حدثنی جار الخدیجہ بنت خویلد ...... لا اعبد ابداً۔

مجھ سے خدیجہ بنت خویلد (زوجۂ پیمبر اسلام) کے ایک ہمسایہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے پیمبر اسلام کو خدیجہ سے یہ کہتے ہوئے سُنا وھو یقول لخدیجۃ واللّٰہ لا اعبد اللات والعزیٰ واللّٰہ لا اعبد ابداً۔ پیمبر اسلام خدیجہ سے کہہ رہے تھے کہ میں کبھی بھی لات و عزیٰ کی پرستش نہ کروں گا۔ اور پھر مکرر فرمایا کہ میں ہرگز لات و عزیٰ کی پرستش نہ کروں گا۔

واقعہ مذکور کی نوعیت کچھ بھی ہو۔ مگر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ پیمبر اسلام نے نہ صنا دید عرب و اہل وطن سے مرعوب ہو کر عہد طفلی میں بتوں کی خدائی تسلیم کی اور نہ عنفوان جوانی میں رفیقۂ حیات کے ساتھ ہو کر بتوں کی طرف سر جھکایا یا ان کا اقرار کیا۔ بلکہ آپ خدا کے آخری نبی تھے اور آپ موحد ہی پیدا ہوئے تھے اور تمام زندگی آپ نے توحید خداوندی کی تبلیغ میں گزاری۔

بعض مسلم و غیر مسلم مورخین نے دھوکا کھایا ہے اور عربی زبان کی تاریخوں کا غلط ترجمہ کرنے میں غلطی کی ہے۔ اس بنا پر لکھ دیا ہے کہ پیمبر اسلام کی ملاقات موحدین سابقین سے ہوئی۔ اس لئے آپ بھی بعد کو موحد ہوئے ایسا ہرگز نہیں ہے کیوں کہ پیمبر اسلام ایک انسان کامل تھے۔ اور اپنے مقصد حیات کو ابتداء سے ہی پہچانتے تھے۔ لہذا کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزار سکتے تھے جو آپ کے لئے آپ کی منزل ارتقاء کامل میں حارج ہو سکے اور اس طرح آپ کے کمال ذات میں نقص کا عیب پیدا ہو جائے۔ بت مصنوع انسانی ہے اور انسان کے درجہ سے پست تر ہے لہذا۔ اگر کوئی انسان اپنی زندگی کے چند لمحات بھی اس کی بندگی میں گزارتا ہے گویا وہ اپنے مقصد حیات یعنی سعی ارتقاء مدارج انسانی سے غافل ہو جاتا ہے۔ پیمبر اسلام اہل عالم کو اس کا مقصد حیات سمجھانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے پھر کیسے ممکن تھا کہ وہ خود ہی اپنے مقصد حیات سے غافل ہوتے علاوہ بریں تاریخی ثبوت بکثرت کتب سیر و تاریخ میں موجود ہیں، جو ثابت کرتے ہیں کہ پیمبر اسلام نے پیدا ہوتے ہی اقرار توحید خدا کیا ہے۔ اور کبھی کسی حصہ عمر میں بتوں کی خدائی یا ان کی برتری کا اقرار نہیں کیا۔

واقعہ ۵۔ معرفت | شبلی نعمانی سیرۃ النبی جلد اوّل۔
مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود خانہ کعبہ میں تین سو پینسٹھ (۳۶۵) بت رکھے تھے رسول اللہ صلعم کے خاندان کا تمغائے شرافت اسی قدر تھا کہ اس صنم کدے کے متولّی تھے اور کلید بردار با این ہمہ آں حضرت صلعم نے کبھی ان بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ دیگر رسوم جاہلیت میں کبھی شرکت نہیں فرمائی"۔

واقعہ ۶۔ معرفت و عبادت عمر ۸ سال | محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی نے بحوالہ التفسیر القاضی المعتمد نے لکھا ہے۔ مناقب آل ابی طالب جلد اول ص ۲۲ مطبوعہ بمبئی۔

ابو طالب کا بیان ہے کہ ہم لوگ کھانے پینے کے وقت کسی نام سے کھانا پینا شروع نہیں کرتے تھے۔ مگر ہم نے دیکھا اور سنا کہ محمدؐ عہد طفلی ہی میں جب کچھ کھانا یا پینا چاہتے تھے تو ابتداء میں بسم اللہ الاحد فرماتے تھے اور بعد فراغت الحمد للہ کثیراً کہتے تھے۔ علاوہ بریں میں نے دیکھا کہ جب کچھ رات گزر جاتی تھی تو محمدؐ کے زبان پر ایسا کلام جاری ہوتا تھا جس کو سُن کر ہم تعجب کیا کرتے تھے۔

واقعہ ۷۔ تفویض بہ ابو طالب | عبد المطلب نے اپنی وفات کے وقت محمدؐ کو ابو طالب کے سپرد کیا اور مغموم ہوئے تو محمدؐ نے دادا سے عرض کیا۔ یا ابہ لا تحزن فانّ لی ربّا لا یضیعنی۔ فامسکہ ابو طالب فی حجرہ۔ محمدؐ نے فرمایا۔ داداجان آپ غم نہ کریں میرا رب میری حفاظت کو کافی ہے۔ یہ سُن کر ابو طالب نے محمدؐ کو سینہ سے لگا لیا۔ اُس وقت پیمبر اسلام کی عمر ۸ سال تھی اور یہ معرفت خدا تھی۔

واقعہ ۸۔ معرفت و عبادت و تقوی۔ عمر ۱۰ سال | مناقب ص ۲۲
ایک بار بہ طریقہ آزمائش کہ محمدؐ پیمبر آخر الزمان ہیں یا نہیں۔ قریش نے یہ انتظام کیا کہ ایک بار پرند بریاں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا ہوا تھا محفل میں لا کر رکھا۔ اور قریش نے کھانا شروع کیا۔ اور محمدؐ سے کہا کہ تم بھی کھاؤ۔ محمدؐ نے اس سے ہاتھ ہٹا لیا۔ جب لوگوں کی جانب سے بہت اصرار ہوا تو آپ نے جواب میں فرمایا:۔

قال ارا ھا حرامًا یصوننی ربی منھا۔ | محمد صلعم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ طائر بریاں حرام ہے۔ خدا نے مجھ کو اس کے کھانے سے بچایا ہے۔

واقعہ مذکور ظاہر کرتا ہے کہ عہد طفلی سے ہی پیمبر اسلام موحد کامل تھے اور حرام و حلال کو پہچانتے تھے۔

واقعہ ۹۔ معرفت۔ عمر ۸ سال

ابو طالب محمدؐ کو اپنے ساتھ سفر شام میں لے گئے تھے۔ اثناء راہ میں نصرانیوں کا معبد تھا۔ اس میں ان کا عالم بحیرا تھا۔ اس نے ایک قافلہ کو ایک درخت کے سایہ میں دیکھا۔ محمدؐ بہ عہد طفلی ایک درخت کے قریب بیٹھے تھے بحیرا کچھ کھانا لے کر آیا اور محمدؐ کو دینا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تنہا یہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ کیوں کہ میرے ساتھ میرے ہم سفر بھی ہیں۔ راہب نے عرض کیا کہ میرے پاس تو صرف اتنا ہی کھانا ہے کہ آپ کھا سکتے ہیں۔ محمدؐ نے فرمایا کہ اچھا تیری اجازت ہے کہ میرے رفقاء بھی میرے ساتھ کھالیں۔ اُس نے کہا آپ کی خوشی ہے۔ اُس وقت محمدؐ نے لوگوں سے کہا۔

کلوا بسم اللہ فاکل واکلنا معہ۔ اے لوگو۔ اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔ محمدؐ نے بھی کھایا اور ہمراہیوں نے بھی کھایا۔

•

روایات طولانی ہیں مگر مجھ کو تو صرف اپنے موضوع کے مطابق اتنا ہی ثابت کرنا ہے کہ محمدؐ عہد طفلی سے ہی موحد کامل تھے اور خدا کی معرفت کامل رکھتے تھے اُس کی عبادت میں ہمہ لحظہ لمحہ مصروف رہتے تھے۔

واقعہ ۱۰۔ معرفت۔ عمر ۴۴ سال

پیمبر اسلام نے جب تبلیغ اسلام شروع کی تو کفار قریش نے ابو طالب سے شکایت کی اور جان سے مارنے کی دھمکیاں دیں۔ ابو طالب نے بھتیجے سے کہا کہ اے محمدؐ تمھاری قوم یہ شکایت کرتی ہے کہ تم ان کے خداؤں بتوں کو جھوٹا قرار دیتے ہو۔ محمدؐ نے ابو طالب سے فرمایا۔ انی ارید ھم علی کلمۃ واحدۃ الخ۔ میں قریش عرب کو ایک کلمہ پہ جمع کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ عرب و عجم ملت واحدہ میں شامل ہو جائیں۔ ابو طالب نے دریافت کیا۔

ابو طالب:۔ ای کلمۃ ھی یا ابن اخی۔ اے بھتیجے وہ کلمہ واحدہ کیا ہے؟

محمدؐ:۔ قال لا الٰہ الا اللہ۔ محمدؐ۔ فرمایا کہ وہ کلمہ ہے۔ کہ بجز خدائے یگانہ دوسرا کوئی خدا نہیں ہے۔

•

واقعہ ۱۱۔ معرفت۔ عمر ۳۰ سال

پیمبر اسلام اپنی بعثت کے قبل غار حرا میں چلے جاتے تھے اور زیادہ وقت اسی غار میں گزارتے تھے اور عبادت خدا

واحد میں منہمک رہتے تھے۔ ایک بار لوگوں نے سوال کیا کہ آپ غار حرا میں کیا عبادت کیا کرتے ہیں۔ فرمایا۔ (صحیح بخاری وشرح بخاری عینی میں ہے)۔

قیل ما کان صفۃ تعبدہ اجبت بان ذلک بالتفکر والاعتبار۔

پوچھا گیا کہ غار حرا میں آپ کی عبادت کیا تھی۔ فرمایا۔ تفکر و غور خوض اور عبرت پذیری۔

واقعہ ۱۲۔ معرفت

سیرۃ النبی صفحہ ۱۴۷ بحوالہ کارلائیل ہیروز۔

سفر و حضر میں ہر جگہ محمدؐ کے دل میں ہزار سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں؟ یہ غیر متناہی عالم کیا ہے۔ نبوت کیا شے ہے۔ میں کن چیزوں کا اعتبار کروں۔ میں کیا کام کروں؟ کیا کوہ حرا کی چٹانوں۔ کوہ طور کی سر بفلک چوٹیاں۔ کھنڈر۔ اور میدان کسی نے بھی ان سوالوں کا جواب دیا نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ گنبد گرداں۔ گردش لیل ونہار چمکتے ہوئے ستارے برستے ہوئے بادل۔ ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے۔

واقعہ ۱۳۔ معرفت۔ عمر ۴۰ سال

طبری صفحہ ۱۱۵۲ مطبوعہ جرمن۔
حدثنا النبی صلعم۔

قال جاورت فی حراء فلما قضیت جواری هبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت عن یمینی وعن شمالی وخلفی وقدامی فلم ارا شیئاً فنظرت فوق راسی فاذا هو جالس علی عرش بین السماء والارض (طبری)

(ترجمہ) پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں غار حرا میں عزلت گزیں تھا کہ خدا کا فرشتہ نازل ہوا اور مجھے ندا کی۔ میں نے اپنے دائیں بائیں سامنے اور پیچھے دیکھا۔ مگر مجھ کو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر میں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو ندا کرنے والے ملک کو درمیان زمین و آسمان کے ایک تخت پر جلوہ گر دیکھا۔

واقعہ مذکور سے ظاہر ہوا کہ پیمبر اسلام جب سے باہوش ہوئے یا سن غور وفکر پر پہنچے تو آپ نے اسرار کائنات اور خالق کائنات کے بارہ میں غور و فکر کرنا شروع کیا چونکہ معرفت اوّلین عبادت ہے لہٰذا پیمبر اسلام اپنا زیادہ وقت معرفت خداوندی کے حصول میں گزارتے تھے اور جب حالت غور و فکر بدرجہ استغراق پہنچی تو حقائق و اسرار کن فکان آپ پر ظاہر ہونے لگے اور تائید ربانی سے نور یزدانی آپ کی نظروں کے

سامنے جلوہ گر ہونے لگا۔ مبدأ کمال غیر متناہی تھا۔ استعداد قبولیت انوار کمال کی ضرورت تھی۔ وہ استعداد قلب محمد میں بوجہ ریاضت شاقہ پیدا ہو گئی۔ جب منبع انوار کو مطلع انوار مل گیا تو اُس نے انتہائی درخشندگی و تابندگی کے ساتھ ضیا پاشی شروع کر دی۔ آخر منبع انوار و مطلع انوار تابندگی و درخشندگی و ضیا پاشی میں یکساں نظر آنے لگا۔ اور عالمین ان انوار خالق و انوار مخلوق اوّل سے جگ مگا اُٹھے۔

واقعہ ۱۴ معرفت۔ عمر ۵ سال

ابو طالب ابن عبد المطلب نے فرمایا۔ مناقب آل ابی طالب جلد اوّل مطبوعہ بمبئی ص ۲۲

قال ابو طالب لقد کنت کثیراً ما اسمع منہ اذا ذھب من اللیل کلاماً یعجبنی۔

(ترجمہ) ابو طالب نے فرمایا کہ جب کچھ رات گذر جاتی تھی تو میں پیمبر اسلام سے ایسا کلام سُنتا تھا جو مجھ کو تعجب میں ڈال دیتا تھا۔

معرفت الٰہی عمر ۳ سال

طبقات ابن سعد۔
جب آپ کے رضاعی بھائی آپ کو ہمراہ لے کر لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے جاتے تھے اور کھیلنے لگتے تھے تو محمدؐ اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اور کہتے تھے

انا لم نخلق لھذا۔ "ہم لہو و لعب کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں"

معرفت۔ عمر ۱/۲ ۱ سال

حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ شبے از شبہا بیدار شدم سخنی از وے (محمد) شنیدم کہ پیشتر ازاں نہ شنیدہ بودم ایں کلمات بر زبان می آورد:

لا الٰہ الا اللہ۔ قدوساً ماد امۃ العیون والرحمٰن لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔

(ترجمہ) ایک رات سوتے سے میری آنکھ کھل گئی۔ بیٹے محمدؐ سے ایسے کلمات سنے جس سے پہلے کبھی نہیں سنے تھے۔ محمد کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے، وہ پاک ہے وہ رحمٰن ہے، اُس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ کبھی وہ سوتا ہے۔ (روضۃ الصفا جلد ۲)

پیمبر اسلام نے جب پہلی بار بولنا شروع کیا تو کلمہ توحید کا ورد زبان پر جاری تھا۔

معرفت۔ عمر قبل بعثت

روضۃ الصفا جلد ۲۔ واز قطع علائق و عزم اختلاط با خلائق مہم او بمرتبہ رسید کہ اذکیاء عرب گفتند۔ ان محمد عشق ربہ

(ترجمہ) محمدؐ نے جب علائق و خلائق سے علٰحدگی اختیار کر لی اور ذاتِ خدا میں غور و فکر

کرنے کی عادت ڈال لی اور کوہ حرا کے غار میں عبادت خالق میں مصروف رہنے لگے تو پاک باطن اہل عرب عام طور پر کہنے لگے کہ محمدؐ تو اپنے رب کا عاشق ہوگیا ہے۔ گویا بعثت سے قبل ہی پیمبر اسلام اہل عرب میں عاشق خدا کے لقب سے مشہور ہو چکے تھے۔

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ محمدؐ کوہِ حرا کے غار میں شبانہ روز بسر کرتے تھے۔ کبھی کبھی خدیجہؑ کے پاس آتے اور کچھ خورد و نوش کا سامان لے کر پھر کوہ حرا میں چلے جاتے اور عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔

روضۃ الصفا، جلد ۲۔

واقعہ ۱۵۔ عبادت

پیمبر اسلام ایک دن کعبہ کے قریب غار میں مصروف کار تھے کہ ابوجہل نے دیکھا۔ اس کے رفقا بھی اُس کے ساتھ تھے۔ کہنے لگا کہ کوئی ہے جو اونٹ کی آنتوں اور گندگی کو محمدؐ کی پشت پر بحالت سجدہ رکھ دے۔ عتبہ ابن ابی معیط جو پیمبر اسلام کا بہت دشمن تھا کہنے لگا کہ یہ کام میں کروں گا۔ چنانچہ جب پیمبر اسلام سجدہ میں گئے۔ عتبہ بدبخت نے اونٹ کی اوجھڑی کو پیمبر اسلام کے دونوں شانوں کے درمیان میں رکھ دیا۔ وزن کافی تھا۔ پیمبر اسلام سجدہ سے سر نہ اُٹھا سکے۔ فاطمہ دختر پیمبر اسلام کو خبر ہوئی۔ وہ آئیں اور اس اوجھڑی کو ہٹایا۔ اس وقت پیمبر اسلام نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور فرمایا:۔ اللّٰھم علیک بہ عتبہ۔

معرفت خدا

پیمبر اسلام خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے کہ عتبہ ابن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو بٹ کر رسی بنایا اور محمدؐ کے گلے میں ڈال کر چادر کو بیچ در پیچ موڑنا شروع کر دیا۔ محمدؐ کا گلا گھٹ گیا۔ دم گھٹنے لگا۔ ادھر سے ابوبکر آگئے اور عتبہ سے کہا اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔ (ترجمہ) تم ایسے شخص کو قتل کر رہے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (طبری)

واقعہ ۱۶۔ معرفت الٰہی۔ دعا روز بدر

جنگ بدر میں لشکر اسلام غیر مسلح اور کم تعداد اور لشکر کفار کثیر تعداد اور مسلح تھا۔ جب پیمبر اسلام عرشیہ جنگ پر گئے تو آپ نے دعا فرمائی۔ اللّٰھم ان تہلک ھٰذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض ابدًا۔ اے خدا اگر اہل اسلام کا یہ گروہ ہلاک ہوگیا تو روئے زمین پر تیری عبادت کبھی نہ ہوگی۔

پیمبر اسلام کی اس دعا کے دو جزو ہیں۔ اوّل تو یہ کہ پیمبر اسلام کو یقین کامل تھا کہ مجبور و کم تعداد اور غیر مسلح مسلمانوں کو کثیر تعداد دشمنوں کی فوج سے وہی بچانے والا ہے۔ یہ جزو دعا کا ظاہر کرتا ہے

کہ پیمبر اسلام خدائے وحدہٗ لاشریک ہی کو کارساز عالم اور زندگی و موت کا دینے والا تسلیم کرتے تھے۔ دوسرے جزو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام جانتے تھے کہ خدا سب سے زیادہ محبوب اپنی معرفت، توحید و عبادت کو رکھتا ہے۔ لہٰذا آپ نے عرض کیا کہ اگر بدر کی جنگ میں ہم سب مسلمان قتل ہو گئے تو قیامت تک روئے زمین پر اس کی عبادت نہ ہوگی، اور کوئی موحد نہ رہے گا۔ دعا کے اس جزو سے ظاہر ہوا کہ محمدؐ جانتے تھے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی یا رسول مبعوث نہ ہوگا۔ لہٰذا میری اور میرے لشکر اسلام کی موت خاتمہ دین اسلام کا سبب ہوگی۔ اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ انبیاء سابقہ کے ادیان مسخ ہو چکے ہیں اور ان میں توحید خدا باقی نہیں رہی ہے۔ لہٰذا خدا سے آپ نے عرض کر دیا کہ اگر تیری مصلحت اور مشیئت یہی ہے تو محمدؐ مع اپنے رفقاء کے تیری توحید پر فدیہ ہونے کو تیار ہیں۔ کوئی عذر نہیں ہے۔ اور اگر اے خدا تیری مرضی یہ ہے کہ تاقیامت دین اسلام باقی رہے تو ہم کو فتح دے۔ پیمبر اسلام نے دعا کے الفاظ میں معرفت خداوندی۔ توحید الٰہی، مشیت ربانی و نیز اپنا راضی برضا ہونا۔ باحسن وجوہ ظاہر فرمایا ہے۔ اور یہ سب باتیں آپ کی کمال معرفت پر دلالت کرتی ہیں۔

واقعہ ۱۷۔ دعا بروز بدر

بروز جنگ بدر پیمبر اسلام عریش سے باہر آئے اور فوج اسلام کو مقابلہ کفار کا حکم دیا اور آپ نے چند سنگریزے ہاتھ میں اٹھائے اور اُن کو کفار کی جانب پھینکا اور زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ (۱) شاہت الوجوہ۔ سَیُھزَمُ الجمع و یولون الدبر۔ یہ الفاظ جو پیمبر اسلام کی زبان پر جاری ہوئے۔ اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ پیمبر اسلام مطلق خدائے قدیر کی نصرت پر مطمئن تھے اور سمجھ رہے تھے کہ کفار باوجود کثیر تعداد و مسلح ہونے کے شکست پائیں گے اور خدائے واحد و قدیر اہل اسلام کو فتح عطا فرمائے گا۔ جب جنگ شروع ہو گئی اور بازار قتل و غارت گرم ہو گیا ہر دو طرف کے بہادر قتل ہونے لگے تو پیمبر اسلام نے سجدہ میں سر رکھ دیا۔ علی مرتضےٰ نے بیان کیا ہے کہ میں تین مرتبہ عریش میں گیا۔ میں نے پیمبر اسلام کو سر بہ سجدہ پایا اور آپ کی زبان مبارک پر یہ دعا جاری تھی۔ یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔ اے ہمیشہ قائم رہنے والے اور ہمیشہ زندہ رہنے والے میں تیری رحمت سے مدد مانگتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔

انسان کی خداپرستی کا اظہار سب سے بہتر اس موقعہ پر ہوتا ہے جب کہ وہ انتہائی مصائب اور خطرہ میں مبتلا ہو۔ ایسی حالت میں انسان جس کو مدد کے لئے پکارے۔ حقیقی معنی میں وہی اس انسان کا معبود سمجھا جائے گا۔ اقوام عالم و ادیان عالم اسی راہ پر گامزن ہیں۔ چنانچہ

اہل عرب بوقت جنگ میدان جنگ میں اپنے اصنام کو پکارتے تھے اور بعض کو میدان جنگ میں مدد کی امید پہ لے آتے تھے۔ پیمبر اسلام عریشہ میں سجدہ خالق میں مصروف رہے اور خدائے واحد سے امداد کے طالب ہوئے۔ پیمبر اسلام کا یہ انداز عبادت ایسے موقعہ نازک پر خاص طور پہ قابل غور ہے۔ پیمبر اسلام کی کمال معرفت الٰہی کا یہ واقعہ آئینہ دار ہے۔

واقعہ ۱۸۔ معرفت الٰہی | جنگ بدر میں پیمبر اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ لشکر دشمن کے کچھ بہادر قتل ہوئے کچھ قید کر لئے گئے۔ مقتولین کو ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا اور پیمبر اسلام نے بعض کفار کا نام لیتے ہوئے فرمایا۔ (روضۃ الصفا بروایت عائشہ) ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقا

(ترجمہ) کیا تمہارے پروردگار نے جو وعدہ کیا تم نے اس کو صحیح پایا۔ میں نے تو یقیناً اپنے رب کے وعدہ کو صحیح پایا۔

پیمبر اسلام کے الفاظ مذکورہ آج تک فضائے عالم میں گونج رہے ہیں اور تا قیامت آنے والی نسلوں کے کانوں میں گونجتے رہیں گے۔ پیمبر اسلام کے ان الفاظ میں اعلیٰ تبلیغ توحید الٰہی کا درس ہے۔ کفار اپنا رب اصنام کعبہ کو سمجھتے تھے۔ اور ان کی نصرت کے بھروسہ پر چڑھائی کر کے معدود اہل اسلام کو فنا کرنے کے لئے آئے تھے۔ پیمبر اسلام نے ان الفاظ کے ذریعہ ظاہر فرمایا کہ خود ساختہ اصنام اس لائق نہیں ہو سکتے کہ ان کو رب کہا جائے ان سے نصرت و امداد طلب کی جائے بلکہ جس ذات واحد کو اسلام نے رب تصور کیا ہے وہی اس لائق ہے کہ اس سے نصرت طلب کی جائے۔ اور اس کو پروردگار تسلیم کیا جائے اور وہ کون ہے وہ اللہ ہے۔ اور تمام عالمین کا رب ہے۔ علاوہ بریں اسی جنگ کے آغاز میں پیمبر اسلام نے اپنے رب سے طلب اعانت کی تھی سجدہ میں سر رکھ کر اس کی معبودیت کا اقرار کیا تھا۔ لہذا آپ نے اہل عالم کو بتایا کہ جس کو میں نے رب کہہ کر پکارا وہ سمیع و بصیر و قدیر ہے جس نے چشم زدن میں میری دعا کو قبول کیا اور دشمنوں کو شکست دی اور مجھ کو فتح عطا فرمائی۔

پیمبر اسلام نے ایسے اہم اور نازک مواقع پر ہمیشہ تبلیغ توحید ایسے ہی انداز سے فرمائی ہے تاکہ نو مسلم جو قدیم بت پرست تھے اُن کے قلوب سے بتوں کا اثر زائل ہو جائے اور خدائے واحد کا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ پیمبر اسلام توحید کی تبلیغ کے لئے مبعوث ہوئے تھے لہذا وہ ہر مناسب موقعہ پر اس کام کو باحسن وجوہ انجام دیتے تھے اور پیمبر اسلام کے یہی الفاظ آپ کی معرفت الٰہی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

واقعہ ۱۹ معرفت الٰہی۔ جنگ خیبر | روضۃ الصفا۔ ج ۲۔

جب پیمبر اسلام خیبر کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے لشکر اسلام کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور بدرگاہ خداوند قدیر ان الفاظ میں دست بدعا ہوئے۔

اللھم رب السموٰت السبع وما اظللن۔ ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن اسئلک خیر ھذہ القریۃ وخیر مافیھا واعوذ بک من شرھا و شر مافیھا۔

اے سات آسمانوں کے اور جس پر وہ محیط ہیں کے پروردگار اور اے سات زمینوں اور جو ان سے کم ہیں کے رب۔ اور شیاطین اور جن کو انھوں نے گمراہ کیا۔ ان کے رب۔ میں اس قریہ اور جو کچھ اس قریہ میں ہے اس سے خیر کا طالب ہوں اور اس قریہ اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کے شر سے تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔

اس دعا کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ پیمبر اسلام نے جو تصور ذات احدیت کا پیش کیا ہے اور آپ خدائے یگانہ کی خود جس طرح معرفت رکھتے تھے وہ خدا ہے جو ہفت آسمان اور سات زمینوں کا رب ہے۔ سموات سے مراد اہل سماوات بھی ہیں اور ارضین سے مراد کل اہل ارض ہیں۔ گویا خدائے محمد عالمین کا رب ہے اور صرف اتنا ہی نہیں۔ بلکہ وہ شیاطین کا بھی خالق اور رب ہے۔ بعض مذاہب اللہ کو رب تسلیم کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی خالق شر۔ شیطان کو بھی مثل خدا صاحب طاقت سمجھتے ہیں۔ پیمبر اسلام نے ان مذاہب کے عقیدہ فاسد کی تردید فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ رب العالمین صرف خدائے واحد ہے۔ اگر وہ شیاطین کو حیات و اسباب حیات مہیا نہ کرے تو وہ فنا ہو جائیں۔ پیمبر اسلام کا عقیدہ اور معرفت الٰہی کی حدود لا تتناہی طریقہ پر وسیع ہیں۔ اور آپ نے خدائے یگانہ کے بارہ میں وسیع ترین تصورات پیش فرمائے ہیں۔

اس دعا کے دوسرے جزو میں یہ بتایا گیا ہے کہ خیر و شر خدا کی جانب سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا ایسا ہے کہ اگر کسی چیز میں شر ہو تو اس کو خیر بنا دیتا ہے اور وہی اس لائق ہے کہ شر سے اسی کی پناہ طلب کی جائے۔ افعال انسان سے شرارت و شر پیدا ہوتا ہے اور خدائے واحد حق شر در انسانی سے طالب خیر انسان کو بچا لیتا ہے۔ لہٰذا پیمبر اسلام نے خیبر پر حملہ کرنے سے پہلے

خدا سے دعا کرکے ظاہر فرما دیا کہ وہی قادر مطلق ہے۔ وہی فتح و نصرت عطا کرنے والا ہے۔ وہی رب العالمین ہے اور وہی دشمنوں کے شر سے دوستوں کو بچا سکتا ہے۔ اس واقعہ نے پیمبر اسلام کی اعلیٰ معرفت الٰہی کو ظاہر کیا ہے۔

واقعہ ۲۰۔ حج وداع پیمبر اسلام نے جب حجۃ الوداع ادا کیا۔ اور مناسک حج سے فراغت پائی تو آپ نے اپنا رُخ بجانب کعبہ کیا اور جانب کعبہ دیکھنا شروع کیا اور فرمایا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له الملك وله الحمد یحیی ویمیت و هو حیٌّ لا یموت وهو علی کل شیٔ قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ وانجز وعدہ ونصر عبدہ وهزم الاحزاب وحدہ۔

(ترجمہ) بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے ملک اسی کا ہے اور قابل حمد وہی ہے۔ وہ زندہ ہے اس کو موت نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے بجز اس کے کوئی خدا نہیں ہے وہ واحد ہے اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے عبد محمدؐ کی مدد کی۔ اس کی مدد سے لشکر بھاگ گئے وہ واحد و یگانہ ہے۔

اس دعا میں پیمبر اسلام نے خدا کی وحدانیت مالک ملک اور قابل حمد ہونے کا اظہار کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ خدا ہی سب کو حیات بخشتا ہے اور خود ہمیشہ زندہ رہے گا وہی سب کو مارتا ہے اور اس کو کبھی فنا نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اس خدا کی طاقت کے مقابلہ میں کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی ہے وہ سب پر غالب ہے۔

سطور بالا میں چند واقعات تاریخی درج کئے گئے جن سے پیمبر اسلام کی ابتدائی عمر میں معرفت الٰہی کے بارہ میں اظہار خیال کیا گیا۔ یہ واقعات تاریخی ان معترضین کی تردید کرتے ہیں جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ پیمبر اسلام نے بعمر سی سالہ دیگر مذاہب کے پیرو افراد سے توحید خدا کا درس لیا۔ اور بعد کو اپنی معلومات کی بنا پر دین محمدی کی تبلیغ شروع کر دی۔ ان معترضین نے علماء یہود جو بہ لباس اسلام تھے کی کتب تاریخ سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ چوں کہ یہ معترضین بھی دشمنان اسلام ہیں اور جن مورخین سے اُنھوں نے تاریخی مواد لیا وہ بھی دشمنان اسلام تھے اور ان کے دلوں کی گہرائیوں میں تعصب مذہبی داخل تھا لہذا ان کے قلم بھی وہی ظاہر کرنے لگے۔

میں نے پیمبر اسلام کے عہدِ طفلی و نوجوانی و قبل بعثت کی، معرفت کے چند نمونے پیش کئے جن سے واضح ہوا کہ پیمبر اسلام ابتدائی عمر سے ہی معرفت الٰہی بدرجہ اتم رکھتے تھے اور آپ نے معرفت الٰہی کے بارے میں وہ اصول و قوانین و تصورات پیش فرمائے جو تمام ادیان ماسبق سے اعلیٰ تر تھے اور معاشرہ انسانی کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

آئندہ سطور میں پیمبر اسلام کی معرفت الٰہی و عبادت الٰہی کو بلا قید عمر درج کیا جائے گا۔

اس مختصر کتاب میں اتنی وسعت تو نہیں ہے کہ پیمبر اسلام کی معرفت الٰہی و عبادت کے بارہ میں بہ تفصیل کچھ لکھا جائے مگر صرف بطور نمونہ و بطریق اجمالی لکھا جاتا ہے۔

عتبہ بن ربیعہ

عتبہ بن ربیعہ سردار قریش نے اعیان قریش کو جمع کیا اور بعد مشورہ خدمت محمدؐ میں آیا اور کہا کہ اے محمدؐ تم ہمارے بھائی ہو مگر تم نے قوم کو ایک امر عظیم میں مبتلا کر دیا ہے دانشمندوں کو بے وقوف بنا دیا۔ ان کے معبودوں کو عیب لگا دیا ہے۔ آبائی رسوم کو مٹا دیا ہے اگر میری تجویز مانو تو سنو۔ اگر تم دولت چاہتے ہو تو تم کو امیر ترین بنا دیں۔ تم کو موقر و معزز بننا ہے تو تم کو اپنا معتقد بنا لیں۔ اگر تم کو سرداری کا خیال ہے تو تم کو اپنا حاکم بنا لیں۔ اگر تم بیمار ہو تو ہم اطباء کو جمع کر دیں اور تمھارا علاج کرا کے صحیح الدماغ بنا دیں۔ محمدؐ نے کہا اب میری سنو۔ یہ کہہ کر۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰمٓ۔ تنزیل من الرحمٰن الرحیم الخ۔ عتبہ سکوت میں سنتا رہا۔ اس نے واپس جا کر قریش سے کہا کہ محمدؐ کا کلام نہ سحر ہے نہ شعر ہے نہ شگون ہے نہ قصہ ہے۔ اے قریش محمدؐ کو اس کی حالت پر چھوڑ دو وہ اگر حاکم عرب ہو گیا تو تمھارا بھائی ہے ورنہ اہل عرب اس کو خود ہی سمجھ لیں گے۔ (ابن ہشام)

واقعہ ۲۱۔ معرفت الٰہی

(۱) صحیح بخاری کتاب الدعا۔ (ترجمہ)

براء بن عازب سے روایت ہے پیمبر اسلام نے ہدایت فرمائی کہ سونے سے قبل وضو کیا جائے اور بستر پر لیٹتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللھم اسلمت وجھی الیک و فوضت امری الیک والجات ظھری الیک رغبۃ و رھبۃ الیک لاملجا و لا منجا منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت و بنبیک الذی ارسلت۔	(ترجمہ) اے خدا میں نے اپنا چہرہ تیرے سامنے جھکا دیا ہے اور اپنا کام تیرے سپرد کر دیا ہے اور تجھ کو اپنا پشت و پناہ بنایا ہے۔ تیرے عذاب کا ڈر ہے۔ اور تیری رحمت کی امید ہے تجھ سے بھاگنے کا ٹھکانا بجز تیرے کہیں نہیں ہے۔

تو نے جو قرآن نازل کیا ہے اس پر میں ایمان لایا ہوں اور تیرے نبی پر ایمان لایا ہوں جو تو نے بھیجا ہے۔

دعوت قوم

ابن ہشام۔ ودسول اللہ یدعوا قومہ لیلاً ونہاراً سراً وجہاراً مناد یاً بامر اللہ۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام اپنی قوم کو رات دن۔ پوشیدہ ور ظاہر خدا کے امر کی طرف دعوت دیتے تھے۔ یہی امر اللہ معرفت خداوندی ہے۔

واقعہ ۲۲۔ معرفت الٰہی (ب)

پیمبر اسلام جب بستر پہ سونے کے لئے جاتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ (بخاری کتاب الدعا)

باسمک اموت واحیی۔

اے خدا تیرے ہی نام سے ہم سوتے ہیں اور جاگتے ہیں۔ تو ہی ہم کو عارضی موت دیتا ہے اور پھر زندہ کر دیتا ہے۔

پیمبر اسلام جب پیدا ہوئے تھے تو یہ الفاظ زبان پر جاری فرماتے تھے۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد اماتنا والیہ النشور۔

(ترجمہ) قابل تعریف وہی خدا ہے جس نے عارضی موت (خواب) کے بعد ہم کو حیات بخشی۔ بیدار کیا۔ اور ہم سب بعد موت کے پھر زندہ کر کے اس کے سامنے جائیں گے۔

واقعہ ۲۳۔ معرفت (ج)

پیمبر اسلام بعد نماز تہجد جب بستر پر جاتے تھے تو یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری فرماتے تھے۔ (بخاری)

اللھم اجعل فی قلبی نوراً وفی بصری نوراً وفی سمعی نوراً وعن یمینی نوراً وعن یساری نوراً وفوقی نوراً وتحتی نوراً وامامی نوراً وخلفی نوراً واجعل لی نوراً۔

(ترجمہ) اے خدا میرے دل میں نور عطا کر۔ میری نظر۔ کان میرے داہنی جانب۔ میرے بائیں جانب میرے اوپر۔ میرے نیچے۔ میرے سامنے۔ میرے پیچھے نور عطا کر۔ اور مجھ کو نور بنا دے۔

واقعہ ۲۴۔ معرفت دعا

نعمان بن بشیر نے روایت کی ہے۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ۔ ابو داؤد و نسائی۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔ الدعا ھو العبادۃ۔ ۲۔ الدعا مخ العبادہ۔

(۱) دعا کرنی اصل عبادت ہے ۲۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔

۳- سلمان فارسی راوی ہیں۔ لیس شیئ اکرم علی اللہ من الدعا۔ خدا کے نزدیک کوئی شے عبادت سے زیادہ مکرم نہیں ہے۔

۴- لایرد القضاء الا الدعا و لایزید فی العمر الا البر و ان الدعا ینفع مما نزل و مما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء۔

مشکوٰۃ - ترمذی۔

(ترجمہ) قضاء کو بجز دعا کے کوئی دوسری چیز رد نہیں کرسکتی ہے۔ عمر کو بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں زیادہ کرسکتی ہے۔ دعا کام آتی ہے دفع کرنے میں اس بلا کے جو نازل ہو چکی ہے اور جو ابھی نازل نہیں ہوئی ہے۔ اے بندگان خدا دعا کرنا تم پر لازم ہے۔

•

۵- جابر بن عبداللہ راوی ہیں۔ فرمایا پیمبر اسلام نے۔

ما من احد یدعو بدعاء الا اتاہ اللہ ما سال او کف عنہ من السوء مثلہ مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم۔

(ترجمہ) نہیں ہے کوئی شخص کہ دعا کرے مگر اللہ اس کے سوال کو پورا کرتا ہے۔ یا روکتا ہے اس سے برائی کو جو اس کی مثل ہو۔ جبکہ وہ دعا گناہ اور قطع رحم کے بارہ میں نہ ہو۔

•

۶- راوی ابن عمر - ترمذی۔

من فتح لہ منکم باب الدعا فتحت لہ ابواب الرحمۃ و ما سئل اللہ شیئاً یعنی احب الیہ من ان یسئل العافیہ

(ترجمہ) تم میں سے جس پر دعا کا دروازہ کھل گیا تو اس پر رحمت خدا کے دروازے کھل گئے۔ خدا کو سب سے زیادہ محبوب وہ دعا ہے جو عافیت کے طلب کے لئے مانگی جائے۔

•

۷- راوی سلمان فارسی - ترمذی۔ مشکوٰۃ - ابو داؤد وغیرہ فرمایا پیمبر اسلام نے۔

ان ربکم حیی کریم یستحی من عبدہ اذ رفع یدیہ الیہ یردھما صفراً۔

(ترجمہ) یقیناً تمہارا رب زندہ ہے کریم ہے وہ شرماتا ہے اپنے بندہ سے جبکہ وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو خالی واپس کردے۔

۸- راوی ابو سعید خدری - احمد بن حنبل۔ مشکوٰۃ۔

ما من مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیھا اثم ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہ اللہ

(ترجمہ) اگر مسلم کوئی دعا کرے جبکہ اس میں گناہ یا قطع رحم نہ ہو تو اللہ اس کو عطا کرتا ہے اس

بھا احدیٰ ثلاث اما ان تعجلہ دعوتہٗ واما ان یدخرھا لہ فی الاخرۃ واما ان یصرف عنہ من السوء مثلھا قالوا اذاً نکثر قال اللہ اکثر۔

دعا کے معاوضہ میں تین چیزوں میں کوئی ایک چیز جلد قبول کرلیتا ہے اس کی دعا کو یا اس کو زادِ آخرت بنا دیتا ہے یا اس کی مثل برائی دور دفع کردیتا ہے اصحاب نے پوچھا کہ اگر ہم زیادہ دعا کریں تو فرمایا کہ اللہ کا فضل وکرم اس سے بھی زیادہ ہے۔

سطور بالا میں چند احادیث نمونتہً دعا کے بارہ میں درج کی گئیں۔ ان کا خلاصہ مندرجہ عنوانات میں ہوسکتا ہے۔ اور ان سے بخوبی واضح ہو جائے گا کہ پیمبر اسلام نے خداوند قدیر کے بارہ میں کن تصورات وعقائد کو پیش کیا ہے۔ اور بنی نوع انسان کو خدائے یکتا وقادرِ مطلق کے بارہ میں کیا کیا تعلیمات دی ہیں۔

(۱) ا۔ خدائے واحد ہی اس قابل ہے کہ اس کے سامنے عاجزی سے اپنا چہرہ وسر جھکایا جائے وہی اس لائق ہے کہ کل امور کی تکمیل اسی کی مدد سے ہوسکتی ہے اور انسان کو چاہئے کہ وہ اس پر کامل اعتماد کرے۔

خدا کی جانب سے ہی محمد مصطفیٰ کی بعثت ہوئی ہے اور اُن کی نبوت پر ایمان لانا انسان کا فریضہ زندگی ہے۔ قرآن خدا کی کتاب ہے اس پر ایمان لانا اور اس کے اوامر ونواہی کی تعمیل کرنا اصل عبادت ہے اور خدا پرستی ہے۔

(۲) ب۔ خدائے واحد ہی ہر شئے کو زندہ کرتا ہے اور وہی اُس کو مارتا ہے اور بعد موت کے پھر وہ اجزائے جسم وروح کو یکجا کرکے زندہ کرے گا اور روز حشر جزا وسزا دے گا۔ نیند کی حالت بھی ایک نمونہ موت ہے اور بیداری بعد موت زندہ ہونے پر دلیل ہے۔

(۳) ج۔ معرفت ذات خداوندی انسان کے لئے بہت دشوار ہے وہ بغیر خدا کی مدد کے حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ اس کی مدد مثل ایک نور کے ہے جب تک وہ نور معرفت انسان کے کل ماحول۔ قلب۔ دماغ وجسم پر طاری نہیں ہو جاتا ہے۔ خدا کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

(۴) د۔ دعا بدرگاہ خدا انسان کا فریضہ عبودیت ہے۔ مالک کائنات خدائے یگانہ ہے وہ قادر ہے وہ نافرمان سے نعمات کو سلب بھی کرسکتا ہے اور مطیع کو لاتعداد نعمات عطا بھی کرسکتا ہے۔ دعا ذریعہ حصول رضائے الٰہی ہے۔ اور عبودیت دعا جزی وانکسار کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

(۵) ھ۔ خدا زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور ایسا کریم ہے کہ وہ اپنے بندہ عاجز ومجبور کے دست ہائے دعا کو خالی واپس کرنا اپنی شان کرم کے منافی سمجھتا ہے اور اپنے بندہ کی دعا کو

فوری قبول کرتا ہے یا اس دعا کو نعمات اخروی کے حصول کا ذریعہ بنا دیتا ہے اور یہ دو صورتیں اس لئے پیدا کرتا ہے کہ انسان اپنے آئندہ حالات و اسباب حیات سے ناواقف ہے اگر اس کی دعا اس کی حیات جسمانی و بقائے روحانی کے لئے مفید ہوتی ہے تو خدا فوراً قبول کر لیتا ہے اور اگر انسان اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے مضرت رساں دعا کرتا ہے تو خدا اس دعا کو ذخیرہ آخرت بنا دیتا ہے۔ کیوں کہ دعا اس بندہ کی اظہار عاجزی کا ذریعہ قرار پائی ہے اور یہ عاجزی درگاہ خداوندی میں محبوب ہے۔ لہٰذا اس کا بدلہ بصورت زاد آخرت اس کو مل جاتا ہے۔

(۶) س۔ انسان کی کوئی دعا ایسی قبول نہیں ہو سکتی جو گناہ کے ارتکاب کے بارہ میں ہو یا قطع صلہ رحم کے بارہ میں ہو۔ یہ دونوں صورتیں اس لئے ممنوع قرار دی گئی ہیں کہ اوّل صورت میں تو انسان بوجہ ارتکاب گناہ کے رحمت و نصرت خداوندی سے ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے گا۔ اور یہ نقصان اس کا ذاتی ناقابل تلافی نقصان ہو گا۔ خدا اپنے بندوں پر رحیم ہے۔ اور ان کو ابدی نعمات عطا کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کی دعائے غلط کو قبول ہی نہیں کرتا۔

دوسری صورت دعا کی یہ ہے کہ دعا قطع صلہ رحم کے بارہ میں ہو۔ چونکہ اس دعا کا تعلق حقوق عباد سے ہے او جبکہ خدا ایک بندہ کی ناجائز دعا کو اس لئے قبول نہیں کرتا کہ وہ مضر ہے اور اس کے معاوضہ کو زاد آخرت بنا دیتا ہے تو وہ عباد۔ بندگان کو مضرت پہنچانے والی دعاؤں کو کیوں کر قبول کر سکتا ہے۔

ان عبارات احادیث نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام نے خدائے یگانہ کے متعلق اعلیٰ ترین تصورات و عقائد پیش کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ۔

۱۔ وہ احکم الحاکمین ہے۔

۲۔ احسن الخالقین ہے۔

۳۔ سمیع و بصیر ہے۔

۴۔ قادر مطلق ہے۔

۵۔ لاشریک ہے۔

۶۔ واحد واحد ہے۔

۷۔ حیّ و زندہ ہے۔

۸۔ کریم و رحیم ہے۔

۹- حکیم و علیم ہے۔

۱۰- سمیع الدعا ہے۔

۱۱- خالق عالمین ہے۔

۱۲- خالق نور و معطی نور ہے۔

۱۳- ناظر احوال مخلوقات ہے۔

۱۴- موت وحیات کا خالق ہے۔

۱۵- ہدایت عالم کے لئے انبیا کا مبعوث کرنے والا ہے۔

۱۶- کتب سماوی خصوصاً قرآن خدا کی نازل کی ہوئی کتابیں ہیں۔

مسند امام احمد حنبل جلد ۴ ص ۶۳

واقعہ ۲۳- معرفت خداوندی۔ اعلان حق

پیمبر اسلام مجموں میں جاکر توحید خدا کی تبلیغ کرتے تھے۔ تو ابولہب بھی پیچھے پیچھے جاتا تھا اور کہتا جاتا کہ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ ایک صحابی کا بیان ہے، وہ کہتا ہے کہ میں جب مسلمان ہوا تو پیمبر اسلام بازار ذوالمجاز میں گئے اور مجمع میں گھس کر لوگوں سے کہا۔ کہو۔ لا اله الا الله۔ اس وقت بھی ابوجہل آپ پر خاک پھینک رہا تھا اور کہتا تھا کہ محمد کا کہنا نہ مانو۔ اس کے قریب میں نہ آؤ "یہ چاہتا ہے کہ تم لات وعزی کی پرستش چھوڑ دو"۔

(مسلسل)

معرفت ۲۳ حمد و صلوات

راوی فضالہ بن عبید۔ (ترمذی و مشکوٰۃ)

اذ دخل رجل فصلّی فقال اللھم اغفرلی وارحمنی۔ فقال رسول اللہ عجبت ایھا المصلی اذا صلیت فقعدت فاحمد اللہ بما ھو اھلہ وصل علیّ ثم ادعہ قال ثم صلّی رجل آخر بعد ذالک محمد اللہ وصلی علی النبیؐ فقال لہ النبیؐ ایھا المصلی ادع تجب۔

(ترجمہ) مسجد نبوی میں ایک دن ایک شخص داخل ہوا۔ اُس نے نماز پڑھی پھر دعا کی اے خدا مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔ اے نمازی تو نے جلد بازی کی جب تو نماز پڑھے اور اس کے بعد بیٹھے تو خدا کی حمد بجا لا جس کا وہ اہل ہے پھر مجھ پر درود بھیج پھر خدا سے دعا کر۔ پھر دوسرے شخص نے نماز پڑھی اس کے بعد حمد خدا بجا لایا۔ اور نبی پر درود بھیجا۔ اس شخص سے پیمبر اسلام نے فرمایا۔ اے نمازی خدا سے دعا کر قبول ہو گی۔

معرفت ۲۴ دعا

راوی عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (جامع صغیر۔ ابن ابی الدنیا)۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔

اذا قال العبد یارب یارب۔ قال اللہ لبیک عبدی سل تعط۔

(ترجمہ) جب بندہ کہتا ہے "یارب یارب" خدا فرماتا ہے اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ مجھ سے سوال کر میں تجھ کو عطا کروں گا۔

معرفت ۲۵ دعا

راوی حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ۔

پیمبر اسلام جب نصف شب کے وقت نماز تہجد کے لئے بیدار

ہوتے تو فرماتے:۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد اماتنا والیہ النشور۔

(ترجمہ) سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہم کو بعد موت کے زندہ کر دیا۔ اور اس کے سامنے ہی بعد موت کے زندہ ہو کر ہم لائے جائیں گے۔

•

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک۔ ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ رب اغفر لی۔

(ترجمہ) نہیں کوئی معبود بجز اللہ کے۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کا ملک ہے۔ اور وہی تمام تعریفوں کا اہل ہے۔ اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ وہ لوازم مخلوقات سے پاک ہے قابل مدح ہے۔ واحد ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اللہ ہر شئے سے عظیم تر ہے۔ خدا کے علاوہ کوئی گناہوں سے سے نہیں بچا سکتا ہے اور قوت عبادت وہی دیتا ہے۔ اے خدا مجھ کو معاف کر۔

•

معرفت ۲۶۔ صفات خدا

راوی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ بخاری مسلم مشکوٰۃ۔
پیمبر اسلام جب نماز تہجد کو کھڑے ہوتے تھے تو فرماتے تھے۔

اللّٰھم لک الحمد انت قیم السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت نور السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت الحق ووعدک حق و لقائک حق وقولک حق والجنۃ حق والنار حق والنبیون حق ومحمد حق والساعۃ حق اللّٰھم لک اسلمت بک امنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت والیک

(ترجمہ) اے خدا تمام تعریفوں کا تو ہی اہل ہے۔ آسمانوں اور زمین کا قائم رکھنے والا تو ہی ہے۔ اور جو کچھ زمین و آسمانوں میں پوشیدہ ہے ان کا بھی قائم رکھنے والا تو ہی ہے۔ تو ہی قابلِ تعریف ہے اے خدا تو ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان کا بھی تو ہی نور ہے۔ تو ہی قابلِ تعریف ہے۔ تو ہی حق ہے۔ تیرا وعدہ حق ہے۔ تیری پیشی میں آنا حق۔ تیرا قول حق ہے۔ جنت حق ہے۔

حالمت فاغفرلی ماقدمت وما
انت اعلم به منی انت المقدم
وانت الموخر لا اله الا انت
ولا اله غیرک۔

دوزخ حق ہے۔ تمام انبیاء جن کو تو نے مبعوث فرمایا حق ہیں۔ محمدؐ حق ہے۔ ساعت قیامت حق ہے۔ اے خدا میں تیرا مطیع ہوں اور تجھ پر ایمان لایا ہوں۔ میں نے تجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ میں تیرے دربار میں رجوع ہوا ہوں اور تیری مدد سے جھگڑتا ہوں اور تیری طرف اپنا معاملہ لاتا ہوں۔ تو میرے سابقہ اور آئندہ اعمال و افعال کو بخش دے اور جو میں نے پوشیدہ یا ظاہر کیا ہے اور جس کا مجھ کو علم بھی نہیں ہے اور تو ان پر عالم ہے۔ بخش دے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور جز تیرے کوئی معبود نہیں ہے۔

راوی عائشہ رضی اللہ عنہا۔ مسلم۔ مشکوٰۃ۔

معرفت ۲۷۔ بلائنگ

جب تہجد کی نماز کے لئے پیمبر اسلام بیدار ہوتے تھے تو آپ فرماتے تھے۔

اللھم رب جبرئیل ومیکائیل و
اسرافیل فاطر السموات والارض
عالم الغیب والشھادۃ انت
تحکم بین عبادک فیما کانوفیہ
یختلفون۔ اھدنی لما اختلف
فیہ من الحق باذنک انک
تھدی من تشاء الی صراطٍ
مستقیم۔

(ترجمہ) اے خدا تو رب ہے۔ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل ملکان مقرب کا، تو سموات و ارض کا پیدا و شگافتہ کرنے والا ہے۔ عالم غیب ہے اور ظاہر و باطن اشیاء کو جانتا ہے۔ اور تیرے بندے جس چیز میں اختلاف کرتے ہیں اُن کا تو فیصلہ کرتا ہے اور حکم دیتا ہے۔ تو مجھ کو ہدایت کر اپنے حکم سے۔ اس چیز کے بارہ میں کہ اختلاف کیا گیا اس میں۔ تو جس کو چاہتا ہے راہ راست کی جانب ہدایت کرتا ہے۔

معرفت ۲۸۔ علم الہیات | راوی ابی سعیدؓ۔ (ترمذی۔ نسائی۔ مشکوۃ۔)

سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک اللہ اکبر کبیراً اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ اللہ اکبر اللہ اکبر ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ۔

اے خدا تو پاک ہے صفات مخلوق سے تو قابل تعریف ہے تیرا نام برکت والا ہے۔ تیری شان اعلیٰ ہے۔ تیرے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے ہر شے سے۔ میں سننے والے علم والے خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ شیطان مردود اور اُس کے وسوسہ اور دل میں غرور ڈالنے سے مجھ کو بچائے۔ اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے۔ وہ صاحب جبروت ہے۔ وہ حکومت والا ہے وہ بزرگی اور عظمت کا مالک ہے۔

معرفت ۲۹۔ علم الہیات | راوی عبدالرحمن بن غنمؓ۔ ابوداؤد۔ مشکوۃ۔

پیمبر اسلام نے اصحاب کو اس دعا کے پڑھنے کے فوائد بتلائے اور ہدایت کی۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علی کل شی قدیر۔

(ترجمہ) بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ ملک حمد اسی کے لئے ہے اس کے قبضہ میں خیر ہے وہی مارتا جلاتا ہے وہ قادر مطلق ہے۔

معرفت ۳۰۔ علم الہیات و معرفت توحید و رسالت محمد و عرش | راوی انس بن مالک۔ بخاری۔ ترمذی۔ نسائی۔ طبرانی۔

اللھم انی اصبحت اشھد حملۃ عرشک وملائکتک و جمیع خلقک انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمد عبدک ورسولک۔

(ترجمہ) اے خدا مجھ کو صبح نصیب ہوئی میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں اور تیرے حاملان عرش کو گواہ کرتا ہوں تیرے ملائکہ اور تیری تمام مخلوقات کو گواہ کرتا ہوں اس بات پر کہ بے شک تو اللہ ہے بجز تیرے کوئی اللہ نہیں ہے تو واحد ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ تیرا بندہ اور رسول ہے۔

احادیث نبوی اور افعال نبوی سے ثابت ہوا کہ پیمبر اسلام نے خدا کے بارہ میں مندرجہ ذیل عقائد و تصورات عالم انسانیت کے سامنے پیش کئے ہیں۔

(۱) صرف قابل حمد خدائے یکتا ہے۔

(۲) محمد ابن عبداللہ اللہ کا رسول ہے۔

(۳) بغیر محمد کو واسطہ بنائے خدا تک رسائی یا اس کی معرفت ناممکن ہے۔

(۴) دعا میں جب محمدؐ کو وسیلہ بنالیا جائے تو خدا خود لبیک کہتا ہے اور دعا قبول کر لیتا ہے۔

(۵) بجز اللہ کے دوسرا خدا نہیں ہے وہ لاشریک ہے اور قادر مطلق ہے۔

(۶) خدا عالمین اور تمام مخلوق سے اعظم و اکبر ہے۔

(۷) بغیر اللہ کی مدد کے انسان کسی فعل پر قادر نہیں ہو سکتا۔

(۸) خدا ہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان کے اندر ہے سب کا قائم کرنے والا ہے۔

(۹) سموات اور ارض کا نور یا وجہ حیات خدا ہی ہے۔

(۱۰) خدا۔ خدا کا وعدہ۔ خدا کا قول۔ اس کی جنت۔ دوزخ۔ اس کے انبیاء۔ محمد مصطفیٰ کی نبوت۔ اور قیامت حق ہیں اور اس کی پیشی میں جانا حق ہے۔

(۱۱) ملائکہ مقربین اور ملائک خدا کی مخلوق ہیں اور امور خداوندی پر مامور ہیں۔

(۱۲) اختلافات باہمی کا فیصلہ کرنے والا اور حاکم خدا ہے۔

(۱۳) شیطان درگاہ خدا سے مردود ہے اس کے شر سے خدا سے پناہ مانگے۔

(۱۴) خدا نے ہی زندگی عطا کی ہے اور وہی مارنے والا ہے اور جب چاہے گا پھر زندہ کرے گا اور اسی کی جانب بعد موت بازگشت ہے۔

(۱۵) عرش اور حاملان عرش اور تمام مخلوق اللہ کی مخلوق ہیں۔

(۱۶) محمد بن عبداللہ خدا کے بندہ اور رسول ہیں۔

مذکورہ عنوانات سے ظاہر ہوا کہ پیمبر اسلام کی ذاتی معرفت کس درجہ پر تھی اور آپ نے تا قیامت آنے والی نسلوں کو خدا کے بارہ میں کیا تصورات و عقائد پیش فرمائے ہیں۔ عالمین کا معبود ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ اس کی قدرت و طاقت و عظمت عالم سموات و عالم ارضین و عالم لاہوت و عالم عرش و کرسی سب سے اعلیٰ و برتر ہو۔ تاکہ ہر کنہ عظمت الٰہی تمام مراکنہ مخلوق سے برتر رہے۔

یہ مسلم کلیہ وقاعدہ ہے کہ فطرت انسانی اپنے سے اعلیٰ کی تعظیم پر مجبور ہے اور اپنے سے پست شے پر اپنی فوقیت اور ترجیح کی طالب ہے۔ عالمین میں جو کچھ بھی ہے ان کی قوتوں۔ طاقتوں۔ توانائیوں سے ابھی تک انسان کما حقہ واقف نہیں ہوا ہے مگر پھر بھی موجودہ زمانہ کی ترقیوں نے ثابت کر دیا ہے کہ مخلوق عالم میں ذراتی طاقت و توانائی میں وہ عظمت ہے جو چشم زدن میں سطح ارضی کو فنا کر دے۔ اب رہا ذرات سے آگے بڑھ کر سالمات وعظیم مخلوقات کا اثر اور طاقت اس کا علم ابھی انسان کو نہیں ہوا ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس کی مخلوقات میں کتنی کتنی عظیم ترین مخلوقات موجود ہیں۔ اور ان کے اندر قدرت نے کیا کیا طاقتیں ودیعت رکھی ہیں۔ جب یہ معاملہ طے ہوچکا کہ اشیاء عالم کی طاقتوں کا اندازہ لگانا ہی دشوار ہے تو ان اشیاء پر تصرف ہونا ان کے وجود کو باقی رکھنا ان میں کیفیات فطری کا پیدا کرنا۔ اور ان خواص وکیفیات کا دیگر اشیاء عالم سے رابطہ باقی رکھنا اور ان سب کا تاثر مجموعی پیدا کرنا اور بر وقت ضرورت ان کی توانائیوں اور طاقتوں سے کام لے کر نظام عالم کو درست وباقاعدہ رکھنا اسی وقت ممکن ہے کہ جب ان کا خالق ہر شے سے عظیم تر اور قوی تر ہو۔ پیمبر اسلام نے خدا کی عظمت کو بار بار ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اللہ اکبر کبیراً۔ اللہ بڑی سی بڑی ہر چیز سے بڑا اور بہت بڑا ہے۔ پیمبر اسلام کا مطلب ان الفاظ سے خدا کی جسمانی بزرگی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی طاقت قوت توانائی۔ جبروت وعظمت مطلوب ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ ان تمام قوتوں۔ طاقتوں۔ توانائیوں کا خالق ہے۔ اور نور السموات والارض کا مطلب یہ ہے کہ عالمین ارضین وسموات کی تمام توانائیوں کا خالق ومدبر ہے۔

پیمبر اسلام نے انسان پر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ وہ جب چشم بصیرت سے اشیاء عالم۔ ذرات کوہ ودصحرا۔ اشجار۔ احجار۔ اثمار۔ انہار۔ بحار۔ اقمار اور شموس۔ سموات وطبقات ارضی وغیرہ عظیم الشان اشیاء کو دیکھے گا تو اس کو اپنی پستی وکمزوری کا احساس ہوگا۔ اور یہ احساس فطری اس کو مجبور کر دیگا کہ وہ ان اشیاء عظیم الشان کے سامنے سربسجود ہو جائے اور ان کو اپنا معبود متصور کرلے۔ اور یہ اس کی غلطی ہوگی۔ کیوں کہ خدا نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے خلق فرمایا ہے اور تمام اشیاء عالم کو انسان کی خدمت اور تصرف میں آنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ خالق کی غرض خلقت ہی باطل ہو جاتی ہے۔ اگر اس کو یہ تعلیم نہ دی جائے کہ وہ کائنات کا بادشاہ ہے اور اس کو یہ بادشاہت احکم الحاکمین واحسن الخالقین کے طرف سے ملی ہے۔ پیمبر اسلام کی تعلیمات ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ پیروان اسلام کبھی کسی طاقت مادی کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئے۔ جبکہ اقوام عالم ستاروں۔ چاند۔ سورج۔ پتھر۔ طوفان اور شاہان وقت کو اپنا معبود سمجھتی رہیں۔ اور آج بھی یہ اثر اسلام ہے کہ بعض ترقی یافتہ اقوام ان پست اشیاء عالم کی پرستش

کے بارے سبکدوش ہوگئی ہیں یا صرف دعویٰ زبانی کرتی ہیں کہ وہ مخلوقات عالم کو اپنا معبود نہیں سمجھتیں۔
احادیث نبوی سے بخوبی واضح ہوگیا کہ پیمبر اسلام نے وحدانیت خالق کو باحسن وجوہ ظاہر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ غیبی طاقتیں اور غیبی عظیم الشان اشیاء مثلاً ملائک اور عرش بھی مخلوق خدا ہیں اور وہی ان کا مدبر اور قائم رکھنے والا ہے۔

۳۱۔ علم الٰہیات و معرفت

حضرت علیؑ ابن ابی طالب راوی ہیں۔ مشکوٰۃ۔
پیمبر اسلام بہ حالت نماز در رکوع اقرار فرماتے تھے۔

اللّٰھم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اللھم ربنا لک الحمد ملاء السمٰوٰت وملاء الارض ومابینھما وملاء ماشئت من شیئ بعد اللھم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجھی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین

(ترجمہ) اے خدا تیرے لئے میں نے رکوع کیا۔ تجھ پر میں ایمان لایا۔ میں تیرا مطیع ہوں۔ جھک گئے تیرے آگے میرے کان۔ میری آنکھیں۔ میرا مغز۔ میری ہڈیاں اور میرے اعصاب۔ اے خدا تو میرا رب ہے۔ اے خدا زمین۔ سموات اور جو کچھ ان میں ہے اس کے مطابق تو قابل حمد ہے۔ اور قابل مدح ہے۔ اس کے علاوہ جو تو چاہے اُس کے مطابق یعنی جو تیرے علم میں ہے اور ہم کو اس کا علم نہیں ہے اس کے لئے بھی تو لائق مدح ہے۔ اے خدا تجھی کو سجدہ کیا میں نے اور تجھ ہی پر ایمان لایا۔ میں اور تیرا ہی میں مطیع ہوں۔ سجدہ کیا میرے چہرہ نے جس کو تو نے پیدا کیا ہے اور صورت عطا فرمائی ہے۔ اور اس میں پیدا کردیں آنکھیں اور کان۔ بیشک تو برکت والا اور سب سے بہتر خالق ہے۔

۳۲۔ علم الٰہیات و معرفت

راوی۔ ہریرہ۔ وعبداللہ ابن عباس۔ وغیرہ۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ۔
پیمبر اسلام جب مقابر المسلمین بقیع الغرقد (جنت البقیع) میں جاتے تھے تو فرماتے تھے۔

السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون نسئال اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد۔

اے اہل دیار تم پر سلام ہو۔ کہ تم مومن ہو اور مسلم ہو۔ اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملاقات کرنے والے ہیں اور ہم خدا سے اپنے لئے اور تمھارے لئے عافیت کے طالب ہیں اے خدا تو بقیع غرقد کے مدفونین کو بخش دے۔

راوی عبد اللہ بن بسر۔ ترمذی و مشکوٰۃ۔

۳۳۔ علم الٰہیات و معرفت

ایک اعرابی خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوا اُس نے دریافت کیا کہ سب سے بہتر آدمی کون ہے اور کون عمل افضل ہے پیمبر اسلام نے فرمایا۔

طوبیٰ لمن طال عمرہ وحسن عملہ وقال ان تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللہ۔

(ترجمہ) خوش قسمت اس شخص کی کہ وہ عمر طولانی پائے اور اس کی وہ عمر جس عمل میں گزرے۔ آپ نے پھر فرمایا۔ سب سے افضل عمل یہ ہے کہ تو دنیا سے جائے اس وقت تک تیری زبان پر ذکر خدا ہو۔

راوی ابو ہریرہ۔ مشکوٰۃ۔ بخاری۔

۳۴۔ علم الٰہیات و معرفت

پیمبر اسلام نے فرمایا۔

ان اللہ تعالیٰ یقول انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ ولکل شئی صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ۔

(ترجمہ) خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب کہ وہ مجھ کو یاد کرے اور اس کے لب مرے ذکر میں حرکت کرتے ہوں ہر چیز کے لئے ایک صیقل ہے اور قلوب انسانی کی صیقل ذکر خدا ہے۔

راوی علی ابن ابی طالبؑ۔ احمد بن حنبل۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ۔

۳۵۔ علم الٰہیات و معرفت

پیمبر اسلام نے فرمایا۔

من قرأ القرآن فاستظھرہٗ فاحل حلالہ وحرم حرامہ ادخلہ اللہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ

(ترجمہ) جس نے قرآن پڑھا اور اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا اور وہ

کلھم قد وجبت لہ النار۔

اپنے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد کی شفاعت کر سکے گا جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں۔

نمبر ۳۶۔ علم الٰہیات و معرفت

راوی انس۔ الخطیب و دیلمی فی جامع صغیر۔

اذا احب احدکم ان یحدث ربہ فلیقرء القرآن۔

(ترجمہ) جب تم میں سے کسی کو زیادہ محبوب ہو کہ وہ اپنے رب سے کلام کرے تو اس کو چاہئے کہ قرآن کی تلاوت کرے۔

نمبر ۳۷۔ علم الٰہیات و معرفت

راوی سمرہ بن جندب۔ مشکوٰۃ۔ صحیح مسلم۔

قال الرسول اللہ افضل الکلام اربع۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام نے فرمایا کہ چار کلمات افضل کلام ہیں۔ خدا پاک ہے۔ خدا لائق حمد ہے۔ بجز خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے بزرگ تر ہے۔

نمبر ۳۸۔ علم الٰہیات و معرفت

راوی انس و ابوذر۔ ترمذی۔ احمد۔ دارمی۔

پیمبر اسلام نے فرمایا۔

قال اللہ تعالی یابن ادم انک دعوتنی ورجوتنی غفرت لک علی ما کان فیک ولا ابالی یابن آدم بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک ولا ابالی یابن آدم انک لو لقیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لاتشرک بی شیئاً لاتیتک بقرابھا مغفرۃ۔

(ترجمہ) خدا نے فرمایا۔ اے ابن آدم یقیناً تو نے مجھ سے دعا کی اور مجھ سے امید مغفرت کی میں نے تیرے سب گناہ معاف کر دئے اور مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے اگر تیرے گناہ آسمان کی بدلی تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی مانگے تو میں وہ بھی معاف کر دوں گا اور مجھ کو پرواہ نہیں اے ابن آدم اگر تو میرے سامنے آئے زمین بھر کر گناہ لے کر مگر یہ کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں تجھ کو زمین بھر کر مغفرت عطا کر دوں گا۔

نمبر ۳۹۔ علم الٰہیات و معرفت

راوی۔ عمرو بن شعیب و علی مرتضیٰ۔

پیمبر اسلام نے فرمایا۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئٍ قدیر۔ اللھم لک الحمد کالذی تقول وخیراً مما نقول اللھم لک صلواتی و نسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی و لک ربی تراثی اللھم انی اعوذبک من عذاب قبر ووسواس الصدور وشتات الامر۔

(ترجمہ) بجز اللہ کے دوسرا معبود نہیں ہے وہ لاشریک ہے۔ ملک اسی کا ہے اور لائق حمد وہی ہے وہ ہر شے پر قادر ہے۔ الٰہی سب تعریف تیرے لئے ہے۔ جس طرح تو کہتا ہے اور بہتر اس سے جو ہم کہتے ہیں۔ اے اللہ تیرے واسطے ہے میری نماز۔ میری قربانی۔ میری زندگی اور میری موت اور تیری طرف ہے۔ بعد موت میرا رجوع کرنا اور تو ہی میرا وارث ہے۔ اے خدا میں عذاب قبر اور دل کے وسوسوں اور کام کے انتشار سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

•

احادیث نبوی کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) سجدہ صرف خدائے واحد کے لئے ہے۔

(۲) سجدہ خالق میں انسان کو چاہیئے کہ اس کے اعضا و قلب سب سجدہ خالق میں جھک جائیں اور خشوع وخضوع حاصل ہو۔

(۳) خدا نے ہی انسان کو اعلیٰ صورت عطا فرمائی اور اس کو چشم و سماعت و ادراک عطا فرما کر اشرف مخلوقات قرار دیا۔ اور خدا احسن الخالقین ہے۔

(۴) بعد موت انسان مطلق فنا نہیں ہو جاتا بلکہ باقی رہتا ہے اور زندوں کے طرف سے خیرات واحسان کا امیدوار رہتا ہے۔

(۵) انسان کے مرنے کے بعد وہ مطابق عمل جنت یا دوزخ کا مستحق ہوگا۔

(۶) افضل اعمال ذکر خدا ہے۔ انسان کو تادم آخر ذکر خدا کرنا چاہیئے۔

(۷) ذکر خدا۔ بندہ کو خدا کے قریب کر دیتا ہے اور قلب انسانی کو صاف کر دیتا ہے۔

(۸) احکام قرآن وآیات قرآن کو حفظ کرنے والا اور عمل کرنے والا دس افراد خاندان کے لئے شافع روز جزا ہو سکتا ہے۔

(۹) قرآن پڑھنا گویا خدا سے کلام کرنا ہے۔

(۱۰) خدا کی تہلیل۔ تقدیس وتحمید وتکبیر یہ چار کلام افضل کلام۔

(۱۱) توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خدا غفور رحیم ہے۔

(۱۲) شرک قابل معافی نہیں ہے۔

(۱۳) مرد صالح اپنے اہلبیت کی شفاعت کر سکتا ہے اور خدا اس کو قبول کرتا ہے۔

(۱۴) حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ میری زندگی موت نماز اور قربانی سب خدائے واحد کے لئے ہے۔

عنوانات بالا سے ثابت ہوا کہ پیمبر اسلام علم الٰہیات و معرفت الٰہی میں درجہ کمال پر فائز تھے اور آپ کا عمل اور اعتماد تمام دنیا کے انسانوں سے اعلیٰ تھا۔ آپ نے اہل عالم کو بہترین طریقہ اور قابل تسلیم انداز میں وحدانیت خداوندی کا درس دیا ہے۔ اور لوازم وحدانیت قادر مطلق ہونا۔ بعد موت زندہ کر کے سزا و جزا دینا۔ اور اعمال نیک و بد کا بدلہ دینا وغیرہ سب امور باحسن طریق سمجھائے ہیں۔

۴۰۔ علم الٰہیات و معرفت

پیمبر اسلام نے اشراف مکہ کو جمع کیا۔ ان کی دعوت کی۔ اس کے بعد ان سے بایں الفاظ خطاب کیا۔ راوی قتادہ۔ مناقب آل ابی طالب۔

قال یا ایھا الناس ان الرائد لا یکذب اھلہ ولو کنت کاذبا ما کذبتکم واللہ الذی لا الٰہ الا ھو انی رسول اللہ الیکم حقاً خاصۃً والی الناس عامۃ واللہ لتموتون کما تنامون ولتبعثون کما تستیقظون لتحاسبون بما تعملون ولتجزون بالاحسان احساناً وبالسوء سوءاً وانھا الجنۃ ابداً والنار ابداً وانکم اول من انذرتم ثم فتر الوحی یجزع لذلک النبی علیہ السلام جزعاً شدیداً۔

(ترجمہ) اے لوگو تم جانتے ہو کہ چارہ و پانی لانے والا اپنے اہل و عیال سے جھوٹ نہیں بولتا پس تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نے تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولا کہ اللہ وہ ہے کہ بجز اس کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور میں اس کا فرستادہ رسول تم پر ہوں اور میں حق خاص کی وجہ سے تم پر خصوصاً رسول ہوں۔ اور عوام پر عموماً خدا کی قسم یقیناً تم کو موت آئے گی جیسے تم سوتے ہو اور یقیناً بعد موت تم کو زندہ کیا جائے گا جیسے تم بیدار ہوتے ہو اور تم جانتے ہو کہ تمہارا حساب و کتاب ہوگا اور مطابق اعمال جزا دی جائے گی۔ احسان کے بدلہ میں احسان اور برائی کے بدلہ میں برائی۔ اور یقین رکھو کہ جنت ہمیشہ رہے گی اور جہنم ہمیشہ رہے گا۔ تم اول لوگ ہو کہ میں نے تم کو عذاب خدا سے

ڈرایا ہے اس کے بعد وحی ختم ہو جائے گی یہ
کہہ کر پیمبر اسلام پر شدید گریہ طاری ہوگیا۔

پیمبر اسلام نے اپنے اس پہلے خطبہ میں وحدانیت الٰہی۔ ثواب و عذاب آخرت۔ حسن اعمال جنت و دوزخ کا ابدی ہونا۔ بعد مرنے کے زندہ ہو کر مستحق عذاب و ثواب ہونا۔ اپنی نبوت اور اپنا خاتم النبیین ہونا۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اعتقاد رکھنا بہترین انداز میں سمجھایا ہے۔ ان تمام کلمات سے پیمبر اسلام کی کمال معرفت و کمال علم الٰہی ظاہر ہوتا ہے۔

تائید صداقت رسول بن ابی طالب۔

راوی ابو ایوب انصاری۔ کتاب الشیصان حولہ مناقب۔

پیمبر اسلام بازار ذی المجاز میں کھڑے ہوئے توحید الٰہی کا پیام لوگوں کو سنا رہے تھے۔ عباس ابن عبد المطلب وہاں موجود تھے۔ انھوں نے کہا (نعوذ باللہ) یہ شخص کذاب ہے اور یہ کہہ کر ابولہب کے پاس گئے یہ دونوں جمع ہو کر آئے اور بازار میں ندا دی اے لوگو یہ ہمارا برادر زادہ کذاب ہے مبادا تم کو تمہارے دین اصنام پرستی سے بہکا دے۔ پیمبر اسلام اسی وقت ابوطالب کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا۔ ابوطالب ابولہب اور عباس کے پاس گئے اور کہا کہ خدا تم کو برباد کرے تم یہ کیا کہتے ہو۔ اس کے بعد ابوطالب نے یہ اشعار پڑھے۔

انت امین امین اللہ لا کذب — والصادق القول لا لھو ولعب
انت الرسول رسول اللہ نعلمہ — علیک تنزل من ذی العزۃ الکتب

(ترجمہ) اے محمد تم امین ہو اور خدا کی وحی کے امین اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے۔
تم صادق القول ہو جو پیغام سنا رہے ہو یہ لہو لعب نہیں ہے۔
تم رسول ہو خدا کی جانب سے رسول ہو۔ ہم جانتے ہیں۔ تم پر صاحب عزت خدا کی جانب سے کتاب (قرآن) نازل ہوا ہے۔

کلام ابی طالب سے ثابت ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام نے عہد طفلی سے تا عہد بعثت معرفت الٰہی و علم الٰہیات میں کمال بشری ایسا حاصل کیا تھا کہ ابوطالب کے دل پر پیمبر اسلام کی صداقت امانت۔ رسالت۔ نبوت اور صاحب کتاب ہونے کا نقش بیٹھ گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دشمنوں کے مجمع میں ابوطالب نے ان چیزوں کا اعلان کیا۔ پیمبر اسلام کے کمال علم معرفت کا ہی یہ زور تھا کہ ابوطالب کو حقائق کی تائید علی الاعلان کرنی پڑی اور تا حیات نصرت

پیمبر اسلام سے منہ نہیں موڑا۔

معرفت و علم الہیات — تحویل قبلہ

ناسخ التواریخ جلد اوّل کتاب دوم صفحہ ۵۶

جب بیت المقدس سے قبلہ کا رُخ کعبہ کی طرف کر دیا گیا تو یہودیوں نے پیمبر اسلام پر اعتراض کیا اور کہا کہ یا محمد کیا خدا کو بداء ہو گیا جو اُس نے قبلہ بدل دیا۔

پیمبر اسلام نے فرمایا۔

قال رسول اللہ مابداء له عن ذلك فانه عالم بالعواقب والقادر على المصالح لایستدرك على نفسه غلطولا یستحدث رایاً یخالف المقدم جل عن ذلك ولا یقع علیه ایضاً مانع یمنعه یبید وا على مراده ولیس الاالمن کان هذا وصفه وهو عز وجل متعال عن هذه الصفات علواً کبیراً۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام نے فرمایا کہ بداء خدا کے لئے نہیں ہے نہ تحویل قبلہ میں اس کو بدا ہوا ہے کیوں کہ وہ انجام سے واقف ہے اور وہ مصالح پر قادر ہے اس کی نفس میں غلطی راہ نہیں پاتی کہ وہ رائے کو تبدیل کرے وہ اس سے بزرگ تر ہے اور اس پر یہ بداء واقع نہیں ہوتا ہے کیوں کہ کوئی اس کو اس کے ارادہ سے نہیں روک سکتا کہ وہ کام کو دوسرے وقت کے لئے ملتوی کر دے وہ بزرگ و صاحب جلالت ہے اور اعلیٰ ہے ان صفات سے۔ اور بلند اور بڑا ہے ہر شئے سے۔

پیمبر اسلام کے اس کلام میں صفات خدا کا بیان ہے اس کے ارادہ۔ قدرت کاملہ اور لاشریک ہونے کو پیمبر اسلام نے بیان کیا ہے۔

۴۲۔ معرفت و علم الہیات — خطبہ نکاح فاطمہ

پیمبر اسلام نے جب اپنی دختر نیک اختر فاطمہ کا عقد علیؑ سے کیا تو آپ نے مندرجہ خطبہ پڑھا۔ (ناسخ التواریخ)

الحمد لله المحمود بنعمته المعبود بقدرته المطاع بسلطانه المرهوب من عذابه المرغوب الیه فیما عنده النافذ امره فی السماء وارضه الذی خلق الخلق بقدرته ومیزهم

(ترجمہ) قابل تعریف وہ خدا جو ممدوح ہے اپنی نعمات کی وجہ سے۔ قابل اطاعت و حاکم ہے اپنے غلبہ کی وجہ سے بارعب ہے اپنے عذاب کی وجہ سے۔ اپنی نعمات کی وجہ سے مرغوب ہے۔ اس کا حکم سموات و ارض پر جاری ہے۔ اس نے مخلوقات

بحکمتہ واتکمھم بعزتہ واعزھم
بدینہ واکرمھم بنبیہ محمد ثم
ان اللہ عز وجل قد جعل المصاہرۃ
نسباً لاحقا وامراً مفترضا نسخ بھا
الاثام واوشج بھا الارحام والزمھا
الانام فقال عز وجل وھو الذی
خلق من الماء بشراً فجعلہ نسباً و
صھراً وکان ربک قدیرا۔ فامر اللہ یجری
قضائہ وقضائہ یجری الی قدرہ
وقدرہ یجری الی اجلہ فلکل قضاءٍ
قدر ولکل قدر اجلٌ ولکل اجل کتاب
یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہ
ام الکتاب ثم ان اللہ تعالیٰ امرنی
ان ازوج فاطمۃ من علی وقد زوجتہ
علی اربع مائۃ مثقال فضۃ ارضیت یا
علی فقال علی رضیت عن اللہ وعن
رسولہ فقال جمع اللہ شملکما واسعد
جدکما وبارک علیکما واخرج منکما
کثیرا طیبا۔

اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور ان میں امتیاز
حدود قائم کیا اپنی حکمت سے۔ اور ان پر حاکم
ہے اپنی عزت کی وجہ سے اور ان کو عزت دی
ہے اپنے دین سے اور ان کو شرف بخشا ہے
اپنے نبی محمد کے ذریعے سے اللہ جو سب سے بزرگ
و برتر ہے اُس نے نکاح کو ذریعہ انساب بنایا ہے اور اس کو
واجب کیا ہے اُس کے ذریعہ گناہ و بُرائی کو دور کیا ہے
اور ارحام کو زینت دی ہے۔ انسانوں پر اس کو لازم
کیا ہے۔ خدا بہتر و بزرگ نے فرمایا ہے۔ وہ خدا
ہے جس نے پانی سے انسان کو خلق کیا پھر اس کو نسل و نسب
کا ذریعہ بنایا اور تیرا رب قادر مطلق ہے۔

پس اللہ نے حکم دیا جاری قضا کا۔ اس کی
قضا جاری ہوئی اس کی قدر کی جانب اور اس کی قدر
جاری ہوئی بہ جانب اس کے اجل کے پس ہر قضا
کے لئے قدر ہے اور ہر قدر کے لئے ایک اجل ہے
اور ہر ایک اجل کے لئے ایک کتاب ہے پس جو
چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے مٹا
دیتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے پھر اللہ
تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں فاطمہ کو علی سے بیاہ
دوں اور اس کا مہر چار سو مثقال چاندی مقرر
کر دوں یا علی تم اس پر راضی ہو۔ علی نے عرض کیا
کہ میں خدا و رسول کے حکم پر راضی ہوں پیغمبر اسلام نے
پھر دعا دی کہ خدا تمھاری پریشانی کو دور کرے اور
تمھاری شان کو دوبالا و مبارک کرے اور تم کو اولاد
طیب و طاہر بہ کثرت عطا فرمائے۔

خطبہ مذکورہ میں پیمبر اسلام نے صفات الٰہی کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ ہر صاحب فہم کے لئے سبب ہدایت و معرفت ہو سکے۔ توحید الٰہی۔ اس کے حاکم۔ معبود۔ مسجود۔ محمود ہونے کے اسباب اور وجوہ اس کے عذاب کا خوف۔ عالمین پر اس کے احکام کا نافذ ہونا۔ اشیائے عالم کی خلقت۔ ان کا ایک دوسرے سے صورت و خواص میں مختلف ہونا۔ ازواج کی ضرورت اور اس کا فلسفہ و حکمت اور فوائد و منافع۔ قضا و قدر۔ اجل۔ و ام الکتاب۔ کتاب کی تعریفات اور قدرت کاملہ۔ فوائد دعا۔

عبارت سابقہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام کا علم الٰہیات اتنا وسیع تھا جس کی حدود معین کرنا ناممکن ہیں۔ بظاہر۔ قضا۔ قدر۔ اجل۔ کتاب۔ ام الکتاب۔ اور ان کا مربوط ہونا وغیرہ۔ سطحی الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان الفاظ کے معنویت تک رسائی فہم انسانی سے بالاتر ہے جب تک خود پیمبر اسلام یا ان کے صحیح قائم مقام نہ بتادیں۔

۳۴۔ علم معرفت و الٰہیات نعرہ ہائے جہاد

پیمبر اسلام نے لشکر اسلام کو حکم دیا تھا کہ وہ مختلف غزوات میں مختلف نعرہ ہائے جنگ لگائیں ان نعروں کے الفاظ سے معرفت الٰہی کا اظہار ہوتا ہے۔

(۱) نعرۂ جنگ بدر و احد۔	یا نصر اللہ اقترب	اے نصرت خدا قریب ہو
(۲) نعرۂ جنگ بنی نظیر۔	یا روح القدس ادح	اے خدا کفار ہم پر غالب نہ ہو
(۳) جنگ احزاب۔	حم لا ینصرون	آیۃ قرآن
(۴) جنگ بنی المصطلق	الا الی اللہ الامر	آگاہ ہو کہ اللہ کے ہاتھ میں معاملہ ہے۔
(۵) جنگ حدیبیہ۔	الا لعنۃ اللہ علی الظالمین	ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔
(۶) فتح مکہ۔	نحن عباد اللہ حقا	ہم خدا کے سچے بندے ہیں۔
(۷) جنگ تبوک۔	یا احد یا صمد	اے واحد اور اے پاک خدا

بعض غزوات کے نعرۂ جنگ مشترک تھے۔ بہر حال ان نعرہ ہائے جنگ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام خود موحد تھے اور توحید الٰہی کا درس اعلیٰ طریقہ پر اور با حسن وجوہ لوگوں کو دیتے تھے آپ کے ہر فعل اور ہر قول۔ اور ہر تدبیر سے معرفت الٰہی و توحید ربانی ظاہر ہوتی تھی۔

۳۵۔ معرفت الٰہی

(ناسخ جلد اول کتاب دوم)

غزوہ بدر سنہ دوم ہجری میں واقع ہوا۔ جب پیمبر اسلام مدینہ میں قیام پذیر

ہو گئے تو اہل مکہ کو خلش پیدا ہونے لگی اور وہ یہ کوشش کرنے لگے کسی طرح سے آپ کو مدینہ میں نہ جمنے دیا جائے اس کی مختلف تدابیر اختیار کرتے تھے منجملہ ان کے تدابیر کے سردار قوم قریش مکہ نے باتفاق رائے اعیان مکہ پیمبر اسلام کو ایک تہدیدی خط لکھا۔ اس خط کا انداز اس کی ابتدائی عبارت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ ابوجہل لکھتا ہے۔

یا محمدُ ان الخیوط التی فی راسک ھی التی ضیقت علیک مکۃ ورمت بک الی یثرب .... بالغ من اوضع ۔الخ

(ترجمہ) ابوجہل نے لکھا ہے کہ اے محمدؐ ان خیالات باطلہ نے جو تمہارے دماغ میں بھرے ہیں۔ تم پر مکہ کی زمین کو تنگ کر دیا اور تم کو مدینہ بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد ابوجہل نے رفقاء و شیعیان رسول کو برا بھلا کہا ہے اور بتایا ہے کہ وہ تمہاری دقتی و مصیبتی یار ہیں۔ تمہارا نتیجہ بجز تباہی و ہلاکت کے کچھ نہ ہوگا۔ اس کے بعد لکھتا ہے۔ من یلیہ بفقرک وفقر شیعتک۔ انجام کار تم اور تمہارے شیعہ فقر و فاقہ میں گرفتار ہو جائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پیمبر اسلام نے ابوجہل کو بایں الفاظ جواب خط دیا۔ اس جواب خط کے ہر لفظ سے معرفت الٰہی آشکار ہے:-

ان اباجھل بالمکارہ والعطب یعدنی ورب العالمین۔ بالنصر والظفر یعدنی وخبر اللہ اصدق القبول من اللہ احق لن یضر محمداً من خذلہ او یغضب علیہ بعد ان ینصرہ اللہ ویتفضل بجودہ وکرمہ علیہ قل لہ یا اباجھل وانک راسلتنی بما القاہ فی خاطرک الشیطان وانا اجیبک بما القاہ فی خاطری الرحمٰن ان الحراب بیننا و بینک کائنۃ الی تسعۃ وعشرین

(ترجمہ) پیمبر اسلام نے جواب خط میں لکھا۔ ابوجہل مجھ کو تکلیف و موت سے ڈراتا ہے۔ اور تمام عالمین کا پروردگار مجھ سے نصرت اور فتح یابی کا وعدہ فرماتا ہے اور خدا کی خبر زیادہ سچی ہے اور خدائی بات کا مان لینا زیادہ بہتر ہے۔ محمدؐ کو جس کا جی چاہے چھوڑ دے یا ناراض ہو جائے۔ مگر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ خدا نے محمدؐ کی نصرت کی ہے اور اپنے کرم و فضل سے نوازا ہے۔ ابوجہل سے کہہ دو کہ تو نے مجھ کو وہ لکھ بھیجا جو تیرے دماغ میں شیطان نے ڈالا ہے اور میں تجھ کو وہ جواب میں لکھ رہا ہوں جو مجھ کو رحمان خدا کی جانب سے پہنچا ہے۔ سن ابوجہل میرے اور تیرے درمیان

یوماً- وان اللہ سیقتلک فیھا باضعف اصحابی وستلقی انت و عتبہ وشیبہ والولید وفلان وفلان فی قلیب بدر مقتلین اقتل منکم سبعین واسر منکم سبعین احملھم علی الفداء الثقیل-

انتیس دن میں جنگ شروع ہوگی۔ خدا تجھ کو اس جنگ میں موت دیگا۔ اور تو میرے اصحاب میں سے کمزور ترین صحابی کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ اور عنقریب عتبہ۔ شیبہ۔ ولید اور فلاں فلاں افراد تیرے ساتھ بدر کے کنویں میں مقتول پڑے ہوں گے۔ میں تم میں سے ستر کو قتل کردوں گا اور ستر کو گرفتار کروں گا اور ان اسیروں کی رہائی بغیر فدیہ ہرگز ممکن نہ ہوگی۔

•

پیمبر اسلام نے دشمن کی فوج کے سردار اعلیٰ کو جن الفاظ میں خط لکھا ہے اس کے الفاظ آپ کی ہمت۔ شجاعت۔ حمیت اسلامی۔ نڈر بے باکی و جنگی کے آئینہ دار ہیں۔ مگر ان تمام چیزوں سے زیادہ جو چیز نمایاں تر ہے وہ۔ وحدانیت خداوندی بمعرفت الٰہی۔ اعتماد وعدہ الٰہی۔ یقین و معرفت غیر متناہی ہے جو الفاظ خط سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اس خط میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے یہ خط جواباً غصہ میں لکھا گیا۔ اور اس کا ہر فقرہ ترکی بہ ترکی جواب ہے۔ اس خط کے ہر لفظ میں درس توحید خدا اور صداقت قول خدا کا اظہار ہے اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ نبوت محمد مصطفیٰ کا بھی اظہار ہے۔ کیوں کہ آپ نے بطریقہ پیشگی جو کچھ بھی خط میں لکھا تھا وہ حرف بہ حرف صحیح ہو کر رہا۔ (جملہ معترضہ) پیمبر اسلام نے جواب خط دے کر اصحاب سے فرمایا کہ اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ ہر دشمن خدا کے قتل کی جگہ دیکھ لو تو میں تم کو مقام بدر لئے چلتا ہوں۔ اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ضرور دیکھنا چاہتے ہیں۔ پیمبر اسلام مدینہ سے مقام بدر تک آئے اور اصحاب کو دشمنان دین کے قتل ہونے کی جگہ اور ہر شخص کا مقتل دکھایا۔

پیمبر اسلام کے اس فعل میں اصلی مقصد تو تبلیغ اسلام و اظہار قدرت خداوندی تھا مگر اسی کے ساتھ آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ اپنی کم تعداد اور غیر مسلح فوج کو موقع جنگ بھی پہلے سے دکھلا دوں تاکہ وہ پہلی جنگ میں اجنبی جگہ جا کر گھبرا نہ جائیں بلکہ وہ پہلے سے موقع جنگ سے بخوبی واقف ہوں۔

نمبر ۴۵۔ معرفت الٰہی

پیمبر اسلام جب جنگ بدر کے لئے روانہ ہوئے اور آپ نے منزل فرمائی تو آپ نے اصحاب سے کہا کہ کنویں سے پانی لاؤ۔ پانی لایا گیا سب سے پہلے آپ نے نوش کیا۔ وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ اور بعد نماز اہل مدینہ کے لئے

بایں الفاظ دعا فرمائی۔

اللّٰھم ان ابراھیم عبدک وخلیلک ونبیک دعاک لاھل مکۃ وانی محمد عبدک ونبیک ادعوک لاھل المدینۃ ان تبارک لھم فی صاعھم ومدھم وثمارھم اللھم حبّب الینا المدینۃ واجعل ما بھا من الوبا بخم اللّٰھم انی ما بین لابتیھا کما حرّم ابراھیم خلیلک مکۃ۔

(ترجمہ) اے خدا تیرے بندہ۔ دوست اور نبی ابراہیم نے اہل مکہ کے لئے دعا کی اور میں محمد تیرہ بندہ اور تیرا نبی۔ اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ یہ کہ لے ان کے صاع اور ان کے مد اور ان کے اثمار میں برکت دے اور ہمارے قلوب میں مدینہ کی محبت عطا کر اور ہر قسم کے امراض وبا سے محفوظ رکھ اور مدینہ کو میں اسی طرح حرم بناتا ہوں جیسے تیرے خلیل ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔

پیمبر اسلام نے اسلام کے پہلے غزوہ میں جب کہ معدود فوج آپ کے ہمراہ تھی ظاہر فرما دیا کہ اس جنگ کی غرض مال وجاہ دنیوی نہیں ہے بلکہ تبلیغ توحید، رسالت وتعظیم شعائر اللہ اس کی غرض اصلی ہے اس عبارت میں ابراہیم کی نبوت خلت اور عبدیت کا اظہار ہے۔ خدا اپنے نیک بندوں کی دعا قبول کرتا ہے اس امر کا اقرار ہے۔ محمدؐ پیمبر آخر الزمان بھی خدا کے بندہ اور اس کے نبی ہیں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ مکہ شعائر الٰہی میں داخل ہے اور اس کی عظمت وحرمت واجب ہے پیمبر اسلام نے مدینہ کو بھی مثل مکہ کے حرم محترم قرار دیا ہے۔ لہٰذا مکہ ومدینہ کے لئے احکام اسلام یکساں ہیں۔

۲۔ ۱۶ ہم معرفت الٰہی وعلم الہیات،

جنگ بدر میں جب کفار مکہ مقام بدر پر پہنچ گئے اور ان کی تعداد زیادہ تھی وہ مسلح تھے اور اہل اسلام صرف معدود اور غیر مسلح۔ جب لشکر اسلام کی نظر کثیر تعداد فوج دشمن پر پڑی تو طرفین نے ایک دوسرے کا جائزہ لیا۔ اس وقت پیمبر اسلام نے درگاہ رب العزت میں بایں الفاظ دعا فرمائی۔ (ناسخ جلد ۱۔ کتاب اول)

اللّٰھم ھذہ قریش قد اقبلت بخیلائھا وفخرھا تحاولک وتکذب رسولک اللّٰھم فنصرک الذی وعدتنی۔

(ترجمہ) خدایا قریش کم غرور اور افواج کے ساتھ حملہ آور ہوئے ہیں تاکہ وہ تجھ سے جنگ کریں۔ اور تیرے رسول کی تکذیب کریں۔ خدایا پس تو مدد فرما جیسا کہ تو نے وعدہ فرمایا ہے۔

(۱) پیمبر اسلام کی اس دعا کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ کفار قریش نے خود حملہ کیا تھا اور پیمبر اسلام

کو مجبوراً مدافعانہ جنگ کرنی پڑی۔

(۲) کفار قریش اپنی طاقت پر مغرور تھے اور اپنی فوج پر نازاں تھے۔

(۳) کفار قریش خدا سے جنگ کرنے یعنی دین خدا کو مٹانے کے لئے آئے تھے۔

(۴) خدا نے پیمبر اسلام سے پہلے ہی وعدہ نصرت کیا تھا۔ پیمبر اسلام نے اس کو یاد دلایا۔

(۵) پیمبر اسلام نے خدائے یگانہ سے طلب نصرت کی اور وعدہ نصرت یاد دلایا۔

انسان کو جب ہر طرف سے مصائب گھیر لیں اور اُس کی جان و عزت سب خطرہ میں ہو تو اُس وقت نازک میں وہ اسی کو مدد کے لئے پکارتا ہے جس کو وہ قادر۔ اور قابل نصرت مانتا ہو ظاہر ہے کہ پیمبر اسلام کا وطن چھوٹا۔ اعزا۔ اقربا۔ چھوٹے۔ سخت ترین مصیبتیں اٹھانی پڑیں اب مدینہ میں آکر پناہ لی تو کفار مکہ مدینہ پر فوج کثیر لے کر چڑھ آئے۔ یہ وقت پیمبر اسلام کے لئے مصیبت کا وقت تھا۔ اور صاف صاف نظر آرہا تھا کہ اس جنگ میں شکست پانا۔ گویا موت تھا اور مقصد تبلیغ توحید کے ہمیشہ کے لئے فنا ہو جانا تھا۔ پیمبر اسلام نے اس وقت مصیبت میں خدائے قدیر و یگانہ کو یاد کیا اور اس سے مدد مانگی آپ کا یہ فعل آپ کی معرفت کا[illegible] کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۴۸۔ معرفت و علم الٰہیات
خطبۂ بدر

جنگ بدر میں جب افواج مقابل ہو چکیں اور پیمبر اسلام اپنی کم تعداد فوج کو صف بستہ کر چکے تو آپ نے لشکر اسلام کو بایں الفاظ مخاطب فرمایا۔

واما بعد فانی احثکم علی ما احثکم اللہ علیہ وانہاکم عما نہیکم اللہ عنہ فان اللہ عظیم شانہ یامر بالحق ویحب الصدق ویعطی علی الخیر اہلہ علی منازلہم عندہ بہ یذکرون وبہ یتفاضلون وانکم قد اصبحتم بمنزل من الحق لا یقبل اللہ فیہ من احدٍ الا ماتبغی بہ وجہہ وان الصبر

(ترجمہ) بعد حمد و ثنا خدا تعالی پیمبر اسلام نے فرمایا کہ تم کو اس چیز پر آمادہ کرتا ہوں جس پر خدا نے تم کو آمادہ کرنے کا حکم دیا ہے اور تم کو اس کام سے روکتا ہوں جس سے روکنے کا خدا نے حکم دیا ہے خدا کی شان عظیم ہے وہ حق کا حکم دیتا ہے۔ صدق کو دوست رکھتا ہے۔ اور اعمال صالح کے صالحین کو منازل اعلیٰ عطا کرتا ہے۔ یقیناً تم لوگ منزل حق

في مواطن الباس عما يفرج الله به اللهم
وينجي به من الغم تدركون به النجاة
في الآخرة في كم نبي الله يحذركم ويا
مركم فاستحيوا اليوم ان يطيع الله على
شئ من امركم يمقتكم عليه فانه تعالى
يقول لمقت الله اكبر من مقتكم انفسكم
انظروا الى الذي امركم به يعني الذلة
فاستمسكوا به يرض ربكم عنكم وابلوا
ربكم في هذه المواطن امرا تستوجبوا
به الذي وعدكم من رحمته ومغفرته
فان وعده حق وقوله صدق و
عقابه شديد ۔ وانما وانتم لله
الحي القيوم اليه الجانا ظهورنا
وبه اعتصمنا وعليه توكلنا واليه
المصير ويغفر الله لي والمسلمين

پہنچ گئے ہو۔
یقیناً مواقع جنگ و مصیبت میں صبر کی وجہ
سے خدا کشادگی عطا فرماتا ہے اور غم سے نجات
دیتا ہے اس کے ذریعہ تم نجات آخرت پاتے ہو۔
تمہارے ساتھ خدا کا نبی ہے۔ وہ تم کو ڈراتا
ہے خدا سے اور حکم دیتا ہے کہ آج کے دن سے
شرم کرو کہ تمہارے معاملات کی اطلاع خدا کو
ہوگی وہ مبادا تم پر غضب کرے۔ کیوں کہ خدا
کا غضب بہت بڑا تمہارے غصہ سے۔ تم
دیکھو اس کی طرف جس نے تم کو اپنی کتاب کے
ذریعہ حکم دیا ہے اور تم کو اپنی آیات دکھائی ہیں
ذلت کے بعد تم کو عزت عطا فرمائی ہے تم اس سے
متمسک رہو کہ وہ اب تم سے راضی رہے۔ اور
موقع جنگ میں تمہاری آزمائش ہو تو تم مستحق
ہوجاؤ وحسب وعدہ مغفرت و رحمت خدا کے
کیونکہ اس کا وعدہ حق ہے اور اس کا قول
صادق ہے اس کا عذاب شدید ہے۔ یقیناً
تم سب ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والے خدا کے
ہو۔ ہم نے اس کو اپنا پشتی بان بنایا ہے اس پر
بھروسہ کیا ہے اور اسی کی حفاظت چاہی ہے
اور اسی کی جانب بعد مرنے کے ہماری بازگشت
ہوگی۔ اور خدا مجھ کو اور تم کو بخشش دے گا۔

مندرجہ بالا خطبہ سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں۔
(۱) لائق حمد و ثنا صرف ذات خدائے یگانہ ہے۔
(۲) رسول خدا محمد مصطفیٰ کا کام دفریضہ نبوت یہی تھا کہ اوامر خداوندی کا حکم دیں اور

نواہی الٰہی سے لوگوں کو روکیں اور منع فرمائیں۔

(۳) خدا کی شان اعظم ہے۔

(۴) خدا حق و صدق کا حکم دیتا ہے۔

(۵) خدا بندوں کو مطابق اعمال منازل عطا فرماتا ہے۔

(۶) مومن و مسلم کو خدا نے منزلت عالیہ عطا کی ہے۔

(۷) خدا اعمال حسنہ کو قبول کرتا ہے۔

(۸) مصائب و جنگ میں صبر کرنا باعث رفع ودفع غم ہے اور سبب نجات دنیوی و اُخروی ہے۔

(۹) محمدؐ خدا کا رسول ہے اور تم کو وہ آگاہ کرتا ہے۔

(۱۰) غضب خدا سے انسان کو ڈرنا چاہیئے۔ غضب خدا غضب انسانی سے بہت زیادہ ہے اور شدید ہے۔

(۱۱) کتاب خدا قرآن ہے اُس کو تلاوت کرو اور سمجھو کہ خدا نے بعد ذلت کفر کے تم کو قرآن کے ذریعہ عزت فلاح دارین عطا کی ہے۔

(۱۲) قرآن کتاب اللہ سے تمسک کرو تاکہ رضائے خدا کو تم پاسکو۔

(۱۳) جہاد میں ثابت قدم رہو تاکہ خدا کی رحمت و مغفرت کے حق دار بن سکو۔

(۱۴) خدا کا وعدہ حق ہے۔ اُس کا قول حق ہے۔ اس کا عذاب شدید ہے۔

(۱۵) تم سب کی بازگشت اس خدا کی طرف ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا اور قائم رہے گا اور عالمین کو قائم رکھنے والا ہے۔

(۱۶) مسلمان کی پشت و پناہ خدائے یگانہ و قادر ہے۔

(۱۷) محمدؐ اور اس کے رفقا نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔ اور ان کی اسی خدا کی طرف بازگشت ہے وہی اُن کو یوم آخرت مغفرت و رحمت سے نوازے گا۔

پیمبر اسلام نے خدائے نادیدنی کا ایسے انداز سے تعارف ذاتی اور صفاتی کرایا ہے جس سے بہتر ممکن نہیں ہے۔ انبیا و سابقین و ہادیان ادیان مختلفہ نے بھی خدائے یگانہ کی معرفت کے درس دیئے ہیں اور اس زمین سنگلاخ میں چل کر سخت مصائب برداشت کئے ہیں۔ مگر پیمبر اسلام کا اسلوب تدریس معرفت الٰہی اتنا بلند ہے جس کی مثال ناممکن ہے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ انبیاء سابقین کی تعلیمات ان کے عہد ہی میں یا ان کے عہد کے کچھ ہی دنوں کے بعد فنا ہوگئیں اور انسان اپنی فطرت گمراہ اور

عادت مذموم کی جانب پھر پلٹ گیا اور اپنے خود ساختہ اصنام کو معبود سمجھنے لگا۔ گر پیمبر اسلام نے اہل عالم کو اس طرح معرفت خدا سے روشناس کیا کہ منکرین اسلام بھی توحید خدا کا انکار نہیں کر سکتے بادل خواستہ و ناخواستہ دنیا کی ہر فرد خدا کو واحد و یگانہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

خدائے واحد۔ احد۔ قہار۔ جبار۔ غیر مرئی۔ (ناقابل دید) خالق عالمین۔ رب العالمین کی قدرت و صفات کا سمجھنا اور اس پر یقین کامل پیدا کرنا آسان کام نہیں ہے۔ کیوں کہ انسان کا علم محدود اس کا علم اس کے ماحول تک محدود۔ اس کا علم اس کی ذہنی و عقلی مقداروں کے مطابق۔ اس کا علم اس کی مادیت کی وجہ سے مادہ کی طرف رجوع اور اس کے علم کا موضوع صرف مادہ۔ اس کا علم احتیاج و ضروریات پر منحصر و مبنی۔ اس کا علم اس کے لذات نفسانی کا جویا و متجسس اور پابند۔ اس کا علم اس کے مصائب نفسی و ذاتی کی دفع کی طرف راغب۔ بہر حال انسانی علم کا منبع و مقطع اس کی غلبہ مادیت کی وجہ سے صرف مادہ اور اس کے متعلقات ہے۔ اب رہا خدائے احد کا معاملہ و ادراک تو یہ چیز انسانی و بشری قوی سے اعلیٰ تر ہے بمصداق کل شیء یرجع الی اصلہ۔ انسان مادہ ہے لہٰذا مادہ کی جانب رجوع ہے موجودہ زمانہ و عہد گذشتہ کی تمام ارتقائی منازل اسی دعوے کا ثبوت ہیں مگر چوں کہ انسان کے وجود کی بقا ایک قوت روحانی پر ہے اور بقول خدائے قدیر۔ نفخت فیہ من روحی۔ (جس نے آدم کے خاکی پتلہ میں اپنی روح مخلوق کو داخل کر دیا) اس روح کی وجہ سے آدم کا خاکی پتلہ انسان بن گیا۔ بنی نوع انسان یا اولاد آدم میں بھی یہی روح کار فرما ہے۔ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ جب مملکت جسم کی کار فرمائے روح انسانی ہے تو پھر مطابق حکم کار فرمائے جسم۔ روح کو جسم پر قابض۔ قادر اور متصرف ہونا چاہیے اور کل افعال انسانی اسی روح کے حکم کے مطابق ہونا چاہئیں اور جب کہ یہ روح انسانی بقول خدا روح رب ہے تو انسانی کل اعمال فطری طور پر مطابق رضائے الٰہی ہونا چاہئیں۔ اور انسان کو خلقی و فطری طور پر صاحب علم و صاحب معرفت الٰہی ہونا چاہئے اور اس حالت میں انبیاء کی بعثت بھی فعل عبث ہو جاتی ہے بعض منطقی و فلسفی اسی بحث میں مبتلا ہیں مگر حقیقت اس کے خلاف ہے بلکہ انسان قطعی مادی ہے اور اس کی مادیت کا اقتضاء فطری اس پر غالب ہے اسی لئے اس کے افعال اسی کے احتیاج مادی کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس کی روح اس کے جسم کے بقا کا سبب ہے اور اس سے زیادہ اس روح کا کوئی کام نہیں ہے۔ مثلاً یوں سمجھئے کہ پتھر کو پتھر پر رگڑنے سے ایک نورانی شعلہ پیدا ہوتا ہے تو کیا وہ پتھر نور ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ موتی میں آب ہے۔ یاقوت و زمرد میں رنگ و دلکشی ہے۔ اگر یہ موتی چھوٹے سے چھوٹا ہو تو اور بڑے سے بڑا ہو تو اگر سچا موتی ہے تو آب و چمک نورانی و درخشندگی یکساں رہے گی۔ اس موتی کے خواص۔ اہمیت اور اثرات یکساں ہوں گے۔ اگر کوئی شخص

کہے کہ موتی بہ نفسہ نور ہے۔ ماہیت وخاصیت ہے تو غلط ہے البتہ موتی مادہ ہے اور مطلق مادہ ہے۔ اسی
طرح پتھر یقیناً پتھر ہے مگر رگڑنے سے اُس سے نور پیدا ہوتا۔ اور سچے موتی میں آب یا ماہیت کا موجود ہونا
اس کے وجود کی صفات ہیں۔ اور یہ صفات ان میں کہاں سے آئی ہیں۔ چونکہ یہ اشیاء بھی مطابق
قل الروح من امر ربی۔ روح نباتی و روح حیوانی کی مانند روح معدنی رکھتی ہیں اور یہ روح بھی
صرف "امر" رب ہے۔ یہی امر رب وجہ تخلیق عالم۔ ارض۔ سمٰوات و افلاک و بنی نوع انسان ہے۔ جب
ہر شے کا وجود امر رب پر مبنی ہے اور سب مخلوقات کی علت غائی امر رب ہے اور یہ سب کے
وجود کے لئے مشترک ہے تو اس کا وجود یا اس کی جھلک بھی ہر شے میں یکساں نظر آئے گی۔ اور اس کی
صفات وخصوصیات بھی ظاہر ہوتی رہیں گی۔

انسان کا وجود صرف مادہ ہے اس کے وجود کی بقاء مثل دیگر مخلوقات کے روح پر منحصر
ہے اور روح۔ امر رب ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ مثل تمام مخلوقات عالم کے انسان میں بھی ایک چیز وجہ شرف
ہے جو اُس کو مطابق ماعول اعلیٰ کی طرف لے جا سکتی ہے۔ علاوہ اس وجہ شرف کے اُس کو خدا نے
ایک دوسری چیز بھی وجہ شرف عطا کی ہے اور وہ اس کی قوت ادراک ہے۔ اسی قوت کی وجہ
سے وہ ماہیات وخصوصیات و اثرات اشیاء کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کے حقائق کا پتا لگاتا ہے اور
اس کی قوتوں میں انقیاد پیدا کرتا ہے اور پھر ان کو اپنے تصرف میں لانے کی سعی کرتا ہے اور اپنے علم
کے مطابق ان کے تصرف پر قادر ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے شرف انسانی یعنی قوت ادراک کی رہنمائی و قیادت کے لئے انبیاء کی بعثت من
جانب خدائے قدیر ہوتی رہی۔ اور جو انسان کہ مادی غلبہ کے بدولت اس وجہ شرف سے دور ہوتا گیا یا
جس نے اس وجہ شرف انسانی کو غلط استعمال کر کے اپنے ابنائے نوع کو تباہ کرنا چاہا تو خدا نے اس کی
رہنمائی کے لئے کسی نبی کو مبعوث کر کے راہ راست کو نمایاں کر دیا۔

انسان پر مختلف عہد گزرتے ہیں۔ اور بار بار اس کے قوائے روحانی وعقلی و ادراکی پر اس کی
جسمانی مادیت کا غلبہ ہوتا رہا اور وہ بار بار حیوانیت بہیمیت و درندگی کی طرف مائل ہوتا رہا لہذا خالق
عالم اس کی اصلاح حسب ضروریات زمانہ بذریعہ ہادیان دین کے کرتا رہا۔ آخر میں خالق عالم نے
محمد مصطفیٰ کو مبعوث فرمایا۔ پیمبر اسلام نے دیکھا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائی تبلیغی کوششیں بیکار
ہو گئیں اور یہ بنی نوع انسان بار بار مادہ کے دیو مہیب کے چنگل میں پھنس کر اپنے فرائض فطری ذاتی
انسانی کو بھول جاتی ہے تو آپ نے تبلیغ توحید ربانی اور تنبیہ نفس انسانی کے واسطے وہ تدابیر اختیار

فرمائیں کہ جن کے بعد اہل عالم توحید خدا۔ رسالت محمدؐ مصطفیٰ اور مقصد حیات انسانی کو فراموش ہی نہ کرسکیں پیمبر اسلام نے کامل طریقہ پر تبلیغ حق فرمادی۔ اور انسانی نسلوں کی ایسی نبض شناسی کی اور ایسے مواقع پر تبلیغ حق کی کہ اس فراموش کن انسان کے دل کے رگ وریشہ میں پیوستہ ہوگئی۔

ملاحظہ کیجئے کہ جنگ بدر کا موقعہ ہے مسلمان کم تعداد ہیں۔ کچھ مہاجرین ہیں۔ جو اپنے وطن سے نکالے گئے ہیں۔ کچھ انصار (اہل مدینہ) ہیں جو پہلے سے اپنی قدیم رسوم (انتقام) کی وجہ سے دشمنوں سے گھرے ہوئے ہیں پھر یہ کہ دونوں جماعتوں کو مدینہ سے باہر جانا پڑتا ہے۔ کیونکہ خود مدینہ میں بھی یہودی باثر تھے اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ گویا مسلمانوں کے دلوں اور جانوں پر بنی ہوئی تھی۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی مثال ہو بہو صادق تھی۔ پیمبر اسلام مقام بدر میں موجود ہیں اور صرف ۳ سو تیرہ افراد کا لشکر اسلام آپ کے پیش نظر ہے اور دوسری طرف قریش مکہ کی فوج مسلح صف آرا ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ ان کم تعداد، فاقہ زدہ، بے کس و بے وطن مہاجرین کے دلوں پر کیا گزر رہی ہوگی کہ ان کو ہر طرف موت ہی موت نظر آتی ہوگی اور اپنے سامنے اپنے بیوی بچوں کا قتل عام نظر آتا ہوگا۔ ایسے مواقع پر انسان کا دل نرم اور نازک ہوجاتا ہے اور ایسے موقعہ پر اگر کسی طرف سے کوئی سہارا نظر آتا ہے تو اس سے بڑی تقویت ہوتی ہے اور ایسی مواقع کی سُنی ہوئی بات موجودہ لوگوں کے ہی دلوں میں نہیں بلکہ نسلاً بعد نسل ان کی اولادوں کے کانوں میں بھی گونجتی رہتی ہے۔

چنانچہ پیمبر اسلام نے ایسے نازک اور اہم موقعہ پر صفوف لشکر اسلام کے سامنے پہلا خطبہ بدر پڑھا۔ اور اس خطبہ کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک عقیدہ کو مسلمانوں کے دل نشین کردیا۔ پیمبر اسلام کا ہی وہ طریقۂ تبلیغ تھا جس نے توحید ربانی کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھا اور اس کو ابدی بنادیا۔

۷۹۔ علم الٰہیات و معرفت
غزوہ بدر و دعا

جب جنگ بدر میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور طرفین کے مقابل ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ اسی حالت میں پیمبر اسلام نے اپنی کم تعداد اور غیر مسلح فوج کو دیکھا اور دشمن کی کثیر تعداد اور مسلح لشکر پر نظر کی اس کے بعد پیمبر اسلام نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور درگاہ خدائے واحد میں بایں الفاظ دست بدعا ہوئے۔ (تاریخ)

اللھم انجز ما وعدتنی اللھم انجز ما وعدتنی اللھم انجز ما وعدتنی ان تھلک ھذہ العصابۃ من الاسلام لا تعبد فی الارض ابدا۔

ترجمہ: اے خدا اپنے وعدہ کو پورا کر۔ اے خدا اپنے وعدہ کو پورا کر۔ اے خدا اپنے وعدہ کو پورا کر۔ اگر یہ جماعت قلیل ہلاک ہوگئی تو پھر کبھی روئے زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔

پیمبر اسلام نے الحاح وزاری کرنا شروع کی اور آپ پر اسی حالت میں بے خودی پیدا ہوگئی کہ آپ کی چادر بھی شانہ سے گر گئی۔ اس وقت ابوبکر نے پیمبر اسلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ یا رسول اللہ بر خدا بدعا اندر ستم مکن۔ (ناسخ)

اے خدا کے رسول دعا کے معاملہ میں خدا پر اتنا ستم نہ کرو۔ پیمبر اسلام نے جواب دیا۔ اے پسر ابوقحافہ بجائے باش کہ من وعدہ او راہمی خواہم۔ اے ابوقحافہ کے بیٹے اپنی جگہ پر رہو۔ حد سے نہ بڑھو۔ میں اپنے خدا سے اس کے وعدہ کو طلب کر رہا ہوں۔ پیمبر اسلام کی صدائے نصرت پر درگاہ خداوندی سے صدائے لبیک آئی۔ (قرآن)

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکتہ مردفین۔

(ترجمہ) یاد کرو اس وقت کو جبکہ تم استغاثہ وزاری کر رہے تھے اپنے رب سے۔ خدا نے تمہاری قبول کر لی اور ایک ہزار فرشتے جو ایک کے پیچھے دوسرا ہے سے تمہاری مدد کی گئی۔

مذکورہ آیت قرآن کو میں نے واقعہ مذکور کی تائید میں درج کیا۔ مجھ کو تو صرف یہ کہنا ہے کہ پیمبر اسلام نے اپنی انتہائی مشکلات اور مصیبتوں میں خدا سے مدد طلب کی اور لوگوں کو اس بات کا یقین دلایا کہ بجز واحد خدا کے کوئی دوسرا قادر اور دعا قبول کرنے والا اور ناصر و یاور نہیں ہو سکتا۔ اصحاب پیمبر متحیر ہوتے تھے کہ آخر پیمبر اسلام کیوں اتنی گریہ وزاری سے دعائیں کرتے ہیں۔ مگر پیمبر اسلام کی معرفت و علم الہیات کا پایہ بہت بلند تھا اور چونکہ وہ مشیت ایزدی کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اور لوح محفوظ پر آپ کی نظر رہتی تھی لہذا آپ تصرف خدا پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کو درس دیتے تھے کہ شان عبدیت یہی ہے کہ بدرگاہ خدائے یگانہ زور و کر التجا کرے اور اپنی عاجزی۔ انکساری، تواضع و خدا پرستی کا اظہار اپنی زبان قلب اور اعضا سے کرے۔ اور شان خداوندی اسی میں ہے کہ وہ اپنے مجبور، معذور، مبتلائے مصائب کی دعا کو قبول کرے بشرطیکہ وہ طلب دعا، طلب مدد کرے۔

۵۰۔ علم معرفت و الہیات مراجعت غزوہ احد

پیمبر اسلام جب جنگ احد سے واپس ہوئے تو اول آپ نے شہدائے احد کی زیارت کی بعد ازاں مقام حمزہ پر آ کر آپ نے اصحاب کو حکم دیا کہ دو صفوں میں کھڑے ہو جائیں اس کے بعد پیمبر اسلام نے درگاہ خداوندی میں دونوں ہاتھوں کو بلند کر دیا اور بایں الفاظ تقریر فرمائی

اللھم لک الحمد کلہ اللھم لا قابض لما بسطت ولا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ھادی لمن اضللت ولا مضل لمن ھدیت ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت اللھم انی اسئلک من برکتک ورحمتک وفضلک وعافیتک اللھم انی اسئلک النعیم المقیم الذی لا یحول ولا یزول اللھم انی اسئلک الامن یوم الخوف والغناء یوم الفاقۃ عائذاً بک من شر ما اعطیت ومن شر ما منعت اللھم توفنا مسلمین اللھم حبب الینا الایمان وزینہ فی قلوبنا وکرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان واجعلنا من الراشدین اللھم عذب کفرۃ اھل الکتاب الذین یکذبون رسلک یصدون عن سبیلک اللھم انزل علیھم رجزک وعذابک الہ الحق آمین۔

(ترجمہ) اے خدا تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ اے خدا جس کو تو نے بسط دیا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اور جب تو عطا کرے تو کوئی مانع نہیں ہو سکتا اور جو چیز تو نے منع کر دی ہے یا روک لی ہے اُس کو دوسرا عطا نہیں کر سکتا ہے اور جس کو (بوجہ اعمال بد) تو گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ راست نہیں دکھا سکتا اور جس کی تو (بوجہ اعمال حسنہ) ہدایت فرما دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جس کو تو قریب کر دے اُس کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ برکت ورحمت وفضل وعافیت کا۔ اے خدا میں سوال کرتا ہوں تجھ سے ایسی نعمات کا جو قائم رہیں۔ نہ ہٹائی جائیں نہ زائل ہو سکیں۔ اے خدا میں سوال کرتا ہوں یوم خوف سے امن کا اور یوم فاقہ میں غنی ہونے کا۔ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اُس چیز کے شر سے جو تو نے عطا کی ہے

اور اس چیز کے شر سے جس سے تو نے روکا ہے یا منع کیا ہے۔ اے خدا ہم کو مسلمان ہونے کی حالت میں موت دے۔ اے خدا ہم کو ایمان کی محبت دے۔ اور اس کو ہمارے قلوب میں زینت عطا۔ اور اے خدا کفر و فسوق۔ اور گناہ سے ہم کو نفرت دے۔ اور ہم کو راہ حق پر چلنے والا بنا دے۔ اے خدا اہل کتاب کافروں پر جنھوں نے تیرے رسولوں کی تکذیب کی ہے۔ عذاب نازل کر اور ان پر بھی عذاب نازل کر جو ان میں سے تیری راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ اے خدائے برحق

اپنا عذاب نازل کرلے، خدا بے شک تو خدا ئے برحق

ہے۔ آمین۔

کلمات مذکورہ کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

(۱) تمام تعریفیں تعریف اور شکریہ کے لائق صرف ذات خدائے یگانہ ہے۔

(۲) کشادگی۔ وسعت۔ ہدایت۔ قربت۔ معرفت کا عطا کرنے والا خدا ہے۔ خدا ایسا قادر مطلق ہے کہ جس کو وہ مذکورہ نعمات عطا فرمادے۔ اس کو کوئی دوسرا واپس نہیں لے سکتا ہے۔

(۳) صرف خدا ہی کی وہ ذات ہے جس سے ہر کت امور دنیا و دین۔ رحمت فضل و عافیت و نعمات مقیم و امن روز قیامت۔ فاقہ میں غنا طلب کیا جاسکتا ہے۔

(۴) خدا ہی کی وہ ذات ہے کہ جس کو وہ نعمات مذکورہ عطا کردیتا ہے وہ ہمیشہ قائم رہتی ہیں۔

(۵) خدا کی ہی وہ ذات ہے کہ اس سے پناہ مانگی جائے بہ حالت دولت مندی و بہ حالت مفلسی شر مال و شر مفلسی سے۔ وہی انسان کو شر ورہ سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

(۶) خدا ہی قلوب مومنین میں ایمان کی محبت داخل کرتا ہے اور کفر و فسوق و عصیان سے نفرت دلاتا ہے۔ بغیر تائید خداوندی کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

(۷) خدا ہی کافروں (چاہے وہ اہل کتاب ہی کیوں نہ ہوں) اور تکذیب انبیا کرنے والوں پر عذاب نازل کرے گا۔

(۸) مومن کا فرض ہے کہ وہ کافرین۔ فاسقین۔ اور راہ خدا سے روکنے والوں سے متنفر رہے۔ بیزاری کا اظہار کرے اور ان کے لئے عذاب کی دعا کرے۔

(۹) صفات مذکورہ بالا جس ذات میں پائی جاتی ہیں وہی اس لائق ہے کہ اس کو اللہ الحق تسلیم کیا جائے۔

(۱۰) اسلام و ایمان کی توفیق خدا کی جانب سے ہی ہے۔

پیمبر اسلام نے اہل عالم پر ذات خدا و صفات خدا کو اس انداز پر واضح اور روشن کیا ہے جس کی مثال ہادیان مذاہب سابقہ میں ملنا ناممکن ہے۔ اگر ان تمام فقرات دعا کی تشریح و تفسیر کی جائے تو حقائق کا بحر ناپیدا کنار موجزن ہو جائے۔

چوں کہ انسان بوجہ اپنی مادیت جسمانی کے فطری طور پر لذات و تعیش کی طرف مائل ہے۔ اور اس کا یہ میلان طبیعت اس کو درجہ رفیع انسانیت سے پست کرکے درجہ حیوانی پر لے آتا ہے۔ اور اس کو اپنی پستی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اس حالت میں اس کا پیدا ہونا اور مرجانا حدود دنباتی و حیوانی سے آگے نہیں جاتا اور وہ صرف حیات دنیوی و لذات مادی میں ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ خدا نے اس کو ایسے قوائے عقلیہ و ادراکیہ و ملکوتیہ عطا فرمائے ہیں جو

اس کو ابدی حیات وابدی مسرتوں کا مالک بنا سکتے ہیں۔ پیمبر اسلام نے بہترین مواقع قبول ہدایت کے پیدا کر کے انسانوں کو ان کی غفلت سے آگاہ کیا ہے اور ان کو ابدی نعمات کی طرف لے جانا چاہا ہے۔ پیمبر اسلام کے مذکورہ کلمات میں سے ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ۔ عائذ ابک من شر ما اعطیت ومن شر ما منعت۔

(ترجمہ) میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس چیز کے شر سے جو تو نے عطا کی ہے اور اس شے کے شر سے جس سے تو نے منع کیا ہے۔

من شر ما منعت۔ ظاہر ہے کہ خدا نے جن چیزوں اور برائیوں سے روکنا چاہا ہے اور ان کو ممنوع قرار دیا ہے وہ اشیاء تو بے شک سبب غضب الٰہی ہو سکتی ہیں اور عصیاں اور نافرمانی میں داخل ہیں بیشک ان عصیاں میں مبتلا کرنے والی چیزوں سے تو خدا سے پناہ مانگنی ہی چاہئے۔ مگر اسی فقرہ کا دوسرا ٹکڑا کہ من شر ما اعطیت۔ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہو اس چیز شر سے بھی جو تو نے عطا کی ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے ایسی چیز کبھی عطا نہیں کی جا سکتی جو اس کے بندہ کے لئے سبب شر وعصیاں ہو۔ خدا اپنے بندوں اور کل مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ وہی رحیم ہے اور رحمن اور رؤف ہے۔ پھر اس کی طرف سے ایسی اشیاء کا ملنا اور عطا کیا جانا جو سبب گناہ و شر ہو نا ممکن ہے۔

پیمبر اسلام نے اس فقرہ و جملہ سے انسانوں کو آگاہ و متنبہ کیا ہے کہ تمام نعمات کا عطا کرنے والا بس خدا ہے۔ قوائے جسمانی۔ طاقت۔ شہوت۔ لذت۔ غضب۔ اسباب تعیش۔ طلب اسباب تعیش ولذات اور ہر شئے مایحتاج جسم کا خالق اور عطا کنندہ خدا ہی ہے۔ اور یہ سب قوتیں خدا کی نعمات وعطیات ہیں۔ لیکن ان کا غلط استعمال صرف مہلک جسم ہی نہیں ہے بلکہ مہلک انسانیت ہے۔ پیمبر اسلام نے انسان کی فطرت غافل کو ان فقرات کے ذریعہ متنبہ و آگاہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ جب خدا انسان کو اس کے جسم کے بقاء وحیات کے خاطر یہ اسباب راحت مہیا کرے۔ اس حالت میں بھی انسان کو خدا کی مدد کی ضرورت ہے اور وہ مدد خداوندی اس طرح حاصل ہو گی کہ اپنا دل اس کی جانب رجوع کرے اور ان نعمات کے اس پہلو سے پرہیز کرے جو اس کو شر وعصیاں کی طرف لے جاتا ہے اور خدا سے دعا کرے کہ وہ ان عطیات کے شر سے اس کے نفس کو بچائے۔ بس اس کا یہ چاہنا ہی اس کو ان کے شر سے محفوظ کر لے گا۔ پھر وہ ان کا صحیح استعمال کر کے خوشنودی و رضائے خدا حاصل کرتا رہے گا۔

جنگ خندق میں دعا	جنگ خندق کے واقعات تاریخی تفصیلاً لکھے جا چکے ہیں۔ اسی جنگ میں پیمبر اسلام نے اپنے

بحار ۵۔ علم الھدا و معرفت

لشکر کے گرد خندق کھودا تھا۔ جب کفار قریش کے لشکر کا بہادر ترین شخص عمرو ابن عبدود اپنے گھوڑے کو ہمیز کر کے خندق کے پار آ گیا اور اس نے بار بار اہل اسلام کو للکارا اور اپنا مقابل طلب کیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ عمرو ابن عبدود کا رعب اہل اسلام پہ ایسا چھا گیا تھا اور اس کے کثرت لشکر سے ایسے مرعوب ہو گئے تھے کہ حالت سکوت مسلمانوں پر طاری تھی۔ الفاظ تاریخ میں اس حالت کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے۔

کان علیٰ رؤسھم الطیر۔ گویا ان کے سروں پر طائر بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ حرکت بھی نہیں کرتے تھے۔

جب عمرو نے اپنا مبارز طلب کیا اور طنز و تشنیع کے الفاظ زبان پہ جاری کئے تو بار بار علیؑ مرتضیٰ نے پیمبر اسلام سے عرض کیا کہ مجھ کو اس کے مقابلہ کی اجازت دی جائے آخر پیمبر اسلام نے علیؑ کو اجازت جہاد دیدی۔ اور اس حالت میں کہ دشمنوں نے معدود لشکر اسلام کو گھیرے میں لے لیا تھا اور خیمہ رسول تک عمرو آ گیا تھا عجیب عالم تھا۔ بجز خدا کی مدد کے جان بچنا ناممکن نظر آ رہا تھا اس وقت پیمبر اسلام نے علیؑ کو قریب بلایا اور اپنے دست مبارک سے اپنا عمامہ سحاب علیؑ کے سر پر رکھا اپنی زرہ جسم پر پہنائی اور مسلح کر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور بدرگاہ خدائے واحد ان الفاظ میں علیؑ کے حق میں دعا فرمائی۔

اللھم اعنہ علیہ۔ اللھم احفظہ من بین یدیہ و من خلفہ و عن یمینہ و عن شمالہ و فوق راسہ و من تحت قدمیہ فلا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین

ترجمہ اے خدا علیؑ کی مدد فرما کہ وہ عمرو ابن عبدود پر غالب آئے۔ اے خدا علی کی حفاظت کر سامنے سے اُس کے عقب سے۔ اُس کے داہنی جانب سے اور بائیں جانب سے و نیز سر کے اوپر سے اس کے قدموں کے نیچے سے اور اے خدا مجھ کو تنہا و اکیلا نہ چھوڑ اور تو ہی بہترین وارث ہے۔

معدود لشکر اسلام پر عموماً۔ اور پیمبر اسلام پر خصوصاً یہ وقت بہت سخت تھا۔ مگر پیمبر اسلام کی معرفت اور خداشناسی و نیز اعتماد نصرت الٰہی اس درجہ پر تھی کہ آپ نے حقیقی نصرت کرنے والے کو پکارا اور علیؑ کا حصار حفاظت خداوندی میں کر دیا اور آپ کا یہ اعتماد تھا کہ آپ نے علیؑ کو تنہا دشمنوں کی جانب جنگ کرنے کے لئے روانہ کر دیا اور آپ کو اس دعا و طلب نصرت خداوندی کے بعد پورا یقین ہو گیا کہ فتح علیؑ کی ہو گی اور لشکر دشمن کو ہزیمت ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور علیؑ نے عمرو ابن عبدود کو جنگ میں

مغلوب کیا اور اس کا سر بریدہ پیمبر اسلام کے قدموں پر ڈال دیا۔ پیمبر اسلام نے اس فتح پر علیؑ کو ایسا تمغۂ امتیاز عطا کیا جس کی مثال ناممکن ہے۔ آپ نے فرمایا۔

البشری یا علیؑ فلو وزنت الیوم عملک بعمل امۃ محمد لرجح عملک علی عملھم۔

(ترجمہ) اے علیؑ تم کو بشارت دیتا ہوں کہ اگر تمھارے آج کے عمل (جنگ) کو میری اُمّت کے عمل سے وزن کیا جائے تو اعمال اُمّت محمدی پر تمھارا عمل بھاری ہے۔

۵۲۔ معرفت و علم الہیات
غزوہ خندق

جنگ خندق یا غزوہ احزاب میں لشکر کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اور مصمم ارادہ کر کے حملہ آور ہوئے تھے کہ اسلام کو بیخ و بن سے ختم کر دیں۔ عمرو ابن عبدود کے قتل کے بعد ہی لشکر کفار نے لشکر اسلام پر حملہ کر دیا۔ صبح طلوع آفتاب سے تمام دن اور نصف شب تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی حتی کہ واجب نمازوں کے ادا کرنے کا وقت بھی مسلمانوں کو نہیں ملا۔ اسی اثنا میں ابو سعید الخدری صحابی رسول خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

قد بلغت القلوب الحناجر۔

اب تو ہمارے دل حلق تک آگئے یا ہماری جانیں لبوں تک پہنچ گئیں یا رسول اللہ کوئی دعا تلقین کیجئے۔

پیمبر اسلام نے ابو سعید الخدری کو دعا تلقین فرمائی اور خود مسجد فتح میں تشریف لائے۔ (مسجد فتح اب بھی موجود ہے جس کی زیارت کا شرف مجھ کو بھی حاصل ہوا ہے)۔ اور بدرگاہ خدا بایں الفاظ دعا کی۔ جابر بن عبداللہ انصاری نے بتایا کہ پیمبر اسلام نے دو شنبہ، سہ شنبہ و چہار شنبہ مسلسل یہی دعا کی۔

یا صریخ المکروبین و یا مجیب المضطرین و یا کاشف الکرب العظیم انت مولای و ولی و ولی ابائی الاولین اکشف عنا غمنا و کربنا و اکشف عنا شر ھولاء القوام بقوتک و حولک و قد رتک۔ اللھم منزل الکتاب سریع الحساب اھزم الاحزاب۔ اللھم اھزمھم و زلزلھم و انصرنا علیھم۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اعز جندہ و

(ترجمہ) اے مصیبت زدوں کے فریاد رس۔ اے مضطر اور مضطرب انسانوں کی دعا قبول کرنے والے اے سخت ترین کرب و تکلیف کے دور کرنے والے۔ تو میرا مالک ہے اور میرا ولی ہے۔ میرا آباؤ اجداد اولین کا بھی ولی ہے تو ہمارے غم کو دور کر دے ہمارے کرب کو دفع کر دے۔ اپنی قوت طاقت اور قدرت سے اس دشمن اسلام قوم کے شر کو دور فرما دے اے خدا تو نے ہی قرآن نازل کیا ہے۔ تو ہی مخلوقات

نصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ فلا شئ بعدہ۔

کا حساب روز قیامت جلد از جلد کرنے والا ہے۔ اے خدا دشمنوں کے لشکر کثیر کو ہزیمت دے اور ان کے قدموں کو میدان جنگ سے اکھاڑ دے۔ تو ہماری مدد کر اور ان پر ہم کو غالب کر دے، بے شک تو واحد خدا ہے بجز تیرے کوئی معبود نہیں ہے۔ تو احد ہے۔ واحد ہے۔ تو نے ہی لشکر اسلام کو غالب کیا ہے۔ اور اپنے بندہ محمد کی نصرت کی ہے۔ اور احزاب و قبائل و لشکر دشمن کو بھگایا ہے تو واحد ہے اور تو ابدی ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے۔

پیمبر اسلام کے کلمات کا خلاصہ:-

(۱) خدا سمیع و بصیر ہے۔ کیوں کہ حالت اضطرار، کرب، مصیبت میں انسان کی فریاد کو سنتا ہے۔

(۲) خدا ناصر و قادر ہے۔ کیوں کہ عظیم ترین مصائب اور قوی ترین دشمنوں کو دفع کر دیتا ہے۔

(۳) خدا محمدؐ کا ولی ہے۔ اور آباو اجداد محمدؐ کا بھی ولی ہے۔ اور تمام عالمین کا ولی ہے۔

(۴) خدا واحد و قادر ہے۔ کیوں کہ وہی غم، کرب اور شر اعداء کو دفع کر سکتا ہے۔ وہی اس لائق ہے کہ بوقت مصیبت اس کو مدد کے لئے پکارا جائے۔

(۵) خدا صاحب قدرت و طاقت و قوت ہے۔ لشکر اعداء کو وہ مغلوب کر دیتا ہے اور اپنے دوستوں کو غالب کر دیتا ہے۔

(۶) خدا واحد ہے معبود یگانہ ہے۔ ابدی ہے۔ اس کے بعد کوئی نہیں ہے۔ وہ اوّل ہے وہ آخر ہے۔

پیمبر اسلام نے خدائے واحد کا اعلیٰ تصور پیش کیا ہے۔ اور ایسے معبود کی عبادت کا حکم دیا ہے۔ جو کائنات کے ذرہ ذرہ کا مالک خالق۔ مدبر ہے۔ چوں کہ خدا نادیدنی ہے لوازم مخلوقات سے بری ہے اور منزہ ہے و نیز فہم و ادراک بشری سے اعلیٰ و برتر ہے اس لئے ہادیان ماسبق و انبیاء سابقین کو درس معرفت دینے میں بڑی بڑی دشواریاں پیش آئیں اور پھر بھی وہ نقوش و درس اتنے سطحی رہے کہ چند ہی سال میں عوام کے دماغوں سے محو ہو گئے اور انسان پھر دیگر معبودوں کا پرستار بن گیا۔ مگر پیمبر اسلام چونکہ آخری نبی تھے لہذا آپ نے خدائے واحد و غائب و نادیدنی کا وہ تصور اہل عالم کے سامنے پیش کیا جس سے انکار ناممکن ہو گیا اور تا قیامت انکار خدائے واحد ممکن نہیں رہا۔

نمبر ۵۳۔ معرفت اللہ و علم الٰہیات

پیمبر اسلام جب حدیبیہ میں پہنچے تو اصحاب نے دعائے باراں کی درخواست کی۔ پیمبر اسلام نے دعا فرمائی اور شب کو بارش ہوئی۔ اصحاب حاضر خدمت ہوئے نماز صبح با جماعت ادا کی اس کے بعد پیمبر اسلام نے ارشاد فرمایا۔

قال اللہ تعالیٰ اصبح من عبادی مومن و کافر فاما من قال مطرنا بفضل اللہ و رحمتہ فذلک مومن بی کافر بالکواکب و اما من قال مطرنا بنوء کذا و کذا فذلک کافر بی مومن بالکواکب۔

(ترجمہ) خدانے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے ایسے ہیں کہ صبح کرتے ہیں تو مومن یا کافر ہوتے ہیں پس جو کہتا ہے کہ بارش خدا کے فضل و رحمت سے ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور اس نے کواکب سے انکار کیا ہے یعنی وہ میرا مومن ہے اور ستاروں کا کافر ہے۔ اور جس نے کہا کہ بارش۔ کواکب کے گردش و اثرات کا نتیجہ ہے تو وہ خدا کا منکر و کافر ہے اور ستاروں کا مومن ہے۔

(ناسخ جلد اول)

پیمبر اسلام نے اس موقعہ پر اپنے اہل لشکر کو خصوصاً اور اہل عالم کو عموماً یہ درس دیا ہے کہ اسباب و علل موجودات عالم کا سبب صرف خدائے یگانہ ہے۔ کواکب و سیارگان و ثوابت و اجرام فلکی کے اثرات کا خالق اور مدبر بجز خدائے واحد کے دوسرا نہیں ہے۔ جس عہد میں پیمبر اسلام سرزمین عرب میں موجود تھے اس عہد میں صرف اہل عرب ہی نہیں بلکہ روئے زمین کے تمام باشندے زیادہ سے زیادہ صرف اتنا ہی علم رکھتے تھے کہ ہواؤں کے تصادم و تصادع سے ہی بارش ہوتی ہے۔ اور آج کی ترقی یافتہ دنیا بھی بارش کے معاملہ میں ہواؤں پر ہی اعتبار کرتی ہے۔ پیمبر اسلام نے بادلوں کا آنا۔ ہواؤں کا سردی پاکر سحاب کی شکلوں میں تبدیل ہو جانا اور ایک خاص حرارت و برودت کے امتزاج سے سحاب کا پھر پانی کے شکل میں تبدیل ہو کر برس جانا ہی بارش کا اصلی سبب قرار نہیں دیا ہے بلکہ یہ بتایا ہے کہ کواکب کی گردش اور ان کا باہمی تقابل و نظریات شمسی ہواؤں کے تبدیلی کا سبب ہیں اور سمندروں کے تلاطم امواج کا باعث ہیں بخارات ارضی و کوہستانی کی تصدیع و تخلیق کا سبب ہیں۔ اور ان سب میں ایک خاص امتزاجی کیفیت پیدا ہونے سے سحاب بن جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اسباب باراں و سحاب ہیں مگر ان اسباب کا خالق ان میں اعتدال و امتزاج اور بعد امتزاج اثرات پیدا کرنے والا خالق یکتا خدائے وحدہ لاشریک ہے۔ جس نے کواکب کو اصلی سبب بارش تسلیم کر لیا گویا اس نے خدا کا انکار کیا اور کواکب کا اقرار کیا۔ اور جس نے کواکب کی گردشوں کو محکوم حکم خدا سمجھا اور اسباب باراں کا خالق خدا کو مان لیا اس نے خدا کا اقرار کیا اور کواکب کا انکار کیا۔ پیمبر اسلام نے توحید خداوندی کو اپنے اس کلام سے نکھارا ہے اور بتایا ہے کہ احکام خدا و افعال خدا میں دوسرے کے شمولیت شرک باللہ ہے اور توحید خدا کے منافی ہے۔ اصحاب پیمبر نے پانی کی کمی کا اور گرمی کی شدت کا ذکر پیمبر اسلام سے کیا تھا۔ آپ نے شب کو دعا کی اس کے برکت سے بارش ہوئی۔ اس موقعہ پر اگر پیمبر اسلام اس انداز اور کلام کے ذریعہ تو مسلموں کو تعلیم نہ دیتے تو دو ہی صورتیں ہوتیں۔ اول تو یہ ہے کہ عوام کی موجودہ اور آنے والی نسلیں پیمبر اسلام کو مثل عیسیٰ خدا کہنے لگتیں

کیوں کہ بادلوں کا خلاف موسم کے آنا پھر خاطر خواہ بارش ہونا اور حضرت محمدؐ کے اشارہ یا ہاتھوں کے اُٹھانے سے تو عوام اس کو محمدؐ کا عمل سمجھتے اور امتداد زمانہ پیمبر اسلام کو عوام کی اعتقادات میں خدا قرار دے دیتا جیسے سابقین ہادیان مذاہب کو عوام نے خدا بنا لیا ہے یا بنا لیا تھا۔

دوسری صورت یہ تھی کہ ان جاہلوں میں جو کچھ تعلیم یافتہ یا صاحب فہم طبقہ تھا وہ اپنی بلند نظری اور بلند فکری کے زعم میں اس بارش کو کواکب کی تخلیق سمجھتے کیوں کہ اس وقت بھی اجرام فلکی کی پرستش عام تھی۔ اور شمس و قمر وسیارگان و ثوابت کو معبود تسلیم کیا جاتا تھا۔

پیمبر اسلام نے بارش کے لئے دعا کرکے اہل عالم کو بتایا کہ جس خدائے واحد کا تصور اور اعتقاد میں نے پیش کیا ہے وہ ایسا خدا ہے کہ اپنے نیک بندوں کے دعا سے فوراً تمام اسباب تخلیق شے کو پیدا کر سکتا ہے اور اور اس شے کو وجود کی شکل دے سکتا ہے اور وہ خدا واحد و یگانہ ہے اسی لئے اس کے ارادہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی ہے۔ بس جب اس نے جو چاہا وہ ہو گیا۔ پیمبر اسلام کے اس فعل دعا اور اس کلام سے صرف اتنا ہی معلوم نہیں ہوا کہ آپ معرفت الٰہی کے کس درجہ پہ فائز تھے بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ معرفت الٰہی کا درس آپ سے بہتر کوئی دوسرا انسان نہیں دے سکتا ہے۔

۵۔ علم الٰہیات و معرفت خط بنام نجاشی روم

پیمبر اسلام نے سنہ ہجری کے چھٹے سال کے آخر میں شاہان ملک کو خط روانہ کئے ہیں اور ان کو دعوت اسلام دی ہے۔ پیمبر اسلام نے ملک حبشہ کے نجاشی کو بایں الفاظ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملك الحبشة اما بعد فانی احمد اللہ الیك الذی لا الٰہ الا ھو الملك القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القیھا الی مریم البتول الطیبة الحصینة فحملت بعیسی فخلقہ من روحہ ونفخہ کما خلق آدم بیدہ وانی ادعوك الی اللہ وحدہ

(ترجمہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد رسول اللہ کا ملک حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام ہے۔ اما بعد میں حمد و ثنا کرتا ہوں اس خدا کی جو واحد ہے اور بجز اس کے کوئی لائق پرستش نہیں ہے۔ وہ عالمین کا حاکم ہے پاک ہے ہر نقص سے اور سالم ہے ہر آفت سے اور مصدق ہے اپنے انبیا کا بذریعہ معجزات و آیات کے اور امان دینے والا ہے اپنے بندوں کو قیامت کے ہول و خوف سے وہ غالب ہے تمام اشیاء کائنات پر۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ۔ روح اللہ و کلمۃ اللہ ہیں۔ خدا نے اس کلمہ کو مریم کو عطا کیا جو بتول ہیں۔ محفوظ عن الخطا ہیں۔ مریم کے بطن سے

لاشریک لہ والموالاۃ علی طاعتہ فان تبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وانی ادعوک وجنودک الی اللہ تعالی وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصیحتی وقد بعثت الیک ابن عمی جعفراً ومعہ نفرمن المسلمین والسلام علی من اتبع الھدی۔

عیسیٰ آئے۔ خدانے عیسیٰؑ کو اپنی روح سے خلق کیا اور اس کو مریم میں پھونکا جیسا کہ خدانے آدم کو اپنے قدرت سے خلق کیا۔ اس خدا کی طرف جو وحدہ لاشریک ہے اور خدا کی اطاعت کی طرف بلاتا ہوں پس اگر تونے میری بات مان لی اور جو مجھ پر نازل ہوا ہے اُس پر ایمان لے آیا تو میں بتاتا ہوں کہ میں خدائے واحد کا رسول ہوں اور میں تجھ کو اور تیرے لشکروں کو خدائے بزرگ کی طرف بلاتا ہوں میں نے اس خط کے ذریعہ تجھ کو پیغام خدا پہنچا دیا اور تجھ کو نصیحت کر دی پس تجھ کو چاہئے کہ اس کو قبول کرے۔ میں نے اپنے ابن عم جعفر اور ایک شخص مسلمان کو تیرے پاس بھیجا ہے۔ اس پر سلامتی ہو جو صحیح راستہ کی پیروی کرے۔

پیغمبر اسلام نے اپنے اس خط میں خدائے واحد کے متعلق جو تصورات وعقائد وصفات پیش کی ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

(۱) خدا ہی اس لائق ہے کہ اس کے نام سے ہر کام شروع کیا جائے۔

(۲) وہ خدا رحمٰن اور رحیم ہے۔

(۳) محمدؐ خدا کا رسول ہے۔

(۴) خدا ہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ وہ واحد ہے ایسا واحد جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ حاکم مطلق ہے۔ قدوس ہے۔ وہ اپنے انبیاء کی تصدیق بذریعہ معجزات اور آیات کرتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو سلامتی عطا فرماتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو پناہ دینے والا ہے۔

(۵) عیسیٰؑ۔ کلمۂ خدا ہیں۔ جو مریم کو عطا کیا گیا۔

(۶) عیسیٰؑ کی پیدائش اسی طرح ہوئی جیسے آدم کی پیدائش ہوئی تھی۔ آدم کے پتلے میں خدانے اپنی خلق کردہ روح پھونکی تھی اور وہ زندہ ہو گئے تھے۔ اسی طرح خدانے مریم میں روح پھونکی کہ عیسیٰ پیدا ہو گئے۔

(۷) پیغمبر اسلام نے ملک حبشہ نجاشی کو دعوت اسلام دی۔ اور فریضہ نبوت ادا کیا۔

(۸) محمدؐ نے بتایا کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔ اور ان پر بذریعہ وحی احکام خدا اترے ہیں۔ اُن کا تسلیم کرنا عین اسلام وایمان ہے۔

جو ہدایت یافتہ ہے وہی سلامتی دنیا و دین کا حقدار ہے۔

(۹) پیمبر اسلام نے بہترین الفاظ اور بہترین طریقہ پر معرفت خداوندی کا درس دیا ہے اور ایسے دل آویز طریقہ پر درس توحید دیا گیا کہ اس کا اثر نجاشی پر خاطر خواہ ہوا کہ اُس نے جواب خط میں لکھا۔

سلام علیک یا رسول اللہ من اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ الذی لا الہ الا ھو الذی ھدانی الی الاسلام۔

(ترجمہ) اے خدا کے رسول میرا اسلام آپ کو پہنچے۔ آپ خدا کی طرف سے خدا کے رسول ہیں۔ کوئی معبود بجز اس خدائے واحد کے نہیں ہے جو صاحب رحمت و صاحب برکت اور معبود برحق ہے اور اسی نے مجھ کو دین اسلام کی طرف ہدایت کی ہے وغیرہ وغیرہ۔

پیمبر اسلام نے عبداللہ بن حذافہ سہمی کو خط دیا کہ وہ خسرو پرویز شہنشاہ فارس کو پہنچا دے اس خط کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من محمد الرسول اللہ الی کسری عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ و آمن باللہ و رسولہ و شھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمداً عبدہ و رسولہ و ادعوک بدعایۃ اللہ عز و جل فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیاً و یحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔ (تاریخ)

(ترجمہ) خدائے رحیم و رحمٰن کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ یہ خط خدا کے رسول محمد کی جانب سے ہے خسرو پرویز شہنشاہ فارس کے نام۔ جو راہ راست کی پیروی کرے اور خدا پر ایمان لائے اور اس کے رسول کو تسلیم کرے اس پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اللہ کے دوسرا کوئی معبود نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ محمد خدا بندہ ہے۔ اور اس کا رسول ہے۔ اے بادشاہ میں تجھ کو خدا بزرگ و برتر کے دین کی دعوت دیتا ہوں میں تمام انسانوں کی طرف رسول بن کر آیا ہوں تاکہ جو بھی زندہ ہے اس کو ڈراؤں اور کافرین پر حجت خدا کو قائم کردوں۔ تو اسلام قبول کر تاکہ سلامت رہے اگر تو انکار کرے گا تو قوم مجوس کا گناہ تیرے ذمہ ہوگا۔

مندرجہ بالا خط میں چند چیزیں پہلے خط سے زیادہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

(۱) خدا واحد اور لاشریک ہے۔ اور محمد اُس کا بندہ اور رسول ہے۔

(۲) محمد ہر ذی روح اور ہر ذی حیات پر رسول اور نذیر من اللہ ہیں۔

(۳) محمدؐ کے ذریعہ خدا نے کافرین پر اپنی حجت تمام کی ہے۔

(۴) بادشاہ اپنی رعایا کے اعمال و افعال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

(۵) خدا اعمال حسنہ پر ثواب عطا کرتا ہے اور افعال بد پر عذاب نازل کرتا ہے۔

علاوہ ان خطوط کے جب پیمبر اسلام نے شہنشاہ روم کو خط لکھا ہے تو اس میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ:۔

یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ (تاریخ)

(ترجمہ) اے اہل کتاب آؤ ہم اور تم ایک کلمہ پر جمع ہوجائیں۔ وہ یہ کہ ہم بجز اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور اس خدا کا کسی کو شریک نہ قرار دیں اور بجز اللہ کے کسی کو رب قرار نہ دیں۔ پس تم گواہی دو اس بات کی کہ ہم سب مسلمان ہیں۔

اس خط میں پیمبر اسلام نے چونکہ اہل کتاب کو مخاطب کیا ہے لہذا ان کو صرف اتنی تعلیم دی ہے کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور نصاریٰ یا یہود کا یہ عقیدہ کہ عیسیٰؑ خدا کا بیٹا ہے اور اُس کے خدائی میں اس کا شریک ہے۔ یہ غلط ہے۔ صرف خدا لائق حمد و عبادت ہے۔ اور بجز اس کے کوئی رب العالمین نہیں ہے۔ اگر اہل کتاب اس عقیدہ کا اقرار کرلیں تو پھر وہ اور ہم سب مسلمان ہیں اور ان کے اور ہمارے درمیان کوئی وجہ نزع باقی نہیں رہتی۔

پیمبر اسلام یا پیمبر امن عالم کا پیغام ظاہر کرتا ہے کہ مذہب اسلام صرف امن و امان عالم کا درس دیتا ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے اہل دنیا فلاح دین و دنیا کے مالک بن سکتے ہیں۔

۵۵۔ علم الٰہیات و معرفت

پیمبر اسلام جب مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز پر داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کی کلید عثمان بن طلحہ سے اپنے ہاتھ میں لے لی اور دروازہ خانہ کعبہ کو اس کلید سے کھولا اور خانہ کعبہ کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھ کر آپ نے یہ کلمات زبان پر جاری فرمائے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب

(ترجمہ) کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے جو واحد ہے جو لاشریک ہے۔ اس خدائے واحد نے اپنا وعدہ (فتح مکہ) پورا کر دیا۔ اپنے بندہ (محمدؐ) کی کامل مدد

فرمائی۔ اور تمام لشکروں کو شکست دی۔ وہ خدا وحدہٗ واحد و یگانہ ہے۔

چونکہ کعبہ کو اہل عرب نے اپنا معبد اصنام بنایا تھا اور خدائے واحد کا ان اصنام کو شریک بنا کر ان کی پرستش کرتے تھے لہذا پیمبر اسلام نے نہایت جامع الفاظ میں اعلان فرمایا کہ یہ گھر خدا کے موحد بندہ ابراہیم کا تعمیر کیا ہوا ہے خدا نے اُس کو اپنی طرف نسبت دی ہے اور اہل عالم کے لئے اس کو مرکز امن و امان بنایا ہے لہذا خدائے واحد نے اصنام کی نجاست سے اپنے اس گھر کو پاک کر دیا۔ وہ لاشریک ہے۔ اس کا وعدہ سچا ہے۔ وہ محمد کا ناصر و مددگار ہے۔ اور ایسا صاحب طاقت قدرت ہے کہ تمام اہل عرب کے لشکروں کو اس نے صرف ایک اپنے بندہ محمد کے ذریعہ مغلوب کر دیا۔

پیمبر اسلام کے یہ الفاظ وہ ہیں جن معرفت خداوندی کا اعلیٰ ترین درس ہے اور ان کی صدا قیامت تک فضائے عالم میں گونجتی رہے گی اور اہل دنیا کو خدا کی وحدانیت اور امن و امان عالم کا پیغام دیتی رہے گی۔

۵۶۔ علم الٰہیات و معرفت خطبہ غدیریہ

پیمبر اسلام نے سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کیا۔ آپ بروز شنبہ بست و سوم ذیقعدہ کو مدینہ سے بہ جانب مکہ روانہ ہوئے پیمبر اسلام کے ہمراہ اس حج میں ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان موجود تھے۔ مسجد شجرہ سے احرام باندھا۔ اور کلمات تلبیہ اس طرح زبانِ مبارک پر جاری فرمائے۔

لبیك اللھم لبیك لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لك لا شریك لك لبیك۔

(ترجمہ) یا رب، تیرا بندہ ہے۔ اے خدا بندہ حاضر ہے، حاضر ہے۔ تو لاشریک ہے۔ حاضر ہوں یقیناً تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں اور مالک الملک توہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں

پیمبر اسلام نے تقریباً سوا لاکھ مسلمانوں کے ساتھ حج کیا اور ان کو بہترین طریقہ پر درس توحید خداوندی دیا۔ مقام منیٰ میں مختلف خطبات کے ذریعہ ابواب معرفت الٰہی کھول دیئے۔ خدا کے نام قربانی کر کے ظاہر فرمایا کہ مسلمان کے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کا ہے مسلمان وہی ہے جو خدا کی راہ میں مال۔ اولاد۔ جان سب کچھ نثار کر دے۔ آپ خود عمل کرتے رہے اور اپنے

متبعین کو اپنی پیروی کا حکم دیتے رہے اسی طرف منیٰ سے چل کر عرفات کے لق و دق ریگستان اور کوہستان میں قیام کیا جہاں دنیوی ساز و سامان کا کوئی نشان بھی نہیں ہے تخلیہ میں خدا کی وحدانیت اور قدرت اور جبروت کا درس بزبان خطابات اور عمل کے پیش کیا پھر عرفات سے چل کر مزدلفہ کے سنسان کوہستان میں رات بھر قیام کیا اور یہی درس توحید خداوندی مسلمانوں کو دیا اور خود بھی دربار خدائے لایزال و واحد میں سربسجود رہے اور ان تمام عبادات میں اپنی عبدیت و بندگی کا اقرار کیا اور خدا کی الوہیت وحدانیت اور قدرت کا اقرار کیا اور آپ جب حج کے واپسی میں مقام غدیر پر پہنچے تو آپ نے اس کثیر مجمع کو عین دوپہر کے وقت اس ریگستان میں ٹھہرا لیا۔ پالان شتران کا ممبر بنایا اور خدا کی تعریف میں اور احکام اسلام کے توضیح میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ طولانی ہے اس کے بعض اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ جس سے واضح ہوگا کہ پیمبر اسلام کا علم الہیات و معرفت کس درجہ پر تھا اور آپ نے خدائے واحد کا کیا تصور اہل عالم کے پیش کیا ہے اور انسانی فلاح و بہبود عالم کن عقائد میں مضمر بتائی ہے۔ (ناسخ التواریخ)

(۱) الحمد للہ الذی علا فی توحدہ ودنا فی تفردہ وجل فی سلطانہ وعظم فی ارکانہ واحاط بکل شئ علماً وھو فی مکانہ وقھر جمیع الخلق بقدرتہ وبرھانہ مجیداً لم یزل محموداً لا یزال باری المسموکات وداحی المدحوات وجبار الارضین والسموات سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح متفضل علی جمیع من براہ متطول علی من ادناہ یلحظ کل عین والعیون لا تراہ کریم حلیم ذو اناۃ قد وسع کل شئ برحمتہ ومن علیھم بنعمتہ لا یعجل بانتقامہ ولا یبادر الیھم بما استحقوا من عذابہ وقد فھم السرائر وعلم الضمائر ولم یخف علیہ المکنونات ولا

(ترجمہ) تعریف کے قابل وہ خدا ہے جو اعلیٰ ہے اپنی توحید میں و قریب تر ہے اپنی یکتائی میں اور غالب کل و بزرگ تر ہے اور عظیم ہے اپنے ارکان میں اور کل اشیاء کا احاطہ کیا ہے اس نے اپنے علم کے ذریعہ سے اور وہ اپنے درجہ الوہیت میں ہے۔ تمام مخلوقات پر وہ اپنی قدرت و برہان سے غالب ہے۔ وہ بزرگ و برتر ہے۔ ہمیشہ اس کی تعریف کی گئی ہے وہ خالق بلندی ہے اور خالق ہر پستی ہے۔ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر متصرف و قابض ہے وہ پاک ہے اور قابل تسبیح و تہلیل ہے وہ ملائکہ و روح کا رب ہے وہ مہربان ہے کل مخلوقات پر اور احسان کنندہ اس پر جو اس کے قریب ہوا وہ خدا شعاہائے نظر کو دیکھتا ہے اور نظریں اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔ وہ کریم ہے حلیم ہے۔ وہ آہستگی کرنے والا ہے، وہ اپنی رحمت سے ہر شے پر چھایا ہوا ہے اور اپنی نعمات سے ان پر احسان کرتا ہے۔ اور وہ انتقام میں جلدی نہیں

اشتبهت عليه الخفيات له الاحاطة
بكل شيئ والغلبة على كل شئ والقوة فی
کل شيئ والقدرة على كل شئ ليس مثله
شيئ وهو المنشی الشئ حين لا شيئ
دائم قائم بالقسط لا اله الا
هو العزيز الحكيم جل ان تدركه
الابصار وهو يدرك الابصار وهو
اللطيف الخبير لا يلحق احد وصفه
من معاينة ولا يجد احد كيف
هو من سر وعلانية الا بما دل عز
وجل على نفسه واشهد بانه الله الذی
ملاء الدهر قدسه والذی يغشی الابد
نوره والذی ينفذ امره بلا مشاورة
مشير ولا معه شريك فی تقديره ولا
تفاوت فی تدبيره صور ما ابدع على غير
مثال وخلق ما خلق بلا معونة من احد و
لا تكلف ولا احتيال انشاها فكانت
وبرأها فبانت فهو الله الذی لا اله
الا هو المتقن الصنعة الحسن الصنيعة
العدل الذی لا يجور والاكرم الذی
ترجع اليه الامور واشهد انه الذی
تواضع كل شئ بقدرته وخضع كل
كل شيئ بهيبته مالك الاملاك مفلك
الافلاك ومسخر الشمس والقمر كل
يجری لاجل مسمى يكور الليل على

کرتا ہے۔ اور انسانوں کو بوجہ ان کے اعمال بد کے جلدی
نہیں پکڑتا ہے۔ اس عذاب میں جس کے وہ مستحق ہو چکے
ہیں یقینا اسرار پوشیدہ کو وہ دلوں کے رازوں پر واقف
ہے۔ پوشیدہ اشیاء وامور بھی اس پر مخفی نہیں رہ سکتے اور
خفی اشیاء بھی اس کے سامنے باہم مشتبہ نہیں ہو سکتیں وہ
ہر شے پر محیط ہے اور غالب ہے وہ بے مثل ہے وہ خالق اشیاء
ہے جبکہ کوئی شے موجود نہ تھی وہ دائم ہے اور عدل کے ساتھ
قائم ہے۔ بجز اس کے دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ غالب
ہے اور حکیم ہے وہ بالاتر ہے اس سے کہ نظریں اس کو
پا سکیں وہ نظروں کو پا لیتا ہے وہ لطیف ہے اور خبیر ہے۔
اور اس کے صفات سے کوئی بھی مماثلت پیدا نہیں کر سکتا ہے۔
اور کوئی نہیں پا سکتا کہ وہ ظاہراً و باطناً کیسا ہے اور کون ہے
ہاں صرف اس کو اتنا سمجھا جا سکتا ہے جتنا اس نے خود اپنے
کو بتایا ہے۔ گواہی دی جاتی ہے کہ اس کی قدوسیت زمانہ
کائنات میں بھری ہوئی ہے اس کا نور ابد پر چھایا ہوا ہے
اس کا ہر حکم بغیر مشیر کے نافذ ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے
کہ اشیاء کی تخلیق میں اندازہ کا مشورہ دے یا ہاتھ بٹائے
اس کے تدابیر میں تفاوت نہیں ہوتا۔ جو کچھ اس نے خلق کیا
وہ بے مثال سابق کے خلق کیا۔ اور جو کچھ خلق کیا بغیر کسی کے
مدد کے خلق کیا۔ نہ اس کو کوئی زحمت ہوئی اور نہ اس کو
کوئی بہانہ وتدبیر کرنی پڑی۔ پس پیدا کیا اور وہ ہوگیا پیدا
کیا اور وہ ظاہر ہوگیا۔ پس وہ خدا ہے جو بلا شریک ہے وہ
صنائع حسین وجمیل کو خلق کرتا ہے وہ عدل ہے کہ اس میں
ظلم نہیں ہے وہ ایسا کریم ہے کہ کل امور اسی کی طرف
رجوع ہوتے ہیں۔ گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا خدا ہے کہ

النھار ویکور النھار علی اللیل وطلبہ
حثیثا قاصم کل جبار عنید ومھلک
کل شیطان مرید لم یکن لہ ضد
ولاند احد صمد لم یلد ولم یولد
ولم یکن لہ کفواً احد الہ واحد
ورب ماجد یشاء فیمضی ویرید فیقضی
ویعلم فیحصی ویمیت ویحیی ویفقر ویغنی
ویضحک ویبکی ویدنی ویقصی ویمنع ویعطی
لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر وھو علی
کل شئی قدیر یولج اللیل فی النھار ویولج
النھار فی اللیل لا الہ الا ھو العزیز الغفار
مجیب الدعاء ومجزل العطاء محصی الانفاس
ورب الجنۃ والناس لا یشکل علیہ شئی ولا
یضجرہ صراخ المستصرخین ولا یبرمہ الحاح
الملحین العاصم للصالحین والموفق للمفلحین
ومولی العالمین الذی استحق من کل خلق
ان یشکرہ ویحمدہ علی السراء والضراء
والشدۃ والرخاء واومن بہ وملائکتہ
وکتبہ ورسلہ اسمع امرہ واطیع و
اُبادر الی کل ما یرضاہ واستسلم
بقضایہ رغبۃ فی طاعتہ وخوفا
من عقوبتہ لانہ اللہ الذی
لا یؤمن مکرہ ولا یخاف جورہ
اقرّ لہ علی نفسی بالعبودیۃ
واشھد لہ بالربوبیۃ واودی

اس کی قدرت کے مقابلہ ہر شے پست ہے۔ اور اس کی ہیبت
سے ہر شے خوفزدہ ہے۔ وہ مالک الاملاک ہے افلاک کا خالق
ہے۔ شمس وقمر پر قادر ہے کہ ہر ایک اوقات معینہ کا پابند ہے
وہ دن کو رات پر چھا دیتا ہے اور دن کو رات پر غالب
کر دیتا ہے۔ سرکش نافرمان کو برباد کرنے والا ہے۔
ہر شیطان مردود کو ہلاک کرنے والا ہے اس کا نہ کوئی
شریک ہے نہ اس کا کوئی مقابل ہے۔ وہ احد، صمد ہے
وہ نہ کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے
اس کا مثل نہیں ہے وہ احد ہے۔ خدا یگانہ ہے
وہ خدائے بزرگ ہے۔ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔
جو ارادہ کرتا ہے پورا ہو جاتا ہے۔ اس کا علم محیط ہے
وہی مارتا ہے زندہ کرتا ہے۔ ہنساتا ہے اور رلاتا ہے
وہ قرض دار کرتا ہے اور پورا کر دیتا ہے وہ روکتا ہے
اور عطا کرتا ہے ملک اسی کا ہی ہے۔ تعریف کے وہی
قابل ہے۔ اس کے ہاتھ میں خیر ہے وہ ہر شے پر
قادر ہے وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل
کرتا ہے۔ وہ لاشریک ہے غالب اور غفار ہے۔ دعا
قبول کرنے والا ہے۔ عطیات ونعمات دینے والا ہے
وہ انفاس کا احصا کرنے والا ہے۔ وہ جن وانسان کا
رب ہے۔ اس پر کوئی شکل مشکل نہیں کی جا سکتی فریادیوں
کی چیخ پکار اور گریہ کرنے والوں کی آوازیں اس کو
دل تنگ نہیں کر سکیں۔ وہ فلاح پانے والوں کو توفیق دیتا
ہے اور صالحین کا وہ ناصر ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ کل مخلوق
اس کا شکر ادا کرے اس کے حکم کو بخوشی تسلیم کرے اس کے
اطاعت میں رغبت کرے اس کے عذاب سے ڈرے۔ کیوں کہ

ما اوحی الی........

وہ خدا ہے کہ اس کے غضب و قہر سے بے خوف نہیں رہا جا سکتا، اس کی عبدیت کا اقرار کرے اور اس کی ربوبیت کی گواہی دے اور میں نے ادا کیا جو مجھ پر مجھ پر وحی کیا گیا تھا۔

(ب) ایھا الناس بی واللہ بشیر الاولون من النبین والمرسلین وانا خاتم الانبیاء والمرسلین والحجة علی جمیع المخلوقین من اھل السموات والارضین۔

(ترجمہ ب) اے لوگو۔ گذشتہ انبیاء و مرسلین نے میرے آنے کی بشارت دی تھی اور میں خاتم الانبیاء ہوں اور خدا کی طرف سے تمام مخلوق پر اس کی حجت ہوں خواہ وہ اہل سموات ہوں یا تمام زمینوں کے باشندے ہوں۔

(ج) فاوحی الی بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ..... ما قصرت فی تبلیغ ما انزله الی..... ان من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ وھو علی ابن ابی طالب...... معاشر الناس ان علیاً والطیبین من ولدی ھم الثقل الاصغر والقرآن ھو الثقل الاکبر۔

(ترجمہ ج) میری طرف یہ وحی آئی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم؛ اے رسول پہنچا دو جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے تا آخر آیہ...... میں نے اس حکم کے پہنچانے میں کمی نہیں کی ہے....... یقیناً میں جس کا حاکم ہوں اس کا یہ علی حاکم ہے اور وہ علی ابن ابی طالب ہے۔ اے لوگو! علی اور میری اولاد میں جو طیب و طاہر ہیں وہ ثقل اصغر ہیں اور قرآن ثقل اکبر ہے۔

پیمبر اسلام نے اس خطبہ کے ذریعہ اہل عالم کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً مندرجہ ذیل احکام ربانی پہنچائے اور خدائے یگانہ کی صفات و ذات کو ایسے اعلیٰ طریقے پر پیش کیا ہے جس کی مثال ہادیان مذاہب کے کلام میں ناممکن ہے۔ اس خطبہ کا ایک ایک فقرہ طولانی تفسیر چاہتا ہے اور ہر فقرہ اپنی جگہ معرفت خداوندی کا ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ توحید۔ تفرد۔ جلالت۔ علم۔ غلبہ و قدرت۔ لازوال ہونا۔ وابدیت۔ سموات و ارضین پر تصرف کلی رب العالمین۔ رب ملائکہ و خالق ارواح۔ غیر مرئی (ناقابل دید) ناظر انظار۔ مدبر لیل و نہار۔ غالب و قادر مجیب الدعا۔ صاحب عطا۔ احاطہ و احصاء انفاس کرنے والا۔ رب انس و جن۔ فریادرس۔ صالحین کا نگران۔ آقائے دو جہان۔ مشکور خلائق۔ محمود عالمین وغیرہ۔ پیمبر اسلام کے اس خطبہ کا ایک ایک لفظ علم الہیات و معرفت کا ایک طولانی باب ہے۔

۵۷۔ علم الہیات و معرفت

پیمبر اسلام کا جب وقت وفات آیا تو آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے

(ا) لا الٰہ الا اللہ ان للموت سکرات۔

(ترجمہ ا) کوئی معبود نہیں ہے مگر صرف اللہ اور موت کے

لئے سکرات ضروری ہے۔

(۲) پیمبر اسلام جب مسجد میں داخل ہوتے تھے تو زبان پر یہ الفاظ جاری فرماتے تھے۔

اعوذ باللہ العظیم وبوجھہ الکریم و سلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم

(ترجمہ ۲) میں بزرگ و برتر خدا اور اس کی ذات کریم اور اس کی قدیم غلبہ و قدرت کے ذریعے سے شیطان مردود سے پناہ چاہتا ہوں۔

(۳) بسم اللہ والحمد للہ اللھم اغفر لی وارحمنی وافتح لی ابواب رحمتک۔

(ترجمہ ۳) نام سے اللہ کے۔ تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں۔ اے خدا مجھ کو بخشدے مجھ پر رحم فرما اور اپنی رحمت کے دروازے مجھ پر کھول دے۔

(۴) نماز تہجد کے رکوع میں یہ کلمات زبان پر جاری فرماتے تھے۔

اللھم ولک رکعت وبک آمنت وعلیک توکلت ولک اسلمت خشع لک سمعی و بصری ومخی وعظمی وعصبی۔

(ترجمہ ۴) اے خدا میں نے تیرے لئے رکوع کیا۔ سر جھکایا اور تجھ پر ایمان لایا۔ اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تجھ کو تسلیم کیا تیرے سامنے جھک گئے میرے کان۔ آنکھ مغز۔ ہڈیاں اور اعصاب (یعنی میری ہر چیز تیری مطیع و فرماں بردار ہے)

(۵) پیمبر اسلام ہر نماز کے بعد یہ الفاظ زبان پر جاری فرماتے تھے۔ (از صحیح)

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذ الجد منک الجد۔

(ترجمہ ۵) نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔ وہ لاشریک ہے۔ واحد ہے۔ اسی کا ملک ہے۔ وہی قابل حمد ہے۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے خدا جس کو تو عطا کرے اس کا کوئی منع کرنے والا نہیں ہے اور جس کو تو روک یا منع کردے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے صاحب سعی کی کوشش بغیر تیری مدد کے کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔

(۶) تلاوت قرآن کے دوران میں جب آیت سجدہ تلاوت کرتے تو سجدہ کرتے اور یہ الفاظ کہتے تھے۔

سجد وجھی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ۔

(ترجمہ ۶) میرے چہرہ نے سجدہ کیا اس ذات کے سامنے جس نے اس کو پیدا کیا۔ صورت عطا کی اور اس میں کان و آنکھ اپنی قوت و قدرت سے پیدا کئے۔

(۷) پیمبر اسلام ایک دن اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ ایمان کی کون رسی مضبوط تر ہے۔ بعض اصحاب نے عرض کیا نماز سب سے زیادہ ایمان کی مضبوط رسی ہے۔ بعض نے کہا زکوٰۃ ہے۔ بعض نے کہا عبادت شب ہے۔ بعض نے کہا حج و عمرہ خانہ کعبہ ہے۔ اور بعض اصحاب نے عرض کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کے جواب میں پیمبر اسلام نے فرمایا۔ (ناسخ)

فقال رسول لکل ما قلتم فضل ولیس بہ ولکن اوثق عری الایمان الحبُّ فی اللہ والبغض فی اللہ وتوالی اولیاء اللہ والتبرّی من اعداء اللہ۔ ومن احب فی اللہ والبغض فی اللہ و اعطی فی اللہ ومنع فی اللہ نھو من اصفیاء اللہ۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام نے فرمایا۔ کہ اے میرے اصحاب جو کچھ تم نے کہا ان میں سے ہر ایک کے لئے عظمت و بزرگی ہے لیکن ایمان کی مضبوط ترین رسی یہ ہے کہ انسان کی محبت صرف خدا کے لئے ہو اور اس کا بغض و دشمنی بھی صرف خدا کیلئے دوستان خدا کو دوست رکھے اور خدا کی خاطر اس کے دشمنوں سے تبرا و بیزاری اختیار کرے۔ اور جو خدا کے لئے محبت کرے خدا ہی کے لئے دشمنانِ خدا کا دشمن ہو۔ خدا کے ہی لئے بخشش کرے اور خدا ہی کے لئے اپنی بخشش کو روکے پس وہ بندہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہے۔

(۸) پیمبر اسلام نے جنگ حنین میں زبان مبارک پر یہ الفاظ صفات خدا کے بارہ میں جاری کئے۔

رب کنت وتکون حیًّا لا تموت تنام العیون وتنکدر النجوم وانت حیٌّ قیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔

(ترجمہ) اے خدا تو ہمیشہ سے زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ تجھ کو فنا نہیں ہے۔ تمام آنکھیں سو جائیں گی نجوم فنا ہو جائیں گے مگر تو زندہ و قائم رہے گا۔ تو نہ اونگھتا ہے اور نہ سوتا ہے۔

(۹) پیمبر اسلام نے اپنی اکلوتی بیٹی حضرت فاطمہؑ کو مندرجہ ذیل دعا تلقین فرمائی۔

یا اعز مذکورٍ واقدمہ قدماً فی العزّ والجبروت یا رحیم کل مسترحم ومفزع کل ملهوفٍ الیه یا راحم کل حزینٍ یشکو بثّه وحزنه الیه یا خیر من سئل المعروف

(ترجمہ) اے سب سے زیادہ معزز ذکر والے۔ یا سب سے زیادہ قدیم عزت والے۔ اے رحم کرنے والے ہر قابل رحم پر۔ اور ہر فریاد کنندہ کے فریادرس۔ ہر مغموم پر رحم فرمانے والے کہ حزین اپنی مصیبت اور غم کو تیری جناب میں عرض کرتا ہے۔ جو نیکی تجھ سے طلب

منه واسرعه اعطاءً یامن تخاف
الملائکة المتوقدة بالنور منه
اسئلك بالاسماء التی تدعوك بها
حملة عرشك بنورك یسبحون شفقة
من خوف عقابك واسئلك بالاسماء
التی یدعوك بها جبرئیل ومیکائیل
واسرافیل الا اجبتنی وکشفت یا
الٰهی کربی وسترت ذنوبی وغفرتها
یامن امر بالصیحة فی خلقه فاذا
هم بالساهرة یحشرون و
بذلك الاسم الذی احییت
بها العظام وهی رمیم احی
قلبی اشرح صدری واصلح شانی
یامن خص نفسه بالبقاء وخلق
لبریته الموت والحیوٰة والفناء
یامن فعله قولٌ وقوله امرٌ و
امره ماضٍ علی مایشاء اسئلك
بالاسم الذی دعاك به ابراهیم خلیلك حین
القی فی النار فدعاك به فاستجبت له و
قلت یانار کونی برداً وسلاماً علی ابراهیم
وبالاسم الذی دعاك به موسٰی من جانب
الطور الایمن فاستجبت له وبالاسم
الذی خلقت به عیسٰیؑ بن مریم
من روح القدس وباسم الذی
تبت به علی داؤد وباسم الذی

کرتا ہے تو، تو سب سے اچھا وجلد تر اس کو عطا
کرتا ہے۔ اے خدا وہ ملائکہ جن کی خلقت نور سے ہے تجھ
سے ڈرتے ہیں۔ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے ان اسماء کے
ذریعے سے جن کے ذریعہ تجھ کو حاملان عرش فرشتے
پکارتے ہیں اور تیری تسبیح کرتے ہیں تیرے عتاب سے
خوف زدہ ہیں۔ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے ان تیرے
اسماء کے ذریعہ جن کے ذریعہ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل
تجھ کو پکارتے ہیں۔ یہ کہ قبول کر میری دعا کو اے خدا
میرے مصیبت کو تو نے دور کیا۔ میرے گناہوں کو
چھپایا اور ان کو معاف کیا اے خدا جب تو نے اپنی مخلوق
میں صور کا حکم دیا تو ساری مخلوق میدان حشر میں محشور
ہوگئی۔ اسی اسم کے ذریعہ جس کے ذریعہ تو نے زندہ
کیا بوسیدہ ہڈیوں کو۔ میرے قلب کو زندہ کر۔
میرے سینہ کو نور معرفت کے لئے کھول دے۔ میری
حالت کو درست کر دے اے خدا تو نے مخصوص کیا
اپنی ذات کے لئے دائمی بقا کو۔ اور پیدا کیا مخلوقات کے
لئے موت اور زندگی اور فنا کو۔ اے خدا تیرا ہر فعل تیرا قول
ہے اور تیرا قول تیرا حکم ہے اور تیرا حکم جاری ہر شے پر
جس پر تو چاہے میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اس تیرے نام
کے ذریعہ سے کہ ابراہیم تیرے خلیل نے جب کہ وہ آتش
نمرود میں ڈالے جا رہے تھے تجھ کو پکارا ان نام کے ذریعہ
سے پس تو نے ان کی دعا قبول کی اور تو نے فرمایا اے آگ
سرد ہو جا سلامتی کے ساتھ ابراہیم پر۔ اور اس نام کے
ذریعے سے سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ موسیٰ نے طور
ایمن سے تجھ کو پکارا اور تو نے ان کی دعا کو قبول کیا۔ اور

وھبت بہ لہٗ یحیی و بالاسم الذی کشفت بہ عن ایوب الضر و سخرت بہ لسلیمان الریح تجری بامرہٖ والشیاطین وعلمتہ منطق الطیر و بالاسم الذی خلقت بہ العرش و باسم الذی خلقت بہ الکرسی و بالاسم الذی خلقت بہ الروحانیین و بالاسم الذی خلقت بہ الجن والانس و بالاسم الذی خلقت بہ جمیع المخلوق و بالاسم الذی خلقت بہ جمیع ما اردت من شئ و بالاسم الذی قدرت بہ علی کل شئ اسئلک بحق ھذہ الاسماء الا ما اعطینی سئولی وقضیت لی حوائجی یا کریم۔

اس نام کے ذریعہ جس کے ذریعہ تو نے عیسیٰ بن مریم کو بغیر باپ کے روح قدس سے پیدا کیا۔ اور اس نام کے ذریعہ جس کے ذریعہ تو نے ذکریا کی توبہ قبول کی۔ اس نام کے ذریعہ جس کے ذریعہ تو نے ذکریا کو یحییٰ عطا کیا۔ اس نام کے ذریعہ جس کے ذریعہ تو نے ایوب سے تکلیفوں کو دور کیا اور تو نے ہواؤں کو سلیمان کے قبضہ میں کیا سلیمان کے حکم سے ہوا چلتی تھی اور شیاطین تابعدار تھے اور ان کو طیور کی زبان سکھائی۔ اور تو نے ان نام کے ذریعہ عرش۔ کرسی۔ روحانیین جن والنس و تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کے نام کے ذریعہ تو نے اس ہر شئے کو پیدا کیا جس کے پیدا کرنے کا تو نے ارادہ کیا۔ اور اس نام کے ذریعہ تو ہر شے پر قادر ہے ان اسماء کا واسطہ کہ میرے سوال کو پورا کر اور میری حاجات کو برلا۔ اے کریم۔

پیمبر اسلام نے مندرجہ عبارات وکلام میں جس طرح نادیدنی خدا کا تصور اہل عالم کے سامنے پیش کیا ہے وہ اپنی مثل آپ ہے۔ انسانی قلوب کی گہرائیوں تک اور اس کی تنزیہ و تقدیس وصمدیت وحدانیت۔ ربوبیت۔ قدرت۔ ابدیت۔ کو ان الفاظ کے ذریعہ پہنچا دیا ہے۔ علاوہ بریں پیمبر اسلام کی زندگی کا ہر لمحہ اور آپ کا ہر عمل خدائے وحدہٗ لاشریک کی معرفت ومحبت کا درس دے رہا ہے۔ عبارت سابقہ میں آپ کا ارشاد۔ فعلہ قول وقولہ امر وامرہ ماض۔ قدرت کاملہ وصنعت بالغہ خداوندی کو ثابت کرتا ہے۔

۵۸۔ معرفت وعلم الٰہیات

علیؑ ابن ابی طالب نے اپنے فرزند امام حسینؑ کو بتایا کہ مندرجہ ذیل دعا پیمبر اسلام نے ان کو تلقین کی ہے۔ اس دعا میں صفات خداوندی کو اعلیٰ ترین اسلوب میں بیان کیا گیا ہے الفاظ دعا پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر لفظ ایک بحر ناپیدا کنار معرفت ہے جو زبانِ پیمبر اسلام سے جاری ہے۔ (اورادالمومنین۔ مطبوعہ لکھنؤ) چونکہ دعا طولانی ہے۔ لہٰذا اس کا اقتباس مع ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) یاذالجلال والاکرام یاحی یاقیوم یالاالٰہ الّاانت۔

(ترجمہ) اے بزرگی و کرم والے خدا والے ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والے۔ بجز تیرے کوئی معبود نہیں ہے

---

(۲) یامن ھو یامن لایعلم ما ھو ولا کیف ھو ولا این ھو ولا حیث ھو الّا ھو۔

(ترجمہ) اے وہ کہ وہ ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا کہ وہ کیا ہے۔ وہ کیسا ہے وہ کہاں ہے۔ اور وہ کیوں کہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ ہے۔

(۳) یاذالملک والملکوت یاذالعزۃ والجبروت یاملک یا قدوس یاسلام یامومن یامھیمن یاعزیز یا جبار یامتکبر یاخالق یاباری یامصور یامفید یا مدبر یاشدید یامبدی یامعید یامبید یا یاودود یامحمود یامعبود یابعید یاقریب یا مجیب یارقیب یاحسیب یابدیع یارفیع یامنیع یاسمیع۔

(ترجمہ) اے خدا تو ہی صاحب ملک و ملکوت ہے اور تو ہی صاحب عزت و جبروت ہے۔ تو ہی قدوس و سلامتی دہندہ و امان دہندہ و پناہ دہندہ و غالب و حاکم و صاحب بزرگی ہے۔ تو ہی خالق و پیدا کنندہ اور ہر شکل کو خاص صورت پر پیدا کرنے والا۔ فائدہ پہنچانے والا۔ تدبیر کائنات کرنے والا۔ صاحب قہر و غضب۔ ابتدا کرنے والا اور ہر شے کو اس کے مبدء تک واپس کرنے والا۔ مہربان۔ صاحب حمد معبود۔ بلحاظ ذات و ادراک کے دور اور بلحاظ ربط ہونے کے قریب۔ دعا قبول کرنے والا۔ نگراں عالم۔ حساب کرنے والا۔ ابتداءً شروع کرنے والا۔ اعلیٰ، سننے والا اور رد کرنے والا ہے۔

(۴) یاعلیم یاحکیم یاکریم یاحلیم یاقدیم یاعلی یاعظیم یاحنان یامنان یادیان یامستعان یاجلیل یاجمیل یاوکیل یاکفیل یامقیل یانبیل یادلیل یاھادی یابادی یااول ویاآخر یاظاھر یاباطن یاقائم یادائم یا عالم یاحاکم۔

(ترجمہ) اے صاحب علم و حکمت و کرم و حلم و قدم۔ اے بلند و بزرگ یامہربان یامحسن یادیان۔ یایاور یا صاحب جلالت و جمال، اے وکیل و کفیل حقیقی، اے عطا کنندہ و برتر، اے رہنما اور رہبر اے اول اے آخر۔ اے ظاہر اے باطن۔ اے قدیم، یادائم اور اے عالم اور اے حاکم دوجہاں۔

(۵) یاقاضی یاعادل۔ یافاضل یاواصل یاطاھر یا مطھر یاقادر یامقتدر یاکبیر یامتکبر یاواحد یااحد یاصمد یامن لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد ولم تکن لہ صاحبۃ ولا ولد ولا کان لہ وزیر۔

(ترجمہ) اے خدا تو ہی حکم و فیصلہ دینے والا۔ انصاف کرنے والا۔ صاحب فضیلت اور فضیلت دینے والا۔ مقصد تک پہنچانے والا۔ پاک اور پاک کرنے والا۔ صاحب قدرت اور قدرت دینے والا۔ صاحب کبریائی صاحب عظمت یکتا اور احد۔ خلاق مخلوق پاک منزہ نہ اس کا کوئی ساتھی نہ اس کا کوئی بیٹا بیٹی اور نہ اس کا کوئی وزیر ہے۔

(۶) ولا اتخذ معہ مشیراً ولا احتاج الی ظھیر ولا کان معہ الٰہ لا الٰہ الّا انت فتعالیت عمّا یقول الظالمون

(ترجمہ) خدا کو نہ مشیر کی ضرورت ہے اور نہ اس کو مددگار کی حاجت ہے۔ نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا اللہ ہے۔ اے خدا تو ہی یگانہ ہے۔ اور بجز تیرے دوسرا معبود نہیں

علواً کبیرا۔ ہے۔ تو برتر ہے اُس سے جو ظالم کہتے ہیں تو بلند تر اور بزرگ ترین ہے۔

(۷) صرف اُردو ترجمہ :-

اے اسباب کے پیدا کرنے والے۔ اے اپنے صنائع مخفی کے ابواب کے کھولنے والے۔ اے انوار کے پیدا کرنے والے۔ اے امور عالمین کے مدبر اے عالمین سے باخبر اور ان پر لطف و کرم کرنے والے اے تابناکیوں کو روشنی و قوت دینے والے۔ اے بصیر و نصیر اے واحد۔ اے منفرد اے ہمیشہ رہنے والے۔ اے منزہ۔ اے منفرد و یگانہ اے ہر شے پر قادر اور مالک۔ اے ہر شئے کو باندازہ مناسبت پیدا کرنے والے .... اے وہ کہ فکر انسانی اس کو محیط نہیں ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس کو انسانی بصارت دیکھ سکتی ہے نہ اس پر کوئی شے یا اثر پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ وہ مخلوقات کا رزق دینے والا ہے اور ہر شے کی مقدار و اندازہ کا مقرر کرنے والا ہے۔ وہ اعلیٰ ترین مقامات کا خالق ہے اور خود اعلیٰ شان رکھنے والا ہے۔ وہ اشیاء عالم کے اسباب و ارکان کو استحکام دینے والا ہے۔ وہ زمانوں کو بدلنے کی قدرت رکھنے والا ہے...... صاحب بصیرت ہر روز اس کو علیحدہ شان میں پاتے ہیں یعنی اس کے جلوہ ہائے قدرت لاتعداد ہیں .... وہ ہر جگہ موجود ہے۔ وہ ہر آواز کا سننے والا ہے۔ وہ قاضی الحاجات ہے۔ وہ مصائب کو دور کرنے والا ہے۔ وہ سوالوں کا پورا کرنے والا ہے۔ وہ اموات کو زندہ کرنے والا ہے۔ وہ روز محشر منتشر اجسام و ارواح کو جمع کرنے والا ہے وہ انسانی مخفی ارادوں کا جاننے والا ہے۔ جو گزر چکا اُس کو وہ واپس لانے پر قادر ہے۔ وہ فریادیوں کے آواز فریاد و زاری سے تنگ دل نہیں ہوتا۔ وہ ارض و سماوات کا نور ہے۔ وہ ہواؤں کا خالق ہے اور وہ امراض کو شفا دینے والا ہے۔ وہ خالق انوار و ظلمات ہے .... وہ ہر شے پر قادر مطلق ہے اور باخبر ہے۔ وہ ارواح کو پیدا کرنے والا ہے .... وہ موت کے بعد ہر نفس کو زندہ کرے گا .... وہ بہ تحقیق اللہ ہے۔ وہ رب بیت عتیق ہے۔ وہ اللہ ہے رحمٰن و رحیم ہے :

صفات و ذات خداوند تعالیٰ کی شان میں یہ وہ الفاظ ہیں جو محمد صلعم کے زبان پر جاری ہوئے ہیں۔ ان میں کا ایک ایک لفظ معرفت خدا کا ایک سمندر ہے یہی وہ الفاظ ہیں جنھوں نے توحید خدا کا مستحکم قلعہ بنا دیا ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔

۵۹ معرفت و علم الٰہیات خطبہ اوّل مدینہ منورہ	اسوۃ الرسول بحوالہ طبری ص ۲۴۳ جلد ۲۔

پیغمبر اسلام نے مدینہ میں داخل ہونے کے بعد پہلے جمعہ کو جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں معرفت خداوندی اور ہدایات کاملہ کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

الحمد للہ احمدہ واستعینہ واستغفرہ واستھدیہ واومن بہ ولا اکفرہ واعادی من یکفرہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالھدی والنور والموعظۃ .... لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم الخ

ترجمہ:۔ حمد و ستائش خدا کے لئے ہے۔ میں اُس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں، میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں اور اُس کی نافرمانی کرنے والوں کو دشمن رکھتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں محمد اس کا بندہ اور رسول ہے اس نے محمد کو ہدایت نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانہ میں بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی رسول زمانہ میں نہیں آیا تھا۔ علم کم ہو گیا تھا اور گمراہی بڑھ گئی تھی وہ آخری زمانہ میں قیامت کے قریب اور موت کے نزدیک بھیجا گیا ہے۔ جو کوئی خدا و رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس نے اُس کا حکم نہ مانا وہی گمراہ ہو گیا۔ اور درجہ انسانیت سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا۔

مسلمانو! میں تمھیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں وہ بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کو آخرت کے لئے آمادہ کرے اور اللہ سے تقویٰ کے لئے کہے۔ لوگو! جن باتوں سے خدا نے تمھیں پرہیز کرنے کو کہا ہے ان باتوں سے بچتے رہو اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو کہ امور آخرت کے بارہ میں اُس شخص کے لئے جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے تقویٰ بہترین مددگار ثابت ہوگا اور جب کوئی شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ اور ظاہر میں درست کرے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنا اس کے لئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد ذخیرہ بن جائیگا۔ لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اُس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

"انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں خدا تم کو اپنی طرف سے ڈراتا ہے اور خدا تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔" اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی نسبت یہ ارشاد الٰہی موجود ہے۔"

"ہمارے یہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔"

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو مدنظر رکھو کیوں کہ تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری عذاب وغصہ کو دور کرتا ہے یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو

درخشاں پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کر دیتا ہے۔
مسلمانو! حظ اٹھاؤ۔ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت نہ کرو خدا نے تمھیں اپنی کتاب سکھائی اور اپنا
راستہ دکھایا ہے کہ سچوں اور جھوٹوں کو الگ الگ کر دیا ہے۔ لوگو! خدا نے تمھارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے
تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو خدا کے دشمن ہیں انھیں دشمن سمجھو اور اللہ کے رستہ میں پوری ہمت
اور توجہ سے کوشش کرو اس نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمھارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونے
والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے اور یہ سب کچھ
اللہ کی مدد سے ہے۔

لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کے لئے عمل کرو کیوں کہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا
معاملہ درست کر لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس کے اور لوگوں کے درمیان معاملات درست کر دیتا ہے۔ ہاں
خدا بندوں پر حکم دیتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ خدا بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر
کوئی اختیار نہیں ہے۔ خدا سب سے بڑا ہے اور ہم کو نیکی کرنے کی طاقت اسی عظمت والے سے
ملتی ہے۔

بروایت ابن اسحاق پیمبر اسلام نے مدینہ کے خطبہ میں یہ الفاظ بھی ادا کئے۔

ایھا الناس فقدموا لانفسکم تعلمن واللّٰہ لیصعقن احدکم .... والناس
نیام فدخلوا الجنۃ والسلام۔

اے لوگو! اپنے لئے پہلے سامان کر لو۔ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ خدا کی قسم تم میں سے جب ایک شخص
اپنے ہوش و حواس کھو چکے گا۔ اور بکریوں کو چھوڑ جائے گا۔ جن کا کوئی نگہبان نہ ہو گا۔ پھر خدا اور اس کے
درمیان نہ کوئی ترجمان ہے اور نہ دربان ہے جو روکے گا۔ اس سے کہے گا کہ کیا تیرے پاس میرا
فرستادہ نہیں آیا۔ اور میرا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور میں نے تجھ کو دولت نہیں دی اور تجھ کو حاجت سے
زیادہ عطا نہیں کیا۔ تو نے اپنے لئے پہلے سے کیا سامان کیا۔ اس وقت وہ بندہ اپنے دائیں بائیں
دیکھے گا تو اُس کو کچھ نظر نہ آئے گا۔ اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ پس
جس کو قدرت ہو وہ اپنے کو اس آگ سے بچائے گو خرمہ کے ایک ٹکڑے سے ہی کیوں نہ ہو۔
کسی کے پاس یہ بھی نہ ہو تو اس کو ایک اچھی خوش اخلاقی کی بات ہی کیوں نہ سہی۔ کیوں کہ ایک نیکی کو
دس گنا ہی نہیں بلکہ سات سو گنا دیا جائے گا تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ اور اس کی رحمت و برکت نازل ہو
اسلام پھیلاؤ۔ کھانا کھلایا کرو۔ نماز پڑھا کرو۔ جب کہ لوگ سوتے رہیں۔ جنت میں سلامتی کے ساتھ

داخل ہو جاؤ گے۔

پیمبر اسلام اس دنیا میں صرف ۶۳ سال رہے ۔ اور بعمر چالیس سال آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تیرہ سال مکہ میں تبلیغ اسلام کرتے رہے مگر بجز معدود افراد کے مسلمان ہو جانے کے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی ۔ ۱۰ سال مدینہ منورہ میں قیام رہا اہل مدینہ نے جوق در جوق آکر کلمۂ توحید پڑھا ۔ اور پیمبر اسلام کے ہر قول و فعل کی پیروی کی ۔ پیمبر اسلام کی زندگی کے آخری دس سال گویا نمایاں طریقہ پر اہمیت رکھتے ہیں۔ اشاعت احکام الہٰی اور نشر و اشاعت علم معرفت و اخلاق و علم الہیات کے لئے یہی مدت مخصوص کی جا سکتی ہے ۔ اتنی قلیل مدت میں پیمبر اسلام نے حیات انسانی کے لئے اعلیٰ ترین دستور العمل دینی و دنیوی پیش کر دیا ہے ۔ اور علم الہیات و معرفت کے بارہ میں اتنے وسیع پیمانے پر ارشادات خطبات ۔ ادعیہ ۔ اقوال ۔ افعال کا مواد جمع کر دیا ہے جس کی تفسیر توضیح ۔ تاویل کے لئے انسانی عمریں درکار ہیں ۔ اور اس مشکل کام کو اپنے خطبات کے ذریعہ اتنا سہل کر دیا ہے کہ عہد پیمبر اسلام سے اب تک کہ سنہ ۱۹۶۵ء و سنہ ۱۳۸۵ھ ہے ۔ توحید خداوندی کے متعلق کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکی اور قیامت تک یہی دین اسلام اور پیمبر اسلام کا عمل شمع راہ معرفت و حجت خداوندی بن کر نسلوں کے لئے حق و باطل کا فرق نمایاں کرتا رہے گا۔

علم الہیات پیمبر اسلام پر پوری روشنی ڈالنا ۔ یا اس علم کو اس مختصر کتاب میں جمع کر دینا ناممکن ہے خدا برادران اسلام کو توفیق دے کہ وہ من حیث القوم و مذہب جمع ہو کر علوم نبوی کی تدوین کر کے اشاعت کریں ۔ میں نے تو صرف پیمبر اسلام کی زندگی کے نمایاں اور مختصر حالات کو جمع کیا ہے اور میرا مقصد تو صرف اتنا ہے کہ میں اہل عالم کو بتا سکوں کہ از آدم تا ایندم اگر کوئی ذات اس قابل سمجھی جا سکتی ہے کہ اس کے اعمال و افعال و اقوال کی پیروی دین و دنیا میں معزز بنا سکتی ہے تو وہ ذات محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہے ۔ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے آپ کی زندگی اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے اور اخلاق انسانی کے نقطۂ کمال کو انسان آپ کی زندگی کے واقعات سے حاصل کر سکتا ہے۔

صفحات گزشتہ میں پیمبر اسلام کی معرفت و علم الہیات کا مختصراً نمونتہً ذکر کیا گیا چونکہ معرفت کا ماحصل و نتیجہ و مقصد اعلیٰ عبادت الہٰی ہے لہٰذا مختصراً اجمالاً پیمبر اسلام کی عبادات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

یہ تو حقیقت ہے کہ جس طرح پیمبر اسلام کے علوم معرفت کا احصا ناممکن ہے اسی طرح آپ کی عبادات کا تذکرہ کامل محال ہے مگر صرف اس لئے کہ اہل عالم کی فلاح و نجات ذات پیمبر کی

پیروی میں مضمر ہے لہذا باب العبادت میں واقعات تاریخی پیش کیے جاتے ہیں۔

۶۰۔ معرفت و عبادت

عبادت کا لفظ اصطلاح اسلام میں بہت وسیع ہے اور بلحاظ معنویت جامع ہے۔ مذاہب اور ادیان عالم نے صرف تفکر گیان دھیان، اور زبان پر خدا کی صفاتی ناموں کو جاری کرنا بھی عبادت میں شامل کیا ہے۔ صحرا و کوہستانوں میں تارک الدنیا ہو کر رہنا۔ اغذیہ کو ترک کر کے عام روئیدگی کو مثل حیوانات کے کھانا۔ تمام لذات دنیوی کو ترک کر دینا عبادت قرار دیا ہے۔ اسی قسم کے مختلف طریقے مختلف مذاہب نے اختیار کئے تھے اور ان کے پیرو آج بھی انھیں طریقوں پر کاربند ہیں۔ پیمبر اسلام نے عبادت خداوندی کے طریقے جو رائج کئے ہیں وہ سہل ہیں اور اظہار عبدیت کے لئے اعلیٰ ترین ہیں۔ اور پیمبر اسلام نے انسان کی زندگی کے ہر لمحہ کو خدا کی عبادت میں ڈھال دیا ہے۔ پیمبر اسلام کا خیال یہ ہے کہ انسان اپنے اوقات زندگی میں کوئی لمحہ بھی عبادت اور اس کے تصور سے غافل نہ رہے۔ انسان صرف ۱۴ سال تک تو غیر مکلف ہے۔ اگر اس عمر میں اس سے کوئی فروگذاشت ہو جاتی ہے تو وہ قابل نظر انداز ہے لیکن پیمبر اسلام نے انسان کی چودہ سال کی عمر کو اس کے مکلف ہونے کے لئے مقرر کر دیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مکلف ہونے کے بعد انسان پر واجب ہے کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کے احکام کے مطابق ہو۔ اور اس کا ہر کام خواہ بقائے حیات کے لئے ہو۔ یا قومی۔ نسلی حقوق کی حفاظت کے لئے ہو یا طلب معاش کے لئے ہو وہ سب افعال مطابق احکام خدا ہوں اور چوں کہ وہ احکام الٰہی کے مطابق ہوں گے لہذا وہ سب عبادت خداوندی میں شمار کئے جائیں گے اور خدا کی جانب سے اس کے ان افعال میں مدد ہوگی اور عقبیٰ میں اس کو ثواب دیا جائے گا اور نعمات جنت سے بہرہ اندوز کیا جائے گا۔

پیمبر اسلام نے انسانی زندگی کو مرضی الٰہی کے مطابق ڈھالنے کے لئے اور اس کو غفلت سے بچانے کے لئے اور وساوس شیطانی و شہوات طبعی سے محفوظ رکھنے کے لئے کچھ چند طریقے عبادت کے تعلیم کئے ہیں۔ اور ان طریقوں کا نام مختلف رکھا گیا ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے ذریعہ انسان کے افعال درست ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے ذریعہ اس کو ابنائے جنس کے حقوق کا احساس دلایا جاتا ہے اور بعض وہ ہیں جو اس کے رشتۂ عبدیت کو خدا کے ساتھ مضبوط کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو انسان کی روح میں خداشناسی کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اس کو ثبات واستقلال و قناعت وصبر۔ شجاعت۔ عفت۔ عفو وغیرہ۔ مکارم اخلاق

کا عادی بناتے ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو معرفت خداوندی اور علوم الٰہی کا درس فطری دیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو روابط طبقات انسانی کو باقی رکھنے اور اعلیٰ سطح پر قائم رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ بعض عبادت کے طریقے وہ ہیں جو معاشرہ و تمدن و تہذیب کے اعلیٰ قوانین و اصول کا پابند بناتے ہیں۔

بہر حال پیمبر اسلام نے انسانی زندگی کے ہر لمحہ کو عبادت خداوندی و مرضی الٰہی کے مطابق بناتے ہوئے عبادت قرار دیا ہے۔ ان میں اہم عبادات جن کے نام اصطلاح شریعت اسلامیہ میں مختلف رکھے گئے ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ خمس۔ جہاد۔ یہ عبادات افعالی ہے۔ جس کا تعلق افعال و اعمال اعضائے جسمانی سے ہے

بعض عبادات جن کا تعلق درستی عقیدہ۔ ارتقار روحانی۔ و علوم الٰہیات و معرفت خدائے یگانہ سے ہے ان میں سے بعض کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اعتقادات۔ توحید خدا۔ عدالت خدا۔ بعثت انبیاء من جانب خدا۔ تعین و تقرر محافظ شریعت (امام) منجانب خدا۔ یقین و اعترافِ قلبی روزِ جزا و سزا۔ (قیامت) وغیرہ۔

پیمبر اسلام نے انسانی زندگی کے ہر لمحہ کو عبادت خداوندی کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اور بہ نفس نفیس خود اس عبادت کا نمونہ بن کر اہل عالم کو دکھا دیا ہے۔ پیمبر اسلام کی تریسٹھ سالہ زندگی کے ہر لمحہ دقیقہ کو بہ نظر غائر دیکھتے جائیے۔ آپ کو ہر فعل و عمل و قول پیمبر اسلام مرضی الٰہی کے مطابق ملے گا۔ اور اسی کا نام عبادت ہے۔ ابواب سابقہ میں پیمبر اسلام کے جتنے اعمال۔ افعال اور کارنامے پیش کئے گئے وہ سب عبادت میں داخل ہیں۔ اور پیمبر اسلام نے جذبات کے ساتھ عبادت الٰہی کو ادا کیا ہے کہ تاریخ و احادیث اسلام کے کتب ضخیم و بسوط بھی آپ کی عبادات کا احصا نہ کر سکیں اگر اس کتاب کے باب معرفت و عبادت میں مختصراً و اجمالاً بھی ان عبادات کا تذکرہ کیا جائے تو بھی متعدد مجلدات کتابی صورت میں جمع ہو جائیں۔ چونکہ اس کتاب کا موضوع صرف اتنا ہے کہ اہل عالم کو یہ معلوم ہو جائے کہ پیمبر اسلام انسانی کمالات کے ہر شعبہ زندگی پر اس طرح حاوی تھے کہ انسانی تاریخ آپ کی مثال نہیں پیش کر سکتی اور یہ بات مسلم ہے کہ کامل ترین نمونہ ہی انسانی ارتقاء کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ میں اجمالاً پیمبر اسلام کی عبادات کو کتب تاریخ و احادیث سے پیش کرتا ہوں۔

ص۔ ۱۶۱۔ (حیات القلوب ترجمہ) امام زین العابدین سے روایت ہے کہ ؏ پیمبر اسلام عبادت الٰہی میں اتنا

اہتمام وسعی فرماتے تھے کہ آپ کی پنڈلیوں پر ورم آجاتا تھا اور پیر سوجھ جاتے تھے اصحاب نے
عرض کیا کہ اے خدا کے رسول خدا نے تو اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کے معاف کر دینے کا وعدہ
کر لیا ہے پھر آپ اپنی جان پر اتنی سختی کیوں گوارا فرماتے ہیں۔ پیمبر اسلام نے اصحاب کے جواب میں
میں فرمایا۔ کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بن سکوں۔

اسوۂ رسول۔ جلد ۴۔

۶۲۔ عبادت و معرفت

جناب اُمّ سلمہ سے منقول ہے کہ پیمبر اسلام کچھ دیر سوتے پھر کچھ دیر کے
بعد اُٹھ کر نماز میں مصروف ہو جاتے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد اُٹھتے اور نماز پڑھتے۔ غرض گھر میں صبح سے
شام تک آپ کی یہی حالت رہتی۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ آدھی رات کے بعد آپ اُٹھ کر
روزانہ تیرہ ۱۳ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے .... نماز پنجگانہ فرائض کے ماسوا جناب
رسالت مآب صلعم سنتی و نوافل کی ۳۹ رکعتیں روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ اس کی تفصیل شبلی صاحب
صاحب نے یوں بتائی ہے۔ صبح ۲ رکعت چاشت کے وقت ۴ رکعتیں۔ ظہر کے ساتھ چھ ۶
رکعتیں۔ عصر کے ہمراہ چھ ۶ رکعتیں۔ دو ۲ بعد نماز مغرب اور پھر چھ ۶ وقتِ نماز عشا اور
تیرہ ۱۳ رکعتیں تہجد و وتر کی پڑھتے تھے۔

ماہ رمضان میں انہماک عبادت اور بڑھ جاتا تھا اور رمضان کی راتیں بیداری اور عبادت
میں گزرتی تھیں اور رمضان کے آخر دس روز مسجد میں بحالت اعتکاف گزرتے تھے۔
عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک بار میں دولت سرائے رسالت میں آپ کے
ہمراہ سویا میں نے دیکھا کہ آپ مابینِ شب بیدار ہوئے بستر سے آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھے رات کی
سناہٹ اور تاروں کی جھلملاہٹ میں نظر مبارک آسمان کی طرف اُٹھائی اور تلاوت شروع کی اور
اس کے بعد یہ کلمات زبان پر جاری کئے۔

اللھم لک الحمد انت نور السموات
والارض ولک الحمد انت قیام السموات
والارض ولک الحمد انت رب السموات
والارض ومن فیھن انت الحق ووعدک
الحق وقولک الحق ولقائک الحق
والجنۃ حق والنار حق الساعۃ حق

(ترجمہ) اے خدا تو قابل تعریف ہے تو زمین و آسمان
کا نور ہے۔ تو لائق حمد ہے کہ زمین و آسمان کو تو
قائم کرنے والا ہے۔ تو ہی قابل تعریف ہے
زمین آسمان کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا
رب ہے۔ تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے تیرا قول
حق ہے تیری پیشی میں جانا حق ہے۔ جنت حق ہے

اللھم لک اسلمت و بک آمنت وعلیک توکلت و الیک انبت وبک خاصمت و الیک حاکمت فاغفر لی ماقدمت و اخرت واسررت و اعلنت انت الٰھی لا الٰہ الا انت۔
(صحیح مسلم باب الدعا)

دوزخ حق ہے۔ قیامت حق ہے۔ اے خدا میں نے تیرے سامنے سر جھکایا ہے۔ تجھ پر ایمان لایا ہوں تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے۔ تجھ سے ہی معافی کا طالب ہوں اور تیرے ہی بل پر جھگڑتا ہوں۔ تجھ سے ہی فیصلہ چاہتا ہوں۔ تو میرا اگلا پچھلا پوشیدہ۔ ظاہر۔ سب گناہ معاف کردے تو ہی وحدہٗ لاشریک ہے اور میرا خدا ہے۔ (مسلم)

اسوۂ الرسول جلد ۴۔

۶۳۔ عبادت و معرفت

رمضان المبارک کے روزے پورے رکھتے تھے۔ ماہ شعبان کے بھی پورے روزے آپ رکھتے تھے ہر ماہ کے ایام بیض ۱۳-۱۴-۱۵ کو ضرور روزہ رکھتے تھے۔ علاوہ بریں دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی آپ روزہ دار رہتے تھے۔ ان روزوں کے علاوہ بھی مختلف ایام میں آپ روزہ رکھتے تھے۔

شبلیؔ صاحب نے عبد اللہ بن عمر کا خاص مشاہدہ نقل کیا ہے۔ ابن عمر کہتے کہ آپ اکثر یہ دعا "رب اغفرلی و تب علیّ انک انت التواب الرحیم" تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار ہم نے گنا تو ایک نشست میں سو سو دفعہ یہ الفاظ آپ کی زبان سے ادا ہوئے۔
سفر کے غیر مطمئن عالم میں آپ ذکر الٰہی سے غافل نہیں رہتے تھے۔ سواری پر بیٹھے بیٹھے نوافل ادا فرما لیتے تھے۔ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ قبلہ کی طرف رُخ ہے یا نہیں۔ (سیرۃ النبی)

سیرۃ النبی شبلی نعمانی۔

۶۴۔ عبادت و معرفت

کبھی کبھی پوری رات پیغمبر اسلام نماز میں کھڑے رہتے تھے۔ سورۃ بقر، آل عمران۔ سورۂ نساء پڑھتے تھے۔ جب کوئی خوف یا خشیہ کی آیت آتی خدا سے دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے کوئی رحمت یا بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کے لئے دعا مانگتے۔ قرأت اتنے زور سے فرماتے کہ دور دور تک آواز جاتی اور لوگ اپنے بستروں پر پڑے پڑے آپ کی آواز سنتے۔ کبھی کبھی کوئی ایسی آیت آجاتی کہ آپ اسی کے ذوق و شوق میں محو ہو جاتے۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے نماز میں یہ آیت پڑھی۔

ان تعذبھم فانھم عبادک ان

(ترجمہ) اگر تو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور

تغفر لهم فانك انت العزیز الحکیم ۰ اگر تو معاف کر دے تو تو غالب حکمت والا ہے تو آپ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ صبح تک آپ یہی آیت تلاوت فرماتے رہے۔

اسوۃ الرسول۔ جلد ۲

۶۵۔ عبادت و معرفت

موت کی گرم بازاری میں جب جانبین سے تلواروں کی بجلیاں کوندتی تھیں۔ تیروں کے مینھ برستے تھے۔ ڈھالوں کے سیاہ بادل میدان جنگ میں دور دور تک گھٹا ٹوپ چھا گئے تھے بڑے بڑے شجاعوں دلیروں اور نبرد آزماؤں کے دلوں میں جان کے خوف سے پنکھے لگے تھے۔ خدا کا عاشق کامل رسول اور اس کا فرستادہ اور دل دادہ پیغمبر برحق نہایت آرام و سکون اور کامل خشوع و خضوع کے ساتھ ہمیشہ عبادت گزاری اور دعا و زاری میں ہمہ تن مصروف رہتا تھا لشکر اسلامی کے شجاع مجاہدین کی نگاہیں ہمہ وقت مقابل کی طرف اٹھتی رہتی تھیں۔ لیکن ان کے یہ سپہ سالار اعظم جناب رسول اکرم صلعم کی جبین نیاز بارگاہ رب العزت میں ہمیشہ جھکی رہتی تھی۔ آپ کی یہ کیفیت کسی خاص خاص موقعہ و محل تک محدود و منحصر نہیں تھی بلکہ تمام غزوات بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر۔ تبوک تمام بڑے بڑے معرکوں میں آپ کے ذکر الٰہی کے جذبات کی یہی کیفیت رہی ہے۔

اسوۃ الرسول جلد ۲ ص ۶۴

۶۶۔ عبادت و معرفت غزوہ بنی المصطلق

غزوہ بنی المصطلق میں جب کہ کثیر تعداد دشمنوں کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے اس وقت کا منتظر تھا کہ مسلمان ذرا بھی غافل ہو جائیں تو وہ حملہ کر دیں۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا مسلمان ایک جماعت میں صف باندھ کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جناب رسالت مآب صلعم امام بن کر سب سے آگے کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں کی دوسری جماعت دشمنوں کا سامنا روک کر آگے کھڑی ہو گئی۔ اور خدا کے سچے رسول نے بلا خوف و ہراس باطمینان تمام خدا کی نماز اسی میدان رستخیز میں ادا فرمائی۔

حدیبیہ میں اس سے بڑھ کر خوفناک عالم درپیش تھا۔ مکہ کے قریب غطفان میں لشکر کے ساتھ آپ کا قیام تھا۔ کفار قریش کا معروف و مشہور سپہ سالار اعظم خالد بن ولید فوج کا ایک آزمودہ کار دستہ ہمراہ لئے آس پاس کی پہاڑیوں میں چھپا ہوا وقت کی تاک میں تھا کہ اہل اسلام اور پیمبر اسلام کو ذرا بھی پائیں تو کمین گاہ سے نکل کر سب کا خاتمہ بالخیر کر دیا جائے۔

ان لوگوں نے آپس کی صلاح و مشوروں سے طے کر لیا تھا کہ اس امر کے لئے نماز سے بڑھ کر کوئی دوسرا موقعہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وقت نماز کا انتظار کرنے لگے ...... اسی اثناء میں عصر کا وقت داخل ہو گیا۔ آپ فوراً نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ دشمن کی فوج بھی وقت پا کر سامنے آ گئی۔ اہل اسلام دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ پہلے حصہ نے آپ کے پیچھے آ کر نماز کی صفیں درست کر لیں دوسرا حصہ دشمن کے سامنے رُک کر کھڑا ہو گیا۔ پہلا حصہ نماز سے فارغ ہو کر دوسرے حصہ کی جگہ پر چلا آیا۔ تو دوسرا حصہ پہلے حصہ کی جگہ صف باندھ کر مشغول نماز ہو گیا۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ مقتدی آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے آتے جاتے رہے مگر اس کا پیشوائے برحق اور مقتدائے مطلق سراپا اطمینان و آرام سے کفار کی تیغ خون آشام کے سایہ میں خدا کی عبادت کرتا رہا۔

۶۷۔ عبادت و معرفت

عبداللہ بن شخیر بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں پیمبر اسلام کی خدمت میں آیا تو دیکھا آپ نماز میں مشغول ہیں۔ آنکھوں سے برابر آنسو جاری ہیں روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی ہیں معلوم ہوتا تھا کہ چکی چل رہی ہے۔ یا ہانڈی اُبل رہی ہے۔"

ایک بار ایک جنازہ میں شریک تھے۔ قبر کھودی جا رہی تھی۔ آپ قبر کے کنارے بیٹھ گئے یہ منظر دیکھ کر آپ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں سے زمین نم ہو گئی، پھر فرمایا۔ بھائیو۔ اس دن کے لئے سامان رکھو۔

اسوۃ الرسول۔ جلد ۴ ص ۶۶

۶۸۔ معرفت و عبادت

ایک بار کسی غزوہ سے واپس آ رہے تھے، راستہ میں ایک پڑاؤ ملا۔ کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو۔ بولے ہم مسلمان ہیں۔ ایک عورت بیٹھی چولھا (تنور) سلگا رہی تھی پاس ہی اس کا لڑکا بھی تھا۔ آگ خوب روشن ہو گئی اور بھڑک گئی تو وہ بچہ کو لے کر آپ کی خدمت میں آئی اور بولی آپ رسول اللہ ہیں۔ ارشاد ہوا، ہاں بے شک۔ اس نے پوچھا کہ ایک ماں اپنے بچہ پر جس قدر مہربان ہے خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے۔

رسولؐ:۔ ہاں بے شک۔

عورت:۔ ماں اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی۔

یہ سُن کر آپ پر کثرت سے گریہ طاری ہو گیا۔ دیر تک گریہ فرماتے رہے۔ پھر

سر اٹھا کر فرمایا۔

رسول ہ۔ خدا اسی بندہ کو عذاب دے گا جو سرکش اور متمرد ہے۔ خدا سے سرکشی کرتا ہے اور ایک (واحد)
نہیں کہتا۔

۶۹۔ عبادت و معرفت

اسوۃ الرسول بحوالہ عین الحیوۃ (ترجمہ)

یا ابوذر

جعل اللہ جل ثناہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ الخ

یابن آدم لو تعلم مالک فی الصلوٰۃ۔ الخ

(ترجمہ) اے ابوذر (صحابی) خدا نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک
یار دشنی نماز ہی میں قرار دی ہے اور نماز کو میرا محبوب قرار
دیا ہے جیسا کہ بھوکا کھانے کا شائق اور پیاسا پانی کا عاشق ہوتا
ہے۔ یقیناً بھوکا کھانا کھا کر سیر ہو جاتا ہے اور اس کی بھوک چلی جاتی ہے اور پیاسا پانی پی کر سیراب ہو جاتا ہے اور اس کی
پیاس مٹ جاتی ہے۔ مگر میں نماز سے کبھی سیر نہیں ہوتا اور ہمیشہ اس کا شائق رہتا ہوں۔

اے ابوذر! خدا نے عیسیٰ بن مریم کو رہبانیت کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا لیکن خدا نے مجھ کو
ایک ایسے پاک دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے جو اختلاف و انحراف و استقامت و استقلال اور سہولت و
و آسانی کی طرف مائل ہے اور خدا نے مجھ کو عورتوں اور خوشبوؤں سے محبت دی ہے۔ مگر نماز میری
خنکی چشم اور روشنی و سرور ہے۔

اے ابوذر! اگر کوئی شخص فریضہ کے علاوہ دن رات میں بارہ رکعت نمازیں پڑھ لے تو اس کو حق واجب
کے لحاظ سے جنت میں گھر ملے گا۔

اے ابوذر! جب تک تم نماز میں کھڑے رہتے ہو تو گویا خدائے شہنشاہ جبار کے دروازہ میں دستک
دیتے ہو۔ اور جو شخص دروازہ ملک جبار پر مسلسل حاضری دے کر دق الباب کرتا ہے اس کے لئے دربار
لطف کھول دیئے جاتے ہیں۔

اے ابوذر! کوئی مومن نماز کے لئے نہیں کھڑا ہوتا ہے۔ مگر یہ کہ اس پر عرش الٰہی سے رحمت برسائی جاتی
ہے۔ اور خداوند اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے۔ جو اس سے خطاب کرتا ہے کہ اے ابن آدم اگر
تجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ نماز میں کس قدر ثواب ہے۔ اور تو کس مالک الملک کی درگاہ میں دعا و مناجات
کر رہا ہے تو کبھی نماز سے فارغ نہ ہو اور کبھی نماز کو ترک نہ کرے۔

۷۰۔ عبادت و تقویٰ

سیرت النبی شبلی۔ حالات ہجرت و قیام غار ثور۔

سراقہ گھوڑا بڑھائے بالکل قریب آ ہی گیا۔ حضرت ابوبکر بار بار گھبرا کر
ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ لیکن آپ نے ایک دفعہ بھی مڑ کر نہیں دیکھا کہ سراقہ کس ارادہ

آ رہا ہے۔ یہاں دل پر وہی سکینت ربانی جاری تھی اور لبہائے مبارک تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔

۱۷۔ عبادت وتقویٰ — سیرت ابن ہشام۔ (بعد فتح خیبر و مکہ پیمبر اسلام کا داخلہ شہر مفتوحہ)

ان رسول اللہ صلعم لما انتھی الی ذی طوی وقف علی راحلتہ لیضع راسہ تواضعا للہ حین رای ما اکرمہ اللہ بہ من الفتح حتی ان عثنونہ لیکاد یمس واسطۃ لرحل۔

(ترجمہ) جب پیمبر اسلام مقام ذی طوی میں پہنچے اور دیکھا کہ خدا نے آپ کو فتح کی عزت عطا فرمائی ہے تو آپ نے اپنی سواری پر توقف کیا تاکہ اپنا سر سجدہ خالق میں جھکالیں۔ پھر یہاں تک آپ نے سر جھکایا کہ قریب تھا کہ آپ کی تھوڑی کجاوہ کی لکڑی سے لگ جائے۔

انہ کان اذا جاءہ امر سرورا او لیسر بہ خر ساجدا شاکرا للہ تعالیٰ۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام کے پاس جب کبھی کوئی خوش خبری آتی اور آپ کو خوشی ہوتی تو آپ فوراً سجدہ شکر خالق میں زمین پر سر رکھ دیتے۔

۱۷۲۔ عبادت وتقویٰ — اسوۃ الرسول جلد ۲ صفحہ ۱۶۰

سعد کا بیان ہے کہ ہم لوگ پیمبر اسلام کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ جب زوعزاد کے قریب پہنچے تو اپنی سواری روک لی۔ نیچے اترے ہاتھ اٹھا کر دیر تک نہایت خشوع خضوع کے ساتھ دعا کی اس کے بعد پھر پیشانی سجدہ معبود میں زمین پر رکھ دی دعا و سجود سے فارغ ہو کر آپ نے صحابہ سے فرمایا۔ میں نے اپنے خدا سے اپنی امت کے لئے دعا مانگی تھی۔ جس کا ایک حصہ مقبول ہوا۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر مزید درخواست کی۔ اس نے وہ بھی قبول کی میں سجدہ شکر بجالایا۔ پھر دعا و زاری کی۔ اس نے اس کو بھی مستجاب فرمایا اور پھر میں سجدہ میں گر پڑا۔ اس کے بعد سورۂ والضحیٰ میں خدا نے اپنے حبیب کو بشارت دی۔ اور وعدہ فرمایا۔

وَلَسَوۡفَ یعطیک ربک فترضی۔

(ترجمہ) وہ عنقریب تجھ کو اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے۔

اس تاریخی واقعہ سے مترشح ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام نے اپنی عبادات کو اس درجہ اعلیٰ تک پہنچا دیا تھا کہ بندہ خدا کو خوش کرنا چاہتا ہے اور اس کو اپنے اعمال سے راضی کرنا چاہتا ہے لیکن محمدؐ کے لئے ان کی عبادات

کے بدولت وہ منزل آگئی تھی کہ خدا خود اپنے حبیب محمدؐ کو راضی و خوشنود کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔

۷۳۔ عبادت و تقویٰ

ام المومنین عائشہ سے آپ کی عبادت کے متعلق سوال کیا گیا کہ آپ کسی خاص وقت یہ اعمال کرتے تھے۔ انھوں نے جواب دیا لا کان عملہ دیمہ۔ ایسا نہیں ہے بلکہ پیمبر اسلام کا عمل عبادت بارش کی جھڑی تھا۔ جیسے بارش کی جھڑی مسلسل ہوتی ہے اسی طرح آپ کی عبادت تھی۔

ام المومنین نے فرمایا۔

ایکم یستطیع ما کان النبی صلعم تستطیع۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام جو عبادت کر سکتے تھے وہ تم میں سے کون کر سکتا ہے۔

وکان اذا عمل عملہ اثبتہ۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام جب کوئی عمل کرتے تھے تو اس پر مداومت کرتے تھے۔

پیمبر اسلام نے خود فرمایا:۔

ان احب العمل نی ادومہ۔

(ترجمہ) خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ عمل ہے جس کی سب سے زیادہ مداومت کی جائے۔

۷۴۔ عبادت تقویٰ و معرفت

مناقب آل ابی طالب فصل فی معجزات فی ذاتہ

کان النبی علیہ السلام قبل المبعث موصوفا بعشرین خصلۃ من خصال الانبیاء لو انفرد واحد باحدھا لدل علی جلالہ فکیف من اجتمعت فیہ کان نبیا۔ امینا۔ صادقا۔ حاذقا اصیلا نبیلا۔ مکینا فصیحا نصیحا عاقلا فاضلا عابداً زاھداً سخیاً کمیاً قانعاً متواضعاً حلیما رحیما غیوراً صبوراً موافقاً مرافقا لم یخالط منجما ولا کاھناً ولا

(ترجمہ) پیمبر اسلام اپنی بعثت نبوت سے قبل ہی مندرجہ ذیل بیس اوصاف انبیاء سے موصوف تھے ان صفات میں سے اگر کسی میں ایک صفت موجود ہو تو اس کے شرف و فضیلت کے لئے کافی ہے نہ کہ جب یہ کل صفات ایک ذات میں جمع ہو جائیں تو اس کی فضیلت اور شرف کا کیا درجہ ہوگا۔ پیمبر اسلام۔ نبی تھے۔ امین۔ صادق۔ حاذق۔ اصیل۔ نبیل۔ صاحب تمکنت و عزت، فصیح۔ ناصح۔ عاقل۔ فاضل۔ عابد۔ زاہد۔ سخی۔ شجاع۔ قانع۔ متواضع۔ حلیم۔ رحیم۔ غیور۔ صابر۔ ہمدرد۔ رفیق۔ آپ کبھی نہ کسی منجم سے ملے نہ کاہن سے اور نہ

عیاناً۔ عرب کے بازی گردوں سے۔

مذکورہ بالا عبارت تاریخی سے واضح ہوگیا کہ پیمبر اسلام مجموعہ صفات کاملہ انسانی تھے اور آپ ہی کی ذات عالم میں وہ ذات ہے جس کی پیروی کرنے سے انسان فلاح دارین حاصل کرسکتا ہے۔

۷۵۔ عبادت و شمائل و فضائل نبوی

مناقب آل ابی طالب۔ فصل فی آدابہ ومزاحہ (ترجمہ)

پیمبر اسلام انسانوں میں سب سے زیادہ طریقہ حکومت کے جاننے والے اور بہترین حاکم تھے۔ سب سے زیادہ صاحب حلم تھے۔ سب سے زیادہ شجاع و عادل و مہربان تھے۔ پیمبر اسلام کا ہاتھ کبھی کسی اجنبی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا۔ آپ سب سے زیادہ سخی تھے کہ آپ کے پاس کبھی درہم و دینار جمع نہ ہوا۔ آپ نے جس کو جو دے دیا پھر واپس نہیں لیا۔ دولت دنیا سے جو خدا نے ان کو عطا کیا آپ نے بجز اپنی وقتی ضرورت کے باقی کچھ نہیں رکھا۔ کھجور جو آپ کی غذا تھی۔ اپنی غذا و ضروریات زندگی بھی اپنے پاس نہیں رکھتے تھے بلکہ دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہوئے عطا کر دیتے تھے۔ زمین پر بیٹھتے تھے اور اسی پر سو جاتے تھے زمین ہی پر بیٹھ کر کھاتے تھے اپنا جوتہ خود ٹانک لیتے تھے اپنے لباس میں خود پیوند لگا لیتے تھے۔ خود مکان کا دروازہ کھولتے خود اپنی بکریوں کا دودھ دھوتے خود اونٹ کو باندھتے خود ہی اُس کو چارہ ڈالتے اور اس کا دودھ نکالتے۔ ملازم کے ساتھ خود آٹا گوندھتے۔ راہ سے دوسروں کے آگے چلنے میں سبقت نہ کرتے تھے۔ کبھی تکیہ لگا کر نہ بیٹھتے تھے۔ اپنے متعلقین کے ساتھ خود کام میں شرکت کرتے تھے۔ گوشت بناتے اور جب دسترخوان پر کھانے کے لئے بیٹھتے تو منکسرانہ بیٹھتے تھے بعد کھانے کے اپنی انگشت ہائے مبارک کو چاٹتے تھے۔ غلام اور آزاد سب کی دعوت قبول کرتے تھے خواہ وہ قریب ہو یا دور ہو۔ ہدیہ قبول کرتے تھے۔ اگرچہ وہ ایک جرعہ شیر ہی کیوں نہ ہو اور اس کو نوش فرماتے تھے۔ صدقہ کی چیز کبھی نہیں کھاتے تھے۔ اور کسی کے چہرہ پر نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے مبادا خلاف مرضی خدا ہو جائے۔ اپنی ذات کے لئے کبھی کسی پر غصہ نہیں کرتے تھے۔ بحالت گرسنگی اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ جو کچھ سامنے آتا اس کو بخوشی کھا لیتے جو پاتے اس کو رد نہیں کرتے تھے۔ دو لباس بیک وقت نہیں پہنتے تھے۔ ایک چادر۔ جبہ اون کا۔ یا موٹا روئی کا پاکتان کا پہنتے تھے۔ آپ کا لباس اکثر سفید ہوتا تھا۔ عمامہ و قمیص پہنتے تھے۔ آپ کا لباس جمعہ علیحدہ تھا۔ جب جدید لباس پہنتے تھے تو پرانا کسی غریب کو بخش دیتے تھے۔ آپ عبا پہنتے تھے اور جب ضرورت ہوتی تو اُس کو زمین پر بچھا لیتے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ کی چھنگلی میں چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ بوقت وضو مسواک کرتے

تھے۔ سواری کے وقت اپنے پیچھے غلام یا کسی دوسرے کو سوار کر لیتے تھے۔ گھوڑا۔ خچر اور اونٹ پر سوار ہوتے اور کبھی ضرورت ہوتی تو بغیر زین لگائے گدھے کو بھی سواری میں رکھتے تھے۔ اکثر پیدل چلتے تھے۔ میت کے مشایعت ضرور کرتے تھے اور مریضوں کی عیادت کو جاتے تھے خواہ وہ قریب ہوں یا دور ہوں فقراء کے ساتھ بیٹھتے تھے اور مسکینوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے اور ان کو اپنے ہاتھ سے لقمے کھلاتے تھے۔ اہل علم و فضیلت کی عزت کرتے تھے۔ ان کے اخلاق کی وجہ سے اور صاحبان شرف کی تالیف قلوب کرتے تھے اُن کی نیکی کی بدولت۔ معذرت خواہ کی معذرت قبول کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر متبسم رہتے تھے۔ اور قہقہہ مار کر کبھی نہیں ہنستے تھے۔ اور لباس اور غذا کے معاملہ میں غلاموں اور کنیزوں سے فوقیت نہیں چاہتے تھے

کبھی کسی کو گالی نہیں دی۔ اور نہ کسی خادمہ اور کنیز و عورت کو لعنت کی اور نہ کسی کو ملامت کی۔ جب کوئی آزاد۔ غلام یا کنیز کسی ضرورت سے آپ کی خدمت میں آتی تو اس کے ہمراہ اس کے کام کی خاطر چلے گئے۔ بازاروں کے لوگوں پہ سختی و غصہ نہیں کیا۔ اور کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا۔ بلکہ معاف کیا اور درگذر کیا۔ سلام میں آپ پہل کرتے تھے۔ جب کسی مسلمان سے ملاقات ہوئی تو مصافحہ میں جب تک اُس نے خود ہاتھ نہیں چھوڑا خود اُس کا ہاتھ نہ چھوڑا۔

وکان لا یقوم ولا یجلس الا علی ذکر اللہ۔ آپ نہ کھڑے ہوتے تھے اور نہ بیٹھتے تھے جب تک کہ ذکر خدا کو زبان پر جاری نہ کر لیں۔

اگر کوئی شخص آپ کا منتظر کسی اپنے کام کی خاطر ہوتا تھا تو اپنی نماز میں تخفیف کرتے تھے اور اس کی جانب متوجہ ہو جاتے تھے اور اس سے دریافت کرتے تھے کہ کیا کوئی حاجت ہے جب کسی جگہ بیٹھتے تو قبلہ رُخ بیٹھتے۔ جب کوئی آپ کے پاس آتا تو اس کی عزت کرتے اور اپنی عبا بچھا دیتے یا اپنی اس مسند پر بٹھاتے جو آپ کے لئے بچھائی گئی تھی۔ خوشی یا غصہ میں۔ بجز کلام حق کے کچھ نہ کہتے تھے۔

۷۶۔ عبادت و معرفت

مناقب آل ابی طالب۔ جلد اول۔

البخاری حج النبیؐ قبل النبوۃ وبعدھا لا یعرف عددھا ولم یحج بعد الھجرۃ

کتاب بخاری میں ہے کہ پیمبر اسلام نے قبل بعثت اور بعد بعثت کتنے ہی حج کئے جن کی تعداد معلوم نہیں ہے اور ہجرت مدینہ کے بعد صرف

الا حجۃ الوداع۔

حج الوداع کیا۔

وعن جابر الانصاری انہ حج ثلاثہ حج حجتین قبل الھجرۃ وحجۃ الوداع۔

جابر انصاریؓ سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے تین حج کیے جو قبل ہجرت تھے اور بعد ہجرت حجۃ الوداع کیا۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال حج رسول اللہؐ عشرین حجۃ

ابی عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ پیمبر اسلام نے بیس حج ادا کیئے۔

الطبری عن ابن عباس اعتمر النبیؐ اربع عمر۔ الحدیبیۃ والقضاء والجعرانہ والنبی مع حجتہ۔

طبری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پیمبر اسلام نے چار عمرہ کعبہ ادا کیئے۔ حدیبیہ۔ قضا جعرانہ اور حجۃ الوداع کے ساتھ۔

مناقب جلد اول فصل فی ہجرتہؐ

۲۷۔ معرفتؐ علم الٰہیات

قبل ہجرت مدینہ: پیمبر اسلام موسم حج میں زائرین کعبہ میں تبلیغ اسلام کرتے تھے۔ زائرین کعبہ جو اہل مدینہ تھے مقام عقبہ پر جمع ہوئے ان کی تعداد ۷۳ تھی ان میں دو عورتیں بھی موجود تھیں۔ پیمبر اسلام نے ان کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ان میں سے بعض نے پیمبر اسلام سے دریافت کیا۔

انصار۔ نرید ان تعرفنا یا رسول اللہ ما للہ علینا وما لک علینا وما لنا علی اللہ۔

ہم یہ چاہتے ہیں کہ اے خدا کے رسول آپ ہم کو یہ بتا دیں کہ خدا اور رسول کے حقوق ہم پر کیا ہوں گے اور ہمارے حقوق خدا پر کیا ہیں۔

پیمبر اسلام:۔ قال اما للہ علیکم فان تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا واما مالی علیکم فتنصرونی مثل نساءکم وابنائکم الخ

فرمایا خدا کا حق تم پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کا شریک قرار نہ دو اور میرا حق تم پر یہ ہے کہ تم میری مدد اس طرح کرو جیسے تم اپنی اولاد اور ازواج کی مدد کرتے ہو۔

انصار۔ قالوا فاذا فعلنا ذلک مالنا علی اللہ۔

انصار نے عرض کیا کہ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم کو خدا کی جانب سے کیا ملے گا۔

پیمبر اسلام۔ قال اما فی الدنیا فالظہور علی من عاداکم بہ وفی الآخرۃ رضوانہ

فرمایا کہ تم کو خدا دنیا میں تو فتح و نصرت تمہارے دشمنوں پر عطا کرے گا اور آخرت میں اپنی رضا اور

والجنۃ۔ ۔ اور جنت تم کو عطا کرے گا۔

اس کے بعد ان ۷۳ انصار نے دست مبارک پیمبر اسلام پر بیعت کی اور یہ انصار ہمیشہ اپنے اس عہد پر قائم رہے اور اس عہد پر فخر کیا کرتے تھے۔

ناظرین پر واضح ہوگیا کہ پیمبر اسلام کی معرفت الٰہی کتنے بلند پایہ کی تھی کہ آپ نے سب سے پہلے انصار کو توحید خدا۔ عبادت الٰہی کا درس دیا اور بعد کو یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ متبعین اسلام رضائے خدا و جنت کے بھی مالک ہوں گے۔ یہ موخرہ کلمہ بصورت عہد و وعدہ نہیں بتایا جا سکتا تھا جب تک کہ یہ نہ مان لیا جائے کہ پیمبر اسلام جس طرح اہل دنیا سے معاملہ طے کر رہے تھے اسی طرح اور اسی وقت وہ لوح محفوظ کا بھی مطالعہ فرما رہے تھے ورنہ یہ وعدہ صحیح نہ ہوتا۔ پیمبر اسلام کی معرفت اس درجہ پر پہنچ چکی تھی کہ حجابات مابین مخلوق و خالق اُٹھ چکے تھے۔

۷۸۔ علم و معرفت

مناقب آل ابی طالب۔ جلد اول۔ ص ۱۳۰

جب پیمبر اسلام کا وقت وفات قریب آیا تو پیمبر اسلام نے علیؑ کو اپنی چادر میں لے لیا اور اپنا مُنہ علیؑ کے مُنہ پر رکھ دیا اور تا وقت وفات علیؑ سے بہ آہستگی کچھ فرماتے رہے۔ اس کے بعد لوگوں نے علیؑ سے دریافت کیا کہ پیمبر اسلام نے اتنی دیر تک کیا گفتگو کی علیؑ نے جواب دیا۔

فقال علمنی الف باب من العلم فتح لی کل باب الف باب و اوصانی بما انا قائم انشاء اللہ۔

(ترجمہ) علیؑ نے فرمایا کہ مجھ کو پیمبر اسلام نے ہزار باب علم کے تعلیم کئے اور ہر ایک باب علم نے مجھ پر ہزار علم کے دروازے کھولے اور پیمبر اسلام نے مجھ کو کچھ وصایا بھی کئے جن پر میں قائم رہوں گا انشاء اللہ۔

روایت مذکورہ سے واضح ہوا کہ پیمبر اسلام کے علوم لا متناہی تھے اور روئے زمین پر پیمبر اسلام سے زیادہ صاحب علم کوئی نہیں ہوا علوم میں سب سے پہلا علم معرفت و علم الٰہیات ہے۔ لہذا یہ شہادت علیؑ پیمبر اسلام سے زیادہ علم الٰہیات کا جاننے والا کوئی نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

۷۹۔ علم الٰہیات و عبادت

مشکوۃ باب الدعا۔ احادیث۔

قال مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی

والمیت۔ (ترجمہ) مثال اُس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو اُس کو یاد نہیں کرتا ہے زندہ اور مُردہ کی سی ہے۔

•

(۲) حدیث مشکوٰۃ۔ ترجمہ۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جبکہ وہ اپنے دل میں مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں بھی بذاتہ اُس کو یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ یاد کرتا ہے مجھ کو مجمع میں تو میں اُس کو اس سے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔ (عالم قدس و ملائک) اور جو میرے پاس ایک نیکی لاتا ہے میں اُس کو دس بلکہ اس سے زیادہ نیکیاں عطا کرتا ہوں اور جو ایک گناہ کرتا ہے اس کا بدلہ اسی قدر ملتا ہے بلکہ اس گناہ کو بخش دیتا ہوں۔ جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہونا چاہتا ہے تو میں ایک گز اس کی جانب بڑھتا ہوں اور جو میری جانب ایک گز بڑھتا ہے تو میں اُس کی طرف وسعت کشادگی ہر دو دست بڑھتا ہوں۔ اور جو بمقدار زمین گناہ لے کر میری جانب آتا ہے بشرطیکہ اس نے میرا شریک نہ بنایا ہو تو میں اُس کی مثل مغفرت و بخشش لے کر بڑھتا ہوں۔

(۳) پیمبر اسلام نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے۔ جو شخص میرے دوست کو ایذا دیتا ہے تو میں اُس کو جنگ کے لئے خبردار کرتا ہوں اور جو شخص میری رضا کے مطابق مجھ سے قربت چاہتا ہے اور بذریعہ نوافل اور اور فرائض کے ادا کرنے کے مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں اُس کو محبوب رکھتا ہوں۔

فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شیئٍ انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ ولا بد لہ منہ۔	اور جب کہ میں اُس کو دوست بنا لیتا ہوں تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کے پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے جو کچھ وہ مجھ سے طلب کرتا ہے میں عطا کرتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں اور جس کام کو میں کرنا چاہتا ہوں اس کے کرنے میں تردد نہیں کرتا مگر یہ کہ موت کو مکروہ سمجھتا ہے تو میں گوارہ نہیں کرتا اُس کی ناخوشی کو مگر یہ کہ موت اس کے لئے لازمی ہے۔

•

پیمبر اسلام نے اس حدیث کے ذریعہ سے چند اہم مسئلوں پر روشنی ڈالی ہے۔

(۱) خدا واحد قادر مطلق ہے۔

(۲) خدائے قدیر اپنے دوست کے دشمن کا دشمن ہے۔

(۳) جو شخص خدا کے احکام کی پابندی کرتا ہے اور اس کی رضا طلب کرتا ہے تو خدا اُس کو دوست رکھتا ہے۔

(۴) خدا کی محبت اپنے مطیع بندہ کے ساتھ اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ قادر مطلق اس مطیع بندہ کو اپنی قدرت کا مظہر بنا دیتا ہے۔

(۵) انسان مطیع قادر مطلق ہو کر دنیا کی ناممکنات کو ممکن بنا سکتا ہے۔ لیکن موت سے اس کو کبھی گریز ناممکن ہے۔

(۶) مطیع خدا انسان کے اعضا و جوارح مظہر قوت الٰہیہ اس منزل تک بن جاتے ہیں کہ وہ جو کرنا چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ اُس کی آنکھ۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں و نیز اس کی باطنی و ظاہری قوتیں مظہر قدرت الٰہیہ ہو جاتی ہیں۔

پیمبر اسلام معرفت الٰہی و علم الٰہیات کی اس منزل پر فائز ہو چکے تھے جس کا ذکر حدیث مذکور میں کیا گیا ہے۔ اگر آپ اس منزل پر نہ پہنچے ہوتے تو ان حقائق باطنی کو ظاہر نہ کر سکتے تھے اور یہ دعویٰ کب ممکن تھا کہ انسان مطیع الٰہی ہو کر ان منازل پر پہنچ سکتا ہے۔

(۷) مشکوٰۃ (حدیث) باب التسبیح۔

قال رسول اللہ صلعم افضل الکلام اربع سبحان اللہ۔ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام نے فرمایا بہترین کلام چار چیزیں ہیں۔ اول سبحان اللہ کہنا۔ دوسرے والحمد للہ کہنا اور تیسرے لا الٰہ الا اللہ کہنا۔ اور چوتھے واللہ اکبر کہنا۔

(۸) مشکوٰۃ۔ ترجمہ۔ جو شخص لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک والحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر کو دن میں سو مرتبہ کہے اس کو سو غلام آزاد کرنے کا ثواب درگاہ خدا سے ملے گا اور اس کے نامہ اعمال میں سو حسنات و نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی سو برائیاں (گناہ) معاف کئے جائیں گے اور وہ اس دن رات تک شر شیطان سے محفوظ رہے گا اور اس عمل کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ اس سے بہتر عمل کوئی دوسرا پیش خدا نہ کر سکے گا۔

پیمبر اسلام نے علم الٰہیات کے بحر ناپیدا کنار کو اپنے عمل و قول کے قالب میں اس طرح ڈھال دیا ہے گویا سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ کتب احادیث کی ضخیم مجلدات اور ادعیہ و خطبات پیمبر اسلام کے صحف آپ کی معرفت الٰہی اور آپ کے علوم الٰہیات کا ثبوت ہیں۔ آپ سے پہلے کسی پیشوائے مذہب نے خدائے غائب اور نادیدنی کو اس اسلوب اور انداز سے نہیں پہنچوایا جس طرح پیمبر اسلام

نے خدا کا تعارف و تصور پیش کیا ہے۔ مختصر یہ کہ انسانی زندگی کے ہر فعل، عمل اور ہر لحظ کو احکام خداوندی و حصول رضائے الٰہی سے منسلک کر دیا ہے۔ نموتاً چند ادعیہ اور اقوال پیمبر اسلام کو پیش کیا گیا ہے آئندہ چند صفحات میں پیمبر اسلام کی عبادات کا ذکر کیا جائے گا۔

۸۰۔ عبادت و معرفت

تفسیر منہج الصادقین ولمواہب الرحمن۔

"ابن عباس سے روایت ہے کہ جب وحی اُتری تو آپ قدموں پر کھڑے رہتے تھے اور نماز پڑھتے رہتے تھے تو یہ آیت اُتری اور علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم تمام رات نماز پڑھتے تھے کبھی اس قدم پر کھڑے ہوتے اور کبھی دوسرے قدم پر کھڑے ہوتے یہاں تک کہ یہ آیت اُتری۔ سیوطی نے کہا اور سراج میں لکھا ہے۔ آپ راتوں کو نماز میں کھڑے ہوتے تھے یہاں تک کہ آپ کے قدم ورم کر گئے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ اپنے نفس پر رحم کیجیے کہ اس کا آپ پر حق ہے اور آپ کی بعثت تو سلّت مہلہ ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔ — اے طاہر و ہادی ہم نے قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم اپنے نفس کو تعب و مشقت میں ڈالو۔

روایت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ پیمبر اسلام نے خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت اتنی زیادہ کی اور اپنے جسم و نفس کو اتنی مشقت میں ڈالا کہ آخر خالق عالم نے جو مخلوقات سے عبادت کا طالب ہے اور ان کی غرض خلقت صرف عبادت ہی کو قرار دیتا ہے۔ ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (قرآن) ہم نے جن و انس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ خدا محمدؐ صلعم کو اپنی عبادت سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے محمدؐ تم اتنی عبادت نہ کرو جو تم کو مشقت میں مبتلا کر دے۔

۸۱۔ عبادت و معرفت

تفسیر منہج الصادقین و مواہب الرحمن۔

پیمبر اسلام جب ابتدائے اسلام میں نماز ادا کرتے تو ایک گلیم پہنتے تھے حضرت خدیجہ سے روایت ہے کہ وہ گلیم ایک چادر تھی ۱۴ ہاتھ کے برابر تھی۔ نصف مجھ پر پڑی ہوتی اور نصف کو پیمبر اسلام اوڑھتے تھے اور نماز شب میں مشغول رہتے تھے ایسی ہی روایت ام المومنین عائشہ سے مروی ہے۔ اس چادر کا بانا تو بھیڑ کے بالوں کا تھا اور اس کا تانا اونٹ کے بالوں کا تھا اسی حالت عبادت میں جبرئیل نازل ہوئے اور سورۂ مزمل لائے۔ یا ایھا المزمل

قم اللیل الا قلیلاً نصفہ او انقص منہ قلیلاً۔ (قرآن) اے گلیم اوڑھنے والے رات کو عبادت و نماز ادا کرو مگر کم نصف شب یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ واقعہ مذکور سے واضح ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام شبانہ روز عبادت میں بسر کرتے تھے اور اپنے جسم و نفس پر سخت تعب و مشقت برداشت کرتے تھے تاکہ رضائے خدائے قدیر کو حاصل کریں مگر خود خالق عالم نے بہ نظر ترحم و محبت پیمبر اسلام کو حکم دیا کہ عبادت میں کمی کرو۔

تفسیر منہج الصادقین۔

۸۲۔ عبادت و معرفت

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ قبل بعثت میں وادی مکہ میں عبادت خدا میں مصروف تھا کہ ایک دن ایک آواز غیب آئی۔

یا محمد انک لرسول اللہ۔ اے محمد یقیناً تم خدا کے رسول ہو۔

میں نے اپنے چپ و راست پست و بلند پر نظر کی۔ بجانب بلندی مجھ کو وہی فرشتہ نظر آیا جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور یہ وہی فرشتہ تھا جو حالت عبادت میں کوہ حرا میں آیا تھا۔ اس فرشتہ کے رعب جلال۔ ہیئت۔ سطوت۔ زمین و آسمان پر چھائی ہوئی تھی وہ مجھ کو وحی پہنچا کر غائب ہو گیا۔ اس کے بعد میں خدیجہ کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا۔ اور اس کے بعد سورہ مدثر نازل ہوئی۔ (کوہ حرا میں ایک ماہ تک پیمبر اسلام نے عبادت کی تھی) یا ایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر۔ اے چادر اوڑھنے والے۔ کھڑا ہو جا اور اپنے رب کے عذاب سے لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی تعظیم بجالا۔ تکبیر کہو۔ (تکبیر احرام اسی حکم خدا سے واجب ہوئی ہے۔)

پیمبر اسلام نے حالت سفر میں حالت سواری میں۔ صحرا میں۔ گھر میں مسجد میں۔ جنت البقیع میں شب و روز میں مختصر یہ کہ ہر حالت میں خدائے واحد کی عبادت اور نماز ادا کی ہے اور اپنے عمل و قول سے بتایا ہے کہ انسان پر عبادت خدا ہمہ وقت واجب ہے۔ چنانچہ کسب معاش۔ خورد و نوش۔ اہل و عیال کی مشغولیت۔ جلسہ احباب و اصحاب۔ میدان جنگ۔ یہ سب امور عبادت ہیں اگر وہ مطابق حکم الٰہی بجالائے جائیں۔ اور اگر یہی اعمال نفس پرستی کے لئے کئے جائیں تو یہی گناہ ہیں اور خلاف عبادت ہو جاتے ہیں۔ پیمبر اسلام نے اپنی زندگی کا ہر لحظہ و دقیقہ عبادت خداوندی میں بسر کیا ہے اور یہی سبق اہل اسلام بلکہ اہل عالم کو دیا ہے اور فرمایا ہے و مھما تکن فکبر و ربک۔ تم جہاں بھی رہو خدا کو بہ عظمت و بزرگی یاد کرو۔

انسان کی طاقت سے یہ امر باہر ہے کہ وہ پیمبر اسلام کی عبادت اور علم الٰہیات کو کسی کتاب میں جمع کر سکے یہ عبادت و معرفت پیمبر اسلام ایسا بحر ناپیدا کنار ہے کہ اس میں غوطہ لگانے والا بمصداق

آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد۔ یہ تو پیمبر اسلام ہی کا ظرف تھا کہ لتنے استغراق عبادت کے
باوجود لوازم بشریت کو بھی پورا کیا اور اہل عالم کے لئے اعلیٰ ترین دستور العمل حیات مرتب کردیا۔ ورنہ
حکما و عقلا و صوفیائے کرام جب اس منزل استغراق کے قریب پہنچے تو بس ایسے کھوگئے کہ آخر کہنا پڑا من
عرف ربہ کلّ لسانہ۔ جس نے اپنے رب کو پہچانا اس کی زبان بند ہوگئی۔ یا یہ کہنے پر مجبور ہوئے ؎

دوراں ورطہ کشتی فرو شد ہزار   نیامد از و تختہ بر کنار

پیمبر اسلام کا استغراق عبادت ایک جانب اور پیمبر اسلام کا لوازم بشریت و اصول معاشرہ
کا مکمل کردینا۔ یہ دونوں کام بہ یک وقت اتنے دشوار تھے کہ از آدم تا عیسیٰ و تا ایندم بلکہ تا قیامت
کوئی شخصیت یہ نمونہ پیش نہیں کرسکتی ہے۔ اسی وجہ سے رب العالمین و خالق کائنات نے فرمایا۔

لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔   پیمبر اسلام کی زندگی میں بہترین نمونہ حیات انسانی ہے۔

تدبیر منزل

انسان مدنی الطبع ہے اس کے تمام کاروبار زندگی ایک دوسرے کے معاونت پر منحصر ہیں۔
انسان اپنی زندگی کی بقاء کے لئے دوسرے کی مدد کا محتاج ہے۔ علاوہ بریں اشرار سے اپنی
اجتماع زندگی کی حفاظت بھی اس کا فریضہ ہے جس کے لئے وہ فطرۃً مجبور ہے۔ اہل و عیال کی
ضروریات زندگی کا بھی وہ ضامن اور کفیل ہے۔ ان اسباب کے تحت ہر انسان پر لازم ہے کہ
قوانین تدبیر منزل کو جانتا ہو اور اس کے عملی نمونہ کو اپنے پیش نظر رکھے۔ پیمبر اسلام نے اسی
عنوان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا ہے۔

کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیتہ۔   (ترجمہ) تمہاری ہر فرد حاکم و نگہبان ہے اور ہر فرد سے اس کی رعیت کے بارہ میں پیش خدا جواب لیا جائے گا۔

اقوال حکما

ابوعلی الحسین ابن عبداللہ ابن سینا نے اپنے رسالہ میں کیا خوب لکھا ہے۔
مدبر منزل را رعایت صلاح عموم اہل منزل واجب بود در تدبیر حال یک

یک شخص بمعالجہ کہ طبیب یک یک عضو را کند...... ارکان منزل بمثابہ ہر یکے اعضائے مردم باشند بعضے رئیس و برخے مروس و جمع شریف و گروہے خسیس۔

ترجمہ:۔ بو علی سینا حکیم اسلام نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ مدبر منزل کو اہل منزل کے فلاح و بہبود کی نگرانی کرنی چاہیئے کیوں کہ اس پر یہ فریضہ واجب ہے جس طرح طبیب ہر عضو جسم کے علیحدہ علیحدہ علاج کرتا ہے۔ اسی طرح اہل منزل بھی مثل اعضاء ہیں۔ ان میں سے کچھ حاکم ہیں اور کچھ محکوم اور بعض شریف خصلت ہیں اور بعض شریر الطبع بو علی سینا کا مطلب یہ ہے کہ اہل منزل کی نگرانی ---- ان کی اصلاح ان کی تربیت و تعلیم صاحب منزل پر واجب ہے اور ان میں نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہوں گے لہذا ان کے مطابق ان کا انتظام اور اصلاح کی جائے ورنہ فساد لازم آئے گا۔ جس طرح اگر کسی عضو جسم کو طبیب بغیر علاج کے چھوڑ دے اور وہ عضو مریض ہو تو اس ایک عضو کا فساد تمام جسم کو مریض بنا دے گا۔

بو علی سینا اسی رسالہ میں لکھتا ہے:۔

مساکن زنان مقرر و مقام گاہ ہر فصلے و موسمے بحسب آں وقت سعد و موضع ذخائر و اموال موصوف و احتیاطے کہ بدفع آفات تعلق دارد بتقدیم رساند۔

(ترجمہ):۔ مدبر منزل پر واجب ہے کہ عورتوں کے لئے مکان علیحدہ بنائے اور ہر فصل اور موسم کے مطابق مکان بنائے اور اموال و ذخیروں کے لئے علیحدہ مقام محفوظ بنا دے کہ ان کو آفات و ضرر نہ پہنچ سکے اور اشرار کی خرد برد سے محفوظ رہ سکے۔

ان تدابیر کے علاوہ مدبر منزل کے لئے ضروری ہے کہ وہ اکتساب مال و اغذیہ کرے تاکہ اہل منزل میں نظام زندگی باقی رہے اور فساد رونما نہ ہو۔ آمدنی۔ خرچ و حفاظت مال و اغذیہ۔ آمدنی کے ذرائع صنعت و حرفت[1]۔ زراعت[2]۔ تجارت[3]۔ عطایا[4]۔ میراث[5] و ملازمت[6] ہیں۔

اساس اوّل منزل زن

تدبیر منزل کی پہلی بنیاد۔ زوجہ ہے لہذا زوجہ میں مندرجہ اوصاف ہونا ضروری ہیں۔

(۱) زوجہ تدبیر منزل میں مرد کی معاون و مددگار ہو۔

(۲) عاقل۔ دیانت دار۔ باعفت و باحیا و نرم دل۔ کوتاہ زبان و مائل بہ محبت ہو۔

(۳) خدمت گزار، مطیع، حلیم الطبع، صاحب ایثار۔ رضا جوئے شوہر ہو۔

اپنے خاندان میں باوقار و باعظمت ہو۔

(۴)۔۔ عقیم و بانجھ نہ ہو۔

(۵)۔۔ قوانین قواعد ترتیب منزل و اخراجات خانہ داری سے واقف ہو۔

(۶)۔۔ خوشخوے و تسلی دہندہ شوہر ہو اور اعزاء سے صلہ رحم و امداد باہم دگر کی ماہر ہو۔

(۷)۔۔ آزاد ہو کنیز نہ ہو۔

(۸)۔۔ اسباب معاش و تدبیر منزل میں شوہر کی مددگار ہو۔

(۹)۔۔ نسل میں اعلیٰ ہو۔کم نسل و بدخاندان نہ ہو۔

(۱۰)۔۔ بیوہ عورت سے باکرہ بہتر ہے کہ جلد ہم مزاج شوہر ہوجاتی ہے۔

(۱۱)۔۔ اوصاف مذکورہ کے ساتھ اگر حسن صورت بھی ہو تو بہتر ہے۔

(۱۲)۔۔ صرف جمال زن باعث خطبۂ نکاح نہ ہونا چاہئے کہ وجہ فساد منزل ہے۔اور باعث تباہی و ہلاکت شوہر ہے۔

(۱۳)۔۔ صرف مال زن باعث خطبۂ نکاح نہ ہو کہ سبب فساد ہے کیوں کہ زن متمول اطاعت شوہر نہیں کرسکتی ہے اور اس وجہ سے تربیت اولاد۔نگرانی ملازمین اور امور خانہ داری میں خلل پیدا ہوتا ہے اور عورت اپنے شوہر کو بہ نظر حقارت دیکھتی ہے اور اُس کو خدمت گار سمجھتی ہے۔

(۱۴)۔۔ حکماء نے باتفاق رائے کہا ہے کہ پانچ قسم کی عورتوں کو زوجہ نہ بنائے۔

(۱۵)۔۔ ا۔حنانہ۔ وہ عورت ہے جس کی اولاد پہلے شوہر سے ہو۔ایسی عورت سبب آزار شوہر ہوتی ہے۔

ب۔منانہ۔ وہ متمول عورت جو اپنے شوہر پر احسان جتائے۔

ج۔انانہ۔ وہ عورت ہے کہ جس کا پہلا شوہر زیادہ مالدار یا طاقتور ہو۔ایسی عورت بھی ہمیشہ مرد سے بیزار رہے گی۔

د۔کیۃ القفا۔ وہ غیر عفیفہ عورت کہ اس کا شوہر جس محفل سے اٹھے اس کے پیچھے اس کو لوگ عیب و داغ رسوائی لگائیں۔

ہ۔خضراء الدمن۔ وہ عورت حسین و جمیل ہے جن کی اصل و نسل خراب ہو۔

منزل آداب اسباب ثانی دوم

قول حکماء۔ جو مرد قوانین سیاست زنان سے واقف نہ ہو یا ان پر عمل نہ کرسکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ مجرد رہے۔کیوں کہ بسبب عورت کے جو فساد اہل منزل میں پیدا ہو جاتا ہے۔اس کا سلسلہ غیر منتہی ہے۔ سیاست و تدبیر اولاد۔چند امور اس میں

ضروری ہیں۔

(۱)۔ بچہ جب پیدا ہو تو اس کا نام طاہر اور اعلیٰ رکھا جائے۔ کیوں کہ بُرے نام سے جوان ہونے کے بعد بچہ ہی متنفر نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ نام کے اثر سے اس کی خصائل بھی خراب ہو جاتی ہیں۔

(۲)۔ دایہ۔ ہمیشہ شریف خاندان شریف خصلت۔ نیک مزاج و باعفت و تندرست ہو ورنہ ؎

زنہار کہ از برائے فرزند   معلول و لئیم دایہ مپسند

خوئے کہ بشیر در بدن رفت   آں دم برود کہ جاں زتن رفت

اگر دایہ بدنسل و علیل و شریر الطبع مقرر کر دی تو گویا والدین کے لئے وہ بچہ بیکار ہو گیا۔

(۳)۔ بچہ کی رضاعت کا زمانہ جب ختم ہو جائے۔ تو اس کے تہذیب و اخلاق کی طرف متوجہ ہو۔

(۴)۔ بچہ فطرتاً افعال قبیح و حیوانی زیادہ کرتا ہے۔ لہذا اس کی نگرانی و تعلیم اعلیٰ طریقہ پر ہونا چاہئے۔ جھوٹ۔ حسد۔ چوری۔ چغل خوری۔ جنگ و نزع۔ مکر۔ زیادہ گفتگو۔ ضرر رسانی سے باز رکھیں۔ اور آداب شریف سکھائیں اور صحبت اشرار سے بچائیں۔

اقوالِ حکماء

اہل و عیال کی تدبیر و اصلاح مندرجہ امور پر منحصر ہے۔

(۱) ہیبت و رعب   (۲) کرامت   (۳) شغل خاطر

(۱) ہیبت۔ مرد کو چاہئے کہ اپنے کو خوش مزاج ہونے کے ساتھ ہی ساتھ وہ متعلقین کے قلوب پر اپنی ہیبت و وقار اور رعب رکھتا ہو ورنہ نظام اہل منزل فنا ہو جائے گا۔

(۲) کرامت۔ مرد کو چاہئے کہ وہ اپنی زوجہ اور اس کے اقرباء کو بہ کرامت و بہ اعزاز رکھے اور ان چھ امور کا لحاظ رکھے۔

(ا) زوجہ کو بہ لباس اعلیٰ و صورت پسندیدہ میں رکھے۔

(ب) زوجہ کے پردہ اور غیر محرم کی نظروں سے بچانے میں بہت مبالغہ کرے۔

(ج) زوجہ سے اپنے خانہ داری امور میں مشورہ کرے مگر اس کو اتنا موقع نہ دے کہ وہ اپنا حکم منوانے کے لئے مصر ہو اور حاوی ہو جائے۔

(د) اغذیہ امور خانہ داری میں اُس کو آزاد رکھے اور ملازمین پر وہی حکومت کرے۔

(ھ) زوجہ کے اعزا کے ساتھ بہ حسن سلوک پیش آئے۔

(س) زوجہ میں جب یہ تمام حسن سیرت ہو تو باوجود جمیل و حسین تر دوسری عورت کے لئے کے دوسری عورت سے عقد نہ کرے ورنہ فساد اہل منزل لازم آئے گا۔

منزل اساس سوم

خدمت گاروں اور ملازمین کا انتظام کرنا بھی تدبیر منزل کی ایسی ضروری چیز ہے جس کے بغیر اہل منزل کو سکون خاطر نہیں مل سکتا ہے۔

ملازم۔ غلام۔ کنیز۔ مدبر منزل کے اعضا و جوارح ودست وپا کے مثل ہیں۔ خدام و غلام کے بارہ میں چند امور ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) خادم وغلام کو امانات خدا تصور کرنا چاہئے اور ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کرنا چاہئے کہ مزدور خوش دل کند کار بیش۔

(۲) مریض۔ برص۔ یک چشم۔ بدزبان وچرب زبان وچور۔ مکار۔ بے حیا اور جنگ جو کو ملازم نہ رکھے بلکہ ملازم میں دو امر ضرور دیکھے اول حیا دوم عقل۔

(۳) ملازمین سے جو شخص جس خدمت کے لائق ہو وہی خدمت اس کے سپرد کریں۔

(۴) ملازم پر اتنا مہربان رہے کہ وہ یہ سمجھے کہ آقا کا آرام وراحت اور مال میرے بھی آرام و راحت کا سبب ہوگا۔

(۵) ملازم کو یقین دلائے کہ وہ اس کو مستقل رکھے گا تاکہ وہ وفادار رہے۔

(۶) خورد نوش ولباس ملازم میں بخل نہ برتے بلکہ اس کی خوشی وآرام کا خیال رکھے۔

(۷) ملازم سے بوجہ نسیان کوئی خطا ہو جائے تو اس کو معاف کر دے اور اگر وہ دانستہ خطا کرے تو معقول سزا دے مگر یہ خیال رکھے کہ عدل کے خلاف نہ ہو۔

اقوال حکماء سے ثابت ہوا کہ تدبیر منزل میں مذکورہ چند کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ تاکہ اہل منزل اور منزل میں فساد پیدا نہ ہو۔ اور وہ فساد افراد سے قبیلہ میں اور قبائل سے قوم میں منتقل نہ ہو جائے کیوں کہ انفرادی فساد ہی اجتماعی اور قومی فساد میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

آئندہ عبارات اقتباسات تاریخی واحادیث وروایات اس لئے پیش کی جارہی ہیں کہ اہل عالم کو معلوم ہو سکے کہ پیمبر اسلام نے بحیثیت ایک انسان کامل اور بحیثیت خاتم النبیین قیامت تک آنے والی نسلوں کو تدبیر منزل کے کیا قوانین بتائے ہیں اور پیمبر اسلام کا عمل اور قول آیا قوانین تدبیر منزل کے مطابق ہے اور اگر ہے تو اس کا پایہ کتنا بلند ہے اور اگر اہل عالم سیرت پیمبر اسلام کی پیروی کریں گے تو ان کو اعزاز دنیوی اور فلاح اخروی دونوں حاصل ہو سکیں گے؟

میرا دعویٰ ہے کہ پیمبر اسلام کی حیات طیبہ میں انسانی فلاح اور برتری کے تمام وہ نمونے ملتے ہیں جن پر عمل کرنے کے بعد کسی رہبر وپیشوا کے عمل کی تلاش کرنا عبث وبے کار ہے۔ میں اپنے

دعوے کے ثبوت میں یہ کتاب تصنیف وتالیف کر رہا ہوں اور آئندہ سطور میں تدبیر منزل پر روشنی ڈالوں گا۔

عنوانات تدبیر منزل انسان اگر کامیاب و مطمئن زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں کو جانتا ہو جو اس کی زندگی کے اہم فریضہ تدبیر منزل سے متعلق ہیں۔

(۱) اوّل تو یہ کہ وہ کتنے قسم کے افراد ہیں جن کے ساتھ اس کو بہ حسن سلوک پیش آنا ہے۔

(۲) دوسرے وہ کیا قوانین اور وہ کتنی ضروری باتیں ہیں جن پر عمل کرنا لازمی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان اپنی حیات کو باقی رکھنے کے لئے اور اپنے کاموں میں سہولت حاصل کرنے کے لئے مختلف ابنائے جنس کا محتاج ہے اور اس کو جتنے بھی افراد متعلقہ کی ضرورت ہے اسی قدر افراد سے اس کا بہ حسن سلوک پیش آنا بھی ضروری ہے۔ ان میں سے بعض کی ضرورت تو فوری ہوتی ہے اور بعض کے ساتھ بہ حسن سلوک پیش آنا آئندہ معاملات زندگی میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ جیسے بچہ کی پرورش وغیرہ یا جیسے اپنے پرورش کرنے والوں کی خدمت کہ سلسلہ تربیت اولاد و خدمت مربی باقی رہے اور عالم میں فساد پیدا نہ ہو۔

اقسام افراد

(۱) والدین یا مربّی یا دایہ۔ (۲) اہل وعیال۔

(۳) ملازم و خادم و غلام و کنیز۔ (۴) اقرباء و احباب۔

(۵) ہمسایہ و ہم قوم۔ (۶) ہم مذہب۔

(۷) ہموطن (۸) استاد۔

۱۔ تدبیر منزل۔ سلوک بہ مربّیان خود پیغمبر اسلام کی والدہ کا نام آمنہ بنت وھب اور والد ماجد عبداللہ ابن عبدالمطلب ہیں۔ جب پیغمبر اسلام شکم مادر میں آٹھ ماہ کے تھے تو آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اور دستور عرب کے مطابق پیغمبر اسلام کو دایہ حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ چھ سال تک پیغمبر اسلام حلیمہ سعدیہ کے ساتھ رہے حلیمہ نے جب آپ کو عبدالمطلب کی خدمت میں پہنچایا تو آپ بعمر ۸ سال تک ان کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے اور آپ کی والدہ کی وفات اُس وقت ہوئی جب کہ آپ کی عمر چھ سال کی تھی عبدالمطلب نے محمدؐ کی تربیت و تعلیم اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کر دی تھی۔ ابوطالب نے پیغمبر اسلام کی تربیت نگہداشت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور ابوطالب پیغمبر اسلام کے حامی و مددگار رہے اور

آپ کی بعثت کے دسویں سال ابوطالب کی وفات ہوگئی۔ بعد وفات ابوطالب پیمبر اسلام پر کفار نے سختیاں کرنی شروع کر دیں اور پیمبر اسلام کو مجبوراً ہجرت کرنی پڑی۔

حسن سلوک به ثوبیہ پیمبر اسلام کو بعد ولادت سب سے پہلے ثوبیہ کنیز آزاد کردہ ابولہب نے چند روز دودھ پلایا۔ ثوبیہ کے گود میں اس کا اپنا بیٹا مسروح اس وقت موجود تھا یہی ثوبیہ حمزہ ابن عبدالمطلب کو اور اس کے قبل سابق شوہر ام سلمہ (ام المومنین) ابوسلمہ ابن عبدالاسد مخزومی کو بھی دودھ پلا چکی تھی۔

طبقات ابن سعد ص ۸۹ اجزمن ترجمہ۔

وکان رسول اللہ صلعم یصلھا وھو بمکۃ الخ۔ پیمبر اسلام ثوبیہ کو برابر عطایا اور صلہ جات عطا کرتے رہتے تھے اور خدیجہ بھی ثوبیہ کی بہت عزت و تکریم کرتی تھیں۔ ثوبیہ اس وقت تک ابولہب کی کنیزی میں تھی۔ خدیجہ نے ابولہب سے کہلا بھیجا کہ ثوبیہ کو ہمارے ہاتھ فروخت کر دو مگر ابولہب نے انکار کر دیا۔ مگر جب پیمبر اسلام نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ابولہب نے ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔ پیمبر اسلام قیام مدینہ کے زمانہ میں بھی لباس اور روپیہ سے ثوبیہ کی امداد کرتے رہتے تھے۔ ہجرت کے ساتویں سال جب آپ غزوۂ خیبر سے مدینہ واپس آئے تو سُنا کہ ثوبیہ مرگئی۔ آپ نے پوچھا کہ اُس کے بیٹے مسروح کا کیا حال ہے۔ بتایا گیا کہ وہ تو اس سے قبل مرچکا ہے اور ثوبیہ کے اقرباء سے کوئی باقی نہیں ہے۔

حسن سلوک به حلیمہ سعدیہ پیمبر اسلام نے صرف نو دن اپنی والدہ گرامی آمنہ بنت وہب کا دودھ پیا اور صرف دو ہفتہ ثوبیہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد حلیمہ سعدیہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ پیمبر اسلام کی وہ دایہ قرار پائی۔ بہ اختلاف روایات صرف ۴ سال یا ۵ سال حلیمہ نے آپ کو پرورش کیا اور دودھ پلایا۔ اور حلیمہ پیمبر اسلام کو ہر چھ ماہ کے بعد مکہ لاتی لاتی تھیں اور کچھ روز قیام کرنے کے بعد پھر آپ کو اپنے ہمراہ واپس لے جاتی تھیں۔

(۱) پہلا حسن سلوک:۔ پیمبر اسلام فخریہ فرمایا کرتے تھے۔ انا اعربکم انا من قریش۔ ولسانی لسان بنی سعد بن بکر۔ میں تم سب سے زیادہ فصیح ہوں کیوں کہ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بنی سعد بن بکر کی زبان ہے۔

پیمبر اسلام نے رہتی دنیا تک قبیلہ سعد کو وہ امتیاز و فخر عطا فرما دیا جو کسی دوسرے انعام سے ممکن نہ تھا۔ آپ کی فصاحت بلاغت عربوں میں مسلم ہے اور تاقیامت مسلم

رہے گی اور آپ نے لسانی لسان بنی سعد۔ فرماکر قبیلہ حلیمہ سعدیہ کو ممتاز فرما دیا اور اس طرح بے مثل اور بے بدل صلہ رضاعت کا عطا فرمایا۔

(۲) دوسرا احسن سلوک

طبقات ابن سعد جلد اوّل ص۱۱۳

(۱) استاذنت امرأۃ علی النبی صلعم قد کانت ارضعتہ فلما دخلت علیہ قال امی امی و عمد الی ردایہ فبسطہ الیھا فقعدت اعلیہ۔

اس عورت جس نے پیمبر اسلام کو دودھ پلایا تھا (حلیمہ) آپ سے اُس نے ملنے کی اجازت مانگی آپ کے سامنے جب وہ آئی تو آپ میری ماں میری ماں کہہ کر دوڑ پڑے اور فوراً اپنی عبا دوش سے اتار کر بچھا دی اور اس پر اس کو بٹھایا۔

•

(۲) طبقات ابن سعد (ترجمہ)

حلیمہ مکہ میں پیمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت پیمبر اسلام خدیجہ سے عقد کر چکے تھے، حلیمہ نے قحط پڑنے کی مصیبت بیان کی پیمبر اسلام نے خدیجہ سے بیان کیا اور پھر حلیمہ کو چالیس بکریاں اور چالیس تیز رفتار معہ ہودج کے اونٹ عطا کئے حلیمہ مسرور اپنے قبیلہ کی طرف واپس چلی گئیں۔

۳۔ حذاقہ المعروف بہ شیما بنت حلیمہ

تاریخ طبری و زرقانی۔ ترجمہ۔

حلیمہ کی ایک لڑکی کا نام حذاقہ تھا اسی کو عرف میں شیما کہتے ہیں۔ شیما بحالت طفلی و رضاعت محمدؐ کو کھلایا کرتی تھی۔ یہ لوری گاتی تھی۔

شیما کی لوری

یا ربنا ابق احمد محمدًا حتی اراہ یافعًا و امردًا

اے ہمارے خدا تو محمدؐ کی حفاظت کر جو قابل مدح ہے۔ حتی کہ میں ان کو بالغ اور جوان دیکھوں۔

ثم اراہ سیدًا و مسوّدًا والبیت اعادیہ معًا والحسد

واعطہ عزّ ایدوم ابدًا

پھر اس کو سید اور سردار دیکھوں اس کے دشمن اور حاسدوں کو ذلیل کر اور اس کو ایسی عزت عطا کر جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے

پیمبر اسلام نے اپنی اس رضاعی بہن کے ساتھ بھی اعلیٰ حسن سلوک کا نمونہ پیش کیا جب لشکر اسلام قبائل سرکش کو درس تبلیغ دے رہا تھا اور ان کو مغلوب و مفتوح کر رہا تھا تو اسی سلسلہ میں قبیلہ بنی سعد کا بھی نمبر آگیا۔ پیمبر اسلام نے اہل لشکر کو تنبیہہ کی اور بتایا کہ جب تم قبیلہ بنی سعد پر حملہ کرو اور غالب آؤ تو ان پر یکبارگی نہ ٹوٹ پڑو۔ حالانکہ ان کی زیادتیاں اور ظلم کتنے ہی تم سے بیان نہ کئے گئے ہوں۔

چنانچہ لشکر اسلام نے جب قبیلہ مذکورہ کو گرفتار کر لیا تو اس میں شیما بنت حارث بن عبداللہ بن عبد العزیٰ بھی تھی۔ شیما پیمبر اسلام کی رضاعی بہن تھی۔ شیما نے شور مچایا کہ مسلمانو! میں تمہارے رسول کی بہن ہوں۔ مسلمانوں کو یقین نہ آیا اور شیما کو پیمبر اسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ شیما نے پیمبر اسلام کو یاد دلایا اور جب پیمبر اسلام نے اس کو پہچان لیا تو فوراً اس کی تعظیم کی اس کے لئے اپنی عبا بچھا کر بٹھایا اور فرمایا کہ تم چاہو تو بہ آرام میرے پاس رہو، یا چاہو تو اپنے قبیلہ کی طرف واپس چلی جاؤ۔ شیما نے واپسی کو پسند کیا۔ چنانچہ اس کو ایک غلام مسمیٰ مکحول اور ایک کنیز اور بہت سا سامان دے کر رخصت کیا۔

طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۷۳

۳۔ حسن سلوک

مقام جعرانہ میں پیمبر اسلام کی خدمت میں قوم ہوازن اور بنی سعد کا وفد آیا اور اس کے خطیب ابو ثروہ زہیر ابن صرد نے پیمبر اسلام کو رشتہ رضاعت حلیمہ سعدیہ یاد دلایا اور متمنی معافی ہوئے۔ پیمبر اسلام اور لشکر نے ان سب کو آزاد کر دیا اور ان کا مال غنیمت سب ان کو واپس کر دیا اس کا تفصیلی بیان اسی کتاب میں دوسرے باب میں ہو چکا ہے۔ بنی ہوازن اور بنی سعد کے کئی ہزار افراد لشکر اسلام کے مقابلہ کو آئے تھے۔ دشمن اسلام تھے مگر پیمبر اسلام اور اہل اسلام نے ان کے ساتھ یہ حسن سلوک روا رکھا۔

۴۔ حسن سلوک با عبد المطلب

پیمبر اسلام کمسن تھے صرف ۸ سال کی عمر تھی جب آپ کے دادا عبد المطلب رئیس مکہ نے وفات پائی۔ بچہ بھلا اپنے مربی و بزرگ خاندان اور رئیس قوم کے ساتھ کیا حسن سلوک کر سکتا تھا۔ مگر پیمبر اسلام نے اس سلسلہ میں بھی آئین فلسفۂ اخلاق کی اہم فضیلت تدبیر منزل کے لوازم کو پورا کیا۔ اور جو ممکن الوقت تھا وہ کیا۔ طبقات ابن سعد۔

بانّ رسول اللہ صلعم یومئذٍ یبکی خلف سریر عبد المطلب۔

جب عبد المطلب جد پیمبر اسلام کی وفات ہو گئی اور آپ کا تابوت میت اعیان عرب کی دوش پر جا رہا تھا تو محمدؐ (جن کی عمر ۸ سال کے قریب تھی) روتے

ہوئے تابوتِ میت کے پیچھے پیچھے جارہے تھے۔

محمدؐ نے اپنی کمسنی میں اپنے جد عبدالمطلب کا پورا احترام کیا۔ اور اپنے کردار عمل سے کامل طور پر یہ بات واضح کردی کہ آپ اپنے بزرگان خاندان کا دل سے ادب کرتے ہیں۔ آپ کی اپنی خصائل کا نتیجہ تھا کہ عبدالمطلب اپنے اس پوتے کو تمام اولاد و احفاد سے زیادہ چاہتے تھے اور کسی وقت بھی ایک لمحہ کے لئے آپ کی جدائی کو گوارہ نہیں کرتے تھے اور چونکہ واقف و عالم کتب سماوی تھے لہذا جانتے تھے کہ محمدؐ خاتم النبیین ہیں۔ یہود و نصاریٰ اس کے دشمن ہیں۔ لہذا اپنی اولاد بلکہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اپنے وقت وفات اپنے معتمد ترین فرزند کو محمدؐ کے بارہ میں وصایا کیں اور سپردگی میں دے دیا۔

ایک مرتبہ صحن کعبہ میں اشراف و اعیان مکہ جمع تھے۔ عبدالمطلب امیر مکہ تھے ان کے لئے مسند بچھائی گئی تھی۔ اولاد۔ احفاد۔ اشراف کے لئے حسب مراتب جگہیں مخصوص تھیں۔ محمدؐ اتفاقاً آگئے اور آتے ہی اپنے دادا عبدالمطلب کی مسند پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں عبدالمطلب تشریف لے آئے اشراف خاندان نے چاہا کہ محمدؐ کو مسند سے ہٹادیں کہ عبدالمطلب نے ان کو ہٹانے سے ان کو روکا اور فرمایا۔

دعوا ابنی فو اللہ ان لہ لشانا۔

محمدؐ کو مسند سے ہٹانے والے لوگوں سے عبدالمطلب نے فرمایا کہ میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ مسند پر بیٹھنے دو کہ خدا کی قسم اس کے لئے ایک شان عظیم ہے اس کے بعد اپنے پہلو میں بٹھایا۔

محمدؐ نے اپنی کمسنی میں اپنے جد عبدالمطلب کے دل و دماغ پر اپنے اعلیٰ اخلاق کا ایسا اثر ڈالا تھا جس کی وجہ سے عبدالمطلب کا محمدؐ کے ساتھ یہ مشفقانہ سلوک تھا۔ خورد اور کمسن بچہ آئین تدبیر منزل پر عمل کیے اپنی عظمت بزرگوں کے دل میں پیدا کرسکتا ہے۔ پیمبر اسلام نے تدبیر منزل کا ہی نمونہ حیات عبدالمطلب میں پیش کیا۔

۵۔ حسن سلوک بہ ابوطالب و فاطمہ بنت اسد

ابوطالب ابن عبدالمطلب عم پیمبر اسلام عمر میں پیمبر اسلام سے ۳۵ سال بڑے تھے۔ جب پیمبر اسلام محمدؐ کی عمر ۸ سال کی تھی تو عبدالمطلب نے محمدؐ کو ابوطالب کی نگرانی میں دے دیا تھا۔ دسویں سال نبوت میں ابوطالب کی وفات ہوئی نبوت کے دسویں سال میں پیمبر اسلام کی عمر تقریباً ۵۳ سال ہوتی ہے ابوطالب نے پیمبر اسلام کی نگرانی۔ حفاظت تربیت اور تبلیغ توحید میں اعانت میں تقریباً ۴۲ سال صرف کئے۔ مورخین اسلام کا فیصلہ ہے کہ آغوش ابوطالب میں نبوت آخری نے پرورش

بائی۔ پروان چڑھی اور اپنی منزل ارتقاء تک پہنچی۔ جب ابوطالب کی وفات ہوگئی تو پیمبر اسلام کو بحالت مجبوری بحکم خدائے قدیر مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔ ابوطالب کے احسانات اسلام اور اور پیمبر اسلام پر اتنے ہیں جن کا شمار ناممکن ہے اور ان احسانات کا مقابلہ کوئی مسلم تاقیامت نہ کر سکے گا۔

اہل اسلام کی بدنصیبی ہے کہ وہ ایمان ابوطالب میں اختلاف کرکے اپنے محسن کے محسن کی احسان فراموشی کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔

احادیث اسلام و تاریخ اسلام کے اختلافات کا ہدف اس بے غرض محسن اسلام کو بناتے ہیں اور مومن کو کافر کہہ کر اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں۔ صاحبان نظر و اہل علم جانتے ہیں کہ لاکھوں احادیث شاہان وقت نے اپنے مقاصد دنیوی کے حصول کی غرض سے جھوٹی وضع کرائی ہیں اور یہی کتب احادیث موضوعہ کتب تاریخ اسلام کا ماخذ و منبع ہیں۔ جیسے جیسے علم عام ہوتا جاتا ہے اور صاحبان علم نقد و تبصرہ کرتے جاتے ہیں وہ اس حقیقت کو سمجھتے جاتے ہیں اور دن وہ آئے گا کہ چہرہ حسین اسلام سے جھوٹی اور موضوع احادیث کی نقاب داغدار دور ہو جائے گی اور حقیقت اسلام کی روشنی سے تمام عالم جگمگا اٹھے گا۔

عبارات مندرجہ تائید کلام میں پیش کرتا ہوں۔

حیات "محمدؐ" (مطبوعہ قاہرہ۔ مصر۔ صفحہ ۵) مصنفہ محمد حسین ہیکل

تائید اوّل

(۱) علی قول الدار قطنی۔ ولعل الحدیث لم یجمع فی الصدر الاول من الاسلام لما کان یروی عن النبی انہ قال لا تکتبوا عنی شیئاً غیر القران ومن کتب شیئاً غیر القران فلیمحہ۔

اسلام کے صدر اوّل میں حدیث جمع نہیں ہوئی کیوں کہ نبی کریم نے فرمایا۔ میری طرف سے یا مجھسے بجز قرآن کے کچھ نہ لکھو اور جس نے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہو وہ اس کو مٹا دے۔

(۲) ھذا المقیاس الذی روی عن النبی من وجوب عرض ما یروی عنہ علی القران، فما وافق القران فمن الرسول وما خالفہ فلیس منہ۔

نبی کریم سے جو کچھ قرآن کے بارہ میں روایت کیا جائے اس کی کسوٹی یہ ہے کہ جو قرآن کے مطابق و موافق ہو وہ حدیث رسول ہے اور جو خلاف قران ہو وہ حدیث رسول نہیں ہے۔

(٣) فلمّا كانت دولة العباسية و جاء المامون بعد قرابة قرنين من وفاة النبي كان قد اذيع من هذه الاحاديث الموضوعة۔ عشرات الوف ومثلها وكان لهم ان ينازعوا الخليفة في آرائه مخافة ما يحل بهم۔

(۳) جب عہد سلطنت عباسیہ تھا اور مامون خلیفہ ہوا تو وفات نبوی کو دو قرن مدت گزر چکی تھی اس وقت جھوٹی احادیث کی نشر و اشاعت کی گئی۔ ان احادیث موضوعہ کی تعداد تقریباً ۲۰ ہزار تھی اور جامعین حدیث میں اتنی جرائت نہ تھی کہ وہ خلیفہ سے نزاع مول لیں کیونکہ ان پر خوف عذاب طاری تھا۔

(٤) ويكفي ان يذكر الانسان ما كابده البخاري من مشاق واسفار في مختلف اقطار دولة الاسلامية لجمع الحديث وتمحيصه وما رواه بعد ذلك من انه الفى الاحاديث المتداولة تربي على ستمائة الف حديث لم يصح لديه منها اكثر من اربعة آلاف۔

(۴) انسان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جیسا کہ امام بخاری نے بعد صعوبات سفر اور مصائب شاقہ اُٹھا کر ممالک اسلامیہ کا سفر احادیث جمع کرنے کے لئے اختیار کیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے روایت کی ہے کہ دو ہزار احادیث متداولہ کو چھ لاکھ احادیث سے ماخوذ کیا ہے بخاری کے نزدیک ان چھ لاکھ میں سے چار ہزار سے زیادہ مرفوع یا صحیح نہیں ہیں۔

(٥) فلما استتبت الامر لبني امية جعل المحدثون المتصلون بني امية يضعفون ما روى عن علي ابن ابي طالب وفضائله في حين جعل انصار علي واهل البيت النبي يزيدون في هذه الاحاديث ويحاولون اذاعتها بكل الوسائل، كما جعلوا يعارضون عمّا يروى عن عائشه ام المومنين ومن طريف ما يروى في ذالك ما رواه ابن عساكر عن

(۵) جبکہ امر خلافت بہ بنی اُمیہ قابض ہو گئے تو بنی امیہ کے محدثین جو کہ ان سے ملحق تھے۔ ان احادیث کو جو علی مرتضیٰ سے مروی ہوتی تھیں کمزور و ضعیف کرتے تھے۔ اسی طرح فضائل علیؑ میں جو احادیث تھیں ان کو بھی ضعیف کرتے تھے اور اسی طرح انصار علی و اہلبیت نبوی بھی اصل احادیث میں اضافہ کرتے تھے اور اس کی نشر و اشاعت کو بہر صورت اختیار کرتے تھے۔ جیسا کہ وہ لوگ ان احادیث کو پیش کرتے تھے جو عائشہ ام المومنین سے مروی تھیں اور طریف نے

ابی سعید اسماعیل بن المثنّیٰ الاسترابازی اذکان یعظ بدمشق فقام الیہ رجل مسالۂ عن قول النبی انامدینۃ العلم وعلی بابہا۔ فاطرق اسماعیل لحظۃ ثم رفع راسہ وقال نعم لایعرف ھذا الحدیث عن النبی الامن کان صدرا فی الاسلام انما قال النبی انامدینۃ العلم وابوبکر اساسہا وعمر حیطانہا وعثمان سقفہا وعلی بابہا فسر الحاضرون بذلک وطلبوا الی اسمعیل ان یذکر لھم باسنادہ فاغتم لعجزہ وکذالک کانت الاحادیث تلفق الاغراض سیاسیۃ والاھواء عاجلۃ وقد کثرت ھذہ الاحادیث الموضوعۃ کثرۃ راعت المسلمین لمنافاۃ الکثیر منھا لمعانی کتاب اللہ۔

جو کچھ روایت کیا ہے اس بارہ میں جس کو ابن عساکر نے ابی سعید اسماعیل بن المثنی استرابادی سے روایت کیا ہے۔ ایک دن اسماعیل بن المثنی استرابادی دمشق میں وعظ کہہ رہے تھے اسی اثنا میں ایک شخص جلسہ میں کھڑا ہوگیا اور اس نے پیمبر خدا کی اس حدیث کے بارہ میں پوچھا "میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے"۔ اسماعیل نے ایک لحظہ سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھایا اور کہا۔ ہاں۔ یہ حدیث پیغمبر خدا کی نہیں سمجھی جاتی ہے۔ مگر یہ کہ جیسا کہ صدر اسلام میں تھا کہ رسول خدا نے فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی بنیاد ہیں اور عمر اس کی چار دیواری ہیں اور عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں"۔ یہ سن کر حاضرین ہنس پڑے اور اسماعیل سے انھوں نے اس حدیث کی اسناد کو پوچھا کہ ان کو اس حدیث کی سند وراوی بتائے اسمٰعیل اپنی عاجزی پر مغموم ہوا۔ اسی طرح احادیث اغراض سیاسی اور اور خواہشات عاجلہ کے لئے موضوع کی جاتی تھیں اور سلطانوں کی خوشنودی کے لئے احادیث موضوعہ کی کثرت ہوگئی اور انہی احادیث جو کتاب خدا (قرآن) کے احکام کے منافی وخلاف ہیں بکثرت رائج ہوگئیں۔ اور جو کچھ کتاب خدا میں ہے اس کے خلاف ان احادیث میں موجود ہے۔

روضۃ الصفاء۔ اسنی المطالب خلاصہ کتاب امام الحرمین علامہ برزنجی۔ (ترجمہ)

جب وفات ابوطالب کا وقت قریب آیا تو بکثرت اشراف داعیان مکہ جمع ہوگئے۔ اس وقت بستر علالت سے بھی ابوطالب نے قوم کے افراد کو ان الفاظ میں مخاطب کیا۔ "اے معشر قریش تم مخلوق خدا میں برگزیدہ

ہو۔ اور قلب عرب ہو۔ تم سردار و قابل اتباع ہو۔ اور تم میں فراخ سینہ اور شجاع ہوتے ہیں۔ عرب کی خوبیاں تم میں سب جمع ہیں اور ہر فضیلت تم میں جمع ہو گئی ہے۔ تم دوسروں کے لئے وسیلہ ہو عوام تمھارے آلات حرب ہیں اور تمھاری طرف سے جنگ کرنے والے ہیں۔ میں تم کو خانہ کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ کعبہ میں رضائے الٰہی ہے۔ روزی و معاش کا ذریعہ ہے اور سامان کی درستی ہے۔ تم صلہ رحم اختیار کرو کیوں کہ صلہ رحم میں کشائش و فلاح ہے اور عمر کی زیادتی ہے اور نسل کی کثرت ہے۔ بغاوت اور سرکشی کو ترک کرو کہ ان دونوں کی وجہ سے سابقہ قومیں ہلاک ہو چکی ہیں۔ پکارنے والے کی دعوت کو قبول کرو۔ اور سائل کی حاجت پوری کرو کیوں کہ ان میں شرف زندگی دعوت ہے۔ سچ بولو۔ امانت ادا کرو۔ کیوں کہ اس سے خواص و عوام میں عزت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

واوصیکم بمحمد خیراً فانہ الامین فی قریش والصدیق فی العرب۔

اور میں تم کو محمدؐ کے بارہ میں نیکی کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ وہ قوم قریش میں امین ہے اور تمام اہل عرب کے نزدیک صادق ہے اور جن امور کی میں نے تم کو وصیت کی ہے آں کا محمد جامع ہے۔ وہ ایسا امر لے کر آیا ہے کہ جس کو دل تو قبول کرتا ہے مگر زبان بخوفِ طعن انکار کرتی ہے۔

خدا کی قسم میں گویا عرب کے غرباء و اہل اطراف و ضعفاء کو دیکھتا ہوں کہ انھوں نے اس کا پیغام قبول کر لیا ہے اور اس کے کلام کو برحق مان لیا ہے اور اس کے حکم کو بزرگ مان لیا ہے اور محمدؐ ان کو اپنے ساتھ لے کر موت کے گرداب میں کود پڑا ہے اور وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں اور سرداران قریش ذلیل و خوار ہو گئے ہیں جو زبردست تھے وہ زیردست ہو گئے ہیں جو لوگ اپنے آپ کو محمد سے بڑھ کر سمجھتے تھے وہ اس کے محتاج بن گئے ہیں اور جو اس سے دور تھے قریب آ گئے ہیں۔ اعراب بادیہ نے اس کی خالص دوستی اختیار کر لی ہے اور اپنے آپ کو اس کے اختیار میں دیدیا ہے۔ اے معشر قریش اس کے دوست بن جاؤ اور اس کے گروہ کے حامی بن جاؤ اور قسم بہ خدا کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی راہ چلے اور نیکی نہ پائے اور اس کا ہدیہ قبول کرے اور سعید نہ ہو جائے۔ اور اگر میری زندگی میں کچھ مدت باقی ہوتی اور موت میں ابھی تاخیر ہوتی تو میں ہر قسم کے مصائب اور شدائد کو ان سے دور کرتا اور پھر قوم قریش سے کہا کہ جب تک تم محمد کی سنتے رہوگے اور اس کے احکام کی پیروی کئے جاؤگے تو تم ہدایت پاؤگے اور راہ راست پر رہو گے۔"

(۲) روضتہ الصفاء۔

بوقت وفات پیغمبر اسلام ابو طالب کے پاس آئے اور فرمایا اے چچا۔ آپ نے بچپن میں میری پرورش

کی اور جوانی و کبر سنی میں میری حفاظت کی اب آپ میری مدد کیجئے صرف کلمہ توحید پڑھنے ہیں۔ ابوطالب نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے بہی خواہ ہو اور بخدا اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے مرنے کے بعد لوگ تم کو ملامت کریں گے کہ تمہارا چچا ڈر گیا تو میں تمہاری آنکھیں اس کلمہ سے روشن کر دیتا اور اسی وقت ابوطالب نے یہ اشعار پڑھے۔

ودعوتنی وعلمت انک ناصحی ۔ ولقد صدقت وکنت فیہ امینا
واظہرت دینا قد علمت بانہ ۔ من خیر ادیان البریہ دینا
لولا الملامۃ آخذا انی دینہ ۔ وجدتنی سمحا بذالک مبینا

قریش چوں این ابیات شنیدند از ابو طالب فریاد برآوردند کہ از ملت پدراں خود عبدالمطلب و ہاشم و عبد مناف برمی گردی جواب داد کہ ابوطالب بر ملت اشیاخ خود می رود۔

خلاصہ:۔ ابوطالب نے اپنے اشعار میں کہا کہ اے محمد بے شک تم میرے ناصح ہو، تم صادق ہو۔ اور امین ہو۔ تم نے جو دین ظاہر کیا ہے وہ دین میرے نزدیک تمام دینوں اور مذاہب سے افضل ہے اگر مجھ کو ملامت قریش کا خوف نہ ہوتا تو میں ظاہر بظاہر اظہار کر دیتا۔

قوم قریش نے ابوطالب کی زبان سے یہ اشعار سنے تو شور و غوغا مچا دیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ تو غضب ہو گیا کہ ابوطالب اپنے اجداد۔ عبدالمطلب۔ ہاشم۔ عبد مناف کے دین سے پھر گئے اس وقت ابوطالب نے فرمایا کہ میں اپنے اجداد کے دین پر دنیا سے جاتا ہوں۔ ظاہر اجداد ابوطالب وہی ہیں جو اجداد پیمبر اسلام ہیں۔ ان میں اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ انبیاء بھی داخل ہیں۔ ابوطالب نے صحیح فرمایا کہ میرے اجداد سب مسلم ہیں اور میں مسلم ہوں۔

(۳) روضۃ الصفاء:۔

انگاہ حال وے تغیر یافتہ و زبان در دہان جنبانید۔۔۔ عباس گوش نزدیک دہان ابوطالب بردو سر برآورد و پیغمبر گفت اے برادر زادہ من آں کلمہ کہ تو بہ گفتن آں امر بودی می گوید۔

(ترجمہ) جب ابوطالب کی حالت نزع پہنچی تو دہن میں زبان کو حرکت دی۔ عباس نے اپنا کان لگایا اور پیمبر اسلام سے کہا کہ اے بھتیجے ابوطالب وہی کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ جو تم نے پڑھایا تھا۔

ابوطالب اور اولاد ابوطالب نے ہمیشہ پیمبر اسلام کی بے عذر خدمات انجام دیں انہ ابوطالب نے تو اپنی اولاد صلبی پر بھی پیمبر اسلام کو ترجیح دی اور تقریباً ۴۴ سال پیمبر اسلام کی خدمت و اعانت۔ حفاظت

میں سینہ سپر رہے۔ اور دسویں سال نبوت تک جتنے بھی مسلمان ہوئے وہ سب ابوطالب کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ کیوں کہ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ بعد وفات ابوطالب پیمبر اسلام کا مکہ میں قیام کرنا محال ہو گیا نہ کہ کسی کا مسلمان ہونا بلکہ مسلمانوں کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے۔

ان حالات میں کہ ابوطالب نے محمدؐ کی ہی خدمات نہیں کی تھیں بلکہ اسلام کی نصرت وحفاظت اس طرح کی تھی جس کی مثال تاریخ ادیان عالم میں نہیں مل سکتی ہے۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ محمدؐ مجسمہ اخلاق ہوتے ہوئے اس محسن ذاتی اور محسن اسلام کی خدمات کا کوئی صلہ نہ دیں اور اپنی آنکھوں سے (العوذ باللہ) ابوطالب کو جہنم میں دیکھیں۔ محمدؐ کا فریضہ تو یہ تھا کہ جس طرح ابوطالب نے اپنی جان اولاد۔ مال ان پر قربان کیا تھا اور ۴۲ سال تک یہی خدمات انجام دی تھیں۔ پیمبر اسلام بھی جب تک ابوطالب کو جنت الفردوس میں گلگشت کرتے ہوئے تو دیکھ لیتے خاموش نہ بیٹھتے۔ خدا تو محمدؐ سے یہ کہے کہ فسیعطیک ربک فترضیٰ۔ اے محمدؐ میں تم کو اتنا عطا کروں گا کہ تم کو راضی کر لوں گا۔ خدا محمد صلعم سے یہ وعدہ کرے اور عالمین جنت و دوزخ۔ کوثر کا مالک بنا دے اور محمد صلعم محسن اسلام اور محسن نبوت کو جہنم میں نے جاتا ہوا دیکھیں۔ کیا یہ ممکن تھا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ صرف اغراض سیاسی کی وجہ سے ابوطالب کو بحیثیت علیؑ کے باپ ہونے کے موضوعہ احادیث کا ہدف بنایا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ ابوطالب کے سرہانے پیمبر اسلام وقت وفات بیٹھے۔ کلمہ پڑھایا۔ روئے اور بعد وفات ۳ روز تک سوگ منایا اور شبانہ روز ابوطالب کی جانب سے استغفار پڑھا۔ عبادات کیں اور ان کے درجات عالیہ جنت میں دیکھے۔ چنانچہ صاحب روضۃ الصفا نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"بعد از فوت او چندروز درخانہ نشستہ وطلب آمرزش واستغفار می نمود"

(ترجمہ) "ابوطالب کی وفات کے بعد پیمبر اسلام اپنے گھر میں کئی روز تک مقیم رہے اور ابوطالب کے لئے طلب بخشش کرتے رہے"۔

پیمبر اسلام نے ابوطالب کا سوگ منا کر اُن کے لئے تین شبانہ روز استغفار کر کے۔ سر بالیں بیٹھ کر کلمہ پڑھا کر قوانین اخلاق کی تکمیل کی اور تدبیر منزل کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ ورنہ سیرت نبوی اس نمونہ سے خالی رہ جاتی اور ایک محسن عدیم المثال کا حق الخدمت بذمہ خدا و رسول و ذات محمدؐ باقی رہ جاتا۔

ابوطالب کے سر بالیں پیمبر اسلام کا بیٹھنا اور ان کے وقت نزع اُن کے قریب رہنا تسلی دینا زبان پر کلمہ اسلام کے جاری رکھنے کی فرمائش کرنا اور جب لکنت زبان بوجہ حالت نزع زیادہ ہو گئی تو

پیمبر خدا کا خود کلمہ پڑھا کر سنانا اور عباس ابن عبد المطلب کا شہادت کلمہ دینا یہ سب باتیں اس لئے ہوئیں۔ تاکہ اہل اسلام کا یہی طریقہ ہو جائے اور سنت نبوی بن جائے کہ بوقت نزع مسلم کے سرہانے اس کے دوست واعزا و جمع رہیں۔ اس کے اعضاء کو درست رکھیں۔ موت کی تکلیف کی وجہ سے آنکھ منھ کھلا نہ رہ جائے و نیز ہاتھ و پاؤں ٹیڑھے نہ ہو جائیں۔ علاوہ بریں۔ اسلام عالم انسانیت میں محبت و ہمدردی کا درس دینے آیا تھا۔ لہذا بوقت نزع ہمدردی و اظہار محبت کا مخصوص وقت ہوتا ہے۔ بعض اقوام و مذاہب میں پہلے بھی دستور تھا اور اب بھی یہی دستور ہے کہ مرتے ہوئے انسان کو زمین پر اوندھا ڈال کر اس کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور جب وہ مر جاتا ہے تو اس کو دفن کر دیتے ہیں یا جلا دیتے ہیں۔ غالباً زندہ لوگ اس کے پاس اس لئے نہیں جاتے یا رہتے کہ کہیں ملک الموت غلط فہمی میں حاضرین میں سے کسی دوسر کی روح قبض نہ کرے۔ پیمبر اسلام نے اپنے ہر طرز عمل سے انسانی اخوت و محبت و ایثار کا اعلیٰ درس دیا ہے لہذا پیمبر اسلام کے لئے اس درس دینے کا یہ پہلا موقعہ تھا کہ آپ ابو طالب کے سرہانے بھی بیٹھے۔ کلمہ بھی پڑھایا۔ وصایا کو بھی سنایا۔ اور تجہیز و تکفین بھی کی اور علیؑ کو تجہیز و تکفین کی کل ہدایتیں کیں کیونکہ باپ کے انتقال کے بعد بیٹا اس کے امور کا ذمہ دار ہوتا ہے اور یہ طریقہ بھی رائج کرنا تھا کہ والدین کی تجہیز و تکفین اولاد کے ذمہ رہے۔

(۴) ناسخ التواریخ جلد ۱ کتاب دوم صفحہ ۶۹۷ (ترجمہ)

چوں ابو طالب وفات کرد و اورا بر سریر جائے دادند پیغمبر بر سر او حاضر شد و گفت۔

وصلت رحمك وجزيت خيراً يا عم	بوقت وفات ابو طالب پیمبر اسلام تابوت ابو طالب کے
ولقد ربيت وكفلت صغيراً و	سرہانے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے چچا
وازرت ونصرت كبيراً اما والله	آپ نے صلہ رحم پورا کیا اور بہترین صلہ رحم۔
لاشفعن لعمی شفاعة يعجب بها	اے چچا آپ نے مجھ کو پالا میری کفالت طفلی میں کی
اهل الثقلين۔	میرا بوجھ اٹھایا اور بہت بڑی نصرت کی۔ یقیناً خدا کی
	قسم میں اپنے چچا کی شفاعت روز قیامت اس طرح
	کروں گا کہ اہل ارض و اہل سموات تعجب کریں گے۔

(یعنی پیمبر اسلام اپنی شفاعت سے ابو طالب کو وہ درجہ عالیہ خدا سے دلوائیں گے کہ اہل عالمین کو تعجب ہوگا۔)

(۵) تاریخ طبری جلد ۴۔ (فارسی ترجمہ)

کہ ابو طالب بیمار شد و پیغامبر صلعم ازیں حال سخت تافتہ شد۔ و دراں بیماری شب و روز در

خانہ ابو طالب بود، وہر کس کہ نزد ابو طالب رفتے باد گفتے کہ بہ دین محمدؐ در آئی کہ این در راست گوی است۔"

(ترجمہ) ابو طالب بیمار ہوگئے تو پیمبر اسلام کو سخت پریشانی و فکر ہوئی۔ ابو طالب کی علالت کے دوران پیمبر اسلام ابو طالب ہی کے مکان پر رات دن رہتے تھے۔ اور جو شخص ابو طالب کے مزاج پرسی کو آتا تھا تو ابو طالب اس شخص سے کہتے تھے کہ محمد کے دین میں داخل ہو جاؤ کہ وہ امین ہے اور صادق ہے۔"

عبارات تاریخی سے ثابت ہو گیا کہ پیمبر اسلام نے ابو طالب کی بزرگانہ عزت و تکریم و تعظیم ان کے حقوق کا اعتراف کیا۔ ان کے ساتھ اسی طرح کے تعلقات رکھے کہ ان کو محمدؐ اپنی اولاد۔ جان سب سے زیادہ محبوب ہوگئے۔ آپ نے ابو طالب کا وہ حق کہ اُنھوں نے محمد کو صغیر سنی سے پرورش کیا تھا اس طرح ادا کیا کہ علیؑ کو خود ابو طالب سے لے لیا اور خود تربیت و تعلیم دی اور دنیا و آخرت میں اپنا اخی۔ وزیر و جانشین بنالیا۔ پھر صرف اتنا ہی نہیں بلکہ علیؑ کو اپنی پارہ جگر بیٹی بھی دے دی اور نسل علی میں اپنی نسل و نبوت و امامت کی شرافت کو تا ابد رکھ دیا۔ ابو طالب کی حالت مرض میں شبانہ روز تیمار داری کی۔ بوقت نزع ہمدردی کی اور کلمۂ طیبہ پڑھاتے رہے۔ بعد وفات علیؑ کے ذریعہ تجہیز و تکفین کا سامان کرایا۔ اور خود تابوت کے سرہانے کھڑے ہو کر ابو طالب کی محبت۔ حمایت و نصرت و تربیت کا اعتراف و اقرار کیا۔ بعد وفات ابو طالب تین دن تک سوگ منایا اور شبانہ روز دعائے مغفرت کرتے رہے۔ بعد دفن کے تمام زندگی اولاد ابو طالب کی نگہداشت کرتے رہے اور ان کو مرکز شرف ہر دو جہان بنا دیا۔

پیمبر اسلام نے تدبیر منزل کے وہ اعلیٰ نمونے قائم کئے ہیں جن پر عمل کر کے ہر انسان دنیوی عزت و اُخروی فلاح حاصل کر سکتا ہے۔

۶۔ حسن سلوک بہ فاطمہ بنت اسد

فاطمہ بنت اسد زوجۂ ابو طالب اور مادر گرامی علی مرتضیٰ تھیں۔ پیمبر اسلام بعد وفات عبد المطلب حسب وصیت عبد المطلب ابو طالب کی تولیت و تربیت میں آگئے تھے۔ اس وقت پیمبر اسلام کی عمر تقریباً ۸ سال کی تھی۔ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ۳ھ میں ہوا ہے اور اُنھوں نے ہجرت مدینہ کی تھی۔ جنت البقیع (مدینہ) میں آپ کی قبر مبارک ہے۔ ابو طالب نے پیمبر اسلام کی حفاظت تربیت اور نصرت دسویں سال نبوت تک یعنی تقریباً ۴۲ سال کی تھی اور فاطمہ بنت اسد نے پیمبر اسلام کی

پرورش اور نگہداشت ۴۵ سال تک کی۔ محترمہ نے جو جو تکالیف اور مصائب محمدؐ کی خاطر برداشت کئے ہیں وہ کسی ماں کے لئے بھی آسان کام نہ تھا۔ تین سال شعب ابی طالب میں محمدؐ والوطالب اور ان کی اولاد کو مقید رہنا پڑا۔ اور صرف ان کا قصور یہ تھا کہ کفار قریش کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے تھے اور وہ حکم یہ تھا کہ ابوطالب محمد کو قتل کرنے کے لئے ہر ممکن معاوضہ کے عوض اُن کو سپرد کردیں۔ ابوطالب اور ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت اسد نے سالہا سال گوناگوں مصائب برداشت کئے مگر نصرت و حفاظت محمدؐ میں کمی نہ آنے دی بحیثیت عورت ہونے کے فاطمہ بنت اسد کو محمدؐ کی خدمت و محبت و دلاسا و تشفی زیادہ کرنی پڑی حالت یہ تھی کہ بخوف جان محمدؐ کے بستر پر اپنے کسی لڑکے کو کچھ رات گئے سُلا دیتیں اور پھر محمد کو سُلاتیں رات کو کئی بار ایسا ہی کرتیں کہ مبادا یہود و نصاریٰ محمدؐ کو قتل نہ کردیں اپنے بچوں کو اس وقت تک کھانا نہ کھلاتیں جب تک محمدؐ دستر خوان پر نہ بیٹھتے اس کتاب میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ ان ضمنی حالات کو بہ تفصیل لکھا جائے۔ مختصر یہ کہ فاطمہ بنت اسد نے ۴۵ سال تک محمد کی خدمت نصرت اور محبت کی اس کے جواب میں مطابق قوانین فلسفہ اخلاق و تدبیر منزل محمدؐ نے کیا کیا۔

(۱) محمد صلعم نے اپنی چچی کے ساتھ ایسی محبت کا برتاؤ کیا کہ آپ اُن کی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہوگئے۔

(۲) محمدؐ نے اپنی چچی کے ساتھ بعد وفات ابوطالب ایسی مدد کی جوان کی اولاد سے بھی ممکن نہ تھی۔

(۳) محمدؐ نے فاطمہ بنت اسد کو ہمیشہ امی۔ میری ماں کہہ کر پکارا۔ اور ہر معاملہ خورد و نوش و ملبوس میں ان کی رضا کو مقدم رکھا۔

(۴) محمدؐ نے محترمہ چچی کی اولاد کو دین و دنیا کا شرف بخشا اور ان کو حقیقی بھائیوں کی طرح بھائی لئے وہ جاں نثار اسلام ثابت ہوئے۔

(۵) محمدؐ نے بوقت نزع و بعد وفات اپنی چچی کے ساتھ وہ ہمدردانہ سلوک کیا جس سے بہتر سلوک ناممکن ہے۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) اسد الغابتہ فی معرفتہ صحابہ علامہ ابن اثیر۔ انس ابن مالک قال لما ماتت فاطمہ بنت اسد ابن ھاشم ام علی فدخل علیھا رسول اللہ صلعم وجلس عند راسھا و قال رحمک اللہ یا

(۱) اسد الغابہ فی معرفتہ صحابہ۔ علامہ ابن اثیر انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم علی کی ماں کا انتقال ہوگیا تو پیغمبر اسلام ان کے جنازہ پر گئے اور سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا۔ اے میری ماں خدا تم پر رحم کرے۔ تم

امی کنت امی بعد امی تجوعین وتشبعینی وتعرین وتکسینی وتمنعین نفسک طیب الطعام وتطعمنی تریدین بذالک وجہ اللہ والدار الآخرۃ۔

تم میری ماں کے بعد میری ماں تھیں تم خود بھوکی رہتیں اور مجھ کو کھلاتی تھیں اور خود ملبوس بوسیدہ پہنتی تھیں اور مجھ کو لباس عمدہ پہناتی تھیں۔ اور تم اپنے نفس کو عمدہ غذا سے باز رکھتی تھیں اور مجھے عمدہ غذا کھلاتی تھیں۔ آپ یہ حسن سلوک مجھ سے خدا کی رضا و نجات آخرت کے لئے کرتی تھیں۔

(۲) وقال انس امر بغسلها فلما بلغ الماء الذی فیہ الکافور اسکبہ رسول اللہ صلعم بیدہ علیہا والبسہا قمیصہ وامر عمر واسامہ بن زید وابو ایوب الانصاری بحفر قبرہ وادخلها فیہ هو وابوبکر والعباس ثم دعا بھذا الدعا اللھم اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد والقہا حجتہا ووسع علیہا مدخلہا بحق نبیک محمد والانبیاء الذین من قبلی انک انت ارحم الراحمین۔

(۲) انس کہتے ہیں کہ پیمبر اسلام نے پھر اُن کے غسل کا حکم دیا۔ جب آب کافور ڈالنے کا وقت آیا۔ تو پیمبر اسلام نے اپنے ہاتھ سے وہ پانی ان پر ڈالا۔ پھر اپنی قمیص اُن کو پہنائی۔ عمر ابن الخطاب اسامہ بن زید اور ابو ایوب انصاری کو قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبر کھد چکی تو آپ خود اس میں لیٹ گئے اور اس کے بعد ابوبکر و عباس نے فاطمہ بنت اسد کی میت کو قبر میں اُتارا پھر آپ نے یہ دعا پڑھی۔ اے اللہ تو میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما۔ اور تلقین کر اس کو دلیل اور قبر کو کشادہ فرما بحق اپنے نبی محمد کے و بواسطہ تمام انبیاء سلف جو مجھ سے پہلے تھے۔ تو یقیناً بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔

(۳) وروی عن ابن عباس نحو ذلک و زاد فقالوا ما رأیناک صنعت باحد ما صنعت بہذہ قال انہ لم یکن بعد ابی طالب ابر منها البستها قمیصی لتکسی من حلل الجنۃ واضطجعت فی قبرها لیهون علیها عذاب القبر۔

(۳) ابن عباس سے بھی یہی روایت ہے مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ پیمبر اسلام قبر میں لیٹ گئے تو اصحاب نے دریافت کیا کہ آپ نے فاطمہ بنت اسد کے ساتھ وہ معاملہ کیا ہے جو آج تک کسی کے ساتھ نہیں کیا ہے۔ پیمبر اسلام نے جواب دیا کہ ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ نیکی کرنے والا کوئی دوسرا نہ تھا۔ میں نے اس لئے اپنی قمیص ان کو پہنا دی کہ وہ حلہ بہشت جنت میں پہنیں۔ ان کی قبر میں اس لئے لیٹا

(۴) وروی عن علیؑ باختلاف یسیر۔

کہ عذاب قبر ان پر آسان ہو جائے۔ اسی روایت کو علی مرتضیٰ نے بھی باختلاف قلیل بیان کیا ہے۔

مذکورہ حوالہ جات تاریخی سے بخوبی واضح ہو گیا کہ پیمبر اسلام نے اپنے بزرگوں نے ساتھ کیا حسن سلوک کیا اور ان کے قلوب میں کس طرح اپنی محبت اور اپنے دین کی ہمدردی پیدا کی۔ اور تدبیر منزل کے اس شعبہ کے خدوخال کو کتنا اجاگر کیا اور عالم انسانیت کے لئے تدبیر منزل کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔

پیمبر اسلام نے اپنے بزرگوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے اس کو تفصیلی بیان کرنا مقصود اس لئے نہیں ہے کہ اس کتاب کا موضوع صرف اسی قدر امثال بطور ثبوت تاریخی چاہتا ہے۔ ورنہ اگر تفصیلی حالات لکھے جائیں تو دفاتر ضخیم کی ضرورت ہے اور کتاب ہذا مجلد کثیر پر مشتمل ہو جائے گی۔

۷۔ تدبیر منزل حسن سلوک بہ اقرباؤ اعزا سلوک بہ غلامان در سفر تجارت شام

مندرجہ بالا سطور میں پیمبر اسلام کا وہ شعبہ تدبیر منزل لکھا گیا جس کا تعلق اسلاف اجداد مربیان اور بزرگوں سے تھا۔ آئندہ سطور میں پیمبر اسلام کا وہ طرز زندگی بیان ہوگا جس کا تعلق اقرباو۔ احباب۔ اصحاب۔ اعزا۔ خورد۔ کلاں۔ اولاد۔ ہمسایہ ہم قوم و غلام و کنیز اور خدام سے ہے۔

پیمبر اسلام کی عمر تقریباً ۲۲ سال تھی کہ آپ نے خدیجہ کا مال تجارت ہمراہ لے کر ملک شام کی طرف سفر کیا تھا جس وقت سامان تجارت اونٹوں پر بار ہونے لگا تو خدیجہ کے غلام یہ کام انجام دے رہے تھے مگر سامان کے بار کرنے میں بہت تاخیر کام کر رہے تھے۔ پیمبر اسلام نے دیکھا کہ غلاموں کو بوجہ شدید گرم موسم ہونے کے سامان اُٹھانے میں سخت پریشانی ہو رہی ہے۔ لہذا آپ خود آمادہ ہو گئے اور ان غلاموں سے کہا کہ تم کچھ دیر آرام کرو میں سامان اونٹوں پہ بار کرتا ہوں یہ کہہ کر قبا کے دامن سمیٹے اور تمام سامان کو آناً فاناً اونٹوں پہ بار کر دیا اور اس طرح سے غلام اور آقا کا فرق مٹا کر انسانی مساوات کا درس دیا۔ و نیز غلاموں کے ساتھ یہ حسن سلوک برت کر تدبیر منزل کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا اور غلاموں کے قلوب میں اپنی محبت پیدا کر دی چنانچہ اس کا ثبوت آپ کو آئندہ واقعہ سے ملے گا۔

۸۔ حسن سلوک بہ رفقائے سفر شام

جب قافلہ تجارت روانہ ہو کر تمام حجفۃ الوداع پر پہنچا اس وقت مطعم بن عدی کو خیال آیا کہ سفر سخت دور و دراز ہے اہل قافلہ پر ایک حاکم ضرور مقرر ہونا چاہئے تاکہ راہ کے خطرات میں سب اہل قافلہ اس حاکم کے ذریعہ یک رائے اور یکجہت ہو کر ہر سامنے آنے والے دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ اہل قافلہ نے مطعم بن عدی کی یہ رائے پسند کر لی اور باہمی طریقہ پر طے ہونے لگا کہ اس قافلہ میں کون ایسا ہے جس کے حکم کی

تعمیل بے چون و چرا ہر قبیلہ کے افراد کر سکیں۔ بنی مخزوم نے رائے دی کہ ابو جہل کو ہم اپنا سردار و حاکم قافلہ بناتے ہیں۔ بنو عدی نے کہا کہ ہم مطعم کو اپنا سردار منتخب کرتے ہیں۔ بنو نضیر نے نضر بن حارث کو سردار قافلہ تجویز کیا۔ بنو زہرہ نے احیحہ بن حلاج پر اتفاق رائے کر لیا۔ بنو لوے نے ابو سفیان کو حاکم قافلہ بنانے کی تجویز پیش کر دی۔ خدیجہ کا غلام جو مال خدیجہ پر نگراں تھا اور خدیجہ کا نمائندہ تجارت تھا۔ آگے بڑھا اور اس نے محمد کا نام سرداری قافلہ کے لئے تجویز کیا۔ ابو جہل نے کہا کہ اگر محمد کو تم لوگ سردار قافلہ منتخب کرو گے تو میں اپنے شکم میں اپنی تلوار گھونپ لوں گا اور خودکشی کر لوں گا۔ حمزہؓ بگڑ گئے مگر پیمبر اسلام نے اس معاملہ کو رفع دفع کیا اور ابو جہل اپنے قبیلے کو لے کر علیحدہ ہو گیا۔ اور تمام دیگر قبائل نے محمدؐ کو سردار قافلہ انتخاب کر کے سفر شام کیا اور ہر حالت میں یہ سفر کامیاب سفر رہا۔

واقعہ مذکور سے ثابت ہو گیا کہ میسرہ کے دل میں محمدؐ کی خاص وقعت اور وقار تھا اسی لئے اُس نے آپ کا نام تجویز کیا۔ گیا دوسرے بنی ہاشم نہ تھے جو آپ کے نام کو پیش کرتے مگر چونکہ وہ لوگ عمر میں محمد سے بڑے تھے اور خود کو سرداران قبیلہ تصور کرتے تھے اس لئے تحریک نام نہ کر سکے مگر جب میسرہ نے نام تجویز کر دیا تو ہر قبیلہ نے اس رائے کو پسند کیا اور محمدؐ نے اہل قافلہ کو ایسے مفید مشورے دیئے کہ یہ سفر بہ لحاظ منفعت تجارت ہر سفر سابق سے بہت بہتر رہا۔ جب یہی قافلہ تجارت مکہ مکرمہ واپس آیا اور نواحی مکہ کے قریب پہنچا تو اہل قافلہ نے باہم مشورہ کیا کہ ہمارا یہ سفر بہ لحاظ منافع کے سب سے بہتر رہا اور محمد کے مشورے ہر نوعیت سے بہت مفید ثابت ہوئے لہذا محمدؐ کو ہر قبیلہ والا ہدیہ دے۔ چنانچہ سب نے مختلف ہدایا اور تحفے خدمت میں پیش کئے اس کے بارہ میں تاریخ حیات القلوب میں یہ الفاظ درج ہیں:۔

پس ہر یک متاع چند بہ ہدیہ برائے آں حضرت آوردند تا آنکہ بسیار جمع شد چوں حضرت رد نمود جوابے ہم نفرمود میسرہ برائے آں حضرت آنہا را ضبط نمود۔

(ترجمہ) پس ہر ایک قافلے نے چند تحفے خدمت محمدؐ میں پیش کئے اس طرح بہت سامان جمع ہو گیا۔ چونکہ محمدؐ نے ان تحائف و ہدایا کو واپس نہ کیا اور نہ کوئی جواب دیا تو میسرہ غلام خدیجہ نے ان ہدایا کو آں حضرتؐ کے لئے جمع کر لیا۔

واقعہ بالا نے ظاہر کیا کہ محمدؐ کا طریقہ اہل قافلہ کے ساتھ اتنا اعلیٰ رہا کہ مجبوراً اہل قافلہ نے آپ کو اپنا سردار بنایا۔ حکم کی تعمیل کرتے رہے اور آخر میں بہ شکرانہ ہدایا اور تحفے پیش کئے۔ یہ سب کچھ پیمبر اسلام

کے تدبیر منزل کے قوانین پر عمل کرنے کا نتیجہ تھا۔ کہ اہل قافلہ کے قلوب کو اپنا بنا لیا تھا۔

۔۹۔ تدبیر منزل بہ معاملت

جب میسرہ نے خدیجہ کو کامیابی سفر کی اطلاع دی اور تمام واقعات بیان کئے تو خدیجہ نے محمد کو بلایا اور ان کی موجودگی میں میسرہ اور اس کی زوجہ و اولاد کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد محمدؐ کو بطور تحفہ و ہدیہ و اجرت بہت نقد و سامان دیا۔ پیمبر اسلام اس سب نقد و جنس کو لے کر واپس آئے اور سب سے پہلے اپنے چچا ابو طالب کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ اے چچا اس سفر تجارت میں مجھ کو جو کچھ بھی حاصل ہوا ہے وہ سب یہ ہے اور یہ سب میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

وگفت کہ اے عم انچہ دریں سفر بہم رسیدہ است ہمہ بتو تعلق دارد۔ ابو طالب او را دربر گرفت و روئے مبارکش بوسید و گفت اے نور دیدہ من آرزوئے دارم کہ از برائے تو زنے بخواہم۔

(ترجمہ) محمدؐ نے کہا اے چچا جو کچھ اس سفر میں مجھ کو ملا ہے یہ سب آپ کا ہے۔ ابو طالب نے یہ سن کر محمدؐ کو سینے سے لگا لیا اور آپ کے چہرہ کے بوسے لئے اور کہا کہ بیٹا میرا یہ ارمان ہے کہ اپنی زندگی میں تمھاری شادی کر دوں۔

عبارت مندرجہ بالا سے دو امر واضح ہوئے ایک تو یہ کہ محمدؐ نے بعمر ۲۴ سال پہلا سفر تجارت کیا اور اس کا کل منافع اپنے مربی۔ نگراں چچا۔ ابو طالب کو دیدیا۔ اور اس طرح اہل عالم کے سامنے تدبیر منزل کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ دوم یہ کہ ابو طالب کے سامنے جب دولت آگئی تو ان کو کوئی دوسری چیز اس کے خرچ کے لئے نہ سوجھی بس یہی کہ محمدؐ کا عقد کسی عالی خاندان عورت سے کر دیا جائے۔۔۔۔

ابو طالب نے بھی تدبیر منزل کے قوانین پر عمل کیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو ابو طالب وہ شخص تھے جن کی تنہا آغوش میں نبوت و امامت پروان چڑھی ہیں یعنی ابو طالب نے ہی محمدؐ کو پالا پروان چڑھایا اور ابو طالب نے ہی اپنے بیٹے علیؑ کو تربیت و تعلیم دی ہے۔ محمدؐ خاتم النبیین و سید الانبیاء ہوئے اور علیؑ سید الوصیین اور سید الاولیاء ہوئے۔

۔۱۰۔ حسن سلوک بہ غرباء و کنیزان

پیمبر اسلام کے پاس آٹھ درہم تھے آپ اپنا پیراہن خریدنے بازار گئے اثناء راہ میں ایک کنیز کو دیکھا کہ رو رہی ہے پوچھا معلوم ہوا کہ مالک کا سودا خریدنے آئی تھی ۴ درہم کھو گئے۔ پیمبر اسلام نے اس کو وہ چار درہم دے دئے اور باقی ۴ درہم کا پیراہن خرید لیا۔ جب واپس ہوئے تو ایک عریاں اور غریب شخص نظر آیا۔ آپ نے وہ پیراہن اس کو عطا کر دیا۔ جب آگے چلے تو پھر وہ کنیز

روتی ہوئی ملی پوچھا تو اس نے کہا کہ بخوف سزا گھر نہیں جاتی ہوں۔ آپ اس کنیز کے ہمراہ اس کے مالک کے گھر گئے اور اس کی سفارش کی۔

۔۱۱۔ سلوک بہ رفقاء و پاس خاطر احباب

عمار یاسر کا بیان ہے کہ میں گوسفند چراتا تھا۔ میں نے ایک دن پیمبر اسلام سے ذکر کیا کہ فیخ میں اچھی سرسبز چراگاہ ہے دوسرے دن جب میں چراگاہ گیا تو میں نے دیکھا کہ محمدؐ مجھ سے پہلے وہاں موجود ہیں مگر اپنی دنبیوں کو چراگاہ میں جانے سے روکے ہوئے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو فرمایا کہ میں نے یہ نہیں چاہا میری دنبیاں تمھاری دنبیوں سے پہلے چریں۔

۔۱۲۔ تدبیر منزل حسن سلوک بہ مسافرین

پیمبر اسلام کسی سفر میں تھے اور نماز میں مشغول تھے۔ اسی اثناء میں کچھ سوار آئے اور خیریت مزاج پیمبر دریافت کی اور چونکہ تعجیل میں تھے روانہ ہو گئے۔ اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اگر تعجیل کارنہ ہوتی تو ضرور ٹھہرتے۔ آپ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ کو اصحاب پر غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ مجھ پر یا امر دشوار ہے کہ مجھ تک کوئی آئے اور اس کی خاطر داری غذا سے نہ کی جائے۔ کیا تم لوگ چاشت کا کھانا ان کو نہیں کھلا سکتے تھے۔

۔۱۳۔ پاس خاطر کنیز تدبیر منزل

پیمبر اسلام ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک کنیز نے آکر دامن پکڑ لیا آپ کھڑے ہو گئے کہ شاید اس کے ہمراہ کسی کام کے لئے جانا پڑے مگر وہ کنیز خاموش بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد اُس نے پھر دامن پکڑا۔ آپ پھر کھڑے ہوئے۔ کنیز نے یہ حرکت تین بار کی آخر ایک تار قبا کا توڑ لیا۔ پیمبر نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی اُس نے عرض کیا کہ میرے آقا نے آپ کے قبا کا ایک تار منگایا تھا کہ تعویذ مریض بنانا تھا کہ خدا ان کو برکت اس کے شفا عطا فرمائے۔ آپ خاموش ہو گئے۔

۔۱۴۔ تدبیر منزل پاس خاطر غربائے و اصحاب صفہ

ایک بار پیمبر اسلام کی خدمت میں کچھ سامان پیش کیا گیا۔ آپ نے چاہا کہ وہ اہل صفہ کو تقسیم کر دیا جائے۔ مگر سامان کم تھا سب کو تقسیم نہ ہو سکا۔ پیمبر اسلام نے بہ پاس خاطر اصحاب صفہ ان سے معذرت کی۔

۔۱۵۔ تدبیر منزل پاس خاطر خدام

انس صحابی پیمبر اسلام کا بیان ہے کہ میں نے نو سال تک پیمبر اسلام کی خدمت کی اس طولانی مدت

ہیں آپ نے کبھی مجھ سے یہ بھی نہیں کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور میرے کئے کسی کام کو عیب نہیں لگایا۔ اور جب آپ بیٹھتے تھے تو اپنا زانو دوسرے شخص کے زانو سے آگے نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ کے گلے کی چادر کو اتنی زور سے کھینچا کہ عبا کا ایک ٹکڑا پھٹ کر آپ کی گردن میں رہ گیا اور کہا کہ مجھ کو کچھ عطا کرو آپ اس کی اس گستاخی پر ہنس کر چپ ہو گئے اور اصحاب سے کہا کہ اس کو کچھ دے دو۔

۱۶۔ تدبیر منزل پاس خاطر رفقاء جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب پیمبر اسلام راستہ چلتے تھے اور آپ کے ہمراہ اصحاب ہوتے تھے

(۱) تو آپ اصحاب کو اپنے آگے چلنے کا حکم دیتے تھے اور خود ان کے پیچھے چلتے تھے۔

(۲) جب پیمبر اسلام سواری پر جاتے تھے تو کسی بھی راہ گیر کو اپنا ردیف باصرار بنا لیتے تھے ورنہ اس راہ گیر سے کہتے تھے کہ میں بھی تمھارے ساتھ پیدل چلوں گا۔ یا تو مجھ سے پہلے چلا جا میں بعد کو ملوں گا۔

پاس خاطر مہمان و مصلین (۳) جب آپ کھانے پر بیٹھتے تھے تو سب سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے اور سب کے آخر میں کھانے سے ہاتھ اٹھاتے تھے آپ کی نماز سب سے سبک تر اور آپ کا خطبہ سب سے مختصر و جامع تر ہوتا تھا۔

تدبیر منزل حسن سلوک بہ خدیجہ (۴) پیمبر اسلام کا عقد خدیجہ بنت خویلد سے اس وقت ہوا جبکہ آپ کی عمر پچیس ۲۵ سال کی تھی اور خدیجہ کی عمر چالیس کی تھی خدیجہ کا عقد اس سے پہلے تین شخصوں سے ہو چکا تھا۔ اور ان سے خدیجہ کے اولاد بھی موجود تھی۔ اول شوہر کا نام عتیق بن عایذ مخزومی تھا اور اس سے جو بچہ پیدا ہوا تھا اس کا نام زینب لڑکی و ہند لڑکا تھا۔ دوسرے شوہر کا نام مالک بن منذر اسدی کنیت ابو ہالہ تھی۔ مالک سے دو بچے ہوئے۔ ایک کا نام ہالہ تھا اور دوسرے کا نام معلوم نہیں ہو سکا یہ بچے خدیجہ کے ہمراہ رہے۔ تیسرے شوہر صیفی بن امیہ سے ہند لڑکا تھا۔ دو لڑکوں کا نام ہند تھا اس سے خدیجہ کی کنیت ام ہند تھی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ کبھی کبھی ہند پسر مالک فخریہ یہ کہا کرتا تھا۔

(۱) انا اکرمھم ربا واما واخا واختا وربی رسول اللہ وامی خدیجہ واخی

(ترجمہ) ہند کہا کرتی تھی کہ میں بلحاظ باپ ماں بھائی بہن کے بہت زیادہ معزز ہوں کیونکہ میرا باپ

قاسم واختی فاطمة۔ رسول خدا میری ماں خدیجہ۔ میرا بھائی قاسم اور میری بہن فاطمہ ہے۔

(ناسخ جلد اول)

---

(۲) ابن ہشام مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۰۰ ۔

وکانت قبلہ عند ابی ھالہ احد بنی اسید وولدت لہ ھند و زینب وکانت قبل ابی ھالہ عند عتیق بن عائذ ولدت لہ عبداللہ وجاریہ۔

(ترجمہ) خدیجہ کا پہلا نکاح ابو ہالہ سے ہوا۔ اس سے ہند (لڑکا) اور زینب لڑکی پیدا ہوئے۔ پھر خدیجہ عتیق کے نکاح میں آگئیں اس سے ایک لڑکا عبداللہ اور ایک لڑکی پیدا ہوئی (جس کا نام معلوم نہیں ہے)۔

پیمبر اسلام نے قوانین مکارم اخلاق کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کئے۔ ان میں سے ایک شعبہ تدبیر منزل بھی ہے۔ اس شعبہ زندگی میں پیمبر اسلام نے انسانی مساوات اور حفظ مراتب اور اقدار جنسیت کو جس طرح پیش کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں مل سکتی ہے۔ مدبران ممالک۔ رہبران اقوام۔ پیشوایان مذاہب۔ مصلحین ملل اس شعبہ زندگی کی اصلاح میں ذرہ بھر بھی کامیاب نہ ہوئے۔ ممالک واقوام مشرق و مغرب جنوب و شمال میں عورت کا صحیح موقف حیات کوئی پیش نہ کر سکا اور چوں کہ حیات انسانی کا دار و مدار مرد و عورت دو ہی عنصر پر تھا۔ لہٰذا جب ایک عنصر ضروری کو بیکار بنا دیا گیا اور اس کو پست ترین قعر مذلت میں ڈھکیل دیا گیا تو ظاہر ہے کہ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑتا۔ خود ہی انسان اپنے مرکز شرافت و کرامت و عزت سے نیچے گرنے لگا اور آخر اس کی حالت ایسی ہو گئی کہ حکیم مطلق نے ارشاد فرمایا کالانعام بل ھم اضل۔ یہ انسان تو چوپایوں کی مثل ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ۔ کیونکہ حیوانات تو اپنے معمولات ضروریات و مقتضیات حیات کو پہچانتے ہیں۔ اور ان پر عمل کرتے ہیں مگر انسان نے سب کچھ بھلا دیا۔ اس میں صرف شہوانی و غضبی قوتیں باقی رہ گئیں اور باقی سب قوائے باطنی و ظاہری فنا ہو گئے۔ پیمبر اسلام نے انسانی تمدن و معاشرہ کی اس کمی کو محسوس کیا اور انسانی اخلاق و معاشرہ و تہذیب کی عریانی اور بربادی کے راز کو معلوم کر لیا۔ لہٰذا جہاں آپ کو دیگر اصلاحات معمولات زندگی کرنی تھیں آپ نے اس شعبۂ زندگی یعنی تدبیر منزل و تعیین موقف نساء کو بہت زیادہ اہمیت دی۔

موقف نساء قبل پیمبر اسلام

مؤلف تذکرۃ الصحابیات ام الحسنین لکھنوی نے ایک مختصر عبارت میں عورت کے حال زار کی تصویر کشی کی ہے میں اپنے سلسلہ کلام کے لئے اسی قدر عبارت کو کافی سمجھتا ہوں۔ جمشید کی صولت نوشیرواں کی عدالت سے ہم نے کیا فائدہ اٹھایا اور الگزینڈر اور لوی دھرم نے ہم کو نسا نقصان نہ پہنچایا ہم ہمیشہ مری تقدیر سے جلاد کے ستم یونان عورت کو شیطان کہا گیا۔ روما اسباب خانہ داری کے منجملہ عورت کو بھی ایک ناچیز ملکیت سمجھا گیا ہندوستان میں عورت دامن تقدیس کا داغ تھی۔ عرب میں لڑکیاں زندہ دفن کر دینے کے قابل اور بڑا دینے کے لائق تھیں۔ بڑے بڑے مذاہب امن و امان کا پھریرا اڑاتے، تمدن کا راگ گاتے آئے مگر ہماری بے چین زندگی کو راحت نصیب نہ ہوئی۔ توریت نے ابدی لعنت کا مستحق ٹھہرایا۔ انجیل پرستوں نے باغ انسانیت کا کھٹکتا کانٹا بنایا۔ ہندو دھرم نے زندگی بھر مرد کی پرستش کے بعد شوہر کی لاش کے ساتھ جلا ڈالا۔

تھا شوہر شمع کشتہ اور ستی اس پر یہ پر غم تھی   چراغ حسن کی توقیر پروانے سے بھی کم تھی

یونان کے حکم سے ممنوع التعلیم ہو کر مدتوں ہماری زندگیاں بربادی کا دم بھرا کیں، اور ہم ہر حیثیت سے مجبور کر دیئے گئے مگر پیمبر (اسلام) نے آکر کوہ فاران کی بلندی سے ہماری اس پستی کو دیکھا اور ڈنکے کی چوٹ پر کہدیا۔

ان اللہ لا یضیع عمل عامل من ذکر و انثی۔   (ترجمہ) خدا مرد و عورت میں سے کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔

عبادت خدا میں ہمارا مساوی ہونا تھا کہ احکام الٰہی میں ندا کی تفریق بھی ختم ہو گئی اور خطاب کے لئے وہ منتخب لہجہ مشترک اختیار کیا گیا جس میں مرد و عورت کی کوئی تفریق نہ تھی۔ یا ایھا الذین امنوا۔ (اے ایمان والو) میں نے مختصراً صرف اپنے موضوع کے تسلسل کے لئے مندرجہ بالا اقتباس درج کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ پیمبر اسلام نے رگ حمیت انسانی پر بطور اصلاح اس معاملہ میں ایسے ایسے نشتر لگائے ہیں جن کی وجہ سے معاشرہ انسانی میں اصلاحی انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔

عرب میں لڑکی کا پیدا ہونا ایک لعنت تھی اس کی پرورش گاہ آغوش مادر نہ تھی بلکہ اس کے لئے جائے آرام ریگستان کا ایک گڑھا تھا جس میں وہ زندہ دفن کر دی جاتی تھی۔ انسان اپنی خواہش جنسی کو پورا کرنے کے لئے لواطہ کا عادی تھا یا نسل قائم رکھنے اور عیاشی خاطر دوسرے مقامات سے پسندیدہ کنیزیں خرید لاتا تھا اور اس رفیق حیات کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھتا تھا جو اس کو اپنے مویشیوں کے ساتھ بھی گوارا نہ تھا۔ یہ صرف عرب کا ہی خاصہ نہ تھا بلکہ عورت روئے زمین کی بسنے والی اقوام کے نزدیک

اسی لعنت کے مستحق سمجھی گئی تھی۔ اس تاریک معاشرہ اور ظلماتی تہذیب میں پیمبر اسلام کو کیا کرنا چاہئے تھا جس سے ابدی طریقہ پر اس شعبہ زندگی کو سنوار دیا جائے اور پھر عورت کے ساتھ ایسا سلوک کرنا ظلم و لعنت سمجھا جائے نہ کہ ضرورت۔

پیمبر اسلام نے فساد معاشرہ کو دور کرنے کے لئے سب سے پہلے مرد کی رگ عیاشی پر ایک نشتر تیز لگایا۔ خود حسین تھے۔ بہترین خاندان کی فرد تھے۔ سردار مکہ ہاشم عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ خانہ کعبہ (معبد عرب) کے متولی و کلید بردار یہی خاندان تھا۔ فصاحت بلاغت شجاعت۔ مروت سخاوت وغیرہ میں اپنا مثل و نظیر نہ رکھتے تھے۔ ان کے اوصاف اقوام و قبائل عرب کے زبان زد تھے یہ گمنام نہ تھے بلکہ ان کے مکارم اخلاق و سرداری سے پورا عرب واقف تھا۔ ان حالات میں محمد کو بہت آسان تھا کہ وہ مثل افراد قوم جس عمر۔ جس خاندان جس صورت کی عورت کو پسند کرتے اس سے عقد کر لیتے مگر پیمبر اسلام نے اپنے عنفوان شباب کو بعمر بست و پنج سال اصلاح معاشرہ و تکمیل تدبیر منزل پر قربان کر دیا۔ اور اور اپنے چچا ابوطالب سے اشارۃً و کنایۃً بتا دیا کہ میں ایک چالیس سالہ۔ دو شوہر دیدہ۔ کئی اولاد والی عورت سے عقد کرنا چاہتا ہوں۔ ابوطالب محمد کے حالات کو عہد طفلی سے بغور دیکھ رہے تھے اور آپ کی نبوت کے آثار کو پہچان رہے تھے۔ اسی لئے کبھی بھتیجے کو چھوٹا بچہ سمجھ کر نہ ڈانٹتے تھے نہ کبھی کسی معاملہ میں چیں بہ جبیں ہوتے تھے۔ بلکہ محمد کی رائے کو ہمیشہ تسلیم کرتے تھے۔ اور ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ ابوطالب نے معاملہ کو سمجھ لیا اور اشراف و اعیان مکہ کو ہمراہ لے کر مکان خدیجہ پر گئے اور خطبہ نکاح کیا اور آخر نکاح ہو گیا۔

کور دل متعصب دشمنان اسلام نے ہمیشہ پیمبر اسلام کے اس شعبہ زندگی پر تعدد ازدواج کہہ کر اعتراضات کئے ہیں۔ مگر مصلح قوم جانتا ہے کہ اس کی قوم کے اصلاح مستقل و ابدی کیونکر اور کس طریقہ کو اپنانے سے ممکن ہے، وہ لوگ کیا سمجھیں جو اپنی ذات کی بھی اصلاح کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اور جنھوں نے بنی نوع انسان کو بدترین معاشرہ کو ترویج دیکر داغ ناصیہ انسانیت بنا دیا ہے۔

پیمبر اسلام کی خدیجہ کے بطن سے ۷ اولاد ہوئیں۔ قاسمؑ۔ طیبؑ۔ طاہرؑ۔ رقیہؑ۔ زینبؑ ام کلثومؑ۔ فاطمہ زہراؑ۔ فاطمہ زہرا کے علاوہ سب اولاد قبل بعثت نبوی پیدا ہوئی تھی۔ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ابراہیم ۸ھ میں پیدا ہوئے۔

(۱) سیرۃ ابن ہشام۔ وکانت لہ وزیر (ترجمہ) خدیجہ پیمبر اسلام کی مخلص وزیر

صدق واصدق فهارسول اللہ
عشرین بکرۃ وکانت اول امراۃ
تزوجها ولم یتزوج علیها غیرها
حتی ماتت ۔۔۔۔۔۔۔۔

تھیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ پیمبر اسلام نے بیس ناقہ خدیجہ کا مہر مقرر فرمایا اور وہ پہلی زوجہ تھیں جن سے پیمبر اسلام نے عقد کیا اور اوران کی حیات میں کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

اذا رجع الیها تثبته وتخفف علیه
وتصدقه وتهون علیه امر الناس۔

پیمبر اسلام جب خدیجہ کے پاس آتے تھے تو وہ آپ کو مضبوط کر دیتی تھیں اور آپ کی تصدیق کرتی تھیں اور لوگوں کی فضول گوئی اور معاملہ کو بے حقیقت کرتی تھیں۔

(۲) اسد الغابۃ۔ جلد ۵ ص ۴۳۹

وقال ابن اسحاق قد تتابعت
المصائب علی رسول اللہ بهلاك
خدیجه وابوطالب۔

(ترجمہ) ابن اسحاق نے کہا ہے کہ وفات خدیجہ وابو طالب سے رسول خدا پر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔

(۳) اسد الغابہ۔ جلد ۵ ص ۴۳۸

عن عائشه قالت ماغرت علی احد
من ازواج النبی ماغرت علی
خدیجه ومالی ان اکون ادرکتها
وماذالك الا لکثرة ذکر رسول
اللہ لها وان کان مما ذبح الشاة
صدائق خدیجه فیهدیها۔

(ترجمہ) عائشہ سے روایت ہے کہ مجھے سوتاپے کا رشک جس قدر خدیجہ سے تھا کسی دوسری زوجہ رسول سے نہ تھا۔ میں نہیں جانتی کہ اگر میں ان کی زندگی میں ہوتی تو مجھ پر کیا بن جاتی میرا حسد اس لئے تھا کہ پیمبر اسلام خدیجہ کو یاد بہت کرتے تھے اور جب کبھی بکری ذبح کرتے تو خدیجہ کی سہیلیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ہدیہ پہنچاتے تھے۔

(۴) خدیجہ نے پیمبر اسلام کی خاطر ناقابل برداشت تکالیف ومصائب برداشت کئے ہیں۔ اپنی لاتعداد دولت پیمبر اسلام کے چشم و ابرو کے اشارہ پر راہ خدا میں لٹادی۔ پیمبر اسلام سے نکاح کے بعد تمام قریشی عورتوں نے مقاطعہ کر لیا۔ تو خدیجہ تنہائی کی زندگی گذارنے لگیں۔ جب پیمبر اسلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا تو خدیجہ نے تصدیق کی۔ اور پیمبر اسلام کو تسلی و تشفی دے کر خوش دل رکھنے کی کوششیں کیں۔ جب پیمبر اسلام نے اعلان کلمہ توحید کیا تو خدیجہ

حتی المقدور حامی و مددگار ثابت ہوئیں۔ پیمبر اسلام نے جب علانیہ نماز پڑھنا شروع کی تو خدیجہ نے بھی بلاخوف جان پیمبر اسلام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز خدا ادا کی۔ سابقہ شوہروں کی اولاد نے خدیجہ کو بوجہ اسلام قبول کرنے کے چھوڑ دیا تو اولاد کی جدائی کی بھی تکلیف خدیجہ نے برداشت کی۔ مگر پیمبر اسلام پر کبھی یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ خدیجہ نے محبت محمد میں کیا کیا چھوڑ دیا ہے۔

پیمبر اسلام بھی خدیجہ سے ایسی محبت کرتے تھے کہ جس کی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی ہے۔ جب تک خدیجہ زندہ رہیں اور جبکہ بوقت وفات خدیجہ کا سن ۶۵ سال کا تھا۔ پیمبر اسلام نے دوسرا عقد نہیں کیا۔ خدیجہ کے سابقہ شوہروں سے جو اولاد تھی ان سے ایسی محبت کرتے رہے کہ اولاد صلبی و غیر صلبی میں لوگوں کو فرق ہی محسوس نہ ہوا۔ لڑکیوں کی شادی کی۔ اور بعض اولاد خدیجہ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ مگر پیمبر اسلام نے بہ پاس داری خدیجہ اُن پر دباؤ نہیں ڈالا۔ اور نہ اظہار ناراضگی کیا۔ مگر خدیجہ نے خود اس اولاد سے ملنا ترک کر دیا تھا اور اس اولاد نے بھی خدیجہ کو چھوڑ دیا تھا۔ خدیجہ کی جب وفات ہوئی تو آپ نے بہ نفس نفیس سامان تجہیز و تکفین کیا اور جب قبر تیار ہو گئی تو خود اُس میں کچھ دیر لیٹے تاکہ عذاب قبر سے خدیجہ محفوظ رہیں۔ دسویں سال ہجرت چند روز پہلے ابو طالب کا انتقال ہوا بعد کو خدیجہ نے وفات پائی۔ مگر چونکہ نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی۔ لہذا پیمبر خدا نے نماز جنازہ تو نہیں پڑھی مگر دعا و استغفار دونوں کے لئے بہت کیا اور آپ نے اس سال کا نام ہی عام الحزن رکھ دیا۔ پیمبر اسلام نے اپنی اس زوجہ کو اتنا عزیز رکھا کہ بعد وفات خدیجہ بھی ام المومنین عائشہ کو رشک و حسد پیدا ہوتا تھا۔ کیونکہ پیمبر اسلام خدیجہ کی سہیلیوں کو ہدیئے اور تحفے دیا کرتے تھے اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ عائشہ خدیجہ کو برا سمجھتی ہیں تو آپ ناراض ہوئے اور آپ نے خدیجہ کے احسانات عائشہ کو بتائے اور ان احسانات کو ایک ایک گنوایا۔ ملاحظہ ہو۔

(۵) خلاصۃ السیر لمحب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری المتوفی سنہ ۶۹۴ھ فصل العاشر۔

عن عائشہ قالت اذا ذکر کان رسول اللہ خدیجۃ لم یکد یسأم من ثناء علیھا واستغفار لھا فذکرھا ذات یوم فاحملنی الغیرۃ فقلت لقد عوضک اللہ من کبیرۃ السن قالت فرأیت رسول اللہ غضب غضباً شدیداً	(ترجمہ) عائشہ نے بیان کیا ہے کہ پیمبر اسلام جب خدیجہ کا ذکر کرتے تو طلب استغفار اور اُن کی تعریف سے رکتے ہی نہ تھے ایک روز مجھ کو رشک (سوتاپے کی جلن) آیا اور میں نے کہا کہ اب تو آپ کو خدا نے اس بڑھیا کے عوض ایک کمسن دلہن دے دی ہے۔ میں نے دیکھا کہ پیمبر اسلام

وسقت نی جادی فقلت اللھم ان
اذھبت غضب رسولك لم اعد
ذکرھا بسوء ما بقیت وقال کیف
قلت واللہ لقد امنت بی اذ ترکنی
الناس واوتنی اذ رفضنی الناس
وصدقتنی اذ کذبنی الناس و
رزقت الولد حیث حرمتموہ۔

کو شدید غیظ و غضب آگیا اور میں کانپ گئی اور
دل میں کہنے لگی اے خدا اگر اس وقت تو اپنے رسول کا
غصہ ٹال دیگا تو زندگی بھر خدیجہ کو برا نہ کہوں گی
اتنے میں پیمبر اسلام نے فرمایا کہ تم نے کیا سمجھ کر ایسا
کہا خدا کی قسم جب لوگوں نے مجھ کو چھوڑ دیا تھا تو
وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب سب نے
چھوڑ دیا تھا تو انھوں نے مجھ کو پناہ دی۔
جب سب نے مجھ کو جھٹلایا تھا تو انھوں نے میری تصدیق کی خدا نے ان کو مجھ سے اولاد
دی اور تم کو اولاد سے محروم کیا۔

معترضین متعصبین دشمنان اسلام واقعات مذکورہ پر نظر غائر ڈالیں اور دیکھیں کہ اس مصلح عالم
کے کردار پر خلاف قوانین فلسفہ اخلاق کوئی اعتراض ممکن بھی ہے یا نہیں پیمبر اسلام نے اخلاق کے شعبہ تدبیر
منزل کا وہ نمونہ اس واقعہ میں پیش کیا ہے جس سے تا قیامت آنے والی نسلیں فلاح دارین حاصل
کرتی رہیں گی۔ جو زمانہ مردوں کی ہوس رانی۔ عیش کوشی۔ نفس پرستی کے لئے فطری طور پر مخصوص ہے
اور تمام دنیا کے مرد اس کی مجرمانہ پابندیوں میں مقید رہتے ہیں۔ پیمبر اسلام نے اپنے طرز عمل سے
اس عہد ہی کو خدا پرستی۔ اصلاح معاشرہ و پابندی قوانین اخلاق کی نذر کر دیا اور اہل عالم کو
بتا دیا کہ انسانی خلقت حیوانی خلقت سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ حیوان تو تا قیامت اپنے معمولات
زندگی۔ کھانا پینا۔ افزائش نسل کرنا وغیرہ میں مبتلا رہیں گے اور ان کی زندگی کا مقصد ہی
یہی ہے مگر انسان تمام مخلوقات عالم سے بلند و بالا درجہ رکھنے والا ہے۔ ارض و سماء۔ سیارگان و
افلاک شمس و قمر فضاء مخلوقات فضا سب اس انسان کی جولانگاہ ہیں ان سب پر اس کو متصرف
حاکم و قابض ہونا ہے اس کا کام صرف خورش و عورت نہیں ہے۔

خدیجہ کی عمر بوقت عقد چہارم چالیس سال تھی اور پیمبر اسلام کی عمر بوقت نکاح بہ خدیجہ
۲۵ سال کی تھی۔ سن ہجری کے تین سال قبل خدیجہ کی وفات بعمر ۶۵ سال ہوئی اس کے معنی
یہ ہوئے کہ خدیجہ اور پیمبر اسلام کا ساتھ ۲۵ سال رہا اور تقریباً ۷ اولادیں پیدا ہوئیں اور بوقت
وفات خدیجہ پیمبر اسلام کی عمر ۵۰ سال ہوتی ہے۔ گویا پیمبر اسلام نے اپنی زندگی کا بہتر اور
بیشتر حصہ خدیجہ کے ساتھ گزار دیا۔ اور اپنی اتنی طولانی مدت میں خدیجہ کے فضائل و مناقب

مجمع اصحاب میں بیان کرتے رہے۔ اس طرح پیمبر اسلام نے اصحاب و اہل عرب بلکہ اہل عالم کو یہ درس دیا کہ از آدم تا ایں دم دنیا کے مروجہ طریقوں پر عمل کر رہے ہیں وہ ان کی انسانی عظمتوں اور قدروں کو برباد کر رہے ہیں ان کو اپنی تہذیب و معاشرہ میں عورت کا ایک معزز مقام قرار دینا چاہیئے تاکہ آئندہ نسلیں سیار انسانیت کے مطابق مہذب و متمدن کہی جاسکیں۔

عبارات مذکورہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ پیمبر اسلام نے زوجہ اول خدیجہ بنت خویلد کے ساتھ ایسا حسن سلوک روا رکھا کہ تاحیات خدیجہ نے اپنا سب کچھ پیمبر اسلام پر قربان کر دینا فرض سمجھا اور کبھی تاحیات کوئی دل شکن بات نہ کہی۔

۵۔ معاملات عامہ و به ازواج۔ تدبیر منزل

پیمبر اسلام نے معاملات خدیجہ میں اعلیٰ نمونہ تدبیر منزل پیش کیا ہے۔ دسویں سال ہجرت نبوت کے خدیجہ و ابوطالب کی وفات ہو گئی۔ مکہ میں پیمبر اسلام کا ناصر و مددگار کوئی نہیں رہا۔ ابوطالب کا رعب و جلال قریش پر تھا جس کی وجہ سے وہ محمدؐ کی جانی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور قریش یہ بھی سمجھے تھے کہ ابوطالب محمدؐ کے جاں نثاری کے حد تک حامی ہیں۔ اگر محمدؐ کو کوئی مضرت پہنچ گئی تو تمام قبائل عرب اور بنی ہاشم میں سلسلہ جنگ و جدال قائم ہو جائے گا۔ لہذا قریش اپنے دین کی حفاظت تو کرتے تھے اور دین اسلام کی تکذیب بھی کرتے تھے مگر محمدؐ کو جان سے مار ڈالنے کو مناسب وقت نہیں جانتے تھے۔ لیکن ابوطالب کی وفات نے قریش کی جانی دشمنی کو آشکار کر دیا اور وہ مجموعی حیثیت سے قتل محمدؐ پر آمادہ ہو گئے اور اسی مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے مشورے کرنے لگے۔ (حیات محمدؐ مصنفہ محمدؐ حسین ہیکل مصر ص۱۸۶)

ابوطالب کے وقت وفات اشراف قریش آئے اور ابوطالب سے کہا کہ اپنے بھتیجے محمدؐ اور ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ وہ ہم کو ترک کر دے اور ہم اس کو ترک کر دیں۔ ولیدع عنا و دینا و ندعه ودينه ۔ وہ ہمارے دین اور ہم سے تعرض نہ کرے اور ہم اس کے دین اور اس سے تعرض نہ کریں گے۔

اسی اثناء میں محمدؐ بھی آگئے اور فرمایا کہ میں راضی ہوں۔ مگر دس کلمات پر فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اوّل تو یہ کہ تم سب لا الٰہ الا اللہ کہو اور اس کے علاوہ جن کی تم پرستش کرتے ہو ان سب کو ترک کر دو۔

قال بعضهم۔ اتريد يا محمد ان تجعل الالهه الهاً واحدا۔ بعض حاضرین نے کہا کہ اے

محمدؐ تم کیا چاہتے ہو کہ ہمارے بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنادو یعنی ہم کو موحد بنادو اس کے بعد سب اٹھ کر چلے گئے ابو طالب کی وفات ہو گئی۔

والامر بین محمد و قریش اشد مما کان (۱)۔ (ترجمہ) ابو طالب کے وفات کے بعد ہی معاملہ محمد اور قریش کے درمیان بلحاظ دشمنی شدید تر ہو گیا۔

پیمبر اسلام کو ایسی ایسی ایذائیں دینا شروع کر دیں جو انسان کے لئے کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں ہو سکتی تھیں۔ فاطمہ جب پیمبر اسلام کو اس حالت مصیبت میں دیکھتی تھیں تو زار و قطار روتی تھیں۔ فاطمہ کے تسلی کے لئے پیمبر اسلام یہ الفاظ فرماتے تھے۔ (حیات محمدؐ مصری مصنفہ محمد حسین ہیکل صد ۱۸۶)

قال لابنته وعینها تهمی بالدمع لا تبکی یا بنیة؟ فان الله مانع اباك ثم کان یردد والله مانالت منی قریش شیئاً اکرهه حتی مات ابوطالب۔

(ترجمہ) محمدؐ اپنی بیٹی فاطمہ سے کہتے تھے جب کہ فاطمہؑ کی آنکھیں روتے روتے ورم کر رہی تھیں اے بیٹی نہ روؤ۔ خدا تیرے باپ کی حفاظت کریگا۔ پھر آپ بار بار فرماتے تھے کہ تیرے باپ کو قریش کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکے جب تک کہ ابو طالب کا انتقال ہوا۔

متذکرہ چند سطور صرف اس امر کے واضح کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں کہ خدیجہ اور ابو طالب کی وفات کے بعد پیمبر اسلام کی مشکلات اور مصائب کا اندازہ ہو سکے۔ علاوہ بریں اس امر کا بھی اندازہ ہو سکے کہ پیمبر اسلام کے دس سال مسلسل جد و جہد نے بھی قریش کے دلوں میں اسلام کے نئے کوئی جگہ پیدا نہ ہو سکی اور وہ وقت آپہنچا کہ محمد کو قتل کر کے شمع اسلام کو ہمیشہ کے لئے گل کر دیا جائے۔ اس صورت میں پیمبر اسلام کا مقصد بعثت و حیات دونوں فوت ہوئے جاتے تھے۔ لہذا بلحاظ مدبر و انسان کامل محمد کا یہ فریضہ تھا کہ وہ ایسی صورتیں اختیار کریں جس کے ذریعہ ان سخت دل قریش کے سروں کو جھکایا جائے۔ یا یوں کہئے کہ بیگانگی و اجنبیت و عداوت روزافزوں کو رشتہ ازدواج پیدا کر کے ہمدردی اور محبت سے بدلا جائے۔ پیمبر اسلام کی مصلحتیں تعدد ازدواج میں چند در چند ہیں مگر ان میں سے ایک اہم ضرورت یہ بھی تھی۔ اعراب قریش میں منافرت و تفاخر کا مرض عام تھا۔ اور ہیچمن دیگرے نیست کا جنون ہمیشہ ان کے سروں میں رہتا تھا۔ وہ لڑکی کسی حقیر شخص کو دے کر اس کو اپنا ہم مثل بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس عہد میں پیمبر اسلام کو تمام اہل عرب بہ نظر حقارت دیکھتے تھے اور ان کو جسمانی اذیتیں پہنچا کر خوش ہوتے تھے اور طرح طرح سے ذلیل کرتے تھے۔ یہ بات قابل توجہ

ہے کہ انسان کامل کی فطرت ہے کہ وہ کبھی ذلیل و حقیر سمجھے ہوئے انسان کے قول و فعل کو اپنے لئے سبب فلاح و بہبود نہیں سمجھ سکتا ہے۔ انسان اپنے برابر حیثیت رکھنے والے کی بات مان لیتا ہے یا اپنے سے بلند مرتبہ انسان کے قول و فعل کو اپنا لیتا ہے۔

پیمبر اسلام کا پیغام تو انتہائی اعلیٰ تھا مگر دس سال کی تبلیغ کے دشمنی کی وجہ سے اہل عزت محمدؐ کو اپنی نظروں میں پست ترین سمجھنے لگے تھے۔ ان حالات میں تبلیغ توحید کی صدا بجز صدائے صحرا کے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتی تھی۔ گویا تبلیغ توحید کا کام ہی فنا ہو گیا تھا۔ پیمبر اسلام نے دیکھا تھا کہ خدیجہ سے شادی کے بعد ان کے کارہائے تبلیغ میں سہولتیں پیدا ہو گئی تھیں اور بعد وفات خدیجہ پھر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ آپ نے متعدد ازدواج کرنے کا ارادہ کر لیا اور ان کی دو صورتیں اختیار کیں۔

اول تو یہ کہ اگر کسی مسلمان کی موت ہو جائے اور اس کی زوجہ و اس کے لاوارث رہ جائیں تو اس کی عورت سے عقد کر لیا جائے تاکہ عورت کے میکے والے عورت کی وجہ سے محمدؐ کو اچھا سمجھنے لگیں اور عورت کے سسرال والے افراد قبیلہ اس عورت کے اولاد کے رشتہ سے محمدؐ کے دوست بن جائیں۔

دوسری صورت عقد کی یہ تھی کہ ممتاز و معروف خاندانی لڑکی سے عقد کیا جائے جس میں کل اوصاف موجود ہوں۔ مثل کم عمری حسن۔ خاندان وغیرہ وغیرہ تاکہ خواص و عوام کے طبقات میں سے کسی کی نظر محمدؐ پر بہ حقارت نہ پڑ سکے اور یہ نہ کہا جائے کہ صرف لاوارث اور بوڑھی عورتوں سے محمدؐ کو کسی نے اپنی بیٹی نہیں بیاہی۔ اس صورت حال میں بھی حقارت باقی رہتی اور لوگوں کے تصورات ذہنی کی پستی محمدؐ کو پست درجہ انسان سمجھا جانے پر مجبور کرتی رہتی اور پھر بھی اس حالت میں محمدؐ کار تبلیغ توحید کو بہ احسن طریق انجام نہیں دے سکتے تھے۔ خدیجہ اور ابو طالب کی موجودگی میں قریش و اہل عرب کے اذہان و خیالات میں یہ بات جاگزیں رہی کہ محمدؐ بلحاظ امانت۔ دولت۔ عزت۔ شرافت۔ عظمت ہم سب سے بالا و برتر ہیں اور اہل عرب و قریش تقریباً تیرہ سال تک پیغام توحید کو زبان محمدؐ سے سنتے رہے اور چہ مگوئیاں کرتے رہے مگر بعد وفات خدیجہ و ابو طالب پانسا پلٹ گیا تھا اب مکہ کے اوباش لڑکے محمدؐ کے پیچھے تالیاں پیٹتے۔ سر پر خاک ڈالتے۔ پتھر مارتے تھے مذاق اڑاتے تھے پھر ان حالات میں خواص و اشراف پر قول پیام محمدؐ کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ اب ضرورت تھی کہ اپنی بات میں پھر وزن اور وقار پیدا کیا جائے اور اپنی حیثیت بشری کو عام برادری کے افراد کے ہم پلہ کر لیا جائے۔ ضرورت کی تکمیل اس کے علاوہ اور کسی طرح نہیں ہو سکتی تھی کہ مختلف اور باوقار خاندان میں رشتہ ازدواج قائم کیا جائے اور ان مغروران عرب کے سروں کو ہمیشہ کے لئے جھکا لیا جائے ان کی ہمدردیاں اپنے ساتھ

پیدا کرلی جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا سلسلہ ازدواج دیکھ کر خود نتیجہ اخذ کیجئے کہ مطلوبہ مقصد کیسی خوبی سے حاصل ہوا۔

۶۔ سلسلہ ازواج۔ تدبیر منزل حسن سلوک بہ ازواج۔

(۱) **خدیجہ**رض۔ سب سے پہلی زوجہ جس کی وجہ سے تبلیغ اسلام میں پیمبر اسلام کو خاص سہولتیں حاصل ہوئیں۔

(۲) **سودہ بنت زمعہ**رض۔ سکران کی زوجہ۔ معدود مسلمانوں کا مکہ میں قیام ناممکن ہوگیا تو یہ دونوں میاں بیوی حبشہ ہجرت کر گئے۔ وہاں سے واپسی پر سکران کا انتقال ہوگیا۔ اور سودہ مع اپنے بچہ عبدالرحمٰن کے لاوارث رہ گئیں۔ پیمبر اسلام نے ان سے عقد کر لیا۔ یہ محترمہ بیوہ ہونے کے علاوہ عمر رسیدہ بھی تھیں۔ پیمبر اسلام نے ان کے ساتھ ایسا حسن سلوک کیا کہ بعد وفات نبی بھی یہ گھر سے نہیں نکلیں اور اطاعت حکم نبی کو حج و عمرہ پر بھی ترجیح دی۔

(۳) **عائشہ**رض۔ محمد حسین ہیکل مصری نے اپنی کتاب "حیات محمد" میں لکھا ہے۔

زاد عناد ھذہ القبائل محمداً عزلۃ مفکر فی ان یتزوج لعلہ یجد فی زوجۃ من العزاء ما کانت خدیجۃ ماسوبہ جراحۃ علی انہ رای ان یزید الاواصر بینہ وبین السابقین الی الاسلام متانۃ و قرباً فخطب الی ابی بکر ابنتہ عائشۃ۔

(ترجمہ) قبائل قریش کے عناد و دشمنی اتنی بڑھی کہ محمدؐ کو زیادہ گوشہ نشین ہونا پڑا۔ محمدؐ نے سوچا کہ وہ عقد کریں تاکہ خدیجہ کی موت کا جو صدمہ ہوا ہے اُس کا تدارک ہو جائے محمدؐ نے مناسب سمجھا کہ عقد ثانی کرکے سابقین اسلام اور اپنے درمیان تعلقات و روابط قربت و متانت کر زیادہ کر لیا جائے اس کے بعد آپ نے عائشہ بنت ابوبکر کو ابوبکر سے خطبہ نکاح کیا۔

بوقت خطبہ نکاح عائشہ کی عمر ۷ سال تھی۔ مکہ میں خطبہ نکاح ہوا اور تین سال کے بعد مدینہ میں زفاف ہوا۔ عائشہ کا انتقال مدینہ میں بعمر ۶۷ سال ہوا۔ پیمبر اسلام کے ساتھ صرف سات سال رہیں اور لاولد تھیں۔ پیمبر اسلام نے عائشہ سے اپنی مصالح کی وجہ سے خطبہ اور نکاح کیا جس کے وجوہ و اسباب عبارت مندرجہ بالا میں لکھے گئے۔

اب رہا پیمبر اسلام کا حسن سلوک تو اس کے لئے صرف ایک حدیث عائشہ رض کی کافی سمجھتا ہوں۔

عن عائشہ کان ینزل علیہ الوحی وھو معی..... وقبض بین نحری وسحری فی بیتی وفی لیلتی۔

(ترجمہ) عائشہ فخریہ کہتی ہیں کہ پیمبر اسلام پر وحی اُترتی تھی تو وہ میرے ساتھ ہوتے تھے۔ میری آغوش میں وفات پائی میری باری کے دن میرے گھر میں وفات پائی۔

(اصابہ عن مسروق)

---

(۴) حفصہ بنت عمر ابن خطاب۔ حفصہ کا پہلا عقد خنیس بن حذافہ سے ہوا۔ خنیس جنگ احد میں شہید ہوئے۔ عمر نے ابوبکر سے کہا کہ حفصہ سے تم عقد کر لو۔ مگر ابوبکر خاموش ہو گئے۔ عمر نے پیمبر اسلام سے ابوبکر کی بے رخی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حفصہ سے میں عقد کروں گا۔ چنانچہ بدلداری صحابی خود و بلحاظ اسباب مندرجہ بالا یہ عقد بھی پیمبر اسلام کے لئے ضروری تھا۔ حفصہ کی عمر بوقت نکاح برسول تقریباً ۲۷ سال تھی اور وفات بعمر ۶۴ سال مدینہ میں ہوئی۔ بحکم معاویہ مروان بن حکم حاکم مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حفصہ بد زبان و غصہ ور تھیں۔ ان کے والد اکثر ان کو سمجھاتے رہتے کہ پیمبر اسلام سے بد زبانی نہ کیا کرو۔ پیمبر اسلام نے ان کو ایک بار طلاق دے دی تھی پھر عمر ابن خطاب کی سفارش سے رجوع کیا۔

(۵) زینب بنت خزیمہ۔ پہلا نکاح طفیل بن حارث سے ہوا۔ پھر طلاق ہو گئی۔ دوسرا نکاح ابوعبیدہ بن حارث سے ہوا۔ یہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تو عبداللہ جحش نے نکاح کیا۔ یہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو رمضان ۳ھ میں پیمبر اسلام نے ان سے عقد کیا۔ ربیع الثانی ۴ھ میں وفات پائی پیمبر اسلام نے خود تجہیز و تکفین کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن کیا۔

(۶) ام سلمہ بنت ابی امیہ۔ پہلا شوہر عبداللہ بن اسد، عبد المطلب کے نواسے تھے۔ انھوں نے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی۔ دوسری ہجرت مدینہ کی جانب ہوئی۔ جنگ احد میں شدید زخمی ہوئے اور جمادی الاول ۴ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔ پیمبر اسلام نے عبداللہ کے جنازہ پر پہنچ کر ان کی کھلی ہوئی آنکھوں کو خود بند کیا۔ اور دعا فرمائی۔ خداوندا عبداللہ (ابوسلمہ) کو بخش دے اور ہدایت یافتہ افراد میں بلند درجہ پر فائز کر۔ اس کے پسماندگان کی حفاظت کر۔ اس کو بخش دے اور ہم کو بھی بخش دے اس کی قبر کشادہ اور پر نور کر دے۔

۴ھ میں پیمبر اسلام نے خطبہ نکاح بذریعہ عمر ابن خطاب کیا۔ ابوسلمہ نے معذرت کی اور کہا کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہے میرے کم سن اولاد ہے مجھ کو معاف کیا جائے۔ مگر پیمبر اسلام نے ام سلمہ کی آئندہ دقتوں کے پیش نظر اصرار کیا اور عقد ہو گیا۔ ام سلمہ نے پیمبر اسلام کی ایسی اطاعت

کی کہ پیمبر اسلام تمام زندگی خوش رہے۔ اور درجات عالیہ ام سلمیٰ کو بیان کرتے رہے۔ ابتداء زفاف میں پیمبر اسلام ام سلمیٰ کے پاس تین دن رہے۔ جب آپ اُم سلمیٰ سے رخصت ہونے لگے تو اُم سلمہ نے دامن پیمبر پکڑ لیا۔ پیمبر اسلام نے اُم سلمیٰ سے کہا۔

اے اُم سلمیٰ اگر تم اپنے واپنے عیال کے لئے بہتری چاہتی ہو تو سات دن تمہارے لئے اور سات دن دوسری ازواج کے لئے ہیں یا تین دن تمہارے لئے اور تین دن دوسروں کے لئے مقرر کردوں۔ ام سلمیٰ نے عرض کیا کہ تین دن مناسب ہیں۔

ام سلمیٰ کی پہلے شوہر سے چار اولادیں تھیں۔ زینب سلمہ۔ عمرو درہ۔

۷۔ حسن سلوک بہ زینب

زینب بنت جحش۔ پہلا شوہر زید بن حارثہ تھا۔ اُس نے طلاق دیدی یہ واقعہ ۵ھ کا ہے پیمبر اسلام نے اپنے غلام زید کے لئے زینب کو خطبہ کیا۔ زینب نے سمجھا کہ پیمبر خدا اپنے لئے خطبہ کر رہے ہیں جب معلوم ہوا کہ زید غلام کے لئے خطبہ کیا ہے۔ تو زینب نے انکار کر دیا۔ کیونکہ زینب دختر عبدالمطلب کی لڑکی تھیں۔ اور زید غلام آزاد کردہ تھا۔ اور پیمبر اسلام نے بیٹا بنایا تھا۔ پیمبر اسلام نے زینب اور اس کے بھائی عبداللہ بن جحش کو زور دیا۔ آخر زینب کا عقد زید سے ہو گیا۔ زینب زبان دراز تھیں آخر زید سے نباہ نہ ہوا اور زید نے زینب کو طلاق دیدی۔ پیمبر اسلام کو اطلاع دیدی۔ پیمبر اسلام نے زینب سے عقد کیا اور اس طرح رفع فساد بھی کر دیا اور عرب کے رسم بد کہ منہ بولے بیٹے کی زوجہ کو مثل صلبی بیٹے کی زوجہ کی مانند حرام سمجھتے تھے منسوخ کر دیا اور کہہ دیا کہ صرف صلبی اولاد کی بیویاں تمہارے لئے حرام ہیں۔ پیمبر اسلام نے زینب کے واقعہ میں وہ نمونہ تدبیر منزل کا پیش کیا ہے جس میں چند در چند مصالح قومی و ملی و مذہبی و معاشرتی موجود ہیں۔ پیمبر اسلام نے عقد زینب کے سلسلہ میں تقریباً تین سو افراد کو دعوت ولیمہ کھلائی۔ زینب سے پیمبر اسلام کے تعلقات ہر حیثیت سے صلح و محبت پر مبنی رہے ۲۱ھ میں وفات پائی۔ زینب کی عمر بوقت نکاح ۳۴ سال کی تھی ذی قعدہ ۵ھ تھا۔

۸۔ حسن سلوک بہ جویریہ

(۹) جویریہ بنت حارث پہلا شوہر سافع بن صفوان وہ اہل اسلام کے ہاتھوں غزوہ مریسیع میں قتل ہوا۔ جویریہ مال غنیمت کی تقسیم میں ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئیں سردار قبیلہ کی لڑکی تھیں یہ ذلت گوارا نہ کی زر فدیہ دینے کا وعدہ کر لیا۔ اور پیمبر اسلام کی خدمت میں آ کر زر فدیہ طلب کیا۔ پیمبر اسلام نے زر فدیہ عطا کر کے

جویریہ سے نکاح کرلیا۔ اہل اسلام نے یہ خبر سن کر جویریہ کے خاندان کے کُل افراد کو قید سے آزاد کر دیا۔ یہ آزاد شدہ بنی مصطلق کے لوگ سات سو تھے یہ سب کے سب جویریہ کی وجہ سے آزاد ہو گئے۔ عائشہ کہا کرتی تھیں۔ میں نے جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے کسی کو صاحب برکت نہیں دیکھا جویریہ کا باپ حارث زرِ فدیہ لے کر آیا مگر خدمت پیمبر میں پہنچ کر اسلام قبول کیا ۶۵ سال عمر پائی پیمبر اسلام کے ساتھ مطیعانہ ومخلصانہ تعلقات رہے۔

۹۔ اُمِّ حبیبہ یا رملہ بنت ابوسفیان

نام رملہ ہے ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تھیں۔ ابوسفیان کی دشمنی پیمبر اسلام اور اسلام سے اتنی سخت تھی کہ جتنے بھی مظالم مکہ میں رہتے ہوئے اور بعد ہجرت جنگوں میں مصروفیت کے سبب پیمبر اسلام نے اٹھائے ہیں وہ سب ابوسفیان ہی کی کارگردگی تھی۔ ابوسفیان کی دشمنی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کی زوجہ ہندہ نے امیر حمزہ عم رسولؐ کا جگر چبایا اور ناک کان وغیرہ کاٹ کر انکا ہار گلے میں پہنا تھا۔

رملہ کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا۔ ہر دو نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ مگر عبیداللہ حبشہ پہنچ کر مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا۔ اور بوجہ کثرت شراب نوشی جلد ہلاک ہو گیا۔ ام حبیبہ حبشہ میں بیچارگی ولاوارثی کی زندگی گزارنے لگیں۔ ان کی بچی حبیبہ ان کے ہمراہ تھی۔ پیمبر اسلام نے عمر بن امیہ ضمری کو اپنا وکیل بنا کر شاہ حبش کے پاس بھیجا اور نجاشی نے بموجودگی جعفر ابن ابی طالب و دیگر مسلمانان کے ام حبیبہ کا نکاح پیمبر اسلام سے پڑھوا کر خدمت پیمبر اسلام میں بھیج دیا۔ جعفر غزوہ خیبر کے موقعہ پر واپس ہوئے ہیں یہ ۷ھ کا واقعہ ہے۔

ابوسفیان کو جب اپنی بیٹی کے عقد کے حالات معلوم ہوئے تو زبان پر یہ الفاظ جاری کئے۔ ذالك الفحل لا یقدع انفہ۔ یہ شخص (بزرگ ہے) کبھی ذلیل نہ ہوگا۔ ابوسفیان بہ اغراض سیاسی جب مدینہ آیا اور خدمت پیمبر اسلام میں باریابی ہوئی تو اس نے اپنی بیٹی کو ذریعہ سفارش و سہولت معاملات سیاسی بنانے کے خاطر اُمِّ حبیبہ سے ملاقات کرنی چاہی۔ ابوسفیان گھر میں آکر بستر پر بیٹھنے لگا تو اُمِّ حبیبہ نے جھٹ پٹ وہ بستر ہٹا دیا باپ نے بیٹی سے پوچھا کہ کیا تم کو بستر باپ سے زیادہ عزیز تھا۔ ام حبیبہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس بستر پر پیمبر اسلام بیٹھتے ہیں تمہارے بیٹھنے سے یہ نجس ہو جاتا کیونکہ تم مشرک ہو۔ ابوسفیان نے بیٹی سے کہا کہ تم شر میں گرفتار ہو گئی ہو۔

ام حبیبہ عابدہ۔ زاہدہ۔ موحدہ مطیع شوہر بیبی تھیں۔ ہمیشہ اطاعت پیمبر اسلام کو اپنی زندگی کا حقیقی نصب العین سمجھا۔

پیمبر اسلام نے ام حبیبہ بنت ابو سفیان سے عقد کر کے اس دشمن اسلام اور اس کے رفقاء و ناصرین کی گردنیں ہمیشہ کے لئے جھکا دیں اور سیاست نبوی کا یہ وہ وار کاری تھا جس نے قریش کے ائمہ کو فنا کر دیا اور ذہنی۔ اخلاقی۔ معاشرتی حقارت و ذلت محسوس کرنے پر وہ مجبور ہو گئے۔

۱۰۔ احسن سلوک بہ صفیہ بنت حیی بن اخطب

صفیہ کا پہلا نام زینب تھا۔ ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم القرظی سے ہوا مگر بعد کو طلاق ہو گئی تھی۔ دوسرا نکاح کنانہ بن ابی حقیق سے ہوا تھا۔ کنانہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا۔ صفیہ کا باپ قبیلہ بنو نضیر کا سردار اور ماں قبیلہ قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھی۔

(۱) روضۃ الاحباب صفحہ ۵۹۵ مصنفہ محدث شیرازی۔

صفیہ قیدیوں میں گرفتار ہو کر جب پیمبر اسلام کے سامنے لائی گئیں تو پیمبر اسلام نے رئیس و سردار قبیلہ کی لڑکی کا احترام اس طرح کیا کہ ان کو علیحدہ خیمہ میں ٹھہرایا۔ پھر خود صفیہ کے پاس گئے۔ اور فرمایا اے صفیہ تمھارے باپ اپنی زندگی بھر ہماری عداوت میں مصروف رہے حتی کہ خدا نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد پیمبر اسلام نے صفیہ سے کہا کہ تم کو آزاد کرتا ہوں تم چاہے اپنی قوم سے جا ملو یا اسلام قبول کر لو اور میری زوجیت پسند کر لو۔ صفیہ نے عرض کیا کہ میں اسلام کی آرزو رکھتی ہوں اور میں نے آپ کی دعوت اسلام سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ میں یہودیوں میں رہنا نہیں چاہتی ہوں۔ پیمبر اسلام نے نکاح کیا۔

پیمبر اسلام کی یہ سیاست عالیہ تھی کہ پھر آپ نے قبائل عرب کے ذہنوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے پہلے خیالات کو دل سے نکال دیں کہ وہ محمد کو بہ نظر حقارت و ذلت دیکھتے ہوئے اس کے پیغام توحید کی تذلیل کرتے تھے۔

پیمبر اسلام کے اس عمل سے ہی ایک فائدہ نہیں تھا بلکہ ابواب حکمت میں اس کے دیگر فوائد بھی درج کر چکا ہوں۔

۱۱۔ ریحانہ بنت شمعون قبیلہ بنی نضیر

ریحانہ کا پہلا نکاح حکم قرظی سے ہوا تھا۔ جب بنی قریظہ مغلوب ہوئے تو ریحانہ قید ہو کر لائی گئیں۔ پیمبر اسلام نے ان کو آزاد کر کے خطبہ پڑھا۔ بعض مورخین نے ان کو شاریہ خادمہ لکھا ہے۔

۱۲۔ حسن سلوک بہ میمونہ میمونہ کا پہلا شوہر مسعود بن عمرو ثقفی تھا۔ اس نے طلاق دیدی۔ اس کے بعد ابو رہم بن عبد العزیٰ نے نکاح کرلیا۔ ابو رہم کے انتقال کے بعد عباس ابن عبد المطلب کے کہنے سے پیمبر اسلام نے عقد کرلیا۔ زوجہ عباس ام الفضل کی میمونہ بہن تھیں۔ ۵۱ھ میں وفات پائی۔ پیمبر اسلام کا ساتھ تھوڑی مدت رہا مگر تعلقات مطیعانہ رہے۔

پیمبر اسلام کی حیات میں خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ کی وفات ہو چکی تھی باقی ۹ یا بقولے دس ازواج زندہ تھیں۔

پیمبر اسلام کی ازواج کے بارے میں مختصر ترین بیان لکھنے کے بعد میں چاہتا ہوں کہ تاریخ اغیار و مورخین اسلام میں ازواج کے بارے میں جو چہ می گوئیاں اور اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے بارہ میں مختصر طریقہ پر کچھ لکھوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو سکے کہ پیمبر اسلام نے قوانین تدبیر منزل کی تدوین بہترین طریقہ پر کی ہے اور دشمن و دوست کو کبھی اعتراض کا موقع نہیں مل سکتا۔

تبصرہ بہ حالات ازواج پیمبر چونکہ ازواج پیمبر اسلام اور تعدد ازواج پر مورخین یورپ نے اور ان کی نقل کرتے ہوئے دیگر دشمنان اسلام نے ذات پیمبر اسلام پر رکیک اور ناروا حملے کئے ہیں۔ لہذا میں اس بحث کو بذریعہ عبارات تاریخی روشن تر کرنا چاہتا ہوں۔ بطور تمہید کے چند تاریخی حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) کتب تاریخ اسلام میں ان ازواج کی تعداد جن سے زفاف ہوا صرف گیارہ ہے۔

(۲) مورخین اسلام نے ان ازواج کے علاوہ نفر بائیس عورتوں کا اور بھی ذکر کیا ہے جن میں بعض سے نکاح ہوا مگر نوبت زفاف نہ آئی اور بعض سے صرف خطبہ کیا گیا اور نکاح نہیں کیا گیا۔

(۳) بعض کنیزیں تھیں جیسے ماریہ قبطیہ۔ ریحانہ بنت زید (ان ہر دو سے زفاف واقع ہوا) ان دو کے علاوہ قیصر و شیریں خواہران ماریہ قبطیہ تھیں۔ امیمہ کو زینب بنت جحش نے ہدیہ کیا تھا۔ میمونہ بنت ابی علیب اور ام ضمیرہ و سابقہ و ربیحہ۔

پیمبر اسلام کی گیارہ ازواج کے بارہ میں جو مصلحتیں تھیں ان کو بیان کیا گیا اور تاریخی اعتبار سے یہ امر ثابت کر دیا گیا کہ پیمبر اسلام نے ہر زوجہ کے ساتھ مساویانہ سلوک روا رکھا اور کسی زوجہ کو دوسری زوجہ پر کبھی اس کے حقوق کے اعتبار سے ترجیح نہیں دی اور آپ نے اس طریقہ تدبیر منزل کے اعلیٰ نمونے پیش کئے۔ اب رہا باقی عورتوں کا معاملہ تو ان کے بارہ میں تاریخی اسناد

کو پیش کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ پیمبر اسلام کا یہ فعل بھی حکمت عملی و تدبیر منزل کے قوانین کے عین مطابق ہے۔

(۱) فاطمہ بنت ضحاک کلابیہ سے عقد کیا مگر پھر اس کو مختار کیا کہ سلسلہ زوجیت میں رہنا چاہتی ہے یا نہیں اس نے پسند نہیں کیا تو پیمبر اسلام نے بغیر زفاف اُس کو طلاق دیدی۔

(۲) اسماء بنت صلت سلمیہ کی خواستگاری پیمبر اسلام نے کی مگر وہ اس خوشخبری کی تاب نہ لاسکی شادی مرگ ہوگئی۔

(۳) قبیلہ سلیم سے ایک شخص خدمت پیمبر اسلام میں آیا اور عرض کیا میری لڑکی نہایت حسین و جمیل ہے اور اس کی بہت بڑی صفت یہ ہے کہ اس کو کبھی کوئی مرض اور تکلیف نہیں پہنچی ہے آپ نے فرمایا لا خیر فی مال لا یذرء ولا جسد لا یبال منہ۔ اس مال میں کوئی خیر نہیں ہے۔ جس میں سے ضائع نہ ہوا ہو اور نہ اس جسم میں کوئی نیکی ہے جو مبتلا تکلیف نہ ہو۔ اور آپ نے انکار کر دیا۔

(۴) ملیکہ بنت کعب۔ پیمبر اسلام نے عقد کیا۔ اس کا باپ فتح مکہ کے موقع پر قتل ہو چکا تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تو ایسے مرد سے نکاح پر راضی ہوگئی ہے کہ جو تیرے باپ کا قاتل ہے۔ جب پیمبر اسلام اس کے پاس آئے تو ملیکہ نے زفاف کو مکروہ سمجھا۔ آپ نے اُس کو آزاد کر دیا۔ زفاف نہیں ہوا۔

(۵) اسماء بنت نعمان بن ابی الجون الکندیہ۔ اسماء کا باپ سردار اور قائد قبیلہ کندہ تھا۔ جب وہ مسلمان ہوگیا تو اُس نے پیمبر اسلام سے درخواست کی کہ میری لڑکی اسماء سے آپ عقد کرلیں۔ نوبت عقد پہنچی تو پیمبر اسلام نے اس کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مقرر کیا۔ اس نے مہر کی زیادتی کی فرمائش کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی کسی زوجہ یا کسی لڑکی کا مہر اس سے زیادہ نہیں رکھا ہے اسماء مدینہ لائی گئی۔ بہت حسین و جمیل تھی۔ بعض ازواج پیمبر کو حسد ہوا اور اسماء کو سکھا دیا کہ جب شب زفاف پیمبر اسلام تیرے پاس آئیں تو کہنا اعوذ باللہ منک۔ وہ تجھ کو پسند بہت کریں گے۔ چنانچہ جب وقت زفاف آیا تو اسماء نے پیمبر اسلام سے مخاطب ہو کر کہا اعوذ باللہ منک۔ میں تجھ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔ پیمبر اسلام فوراً ہٹ گئے اور فرمایا کہ تو بہت عظیم پناہ چاہتی ہے۔ اب تو اپنے اعزاء میں واپس جا میں نے آزاد کیا۔

(۶) لیلیٰ بنت حظیم۔ ایک دن پیمبر اسلام دھوپ کی جانب پشت کئے ہوئے بیٹھے تھے کہ اتنے میں لیلیٰ آئی

اور اس نے پشت پیمبر اسلام پر ایک گھونسہ مارا۔ آپ نے کہا یہ کون ہے۔ الکلۃ الاسود۔
بھیڑیا اس کو کھا جائے۔ لیلی نے درخواست کی کہ مجھ کو زوجیت میں لے لیجئے۔ پیمبر نے اقرار کر لیا۔
مگر بعد کو لوگوں نے اس سے کہا کہ تو تنگ مزاج اور تند خو ہے۔ تیری گزر محمدؐ کے ساتھ نہ ہو گی
اور نتیجہ یہ ہو گا کہ تیرا انجام برا ہو گا۔ لیلی نے محمدؐ سے فسخ نکاح کی درخواست کی۔ آپ نے منظور
کر لیا۔ مگر چند روز کے بعد وہ بھیڑیا کا شکار ہو گئی۔

(۷) اُمِ ہانی بنی فاختہ بنت ابی طالب۔ ابتداء میں پیمبر اسلام نے ام ہانی سے عقد کرنا چاہا۔ مگر ابو طالب نے
بہ مصلحت اُمِ ہانی کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب سے کر دیا۔ محمدؐ رضائے ابو طالب پر راضی ہو گئے۔
محمدؐ کی بعثت کے بعد ام ہانی مسلمان ہو گئیں اور ہبیرہ سے جدائی ہو گئی۔ اس وقت بھی محمدؐ نے
اُمِ ہانی سے کہا کہ وہ ان سے عقد کر لیں۔ ام ہانی نے کہا کہ میں قبل اسلام بھی آپ کو محبوب رکھتی
تھی۔ یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے کہ اب دوست نہ رکھوں۔ خدا کی قسم آپ کو اپنی آنکھوں کانوں سے
بھی زیادہ دوست رکھتی ہوں۔ لیکن میرے بچے ہیں اور کچھ یتیم ہیں۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ آپ کی
خدمت میں پہنچ کر انکی نگرانی میں کمی ہو جائے اور اگر ان کی خدمت و نگرانی میں رہوں تو مبادا
آپ کی خدمت میں کوتاہی ہو جائے۔ آپ نے جب یہ کلمات سنے تو فرمایا کہ زنان قریش میں یہ عورت
بہت نیک ہے کہ صغر سنی میں اپنے بچوں کی محافظ ہے اور اپنے شوہر کی اس کے پیچھے اتنی
خیر خواہ ہے۔

(۸) خولہ بنت حکیم۔ خولہ نے اپنے نفس کو محمدؐ کے لئے ہبہ کرنا چاہا مگر آپ نے منظور نہیں کیا۔

(۹) حمرۃ بنت حارث غطفانیہ۔ کہ مرض برص میں مبتلا تھی لہذا نوبت نکاح نہیں آئی۔

مندرجہ بالا عبارت میں کچھ عورتوں کا حال لکھا گیا۔ صاحبان فہم خود اندازہ کر سکتے ہیں
کہ یہ وہ واقعات ہیں جو دامن محمد صلعم کو بالکل پاک وصاف رکھتے ہیں اور تعیش نفسانی کا شائبہ
بھی نہیں آنے دیتے۔ ان عورتوں میں بعض وہ ہیں جن کے والدین نے خود پیش کیا ہے اور محمدؐ
نے بہ مصالح تبلیغ دینی و وسعت تعلقات شخصی منظور کر لیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کو باوجود
حسن و جمال و صفت بکارت و کم سنی محمدؐ نے رد کر دیا ہے۔ اور ان رد کی ہوئی عورتوں کی تعداد
تقریباً تیس ہے اور منظور شدہ کی تعداد صرف گیارہ ہے۔ ان گیارہ میں بجز عائشہ کے کہ
ابو بکر نے خود عائشہ کو بعمر کم سنی پیش خدمت پیمبر اسلام کیا ہے کہ محمد صلعم کو تین سال تک زفاف کی نوبت
نہ آئی۔ باقی دس عورتیں عمر رسیدہ۔ بیوہ۔ چند شوہر دیدہ۔ پہلے شوہروں سے اولاد والیاں تھیں

حالات و واقعات ازواج کو بغور دیکھنے سے ہر صاحب فہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔

(۱) پیمبر اسلام نے ابتدائے جوانی سے تا آخر عمر کوئی عورت طلب تعیش کے لئے نہیں کی کیونکہ پہلی عورت بوڑھی تھی اور اس کے ساتھ ۲۵ سال پیمبر اسلام نے اس طرح گذارے کہ خدیجہ کی زندگی میں دوسرا عقد ہی نہیں کیا۔

(۲) عائشہ کو اتنی کم عمری میں پیمبر اسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا کہ تعیش انسانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ عائشہ کو تین سال تا زمانہ بلوغ پرورش کیا گیا۔ اس نکاح سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ قریش کی نظر حقارت سے محفوظ ہو گئے اور جس طرح قوم نے بعد وفات خدیجہ و ابوطالب پیمبر اسلام کو بے یار و مددگار تصور کیا تھا وہ بات نہ رہی کیوں کہ ابوبکر تھا فہ بھی قریش کے متمول طبقہ میں شمار ہوتے تھے۔ اور اعیان قوم قریش سے سمجھے جاتے تھے۔

سودہ بنت زمعہ ایک معمر عورت سے پیمبر اسلام نے صرف اس لئے عقد کر لیا کہ وہ مسلمان ہو چکی تھی اُس کا شوہر نصرانی ہو گیا تھا۔ بعد کو وہ مرگیا تو سودہ بے وارث ہو گئیں اس حالت میں حقارت ہو گی و کبر سنی کو دور کرنے کے لئے اور طبقہ نساء کے اس صنف کو باوقار بنانے کے لئے پیمبر اسلام کا یہ فعل اعلیٰ نمونہ تدبیر منزل پیش کرتا ہے۔

حفصہ۔ سودہ و عائشہؓ کے بعد پیمبر اسلام نے حفصہ بنت عمر ابن خطاب سے عقد کیا۔ یہ عقد بلحاظ مصالح وقتی بہت ہی اہم تھا۔ کیونکہ عمر ابن خطاب قریش میں بہت مشہور باثر اور غضب ناک و غصہ ور شخص تھے۔ اور ایک بڑے خاندان کے فرد تھے۔ علاوہ بریں حفصہ بیوہ تھیں خود ان کے باپ نے حصول سعادت اخروی کے لئے پیمبر سے نکاح کی درخواست کی تھی۔ پیمبر اسلام نے حفصہ سے عقد کر کے تدبیر منزل و حکمت و سیاست اعلیٰ کا ثبوت دیا ہے اور عائشہ و حفصہ کے عقد کے بعد پیمبر اسلام کو برادری قریش میں پھر مساویانہ حقوق شہری و قومی و معاشرتی حاصل ہوئے اور یہ بات نہیں رہی کہ محمدؐ (نعوذ باللہ) مجنوں ہے۔ ساحر ہے۔ اس کے پتھر مارو، اس کو شہر سے نکالو کے نعرے بلند ہو سکیں۔ برادری کے قوانین کے اعتبار سے پیمبر اسلام کا ایک گونہ پھر اعتبار قومی و معاشرتی پیدا ہو گیا۔ تاریخ داں حضرات جانتے ہیں کہ حفصہ کے باپ عمر بن خطاب ساتویں سال بعثت میں مسلمان ہوئے اور ان کی خصوصیات طبیعت یہ تھیں۔ حیات محمدؐ صـ۱۵۸ مصری۔ محمد حسین ہیکل۔

وکان عمر ابن خطاب یومئذ رجلا فی فتوۃ الرجولیۃ بین الثلاثین والا

والشلاثين وکان مفتول العضل قوی الشکیمہ حاوی الطبع سریع الغضب تحبا اللھو والخمر......
وکان من اشد قریش اذی للمسلمین و وقیعۃ فیھم۔ (ترجمہ) عمر ابن خطاب اس وقت جوان عمر ۳۵ سال
قوی الجثہ۔ طاقت ور۔ تند مزاج۔ جلد غضبناک ہونے والے کھیل اور شراب کے شوقین تھے اور قریش میں
سب سے زیادہ مسلمانوں کو ایذا دینے والے تھے اور ان میں با وقعت تھے۔ پیمبر اسلام کے اس عقد نے
مقاصد کی کامیابی میں کارنمایاں دکھایا۔

پانچواں عقد زینب بنت خزیمہ سے پیمبر اسلام نے کیا۔ زینب کے دو شوہر ہو چکے تھے۔ ان کے شوہر
جنگ احد میں شہید ہو چکے تھے یہ لاوارث تھیں ان کی مدد ضروری تھی۔ علاوہ مطابق رسوم عرب بلکہ اہل عالم
ایسی عورت کا قوم میں کوئی وزن اور کوئی قیمت باقی نہیں رہتی ہے۔ لہذا پیمبر اسلام نے اپنے اس عقد سے
طبقہ نساء کی اس صنف کی عزت و توقیر کو بلند کر دیا۔ اور زینب کو ذلت لاوارثی سے بچایا۔

ام سلمیٰ۔ زوجہ پیمبر اسلام کے واقعات اور مصالح مثل زینب بنت خزیمہ ہی تھے بلکہ اس سے کچھ زیادہ
قابل رحم تھے کہ ان کے پہلے شوہر سے چار بچے بھی موجود تھے۔

زینب بنت جحش پیمبر اسلام کی خاندان کی فرد تھیں۔ بچپن سے پیمبر اسلام نے ان کو پالا پرورش کیا
زینب پیمبر اسلام کی پھوپی کی لڑکی تھیں۔ بہت تند مزاج اور حسین و جمیل تھیں۔ زید بن حارثہ خدیجہ کے زر خرید
غلام تھے۔ خدیجہ نے پیمبر اسلام کو ہبہ کر دیا تھا۔ زید پیمبر اسلام سے عمر میں بیس سال بڑے تھے۔ ایک بار
زید کا باپ اور چچا۔ حارثہ اور کعب روپیہ لے کر آئے اور زید کو واپس لے جانا چاہا مگر زید نے انکار کر دیا
پیمبر اسلام نے زید کو منہ بولا بیٹا کہہ دیا۔ (عرب میں منھ بولا بیٹا بھی حقیقی معنی میں اصلی بیٹا ہی سمجھا جاتا تھا)
پیمبر اسلام رسوم جاہلیت کو مٹانے کا عزم کر چکے تھے اور غلام و آقا کی تفریق کو مساوات انسانی کے خلاف جانتے
تھے۔ لہذا آپ نے اپنی پھوپی کی بیٹی زینب کا عقد باصرار زید سے کر دیا۔ اور خود زید کی جانب سے
زینب کا مہر ادا کیا۔

صاحب معالم نے لکھا ہے کہ پیمبر اسلام نے دس دینار ساٹھ درہم۔ ایک چادر ایک پیراہن اور ایک
لنگ اور ایک اوڑھنی۔ پچاس مد گیہوں اور تیس صاع خرمے بطور مہر زینب کے پاس بھجوائے۔ زینب کا
عقد زید سے ہو گیا۔ مگر زینب کو اپنی یہ حقارت کہ عالی خاندان عورت ایک غلام کی زوجہ ہو گوارا نہ ہوئی
ہر دو میں نزاع رہنے لگی آخر زید نے طلاق دیدی اس کے بعد افراد خاندان کے الزامات کہ محمد نے
اپنی پھوپی کی بیٹی اپنے آزاد کردہ غلام کو بیاہی اور پھر اس غلام نے بھی طلاق دیدی معاملہ سخت ہو گیا
اور بنی ہاشم کے عزت و ذلت کا سوال پیش ہو گیا۔ اس مشکل کا حل کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا کہ محمد خود

زینب سے عقد کرلیں اور اس کے متعدد فوائد ہوں گے۔

(۱) اول تو یہ ہے کہ رسم جاہلیت عرب کہ متبنیٰ کو حقیقی بیٹا بنا کر وارث ترکہ و میراث کر لیا جائے ختم ہو گئی۔ اور حقوق اولاد صلبی محفوظ ہو گئے۔

(۲) زینب اعلیٰ خاندان بنی ہاشم کی فرد تھیں اور خلاف دستور و مراتب اعزاز خاندانی ایک غلام کو بیاہ دی گئی تھیں اور اس عقد کو عملی جامہ پہنانے والے خود پیمبر اسلام تھے۔ لہذا بعد طلاق زید کے پیمبر اسلام نے خود زینب سے عقد کر کے اس ذلت خاندانی کو دور کر دیا اور پھر شرافت خاندانِ بنی ہاشم کو قائم کر دیا۔

(۳) زینب تند مزاج۔ سخت طبیعت عورت تھیں۔ نہ معلوم دوسرے مردوں سے عقد کرنے میں کتنی بار طلاق ہوتی اور کتنی بار عقد ہوتا۔ لہذا پیمبر اسلام نے زینب کے ساتھ تاحیات پر لطف اور پر سکون زندگی گزار کر تدبیر منزل کا اعلیٰ نمونہ پیش کر دیا۔

(۴) زینب کو زید سے باصرار پیمبر اسلام نے بیاہا تھا۔ طلاق زینب کے بعد زینب کی دل جوئی اور تسکین خاطر بجز اس صورت کے ممکن ہی نہ تھی۔

(۵) پیمبر اسلام کا یہ فعل بلحاظ مصالح دینی و دنیوی اتنا اعلیٰ تھا کہ خدا نے اس کی خوبی پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ اور اس امر کو قانون اسلام قرار دیا کہ متبنیٰ کو مثل اولاد صلبی قرار نہ دیا جائے۔ وما جعل

(۱) ادعیاءکم ابناءکم ذالکم قولکم بافواھکم واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ہ

(ترجمہ) تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا ہے۔ یہ تو تمہاری باتیں ہیں جو تم نے گڑھ لی ہیں۔ خدا سچ کہتا ہے اور راہ راست کی ہدایت کرتا ہے۔

(۲) دوسری آیت قرآن۔ فلما قضی زید منھا وطراً زوجنا کھا لکی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیاءھم اذا قضوا منھن وطرا و کان امر اللّٰہ مفعولاً

(ترجمہ) پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ نہ رہے مسلمانوں پر گناہ۔ نکاح کر لینا اپنے لے پالکوں کی ازواج سے جب وہ تمام کر لیں ان سے اپنی غرض اور اللّٰہ کا حکم بجالانا ہے۔

دافع اعتراض:۔ زینب بنت جحش کے بارہ میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ "تاریخی حقائق تھے اور ایسے حقائق جن کا انکار ناممکن ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ زینب پیمبر اسلام کی پھوپی کی بیٹی تھیں۔ پیمبر اسلام نے بچپن سے جوانی تک دیکھا بھالا تھا۔ خود پیمبر اسلام نے زینب کا نکاح زید غلام سے

کیا اور خود زید کی جانب سے مہر زینب ادا کیا۔ واقعہ ہے کہ زینب اعلیٰ خاندان بنی ہاشم کی فرد تھیں اور زید غلام زرخرید۔ اس ۱۹۶۵ء یا ۱۳۸۵ھ میں جبکہ دنیا بخیال خود بہت کچھ ترقی یافتہ ہو چکی ہے ایسے باہمی رشتے اور عقد نہیں نبھتے ہیں اور آخر میں طلاق یا جدائی کی نوبت آجاتی ہے۔ عہد پیمبر اسلام اور ملک عرب تو ان امور کے لئے مخصوص تھا۔ یہ واقعات تاریخی ہیں ان کے علاوہ مورخین اسلام و دشمنان اسلام نے جو خرافات و مزخرفات لکھے ہیں۔ ان کا ماخذ منافقین عہد پیمبر اسلام و منافقین بعد عہد پیمبر اسلام ——— اور شاہان اسلام کے زرخرید واضعین احادیث کا کارنامہ ہے اور انہی منافقین و دشمنانان اسلام کے ذہنی پیداوار ہے اور صرف اس لئے دامن پاک پیمبر اسلام پر ایسے دھبے لگائے گئے ہیں کہ ——— ان کے اسلاف اور ان کے خود دامن بشریت ایسے داغوں سے سیاہ ہو رہے تھے۔ لاکھوں احادیث ایسی موضوع کرائی گئیں کہ تصرخ اسلام کو مسخ کر ڈالا۔ تمام محدثین و مورخین و مفسرین متفق ہیں کہ شاہان اسلام کے وقت میں زرخرید علماء نے جھوٹی احادیث کو وضع کیا ہے۔ جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل مطبوعہ قاہرہ صفحہ ۴۸۔ احادیث موضوع کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

وسبب آخر یوجب تمحیص ماورد فی کتب السلف ونقده نقداً دقیقا علی الطریقة العلمیه ان اقدمها کتب بعد وفات النبی بمائة سنة واکثر وبعد ان فشت فی الدولة الاسلامیه دعایات سیاسیة وغیر سیاسیة کان اختلاف الروایات والاحادیث بعض وسائلها الی الذیوع والغلب۔

کتب قدیم کے احادیث کی تنقید علمی طور پر بنظر غائر کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ پیمبر اسلام کے وفات کے سو سال یا اس سے زیادہ مدت کے بعد جو کتاب احادیث لکھی گئی وہ اسلام میں سب سے قدیم کتاب ہے اور وہ بھی اس کے بعد لکھی گئی جبکہ اسلام میں سیاسی و غیر سیاسی اغراض کے سبب روایات اور احادیث گڑھی گئیں تاکہ وہ غلبہ حکومت اور اشاعت حکومت کا سبب بن سکیں

(۲) فما بالک بالمتاخر بما کتب فی اشد ازمان التقلقل والاضطراب! وقد کانت المنازعات السیاسیة سببا فیما لقیه الذین جمعوا الحدیث ونقوا ایلقه ودونوا مااعتقدوه صحیحاً منه۔

(۲) پھر عہد آخر میں جو احادیث لکھی گئیں ان کے بارہ میں کیا کہا جا سکتا ہے جبکہ وہ زمانہ انتہائی اضطراب وانتشار سیاسی کا تھا اور سیاسی نزاعات ہی اس کا سبب تھے کہ احادیث کو جمع کیا جائے اور اس کے خراب حصہ کو خارج کیا جائے اور جو ان کے اعتقاد میں صحیح ہو اس کو

جمع کیا جائے۔

(۳) والواقع ان المنازعات السياسية التي حدثت بعد الصدر الاول من الاسلام ادّت الى اختلاق كثير من الروايات والاحاديث تائيدا لها۔ فلم يكن الحديث قد دوّن الى عهد متاخرين من عصر الامويين وقد امر عمر ابن عبد عزيز بجمعه ثم لم يجمع الا في عهد المامون بعد ان اصبح "الحديث الصحيح في الحديث الكذب كشعرة البيضاء في جلد الثور الاسود" على قول الدارقطني ولعل الحديث لم يجمع في الصدر الاول من الاسلام لما كان يروى عن النبي انه قال "لاتكتبوا عني شيئا غير القرآن ومن كتب شيئا غير القرآن فليمحه"۔

(۳) حقیقت یہ ہے کہ سیاسی نزاعات جو اسلام کے ابتدائی دور میں پیدا ہوئے وہی بکثرت احادیث و روایات پیدا ہونے کا سبب ہوئے تاکہ احادیث سے ان نزاعات کی تائید ہو سکے۔ عہد امیہ کے آخر تک احادیث کی تدوین نہیں ہوئی۔ البتہ عمر ابن عبدالعزیز نے احادیث کے جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن احادیث کو نہیں جمع کیا گیا۔ البتہ عہد مامون رشید میں احادیث جمع کی گئیں جبکہ یہ حال ہو گیا تھا کہ صحیح حدیثیں جھوٹی احادیث میں اس طرح شامل ہو چکی تھیں جس طرح کالے بیل کے کھال میں کوئی سفید بال ہو۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ دور اول اسلام میں احادیث جمع نہیں کی گئیں۔ کیوں کہ پیمبر اسلام کا حکم تھا کہ بجز قرآن کے میری جانب سے کچھ نہ لکھو اور جس نے کچھ لکھا ہے وہ مٹا دے۔

(۴) لقد اراد عمر ابن الخطاب اثناء خلافته ان يتدارك الحال في ذلك بان يكتب السنن ...... ثم اصبح يوما وقال "اني كنت اريد ان اكتب السنن واني والله لا اشوب كتاب الله وعدل عن كتابتها وكتب في الامصار عنها "من كان عنده شئ فليمحه" وظلت الاحاديث بعد ذلك تتوالد وتتداول، حتى جمع ما صح لدى الجامعين منها في عهد المامون۔

(۴) عمر ابن خطاب نے اپنی عہد خلافت میں احادیث کے جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر ایک دن صبح کو کہا کہ میں نے احادیث و سنن جمع کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر اب میں خدا کی قسم کتاب خدا کے ساتھ کسی شے کو نہیں ملاؤں گا اور کتابت احادیث کو ترک کر دیا۔ اور اسلامی شہروں اور ملکوں کے عاملوں کو حکم نامے جاری کر دیئے کہ کسی کے پاس کوئی حدیث لکھی ہو تو مٹا دی جائے۔ اس کے بعد احادیث خود پیدا ہوتی رہیں اور رائج ہوتی رہیں کہ عہد مامون رشید میں جامعین کے نزدیک جو صحیح احادیث تھی گئیں انھوں نے جمع کر لیں۔

(۵) ص۱۵ ومن الحق ان المسلمین قد بلغ اختلافهم بعد وفاة النبی حداً دعا الدعاة فیهم الی اختلاق الآلاف المولفة من الاحادیث والروایات۔

(ترجمہ) حقیقت یہ ہے کہ پیمبر اسلام کی وفات کے بعد مسلمانوں میں اختلافات پیدا ہوئے اور اس حد پر اختلافات ہوئے کہ دعویداران نے لاکھوں احادیث اور روایات کو بنا ڈالا۔

(۶) ص۵۲ وما کان لهم ولا ینبغی لهم ان ینازعوا الخلیفة فی ارائه مخافة ما یحل بهم لذالك لم یطبقوا بما یحب من الدقة۔

(ترجمہ) جامعین احادیث یا دیگر افراد کی اتنی مجال نہ تھی کہ وہ خلیفہ سے اس کی رائے کے بارہ میں نزاع کریں اس خوف سے کہ نہ معلوم ان پر کیا عذاب نازل ہو جائے اسی سبب سے وہ جامعین احادیث مطابقت احادیث میں وہ وقت نظری کام نہ لاسکے جس کی ضرورت تھی۔

میں نے جو اقتباسات پیش کئے ہیں وہ عالم جید وائس چانسلر ازہر یونیورسٹی مصر محمد حسین ہیکل کی تصنیف ہے۔ اور احادیث کے بارہ میں موصوف نے جو واقعات تاریخی لکھے ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ اہل اسلام۔ غیر مسلموں کو آئے دن بُرا بھلا لکھتے رہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں نے شان پیمبر اسلام میں گستاخی کی ہے۔ مگر دشمن کو سب سے پہلے تو عیب ہی نظر آتا ہے مگر یہ دوستوں (مسلمانوں) کو کیا ہو گیا تھا کہ انھوں نے سیرت پیمبر اسلام کو الزام لگا کر اتنا پست کیا ہے جتنا کہ دشمن بھی نہیں کر سکتے تھے۔ درحقیقت دور اول اسلام میں تو احادیث جمع ہی نہیں ہوئیں اب عہد مامون رشید میں احادیث کو جمع کیا گیا ہے تو مسلمانوں میں جو منافقین تھے یا علمائے یہود و نصاریٰ جو بظاہر عہد خلفاء اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے انھوں نے سیرت نبوی کو دل کھول کر خوب خوب رنگا۔ اہل اسلام کے پاس احادیث کے پڑھنے کا وہ معیار موجود ہے جس کی حفاظت کا وعدہ خدا نے خود کیا ہے لہذا علماء اسلام کا کام ہے کہ وہ جمع ہو کر مردود اور موضوع احادیث اور روایات کو خارج تاریخ اسلامی کر دیں اور اعلان عام کر دیں تاکہ اسلام کے محاسن فطری سے دنیا روشناس ہو سکے۔

زینب بنت جحش کے معاملہ کو مورخین اسلام و مورخین غیر مسلمین نے طرح طرح کے رنگ دے کر اپنی اپنی تصنیفات میں لکھا ہے۔ مگر ہر کہ خود گم است کرا رہبری کند۔

درحقیقت واقعہ اتنا ہی ہے جتنا کہ تاریخی و قرآنی روشنی میں درج کیا گیا ہے۔

زینب بنت خزیمہ اور اُمِ سلمہ کے حالات یکساں ہیں۔ ہر دو بیوہ ہو گئیں۔ ہر دو کے شوہر جنگ احد میں شہید ہو گئے یہ صاحبِ اولاد معمر عورتیں بے یار و مددگار رہ گئیں اور داغ بیوگی و حقارت افلاس کا شکار ہو گئیں۔ پیمبر اسلام نے ان کے بچوں کی کفالت اور ان کی نگرانی اور حقوق زوجیت کو اپنے ذمہ لے لیا۔ ان دو وجوہ کے علاوہ کوئی دشمن بھی کوئی تیسری وجہ یا تعیش نسائی کا جذبہ ثابت نہیں کر سکتا ہے۔

جویریہ بنتِ حارث سردار بنی مصطلق تھیں۔ پیمبر اسلام نے بحالت اسیری ان کی شرافت خاندانی کی وجہ سے نوازا اور قید سے آزاد کر کے اختیار واپسی دیا۔ بحالت انکار واپسی خود نکاح کیا۔ اور جویریہ کے سفارش کی وجہ سے سات سو بنی مصطلق کو آزاد کر دیا گویا پیمبر اسلام نے بنی مصطلق کے سرکشوں۔ دشمنوں کو نیچا بھی دکھا دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے ان کو قید سے آزاد کر کے اپنا غلام بے درہم بھی بنا لیا۔ اور پیمبر اسلام نے اس نکاح کے ذریعے اپنے مقصد تبلیغ اور کامیابی اور ہر دلعزیزی کی بنیاد قائم کر دی اور ان قبائل عرب کو جن کو اپنی قوتوں۔ فوجوں۔ قلعوں پر

نازتھا اور جو محمدؐ کو جلا وطن کر چکے تھے۔ جنھوں نے کسی موقع پر رحم نہیں کھایا ان کو ترس نہیں آیا۔ مسلمانوں کو تڑپ تڑپا کر برچھیوں کا نشانہ کیا۔ جنھوں نے محمدؐ کو بے خطا ان کے گھر سے بے گھر کیا تھا۔ آج وہی دیکھ رہے تھے محمدؐ اپنی حکمت عملی و نیز قوانین حکمت و تدبیر منزل کی وجہ سے ان کے دلوں ہی کو نہیں بلکہ گردنوں کو بھی جھکا دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

اُمِ حبیبہ بنتِ ابوسفیان سے پیمبر اسلام نے اس وقت عقد کیا جبکہ ان کا شوہر مرتد ہو گیا اور اُس نے طلاق دے دی۔ تاریخ اسلام و تاریخ عالم میں پیمبر اسلام کا یہ عمل بہترین تدبیر منزل سمجھا جائے گا۔ ابوسفیان بدترین دشمن اسلام۔ سردار قبائل قریش۔ سپہ سالار افواج قریش۔ حملہ آور مدینہ۔ اور اُس کی بیٹی زوجہ پیمبر اسلام اور پیمبر اسلام سے ایسی راضی کہ باپ آئے تو اُس کو پیمبر اسلام کے بستر پر نہ بیٹھنے دے اور یہ کہہ کر اُٹھا دیے کہ بستر پیمبر تیرے بیٹھنے سے نجس ہو جائے گا۔ کیوں کہ تو مشرک ہے۔

صفیہ بن حی بن اخطب کے حالات کا ناظرین کے سامنے پیش کئے جا چکے ہیں۔ پیمبر اسلام کے اس عقد نے پیمبر اسلام کے تدبیر منزل کا وہ نمونہ پیش کیا ہے۔ جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اور قوم عرب پر اپنی فوقیت اور اپنے پیام کی حقانیت ثابت کر دی۔

ریحانہ اور میمونہ کے حالات یکساں ہیں اور وجوہ عیاں ہیں۔

اب مندرجہ ذیل سطور میں اتنا لکھنا اور ضروری سمجھتا ہوں کہ پیمبر اسلام کے اس طریقۂ کار نے عرب کے کن کن قبائل پر اپنے اس مخفی وار سے فتح حاصل کی تھی۔

قبائل ازواج

پیمبر اسلام نے چھ عورتیں قریش کی زوجیت میں لیں۔ خدیجہ۔ عائشہ۔ حفصہ۔ اُمِ حبیبہ۔ اُمِ سلمہ۔ سودہ بنت زمعہ۔

چار ازواج عربیہ غیر قریش۔ زینب بنتِ جحش۔ میمونہ بنتِ حارث۔ زینب بنتِ خزیمہ۔ جویریہ

ایک غیر عربیہ بنی نضیر سے صفیہ بنت حی بن اخطب۔

ایک بنی نضیر یا بنی قریظہ سے ریحانہ بنت شمعون۔

ان ازواج کے علاوہ تقریباً تیس دیگر عورتیں ایسی تھیں جن کے والدین نے خود آکر عقد دختر کی درخواست کی۔ یا وہ خود حاضر ہوئیں اور یہ تمام قبائل عرب اپنی عزیز لڑکیوں۔ یا بیٹیوں کو زوجیت پیمبر اسلام میں دے کر فخر محسوس کرنے لگے تھے۔ چنانچہ ان تمام عورتوں کے بارے میں مورخین اسلام متفق ہیں کہ پیمبر اسلام نے ان کو رد کر دیا اور ان کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا۔

میں نے ازواج پیمبر اسلام کے حالات کا تجزیہ اس لئے کیا ہے کہ معترضین۔ منافقین۔ مورخین۔ بار بار اُن کو بغور مطالعہ کریں اور کسی گوشہ سیرت نبوی سے یہ پہلو پیدا کریں کہ پیمبر اسلام کے اتنے عقد اور اتنی ازواج بغرض تعیش و عشرت جسمانی تھیں۔ اگر صاحبان غور و فکر بہ نظر انصاف سیرت پیمبر اسلام کو دیکھیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ ان ازواج میں سے کسی ایک میں بھی سامان تعیش و عشرت نسائی کے خصوصیات موجود نہ تھے۔ پیمبر اسلام نے خدیجہ کے نکاح سے عائشہ و حفصہ وغیرہ تمام ازواج کے عقد صرف اپنے مقصد حیات یعنی کارہائے تبلیغ کی سہولت کے لئے کئے۔ اور جو ذرائع جائز اور برائے تمدن و تہذیب اصلاحی تھے وہی ذرائع آپ نے اختیار کئے۔

علاوہ بریں جو لوگ پیمبر اسلام کی کثرت ازدواج پر ناروا حملے و اعتراض کرتے ہیں ان کو پیمبر اسلام کی زندگی کا یہی پہلو نظر آتا ہے باقی تمام علم الٰہیات روحانیات۔ عبادات مکارم اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن وغیرہ کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا جو انسان اعلیٰ نقطہ کمال! انسانیت کو اہل عالم کے سامنے عملی طور پر پیش کر چکا ہے کیا ممکن ہے کہ اس کے فعل تعدد ازدواج میں مصالح اور حکمتیں پوشیدہ نہ ہوں جو بنی نوع انسانی کے فلاح دارین کا سبب قرار پا سکیں۔

۱۳۔ تتمہ تدبیر منزل اصلاح و تدبیر

اس دور تمدن و تہذیب و علم و روشن دماغی میں اگر کسی شخص کی دو عورتیں ہوتی ہیں تو بس لطف زندگی آجاتا ہے اور دنیا نمونہ جہنم بن جاتی ہے۔ عورت کو مرد جتنا کمزور سمجھتا ہے۔ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ صرف نظریہ اور طاقت کے استعمال کا فرق ہے ورنہ مرد جو کام تلوار و نیزہ و بندوق سے نہیں لے سکتا ہے۔ عورت صرف خاموش تدبیر سے مرد کے بنائے ہوئے قلعوں کو ڈھا سکتی ہے اور اپنا مقصد بہر حال پورا کر کے ہی دم لیتی ہے اور خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس کی دشمنی و بیخ کنی کرنے کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا ہے بہر حال پیمبر اسلام نے بیک وقت گیارہ عورتیں بحیثیت زوجہ کے رکھیں اور سب مقتدر و معزز گھرانوں کی عورتیں تھیں۔ ان کے حقوق میں تا حیات فرق نہیں آنے دیا اور کبھی موقع شکایت نہیں دیا۔ صاحب حیات محمد نے لکھا ہے۔

ان نساء النبی کن یا تمرن بہ ۔ ازواج نبی پیمبر اسلام کے احکام کی مطیع تھیں۔

بعض واقعات ایسے ہوئے ہیں جن سے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ پیمبر اسلام اور ازواج میں باہمی تنازع ہوئی۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ بعض واقعات ایسے گزرے کہ پیمبر اسلام کو ازواج کے اعمال و کردار کی اصلاح کرنے کی ضرورت پڑی ہے اور تدبیر منزل کا یہ اہم جزو ہے۔

معاملات بین النساء النبی

پیمبر اسلام کی زندگی میں معدودے چند ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن میں پیمبر اسلام نے ازواج سے اظہار ناراضگی کیا ہے۔ میں صحیح اندازہ کرنے کے لئے اول ان واقعات کو اجمالاً پیش ناظرین کرتا ہوں۔

(۱) ترجمہ حیات محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صفحہ ۳۲۶

پیمبر اسلام کا یہ معمول تھا کہ جب آپ نماز عصر سے فارغ ہو جاتے تو اپنی ازواج میں سے کسی کے مکان چلے جاتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ زینب بنت جحش کے مکان میں کچھ دیر بیٹھے رہے۔ عائشہ اور حفصہ نے باہم مشورہ کیا کہ آج ہم میں سے جس کے پاس بھی پیمبر اسلام آئیں تو چاہیے کہ ہم یہ کہیں کہ آپ کے دہن مبارک

ے مغافیر کی بدبو آتی ہے۔ چونکہ آپ بدبو کو بہت ناپسند فرماتے تھے۔ لہذا آپ اس کی ادھیڑ بن میں پڑ جائینگے اور زینب کے یہاں پھر نہ جائیں گے۔ چنانچہ آپ جب حفصہ کے پاس گئے تو انھوں نے کہا کہ آپ نے مغافیر (بدبودار گھاس) کھائی ہے۔ آپ نے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ میں نے تو ابھی زینب کے ہاتھ سے شہد کھایا ہے۔ اس کے بعد جب آپ عائشہ کے پاس گئے تو عائشہ نے بھی یہی کہا اور آپ نے یہی جواب دیا۔ پھر عائشہ نے پوچھا کہ پھر یہ بدبو کیسے آرہی ہے۔ تو پیمبر اسلام نے جواب دیا کہ میں نے زینب کے یہاں شہد پیا تھا۔ قالت! جرست نحلہ العرفط۔ (شجر الذی یثمر المغافیر) عائشہ نے کہا کہ اس مکھی (نحل) نے درخت عرفط جس میں مغافیر پیدا ہوتا ہے اس سے رس چوسا تھا لہذا اس کے شہد میں یہ بدبو موجود تھی۔ اس کے بعد آپ سودہ کے پاس گئے اس نے بھی ایسا ہی کہا۔ پھر آپ صفیہ کے پاس گئے تو اس نے بھی یہی کہا۔ پیمبر اسلام کو متعدد ازواج کے بار بار ایسا کہنے سے یہ خیال ہوا کہ میری کل ازواج ہی شہد کی خوشبو کو بدبو سمجھتی ہیں اور اس کی خوشبو ان کے لئے باعث کراہت ہے لہذا بپاس خاطر ازواج آپ نے شہد کو اپنے لئے حرام کر لیا اور فرمایا کہ اب شہد نہیں کھاؤں گا۔ ان سازشی ازواج کا مطلب پورا ہو گیا کہ پیمبر اب زینب بنت جحش کے پاس نہ جائیں گے۔ جب پیمبر اسلام نے شہد حرام کر لیا تو (عبارت حیات محمد مصری ص ۲۳۶)

فلما فعل قالت سودہ۔ سبحان اللہ۔ واللہ لقد حرمناہ۔ فنظرت الیہا عائشۃ نضرۃ ذات مغز۔ وقالت لھا۔ اسکتی۔

(ترجمہ) جب پیمبر نے شہد حرام کر لیا تو سودہ نے کہا۔ سبحان اللہ خدا کی قسم ہم نے محمد پر شہد حرام کر دیا یہ سن کر عائشہ نے سودہ کی طرف نظر کی ایسی نظر جو اپنے اندر معنویت و مغز رکھتی تھی اور سودہ سے کہا کہ چپ رہو۔

(۲) احوال انبیاء ابوالحسن کاکوروی صفحہ ۳۵۶

زوجات کے دو گروہ تھے ایک گروہ عائشہ اور حفصہ و سودہ و صفیہ کا تھا اور دوسرا گروہ ام سلمہ وغیرہ کا تھا۔

(۳) ازواج میں عدالت قائم رکھتے تھے اور جب سفر یا غزوہ کیلئے جاتے تھے قرعہ ڈالتے تھے جس زوجہ کا نام ہمراہی کے لئے نکلتا تھا اس کو ہمراہ رکھتے تھے (مدارج النبوۃ ص ۳۶)

(۴) ایک بار عائشہ پیمبر اسلام سے کہنے لگیں کہ آپ کو صفیہ بہت محبوب ہے وہ تو ایسی ہے ویسی ہے یعنی قصیرۃ القامۃ ہے۔ حضرت نے فرمایا اے عائشہ تو نے وہ کلمہ کہا کہ اگر اس کو دریا میں ڈالیں تو متغیر ہو جائے۔

(۵) پیمبر اسلام ایک دن صفیہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ صفیہ رو رہی ہیں سبب پوچھا تو کہا کہ عائشہ اور

حفصہ مجھے ایذا دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم بہتر ہیں کیوں کہ ہم کو شرافت نسب پیمبر خدا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کیوں نہیں کہدیتیں کہ تم کس طرح مجھ سے افضل ہو حالانکہ باپ میرا ہارون نبی اور یہ چچا میرا موسیٰ پیغمبر ہے۔

(۶) ص۳۶ جب صفیہ مدینہ آئیں تو عورتیں ان کو دیکھنے کے لئے آئیں اسی اثناء میں عائشہ صدیقہ نقاب منہ پر ڈال کر ان میں شامل ہو کر پوشیدہ تشریف لائیں تاکہ صفیہ کو دیکھیں حضرت رسالت مآب نے عائشہ کو پہچان لیا جب وہاں سے باہر گئیں تو پیمبر صلعم ان کے پیچھے گئے اور کونہ چادر کا پکڑ کر بولے اے حمیرا تو نے صفیہ کو دیکھا کیسا پایا۔ عائشہ نے عرض کیا ایک یہودیہ مابین یہودیات بیٹھی تھی فرمایا اے عائشہ تو ایسا کہتی ہے وہ تو مسلمان ہوئی ہے اور اچھا اسلام لائی ہے۔

(۷) حیات النبی مصنفہ محمد حسین ہیکل وائس چانسلر یونیورسٹی ازہر مصر۔ ص۴۳۷ ایک دن حفصہ اپنے باپ کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ جب کہ میں اپنے گھر میں نہ تھی تو ماریہ قبطیہ تمہارے پاس آگئی اور بہت دیر تک ان کے ساتھ رہی۔ جب حفصہ واپس آئیں تو ماریہ کو اپنے گھر میں پایا حفصہ کو جتنی دیر زیادہ ہوتی تھی اسی قدر زیادہ غصہ شدید آتا تھا۔ جب ماریہ وہاں سے چلی گئی تو حفصہ وہاں پہنچ کر پیمبر اسلام سے کہنے لگیں۔

لقد رایت من کان عندك واللہ لقد	(ترجمہ) میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس کون تھا۔ خدا کی قسم
سببتنی وما کنت لتضعھا لو لاھوانی	آپ نے میری توہین کی اور آپ ایسا نہ کرتے اگر میں
علیك۔	آپ کے نزدیک حقیر نہ ہوتی۔

پیمبر اسلام نے حفصہ کی ناراضگی بہت زیادہ پائی تو فساد کو دفع کرنے کی خاطر آپ نے ارادہ کیا کہ آپ ماریہ کو اپنے لئے حرام کر لیں تاکہ حفصہ راضی ہو جائیں۔ مگر آپ نے اس پر یہ شرط بھی لگا دی تھی کہ حفصہ نے وعدہ کیا کہ وہ ماریہ کے ترک کر لینے کا ذکر کسی سے نہ کریں گی۔ الفاظ صاحب حیات محمدؐ ملاحظہ ہوں ص۴۴۷

لکن الغیرۃ اکلت صدرھا فلم تطق	لیکن غیرت و رشک نے حفصہ کا سینہ کھا لیا تھا لہذا
کتمان مابہ فاسئرتہ الی عائشہ۔	وہ اس راز کے چھپانے پر قادر نہ ہو سکیں اور یہ راز
	پیمبر اسلام کا عائشہ سے کہدیا۔

(۸) (سنہ ۹ھ) ازواج نبیؐ کی یہ دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کے خلاف رہیں اور اس معاملہ میں اپنی باہمی نزاع سے پیمبر اسلام کو اذیت دیتی رہیں۔ حتی کہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہو گیا اور پیمبر اسلام نے اس کا نام اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ نبی اللہ کے نام پر رکھا۔ پھر تو بعض ازواج کو انتہائی رشک و حسد پیدا

ہوا اور کھلم کھلا پیمبر اسلام کے خلاف ہو کر اذیت رسانی کا سامان کرنے لگیں۔ صاحب حیات محمدؐ لکھتے ہیں۔

فلمّا ولدت ماریہ ابراهیم لجت بهن الغیرة اعظم لجاج وکانت بعائشة البخ ومد لهن فی لجاج الغیرة بهن هذا الرفق الذی کان محمد یعاملهن بہ وهذ المکانة التی رفعهن الیها۔

جب کہ ماریہ کے بطن سے ابراہیم کی ولادت ہوئی تو ازواج نبی بوجہ سوتلاپے کے رشک کے باہم جنگ کرنے لگیں یہ نزاع سب سے زیادہ شدید ہو گئی اور عائشہ اس جنگ میں سب سے آگے تھیں اور ان ازواج کی باہمی جنگ و نزاع اس نرمی کی وجہ سے تھی جو پیمبر اُن کے ساتھ برتتے تھے اور پیمبرؐ نے بلند مرتبہ عطا کر دیا تھا۔

ازواج نبی کی ایک پارٹی نے جب پیمبر اسلام کے خلاف سازش کر کے روز بروز خلفشار زیادہ پیدا کیا تو پیمبر اسلام کا اصل مقصد تو تبلیغ و توحید الہٰی و تبلیغ اصول معاشرہ انسانیت تھا۔ اور جس وقت کہ پیمبر اسلام کے ہموطنوں۔ اقربا۔ احباب۔ اعیان قریش و نیز عوام نے پیمبر اسلام کو تین سال تک شعب ابی طالب میں مقید بھی رکھا۔ اور ہر قسم کا ترک تعاون کر لیا۔ جان سے مارنے کے لئے شب ہجرت گھر گھیر لیا۔ راستہ چلنا۔ کھانا پینا دشوار ہو گیا۔ اور ساحر۔ مجنوں کہہ کہہ کر ایسا حقیر بنا دیا کہ خواص و عام بات کرنے کے بھی روادار نہ رہے۔ ہجرت طائف کی تو وہاں سے بھی اذیتیں دلوا کر نکلوا دیا۔ تمام جسم زخمی کر دیا۔ جو خاندان اشراف و عرب سمجھا جاتا ہو اور جس کو سرداری مکہ و کلید برداری و تولیت خانہ کعبہ حاصل ہو اسی خاندان کے وارث کے ساتھ یہ سلوک ناروا جائز رکھا جائے اور حالات اس قدر خراب ہو گئے کہ پیمبر اسلام اب اس قوم اور ملک اور اس کے نواحی میں تبلیغ دین کر ہی نہیں سکتے تھے کیوں کہ جس کو قوم کم وقار اور حقیر و ذلیل تصور کرے اس کے قول و فعل کو کب اپنا دستور العمل زندگی بنانے پر تیار ہو سکتی ہے اور ان کے دلوں پر ایسے شخص حقیر کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اسی حقارت و ذلت کو کہ قوم عرب نے پیمبر اسلام کے لئے پیدا کر دی تھی مٹانے کے لئے اپنا کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنے کے لئے پیمبر اسلام نے اعلیٰ و اشرف اعیان قوم کی لڑکیوں سے عقد کئے تھے لیکن پھر بھی یہ خیال رکھتے ہوئے کہ کہیں آپ کا طریقہ قابل تقلید نہ ہو جائے اور اس میں کوئی پہلو تعیشی نفسانی کا نہ نکل سکے ایسی عورتیں منتخب کیں جن کا بیان معہ دلائل سطور بالا میں ہو چکا ہے۔

پیمبر اسلام نے جب دیکھا کہ وہ تمام رکاوٹیں جو راہ تبلیغ میں کفار عرب نے پیدا کر دی تھیں دور ہو گئیں اور کھویا ہوا اقتدار ذاتی۔ خاندانی پھر حاصل ہو گیا اور سرکشان عرب کے سر جھک گئے۔ اسلام کا علم سربلند ہو کر عرب و اطراف عالم پر روشنی ڈالنے لگا تو آپ نے پہلے تو ازواج کی اصلاح کی کوشش کی جو تدبیر منزل کا

اولین فریضہ تھا۔

وقتاً فوقتاً باہمی۔ حسد۔ رشک۔ چغلخوری۔ ناراضگی خدا و رسول سے منع کیا۔ کتب احادیث اس قسم کے اقوال سے مملو ہیں۔

لیکن جب دیکھا کہ بعض اعضاء میں ایسے امراض فاسد پیدا ہو چکے ہیں جو تمام جسم معاشرہ انسانی کو ہی فنا کر دیں گے اور اصل غرض و مقصد حیات محمدؐ یعنی تبلیغ دین اسلام کے لئے پھر دوسری قسم کی رکاوٹیں بن جائیں گے۔ تو آپ نے مطابق قوانین حکمت و اخلاق۔ و تدبیر منزل ایک فیصلہ کیا کہ زبان سے کچھ نہ کہا جائے اور ازواج سے جدائی اختیار کر لی جائے۔ اور جدائی کی مدت اتنی طولانی ہو کہ ازواج۔ ان کے والدین۔ اعزاء۔ حامیان سب کو اپنی اپنی جگہ غور و فکر کرنے کا موقع مل جائے اور اس جدائی کا تذکرہ عام ہو جائے۔ نہ کسی زوجہ کے گھر جایا جائے اور نہ کسی کو اپنے پاس بلایا جائے اور نہ طلاق دی جائے اور نہ طلاق کے بارہ میں کوئی اظہار کیا جائے۔ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ اس کے لئے پیمبر اسلام نے تیس دن کا وقفہ معین کیا۔ اور خلوت نشینی اختیار کر لی اس واقعہ کے تاریخی ثبوت کے لئے عبارت مندرجہ پیش کی جاتی ہے۔

(۱) حیات محمدؐ صہ ۴۸۸۔ مصری۔

وانقطع النبی عن نسائہ شہراً کاملاً لا یکلم احد انی شانھن ولا یجرؤ احدان یفاتحہ فی حدیثھن۔

پیمبر اسلام نے اپنی ازواج سے قطعی ترک تعلقات کر لیا اور ایک ماہ کامل ازواج کے بارہ میں کسی سے کوئی بات نہ کہی۔ اور نہ کسی کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ ان کے بارہ میں بات کر سکے۔

•

واقعہ صرف اتنا ہی ہے جو عبارات تاریخی سے پیش کیا گیا ہے۔ مگر خدا برا کرے ان مورخین و محدثین اسلامی کا جنھوں نے صرف شاہان وقت کے خوف اور لالچ سے جھوٹی احادیث گڑھیں، اور ازواج کے جنون مدح میں پیمبر اسلام کی منقصت پر آمادہ ہو گئے۔ اور ایسے ایسے واقعات و معاملات پیمبر اسلام اور ازواج کے مابین لکھ ڈالے جن کو کسی کی بھی عقل سلیم کسی معقول انسان کے لئے پسند نہیں کر سکتی ہے۔ آج جب سطح ارض و سما علوم کی روشنی سے جگمگا رہی ہے تو اہل یورپ یہود و نصاریٰ و دیگر غیر مذاہب والے انہی کتب تاریخ اسلامی کے حوالہ جات سے کردار پیمبر اسلام پر نہایت رکیک اعتراضات کرتے ہیں تو مسلمانوں کو جواب دینے کے لئے بغلیں جھانکنی پڑتی ہیں۔

پیمبر اسلام نے اس عہد میں عورت کے مرتبہ کو بلند کرنا چاہا۔ اس کے لئے انسانی معاشرہ

میں مقام بلند اور موقف صحیح مقرر کیا۔ اس کے درجات بلحاظ معاشرہ انسانی مقرر کئے۔ ماں کی حیثیت سے بتایا کہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ زوجہ کے اعتبار سے اُس کو مملکت خانہ داری کا ذمہ دار وناظم مقرر کیا۔ اس کی جنسی وذاتی ضروریات کلیۃً مرد کے ذمہ کردیں۔ عورت کو مصائب کسب معاش سے بری کر دیا۔ کنیزی کو یک قلم مٹا دیا۔ بلکہ اکلوتی بیٹی کو فضہ کنیز دیکر ہدایت کردی کہ سلوک مساویانہ رکھا جائے گویا کنیز کو دختر محمدؐ کا خادم نہ بنایا بلکہ مساوی کر دیا۔ چنانچہ مطابق حکم پیمبر اسلام فاطمہ ایک دن خود فضہ و متعلقین کی خدمت کرتی تھیں اور ایک دن فضہ کو یہ شرف حاصل ہوتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب کچھ صحیح مگر عورتوں میں بھی بعض فطرتاً شریر الطبع ہوتی ہیں اور کچھ سلیم الطبع۔ لہذا قوانین تدبیر منزل اسی لئے مقرر کئے ہیں کہ حسب ضرورت اور حسب حیثیت ازواج کے ساتھ سلوک کیا جائے۔

پیمبر اسلام نے اوّل تو ازواج کو سمجھایا۔ جب دیکھا کہ بعض کی اصلاح اس طرح ممکن نہیں ہے تو آپ نے ایک ماہ کے لئے۔ خلوت و قطع تعلق کر لیا۔ اتنے موقعہ دینے پر جن کی طبائع میں مادہ واستعداد قبولیت اصلاح تھی۔ ان کی اصلاح ہوگئی۔ اور جن کی پھر بھی اصلاح نہ ہو سکی تو پیمبر اسلام نے اُن کو آزاد کر دیا۔ چوں کہ یہ معاملات تاریخ اسلام میں اختلافی ہیں۔ لہذا ثبوت صحت واقعات کے خاطر عبارات تاریخی پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) فتح الباری۔ ابن حجر الغزالی جلد ۹ صفحہ ۲۵۴

وھذا ھوالائق بمکارم اخلاقہٗ وسعۃ صدرہ وکثرۃ صفحہ وان ذلک لم یقع منہ تکرر موجبہ منھن۔

پیمبر اسلام کے اخلاق۔ کشادہ دلی اور کثرت عفو کے لئے یہی مناسب تھا اور آپ نے اُس وقت تک ایسا نہیں کیا ہوگا جب تک ازواج سے اس قسم کی حرکتیں متعدد بار سرزد نہ ہوئی ہوں گی۔

(۲) ترجمہ صحیح بخاری پ ۲۰ × ۹ ص ۲۳۷ مترجمہ میرزا حیات دہلوی۔

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے عمر ابن خطاب سے ایک دن دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا۔

(۱) ابن عباس روایت کرتے ہیں میں ایک سال تک ارادہ کرتا رہا کہ اس آیت کو عمر سے دریافت کروں (یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک) اے پیمبر تم کیوں حرام کرتے ہو جو کچھ کہ اللہ نے حلال کیا ہے اپنی ازواج کی خوشنودی کے لئے)۔

مگر ان کی ہیبت کے مارے نہ پوچھ سکا۔ جب انھوں نے حج کا قصد کیا تو ان کے ساتھ میں بھی گیا
جب حج کر کے پھرے تو راستہ میں سے عمر ایک طرف کو بچ کر درخت اراک کی طرف چلے گئے۔ رفع حاجت
کے لئے میں کھڑا رہا۔ جب فارغ ہو کر آئے اور چلے میں بھی ان کے ساتھ چلا اس وقت پوچھا یا امیر المومنین وہ
حضرت کی دو بیبیاں کونسی تھیں جنھوں نے اتفاق کر لیا تھا اور آپ پر غلبہ کیا تھا۔ عمر نے کہا۔ وہ عائشہ اور حفصہ
ہیں۔ پھر میں نے کہا میں سال بھر سے ارادہ کر رہا تھا کہ آپ سے پوچھوں مگر ہیبت کے مارے نہ پوچھ سکا۔
عمر نے کہا ایسا مت کیا کرو جو مجھے معلوم ہوگا میں بتایا کروں گا۔ پھر عمر نے کہا کہ ہم ایام جاہلیت میں عورتوں کو
کچھ چیز نہ سمجھتے تھے اور ان کا حق کچھ نہ جانتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے عورتوں کے بارہ میں میراث
کی آیت نازل کی۔ عمر نے کہا میں ایک بات سوچ رہا تھا اتنے میں میری بی بی نے اس میں دخل دیا اور کہا
اگر تم یوں کرو تو اچھا ہے میں نے کہا تجھے اس سے کیا غرض تو کیا جانے اس نے کہا تعجب کی کیا بات ہے
میرے اتنا کہنے سے آپ برا مان گئے اور آپ کی بیٹی حفصہ نے تو رسول اللہ سے ایسی ردو قدح کی
کہ وہ غصہ ہو گئے۔
میں اسی وقت حفصہ کے پاس گیا اور اس سے کہا تو نے حضرت سے ردو قدح کی کہ تجھ پر وہ غصہ
ہو گئے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا بیٹی تو عائشہ کی حرص نہ کرنا، ان سے تو حضرت کو بہت محبت
ہے۔ پھر میں بوجہ رشتہ دار ہونے کے ام سلمیٰ کے پاس گیا۔ اس نے کہا اے عمر تو سب کے پاس پھرتا ہے
یہاں تک کہ تو رسول اللہ کی بیوی کے پاس بھی آنا چاہتا ہے۔ جب وہ بیویوں کے پاس ہوں اور مجھے
اپنے پاس آنے سے منع کیا اور بہت ہی کچھ مواخذہ کیا حتیٰ کہ میرا غصہ سب جاتا رہا اور میں اپنے گھر
آگیا۔ اور ایک میرا دوست تھا جب میں حضرت کی مجلس میں نہ ہوتا تو جو کچھ باتیں ہوتیں مجھے خبر کرتا
اور جب وہ نہ ہوا کرتا تو میں اس کو خبر کر دیتا۔ پس دفعتاً اسی دوست نے دروازہ کھٹکھٹایا اور
کہا کھولو کھولو۔ ان دنوں ایک غسان کا بادشاہ لڑنے کے لئے آنے والا تھا اسی خیال سے میں نے پوچھا
کیا غسانی آگیا۔ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک سخت واقعہ ہو گیا وہ یہ کہ رسول خدا
نے اپنی ازواج سے کنارہ کشی اختیار کی۔ میں نے کہا خواری ہوئی عائشہ اور حفصہ کی اور چھپتا ہوا
حضور کے پاس غرفہ میں آیا۔ آپ زینہ پر چڑھ رہے تھے اور آپ کا غلام زینہ کے نیچے کھڑا
ہوا تھا اس سے کہا میری اطلاع کر دو میں آنا چاہتا ہوں آپ نے اجازت دے دی۔ میں نے
آپ سے یہ قصہ بیان کر دیا۔ جب ام سلمہ کی بات کہنے لگا تو مسکرائے اور میں نے دیکھا کہ آپ کے
نیچے بوریا بچھا ہوا ہے اس پر کوئی کپڑا نہیں اور سر اقدس کے نیچے چمڑہ کا تکیہ جس میں چھوارے

کی چھال وغیرہ بھری ہے اور پاؤں کے پاس گھاس پھونس اور سرہانے ایک چمڑہ پڑا ہوا ہے
میں نے آپ کے پہلو میں بوریئے کے نشان دیکھے اور رونے لگا فرمایا کیوں روتا ہے میں نے
عرض کیا اس لئے کہ قیصر اور کسریٰ کا فرلوگ تو ایسے آرام اور نعمتوں میں زندگی بسر کریں اور آپ
اللہ کے رسول ہو کر ایسی تکالیف اٹھاتے ہیں فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ ان کے لئے
دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو۔

(۲) حیات محمدؐ ص ۴۴۸ مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری۔

ا۔ ان ابابکر وعمر اصهار النبی جمیعاً کانوا فی قلق اشد القلق علی ما تقدر مصیر الامهات المومنین۔

ابوبکر اور عمر اور تمام دیگر پیمبر اسلام کے خسر شدید رنج وقلق میں مبتلا تھے جبکہ انھوں نے امہات المومنین ازواج نبی کا واقعہ واقعہ سنا تھا۔

ب۔ بل لقد قیلا۔ ان النبی طلق حفصه بنت عمر بعد الذی کان من افشائها ماوعدت ان تکتمه وقد سری الهمس بین المسلمین ان النبی مطلق ازواجه وازواجه خلال ذلك مضطربات نادمات۔

یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ پیمبر اسلام نے حفصہ بنت عمر کو طلاق دے دی ہے بوجہ اس کے کہ اس سے جس راز کے چھپانے کا حکم پیمبر اسلام نے دیا تھا اس نے اس کو افشا کر دیا تھا اور عام مسلمانوں میں یہ بھی چرچا تھا کہ پیمبر اسلام نے اپنی تمام ازواج کو طلاق دیدی ہے اور تمام ازواج بھی مضطرب ونادم تھیں۔

ج۔ ص ۴۴۹ حیاۃ محمدؐ

مسجد میں بکثرت مسلمان جمع تھے۔ اور اس بات پر سب افسوس کر رہے تھے کہ پیمبر اسلام
نے اپنی تمام ازواج کو طلاق دیدی ہے اور ان میں عمر ابن خطاب بھی موجود تھے۔ عمر آگے بڑھے
اور پیمبر اسلام کی خدمت میں جانے کا قصد کیا۔ عمر نے رباح غلام پیمبر اسلام کو آواز دی کہ وہ
اجازت لے لے۔ مگر رباح غلام نے کوئی جواب نہیں دیا کیوں کہ پیمبر اسلام کی اجازت نہ
تھی۔ عمر نے پھر پکارا مگر رباح نے پھر جواب نہیں دیا۔

فرفع عمر صوته قائلا یا رباح استاذن لی عندك علی رسول الله فانی اظنه ظن انی جئت

ایک بار عمر نے با آواز بلند پکارا اور کہا کہ اے رباح رسول اللہ سے میرے لئے اجازت لے لے۔

من اجل حفصة - والله لئن امرنی بضرب عنقها لاضربن عنقها -

میرا گمان ہے کہ شاید پیمبر اسلام کو یہ خیال ہے کہ میں حفصہ کی سفارش کے لئے آیا ہوں - خدا کی قسم اگر اگر وہ مجھ کو اس کی گردن زنی کا حکم دیں گے تو میں اُس کی گردن مار دوں گا -

•

د - فدخل مجلس اجال بصرہ فیما حولہ و بکی - قال محمد ما یبکیک یا ابن الخطاب ..... الخ قال عمر یا رسول اللہ ما یشق علیک من امر النساء ان کنت طلقتھن - الخ -

عمر خدمت پیمبر اسلام میں آگئے - اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر رونے لگے - پیمبر نے پوچھا اے خطاب کے بیٹے کیوں روتے ہو ..... الخ پھر عمر نے کہا کہ اے رسول خدا ازواج کے علاوہ کیا چیز سبب تکلیف ہے - کیا آپ نے ان کو طلاق دیدی ہے -

واقعات مذکورہ کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہو سکتا ہے :-

(۱) ازواج پیمبر اسلام میں دو گروہ تھے - ایک گروہ پیمبر اسلام کو آزار پہنچاتا تھا اور دوسرا گروہ مطیع تھا -

(۲) پیمبر اسلام نے ازواج کو حقوق جنسی و ذاتی مساویانہ عطا کئے تھے -

(۳) پیمبر اسلام نے بعض ازواج کے مزاج و عادات کی اصلاح کرنے کی بہت سعی کی مگر وہ باز نہ آئیں اور روز بروز پیمبر اسلام پر غلبہ کی طالب رہیں -

(۴) اخلاق و وسعت نظر نے پیمبر اسلام کو ہمیشہ ان کی خطاؤں پر درگزر کرنے پر مجبور کیا -

(۵) عائشہ و حفصہ و سودہ وغیرہ کی گستاخی کو رفع فساد کے لئے نظر انداز کیا اور اُن کی رضا کے حصول کے لئے کبھی شہد اپنے اوپر حرام کر لیا اور بقول بعضے ماریہ قبطیہ کنیز کو اپنے اوپر حرام کرنے کا ارادہ کر لیا اور حکم رازداری دے کر بعض ازواج کے مزاجی کیفیت کو نمایاں کر دیا -

(۶) بقول عمر ابن خطاب اہل عرب عورتوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے اور ان کا انسانی معاشرہ میں کوئی باعزت موقف نہ تھا -

(۷) پیمبر اسلام کی بار بار تہدید و تدابیر اصلاح کا جب بعض ازواج نے کوئی اثر قبول نہیں کیا تو آپ نے ایک دم سب سے قطع تعلق کر لیا - اور ایک مہینہ کی طویل مدت تک علیحدہ رہے - تاکہ ازواج طلاق ہونے سے پہلے اپنے بُرے بھلے کو سوچ لیں - اور پیمبر اسلام نے یہ بھی اس لئے کیا کہ وہ عورت کی وقعت و عزت کو قائم کرنا چاہتے تھے -

(۸) ازواج کی طلاق کی خبر عام مسلمانوں میں پھیل چکی تھی اور حفصہ و عائشہ کی حیثیت ان مطلقہ ازواج میں نمایاں تھی۔

(۹) عمر ابن خطاب نے اتنی جرأت کی وہ خدمت پیمبر اسلام میں پہنچے، رو دئے کہا کہ اگر وہ کہیں تو میں حفصہ کی گردن اڑا دوں۔

(۱۰) پیمبر اسلام نے عمر کے جواب میں کہا کہ میں نے عورتوں کو طلاق نہیں دی ہے۔

(۱۱) یہ واقعات ۹ھ کے ہیں۔

استنباط نتائج پیمبر اسلام نے خدیجہ کے بعد جتنے بھی نکاح کئے اُن کی اغراض کو اجمالاً میں نے سطور بالا میں درج کیا ہے۔ مگر ۹ھ گویا پیمبر اسلام کا عہد آخری ہے۔ اگر آپ اس وقت ان ازواج کے بڑھتے ہوئے غلبہ کو نہ روکتے اور ان کی بروقت اصلاح نہ کرتے اور منشاء پیمبر اسلام کی تائید مندرجہ ذیل آیات نہ کرتیں تو گویا پیمبر اسلام نے مردوں کی اصلاح اور مسلم و غیر مسلم کے درجات کا فرق۔ اصول حیات انسانی کا تعین یہ سب کچھ کیا تھا مگر اس صنف نازک کا معاملات کو قطعی ناقص چھوڑ دیا تھا۔

علاوہ بریں ازواج کی گستاخیاں اور مساویانہ حقوق کی طلب اور ان میں پیمبر اسلام کا ان سے مغلوب ہو جانا۔ روح حیات انسانی پر ایک ضرب کاری تھی۔ کیوں کہ مرد اور عورت کے حقوق بلحاظ آرام جسم و راحت جان مساوی ہیں مگر بلحاظ مراتب ذاتی و نوعی مختلف ہیں۔ اور ان کا یہ فرق فطری و خلقی بھی ہے۔ مملکت خانہ داری بھی مثل مملکت وسیع ہے جس طرح ایک مملکت میں دو بادشاہ ناممکن ہیں اسی طرح اس مملکت خانہ داری میں وہ دو حکمران ناممکن ہیں۔ مملکت جسم میں جس طرح دو دل وجہ فساد نظام جسمانی ہو سکتے ہیں اور مملکت ارضی میں جس طرح بیک وقت دو شہنشاہ وجہ عالم ارضی بن سکتے ہیں اسی طرح حدود مملکت منزل میں دو حاکم وجہ فساد ارکان منزل و سبب تباہی و انتشار نظام خانہ داری ہیں۔ حکماء عالم۔ مدبران ممالک، عقلاء دہر اس کلیہ پر متفق ہیں۔

قول سعدی ہے۔ دو بادشاہ در اقلیمے نمی گنجند۔

قرآن حکیم کا فیصلہ ہے الرجال قوامون علی النساء۔ مرد عورتوں کے نظام حیات کا قائم رکھنے والا یعنی حاکم ہے۔

پیمبر اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اعلیٰ مثالی نمونے پیش کئے ہیں۔ مگر اسی کے ساتھ ہی ساتھ پیمبر اسلام اپنی متعدد ازواج سے معاملات و تعلقات برت کر اور حتی الامکان ان کی اخلاقی

اصلاح کرکے و نیز ان کے حقوق کو خود ادا کر کے و نیز اہل عالم کے نزدیک عورت کا باعزت و باحرمت موقف و مقام مقرر کر کے تدبیر منزل کے اعلیٰ نمونے پیش کر رہے تھے۔ ورنہ جس شخص نے صرف ۲۳ سال کار تبلیغ انجام دیا ہو اور اس مدت میں سے بھی جس کے تیرہ سال اپنے وطن ہی میں پتھر کھاتے، کانٹوں پر چلتے۔ سر پر کوڑا کرکٹ ڈلواتے۔ طرح طرح کی ناقابل برداشت تکالیف ہموطنوں کے ہاتھوں اٹھاتے گزر گئے ہوں اور صرف بعدِ ہجرت ۱۰ سال زندگی میں کار نبوت و کار تبلیغ ادا کیا ہو اور اس مدت میں ۱۹ غزوات عظیم اور بکثرت سرایا میں جنگ کی ہو۔ اور عالم انسانیت کو ہر شعبہ زندگی پر خود عمل کر کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کئے ہوں اور اور جس شخص نے صرف ۲۳ سال کی مدت میں ناقابل فنا اور باعث ارتقاء حیاتِ انسانی دستور العمل معین کیا ہو اس کو اتنی فرصت کب ہو سکتی تھی کہ وہ دس گیارہ ازواج کے ساتھ وقت گزار سکتا ہو۔ مگر ذات محمدؐ کا یہ کمال ہے کہ آپ نے ازواج کے معاملات و تعلقات میں بھی وہ عملی نمونے پیش کر دیئے۔ جس پر بغیر عمل کئے ہوئے انسان اپنے کمالات انسانی تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ البتہ صرف حیوانی و شہوانی زندگی گزار سکتا ہے۔

بہر حال پیمبر اسلام کے اس خاموش تازیانہ اغماض نے ازواج اور ان کے حامیوں کے ارادوں کو ناکام کر دیا اور وہ جو غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور کردار پیمبر اسلام پر محبت نساء اور شوق عیش و عشرت پرستی کا داغ لگانا چاہتے تھے وہ سب ختم ہو گیا اور پیمبر اسلام کے اس طریقہ نے ظاہر کر دیا کہ پیمبر اسلام کا ازواج سے اتنا ہی رشتہ و تعلق تھا جتنے تعلق و رشتہ کی ضرورت آپ کو عملی دستور العمل کے پیش کرنے کے لئے ضروری تھی۔

آپ نے حقوق ازواج میں کبھی تفریق نہیں کی۔ نہ کسی کو زیادہ محبوب و عزیز رکھا اور نہ کسی کو مردود۔ بلکہ ہر زوجہ کی حیثیت نان نفقہ، ضروریات جنسی و ذاتی کو ہمیشہ آپ نے مساویانہ ادا کیا۔

بعض روایات میں بعض ازواج کی کثرت محبت کا ذکر ہے مگر یہ سب کچھ جامعین احادیث اور روایات کے قلموں کی پیچ ہے اور شاہان وقت کی فرمائشوں کا نتیجہ ہے ورنہ جن کو محبوب تر بتایا گیا ہے انہی کی سرزنش پیمبر اسلام نے زیادہ کی ہے۔ اور قرآن حکیم کی تہدیدی آیات ان ہی کی شان میں زیادہ آئی ہیں۔ صاحبان انصاف و جویان حق جب غور کریں گے تو ان کو کتب تاریخ و احادیث کے ذریعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے اور پیمبر اسلام کے دامن عصمت و طہارت و عدالت ان بدنما داغوں سے کتنا صاف و پاک ہے۔

پیمبر اسلام کے لئے ان بعض ازواج نے بہت مشکلات پیدا کر دی تھیں اگر

(۱) پیمبر اسلام ازواج کی بدزبانی - جواب دہی - طنز و تشنیع - حلال کو حرام بنانے کی کوشش - اپنے جا و بیجا مطالبہ پر زور - ایک کا دوسری زوجہ کو بُرا کہنے کا طریقہ غیبت - باہمی سازش وغیرہ کو ٹالتے رہتے تو ظاہر ہے کہ چند روز کے بعد ہی اُن ازواج سے بگاڑ ہوتا - پیمبر اسلام پر الزامات ظلم و حق تلفی لگائے جاتے اور بعد کو انہی ازواج کے والدین - اہلِ قبیلہ محمدؐ کے دشمن جانی ہو جاتے کیوں کہ عورت کا پیدا کیا ہوا فساد اسی منزل پر ختم ہوا کرتا ہے۔

(۲) اگر پیمبر اسلام ان ازواج پر سختی کرتے اور بُرا بھلا کہہ کر یا سرزنش کر کے یا جسمانی سزا دے کر اُن کی بدزبانی کو روکتے جیسا کہ عمر ابن خطاب نے حدیث بخاری میں بیان کیا ہے کہ ان کی زوجہ نے کوئی سوال کیا تو اُنھوں نے سختی سے ڈانٹ دیا اور کہہ دیا کہ تجھ کو پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے یا جب خدمت پیمبر اسلام میں گئے تو باآواز بلند کہا کہ اگر مجھ کو حکم ہو تو میں حفصہ کی گردن مار دوں۔ اگر پیمبر اسلام سختی کرتے تو ازواج نے پہلے ہی حکمت سے کام لیا تھا کہ اپنا گروہ بنا لیا تھا لہذا ان کی انفرادی سزا نہیں ہو سکتی تھی علاوہ ازیں پیمبر اسلام اصلاحِ کردار کے لئے مبعوث ہوئے تھے نہ کہ عورتوں پر ہاتھ اُٹھا کر کردار انسانی کو برباد کرنے کے لئے۔ جس شخص نے ۱۰ سال کی مدت میں ننیتی یا ۲۳ جنگیں لڑی ہوں اور ہر جنگ میں سب سے پیش پیش رہے ہوں - اور بعض اوقات دشمنوں میں ایسے گھر گئے ہوں کہ قتل ہو جانے میں کوئی کسر باقی نہ رہی ہو - مگر پھر بھی کسی دشمن کو اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا - وہ بھلا عورتوں کی اصلاح کے لئے جسمانی سزا کیا تجویز کرتا - مگر بفرضِ محال اگر ایسا کیا جاتا تو بھی ازواج کے پورے ایک گروہ کو سزا دینی پڑتی اور پھر ان کے اہل قبائل اور والدین پیمبر اسلام کے خلاف صف جنگ آراستہ کرتے اور معاملہ بگڑتا ہی چلا جاتا۔

(۳) اگر پیمبر اسلام راحت دینے والی ازواج اور مطیع و منقاد ازواج کے ساتھ ہو جاتے اور بدزبان و طنز کرنے والی ازواج کے گروہ سے کنارہ کشی کر لیتے تو بھی مناسب نہیں تھا کیوں کہ یہی ازواج بوجہ کینہ و عداوت باطنی و رشک و حسد باہمی پیمبر اسلام پر الزام و عیوب خود ساختہ لگاتیں اور پھر وہی رکاوٹیں تبلیغ اسلام میں پیدا ہو جاتیں جو بعد وفات خدیجہ اور ابوطالب پیدا ہو گئی تھیں

(۴) اگر پیمبر اسلام ان ازواج کے والدین سے انکی شکایت کرتے ان سے ان کو سزا دلواتے تو یہ طریقہ بھی غلط تھا کیوں کہ زوجہ مرد کی عزت ہوتی ہے زوجہ کا باپ بھی مرد کے سامنے یا اس کی موجودگی و حیات میں مار پیٹ نہیں کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی یہ طریقہ اس لئے نامناسب تھا

کر پھر رسوم عہد جاہلیت یعنی عورت کو زدوکوب کرنا رائج ہو جاتے جب کہ پیمبر اسلام ان رسوم جاہلیت

کو مٹانے کے لئے کمربستہ تھے۔

(۵) اگر پیمبر اسلام "مثل مشہور ہے کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے" لہٰذا اپنی مطیع ازواج کو حکم دیتے کہ وہ

ان بدزبانوں وطنز دینے والیوں کو ترکی بہ ترکی جواب دیں تو بھی مناسب نہ تھا کیوں کہ فساد سے فساد

پیدا ہوتا ہے اور پیمبر اسلام کا یہ کام نہیں ہے کہ صورت فساد پر آمادہ کرے یا اس کا موقع بھی دے۔

صاحبانِ دل خود غور کریں کہ پیمبر اسلام کو کیا کرنا چاہئے تھا جبکہ قریب نصف درجن ازواج

آزار رسانی پر آمادہ تھیں۔ کبھی پیمبر کے سامنے خدیجہ کو بُرا کہا جارہا ہے

کبھی پیمبر کی اکلوتی کم عمر بیٹی فاطمہ کو رُلایا جارہا ہے۔ کبھی پیمبر پر ماریہ قبطیہ سے

ملنے پر حلف لیا جارہا ہے۔ کبھی شہد کھانے پر گندہ دہنی کا الزام لگایا جارہا ہے۔ کبھی پیمبر کے سامنے

صفیہ کو یہودیہ کہا جارہا ہے۔ کبھی عہد جاہلیت کی عورتوں کی مانند ایک دوسرے پر انچھ پھینکے

جارہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان حالات میں جو تدابیر ہیں نے اوپر لکھی ہیں وہ تو سب غلط ہیں پھر

بہترین تدبیر جس کے ذریعہ کل فوائد اور منافع۔ اتحاد اصحاب۔ مقصد تبلیغ۔ وقار پیمبر اسلام۔

ازواج کا باعزت مقام وموقف رسوم عہد جاہلیت کے اصلاح۔ اور ازواج وعورات کے لئے

مردوں کے ساتھ تعلقات ومعاملات رکھنے کا دستور العمل وغیرہ حاصل ہو جائیں۔

کل حالات ومعاملات پر غور کرنے کے بعد آپ اسی نتیجہ پر پہنچ سکیں گے کہ پیمبر اسلام نے جو اس موقعہ پر

نمونہ عمل ونمونہ تدبیر منزل پیش کیا ہے اس سے بہتر ممکن ہی نہیں ہے کیوں کہ پیمبر اسلام کے اس عمل سے

کہ آپ نے ایک ماہ کے لئے عورتوں سے بلکہ تمام اپنے مفوضہ کاموں کو چھوڑ کر خلوت نشینی اختیار کرلی اور

اس طرح ازواج ونیز ان کے حامیوں کو ان کی غلطیوں کا احساس پیدا کرکے ان کے دلوں کو اتنا نرم

کردیا کہ اُن کو اپنی خطائیں نظر آنے لگیں اور ازواج وحامیان واہل قبائل ازواج پیمبر اسلام کے سامنے اشک

ہائے ندامت بہانے پر مجبور ہوگئے۔ اور آئندہ کے لئے انھوں نے اپنے اعمال سے توبہ کرتے ہوئے

اپنی وفاداری کا پیمبر اسلام کو یقین دلایا اور تاحیات خود اور بعد وفات پیمبر اسلام بھی وفادار

ہی رہے۔

۱۳۔ تدبیر منزل حسن سلوک بہ ازواج

بہ طریقہ عہد قدیم سے اقوام عالم افراد ومذاہب دنیا میں رائج ہے کہ جب

وہ کسی رہبر صادق یا پیشوائے مذہب کو کامیاب ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو پہلے

تو جسمانی طاقت سے اس کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب

دیکھتے ہیں کہ اس کے اخلاق تاثرات قلوب یگانہ و بیگانہ کو اپنا رہے ہیں اور وہ روز بروز کامیاب تر ہوتا جا رہا ہے تو پھر خارجی تدابیر کو ترک کر کے وہ باطنی و مخفی تدابیر سے اس کو مغلوب و مفتوح کرنا چاہتے ہیں۔ آج بھی مدبران ممالک غیر ممالک کے حکمرانوں کو مغلوب و زیر دست بنانے کے لئے خفیہ تدابیر اختیار کرتے ہیں اور یہ خفیہ سازشی تدابیر۔ طاقت و قوت جسمانی سے زیادہ کارگر ہوتی ہیں۔

قبائل قریش اور اہل عرب نے جب یہ دیکھا کہ پیمبر اسلام اور ان کا مقصد تبلیغ ان کے بزور طاقت دبائے نہیں دبا بلکہ روز افزوں ترقی ہو رہی ہے تو انھوں نے کچھ لوگوں کو تو بصورت منافقین داخل اسلام کرا دیا اور ازواج پیمبر کے ذریعہ سازشیں کر کے اخلاق پیمبر اسلام پر بدنما داغ لگانا چاہے۔ معاملہ اندرونی تھا۔ لہذا اس کا تدارک مشکل ہو گیا۔ مگر پیمبر اسلام نے ان مواقع اہم پر بھی حکمت و تدبیر منزل سے کام لے کر دشمنوں کی کوششوں کو باطل کر دیا۔

شنہ ہجری کا واقعہ ہے کہ ازواج پیمبر اسلام نے بالاتفاق پیمبر اسلام سے کہا کہ ہم لوگ بہت تکلیف میں ہیں اور ہمارے اخراجات کے مطابق ہماری آمدنی ہونی چاہیئے۔ یہ معاملہ بھی ایسا تھا کہ اس کا فیصلہ بھی بڑی دانائی اور دوربینی پر منحصر تھا۔ پیمبر اسلام نے بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے اس معاملہ کو دفع کیا اور وقار ذاتی۔ وقار ازواج۔ عزت طبقہ نسواں۔ مراتب و درجات۔ صنف نازک کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھ لیا۔ چونکہ یہ معاملہ بھی اہم ہے۔ لہذا میں تاریخی اسناد پیش کرنے کے بعد رائے زنی کروں گا۔

۱۴۳۔ ازواج کا مطالبہ

سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اول اسوہ ص ۲۵۷

یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلاً وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجراً عظیماً۔

(ترجمہ) اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہدو کہ اگر تم کو دنیوی زندگی اور دنیا کا زیب و آرائش مطلوب ہے تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر بطریق احسن رخصت کردوں اور اگر خدا رسول و آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیکوکار بندوں کے لئے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔

"اس آیت کی رو سے آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرما دیں کہ دو چیزیں تمھارے سامنے ہیں (۱) دنیا و آخرت اگر تم چاہتی ہو تو آؤ ہم تمھیں رخصتی جوڑے دے کر عزت

واحترام کے ساتھ رخصت کر دیں اور اگر تم خدا و رسول اور ابد زندگی چاہتی ہو تو خدا نے نیکوکاروں کے لئے
بڑا مہیا اجر رکھا ہے"

(۲) حیات القلوب جلد دوم صـ۵۷۳ (ترجمہ)

علی ابن ابراہیم سے مروی ہے کہ جب پیمبر اسلام جنگ خیبر سے واپس ہوئے اور ابی الحقیق کا
خزانہ پیمبر اسلام کے ہاتھ آیا ازواج پیمبر نے مطالبہ کیا کہ اس مال غنیمت سے ہم کو حصہ ملنا چاہئے
پیمبر اسلام نے فرمایا کہ مطابق حکم خدا میں نے وہ تمام مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

"پس زنان بہ غضب آمدند و گفتند شاید
تو گمان می بری کہ اگر مارا طلاق بگوئی ما کفو
خود را از قوم خویش نخواہیم یافت کہ مارا
تزویج نمایند۔"

(ترجمہ) یہ سن کر ازواج پیمبر اسلام کو غصہ آگیا اور
انھوں نے کہا کہ آپ یہ گمان رکھتے ہیں کہ اگر آپ
ہم کو طلاق دیدیں گے تو ہم کو اپنے خاندان میں کفو
نہ ملے گا اور ہم سے کوئی عقد نکاح نہیں کرے گا۔

خداوند عالم کو یہ گستاخی ازواج پیمبر اسلام ناگوار ہوئی۔ پیمبر اسلام کو حکم دیا کہ غرفہ مادر ابراہیم (جو
مسجد قبا کے متصل ہے) میں خلوت نشین ہو جاؤ اور ایک ماہ ان سے علیحدہ رہو۔ جب ایک مہینہ کامل
گزر گیا اور ازواج پیمبر اسلام حائض ہو چکیں تو خدا نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ جب ازواج کو جمع
کر کے پیمبر اسلام نے حکم خدا سُنا دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ تم کو اختیار ہے کہ میرے ساتھ
رہو اور میری مصیبتوں اور فاقوں میں شامل رہو یا طلب دنیا کی خاطر مجھ کو چھوڑ کر چلی جاؤ۔

رفع اشتباہ

بعض مورخین و محدثین نے شہد و ماریہ کے حرام کر لینے کا واقعہ اور ازواج کو
اختیار علاحدگی و آزادی دیدینا ان دونوں واقعات کو ایک ہی واقعہ شمار کیا ہے
حالانکہ واقعہ تخییر ازواج بعد غزوہ بنی مصطلق اور قریب واقعہ افک ۵ھ میں ہوا اور
آیۂ تخییر ۷ھ میں بعد واقعہ افک نازل ہوئی ہے اور اس میں بجز اس امر کے کہ ازواج
پیمبر کو پیمبر اسلام کا ساتھ دینا ہے یا نہیں۔ اس پر مجاز کیا اور اختیار کلی دیا ہے کسی شے کے
حرام کرنے ذکرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
سورہ تحریم میں کسی چیز یا چند چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرنے سے روکا گیا ہے اور وہ واقعہ
ماریہ قبطیہ اور شہد صفیہ کا ہے سورہ تحریم کا نزول ۹ھ میں ہے۔
بہرحال یہ دونوں واقعات مختلف ہیں اور ان میں دو سال کا فرق ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ ازواج پیمبر اسلام میں سے بعض ان کو کئی سال تک الجھنوں میں ڈالتی رہیں۔

وجہ فساد بنتی رہیں مگر پیمبر اسلام نے حکمت و دانائی اور تدبیر منزل کے قوانین سے ان معاملات کو درست کیا۔ اور معاملات ازواج کو یہ طریق احسن سلجھا کر تدبیر منزل کے اعلیٰ اور قابل تقلید نمونے پیش کئے۔

جب بعض ازواج کی سازشوں اور نیز غلط مطالبات کا جواب شافی ان کو مل گیا اور پیمبر اسلام نے ان کو با اختیار اور آزاد کر دیا تو پھر ازواج کو سوچنا پڑا اور اپنے کئے پر پچھتانا پڑا۔ اسی مجمع میں سب سے پہلے جس بیوی نے پیمبر اسلام اور خدا کو کو اختیار کیا وہ ام سلمہ تھیں۔

اول مرتبہ ام سلمہ برخاست وگفت من اختیار کردم خدا و رسول و آخرت را بر دنیا پس بعد از وہمہ برخاستند و دست در گردن آں حضرت آوردند و ہمہ آنچہ اُم سلمہ گفتہ بود گفتند پس حق تعالیٰ حکم فرستاد۔

(ترجمہ) سب سے پہلے ام سلمہ کھڑی ہوگئیں اور کہا میں نے خدا و رسول اور آخرت کو دنیا پر اختیار کیا اس کے بعد سب ازواج کھڑی ہوگئیں اور سب نے پیمبر کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور جو کچھ اُم سلمہ نے کہا تھا وہی انھوں نے بھی کہا پھر یہ حکم آیا۔

ترجی من تشاء منھن وتووی الیک من تشاء۔

(ترجمہ) اے پیمبر جس کو تم چاہو ان میں سے طلاق دیدو اور جس کو چاہو اسے اپنے نکاح میں باقی رکھ کر اپنی پناہ میں رکھو۔

جب پیمبر اسلام نے ازواج کی درخواست کو منظور کر لیا اور اپنے ساتھ رکھنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا تو خداوند نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان ذلک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا نؤتھا اجرھا مرتین واعتدنا رزقا کریما۔

(ترجمہ) اے ازواج پیغمبر اگر تم میں کوئی عورت کسی امر فحش کی مرتکب ہوگی تو اُس کو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ یہ عذاب دینا خدا کے لئے سہل ہے اور تم میں سے جو خدا اور رسول کی مطیع رہے گی اور اعمال نیک بجالاتی رہے گی ہم اُس کو دُگنا اجر دیں گے اور روزی نیک بھی عطا کریں گے۔

چونکہ اس واقعہ میں ازواج نے تنگی معیشت کی شکایت کی تھی اور مال دنیا طلب کیا تھا اور اس مطالبہ کی وجہ سے پیمبر اسلام پر غضبناک ہوئی تھیں۔ لہذا خدا نے تنبیہ و تہدید بھی کر دی اور جد کو کشادگی رزق کا بھی وعدہ کیا۔

یہ معاملہ بھی سنگین صورت اختیار کر گیا تھا اور اس مرتبہ بھی ازواج نے ایک نمایاں وجہ کا سبب

انظہار غیظ و غضب کا پیدا کیا تھا۔ اور اگر پیمبر اسلام ان ازواج کے جواب میں بحالت غصہ ان کو طلاق دیدیتے اور فرمادیتے کہ اگر تم کو تمھارے قبیلے کے مرد مل سکتے ہیں تو جاؤ میں نے تم کو طلاق دی۔ بادی النظر میں تو جذباتی یہی فیصلہ ممکن تھا۔ اور عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر پیمبر اسلام نے تحمل وضبط سے کام لیا اور صرف حکم خدا کو سنا کر اپنی رائے کا اظہار کر دیا کہ مجھ کو تو طلاق یا پاس رکھنے کا اختیار اور اجازت منجانب خدا مل گئی ہے اب تم کہو۔ میرے پاس رہنا چاہتی ہو یا جدائی چاہتی ہو۔ تب بس اتنا کہنا تھا کہ ازواج نے تمام زندگی باوفا اور مطیع رہنے کا اقرار کیا اور پیمبر اسلام کے ساتھ بہ عسرت و بہ مصیبت و بہ فاقہ زندگی بسر کرنے ہی کو قبول کیا اور تاحیات یہی ازواج اپنے عہد پر باقی رہیں۔

پیمبر اسلام کے اس عمل سے کئی فوائد ہوئے۔

(۱) رسوم جاہلیت لی عادی عورتوں کی اصلاح اخلاق ہوگئی اور ان کو معلوم ہوگیا کہ اسلام نے ان کے اور مردوں کے درمیان میں کن حقوق میں تفریق کی ہے اور کن حقوق میں مساوی کیا ہے۔

(۲) عہد جاہلیت میں عورتیں یا تو بچہ کشی کی مشین سمجھی جاتی تھیں یا ضرورت جنسی کے پورا کرنے اور لذت و تعیش نفسانی کے پورا کرنے کا ذریعہ سمجھی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ ان کا کوئی مصرف نہ تھا۔ اس ماحول کی تربیت یافتہ عورت کو بتایا گیا کہ معاشرہ انسانی و تمدن انسانیت میں عورت کا ایک مقام و موقف ہے۔ اس کے حقوق دوسروں کے ذمہ ہیں اور دوسروں کے حقوق اس کے ذمہ ہیں وہ سلسلہ تمدن و تہذیب کا ایک زریں حلقہ ہے اور اہم کڑی ہے۔ اس کا رابطہ مرد سے صرف واحد نہیں ہے بلکہ جس طرح ایک مرد حیات انسانی و تمدن انسانی میں ایک اعلیٰ حیثیت نوعی رکھتا ہے اسی طرح عورت بھی حیثیت درجہ کاملہ پر فائز ہے۔

پیمبر اسلام نے مال غنیمت لشکر اسلام کو تقسیم کر دیا اور اس میں سے کوئی حصہ اپنی ازواج کو نہیں دیا اس سے ازواج کے قوت تخیل و جذبات فطری پر کاری ضرب لگی کیونکہ تاریخ سلف کے اوراق و حالات نے ان کو بتایا تھا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد کل مال غنیمت و سامان زر و جواہر فاتح کا حصہ ہوتا ہے اور اس کے مالک و متصرف اس فاتح کے اہل و عیال ہوتے ہیں۔ فاتح جنگ کی حیثیت ایک بادشاہ کی ہوتی ہے اور اس کے اہل و

عیال شاہزادے اور شہزادیاں اور ملکہ کہلاتی ہیں اور سب سے زیادہ آسائش و عیش کے حقدار یہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ ازواج پیمبر اسلام نے جب مختلف غزوات میں فتوحات اسلامی بچشم خود دیکھیں اور زر و جواہر و غلام کنیزوں کو افراد لشکر میں تقسیم ہوتے ہوئے دیکھا تو بہ سکون خاطر خاموش رہیں اور یہ تصور رہا کہ ایک دن وہ ہوگا کہ ہم بھی ملکہ اور رانیاں کہلائی جائیں گی۔ مگر فتوحات ہوتی رہیں مال غنیمت تقسیم ہوتا رہا اور حتی کہ شش ماہ ہو گیا۔ پھر بھی پیمبر اسلام کے ہر ایک گھر میں کبھی سیری اور کبھی فاقہ۔ اور پھر نہ گھر میں کسی قسم کا ساز و سامان آرائش تھا۔ آخر بعض ازواج پیمبر تنگ آگئیں اور ان سے صبر نہ ہو سکا۔ پیمبر اسلام سے صاف صاف کہدیا۔ کہ ہم کو مال غنیمت میں سے زر و جواہرات۔ کنیز و غلام۔ ساز و سامان سب ہی کچھ دیا جائے۔ اور اگر ہم کو دنیوی عشرت آسائش کا سامان نہیں دیا جاتا ہے تو ہم لوگ آزاد کر دئے جائیں اور یہ خیال نہ کیا جائے کہ ہماری گنجائش ہمارے افراد قبائل میں نہیں ہے۔ پیمبر اسلام نے صاف جواب دیدیا کہ اگر تم ازواج میری حالت موجودہ اور فقر و فاقہ پر راضی ہو تو میرے ساتھ رہو اور اگر دنیوی عیش و آرام تمہارا مقصد حیات ہے تو تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ مجھ سے طلاق حاصل کر لو۔ میں تم کو بخوشی رخصت کر دوں گا۔

اس واقعہ کی تصدیق قرآن کریم نے ان الفاظ میں کی ہے۔

یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجراً عظیما۔

(قرآن)

(ترجمہ) اے پیمبر اسلام اپنی بیویوں سے کہدو کہ اگر تم کو دنیوی زندگی اور اس کی زینت و زیبائش مطلوب ہے تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کر دوں اور اگر خدا اور رسول اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیکوکار بندوں کے لئے بڑا اجر و ثواب مہیا کیا ہے۔

تاریخ روایات احادیث و قرآن اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ پیمبر اسلام نے اپنی ازواج کو اختیار دے دیا تھا کہ وہ اگر پسند کریں تو آپ کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اگر چاہیں تو طلاق حاصل کریں۔ بعد ہجرت مدینہ غزوات کا سلسلہ شروع ہوا اور مال غنیمت میں ہر قسم کا سامان مجاہدین اسلام کو تقسیم ہوتا رہا۔ یہی وجہ تھی کہ ازواج نبی نے بھی چاہا کہ وہ دنیوی حکمرانوں کی ازواج کی مانند دنیوی عیش و عشرت کا سامان فراہم کریں۔ اور آخر ان کے دلی

آرزوئیں ان کی زبان پر آہی گئیں۔ اس حالت میں پیمبر اسلام کا کیا فریضہ تھا اور اگر آپ کی جگہ کوئی دوسرا شخص ان حالات سے دوچار ہوتا تو اس کو کیا کرنا چاہئے تھا۔

(۱) اگر پیمبر اسلام ازواج کی مرضی کے مطابق۔ مال و دولت ساز و سامان عشرت غلام اور کنیزیں سب ہی سامان ازواج کے آرام کے لئے فراہم کر دیتے تو پیمبر اسلام کی مثال شہنشاہان عالم کی سی ہو جاتی اور مذہب اسلام کی حقانیت، روحانیت اور اس کا قابل تقلید کردار سب فنا ہو جاتا اور تاریخ عالم میں پیمبر اسلام کا شمار بھی شاہان دنیوی میں ہوتا اور حقیقت مقصد، خداپرستی و تہذیب اخلاق و تبلیغ مکارم اخلاق سب فنا ہو جاتی۔

(۲) اگر پیمبر اسلام اپنے اصول پر قائم رہتے ہوئے ان ازواج کو جذبات مردانہ کے تحت جھڑک دیتے اور تنبیہ و تہدید سے کام لیتے تو اخلاق پیمبری و قوانین رہبری و تہذیب اخلاق کے خلاف ہوتا اور نتیجہ صرف فساد کی صورت میں رونما ہوتا۔

(۳) اگر پیمبر اسلام ان ازواج میں سے صرف ان ازواج کو جو پیش پیش تھیں اور دیگر ازواج کو بھی اذیت پیمبر اسلام پر آمادہ کر رہی تھیں طلاق دیدیتے تب بھی اخلاق پیمبر پر دھبہ آجاتا اور اس فعل کو ظلم قرار دیا جاتا۔ علاوہ بریں یہ ازواج اعیان و اشراف عرب کی بیٹیاں تھیں ان کے قبائل ان کی حمایت پر آمادہ ہو جاتے اور پیمبر اسلام کو سنگین صورت حال اور خانہ جنگی سے سابقہ پڑ جاتا۔ اور اصل مقصد تبلیغ اسلام فوت ہو جاتا۔ میرے اس قول کی تائید شبلی نعمانی کی عبارت کرے گی۔

(۴) سیرۃ النبی شبلی نعمانی۔

ازواج مطہرات اس جنس میں شامل تھیں جن کی مرغوب ترین شے عموماً زیب و زینت اور ناز و نعمت ہے اور گو شرف صحبت پیمبر اسلام نے ان کو تمام ابنائے جنس سے ممتاز کر دیا تھا تاہم بشریت بالکل معدوم نہیں ہو سکتی تھی خصوصاً وہ دیکھتی تھیں کہ فتوحات اسلامی کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور غنیمت کا سرمایہ اس مقدار تک پہنچ گیا ہے کہ اس کا ادنیٰ حصہ بھی ان کی راحت و آرام کے لئے کافی ہو سکتا ہے ان واقعات کا اقتضا تھا کہ ان کے صبر و قناعت کا جام لبریز ہو جاتا۔ ازواج مطہرات بڑے بڑے گھروں کی خاتونیں تھیں حضرت ام حبیبہ تھیں جو رئیس قریش کی صاحبزادی تھیں حضرت جویریہ تھیں جو قبیلہ بنی مصطلق کے رئیس کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہ تھیں جن کا باپ خیبر کا رئیس اعظم تھا۔ حضرت عائشہ تھیں جو حضرت

ابوبکر کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت حفصہ تھیں جن کے والد فاروق اعظم تھے۔ بشریت کے تقاضہ سے ان میں منافیت بھی تھی اور حریف کے مقابلہ میں اپنے رتبہ اور شان کا خیال رہتا تھا۔"

آپ کو شبلی مرحوم کی عبارت سے معلوم ہو گیا کہ پیمبر اسلام کی ازواج قبائل عرب کے رؤساء کی بیٹیاں تھیں۔ اس صورت میں ان کو طلاق دیدینا بھی وجہ فساد عظیم ہوتا لہٰذا یہ صورت بھی مناسب نہ تھی۔

(۴) ایک شکل یہ باقی رہتی ہے کہ پیمبر اسلام ان ازواج کو بقدر حصہ مثل حصص مجاہدین لشکر اسلام دیدیا کرتے اور اس طرح ازواج کو مطمئن کر دیتے اور اصل میں اُن کی غرض بھی یہی تھی۔ مگر پیمبر اسلام ایسا کرتے تو مجاہدین اسلام کی حق تلفی ہوتی کیونکہ یہ مال غنیمت تو صرف ان کا ہی حق تھا جو اپنی جان اور اولاد اور عزت میدان جنگ میں اسلام کی خاطر قربان کرنے جاتے تھے۔ اور اگر ایسا کر دیا جاتا تو پھر تو آئین جہاد اسلام کو ہمیشہ کے لئے بدلنا اور ترمیم کرنا پڑتا جو اصولی غلطی ہوتی۔

(۵) ایک صورت اور بھی ممکن تھی کہ پیمبر اسلام ان ازواج کے والدین سے ان کی شکایت کرتے اور وہ ان کو فرداً فرداً تنبیہ کر دیتے جیسا کہ جب عمر ابن خطاب کو معلوم ہوا کہ حفصہ سے پیمبر اسلام ناراض ہیں تو انھوں نے پیمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔

"سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اوّل۔ چنانچہ جب حضرت عمر کو اذن نہ ملا تو اُنھوں نے پکار کر کہا کہ اگر ارشاد ہو تو حفصہ کا سر کاٹ لاؤں"

ایسی صورت تھی تو پیمبر اسلام یہ کام کر سکتے تھے کہ ازواج کے والدین سے کہدیتے اور وہ اپنی لڑکیوں کو تنبیہ و توبیخ کرتے رہتے۔

لیکن یہ صورت بھی مناسب نہ تھی کیونکہ پیمبر اسلام کا وقار و اعزاز اس صورت میں فنا ہو جاتا کیونکہ زوجہ جب تک زوجیت میں رہے بجز شوہر کے دوسرا کوئی حق کہ اس کے والدین بھی اس کو ذلیل نہیں کر سکتے ہیں اور اس عورت کی ذلت حقیقی معنوں میں اُس شخص کی ذلت سمجھی جاتی ہے جس کی وہ زوجہ ہے۔ قانون اسلام تو یہ تھا کہ ازواج پیمبر اسلام افراد اُمّت کے مائیں ہیں۔ ایسی صورت میں تو ان ازواج کے والدین بھی ازواج سے پست درجہ ہوئے کیونکہ وہ والدین بھی تو اُمّت محمدی میں تھے۔

جب یہ تمام صورتیں ازواج کی اصلاح کے لئے مناسب نہ تھیں تو پھر پیمبر اسلام کو کیا کرنا چاہئے تھا۔ بعض متعصب اور دشمنان اسلام مورخین نے پیمبر اسلام کے معاملہ تخییر ازواج پر اعتراضات کئے ہیں کہ "محمد نے ازواج کی وجہ سے ایک ماہ تک کار تبلیغ اسلام کو بھی ترک کر دیا تھا اور خلوت نشین ہو گئے تھے اور ازواج کا معاملہ کار ہائے تبلیغ اسلام پر بھی فوقیت رکھتا تھا۔

درحقیقت واقعہ کی حقیقت سے لاعلمی وجہ اعتراض ہوا کرتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پیمبر اسلام نے جب ازواج کے باہمی نزاعات۔ رقابت۔ اور دنیا طلبی کو کچھ دنوں تک مسلسل دیکھ لیا اور آپ کی اصلاحی کوشش حسب دلخواہ کامیاب نہ ہوئیں تو آپ نے ترتیب قوانین تدبیر منزل اور اصلاح حالات ازواج کے لئے ایک اعلیٰ طریقہ اختیار کیا اور وہ یہ کہ ایک دم تمام ازواج سے کنارہ کشی کر لی اور ایک ماہ کی طویل مدت تک کسی سے بات نہ کی اور نہ دیگر کار ہائے تبلیغ کی خاطر بھی باہر نہ نکلے۔

درحقیقت یہ کام ذاتی اور نجی اور ازواج کا کام نہ تھا بلکہ پیمبر اسلام کے فرائض حیات اور غرض بعثت میں داخل تھا۔ اگر آپ اس صنف کو بغیر عملی اصلاح کے چھوڑ دیتے تو قوانین اسلام ناقص رہ جاتے اور آئین مکارم اخلاق میں کمی رہ جاتی۔

عہد قدیم میں عورت کا کوئی باعزت مقام معاشرہ میں نہ تھا اور اس متمدن اور مہذب عہد ترقی ۱۹۶۵ء میں بھی عورت کا کوئی صحیح اور باعزت موقف اور مقام نہیں ہے۔ مگر پیمبر اسلام نے اپنے اس عمل سے حقوق ازواج اور نساء کو معین کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) پیمبر اسلام نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ مسلمان عورت و مرد کو دنیا پر دین کو ترجیح دینا چاہئے اور اپنی زندگی کا مقصد اصلی عیش دنیوی و سامان عشرت دنیوی کو نہ بنانا چاہئے بلکہ رضائے الٰہی کو مقدم رکھنا چاہئے۔

(۲) ازواج سے اگر کوئی غلطی ہو جائے یا وہ دانستہ ایذا رسانی پر آمادہ ہو جائیں تو ان سے استمزاج کر لیا جائے وہ مرد کی زوجیت میں رہنا چاہتی ہیں تو حسب حال شوہر قناعت کریں اور اگر اس حال پر قانع نہیں ہیں تو ان کو طلاق لینے پر اختیار دے دیا جائے اور بہ حسن و خوبی ان کو رخصت کر دیا جائے۔

(۳) ازواج کی آسائش اور خورد و نوش وغیرہ میں مرد کو اپنے سے تفریق نہیں برتنی چاہئے بلکہ

مساویانہ حالات رکھے جائیں۔

(۴) ازواج کی دلجوئی اور خاطرداری کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہئے کیوں کہ وہ مرد کی محکوم اور مطیع ہیں اور مرد ان کے اسباب زندگی کا ضامن ہے۔

(۵) ازواج کی عزت آبرو کو اپنی عزت کے برابر سمجھے تاکہ وقار ذاتی اور خاندانی باقی رہے۔

پیمبر اسلام نے اس عظیم معاملہ کو ایسی خوش اسلوبی سے طے کر دیا کہ تمام زندگی اور بعد وفات پیمبر اسلام بھی ازواج اور ان کے والدین وافراد قبائل پیمبر اسلام کے حسن سلوک کے معترف رہے اور ہمیشہ مدح پیمبر اسلام میں یہ افراد رطب اللسان رہے اور کسی ایک زوجہ نے بھی کوئی بات ایسی نہیں کی جس سے ظاہر ہوتا کہ حیات پیمبر اسلام میں یا بعد وفات پیمبر اس کو کسی قسم کا ملال کبھی پیدا ہوا ہوگا۔

ر ۱۵- معاملہ افک عائشہ (۱) ۵ھ میں پیمبر اسلام نے غزوہ بنی مصطلق سے فراغت حاصل کی جویریہ بنت حارث ابن ابی ضرار (رئیس وسردار قوم) قید ہو کر آئیں۔ اور پیمبر اسلام نے ان کو آزاد کر کے ان سے عقد کر لیا۔ اور جوار مسجد میں دیگر ازواج کے متصل مکان بنا کر جویریہ کو اس میں رکھ دیا۔ (حیات محمد صہ ۳۵۸ محمد حسین ہیکل مصری)

(۲) عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ان کی صورت کی پاکیزگی دیکھ کر میرے دل میں کراہیت سی ہوئی کہ یہ کیوں آئی ہیں یہ سمجھی کہ ان کے حسن وجمال کا اثر قلب مبارک رسول پر بھی ویسا ہی موثر ہوا جیسا مجھ پہ ہوا ہے۔ (اسوۃ الرسول جلد ۲ صہ ۵۲۶)۔

(۳) عام مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ پیمبر اسلام نے جویریہ سے عقد کر لیا ہے تو انھوں نے بنی مصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا تاکہ زوجہ نبی کے خاندان کی بے عزتی نہ ہو اور احترام باقی رہے۔ جب عائشہ کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے کہا۔

ما اعلم امراۃ کانت اعظم علی قومھا برکۃ منھا۔

میں کسی عورت کو نہیں جانتی کہ جس کی برکت اس کے قوم کے لئے اتنی عظیم الشان ہوئی ہو۔

(حیاۃ محمد صہ ۳۵۸ مصری قاہرہ)

(۴) زینب بنت جحش زوجہ پیمبر اسلام سے بھی عائشہ کو رشک تھا اور باہمی ان بن تھی۔ اور زینب کی ایک بہن تھی جس کا نام حمنہ تھا۔ حمنہ کو بھی عائشہ سے بغض وکینہ تھا اور وہ اپنی بہن زینب کو

کو اعلیٰ دیکھنا چاہتی تھی۔ (حیاتِ محمد صـ ۲۵۸ مطبوعہ قاہرہ و مصر)

(۵) عبد اللہ ابن ابی جو منافقین کا سردار تھا اور بظاہر مسلمان تھا ہمیشہ بیخ کنی اسلام میں لگا رہتا تھا اور ہر ممکن طریقہ پر پیمبر اسلام کو نیچا دکھا کر وقعت اسلام کو گرانا چاہتا تھا۔ اسی غزوہ بنی مصطلق کے قریب ہی زمانہ میں عبد اللہ ابن ابی نے ایک ایسی سازش کی تھی کہ اسلام اور اہل اسلام باہمی جنگ میں مبتلا ہو کر فنا ہو جاتے مگر پیمبر اسلام نے حکمت عملی سے کام لے کر اس معاملہ کو سنبھالا۔ (اسوۃ جلد ۲ صـ ۵۲۵۔ حیاتِ محمد صـ ۳۵۳)۔

(۶) لشکر اسلام بعد فتح غزوہ بنی مصطلق کے مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور جویریہ بنت حارث بحیثیت قیدی کے ہمراہ تھی۔ عبد اللہ ابن ابی نے محمدؐ کی جانب حاسدانہ اشتعال انگیزیاں کرتا رہا۔ اسی اثنا میں سورہ منافقون نازل ہوا تو اصحاب کو یہ خیال ہوا کہ اب عبد اللہ ابن ابی کے قتل کا حکم آگیا۔ جب عبد اللہ کے بیٹے کو جو مسلمان ہو چکا تھا یہ معلوم ہوا تو وہ خدمت پیمبر اسلام میں آیا اور اس نے اجازت چاہی کہ وہ باپ کا سر قلم کر لائے تا کہ دوسرا شخص قاتل نہ ہو اور میں اس قاتلِ پدر کو بعد کو نہ دیکھوں۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں نے قتل ابن ابی کا حکم نہیں دیا ہے۔ معاملہ فرو ہو گیا۔ (حیاۃ محمد صـ ۳۵۵)

(۷) عائشہ غزوہ بنی مصطلق میں پیمبر اسلام کے ہمراہ تھیں۔ لاغر اندام اور کم جثہ اور کمسن تھیں۔

(۸) مدینہ کے قریب پہنچکر لشکر اسلام نے ایک منزل کی تا کہ استراحت شب کے بعد مدینہ میں داخل ہوں۔ جس وقت یہ لشکر اُس منزل پر پہنچا ہے تو کچھ رات باقی تھی۔ صبح تڑکے صدائے الرحیل دیدی گئی اور لشکر اسلام مدینہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ شتربان محمل عائشہ کو بار شتر کر کے روانہ ہو گیا۔ عائشہ برائے رفع حاجت کچھ فاصلہ پر گئی ہوئی تھیں، پچھلی رات کا اندھیرا تھا۔ وہاں جنگل میں عائشہ کے گلے کا ہار گر گیا اس کو ڈھونڈھنے میں کچھ دیر لگی خیال تھا کہ صبح کی روشنی کے قریب لشکر روانہ ہو گا مگر آواز الرحیل عائشہ نے نہیں سُنی اور وہیں صحرا میں رہ گئیں اور لشکر اسلام کچھ دور نکل گیا۔ عائشہ اُسی صحرا میں اس باقی حصہ شب میں رہیں۔ جب صبح کی روشنی پھیلی تو پیمبر اسلام کے لشکر کا ایک سپاہی صفوان بن معطل جو مومن کامل تھا اور نوجوان و حسین و جمیل انسان تھا ادھر سے گزرا۔ کیونکہ وہ لشکر کے عقب میں گشت کرتے ہوئے آنے پر مامور تھا۔ عائشہ نے اپنا واقعہ بیان کیا۔ اس وقت وہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ جب صفوان کو یہ معلوم ہوا کہ پیمبر اسلام کی زوجہ اس صحرائے لق و دق میں رہ گئی ہے تو صفوان نے

کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور عائشہ کو اپنے اونٹ پر بٹھاکر مدینہ روانہ ہوگیا۔ دوپہر کے قریب مدینہ پہنچا۔ اور اس مرد مومن نے پیمبر اسلام کی امانت ان کو پہنچادی۔ واقعہ تاریخی صرف اتنا ہے۔ مگر واقعات وعبارات مندرجہ بالا کے دیکھنے اور اندازہ لگانے سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ دامن زوجہ نبی قطعی پاک وصاف تھا۔ اور صفوان تو مرد مومن۔ جاں نثار اسلام تھا اگر اس علاقہ میں کوئی منافق۔ مشرک یا کافر بھی پہنچتا اور عائشہ کو بایں حال صحرائے مدینہ میں تنہا پاتا تو اُس کی مجال نہ تھی کہ وہ نظر بھر کر بھی عائشہ کو دیکھ سکے۔ کیوں کہ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے جب کہ رعب وجلال اسلامی ولشکر اسلامی سے اہل عرب کے دل دہل رہے تھے۔ اپنی جانوں کے بچانے کے فکروں میں مبتلا تھے۔ بھلا ان میں سے کسی کی کب ہمت ہوسکتی تھی کہ وہ ناپاک ارادہ کرسکیں اور اپنی اور اپنے افراد قوم کو شمشیر محمدؐ کے گھاٹ پر لگادیں۔ رہا صفوان کا معاملہ تو یہ تو اسی خدمت پر مامور کیا گیا تھا کہ لشکر اسلام کے عقب میں دیکھ بھال کرتا ہوا مدینہ پہنچے۔ اُس نے تو عائشہ کو اسی احترام اور اعزاز کے ساتھ مدینہ پہنچایا جس طرح وہ اپنی ماں کو باحترام پہنچاسکتا تھا۔

چونکہ صفوان دوپہر کے وقت مدینہ میں پہنچا اور یہ واقعہ بلحاظ نوعیت کے اہم اور مخصوص بھی تھا لہذا شہر میں چرچا ہونے لگا۔ اور منافقین جن کی تعداد صرف مدینہ میں تقریباً ۳۰۰ سو تھی اس خبر کو اُڑانے اور مشہور کرنے میں مصروف ہوگئے۔ اور عائشہ پر طرح طرح کے الزامات تراشنے لگے۔ زینب زوجہ رسول کی بہن حمنہ نے بھی اپنی بہن کی حمایت کے خیال سے اور عائشہ کی دشمنی کے خیال سے خوب خوب خبریں اُڑائیں اور دیگر ازواج نے اور ان کے اعزاء واقرباء نے بھی دل میں جو آیا سو کہا۔ بات کا بتنگڑ بن گیا۔ اور یہ خبر پیمبر اسلام کے کانوں تک پہنچ گئی۔

جب واقعہ قبیلہ اوس کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے یک زبان عائشہ کی حمایت کی اور مدینہ میں فتنہ وفساد اور جنگ وجدال کی ابتدا ہوگئی۔ اور قریب تھا کہ عبداللہ ابن ابی کے فتنہ واشتعال سابقہ بموقع غزوہ بنی مصطلق وواقعہ تازہ عائشہ کی وجہ سے شعلہائے جنگ بھڑکنے لگیں۔

مکہ کے قدیم قبائل عظیم خزرج اور اوس میں شدید اختلاف پیدا ہوگیا۔ اور ایک دوسرے کی گردن زدنی پر آمادہ ہوگیا۔

قبیلہ اوس کے ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا یارسول اللہ اگر ہم میں سے کسی کی یہ جرأت ہوئی ہے تو ہم اُس کے انتقام لینے کے لئے کافی ہیں اور اگر خزرج میں سے کسی کی بھی یہ ہمت

ہوئی ہے تو ہم گردنیں اڑا دیں گے۔ سب سے پہلے یہ تقریر اسید بن حضیر نے کی اور اس کے بعد سعد بن عبادہ نے یہی الفاظ ادا کئے۔

وکادت تقوم الفتنۃ لولا حکمت الرسول وحسن مداخلتہ (حیاۃ محمد ص ۵۹)

(ترجمہ) قریب تھا کہ فتنہ عظیم مدینہ میں رونما ہو جائے مگر پیمبر اسلام نے اپنی حکمت اور حسن مداخلت سے اس فتنہ کو دفعہ کر دیا۔

پیمبر اسلام نے حالات کا جائزہ لیا یگانہ بیگانہ کی سب باتیں سُنیں۔ اس کے بعد آپ نے مجمع عام میں خطبہ بیان کیا۔ اور فرمایا کہ۔

ایہا الناس! یہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے عیال کے بارہ میں مجھ کو اذیت دے رہے ہو۔ اور غلط اور جھوٹے الزامات میرے اہل پر لگا رہے ہو۔

واللہ ما علمت منھم الاخیرا۔ خدا کی قسم میں ان سے بجز نیکی کے کچھ نہیں دیکھتا ہوں

اور تم جو کچھ صفوان کے بارہ میں کہتے ہو تو یاد رکھو کہ

ما علمت منہ الاخیرا کہ میں صفوان کو مرد مومن اور نیک مرد جانتا ہوں۔

جب کبھی یہ میرے گھر میں جاتا ہے تو میرے ساتھ جاتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے عائشہ سے کہا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور تم کیوں لشکر کے پیچھے کس وجہ سے رہ گئیں تھیں عائشہ نے کل واقعہ عرض کیا۔ اور ان پر گریہ شدید طاری ہو گیا۔ اور اس کے بعد عائشہ نے اپنے والدین سے چلا کر کہا۔

الا تجیبان۔؟ قال واللہ ما ندری بم نجیبت۔ تم لوگ کیوں جواب نہیں دیتے۔ عائشہ کے والدین نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کیا جواب دیں۔ پھر بھی عائشہ روتی رہیں اور بعد کو اپنی بریت پر قسم کھاتے ہوئے کہا۔

واللہ انی لا اعلم لئن اقررت بما یقول الناس واللہ یعلم انی بریئۃ

جو کچھ لوگ کہتے ہیں خدا کی قسم میں اس سے لاعلم ہوں ورنہ میں ضرور اقرار کرتی اور خدا جانتا ہے کہ میں اس اتہام سے بری اور پاک ہوں۔

پیمبر اسلام نے اپنے خدا کی طرف لو لگائی اور اس سے مدد مانگی کہ اتنے میں آثار وحی طاری ہو گئے اور بہت دیر کے بعد جب پیمبر اسلام کو ہوش آیا تو آپ پیشانی سے پسینہ پوچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے عائشہ مُبارک ہو خدا نے تمھاری بریت کے بارہ میں آیت نازل

کی ہے۔ اس کے بعد آیات قرآن کو تلاوت فرمایا۔

ان الذین جاؤ وا بالافک عصبۃ منکم الخ۔

واقعات تاریخی نے ظاہر کر دیا کہ افک عائشہ کا معاملہ سخت سنگین تھا اور پیمبر اسلام کو غیظ وغضب میں لانے کے لئے اور انتقامی کارروائی کے لئے کافی مواد رکھتا تھا۔ اہل اسلام کی بے عزتی تھی اس لئے بھی یہ واقعہ اہم تھا۔ علاوہ بریں قبائل عرب اوس وخزرج بھی اس الزام میں شامل تھے اور صفوان کے قبیلہ کے افراد بھی ونیز بنی ہاشم۔ معاملہ عزت وناموس کا تھا نہ معلوم کیا کچھ ہو جاتا اور کتنا عظیم فساد برپا ہو جاتا۔ اور منافقین اور عبداللہ ابن ابی اپنی کارگزاریوں میں کامیاب ہو جاتے اور اسلام میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی۔ مگر پیمبر اسلام نے انتہائی صبر و سکون سے کام لیا اور قوانین مکارم اخلاق وتدبیر منزل پر عمل کرتے ہوئے عالم انسانیت کے لئے اعلیٰ نمونے پیش کر دئے۔

تتمہ واقعہ ایسے واقعات اقوام اور افراد میں برابر ہوتے رہتے ہیں اور ایسے ہی الزامات کے بدولت بہت سے گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ خاندانوں کی عزتیں مٹ جاتی ہیں۔ بے گناہ عورتیں بڑی بے دردی سے قتل کر دی جاتی ہیں۔ بچے لاوارث رہ جاتے ہیں یا وہ بھی قتل کر دئے جاتے ہیں۔ صدہا مردوں کو اس پاداش میں پھانسیاں دی جاتی ہیں اور بہت لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔ خاندانوں میں دائمی پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ بہر حال عورتوں کی وجہ سے بکثرت مقدمات ہوتے ہیں۔ قتل ہوتے ہیں اور فسادات گوناگوں پیدا ہوتے ہیں۔

پیمبر اسلام نے معاملہ افک کو انتہائی صبر وضبط۔ سکون وتدبیر سے سلجھایا ہے۔ اور انسانوں کو اپنے عمل سے بتایا ہے کہ ایسے مواقع پر انسانوں کو جذباتی بن کر کام نہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ انسان بہیمیت اور درندگی کے قریب ہو جائے گا اور انسانیت اور آئین اخلاق وتدبیر منزل سے دور ہو جائے گا۔

(۱) ایسے واقعات جب رونما ہوں تو اوّل تو صاحب معاملہ سے بہ سکون و اطمینان دریافت کرے اور اپنی عقل سلیم سے فیصلہ لے۔

(۲) چونکہ ایسے واقعات کا تعلق رسوائی اور بدنامی سے ہے لہذا اپنے احباب اعزاء اور عوام سے معلومات حاصل کرے اور مشورہ کر کے حقائق واقعہ کو تلاش کرنے کی کوشش کرے تاکہ

بعد کو وہ لوگ بھی مطمئن ہوسکیں اور سبب مزید رسوائی قرار نہ پائیں۔

(۳) والدین زوجہ واقربائے زوجہ سے بھی تذکرہ کریں اور ان کا نظریہ اور احساس غیرت کا سراغ لگا کر کسی فیصلہ صحیح پر پہنچیں۔

(۴) اور جب یہ تمام صورتوں سے کوئی صحیح نتیجہ نکل آئے تو اس پر عمل درآمد کریں اور یا احکام قرآن پر عمل کر کے فلاح دارین حاصل کریں۔

پیمبر اسلام نے واقعہ افک کے ذریعہ حقوق مرد اور عورت کو واضح تر کر دیا ہے اور حدود عزت ذاتی ونفسی وخاندانی کو معین کر دیا ہے۔

(۵) واقعہ افک عائشہ قطعی جھوٹا تھا اور روایات تاریخ اسلام۔ آیات قرآن اس واقعہ کی تردید کرتی ہیں۔ اور اس واقعہ کی شہرت اس لئے ہوگئی کہ زینب بنت جحش سے پیمبر اسلام نے جب عقد کیا اسی وقت سے عائشہ اور زینب میں چشمک شروع ہوگئی تھی اور جب مسلمانوں نے قبیلہ بنی مصطلق کے افراد کو قید سے اس لئے آزاد کر دیا کہ وہ زینب کے قبیلہ کے لوگ ہیں تو عائشہ کو اور بھی رشک وحسد پیدا ہوا۔ اور جب زینب کو پیمبر اسلام نے ازواج کے برابر مکان بنا کر دیا تو اور بھی آتش رشک تیز ہوگئی ادھر زینب کی بہن حمنہ نے بہن کی نصرت میں واقعہ افک کو ہوائیں دیں۔ جب بات گھر سے باہر ہوگئی تو منافقین نے اس معاملہ کی شہرت کے لئے سب کچھ کر ڈالا۔ اہل اسلام کو چاہئے تھا کہ یک زبان بریت عائشہ کو ظاہر کرتے اور ان کو رسوا کرنے والوں کی خاطر خواہ سرکوبی کرتے تاکہ کسی کو کبھی ایسی گستاخی کی ہمت اور جرأت نہ ہوتی۔ عام مسلمانوں کی خاموشی اور منافقین اور ازواج پیمبر اسلام کی مشترکہ کوششیں تھیں کہ عائشہ کو رسوا کر کے پیمبر اسلام کو اذیت دی جائے اور ان کے مقاصد میں رخنہ ڈالا جائے۔ روز بروز زیادہ ہوتی گئیں آخر جب معاملہ کافی مشہور ہوگیا اور یگانہ وبیگانہ میں اس کے چرچے ہونے لگے اور اسی صدمہ کی وجہ سے بے گناہ وبے خطا زوجہ رسول بیمار ہو کر صاحب فراش ہوگئی تو خود پیمبر اسلام نے اس معاملہ کی تفتیش کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ احباب سے اقرباو زوجہ سے اعزا سے اور بعد کو خدا سے اس معاملہ میں مشورہ لیا۔ اور جب حقیقت واضح ہوگئی تو آپ نے مجمع عام میں فرمایا کہ تم لوگ میرے اہل کے مقابلہ میں جھوٹی باتیں کہہ کر مجھ کو آزار پہنچاتے ہو اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہو۔

پیمبر اسلام کے اس تقریر نے تو روز بروز بڑھتی ہوئی رسوائی کا سد باب کر دیا۔ کیونکہ اب اگر منافق اس افک کے بارہ میں کوئی لفظ زبان سے نکالتے تو مسلمان گردن اڑا دیتے معاملہ ختم ہو جاتا۔

پیمبر اسلام اس کے بعد خود عائشہ کے پاس گئے اور ان کے والدین کی موجودگی میں بات چھیڑی اور بعد کو عائشہ سے بتایا کہ تم بے شک بالکل بے خطا ہو اور منافقین کا یہ پروپیگنڈہ بے بنیاد ثابت ہو چکا ہے۔ پیمبر اسلام نے اس واقعہ اصلاح میں جو تدابیر اختیار کی جائیں وہ تدبیر منزل و حکمت عملی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

۱۶۔ تدبیر منزل حسن سلوک بہ اولاد

انسان کا فریضۂ اولین یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اخلاق کا مجسمہ اور افعال حمیدہ کا پیکر بنا دے۔ رذائل اور عیوب سے اس کے افعال اور ضمیر کو پاک و صاف کر دے اور وہ اپنی اولاد کو معاشرۂ انسانی و تمدن و تہذیب مدنی کے لئے بہترین معاون بنا دے۔ تاکہ روئے زمین افعال حسنہ و اعمال اعلیٰ کی وجہ سے مثل فردوس بریں بن جائے اور ارواح انسانی سکون اور اطمینان محسوس کر سکیں۔ انسان کی اولاد کی اصلاح بہترین نعمت ہے اور اولاد کی غلط تربیت اہل عالم کے لئے بدترین لعنت ہے۔

پیمبر اسلام نے اپنی اولاد کو ایسے اخلاق اعلیٰ کا درس دیا ہے کہ جس کی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی اور حقیقت تو یہ ہے کہ پیمبر اسلام کے دین کی بقاء و حیات ابدی صرف اولاد پیمبر اسلام کے ذریعہ ہی حاصل ہوئی ہے۔

یہ مضمون بہت وسیع ہے اور یہ کتاب بہت اجمالی و مختصر ہے۔ اس شش و پنج میں کہ کیا لکھوں اور کیا چھوڑوں۔ مگر چونکہ عنوان تدبیر منزل میں تربیت اولاد بھی جزو اعظم ہے لہذا کچھ نہ کچھ لکھنا بھی ضروری ہے۔

پیمبر اسلام کی اولاد کی تعداد میں اختلاف ہے۔ کچھ اولاد تو وہ ہے جو ازواج کے ساتھ خانہ پیمبر اسلام میں آئی ہے اور کچھ وہ اولاد ہے جو بطن خدیجہ سے پیدا ہوئی ہے اور ایک بچہ وہ تھا جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوا۔

ترتیب ملاحظہ ہو۔

اولاد خدیجہ۔ قاسم اور طاہر۔ ابراہیم۔ جو صغیر سنی میں وفات پا گئے۔

فاطمہؑ ــــ جن کا عقد علی ابن ابی طالب سے ہوا اور جو حسن اور حسین، زینب

اور اُمّ کلثوم کی والدہ ہیں۔

بقولے روایت دیگر۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ تین صاحبزادیاں جو قبل بعثت پیدا ہوئیں اور زینب کا عقد قبل بعثت ہی ابوالعاص بن ربیع سے ہوا۔ ابوالعاص جنگ بدر میں گرفتار ہوا۔ اور مسلمان ہوا۔ زینب کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔

رقیہ۔ زینب سے تین سال بعد پیدا ہوئیں اور عتبہ بن ابولہب سے ان کا عقد ہوا۔ عتبہ نے طلاق دیدی تو رقیہ کا عقد عثمان ابن عفان سے ہوا۔ ۲ھ میں رقیہ نے وفات پائی۔

اُمّ کلثوم۔ جن کا نام آمنہ تھا۔ ان کا عقد عتیبہ ابن ابولہب سے ہوا۔ جب سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوا تو عتیبہ نے اُمّ کلثوم کو طلاق دیدی تھی ۳ھ میں اُمّ کلثوم کا عقد عثمان ابن عفان سے ہوا۔ کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ۹ھ میں انتقال ہوا۔

پیمبر اسلام نے اپنی صلبی وغیر صلبی ہر دو اولاد کو اس انداز سے پرورش کیا کہ بلحاظ حقوق کسی میں کوئی تفریق نہ کی۔ چنانچہ تمام زندگی یہ لڑکیاں خوش وخرم رہیں اور جب رقیہ وام کلثوم کو ان کے شوہروں نے بوجہ عناد اسلام طلاق دیدی تو بھی پیمبر اسلام نے ان سے بہتر اشخاص کے ساتھ اُن کی شادیاں کیں اور جب ان کا انتقال ہوا تو خود سامان تجہیز وتکفین کیا اور تا قبر خود تشریف لے گئے اور سپرد خاک کیا۔

پیمبر اسلام جب قبر رقیہ پر گئے تو فاطمہؑ بھی ہمراہ تھیں۔ فاطمہؑ رو رہی تھیں اور پیمبر اسلام رومال سے آنسو پوچھ رہے تھے اور آپ نے فرمایا کہ "آنسو" رحمت ہیں۔ اور ہر چہ از دست وزبان آید از شیطان ست (ناسخ ۵۹۵ ج اول)۔

پیمبر اسلام میت اُمّ کلثوم کے ساتھ رہے اور پہلے خود قبر میں اُترے اور فرمایا۔

منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اُخری۔ بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ۔

(ترجمہ) زمین سے ہی تم کو پیدا کیا ہے اور اس میں ہم تم کو واپس لے جائیں گے اور پھر ہم اس سے تم کو باہر دوسری بار لائیں گے۔ بسم اللہ۔ راہ خدا میں اور ملت رسول پر قبر میں اتارا جاتا ہے۔

ان دونوں صاحبزادیوں کے ساتھ پیمبر اسلام کا حسن سلوک آپ کو معلوم ہو گیا۔ رہے صاحبزادے تو وہ صغر سنی میں وفات پاچکے تھے۔ اب صرف ایک فاطمہؑ باقی رہ جاتی ہیں۔ فاطمہؑ کی صغر سنی میں اُن کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اور فاطمہؑ کے پرورش کا دار ومدار ہی پیمبر اسلام پر تھا۔ حالات فاطمہؑ پر غور کرنے سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پیمبر اسلام نے تدبیر منزل کے شعبہ زندگی میں کیسے کیسے

اعلیٰ نمونے پیش کئے ہیں اور اپنی اولاد کو کتنے بلند پایہ اخلاق کا درس دیا ہے اور ایسے مستحکم اخلاق ان کے نفوس میں پیدا کر دیئے ہیں کہ زمانہ کے انقلابات۔ صعوبات۔ مظالم اور شدائد ان کے قدموں میں جنبش بھی پیدا نہیں کر سکے۔

فاطمہؑ پیمبر اسلام کی اولاد کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ کے صاحبزادے تو بعمر صغر سنی ہی وفات پا چکے تھے لڑکیاں قبل بعثت عہد جاہلیت میں ابو العاص بن ربیع۔ عتبہ بن ابو لہب۔ عتیبہ بن ابو لہب سے بیاہ چکی تھیں۔ اور بعد بیوگی یا طلاق ہونے کے مسلمانوں کے عقد میں آئیں اور ۹ھ تک سب کا انتقال ہو چکا تھا۔ اب صرف فاطمہؑ باقی رہ گئی تھیں جن کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ہوئی اور ۱۳ بعثت میں علیؑ کے ساتھ بعمر ۸ سال ہجرت میں شریک رہیں اور مدینہ آئیں۔ ۲ھ میں فاطمہ کا نکاح علیؑ ابن ابی طالب سے ہوا۔ بوقت نکاح عمر ۹ سال تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۸ سال قیام مکہ اور ۲ھ وقت نکاح یہ کل ۹ سال ہوئے۔

بعض مورخین نے فاطمہ کی ولادت اس وقت لکھی ہے جبکہ پیمبر اسلام کی عمر ۳۵ سال تھی اور اس طرح بوقت نکاح فاطمہ کی عمر ۱۸ سال ہوتی ہے اور پیمبر اسلام کے وفات کے ۷۵ یوم بعد آپ کی وفات ہوتی ہے اس طرح فاطمہؑ کی عمر بروایتے ۱۸ سال ہوتی ہے اور بقولے ۲۷ سال ہوتی ہے مگر قول اوّل مطابق واقعات تاریخی ہے۔

پیمبر اسلام نے اپنی اس وجہ بقائے نسلی بیٹی کی تعلیم و تربیت کس اسلوب پر کی اور اس کے کیا نتائج پیدا ہوئے اس امر کو تاریخی روشنی میں پیش کر کے پیمبر اسلام کے ملکہ تدبیر منزل کا ذکر مقصود ہے۔

۱۶۱۔ تدبیر منزل۔ تربیت اولاد (نام رکھنا) فاطمہؑ

(۱) پیمبر اسلام نے اپنی بیٹی فاطمہ کا نام خود رکھا اور بلحاظ معنویت اعلیٰ نام تجویز کیا۔

فاطمہؑ حدیث رسول۔ انما سمیت ابنتی فاطمہ لان اللہ فطمھا و فطم محبیھا من النار مودۃ القربیٰ (ترجمہ) پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کا نام اس لئے فاطمہ رکھا کہ اللہ نے اس کو اور اس کے دوستوں کو آتش جہنم سے جدا رکھا ہے۔

بتول (۲) حدیث رسول۔ انما سمیت الفاطمۃ البتول لانھا تبلیت من الحیض والنفاس لان ذلک عیب فی بنات الانبیاء او قال نقصان (طبری و صواعق محرقہ) (ترجمہ) پیمبر اسلام نے فرمایا کہ فاطمہ کا نام بتول اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ حیض و نفاس سے پاک و صاف تھیں

کیوں کہ دختران انبیاء کے لئے یہ عیب ہے یا فرمایا کہ نقصان ہے۔

پرورش فاطمہؑ

(۳) عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے پیمبر اسلام سے کہا مالک اذا اقبلت فاطمۃ جعلت لسانک فی فیھا فکانک ترید ان تلعقھا عسلاً۔ آپ کو یہ کیا ہوگیا کہ جب فاطمہؑ سامنے ہوتی ہیں تو آپ ان کے منھ میں اپنی زبان دیدیتے ہو کیا تم ان کے دہن سے شہد کے چاٹنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ پیمبر اسلام نے عائشہ کو اس وقت پورا واقعہ سیب بہشتی اور ولادت فاطمہ کا بیان کیا۔ (ذخائر العقبیٰ)۔

(۴) فاطمہؑ کی ولادت کے فوراً ہی بعد پیمبر اسلام نے بیٹی کو گود میں لیا اور پیشانیٔ فاطمہؑ پر بوسہ دیا اور دعائے خیر دی۔ اس دعائے رسول کا یہ اثر ہوا کہ دنیا کی عورتوں میں سے کوئی ایک بھی فاطمہؑ کے مرتبہ اور شان کو نہ پہنچی۔ (ینابیع المودۃ امام قندوزی)

فاطمہؑ کی عمر ۵ سال کی ہوئی تو آپ کی مادر گرامی خدیجہ نے وفات پائی۔ اس کے بعد تو فاطمہ کی تربیت و تعلیم کی کل ذمہ داری پیمبر اسلام پر ہوگئی۔ آئندہ سطور میں یہ امر بیان کیا جائے گا کہ تربیت و تعلیم پیمبر اسلام کا اثر فاطمہؑ پر کیسا اور کیا ہوا۔

(۱) خدیجہ کے خاندان میں کسی کی شادی تھی۔ خدیجہ نے اپنی لڑکیوں کو عمدہ لباس و زیور پہنائے اور فاطمہؑ کو بوجہ کمسنی بعمر ۵ سال اچھے اچھے لباس اور زیور پہنائے اور اپنے ہمراہ شادی میں لے جانا چاہا۔ سب لڑکیاں خوشی خوشی شادی میں جانے کو تیار ہوگئیں۔ مگر پیمبر اسلام کی تربیت یافتہ فاطمہؑ نے بایں لباس و زیور شادی میں جانے سے انکار کر دیا خاتون جنت ص ۵۵

(۲) بعمر ۴ سال۔ ذوقِ علم معرفت۔

فاطمہؑ کا سن چار سال کا تھا کہ ایک دن ماں سے دریافت کیا کہ اے مادر گرامی کیا خدا کا دیدار بھی ہوگا۔ خدیجہ نے فرمایا کہ اعمال نیک پر خوشنودی خدا حاصل ہونا ہی دیدار خدا ہے۔

(۳) اُمّ سلمہ کا بیان ہے کہ جب پیمبر اسلام مدینہ ہجرت کر کے آئے اور مجھ سے عقد کیا تو فاطمہؑ (عمر ۸ سال) کو میرے سپرد کر دیا تاکہ میں فاطمہؑ کی خدمت اور دیکھ بھال کروں۔ مگر خدا کی قسم بجائے اس کے میں اُن کو آداب سکھاؤں میں خود ان سے آداب سیکھتی تھی۔ فاطمہؑ کو آداب سیکھنے کی حاجت مطلق نہ تھی۔ وہ سب چیزوں کو مجھ سے زیادہ جانتی تھیں۔ جلاء العیون ص ۸۹۔

(۴) فاطمہؑ محلہ کی لڑکیوں سے میل جول نہیں رکھتی تھیں۔ ہمیشہ اپنے گھر میں اپنی بہنوں سے کھیلتی تھیں۔ ان کی بہنیں۔ عزیزوں یا ہمسایوں کے گھروں میں جاتی تھیں۔ مگر آپ نے کبھی گھر سے قدم نہیں نکالا۔ فاطمہؑ کا زیادہ وقت تنہائی میں گزرتا تھا اسی خاموشی اور تنہائی نے فاطمہؑ کو متین بنا دیا تھا۔

فاطمہؑ کی نگرانی و خدمت فاطمہؓ بنت اسد مادر علی مرتضیٰؑ نے اس وقت تک کی جب تک کہ اُمّ سلمہؓ سے پیمبر اسلام نے عقد نہیں کیا تھا۔ یہ زمانہ تقریباً ۳ سال کا ہوتا ہے۔

فاطمہؑ کی فراست

بعد وفات ابو طالب کفار نے پیمبر اسلام کی اذیت میں شدت اختیار کر لی۔ ایک روز آپ کے سر پر لوگوں نے خاک و کوڑا ڈال دیا۔ اسی حالت میں آپ گھر میں آئے تو بیٹی فاطمہؑ دوڑی ہوئی آئی اور باپ کے سر و جسم کو گرد و غبار سے صاف کرتی جاتی تھی اور دشمنوں کو بد دعائیں دیتی جاتی تھی۔

ابو جہل کے اشارہ پر عقبہ ابن ابو لہب نے پیمبر اسلام کی پشت پر بحالت سجدہ اونٹ کا اوجھ ڈال دیا اور کفار نے خوشیاں منائیں۔ ہنسی اڑائی اُس وقت بھی یہی بیٹی فاطمہؑ گئی اور اُس نے اوجھ ہٹایا اور عقبہ کو بد دعائیں دیں اور باپ کی سینہ سپر ہو گئی۔ حالاں کہ اس وقت فاطمہؑ کی عمر ۵ سال تھی۔

عقد فاطمہ۔ تدبیر منزل

(۵) فاطمہؑ کا عقد بعمر ۹ سال علی مرتضیٰؑ سے ہوا اور نکاح کے ایک ماہ بعد فاطمہؑ کو پیمبر اسلام نے علیؑ کے ساتھ رخصت کیا۔ اور یہ عقد فاطمہؑ بہ علیؑ پیمبر اسلام کی تدبیر منزل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ فاطمہؑ کی زندگی کا دور ثانی شروع ہو گیا جو سب سے زیادہ اہم اور فرائض کے ادا کرنے کا دور ہوتا ہے۔ اس عہد میں عورت پر تین قسم کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ آداب و حقوق والدین کا ادا کرنا۔ حقوق شوہر کا ادا کرنا اور حقوق اولاد کا ادا کرنا و تدبیر منزل کے قوانین پر عمل کرتے ہوئے اور خانہ داری کو انجام دینا۔ و عبادت اور متعدد خدمات کا ادا کرنا۔ فاطمہؑ کی عمر ۹ سال تھی اور یہ تمام ذمہ داریاں ان کے دوش پر موجود تھیں۔ تاریخی روشنی میں یہ ملاحظہ کیجئے کہ فاطمہؑ ان فرائض زندگی کو کتنی کامیابی سے پورا کر سکیں۔

روایت بعلتٔ یا ینیہ پیمبر اسلام نے فاطمہؑ کو علیؑ کے گھر بھیجدیا اور اس کے بعد بعد زفاف فاطمہ سے پوچھا کیف سے بیٹی تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا۔ فاطمہ نے عرض کیا۔ فقالت

انہ خیر بعل یا ابت۔ فاطمہ نے کہا اے بابا وہ بہترین شوہر ہیں۔ (روض الفائق امام منادی)

(۲) کتاب استیعاب امام ابونصر ہمدانی۔ (ترجمہ)

پیمبر اسلام نے فاطمہؑ کو جب علیؑ کے حجرہ میں پہنچا دیا۔ تو علیؑ نے فاطمہؑ سے کلام کیا حتیٰ کہ زیادہ رات ہوگئی۔ فاطمہؑ رونے لگیں۔ علیؑ نے پوچھا کہ اے عورتوں کی سردار تم کیوں روتی ہو؟ کیا تم میرے شوہر ہونے پر راضی نہیں ہو۔ اور تم میری زوجہ ہونے کو پسند نہیں کرتی ہو؟ فاطمہؑ نے جواب دیا۔ یابن عم کیف لا ارضی وانت الرضا وانت فوق الرضا۔ اے چچا کے بیٹے میں کیوں کر راضی نہیں ہونگی جبکہ آپ میری مرضی وخوشنودی ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ کوئی بات نہیں ہے لیکن میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ مرنے کے وقت اور قبر میں اتارنے کے وقت میرا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ میں اپنے اس فرش عزت وفخر پر داخل ہونے کو اپنی قبر ولحد کے داخل ہونے کے مشابہ سمجھ رہی ہوں۔

میں اب تم سے سوال کرتی ہوں۔ اے میرے چچا کے بیٹے۔ اور میں تمھیں اپنے باپ کے حقوق کی قسم دیتی ہوں کہ جو میرا مقصد ومطلب ہے اس تک مجھ کو پہنچا دو اور تم میرے ساتھ اٹھو اور اپنی محراب عبادت تک آؤ اور ہم تم دونوں آج کی رات عبادت خدا میں بسر کریں کیوں کہ ہمارے لئے یہی سزاوار ہے۔ پھر دونوں محراب عبادت میں گئے۔ اور بارگاہ رب الارباب میں نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوگئے اپنے فرش خواب کو چھوڑ دیا اور رات بھر نماز کے لئے کھڑے رہتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ تین دن متواتر اسی حالت میں گزر گئے تو اپنے بستر پر گئے۔ اور خدا نے پیمبر اسلام کو علیؑ و فاطمہؑ کی شبانہ روز عبادت کی خبر دی اور برکتوں کا وعدہ کیا الخ۔

فاطمہؑ نے اس موقع خاص پر علیؑ جیسے عبادت گزار کو جن کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مشورۂ عبادت ایسے موقعہ پر دیا ہے کہ اگر یہ مشورہ عبادت نہ دیا جاتا تو دامن علیؑ اس قسم اور اس صنف کی عبادت سے خالی رہ جاتا۔ مگر یہ فاطمہؑ ہی کا کام تھا۔ یہ فاطمہؑ ہی سے ممکن تھا۔

واقعہ مذکور سے فاطمہ کی ذات معرفت عبادت۔ اطاعت شوہر۔ اطاعت خدا اور رسول و اطاعت پدر سب ہی کچھ ثابت ہے اور فاطمہ کی فطری وذہنی دانشمندی اور پیمبر اسلام کی تربیت وتعلیم کے اثرات لا متناہی کو واضح کرتا ہے۔

(۳) نزھتہ المجالس۔ (ترجمہ)

ذکر ابن الجوزی ان النبیؐ صنع لفاطمہؑ قمیصاً .... والبسھا۔

(ترجمہ) ابن جوزی سے مروی ہے کہ پیمبرِ اسلام نے فاطمہؑ کے لئے ان کی عروسی کے واسطے ایک قمیص بنائی فاطمہ کے پاس ایک پرانی قمیص بھی تھی۔ ایک سائل نے درِ فاطمہ پر صدا دی اور سوال کیا ایک پرانی قمیص عطا ہو جائے۔ فاطمہ نے اپنی پرانی قمیص اس کو دینے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد آپ کو خیال آیا کہ خدا کا فرمان ہے۔ لن تنالوا البرّ الخ۔ ہرگز تم نیکی تک نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی محبوب ترین چیز نہ دو گے۔ فاطمہؑ نے اس وقت اپنا نیا پیراہن سائل کو دے دیا۔ جب آپ کی رخصتی کے دن قریب آئے (عقد کے ایک ماہ بعد رخصتی ہوئی تھی) تو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ خدا تم کو سلام کہتا ہے اور اس نے فاطمہؑ کے لئے ایک ہدیہ لباس جنت بھیجا ہے جو سندس سبز کا ہے یہ لباس فاطمہؑ پہنچا دیں۔ اور اُن کو پہنا دیں۔

(۴) حقوق شوہر وفاطمہ۔ کتاب استیعاب امام ابو نصر ہمدانی۔

قال علی کرم اللہ وجہہ فواللّٰہ ما اغضبھا ولا اکرھتھا بعد ذلک علی امر حتی قبضتھا اللہ تعالیٰ الیہ ولا اغضبنی ولا اغضیت لی امراً و لقد کانت تکشف عنی الھموم والاحزان کلما نظرت الیھا رحمۃ اللہ علیھا۔

علیؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے فاطمہؑ کو کبھی آزردہ نہیں کیا۔ اور نہ ان سے کبھی ایسی بات کو کہا جس کو وہ پسند نہ کرتی ہوں حتیٰ کہ وہ وفات پا گئیں اور انھوں نے بھی کبھی مجھ کو ناراض نہ کیا اور نہ کبھی میرے حکم کے خلاف کیا۔ جب میں فاطمہؑ کو دیکھتا تھا تو وہ میرے غم والم کو دور کر دیتی تھیں اور میں خوش ہو جاتا تھا۔ خدا فاطمہؑ پر رحمت نازل کرے۔

•

علیؑ ابن ابی طالب نے تصدیق کی ہے کہ فاطمہؑ نے تا آخر وقت حقوق شوہر کو بکمال خوبی ادا کیا ہے۔ اور تدبیر منزل کا یہ پہلا فریضہ بہترین طریقہ پر ادا کیا ہے۔ اتنی کم عمری میں فاطمہؑ کا اتنا گراں بار زندگی سے سبک دوش ہونا صرف تعلیم پیمبر اسلام کا نتیجہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ انبیاء وآئمہ ومعصومین کو فطری حکمت منجانب خدا عطا ہوتی ہے مگر جہاں تک بھی اکتسابی اعمال کا تعلق ہے وہ فاطمہؑ نے صرف پیمبر اسلام سے سیکھے تھے۔ اور اسی لئے تدبیر منزل کے

وہ اعلیٰ ترین نمونے پیش کیے جو عورتوں کو قیامت تک شرف انسانیت کی راہ دکھاتے رہیں گے اور راہ حیوانیت سے متنفر اور دور رکھیں گے۔

حقوق پدر و خدا اور رسول

جنگ احد کے حالات بتفصیل لکھے جا چکے ہیں۔ اسی جنگ میں جب پیمبر اسلام کو کفار نے زخمی کر دیا اور غار میں گرا دیا۔ اعلان قتل کر دیا۔ بھاگے ہوئے کچھ مسلمان مدینہ پہنچے تو خبر قتل محمد بیان کی۔ چودہ عورتیں مدینہ سے بجانب احد روانہ ہوئیں۔ یہ سب فاطمہؑ کے ہمراہ تھیں فاطمہؑ دوڑتی ہوئی جنگاہ میں آپہنچ گئیں اور اس وقت علیؑ نے پیمبر اسلام کو غار سے نکال کر زمین پر بٹھا دیا تھا۔ زخموں سے خون جاری تھا۔ فاطمہؑ نے بہت کوشش کی خون بند نہ ہوا۔ علیؑ قریب کے چشمہ آب سے ڈھال میں پانی بھربھر لا رہے تھے۔ فاطمہ زخموں کو دھو رہی تھیں۔ حتیٰ کہ فاطمہؑ نے خون بند کرنے کے لئے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا جلایا اور اُس کی راکھ زخم میں بھر دی اور اس طرح خون کو بند کر دیا۔

(روضۃ احباب ص۲۷۰)

فاطمہؑ نے اس موقعہ پر بے نظیر شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے۔ مدینہ کی عورتوں کو جمع کر کے لانا۔ میدان جنگ میں پہنچنا۔ جبکہ سردار فوج پیمبر اسلام کے قتل ہو جانے کا اعلان ہو چکا ہو۔ پیمبر اسلام کی مرہم پٹی کرنا وغیرہ ایسے کام ہیں جن سے بیک وقت۔ نصرت علیؑ۔ نصرت رسول۔ نصرت دین خدا۔ خدمت و ادائیگی حقوق شوہر و پدر سب امور جمع ہو گئے ہیں۔ فاطمہؑ نے اس واقعہ تاریخی سے اپنے اعلیٰ مکارم اخلاق اور آئین تدبیر منزل کا بہترین اور جامع نمونہ پیش کیا ہے۔

توثیق و تصدیق پیمبر اسلام

(۵) پیمبر اسلام نے فاطمہؑ کے بارہ میں فرمایا اور فاطمہؑ کی خدمات کا صلہ ان الفاظ میں ادا کیا۔

الفاطمۃ بضعۃ منی وھی قلبی وھی روحی التی بین جنبی من اذاھا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ تعالیٰ۔ (نور الابصار امام شبلنجی بصری)

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ وہ میرا قلب ہے وہ میری وہ روح ہے جو میرے سینہ میں ہے جس نے اس کو اذیت دی اُس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے خدا کو اذیت دی۔

•

پیمبر اسلام نے فاطمہؑ کو خود ہی قوانین مکارم اخلاق کا درس دیا۔ بلکہ مکارم اخلاق کو فطرت فاطمہؑ بنا دیا اور جب فاطمہؑ کو ان صفات و فضائل کا مظہر کامل پایا تو حدیث مذکورہ میں

ظاہر کر دیا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو میں ہوں وہی حیثیت فاطمہؑ کی ہے اور جس طرح میں مکارم اخلاق کا مجسمہ ہوں اسی طرح فاطمہ بھی پیکر اخلاق الٰہیہ ہے۔

لاش حمزہ و فاطمہؑ

حمزہ ابن عبد المطلب پیمبر اسلام کے چچا کو جنگ احد میں شہید کیا گیا اور معاویہ کی ماں۔ ابوسفیان کی زوجہ۔ ہندہ نے حمزہ کے اعضا و چہرہ کو

(ل) کاٹ کر اور ان کا ہار بنا کر اپنے گلے میں پہنا اور جگر حمزہ کو نکال کر چبایا۔

جب پیمبر اسلام کو قتل حمزہ کی اطلاع دی گئی تو آپ سے حمزہ کی حالتِ لاش نہ دیکھی گئی رسول اللہؐ از گریہ او بگریہ در آمد و فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نیز می گریست و فرمود لے عم من لن اصابک بمثلک ابداً۔ (روضۃ الاحباب ص۲۷۲)۔ پیمبر اسلام حمزہ کی لاش کی یہ حالت دیکھ کر ضبط نہ کر سکے اور رونے لگے۔ اور فرمایا اے چچا۔ آپ کے بعد کبھی کسی کو ایسی مصیبت سے سابقہ نہیں پڑے گا۔ اور اس وقت فاطمہؑ زہرا بھی رو رہی تھیں۔

(ب) جذب القلوب شاہ عبد الحق دہلوی محدّث۔

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا برابر حضرت حمزہ علیہ السلام کی قبر شریف کی زیارت کو کوہ احد پر تشریف لیجایا کرتی تھیں اور علامت مزار قائم رکھنے کے لئے اپنے دست مبارک سے مرمت فرماتی تھیں اور آپ نے اس غرض سے ایک پتھر بھی وہاں رکھ دیا۔

(اسنی المطالب مطبوعہ کان پور ص۱۹۹)

فاطمہؑ کی سیرت۔ جذبات خدمت مجاہدین و شہدائے اسلام۔ احترام اسلاف۔ رفاقت پدر۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ اور فاطمہ کے اعلیٰ کردار اور تدبیر منزل کا اظہار اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے۔

۲-۶۔ فاطمہؑ و غزوہ خندق و خدمتِ پدر و رسول

جنگ خندق ۵ھ میں ہوئی ہے۔ تقریباً ۲۴ ہزار فوج نے مدینہ پر حملہ کیا تھا۔ پیمبر اسلام اور اصحاب پیمبر مدینہ کے گرد خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ پیمبر اسلام بھوک کی شدت سے شکم پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ سخت پریشانی کا عالم تھا۔ فاطمہؑ نے چند روٹیاں جو کی پکائی تھیں۔ بچوں کو کھلائیں اور کچھ ٹکڑے آنچل میں باندھ کر میدان جنگ میں پہنچ گئیں اور اس شدید بھوک کے حالت میں باپ کو روٹی کے وہ ٹکڑے پیش کر دیئے۔ پیمبر اسلام اور علیؑ ایک جگہ بیٹھے تھے۔ پیمبر اسلام نے روٹی کے ٹکڑے کھائے اور فرمایا۔

یا بنیۃ انہا اول طعام دخل فی فم ابیک

اے بیٹی فاطمہ یہ پہلا طعام ہے جو تین دن کی بھوک

منذ ثلاثة ایام۔ کے بعد آج تیرے باپ کے منہ میں داخل ہوا ہے۔

فاطمہؑ نے مواقع جنگ پر مجاہدین کی خدمات انجام دے کر اہلِ عالم کو درس دیا ہے کہ عورتوں کا توقف جنگوں میں جنگ کرنا نہیں ہے بلکہ زخمیوں کی تیمارداری سپاہیوں کی نگہداشت اور مجاہدین کی خورد و نوش کا انتظام وغیرہ عورتیں اپنے ذمہ لے سکتی ہیں اور اس طرح حقوق قوم و مذہب اور وطن کو ادا کر سکتی ہیں۔

فاطمہؑ و حقوق اولاد و قناعت

(ل) ایک دن علیؑ نے گھر میں آکر فاطمہؑ سے دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہو تو لائیں۔ فاطمہؑ نے عرض کی آج تین دن ہو گئے ہیں گھر میں ایک دانہ کا نام نہیں ہے۔ علی نے کہا کہ مجھ کو تعجب ہے کہ گھر کا یہ حال ہے اور آپ نے مجھ سے آج تک اس کا ذکر بھی نہ فرمایا۔ فاطمہؑ نے سر جھکا کر جواب دیا کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے میری رخصتی کے وقت تاکید کر دی ہے کہ میں آپ سے کبھی کوئی چیز مانگ کر آپ کو شرمندہ نہ کروں۔ یہ وجہ ہے کہ میں نے احتیاط کی اور آپ کو تکلیف نہیں دی۔

(ب) امام حسینؑ کا بیان ہے کہ ہمارے گھر میں باہر کے جتنے کام ہوتے تھے وہ ہمارے پدر بزرگوار خود انجام دیتے تھے جیسے پانی بھر کر لانا۔ ایندھن۔ بازار سے سامان لانا اور گھر کے اندر کے سب کام۔ کھانا پکانا۔ چکی پیسنا۔ گھر میں جھاڑو دینا وغیرہ ہماری مادر گرامی خود کرتی تھیں اور انہی کاموں کے درمیان ہماری ضرورتیں بھی مثلاً دودھ پلانا۔ ہم کو نہلانا۔ کپڑے بدلوانا وغیرہ پوری کرتی رہتی تھیں۔

(ج) ایک دن علیؑ گھر میں آئے دیکھا فاطمہ بھوکے بچوں کو بہلا رہی ہیں اور گود میں لئے ٹہلا رہی ہیں۔ مگر خود فاطمہؑ کا حال فاقہ کی وجہ سے یہ ہے کہ آپ کے پاؤں چلنے میں لغزش کر رہے تھے۔

متذکرہ تاریخی واقعات صرف نمونۃً لکھے گئے اور ان واقعات سے اس امر کو واضح کیا گیا کہ پیمبر اسلام نے اپنی بیٹی فاطمہ کو مطابق آئین تدبیر منزل کتنے بلند و اعلیٰ طریقہ پر پرورش کیا تھا فاطمہ ۱۸ سال کی عمر میں کامیاب زندگی کے وہ نمونے پیش کر گئیں جو نسوان عالم کے لئے نمونہ حیات و معیار عزت ہے۔ فاطمہ کے علوم معرفت۔ خطبات معرفت معاملات بہ حکومت وقت مدارج و مراتب صنفی و ذاتی بکثرت کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ آپ کی پوری زندگی کا ہر لمحہ عورات عالم کے لئے درس عمل ہے۔ اس مختصر کتاب میں ان واقعات کے تفصیل کی گنجائش نہیں ہے بشرط حیات

ستفار مجلد احوال فاطمہ میں بہ تفصیل آپ کے خصائص لکھے جائیں گے۔

ناظرین نے پیمبر اسلام کی تدبیر منزل کا نمونہ ذات فاطمہ میں ملاحظہ کیا۔ پیمبر اسلام نے فاطمہ کو ایسے اخلاق اور قوانین تہذیب وتمدن وتدبیر منزل کے درس دیئے اور ان پر عمل کا موقعہ دیا کہ فاطمہ کی فطرت وطینت ہی اخلاق ہو گئی تھی اور آپ کا ہر فعل نمونہ اخلاق بن گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فاطمہؑ نے سیدۃ النساء العالمین کا لقب پایا اور مورخین اسلام متفق ہیں کہ بجز فاطمہؑ کے کوئی دوسری عورت سردار نسواں عالم قرار نہیں دی گئی ہے۔ یہ وہ سرداری ہے جس کا علوم اور اخلاق پر دارومدار ہے جو ناقابل فنا ہے اور ابدی ہے

پیمبر اسلام نے اپنی اولاد کے علاوہ دو نواسوں اور دو نواسیوں کو بھی اپنی آغوش تربیت میں پرورش کیا ہے ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حسن۔ (۲) حسین (۳) زینبؑ بنت فاطمہؑ۔ (۴) کلثومؑ بنت فاطمہؑ۔

یہ ذوات مقدسہ جن کے نام لکھے ہیں وہ ہیں جن سے ہر مسلم وکافر واقف ہے اور دنیائے علم وتاریخ ان افراد کے کارناموں کے معترف ہیں اور ان کو قائدین حلل عالم تصور کرتے ہیں۔ کرۂ ارض کے کسی خطہ کا باشندہ ہو کسی مذہب وملت کا پابند ہو وہ جانتا ہے کہ عالم انسانیت کو درس حریت وآزادی اور درس خداپرستی دینے والی یہی ذوات مقدسہ ہیں۔

حسنؑ اور حسینؑ نے دنیا کے مردوں کے لئے راہ عمل حریت نمایاں کر دی ہے اور زینبؑ و کلثوم نے تمام دنیا کی عورتوں کو سکھایا ہے کہ ظلم واستبداد بدکاری اور الحاد کے مٹانے میں عورتوں کا کیا حصہ اور عمل ہے۔ ان حضرات کے حالات بھی انہی عنوانات کے تحت قلمبند کئے جاتے مگر اس کتاب میں اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔

۷۔ نتیجہ تدبیر منزل۔ فدک قوانین اخلاق وآئین تہذیب وتمدن انسان کو پابند کرتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو قوم یا بیت المال کا محتاج بنا کر نہ چھوڑ دے۔ معاشرہ وسوسائٹی کے لئے اپنی اولاد کو بارِ خاطر اور سبب نکبت نہ بنائے بلکہ جس طرح وہ خود معاشرہ وقوم ومذہب کے افراد کے لئے ایک مفید انسان۔ ایک غیر مترقبہ نعمت اور کار آمد اور ہنر مند شخصیت تھا اسی طرح وہ اپنے بعد اپنی اولاد کو قوم وملت کے لئے رحمت بنا کر چھوڑے نہ کہ زحمت۔

یہ صورت اسی وقت ممکن ہے کہ انسان اپنی اولاد کو زیور علوم دنیا ودین سے آراستہ کر دے اور اس کے علاوہ اگر ممکن ہو تو ان کو انکی مالی حالت بھی درست کر دے اور ان کے

لئے وافر ترکہ چھوڑے تاکہ اس کے بعد اس کی اولاد قوم و ملّت کے افراد کی دست نگر نہ ہو اور بوجہ افلاس و غربت کے افعال بد و جرائم کی مرتکب نہ ہو اور اس طرح نظام معاشرہ کے لئے سبب تباہی نہ بنے۔

پیمبر اسلام نے دولت علم و عمل سے تو اپنی اولاد کو مالا مال کر دیا اور تا قیامت آنے والی نسلوں کے لئے ان کو منارہ ہدایت و روشنی بنا دیا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ پیمبر اسلام اپنی اولاد کو قوم و ملت کا بار دوش بنا کر چھوڑ گئے یا خود اُن کو اپنا کفیل معاش بنا کر چھوڑا ہے۔

(۱) طبری۔ کنز العمال۔ تفسیر در منثور سیوطی باسناد ابی سعید خدری۔

عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت الآیۃ۔ آت ذالقربیٰ حقہ، دعی رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک

ابی سعید خدری سے مروی ہے کہ جب آیت آت ذی القربیٰ حقہٗ۔ (دیدو اپنی قرابتداروں کو اُن کا حق) نازل ہوئی تو پیمبر اسلام نے فاطمہؑ کو اپنے پاس بلایا اور اُن کو فدک عطا کر دیا۔

(۲) حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری ص ۳۹۰

وکانت فدک خالصۃ لمحمد لان المسلمین لم یجلبوا علیھا بخیل ولا رکاب۔

فدک محمدؐ کا خالصہ ملکیت تھا کیونکہ لشکر اسلام نے اس کے حصول میں فوج کشی نہیں کی تھی۔

(۳) ناسخ التواریخ جلد چہارم۔ ترجمہ۔

جب پیمبر اسلام فدک پر قابض ہو گئے تو آیت وآت ذالقربیٰ حقہٗ الخ کے حکم کے مطابق آپ نے فدک فاطمہ کو عطا کر دیا۔ فاطمہؑ آمدنی فدک سے کچھ اپنے مصارف میں لاتی تھیں اور باقی آمدنی کو مستحقین اہل اسلام پر تقسیم کر دیا کرتی تھیں۔"

"چہ منافع فدک را سالے بیست ہزار و چہار ہزار دینار و بہ رخے ہفتاد ہزار دینار رقم کردہ اند۔

(ترجمہ) کیوں کہ فدک کی آمدنی سالانہ ۲۴ ہزار دینار یا بروایتے ستر ہزار دینار سالانہ تھی۔

پیمبر اسلام نے حکمت و تدبیر منزل کے آئین کی پوری تکمیل فرمائی اور اپنی اولاد کو اپنے بعد محتاج و مفلس بنا کر نہیں چھوڑا بلکہ خدا نے پیمبر اسلام کو جو ملکیت بغیر امداد عام اہل اسلام عطا کی تھی اور اپنی زندگی میں جس پر وہ بلا شرکتے غیرے متصرف و قابض تھے وہ فاطمہؑ اور اپنے افرادِ

خاندان کو ہبہ شرعی کر گئے تھے۔ اور پیمبر اسلام کا یہ فعل عین مطابق قوانین تدبیر منزل تھا اگر پیمبر اسلام ایسا نہ کرتے تو وہ اہلِ عالم کے لئے مکارم اخلاق کے اس شعبہ حیات یعنی تدبیر منزل کو ناقص چھوڑ جاتے اور قانون ناقص نمونہ کامل نہیں ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ پیمبر اسلام کی حیات طیبہ کا ہر عمل بقول خدائے قدیر کامل ہے۔ اسی لئے قرآن نے اعلان کیا ہے کہ لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنتہ۔ یقیناً ذات پیمبر اسلام جامع نمونہ ہائے کاملہ ہے۔

فدک فاطمہؑ اور اولاد فاطمہؑ کے قبضہ میں رہا یا نہیں رہا یہ بحث میرے موضوع سے علیحدہ ہے۔ کیوں کہ بعد پیمبر اسلام دین اسلام بلحاظ روحانیات وما دیات تقسیم ہو گیا تھا اور شاہی سیاسیات اصول اسلام پر غالب آگئی تھیں جس کی تائید میں صرف ایک تاریخی وحدیثی ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) فاضل معتزلی علامہ ابن ابی الحدید شرح نہجۃ البلاغہ میں لکھتے ہیں :-

ا۔ سالت علی ابن علی الفاروقی الشافعی مدرس۔ مدرسۃ العربیۃ بغداد فقلت لہ الاکانت صادقۃ قال نعم فقلت فلم یدفع الیھا ابو بکر فدک وھی عندہ صادقۃ فتبسم ثم قال کلاما لطیفاً قال لو اعطاھا الیوم فدک بمجرد دعواھا لجائت الیہ غداً وادعت لزوجھا الخلافۃ واخرجتہ عن مقامہ ولم یمکنہ الاعتذار والمدافعۃ بشئی لانہ یکون قد استحل علی نفسہ بانھا صادقۃ فیما تدعی۔

علی ابن علی فاروقی شافعی سے جو مدرسہ عربیہ بغداد کے مدرس تھے۔ میں نے (ابن ابی الحدید) پوچھا کہ آیا فاطمہؑ اپنے دعوے میں (طلب فدک) سچی تھیں۔ شیخ نے جواب دیا۔ ہاں۔ میں نے عرض کی کہ ابو بکر نے تو فدک انھیں واپس نہیں دیا۔ حالانکہ وہ ان کے نزدیک صادقہ (سچی) تھیں یہ سن کر شیخ مسکرا دیئے اور انھوں نے اس لطیفہ میں جواب دیا کہ اگر ابو بکر بمجرد طلبی کے فاطمہ کو فدک واپس دیدیتے تو پھر دوسرے دن آتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کی دعویدار ہوتیں۔ اور ان کو ان کے منصب خلافت سے معزول کرنا چاہتیں اور پھر ابو بکر کو کوئی عذر بن نہ آتا اور نہ مدافعت ممکن تھی۔ کیوں کہ وہ تو اپنے دل میں یہ جائز سمجھ چکے تھے کہ فاطمہؑ جس شے کا دعویٰ کر رہی ہیں وہ سچ ہے (الزہراؑ ص ۹۸)

ب :- علامہ سبط ابن جوزی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ (زہرا فوق ص ۹۹)

جاءت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم الی ابی بکر وھو علی المنبر فقالت یا

فاطمہ بنت رسول اللہ ابو بکر کے پاس گئیں وہ ممبر پر تھے اور کہا کہ اے ابو بکر قرآن کی رو سے

ابابکر انی کتاب اللہ ان ترث ابنتک
ولا ارث ابی فاستعبر ابوبکر باکیا و
بابی ابوک وبابی انت ثم نزل
فکتب بھا بفدک ودخل علیہ عمر
فقال ماھذا فقال کتاب کتبتہ
لفاطمۃ میراثھا من ابیھا قال
فماذا تنفق علی المسلمین وقد
حاربتک العرب کما تری ثم
اخذہ عمر الکتاب فشقہ۔

تمھاری بیٹیاں تو میراث کی حقدار ہوں اور
میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں۔ یہ سن کر ابوبکر کو
بہت عبرت ہوئی اور وہ رونے لگے اور کہنے
لگے کہ میرے آباواجداد آپ کے باپ اور آپ
پر فدا ہوں۔ یہ کہہ کر ممبر سے اُترے اور فدک
کی میراث کا وثیقہ فاطمہؑ کو لکھ دیا۔ اتنے میں عمر
آگئے اور پوچھا یہ کیا ہے۔ ابوبکر نے کہا کہ فدک
کی میراث کا وثیقہ ہے جو فاطمہؑ کو اپنے باپ کی
طرف سے پہنچتی ہے۔ عمر نے کہا کہ پھر ان مسلمانوں
کو کیا دوگے جو تمھارے واسطے عرب سے لڑائیاں لڑے جو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ
چکے یہ کہہ کر وہ تحریر ابوبکر کے ہاتھ سے لیلی اور اُس کو پھاڑ ڈالا۔

(ج) امام فخرالدین رازی۔ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:۔

فلما مات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
ادّعت فاطمۃ رضی اللہ عنھا انہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان نحلھا
فدک فقال ابوبکر انت اعز الناس
علی فقراء واحبھم الی غنی لکن لا
اعرف صحۃ قولک ولا یجوزان
احکم بذلک فشھد لھا ام ایمن
ومولی رسول اللہ......

جب رسولؐ خدا نے وفات پائی تو فاطمہ
رضی اللہ عنہا نے یہ دعویٰ کیا کہ پیمبر اسلام
نے فدک فاطمہؑ کو ہبہ کر دیا ہے۔ ابوبکر نے
کہا کہ اے فاطمہؑ آپ غرباء کے نزدیک عزیز
ترین ہیں اور متمولین کے مقابلہ میں محبوب
ترین ہیں۔ مگر میرے نزدیک آپ کے قول
کی صحت نہیں ہوتی۔ اور میں آپ کے قول کی
اسی لئے فیصلہ نہیں کرسکتا۔ پس ام ایمن اور
ایک غلام رسول صلعم نے گواہی دی......

•

عبارات تاریخی سے یہ امر واضح ہوگیا کہ پیمبر اسلام نے فدک کی ۲۴ ہزار سالانہ کی آمدنی
فاطمہؑ اور اولادِ فاطمہؑ کے لئے ہبہ کر دی تھی۔ جب حکومت وقت نے فاطمہ کے دعوے کو
قبول نہیں کیا تو پھر آپ نے بر سرِ مجمع اہلِ اسلام حاکمِ وقت سے بہ دلائل میراث مطالبہ
فدک کیا اور دو گواہ بھی پیش کئے مگر مصالح سیاسی کی وجہ سے فاطمہ فدک سے محروم

رہ گئیں۔ فاطمہؑ اور ان کی اولاد کو فدک ملا یا نہیں۔ اور کیوں نہیں ملا۔ یہ موضوع کلام نہیں ہے بلکہ دیکھنا تو یہ ہے کہ تاریخ اسلام متفقہ طور پر شاہد ہے کہ پیمبر اسلام نے مطابق قوانین فلسفہ اخلاق و آئین تدبیر منزل اپنی اولاد کو معاشرہ اسلامی کے لئے بار خاطر اور بار دوش بنا کر نہیں چھوڑا تھا۔ بلکہ ان کی علمی حیثیت کو افراد اُمّت سے اعلیٰ اور ارفع بنانے کے ساتھ ان کی مالی حالت بھی حتی المقدور بشریہ بہتر و برتر بنا دی تھی۔ چنانچہ آپ نے اُمّت سے باین الفاظ خطاب بھی کیا ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے بعد نادار اور مفلس بنا کر نہ چھوڑیں کیوں کہ نادار و مفلس افراد کی زیادتی معاشرہ و دنیائے مہذب کے لئے وبال جان بن جاتی ہے اور کثرت افراد مفلس سبب ارتکاب جرائم ہوا کرتی ہے۔ ارشادِ پیمبرِ اسلام ملاحظہ ہو:۔

(۱) صحیح بخاری۔ مترجمہ میرزا حیرت دہلوی ص ۸ پ ۱۱

سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ نبی صلعم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اس وقت میں مکہ میں تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنے کل مال کی وصیت کر جاؤں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی نصف کی فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی کہ ثلث کی آپ نے فرمایا ثلث کا مضائقہ نہیں اور ثلث بھی بہت ہے (دیکھو) یہ بات کہ تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جاؤ اس سے بہتر ہے کہ تم اُنھیں محتاج چھوڑ جاؤ۔ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور تم جو کچھ خرچ کرو گے وہ صدقہ ہے۔ الخ

پیمبر اسلام نے اس حدیث کے ذریعہ سے اہل اسلام کو وصیت و ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے بعد مفلس نہ چھوڑیں بلکہ متمول بنا دیں تاکہ وہ بوجہ افلاس جرائم کے مرتکب نہ ہوں یا بھیک نہ مانگیں اور حکومت اسلامیہ کے لئے اور افراد قوم کے لئے مثل میت بار دوش نہ بن جائیں۔

آج دنیائے مہذب و ترقی یافتہ میں بھی بڑی بڑی حکومتیں بے روزگاری کی وجہ سے پیدا شدہ ارتکاب جرائم کا سد باب نہیں کر سکیں۔ پیمبر اسلام نے اپنے طریقہ عمل واقوال سے اہل اسلام کو خصوصاً اور اہل عالم کو عموماً یہ درس دیا تھا کہ ہر شخص اپنی اولاد کو اپنے بعد دولت علم و دولت دنیوی مال و متاع سے مالا مال بنا کر چھوڑے تاکہ ہر فرد قوم دوسرے افراد قوم کے لئے رحمت ہو نہ کہ زحمت۔ پیمبر اسلام کے اس عمل تدبیر منزل میں اعلیٰ نمونہ کامیابی زندگی کا مضمر ہے۔

۱۸۔ تدبیر منزل۔ کسب معاش

پیمبر اسلام نے کسب معاش کے لئے عملی و قولی نمونے بکثرت پیش کئے ہیں جن کا ذکر صفحات مذکورہ میں آچکا ہے

پیمبر اسلام بعمر ۸ سال بہ ہمراہی ابو طالب سفر تجارت کے لئے گئے۔ اس کے بعد خدیجہ کا مال تجارت لے کر مختلف ممالک کو تشریف لے گئے اور اپنے ہم قافلوں کے لئے سبب وسعت منافع تجارت ہوئے اور مال خدیجہ کو ایسے اصول تجارت پر فروخت کیا کہ سب سے زیادہ منافع حاصل ہوا۔ آپ نے کسب معاش میں تجارت اور مزدوری۔ مویشی چرانے کے کام کو ترجیح دی ہے۔ زراعت وصنعت کے پیشوں کو معزز قرار دیا ہے۔ اور اصول وقوانین تجارت۔ زراعت وصنعت بہ تفصیل بیان کئے ہیں اور ایسے پیشوں سے انسان کو منع کیا ہے۔ جس سے قسی القلبی۔ بے مروتی۔ کمینہ پن۔ ذاتی تحقیر پیدا ہوتی ہے یا جو پیشے افراد قوم وملت اور معاشرہ انسانی کو برباد وتباہ کرنے کا سبب ہوتے ہیں یا جو پیشے حواس خمسہ ظاہری وحواس باطنی کو معطل ومرتعش کرنے کا سبب ہوتے ہیں۔

پیمبر اسلام نے ۸ سال کی عمر سے تقریباً ۳۵ سال کی عمر تک گلہ بانی اور تجارت کو اعلیٰ پیمانہ اور کامیاب طریقہ پر اختیار کیا۔ اور اس کی کامیابی کے رازوں کو بہ تفصیل بیان کیا۔ کسب معاش کے سلسلہ میں آپ کے چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔ ان اقوال سے واضح ہوگا کہ پیمبر اسلام کسب معاش کے لئے کن کن اصول کو رائج کرنا چاہتے تھے۔ اور آپ کے نزدیک کون کون سے طریقے فلاح دارین کا سبب بن سکتے تھے۔

(۱) مشکوٰۃ جلد سوم۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلعم التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء۔ (ترجمہ) صادق اور امین تاجر انبیاء وصدیقین اور شہداء کے ساتھ باہم درجہ ہوگا۔

(۲) عن ابی بکر۔ قال صلعم۔ لا یدخل الجنۃ۔ جسد غذی بالحرام۔ ابو بکر راوی ہیں کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ وہ جسم جس کی پرورش غذائے حرام سے ہوگی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(۳) عن عائشہ۔ قالت قال النبی صلعم ان اطیب مااکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم۔ عائشہ سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ پاک و بہترین غذا وہ ہے جو تم کسب ومحنت سے حاصل کرو اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کسب ہے۔

(یعنی اولاد کے معاملے میں بھی تم کو طہارت نفس اور کسب حلال کا خیال رہے)۔

(۴) عن المقدام بن معد یکرب قال رسول اللہ صلعم مقدام بن معد یکرب سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام

ما اکل احدٌ طعاماً قطاً خیراً من ان یاکل من عمل یدیه۔

نے فرمایا کہ بہترین غذا و طعام وہ ہے جو انسان اپنے کسب و یدِ یمین سے حاصل کر کے کھائے۔

(۵) عن ابی مسعود انصاری۔ ان رسول اللہ صلعم نہی عن ثمن کلب و مہر البغی و حلوان الکاھن۔

ابی مسعود انصاری سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے منع کیا ہے قیمت سے کتے کی۔ اجرت کاہن کی سے اور خرچی عورت زانیہ سے۔

(۶) اور آپ نے لعنت کی ہے سود لینے والے اور سود دینے والے پہ اور گودنے والے اور گودانے والے پر اور مُصوّر پر۔

(۷) آپ نے حرام کیا ہے شراب بیچنے کو اور مردار کو اور سود اور اصنام کو۔ بعض نے دریافت کیا یا رسول اللہ مردار کی چربی سے تو کشتیاں چکنی کی جاتی ہیں اور جلدیں چکنی کی جاتی ہیں اور چراغ جلائے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ سب کام نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سب حرام ہے۔ خدا ہلاک کرے یہودیوں کو وہ مردار کی چربیاں پگھلاتے ہیں پھر اس کو فروخت کرتے ہیں اور اس کی قیمت کھاتے ہیں۔

(۸) عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔
طلب کسب الحلال فریضة بعد فریضه۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ حلال روزی کا کمانا بعد فریضہ کے فرض ہے۔

(۹) عن جابر۔ قال رسول اللہ صلعم رحم اللہ رجلا سمحاً اذا باع واذا اشتری واذا اقتضی رواہ بخاری۔

جابر سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ خدا رحم کرے اس شخص پر جو نرمی کرے جب کچھ خریدے اور نرمی کرے جب کچھ بیچے اور نرمی کرے جب تقاضا کرے۔

(۱۰) عن ابی ھریرہ۔ قال رسول اللہ صلعم لیاتین علی الناس زمان لا یبقی احد الا اکل الربوا فان لم یاکله اصابه من بخاره۔

ہریرہ سے روایت ہے پیمبر اسلام نے فرمایا ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا۔ کہ کوئی باقی نہ رہے گا جو سود خوار نہ ہو۔ یا اس کا اثر اُس کو نہ پہنچے۔

(۱۱) پیمبر اسلام[۳] نے فرمایا ہے کہ اے تولنے اور ناپنے والوں تم دو امر کے ولی بنائے گئے ہو۔ یعنی تولنے اور ناپنے کے ولی ہو۔ یاد رکھو کہ تم سے پہلے والی اُمتیں ان دو امروں میں

خیانت کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں۔

(۱۲) عن عمر عن النبیؐ۔ قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ سوداگر کو منجانب خدا رزق ملتا ہے اور احتکار (احتکار۔ غلّہ کو بند کرکے جمع رکھنا کہ بوقت قحط بیچا جائے گا) کرنے والا ملعون ہے۔

•

۴۳ زراعت۔

(۱۳) عن سعید بن زید۔ قال من احیا ارضاً میتۃ فھی لہ ولیس لعرق ظالم حق۔

سعید راوی ہیں کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ جس نے زمین مردہ کو زندہ کیا یعنی کھیتی کی وہ اسی کی ہوگئی اور رگ ظالم کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔

•

(یعنی بنجر زمین کو زیر کاشت لانے والا ہی اُس زمین کا مالک ہے۔)

مندرجہ بالا اقوال کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) تاجر صادق و امین۔ انبیاء و شہداء و صادقین کا ہم رتبہ ہے۔ یعنی تجارت میں صداقت و امانت ذریعہ کامیابی تجارت ہے اور ہر دو جہان کی نعمات کے حصول کا سبب ہے۔

(۲) اپنے ہاتھوں کی محنت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ روزی حلال ہے اور روزی حلال ہی سے اولاد نیک حاصل ہوتی ہے۔

(۳) افراد قوم و ملّت اور معاشرہ کو نقصان پہنچانے والے پیشے حرام ہیں۔ اور قابل لعنت اور سبب تباہی ہیں۔ جیسے شراب فروشی۔ کہانت زانیہ کی خرچی۔ گانے والیوں کی کمائی۔ سود۔ مردار اور مردار کی چربی وغیرہ وغیرہ۔

(۴) تجارت کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ گاہک سے بہ نرمی پیش آئے اور قرضہ کا تقاضا جب کرے تو نرمی اور منت سے کام لے۔ احتکار نہ کرے۔

(۵) تول اور ناپ صحیح کرنا کامیابی تجارت کی کلید ہے۔

پیمبر اسلام نے کسب معاش کو انسان کا شرف ذاتی اور سبب فلاح دارین قرار دیا ہے اور آپ نے بھی اپنے اہل و عیال کا خرچہ اپنی محنت سے کمائی ہوئی دولت پر موقوف رکھا اور چوں کہ وہ قلیل تھا لہذا خود اور ازواج نے بہ تکلیف زندگی بسر کی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر پیمبر اسلام قوانین کسب معاش کو اتنا کامل مرتب فرما گئے کہ اُن کی پیروی سے ہر انسان کامیاب تاجر، کامیاب صناع، کامیاب

کاشتکار بن سکتا ہے۔

اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے کہ وہ پیمبر اسلام کے کسب معاش کے کل حالات قلمبند کئے جائیں یا کل اقسام کو جمع کر دیا جائے مگر آپ نے زندگی کے ہر شعبہ کے لئے نمونہ کامل پیش کر دیا ہے۔ ان نمونوں سے کتب تاریخ و حدیث اسلام مملو ہیں۔

باب سیاست مدن

افراد خانہ ہوں یا افراد قریہ۔ اہالیان شہر ہوں یا باشندگان ملک ان تمام جماعتوں کے لئے مختلف مقاصد و اغراض کا تعین ضروری ہے اور ان کے باہمی روابط و تعلقات کی حدود کا مقرر ہونا بھی لازم ہے۔ ان کی مثال اعضائے جسم کی سی ہے اگر اعضائے جسم کے مختلف کاموں کو مختلف اعضائے کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں کیا جائے تو نظام جسمانی میں فساد پیدا ہو جائے اور وجہ خلقت اعضا و مختلفہ عبث قرار پائے۔ آنکھ کا کام علٰحدہ ہے اور کان کا علٰحدہ۔ ہاتھ کی خدمات الگ ہیں اور پیر کی خدمت علٰحدہ وغیرہ۔ اسی طرح ایک گھر کے افراد ایک خاندان یا قبیلہ کے افراد اور قریہ۔ شہر و ملک کے افراد کی خدمات کا علٰحدہ علٰحدہ تعین و تحدید و تخصیص لازمی ہے اور ان کے حدود خدمات کے معیّن کرنے میں انتہائی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے ورنہ پورا نظام شہر و ملک تباہ ہو جائے گا۔ موجودہ زمانہ میں علوم مادّی کی ارتقائی منازل کی معراج ہے۔ مگر افسوس کہ دعویداران تہذیب و تمدن و ماہران علوم و فنون نے انسانی خواص طبائع کے مطابق ان کی خدمات اور فرائض کو معین کرنے میں حکیمانہ نظام قائم کیا مگر فطری و خلقی و ضروری نظام خدمات و تعاون باہمی کو نظر انداز کر دیا۔ میرا یہ دعویٰ اس موجودہ عہد ترقی میں بعض طبائع پر گراں گذرے گا۔ مگر میں چند سطوریں اپنے دعوی کی دلیل بھی پیش کئے دیتا ہوں اور وہ دلیل ایسی ہے کہ جس کا انکار نہ معقولی صورت میں ممکن ہے اور نہ منقولی صورت سے ممکن ہوگا۔ یہ دلیل صرف مشاہدہ و تجربہ شبانہ روز پر مبنی ہے۔

اعضائے جسم کے معینہ مختلف خدمات کا نظام انسانی کی زندگی کے لئے باعث سہولت آرام بلکہ وجہ حیات جسمانی ہے۔ اگر طبقات انسانی اور افراد ملک کا نظام اسی طرح باقاعدہ اور منضبط ہوتا

تو دنیا میں سہولت۔ آرام۔ سکون۔ امن و امان قائم ہوتا اور یہ روز افزوں بےچینی۔ ویرانی۔ تباہی۔ سیہ خودکشی، بسی قتل و غارت۔ خودغرضی۔ ظلم و استبداد۔ تفریق افراد قوم و ملک۔ انتشار قوائے انسانیہ اختلال نظام دنیا پیدا نہ ہوتا۔ آج اس دنیائے علم و تہذیب میں۔ نظام حیات کے اوراق ایسے منتشر ہو چکے ہیں جن کی شیرازہ بندی دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گئی ہے۔ جب کوئی عضو جسم فاسد ہو جاتا ہے تو قابل ڈاکٹر اس عضو کو قطع کر کے جسم کو اس کی سمیت سے محفوظ کر لیتا ہے۔ اسی طرح اب ضرورت ہے کہ جنگ عالمگیر اٹمی چھڑ جائے اور سطح ارضی کو اس گندگی تہذیب خود ساختہ سے پاک و صاف کر دے۔ اور آئندہ پیدا ہونے والی نسلوں کو پھر سے دنیا کے آباد کرنے کا موقعہ دے۔

مختصر الفاظ میں اس وقت کی تہذیب و تمدن و علمی دنیا کے افراد کا تجزیہ اس طرح کیا جا سکتا ہے اور دھندلا سا خاکہ ان الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے کہ۔

(۱) خادم کو آقا سے شکایت ہے اور وہ اپنے دل میں حاسدانہ چنگاری کو دبائے رہتا ہے۔ آقا کو خادم سے ہمہ وقت تنفر ہے۔ ہمہ وقت تحکمانہ اندازہ دکھانے کے لئے چوکنا رہتا ہے۔ باہمی انسانی ہمدردی کا جذبہ ہر دو میں قطعی مفقود ہو چکا ہے۔

(۲) شوہر اور زوجہ کا یہ عالم ہے کہ فطری و قہری و جنسی و جبری تعلقات ان دونوں میں باقی رہ گئے ہیں۔ ورنہ خلوص و وفا و محبت اور انسانی خصوصیات فنا ہو چکے ہیں۔ اگر مشاہدہ کرنا ہو تو عدالتوں کے برآمدے اور کمرے اور اخبارات کے اوراق آپ کو گواہی دیں گے اور لاتعداد خاندانوں اور گھروں کے حالات کی تفتیش آپ کو اس دعوی کا ثبوت پیش کرے گی۔

(۳) والدین اور اولاد۔ یہ تعلق فطری سب سے قوی تر تھا اور جب سے دنیا کی ابتدا ہوئی اس کے مستحکم اساس میں کہیں شگاف نہ تھا۔ مگر موجودہ عالمان دنیا و ماہران اصول تمدن و تہذیب نے اپنی نادانی سے وہ گل کھلائے ہیں کہ آج یہ گل سدا بہار بھی نذر خزاں ہو گیا اور اس کی فطری رنگت صباحت۔ فرحت۔ نکہت سب فنا ہو گئی اب یہ ایک برگ خزاں دیدہ ہے جو خس و خاشاک چمن کی طرح نذر آتش ہونے کا حقدار ہے۔

اب مجھ کو معاف کیا جائے۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں یا لکھ رہا اس کے لکھنے سے قلم سرکشی کر رہا ہے۔ دل اظہار ناراضگی پر آمادہ ہے۔ مگر اصلاح اہل عالم کے لئے یہ کام گوارا کیا ہے۔ ہاں تو والدین کو اب اولاد سے وہ قلبی تعلق نہیں ہے جو کبھی پہلے تھا اور وہ اپنی جان و مال عزت آرام، سکون

سب کچھ بلا اکراہ بلکہ بخوشی نثار کر دئے تھے۔ اولاد ۵، ۷ یا ۵۰ فی صد وفادار ہوتی تھی۔ مگر والدین صد فی صد جاں نثار اولاد ہوتے تھے۔ اب اگر اولاد ہے تو وہ بمجبوری پیدا ہو گئی ہے اور اس کی پرورش کا باردل والدین پر بہت گراں ہے۔

اب رہا معاملہ اولاد کا تو اب وہ حقوق والدین سے قطعی ناواقف ہیں۔ ان کی ہوش مندی اور عمر شعوری کا پہلا اقتضا یہی ہے کہ وہ والدین پر تنقید و اور اُن کی زندگی موجودہ اور سابقہ پر تبصرہ کرتے رہیں اپنی عاقلانہ روش کا اعلان اور اُن کی حماقتوں کا چرچا ان کے محفل احباب کی رونق ہے۔ پیرانہ سالی میں خدمت والدین۔ یہ چیز تو اب داستان پارینہ ہو چکی اب تو طبقہ انسان یعنی والدین ضعیف بارِ زمین اور بارِ دوش اولاد ہے۔ باقی العاقل تکفیتہ الاشارہ۔

افسوس کہ موجودہ زمانہ کے مدبران و مصلحان اور حاکمان نے نظام معاشرہ انسانی کو اپنے ہاتھوں برباد کر ڈالا۔ جان من خود کردۂ دخود کردہ را علاج نیست۔

(۵) جو کچھ دفعات مذکورہ میں لکھا گیا یہ تو افراد خانہ کا ذکر تھا۔ اب شہر و قریہ و ملک کے افراد کے تعلقات کو ملاحظہ کیجیے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور اس کی زندگی کا چھوٹے سے چھوٹا کام اور اس کی معمولی سی معمولی ضرورت بغیر دوسرے کی مدد کے پوری نہیں ہو سکتی اور بغیر اس باہمی تعاون کے یہ زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔

افراد قریہ۔ برائے حفاظت و بقائے انتظام۔ چوکیدار۔ سپاہی۔ تھانے دار۔ پٹواری۔ تحصیلدار۔ چپراسی۔

افراد شہر۔ پولس عدالت۔ حکام۔ نائبین حکام۔ وزراء۔

ملک۔ صدر مملکت۔ پارلیمنٹ۔ اسمبلی۔

دنیا۔ سلامتی کونسل۔ مملکتی کونسلیں۔ ان کے ماتحت مختلف ممالک ہیں۔ قائم شدہ ادارے۔ انتخابی ادارے۔

دیکھنے میں یہ سلسلہ نظام عالم کتنا حسین و جمیل ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے شعبہ جات و ادارہ جات منظم انسانی فلاح و حفاظت جان و مال کے ضامن ہوں تو پھر عالم انسانیت جنت ارضی ہو جائے اور ہر طرف سکون۔ مسرت۔ امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ ہو جائے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اہل عالم کی بے چینی۔ پریشانی۔ بے اطمینانی یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ اعضائے جسم مملکت عالم اپنا اپنا کام صحیح نہیں کر رہے ہیں۔

ہیں اس مسئلہ کو ایسی حالت میں قلمبند کر رہا ہوں کہ اپنے خامہ دو زبان پر زبان بندی کا طلسم پڑھ دیا ہے ناظرین کی تفریح طبع اور معاملہ کی صفائی کے لئے ایک لطیفہ بیان کرتا ہوں۔ اب تو میری عمر ساٹھ سال کی ہوگئی ہے۔ جب میں بچہ تھا تو میں نے دیکھا تھا کہ والیان ریاست ہند کو ہاتھی پالنے کا بہت شوق تھا اور وہ کبھی کبھی ہاتھیوں کو لڑاتے بھی تھے۔ ایک مرتبہ بڑے نامی گرامی۔ لحیم و شحیم۔ ہاتھی لڑنے کے لئے لائے گئے۔ لاتعداد تماشائی بھی جمع تھے۔ ایک احاطہ پختہ میں دو ہاتھی دور دور چھوڑے گئے۔ اور اس احاطہ کے چاروں طرف کچھ کچھ فاصلہ پر اونٹ کھڑے کر دیئے گئے۔ مجھ کو یہ اونٹ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ بھلا کہاں ہاتھی اور وہ بھی مست کیا ہوا اور کہاں یہ اونٹ ہڈیوں کا ڈھانچہ۔ پھر کیوں ہاتھیوں کے چاروں طرف ان کے بھاگ نکلنے کو روکنے کے لئے یہ اونٹ لگائے گئے ہیں۔ آخر میں ضبط نہ کر سکا اور ایک ماہر ضعیف العمر شخص سے اسی مجمع میں پوچھ لیا کہ بھلا ان اونٹوں کو کیوں ہاتھیوں کے پہرہ پر لگایا گیا ہے؟ اُس مرد دانا نے جواب دیا۔ میاں صاحبزادہ۔ جب ہاتھی لڑ لئے جاتے ہیں تو اونٹ چاروں طرف اس لئے لگائے جاتے ہیں کہ ہاتھی اونٹ کو دیکھ کر ڈرتا ہے اور جس طرف اونٹ کھڑا ہوتا ہے۔ اس طرف دیوار توڑ کر بھاگنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یاد رکھو ہاتھی اونٹ سے ڈرتا ہے اور اونٹ ہاتھی سے ڈرتا ہے۔ غالباً ناظرین سمجھ گئے ہوں گے۔

بس یہی حال ان افراد و طبقات افراد حکومت کا ہے۔ کہ یہ ایک دوسرے سے اسی طرح خوف زدہ ہیں۔ اور ان کے کسی ایک عہدہ دار کے قول و فعل پر اعتماد نہیں ہے۔ ایک طبقہ دوسرے طبقہ کو بہ نگاہ شک و شبہ دیکھتا ہے اور اس کے وار پوشیدہ اور ظاہری سے چوکنا رہتا ہے۔ اور چوں کہ ان کو کسی ماتحت یا حاکم کا اعتماد نہیں ہے لہذا یہ افراد اپنے فرائض عہدہ میں خلوص بھی نہیں رکھتے۔ اور ان کی باہمی کشمکش معصوم بے خبر اور بے گناہ لاتعداد اہالیان ممالک کی زندگی کے لمحات کو تاریک بنا کر شبانہ روز برباد سے برباد تر کر رہی ہے اور آج انہی افراد منتظم عالم کے بدولت تمام روئے زمین کے انسان ایک ایک اطمینانی سانس کے لئے تڑپ رہے ہیں اور وہ بھی میسّر نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعضائے جسم مملکت ارضی میں فساد جاری و ساری ہو چکا ہے اور صورت نجات بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ پیمبر اسلام کے معیّن کردہ قوانین سیاست مدن پر عمل کیا جائے اور اہل دنیا کو ہلاکت دارین سے بچایا جائے۔

ع۔ ا۔ سیاست مدن۔ خادم۔ حکمائے کچھ اصول و قوانین مقرر کئے ہیں جن پر عمل کرنے

ے خدام اور ملازمین باوفا اور اطاعت گزار رہتے ہیں۔ اور یہ قوانین سیرت پیمبر اسلام سے ماخوذ کیے گئے ہیں۔ بعض قوانین اہم وضروری لکھے جاتے ہیں۔

(۱) خادم وملازم وغلام کی مثال اعضاء انسان کی سی ہے۔ جس طرح ہر عضو جسم کے لئے خدمت جداگانہ ہے۔ اسی طرح ملازم کی خدمات بھی اس کی طبیعت اور مہارت کے مطابق مقرر ہونی چاہئیں۔

(۲) خدام وغلاموں کو مخلوق خدا وامانت خدا تصور کرنا چاہئے اور ان کے حقوق کا ہمہ وقت اندازہ وخیال رکھنا چاہئے۔

(۳) حسن صورت وحسن سیرت وطبیعت مطیع دیکھ کر ملازم رکھنا چاہئے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا ہے۔ اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ۔ (ترجمہ) حسین چہروں میں نیکی وخیر تلاش کرو۔ مطلب یہ ہے کہ بدقیافہ۔ جیسے کانا۔ لنگڑا۔ ابروص وغیرہ۔ عیب رکھنے والے کو ملازم نہ رکھو۔

(۴) جس طرح ظاہری صورت کا لحاظ ضروری ہے اسی طرح باطنی خواص مزاج کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ عیار۔ مکار۔ غضبناک۔ دروغ گو۔ خائن۔ بے حیا وبے شرم۔ سرکش۔ ضدی۔ ملازم نہ رکھنا چاہئے۔

(۵) انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ تفوق کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے خادم وغلام کو مثل اپنی اولاد کے تصور کرلے تاکہ ان کے قلوب میں حسد وکینہ پیدا نہ ہو۔

(۶) خادم کو اطمینان دلادے کہ وہ مستقل ملازم رہے گا تاکہ وہ آقا کے گھر کو اپنا گھر اور اس کی خدمت کو اپنی فلاح سمجھتا رہے اور اس کے کاموں میں خلوص باقی رہے۔ اور وقتاً فوقتاً اس پر احسان وانعام کرتا رہے۔

(۷) ملازم کے لباس۔ خوراک۔ مسکن اور راحت کا لحاظ حسب موقعہ وحسب ضرورت رکھے۔

(۸) ملازم کی خطائیں جو سہواً ہوجائیں معاف کرتا رہے۔ مگر جب دیکھے کہ ملازم شرارتاً دانستہ خطا کرتا رہتا ہے تو جتنی جلد ہو بہ سہولت اس کو دفع کردے اور اگر وہ قابل اصلاح ہے تو چند بار اس کو مناسب تنبیہہ وسزا دے۔

(۹) ملازم اور غلام کو آداب واخلاق کی تعلیم دیتا رہے تاکہ اس کی نفس میں رذائل سے نفرت پیدا ہو اور فضائل اخلاق سے محبت پیدا ہو۔

(۱۰) خط ہائے ارض کے باشندگان کے خواص جداگانہ ہیں۔

عرب۔ فصاحت و گویائی و فراست میں ممتاز ہیں۔ مگر ظلم طبعی و شہوت ان کا خاصہ ہے۔

عجم۔ عقل۔ فراست۔ پاکیزگی و فرزانگی میں ممتاز ہیں مگر حرص و حیلہ گری ان کا خاصہ ہے۔

روم۔ وفا۔ امانت۔ محبت و کفایت میں ممتاز ہیں مگر بخل ان کا خاصہ ہے۔

ھند۔ دانائی۔ فہم اور قوت احساس میں ممتاز ہیں مگر بدنیتی و مکر و تہمت و غرور میں یگانہ ہیں۔

ترک۔ شجاعت۔ خدمت و حُسن صورت و اطاعت و وفا میں ممتاز ہیں۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

(۱) پیمبر اسلام غلاموں پر خصوصیت کے ساتھ شفقت فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمھارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو اُن کو کھلاؤ۔ جو خود پہنتے ہو اُن کو پہناؤ۔ (اسوۃ۔ ۴۔ ص ۱۵۵)

(۲) پیمبر اسلام کے پاس جو غلام آتے تھے آپ اُن کو آزاد کر دیتے تھے۔ مگر وہ آزاد شدہ غلام کبھی دامن رسالت کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔

(۳) زید بن حارثہ غلام تھے۔ زید کے باپ فدیہ لے کر اُن کو لینے کے لئے آئے مگر زید نے اپنے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

(۴) پیمبر اسلام جب سنتے تھے کہ کسی غلام کو غلام کہا جا رہا ہے تو آپ کو تکلیف پہنچتی تھی۔ اور آپ فرماتے تھے۔ کہ کوئی میرا غلام۔ میری کنیز نہ کہے بلکہ میرا بچہ اور میری بچی کہے۔ غلام بھی اپنے آقا کو خداوند نہ کہیں۔ خداوند تو خدا ہے صرف آقا کہیں۔

(۵) پیمبر اسلام خدام اور غلاموں کو اتنا زیادہ چاہتے تھے کہ وقت آخر جو وصیت کی ہے اُس میں آپ نے فرمایا "غلاموں کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہنا"!

(۶) ابوذرؓ بلند پایہ صحابی تھے۔ پیمبر اسلام ان کو صادق جانتے تھے ایک دن اُنھوں نے اپنے غلام عجمی کو بُرا بھلا کہا۔ غلام نے پیمبر اسلام سے شکایت کر دی۔ پیمبر اسلام نے ابوذر کو بلا کر تنبیہ کی اور فرمایا کہ تم میں اب بھی جہالت باقی ہے۔ یہ غلام تمھارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضیلت عطا کی ہے۔ اگر وہ تمھارے موافق مزاج نہ ہوں تو اُن کو فروخت کر ڈالو۔ خدا کی مخلوق کو ستایا نہ کرو۔ جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہ ان کو پہناؤ اُن کو اتنا کام نہ دو۔ جو وہ نہ کر سکیں۔ اور اگر اتنا کام دو تو خود بھی اُن کی مدد کرو۔

(۷) ایک دفعہ ابو مسعود انصاری نے اپنے غلام کو مارا۔ پیچھے سے آواز آئی۔ ابو مسعود تم کو جس قدر

اس غلام پر اختیار ہے خدا کو اس سے زیادہ تم پر اختیار ہے۔ ابو مسعود نے مڑ کر دیکھا تو پیمبر اسلام موجود تھے۔ ابو مسعود نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا۔ آپ نے فرمایا اگر تم اس وقت ایسا نہ کرتے تو آتش جہنم تم کو چھو لیتی۔

(۸) ایک شخص نے پیمبر اسلام سے پوچھا کہ غلاموں کا قصور کتنی بار معاف کروں۔ آپ خاموش رہے۔ اس نے پھر پوچھا، آپ پھر بھی خاموش رہے۔ اس نے تیسری بار پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کرو۔

(۹) ایک خاندان میں سات افراد تھے اور صرف ایک کنیز تھی۔ ایک شخص نے اس کنیز کے طمانچہ مار دیا پیمبر اسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو۔ ان لوگوں نے عرض کہ ہم سات افراد میں ایک خادمہ ہے آپ نے فرمایا کہ اچھا جس وقت تک تم کو مجبوری ہے یہ رہے اس کے بعد آزاد ہے۔

(۱۰) ایک صاحب کے دو غلام تھے۔ پیمبر اسلام سے آقا نے غلاموں کی شکایت کی اور پوچھا کہ کیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمھاری سزا ان کے قصور کے مساوی ہو گی تو خیر ورنہ سزا کی جو مقدار زائد ہو گی اس کی برابر خدا بھی تم کو سزا دے گا۔ وہ صحابی گھبرا گیا اور رونے لگا اور اس نے فوراً غلاموں کو آزاد کر دیا۔

(۱۱) پیمبر اسلام جب مال غنیمت تقسیم فرماتے تو آپ اس میں سے غلاموں کو بھی حصہ دیتے تھے۔

خدام و غلامان پیمبر اسلام

(۱۲) زید بن حارثہ خدیجہ کے زر خرید غلام تھے۔ خدیجہ نے پیمبر اسلام کو ہبہ کر دیا تھا پیمبر اسلام نے ام ایمن سے زید کا عقد کر دیا۔ اس سے اسامہ پیدا ہوا۔ اسامہ کو لوگ محمدؐ کا بیٹا کہتے تھے۔ کیوں کہ پیمبر اسلام اسامہ سے اپنے بیٹوں کی سی محبت فرماتے تھے۔

(۱۳) ثوبان بن مجدد یمنی کو پیمبر اسلام نے خرید کیا اور پھر اس کو آزاد کر دیا۔ وہ تمام زندگی خدمت پیمبر اسلام و اولاد پیمبر اسلام کرتا رہا۔

(۱۴) ثوبان کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام رافع تھا دوسرے کا عبید اللہ تھا۔ علی مرتضیٰؑ نے عبید اللہ کو اپنا منشی بنا لیا تھا۔ علی مرتضیٰ کے بعد جب معاویہ کی جانب سے عمرو ابن سعد العاص مکہ کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے عبید اللہ سے پوچھا کہ تو کس کا غلام ہے۔ عبید اللہ نے کہا۔ میں

پیمبر اسلام کا غلام ہوں۔ عمرو نے کہا نہیں تو میرا غلام ہے۔ عبید اللہ نے کہا نہیں میں پیمبر اسلام
کا غلام ہوں۔ عمرو نے عتاب کیا اور سو تازیانے عبید اللہ کے لگوائے اس کے بعد پوچھا تو
کس کا غلام ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ میں آپ کے قبضہ میں ہوں اُس وقت مارنا
بند کیا گیا۔

(۱۵) ابوکبثہ کو بھی پیمبر اسلام نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ بوقت خلافت عمر وفات پائی۔

(۱۶) انیثہ بن کردی عجمی کو بھی پیمبر اسلام نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ جنگ بدر میں شہید ہوئے بعض
کا خیال ہے کہ عہد خلافت ابوبکر میں انتقال کیا۔ ان کی کنیت ابو مسرح ہے۔

(۱۷) صالح بن عدی حبشی اس کا لقب شقران تھا۔ پیمبر اسلام کو اپنے والد ماجد کی جانب سے
میراث میں ملا تھا۔

(۱۸) رباح حبشی بھی آپ کا غلام تھا اس کی کنیت ابوایمن تھی۔

(۱۹) یسار الراعی جنگ بنی ثعلبہ میں قید ہوا۔ پیمبر اسلام نے اُس کو آزاد کر دیا تھا اور اس کو
اپنے اونٹوں کی نگرانی پر مامور کر دیا تھا۔

(۲۰) ابو رافع جس کو اسلم بھی کہتے تھے۔ عباس ابن عبد المطلب نے پیمبر اسلام کو ہبہ کر دیا تھا مگر
پیمبر اسلام نے اس کو آزاد کر دیا۔ اور سلمی سے اس کی شادی کر دی سلمی سے عبد اللہ پیدا
ہوا یہی عبد اللہ علی مرتضیٰ کے عہد خلافت میں آپ کا کاتب تھا۔

(۲۱) ابو مویہبہ۔ پیمبر اسلام نے اس کو بھی آزاد کر دیا تھا۔

(۲۲) سلمان فارسی بھی غلام تھے مگر پیمبر اسلام نے ان کو اتنا شرف عطا کیا کہ فرمایا کہ سلمان
ہم اہلبیت میں داخل ہے۔

(۲۳) بلال حبشی۔ یہی موذن پیمبر اسلام تھے۔ اور جو مراتب پیمبر اسلام نے ان کو عطا کئے ہیں وہ
کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

(۲۴) روح بن شیرزاد۔ جو شاہ ایران کی اولاد سے تھا۔ پیمبر اسلام نے ایک تحریر لکھ کر اس کو
دی تھی کہ اپنے فرزندوں کو یکے بعد دیگرے وصیت کرتا رہے جب ظہور ولادت امام
مہدی ہو تو اُن کو یہ تحریر پہنچا دی جائے۔ حسین بن عبد اللہ۔ ضمیرہ بن ضمیرہ اس تحریر کو
خدمت امام عصر میں لایا۔ آپ نے اُس کو انعام کثیر دیا۔

• پیمبر اسلام کے کل غلام اٹھاسی (۸۸) تھے۔ اور پیمبر اسلام نے مختلف مواقع پر اُن کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ مگر ان وفاداروں نے خدمت پیمبر اسلام کو ہمیشہ ذریعہ حصول فلاح دارین سمجھا اور کبھی آپ سے جُدا نہ ہوئے۔ اور اس امر پر ہمیشہ فخر کرتے رہے کہ پیمبر اسلام کے غلام عمرو ابن سعد نے عبید اللہ کو سو تازیانے کی سزا دی مگر غلامی پیمبر اسلام سے عبید اللہ نے انکار نہ کیا۔

خدام پیمبر اسلام

خدام پیمبر اسلام کی تعداد تقریباً ۲۸ ہے۔ اور دربان و نگہبانان پیمبر اسلام کی تعداد گیارہ تھی اور منادی پیمبر اسلام ابو طلحہ انصاری تھے اور حاجب پیمبر اسلام انس بن مالک تھے۔

مؤذنان

اوّل بلال تھے جو بوقت روز اذان پر مقرر تھے۔ دوم عمرو ابن مکتوم نابینا تھے۔ جو رات کی اذان پر معین تھے۔ سوم ابو محذورہ ہوادس بن معیر اور چہارم مؤذن مسجد قبا۔ سعد بن عبد الرحمٰن غلام عمار تھے۔

کاتبانِ پیمبر اسلام

اوّل علی مرتضیٰؑ۔ ۲۔ ابو بکر بن قحافہ۔ ۳۔ عمر ابن خطاب۔ ۴۔ عثمان ابن عفان۔ ۵۔ طلحہ۔ ۶۔ زبیر بن العوام کاتب صدقات تھے۔
۷۔ سعد ابن ابی وقاص۔ ۸۔ عامر بن مہیرہ۔ ۹۔ ثابت بن قیس۔ ۱۰۔ خالد بن سعید بن العاص۔ ۱۱۔ ابان برادر خالد بن سعید۔ ۱۲۔ حنظلہ بن الربیع اسدی۔
۱۳۔ ابو سفیان بن حرب۔ ۱۴۔ یزید بن ابو سفیان۔ ۱۵۔ معاویہ بن ابو سفیان۔
۱۶۔ زید بن ثابت۔ رئیس قبائل در۔ بادشاہوں کو خط لکھتے تھے۔
۱۷۔ شرجیل بن حسنہ۔ ۱۸۔ العلاء بن حضرمی۔ ۱۹۔ خالد بن ولید۔
۲۰۔ محمد بن سلمہ۔ ۲۱۔ مغیرہ بن شعبہ۔ ۲۲۔ عبد اللہ بن رواحہ۔
۲۳۔ عبد اللہ ابن عبد اللہ ابی۔ ۲۴۔ عمرو بن العاص۔ ۲۵۔ جہم بن صلت۔
۲۶۔ جہیم بن الصلت۔ ۲۷۔ رقم بن ابی الارقم۔ ۲۸۔ عبد اللہ بن زید۔
۲۹۔ العلاء بن عقبہ کاتب قبالات تھا۔ خیانت کی پیمبر اسلام نے نکال دیا یہ مرتد ہو گیا۔
۳۰۔ ابو ایوب انصاری۔ ۳۱۔ حذیفہ یمانی۔ کاتب صدقات ثمر۔ ۳۲۔ بریدہ بن حصیب۔ ۳۳۔ حصین بن نمیر۔ ۳۴۔ عبد اللہ بن سعید بن ابی سرح۔
۳۵۔ ابو سلمہ بن عبد الاسد۔ ۳۶۔ حو یطب بن عبد العزی۔ ۳۷۔ حاطب بن عمر۔

۳۸- ابی بن کعب - ۳۹- عبد اللہ ابن ارقم الزہری - ۴۰- مصفر بن ابی فاطمہ الدوسی۔

عمال پیمبر اسلام

(۱) عامل اول صدقات بنی کلب (۲) عدی بن حاتم عامل قبیلہ طے (۳) عینیۃ بن حصن فرازی عامل فرازہ (۴) ایاس بن قیس عامل بنی اسد (۵) ولید بن عقبہ عامل بنی المصطلق (۶) حارث بن عوف مزنی عامل بن مرہ (۷) مسعود بن رحیل عامل اشجع و بنی عبد اللہ عطفان و بنی عبس۔ (۸) الجمم بن سفیان عامل بنی عقدہ و سلامان وہلی و جہینیہ - (۹) ولید بن الجاجب عامل قبیلہ ارم (۱۰) عباس بن مرداس عامل بنی سلیم۔ (۱۱) عامر بن مالک عامل بنی عامر و (۱۲) عوف بن مالک النفری عامل بن کلاب۔ (۱۳) سعد بن مالک عامل بنی کلاب (۱۴) ضحاک بن سفیان عامل بنی کلاب -

امرائے پیمبر اسلام

(۱) باذان بن ساسان - حکومت یمن پر مقرر کیا گیا۔
(۲) خالد بن سعید - حکومت صنعا پر پیمبر اسلام نے مقرر فرمایا۔
(۳) زیاد بن لبید انصاری - والی و حاکم حضر موت ہوا۔
(۴) ابو موسیٰ اشعری - حکومت عدن پر مقرر کیا گیا۔
(۵) معاذ بن جبل - حکومت جند عطا کی گئی -
(۶) ابو سفیان بن حرب - حاکم نجران بنایا گیا۔
(۷) یزید - والی تیما مقرر ہوا۔
(۸) عتاب بن السید - موسم حج میں ۸ھ میں امیر مکہ مقرر ہوا۔
(۹) علیؑ ابن ابی طالب - قاضی یمن کا عہدہ دیا گیا۔
(۱۰) عمرو بن عاص - عمان و نواحی پر حکمران کیا گیا۔
(۱۱) ابو بکر بن قحافہ - سورۃ برات اہل مکہ تک پہنچانے پر مقرر ہوئے۔ مگر بعد کو اثنائے راہ میں حضرت علیؑ نے سورۃ برات
(۱۲) علی ابن ابی طالب - بحکم پیمبر اسلام خود لے لی اور ان کو معزول کر دیا۔

سفرائے پیمبر اسلام

(۱) عمرو بن امیہ ضمیری - دو بار نجاشی کی جانب سفیر ہوئے۔
(۲) دحیہ بن خلیفہ - قیصر روم کی طرف سفارت کی۔
(۳) عبد اللہ بن حذافہ - خسرو پرویز شہنشاہ فارس کی جانب سفارت کی۔

(۴) حاطب بن ابی بلتعہ ۔ شہنشاہ مقوقس کی طرف سفیر بن کے گئے۔

(۵) شجاع بن وہب اسدی۔ حارث بن شمر کی جانب سفیر ہو کر گئے۔

(۶) سلیط بن عمر عامری۔ ہوذہ بن علی الحنفی کی جانب سفیر مقرر ہوئے۔

(۷) علاء بن حضرمی۔ منذر بن سادی حاکم بحرین کی جانب سفیر مقرر ہوئے۔

(۸) جریر بن عبد اللہ بجلی۔ ذوابن الکلاع کی جانب سفیر ہوئے۔

(۹) مہاجر بن ابی امیہ مخزومی۔ حارث بن کلال حاکم حمیر کی طرف سفیر بن کر گئے۔

(۱۰) عمر ابن عاص۔ جیفر و عبد پسران جلندی قبیلہ ازد کی جانب سفیر بن کے گئے۔ یہ دونوں مسلمان بن گئے۔

(۱۱) اعروہ بن مسعود ثقفی۔ اہل طائف کی جانب سفیر بن کے گئے۔

(۱۲) کعب بن مالک۔ اسلم اور غفار کی جانب بھیجا گیا۔

(۱۳) عباد بن بشر۔ قبیلہ سلیم و مزنیہ کی طرف سفیر ہوئے۔

(۱۴) ضحاک بن سفیان۔ بنی کلاب کی جانب سفیر بنایا گیا۔

سپاہ اسلام

عہد پیمبر اسلام میں جو شہر۔ قریہ۔ علاقہ دائرہ اسلام میں آگیا اس کا ہر فرد اسلام کا سپاہی تھا۔ اور اصطلاح مذہب اسلام میں جنگ میں شریک ہونے والے کو مجاہد کہتے ہیں۔ پیمبر اسلام حسب موقعہ و اہمیت جنگ عام مسلمانوں کی جس تعداد کو چاہتے تھے۔ لشکر اسلام میں داخل کر کے ہمراہ لے جاتے تھے۔ مگر لشکر اسلام کے سپاہی بننے کے لئے کچھ قواعد۔ اور شرائط بھی تھے اور افراد لشکر اسلام میں کی ہر فرد مساویانہ مفتوحہ مال و دولت کی مستحق ہوتی تھی۔ یہی وہ اصول ہے جو حریص ملک و دولت انسانوں کے سمجھ میں اب تک نہیں آیا ہے اور اس لئے وہ غزوات اسلام کو قتل و غارت کے حملوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے اور صاف کہہ دیتے ہیں کہ مذہب اسلام صرف غلبہ و تلوار کا نام ہے۔ ایسے ہی انسانوں کو متعصب اور کور دل کہنا مناسب ہوتا ہے۔ پیمبر اسلام نے اپنے غزوات کے ذریعے سے مدافعت دشمن۔ کامیابی میدان جنگ اور فتح یقینی کے وہ زریں اصول جنگ دکھائے ہیں جو ہمیشہ ان پر عمل کرنے والوں کو فاتح ہی بنائیں گے۔ آئندہ سطور میں اس امر پر سیر حاصل روشنی ڈالی جائے گی۔ بہر حال اس موقعہ پر صرف اتنا بتانا مقصود تھا کہ ہر مسلم لشکر اسلام کا سپاہی ہوتا تھا

اُن کی صحیح تعداد وہی تھی جو اُس وقت کے سلمانوں کی تعداد تھی۔ صرف عورتوں اور بچوں کو اس تعداد سے خارج کر دیا جائے اور بس۔ مثلاً غزوہ۔ تبوک میں تعداد لشکر اسلام ایک لاکھ یا کم از کم تیس ہزار تھی۔ اور حجۃ الوداع میں اہل اسلام کی تعداد تقریباً تین لاکھ تھی۔

اب تک اس بارہ میں جو کچھ لکھا گیا وہ تمہید تھی اصل غرض یہ ہے کہ ناظرین سیاست پیمبر اسلام کے مطالعہ سے پہلے یہ ملاحظہ کریں کہ پیمبر اسلام نے تقریباً نو سال کی مدت میں دائرہ اسلام و تعداد لشکر اسلام کو اتنا وسیع کر دیا تھا کہ باقاعدہ کل نظام مملکت اسلامیہ قائم ہو چکا تھا۔ کاتبان۔ سفراء۔ عمال۔ امراء سلطنت۔ حاکمان مقبوضات اسلامی سب مقرر ہو چکے تھے گویا اس عظیم الشان لشکر اور اس کے لوازمات کے لئے ضرورت تھی کہ اعلیٰ سیاست کے قوانین موجود ہوں تاکہ ان میں انتشار و فساد پیدا نہ ہو سکے اور انتظام ملکی و قبائلی۔ فوجی۔ و سفارتی۔ روز بروز محکم تر ہو جاتا ہے۔ اور اور اس کی بدولت مملکت اسلامیہ میں وسعت روز افزوں بڑھتی جائے۔ آئندہ سطور میں آپ کو یہی دیکھنا ہے کہ پیمبر اسلام نے سیاست مدن میں کون سے ایسے اعلیٰ اصول قائم کر دئے تھے اور کس شاہراہ پر اعراب کو لگا دیا تھا کہ عہد پیمبر اسلام میں بھی اور اس کے بعد عہدِ خلافت میں بھی اور اس کے بعد آج تقریباً چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ان قوانین سیاست اسلامیہ کی بدولت اسلام ہر قدم آگے ہی بڑھتا نظر آرہا ہے اور گویا یہ وہ دائرہ ہے جس کی وسعت میں ایک دن مشرق و مغرب۔ جنوب و شمال سب سما سکیں گے اور صدائے لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ سے سمک تا سماء کل عالم گونج اُٹھے گا۔

اس سے پہلے کہ میں سیاست مدن و قوانین مرتبہ پیمبر اسلام کے بارہ میں کچھ لکھوں بہتر سمجھتا ہوں کہ پہلے سیاست مدن کے بارہ میں حکماء متقدمین و متاخرین کے اقوال۔ اور اُن کے معین کردہ قوانین کو درج کر دوں۔

سیاست مدن اقوال حکماء۔

(۱) یہ امر متفقہ بین الحکماء ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور نوع انسان کا کمال معاونت باہم دگر پر منحصر و موقوف ہے۔

(۲) چوں کہ انسان کے کاموں کا دار و مدار معاونت پر ہے یہ جب ہی ممکن ہے کہ ایک فرد دوسری فرد کے کام آئے اور اس کی مہمات میں مدد کرتے ہوئے کفایت مہمات و مساوات کا طالب و مساعی ہو۔ (اخلاق ناصری)

(۳) پس اختلاف صناعات کہ از اختلاف عزائم صادر شود مقتضی نظام بود۔ (ناصری)۔

(ترجمہ) انسانوں کے عزائم اور ارادوں کے اختلاف ہی سے مختلف صنائع اور ہنر پیدا ہوتے ہیں اور نظام انسانی اس کا نتیجہ ہے۔

(۴) حکماء گفتہ اند۔ لو تساوی الناس لھلکوا جمیعا۔ حکماء کا قول ہے کہ اگر تمام انسان ایک سے ہو جائیں تو تمام ہی ہلاک ہو جائیں۔

(۵) اساس تمدن چوں وجود نوع بے معاونت صورت نہ بندد و معاونت بے اجتماع محال است پس نوع انسان بالطبع محتاج بود باجتماع و ایں نوع اجتماع را کہ شرح دادیم تمدّن خوانند و تمدن مشتق از مدینہ بود و مدینہ موضع اجتماع اشخاصی بود کہ بانواع حرفتھا وصناعتھا تعاونیکہ سبب تعیش بود می کنند۔

(ترجمہ) چونکہ وجود انسانی بغیر معاونت کے باقی نہیں رہ سکتا ہے اور باہمی امداد یا معاونت بغیر اجتماع کے ناممکن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان فطری طور پر اجتماع کا محتاج ہے۔ اسی اجتماعی نوع انسانی کو تمدّن کہتے ہیں۔ تمدّن لفظ مدینہ سے مشتق ہے۔ اور مدینہ وہ جگہ ہے جہاں اجتماع افراد ہو اور وہ اپنی بقائے حیات کیلئے مختلف صنعت و حرفت و صنائع اور پیشے اختیار کریں۔

نتیجہ عبارت انسان اپنی ضروریات زندگی کے پورا کرنے میں ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ طبائع انسانی مختلف ہیں اسی لئے وہ مختلف پیشے اور صنائع کو اختیار کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اختلاف کاروبار ہی سبب نظام حیات انسانی ہے اور ایسے مختلف طبائع اور صنائع والے انسانوں کے مقام اجتماع کو مدینہ کہتے ہیں اور اسی لفظ مدینہ یا مفہوم مدینہ سے تمدن بنا ہے۔ (اخلاق ناصری)

حکماء کے مندرجہ ذیل اقوال سے یہ ثابت ہوگا کہ تمدّن کی بقاء کے لئے کس قسم کے قوانین و آئین کی ضرورت ہے تاکہ ارکان مدینہ میں بوجہ اختلاف طبائع انسانی فساد و خلل نہ واقع ہو۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) اگر افراد مدینہ یا ارکان تمدن کو ان کی طبائع مختلفہ کے اقتضاء کے مطابق کام کرنے دیا جائیگا تو حرص طبائع غلبہ چاہے گی۔ اور باہمی امداد کا جذبہ فنا ہو جائے گا۔ (وچوں تنازع درمیان افتد بافناء یکدیگر مشغول شوند ناصری) اور جب ان کے درمیان نزاع و فساد شروع ہو جلئے گا تو بجائے معاونت کے یہ افراد ایک دوسرے کو فنا و ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے اور نظام حیات انسانی برباد ہو جائے گا اور کمال انسانی کی راہیں مسدود ہو جائیں گی۔

(۲) تعریف سیاست

جب یہ معلوم ہو چکا کہ اجتماع افراد بذاتہ وجہ فساد ہے تو ضرورت ہے کہ کوئی ایسی طاقت موجود ہو جو ہر فرد۔ ہر طبقہ اور ہر جماعت پیشہ ور کو اس کے مفوضہ کاموں پر مصروف رکھ سکے اور انفرادی و اجتماعی حدود و خدمات و حقوق میں عدالت قائم رکھ سکے اسی کا نام فلسفہ تمدن میں سیاست ہے۔

ضروری تنبیہہ علمی

(۱) اگر این تدبیر بر وفق وجوب و قاعدہ حکمت اتفاق اُفتد مودی بود بکمالے کہ در نوع و اشخاص بقوہ است۔

(ترجمہ)۔ اگر نظام سیاست قواعد و قوانین حکمت کے مطابق و موافق مقرر کئے جاتے ہیں تو اس کمال انسان کو پورا کرتے ہیں جو کمال کہ نوع بشری اور افراد میں بہ حیثیت قوت باطنی کے ودیعت ہے۔

مذکورہ عبارات و اقوال حکماء سے ثابت ہوا کہ اساس تمدن و تہذیب و سیاست ایسے قوانین پر مبنی ہے جو مطابق حکمت وضع کئے گئے ہوں اور جو نوع انسانی کے طبائع مختلفہ کی اصلاح کی صلاحیت رکھتے ہوں تاکہ نوع انسانی کی ہر فرد کی باطنی قوتیں ظاہر ہو سکیں اور ہر فرد اپنے کمال نوعی تک پہنچ سکے۔

جب یہ قاعدہ کلیہ واضح ہو گیا۔ تو اب یہ سمجھنا آسان ہے کہ نوع انسانی کو اجتماعی و انفرادی کمال تک وہی پہنچا سکتا ہے جو منجانب خدا صاحب حکمت و عالم علوم ظاہری و باطنی ہو اس کی قیادت میں ہر فرد اپنے کمال عقلی و جسمانی کو حاصل کر سکتا ہے۔

افلاطون نے کتاب سیاست کے باب پنجم میں لکھا ہے۔

(۱) "ھم اصحاب القوی العظیمۃ الفائقۃ۔ — وہ صاحبان سیاست وہ لوگ ہیں جن کو عظیم اور مافوق قوائے عوام قوتیں حاصل ہیں۔

(۲) ارسطاطالیس نے لکھا ہے۔

ھم الذی عنایۃ اللہ بھم اکثر۔ — وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی مخصوص و کثیر عنایات ہیں۔

(۳) قرآن کا ارشاد ہے۔

من یوتی الحکمۃ فقد یوتی خیراً کثیرا۔ — جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر حاصل ہو گئی۔

یہ بات ناقابل انکار ہو گئی کہ انسان کے کمالات روحانی و جسمانی اسی وقت ظاہر ہو سکتے ہیں

جب کہ وہ اعلیٰ قوانین تمدن پر عمل کرے اور اعلیٰ قوانین تمدن اسی وقت ممکن الحصول ہیں۔ جبکہ اعلیٰ قوانین سیاست موجود ہوں اور اعلیٰ قوانین سیاست اسی وقت مرتب ہو سکتے ہیں کہ حاکم وقت صاحب تدبیر، صاحب علم، صاحب طاقت اور صاحبِ حکمت ہو۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اپنی طاقت جسمانی کی وجہ سے اجتماع افراد پر غالب ہوگیا تو وہ افراد کو مغلوب کرکے اپنے ذاتی مفادات کو حاصل کرسکتا ہے اور بطریق ظلم وجور حاکم بن سکتا ہے۔ مگر وہ افراد قوم و ملک کے قوائے باطنہ کو کمال انسانی کی طرف رجوع نہیں کرسکتا ہے اور اس کے عہد حکومت میں عالم انسانیت پر جمود ہی جمود طاری رہ سکتا ہے اسی لئے حکماء نے بالاتفاق کہا ہے۔

"اما سیاست غلبہ تدبیر امور اخسا بود و آنرا سیاست خساست گویند۔"

(ترجمہ) لیکن غلبہ وقہر سے سیاست کرنا کمینوں کی تدبیر ہوتی ہے اور اسی لئے ایسے سیاست کو سیاست خساست (کمینہ) کہتے ہیں۔

موضوع علم سیاست

(۱) موضوع ایں علم ہئیات اجتماع اشخاص انسانیت است۔ علم سیاست کا موضوع اجتماع افراد انسانی کی ہئیت ہے۔

اوّل اجتماع منزل ہوتا ہے۔ اجتماع دوم اجتماع اہل محلہ ہوتا ہے اور اجتماع سوم اجتماع اہل مدینہ ہوتا ہے۔ اجتماع چہارم اجتماع اقوام کبار ہے اور پنجم اجتماع اہل عالم ہے۔

افراد منزل۔ اجزائے منزل ہیں اور منزل ایک جزو ہے محلّہ کا اور محلّہ ایک جزو ہے مدینہ کا اور مدینہ ایک جزو ہے اقوام عالم کا اور ہر قوم جزو ہے اہل عالم کا۔ یہ اجزاء اور کلیات باہم مل کر عالم ہے۔ جزو کا نقص کل کا نقص ہے لہذا افراد کی جہالت اہل عالم کی جہالت تک منجر ہوگی۔ بایں اعتبار صاحب اختیار و سیاست ایسا ہونا چاہیئے کہ اجزاء عالم کو ان کے کمال ظاہری و باطنی۔ روحانی و جسمانی کی جانب منازل ارتقا تک پہنچا سکے۔

مدبران موجودہ کی بے راہ روی

دورِ حاضر ۱۹۶۵ء کی حالت یہ ہے کہ فرد۔ فرد کے مخالف ہے۔ اہل محلہ اہل محلّہ کے مخالف ہیں اور اہل مدینہ۔ اہل مدینہ کے مخالف ہیں اور اقوام عالم ایک دوسرے کو فنا کرنے کو آمادہ ہیں۔ انسانی مادی ترقیوں کا پورا زور اور پورا روپیہ اور دولت تخریبی کارروائیوں پر صرف ہو رہا ہے۔ اور تمدن و سیاست دورِ حاضر گویا ایک ہزار دہن والا اژدہا ہے۔

جو اہل عالم کو بہ یک لقمہ نگل لینا چاہتا ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ صرف اس لئے کہ اساس سیاست عالم غلبہ وجبر واستبداد پر رکھی گئی ہے لہذا سہ

خشت اول گر نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

چوں کہ عمارت قصر امارت عالم کی بنیاد میں پہلی اینٹ غلبہ و استبداد کی لگائی گئی ہے۔ لہذا آج اہل عالم اسی جہنم غلبہ و استبداد کے شعلوں میں جل رہے ہیں یا ایک دم جل کر بھسم ہونے والے ہیں۔

بہر حال اہل عالم کے لئے ایک سیاست داں کی ضرورت ہوتی ہے اگر وہ سیاست داں اوصاف مذکورہ سے متصف ہوتا ہے تو وہ پیمبر اسلام کے اس قول کا مصداق ہوتا ہے۔

(۱) المسلمون ید واحدة علیٰ من سواھم المومنون کنفس واحدة۔   (ترجمہ) عام مسلمان اپنے غیر کے مقابلہ میں دست واحد ہیں اور مومنین مثل نفس واحد کے ہیں۔

جس طرح اعضائے جسم انسانی ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک عضو دوسرے عضو کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے مددگار ہے اور اس کے ضرر رساں دشمن سے بچانے میں متحد ہے اور جس طرح نفس انسانی مدبر جسم ہے۔ اسی طرح مومن کامل۔ اہل عالم کی تدبیر وحفاظت وخدمت ونگرانی میں مصروف رہتا ہے۔

اس تمہید علمی کے لکھنے کی غرض یہ تھی کہ ناظرین کتاب حقیقی تعریف تمدن۔ وسیاست۔ سے واقف وباخبر ہوسکیں۔ کیوں کہ موجودہ زمانہ میں حکومت غلبہ وتغلب ہے اور اس انداز حکومت نے لفظ تمدن اور سیاست کے معنی اور قوانین کو بھی مثل دیگر اشیاء عالم کے مسخ صورت کر دیا ہے۔

آئندہ سطور میں پیمبر اسلام کے ان حالات زندگی کو پیش کیا جائے گا۔ جن کے ذریعہ سے واضح ہوگا کہ پیمبر اسلام نے اہل عالم کی فلاح وبہبود کے لئے کیسے کیسے اعلیٰ نمونے سیاست کے پیش فرمائے ہیں کہ اگر اہل عالم ان کی پیروی شروع کر دیں۔ تو ان کا ہر قدم انسانوں کو رشتہ محبت واخوت میں منسلک کر کے کمال انسانی تک پہنچا سکتا ہے۔

واقعہ سیاست مدن

پیمبر اسلام کی سیاست کا پہلا جزو سیاست یا تدبیر منزل تھی جس کو مع حالات تاریخی کے صفحات مذکورہ میں تحریر کیا گیا۔ پیمبر اسلام کی سیاست کا دوسرا جزو۔ خدام اور غلاموں اور دیگر عہدہ داروں سے متعلق تھا۔ چنانچہ صفحات مذکورہ میں لکھا گیا کہ پیمبر اسلام کے تقریباً ۸۸ غلام تھے۔ جن کو پیمبر اسلام نے خرید کر آزاد کر دیا تھا مگر انھوں نے بخوشی دامن پیمبر اسلام کو زندگی بھر نہ چھوڑا۔ پیمبر اسلام کے معین کردہ عمال ۱۴ تھے اور کاتب ۳۸۔ اور مؤذن ۳ افراد۔ عمال ۱۴ اشخاص۔ اور حاکم و امراء ۱۲ افراد۔ اور سفراء ممالک ۱۴ افراد اور لشکر اسلام کئی لاکھ بلکہ ہر مسلم سپاہ اسلامیہ کا سپاہی تھا۔

ناظرین کے سامنے ایسے افراد کی ایک فہرست پیش کی گئی جن کا خاص تعلق ہمہ وقت پیمبر اسلام سے تھا۔ پیمبر اسلام کا ان کے ساتھ کیا برتاؤ تھا اور یہ سب کس حد تک پیمبر اسلام کو بدل چاہتے تھے۔ اس کا اندازہ ابواب سابقہ کتاب ہذا سے آپ کو ہوا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ واقعات تاریخی کی تکرار بار بار ہو لہذا سابقہ واقعات کے علاوہ دیگر واقعات تاریخی کو پیش ناظرین کیا جاتا ہے۔

اوقات معینہ

علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے اپنے اوقات زندگی کو تین حصوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ عبادت خدا کے لئے مخصوص تھا اور دوسرا حصہ تدبیر منزل و امور خانہ داری کے لئے مقرر تھا۔ اور تیسرا حصہ امت کے کاموں کے لئے مخصوص کیا تھا۔ اہل علم اور مخصوص افراد کو درس علوم ظاہری و باطنی دیتے تھے اور ان کے اخلاق وکردار کی اصلاح کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری مجلس میں تم نے جو کچھ سنا ہے وہ حاضرین، غائبین کو پہنچاتے رہیں کہ حاضر و غائب دونوں کو فائدہ حاصل ہو سکے۔ اور بعض صحابہ ممتاز کو یہ بھی حکم تھا کہ جو شخص کسی وجہ سے مجھ سے عرض حال نہ کر سکے تو تم ان کی وکالت کرتے ہوئے اس کا حال و مقصد مجھ سے بیان کرو کیوں کہ اس کا ثواب یہ ہے کہ روز قیامت خدا اس کے دونوں پاؤں کو ثابت رکھے گا۔ جو افراد اس مجلس علم و ہدایت میں جمع ہوتے تھے وہ جب تک پورا استفادہ نہیں کر لیتے تھے مجلس سے نہیں اٹھتے تھے اور بعد فراغت باہر لوگوں کو مطابق حکم پیمبر اسلام ان ہدایات کو پہنچاتے تھے۔ (روضۃ الاحباب)

(۱) پیمبر اسلام نے اپنے اس طریقہ سے خواص و عوام کو دو قسم کے فائدے پہنچائے۔ اوّل

تو ان کو آداب دربار حاکم و محکوم سے واقف کیا اور دستور العمل حیات کو سمجھایا اور دوسرے اُن کی قوائے باطنی کو منازل ارتقاء کی جانب متوجہ کیا اور اس طرح جسمانی و روحانی تربیت و تعلیم کو عام کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سال میں عرب کے جاہل۔ جنگ جو۔ سفاک ظالم اور غیر مہذب۔ و غیر متمدن انسان۔ مدبر۔ عالم۔ حکیم۔ عادل۔ صلح جو اور متمدن و مہذب ہو گئے اور ان کے فیوض تمدن و تہذیب سے سطح ارض روشن ہو گئی اور وہ معلم و مدرس اخلاق بن کر مصلحین عالم کہلائے۔

(۱) امام حسینؑ نے اپنے پدر عالی قدر علیؑ ابن ابی طالب سے اخلاق و عادات پیمبر اسلام کو دریافت کیا۔ تو علیؑ نے فرمایا۔

جانِ پدر! تمھارے جد بزرگوار باہر ہمیشہ زیادہ گوئی سے احتیاط فرماتے تھے۔

(۲)۔ اپنے اصحاب کی ہمیشہ دل جوئی کرتے تھے اور کبھی ان کو رنجیدہ خاطر نہیں ہونے دیتے تھے۔

(۳)۔ ہر بزرگ قوم کی تعظیم کرتے تھے۔ اس قوم کے امور اسی کے سپرد فرماتے تھے۔

(۴)۔ باوجود وسیع الاخلاق ہونے کے آپ اپنی خودداری قائم رکھتے تھے۔

(۵)۔ اصحاب کے حالات کا تفحص و تجسس فرماتے تھے۔ اچھوں کی تعریف اور بروں کو ہدایت کرتے تھے۔ اور کبھی اظہار حق میں تامل نہیں فرماتے تھے۔

(۶)۔ اصحاب میں وہی زیادہ افضل قرار دیا جاتا تھا جو اسلام کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہوتا تھا۔

(۷)۔ آپ کے نزدیک وہی عظیم المراتب ہوتا تھا جو عموماً لوگوں سے مواسات اور معاونت کا سلوک کرتا تھا۔

(۸)۔ جب پیمبر اسلام کسی مجلس میں بیٹھتے تھے تو اوّل ذکر الٰہی کرتے تھے اور مجلس سے اٹھتے تھے تو ذکر الٰہی فرماتے تھے۔

(۹)۔ جب مجلس میں بیٹھتے تھے تو ہمیشہ درمیان میں بیٹھتے تھے۔

(۱۰)۔ اپنے اصحاب کو بھی آداب مجلس کی ہدایات فرماتے تھے۔

(۱۱)۔ اپنے رفقاء کو بحصہ مساوی عطا کرتے تھے کہ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ آپ اسی کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔

(۱۲) جو صرف مال دنیا کی طلب میں حاضر مجلس ہوتا تھا اور آپ اس سے عطایا کو روک لیتے تھے تاکہ مستحقین کا حق ضائع نہ ہو۔

(۱۳)۔ جو کوئی اپنی حاجت بیان کرتا۔ بغور و بخوشی سنتے تھے اور اس کی حاجت و ضرورت کو پورا کر دیتے تھے

(۱۴)۔ تمام لوگوں پر آپ کی شفقت ایسی رہتی تھی۔ جیسے باپ کی شفقت بیٹے پر۔

(۱۵)۔ اجرائے حق کے معاملہ میں آپ کے نزدیک سب لوگ برابر تھے۔

(۱۶)۔ آپ کی مجلس سراپا علم۔ حیا۔ متانت اور خاموشی تھی۔

(۱۷)۔ آپ کی محفل میں کبھی آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔

(۱۸)۔ آپ کی مجلس میں کسی کی عیب جوئی یا غیبت کا ذکر نہیں ہوتا تھا۔

(۱۹)۔ اگر دوران گفتگو میں کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تھی یا تقریر میں کوئی فروگذاشت ہو جاتی تھی تو اُس کی حرف گیری نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ درگذر و عیب پوشی سے کام لیا جاتا تھا۔

(۲۰)۔ ہر شخص آپ کی مجلس میں مساوات و عدل کا مستحق تھا۔

(۲۱)۔ آپ اس کی عظمت زیادہ کرتے تھے جو صاحب تقوی ہوتا تھا۔

(۲۲)۔ آپ کے اہل مجلس میں ہمہ تن متواضع اور منکسر تھے۔ بڑوں کی عظمت اور چھوٹوں پر رحمت فرماتے تھے۔ غرباء و فقراء کی اعانت و حفاظت فرماتے تھے۔ (روضۃ الاحباب ص ۶۲۵)

آپ کی محفل میں آنے والوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی عموماً بدو اپنے اسی وحشت نما طریقہ سے سوال و جواب کرتے۔ (سیرت النبی علامہ شبلی)

۳۔ کعب ابن مالک غزوہ تبوک سے غیر حاضر ہوگئے۔ پیمبر اسلام نے عتاب فرمایا۔ جب کعب کو اطلاع ملی تو رعب و جلال پیمبر اسلام کا یہ اثر ہوا کہ سامنے آتے ہوئے جھجکتے تھے خود اقرار کیا ہے۔ "میں رسول اللہ کے پاس آتا تھا اور سلام کرتا اور بعد نماز ظہر آپ مجلس میں بیٹھتے تھے تو میں اپنے جی میں کہتا تھا۔ کہ آپ نے جواب سلام میں لب ہلائے یا نہیں" سیرۃ۔ شبلی، سیاست محمدیہ کا اثر اصحاب پہ ایسا تھا کہ سر موئے انحراف نہیں کرتے تھے۔ یہ رعب و جلال بوجہ تادیب و سزا کے خوف سے نہ تھا بلکہ پیمبر اسلام کے طریقہ سیاست میں محبت و حقوق شناسی کی چاشنی موجود تھی جس کی وجہ سے ہر صحابی خوف ترک محبت سے خوف زدہ تھا کتب احادیث میں یہ عبارت ہے "کان یوماً بارز اللناس" پیمبر اسلام ایک دن عوام کی ہدایت و تعلیم کے لئے عام طور پر باہر نکلتے تھے۔

۴۔ سیرت النبی شبلی۔ آپ ایک مرتبہ مجلس اصحاب میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ

تین شخص آئے ایک صاحب نے حلقہ میں تھوڑی سی جگہ پائی۔ وہیں بیٹھ گئے۔ دوسرے صاحب کو درمیان میں موقع نہ ملا وہ پیچھے بیٹھے۔ لیکن تیسرے صاحب واپس چلے گئے۔ آنحضرت صلعم جب فارغ ہوئے تو فرمایا۔ کہ ان میں ایک نے خدا کی طرف پناہ لی۔ خدا نے اس کو پناہ دی۔ ایک نے حیا کی خدا بھی اس سے شرمایا۔ ایک نے خدا سے منھ پھیرا خدا نے اس سے بھی منھ پھیر لیا۔

۵۔ بخاری نے ابن مسعود سے روایت کی ہے "پیمبر اسلام ہم لوگوں کو ناغہ دیکر نصیحت و وعظ فرماتے تھے کہ ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔"

۶۔ بروایتے ابن ماجہ سیرۃ النبی۔ شبلی نعمانی۔

ان مجالس میں دقیق مباحث کو جنکی تہ تک عوام نہیں پہنچ سکتے تھے ناپسند فرماتے تھے چنانچہ ایک روز صحابہ کی مجلس میں مسئلہ تقدیر پر بحث ہو رہی تھی۔ آپ نے سنا تو حجرہ سے نکل آئے۔ آپ کا چہرہ اس قدر سرخ ہو گیا گویا عارض مبارک پر کسی نے انار کے دانے نچوڑ دیئے ہیں۔ آپ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "کیا تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو۔ قرآن کو باہم ٹکرا رہے ہو۔ گذشتہ نسلیں انھیں باتوں سے برباد ہوئیں"۔

مسئلہ تقدیر۔ سیرۃ نبی۔ شبلی۔

عام خیال تھا کہ قوائے عقلی کے بیکار کر دینے کا نام تقدیر ہے۔ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوگا اس کو کوئی عملی قوت مٹا نہیں سکتی۔ لیکن آں حضرت صلعم ایک محفل میں اس خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ اعمال تو خود تقدیر ہیں۔ انسان کو خدا جن اعمال کی توفیق دیتا ہے وہی اس کا نوشتۂ تقدیر ہے۔ اس لئے توکل قوت عمل کے بیکار کر دینے کا نام نہیں۔

۷۔ حقوق نسواں۔ رحمۃ اللعالمین اسوۃ الرسول ج ۴ ص ۴۸

فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذ تموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن الا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ فان فعلن ذالک فاضربوا ھن ضربا	لوگو اپنی ازواج کے بارہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً تم نے ان کو اللہ کی امان دیتے ہوئے زوجہ بنایا ہے۔ اور حکم خدا کے ذریعہ ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمھارا حق عورتوں پر

غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعروف۔ (رحمۃ العالمین ص۲۵)

اتنا ہے کہ وہ اپنے بستر پر کسی غیر کو کہ اس کا آنا تم کو ناگوار ہے نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو اُن کو مار، مگر شدید نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اُن کو اچھی طرح کھلاؤ اور پہناؤ۔

•

۸۔ تعلیم اخلاق۔ سیرۃ شبلی بحوالہ ابن ماجہ (ترجمہ)

صرف دو باتیں ہیں۔ قول اور عمل تو عمدہ کلام خدا کا کلام ہے اور عمدہ ہدایت محمد کی ہدایت و رہبری ہے۔ خبردار۔ دین میں نئی باتوں سے بچو۔ یہ جدتیں بدترین ہیں۔ ہر جدت یا دین میں نئی بات بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ تم کو طول عمر کا خیال پیدا نہ ہو کہ تمھارے دل سخت ہو جائیں جو چیز آنے والی ہے وہ بہت قریب ہے۔ دور وہ چیز ہے جو آنے والی نہیں ہے۔ شقی ماں کے پیٹ میں شقی ہوتا ہے۔ سعید وہ ہے جو غیر سے ہدایت و نصیحت حاصل کرتا ہے۔ خبردار مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔ اس کو گالی دینا فسق ہے مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے رنجیدہ رہے۔ خبردار جھوٹ سے بچتے رہنا۔ خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بنانا۔ بدگمانی ہی تو جھوٹ ہوتا ہے۔ دوسروں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ ان کے عیب تلاش نہ کرو۔ بغض نہ کرو کسی سے پیٹھ نہ پھیرو۔ اللہ کے بندو آپس میں بھائی بن کر رہو جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دے اور جو روز قیامت اور خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی تواضع کرے۔ شہزور اور طاقت ور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ لیتا ہے بلکہ طاقت ور اور شہزور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔

لوگوں کے لئے آسانی پسند کرو۔ ان کو سختی میں نہ ڈالو۔ اُن کو خوشخبری اور بشارت سناؤ۔ دین سے نفرت نہ دلاؤ۔ اور باہم مل کر رہو۔

مسلمان وہ ہیں جن کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہیں۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

تعلیم توحید

(۱) ان اللہ لاینام ولا ینبغی لہ ان ینام یخفض القسط ویرفعہ ویرفع اللہ عمل اللیل قبل النھار وعمل النھار قبل عمل اللیل حجابہ النور۔ (مسلم)

خدا سوتا نہیں ہے اور سونا، اس کی شایان شان بھی نہیں ہے وہی قسمت کو پست و بلند کرتا ہے۔ رات کے اعمال اُس کو دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے پہنچ جاتے ہیں اس کا حجاب نور ہے۔

پیمبر اسلام نے اس عبارت کے ذریعہ سے فرمایا ہے کہ خدا بصیر و سمیع ہے اعمال نیک و بد کا اجر و صلہ دینے والا ہے وہ ایسا منزہ خدا ہے کہ اس کو نور نہ کہو بلکہ نور تو اس کا حجاب اور مخلوق ہے۔

میں نے پیمبر اسلام کے چند اقوال۔ اور چند واقعات محافل و مجالس وعظ و ہدایت کو تحریر کیا۔ اگر اس موضوع کو بہ تفصیل لکھا جائے تو مجلدات کتب تیار ہو جائیں۔ اس مختصر کتاب میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اس موقعہ پر اتنا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ مدبر و سیاست داں حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ علوم و فنون کا عالم و ماہر ہو۔ اور اس کے دل میں افراد اور اجتماع نوع انسانی کی وقعت اور محبت ہو۔ ان واقعات تاریخی سے بخوبی واضح ہو گیا کہ پیمبر اسلام علوم مختلفہ کے بحر ناپیدا کنار تھے اور مجسمہ و پیکر محبت تھے۔ ان ہی دونوں خصوصیات پیمبر اسلام کا یہ اثر ہوا کہ آپ نے سیاست کے اعلیٰ نمونے پیش کر دیئے۔ مدبر سیاسی کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ افراد نوع انسان کے قوائے باطنی کو منازل ارتقاء سے آشنا کر کے اعلیٰ معیار انسانیت تک پہنچا دے اور افراد نوع کو ایسا بنا دے کہ غلبہ۔ بغاوت خود غرضی۔ نفس پرستی۔ دروغ گوئی وغیرہ رذائل سے وہ متنفر ہو جائے۔ کیوں کہ یہی رذائل وجہ فساد نظام حکومت و نظام عالم ہوتے ہیں۔

پیمبر اسلام نے قول و فعل کے ذریعہ بہت کم مدت میں جاہل مطلق انسانوں کو دولت اخلاق و نعمت قوانین تمدن و تہذیب سے مالا مال کر دیا۔ پھر بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے اپنے خدام۔ افراد لشکر سے مشکل سے مشکل کام لئے۔ مگر افراد میں وہ جذبہ ایثار موجود تھا کہ انھوں نے حکم پر چون و چرا کرنا تو درکنار اپنی جان و مال اور اولاد سب کو بخوشی قربان حکم کر دینے کو اپنا فخر محسوس کیا۔ کبھی پیمبر اسلام کو ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ کسی کا کورٹ مارشل کیا جاتا یا کسی کو قتل کی سزا دی جاتی ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یا کسی قسم کی بھی سزا جسمانی

دی جاتی۔ آج کی دنیا نے جو نظام افواج کے قائم رکھنے کے لئے جو قوانین بنائے ہیں۔ چونکہ وہ مسخ شدہ ہیں اور سلسلہ غلبہ و استبداد کو باقی رکھنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ لہذا وہ ان قوانین محمدیہ سے جدا نظر آتے ہیں اور چونکہ ان استبدادی دظالمانہ طرز حکومت کو صدیاں گزر گئی ہیں۔ لہذا نسلیں یکے بعد دیگرے ان قوانین کے عادی ہوگئی ہیں اور ان کو بہ نظر استحسان دیکھتی ہیں۔ مگر صاحبان فہم و ادراک خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ موجودہ قوانین فوج میں اگر خوبی اور روح عمل موجود ہوتی تو ذرا ذرا سی فرو گذاشت لشکری پر سخت ترین سزائیں اور سزائے موت تجویز نہ کی جاتی۔ ان شدید سزاؤں کا مقرر کرنا اور ایسے قوانین استبدادی وظالمانہ کا وضع کرنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ کمانڈر ہر فوجی وسپاہی کو بہ نظر شک دیکھتا ہے اور ہمہ وقت ان کی غداری سے خوفزدہ رہتا ہے۔

پیمبر اسلام کا یہ حال تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں لشکر دشمن مقابل آیا ہے اور جنگ ہو رہی ہے لیکن دوران جنگ یا بعد جنگ یا بحالت جنگ جس دشمن نے اقرار وفاداری کیا اور اقرار کلمہ توحید کیا۔ پیمبر اسلام نے اس کو اپنا لشکری بلکہ سپہ سالار بنالیا اور حسب استعداد اس کو فوجی عہدہ عطا کر دیا صدہا نہیں بلکہ ہزارہا واقعات ایسے ہی ہوئے مگر سیاست محمدیہ کا یہ معجزہ یا کمال دیکھئے کہ کسی سے بھی غداری و بے وفائی رونما نہیں ہوتی۔ چند تاریخی واقعات ملاحظہ کیجئے۔

حالات تاریخی کے مطالعہ سے قبل چند امور پیش نظر رکھے جائیں۔

اوّل یہ کہ پیمبر اسلام نے جس سیاست مدن کے قوانین مرتب فرمائے ہیں وہ آج کل کے قوانین سیاست سے مختلف ہیں کیوں کہ اوّل الذکر کی بنیاد۔ محبّت باہمی۔ یقین و اعتماد محکم اور سعی ارتقائ قوائے ذہنی جسمانی وروحانی پر تھی۔ اور یہی وہ چیز ہے جو اصطلاح حکماء میں حقیقی سیاست کہی جاتی ہے۔

موخر الذکر قوانین سیاست کی بنیاد تغلب و غلبہ وحصول ملک وجاہ وخود غرضی اور وسعت اقتدار پر ہے۔ اول الذکر سیاست کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ صرف ۱۰ سال میں پیمبر اسلام نے عرب کے بادیہ نشینوں کو صاحب علم و حکمت بنا دیا اور وہ فاتح عالم کہلائے اور علوم وفنون کے موجد ہوئے۔

موخر الذکر قوانین سیاست کا نتیجہ یہ ہے کہ اہل دنیا عجیب حالت کشمکش میں مبتلا ہیں اور فرد فرد کا۔ اجتماع۔ اجتماع کا جانی دشمن ہے اور اہل دنیا کا ہر قدم تباہی و بربادی کی طرف جا رہا ہے۔ اور حالات حاضرہ اس پر شاہد ہیں کبھی لیگ آف نیشنز بنائی جاتی ہے مگر وہ فیل ہو جاتی ہے۔

کبھی سلامتی کونسل میں تمام دنیا کے مفکر و مدبر و سیاست داں جمع ہوتے ہیں مگر بجز حرمان و یاس و افساد عالم کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کبھی کمیونزم۔ کبھی سوشلزم۔ کبھی نازی ازم۔ اور کبھی کوئی ازم بنائی جاتی ہے پوری پوری حکومت کی طاقتیں دولتیں۔ سیاستیں ان پر صرف ہو جاتی ہیں مگر یہ سب یکے بعد دیگرے مع اپنے پرستاروں کے فنا ہو جاتی ہیں اور بنی نوع انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ کیونکہ ان کی بنیادیں محبت خلوص و ہمدردی بنی نوع انسان پر نہیں رکھی جاتی ہیں۔ زبانی و ظاہری دعویٰ تو یہی ہوتا ہے مگر قلبی اور جذباتی ارادے کچھ اور ہوتے ہیں۔

دوم۔ پیمبر اسلام نے جو قوانین سیاست مدون کئے ہیں اور ہر ایک قانون کو عملاً سمجھایا ہے ان کی بنیاد معاشرہ انسانی کی اصلاح ہوتی ہے اور غلبہ و سرکشی کا استیصال ملک و جاہ طلبی کی بیخ کنی اور صاحبان صنعت و حرفت کے باہمی تنفر و حرص کی روک تھام ہوتی ہے اور ہر پیشہ ور اپنے پیشہ اور ہر ایک ہنرمند اپنے ہنر کو پورا کرنے کو اپنی زندگی کا فریضہ اہم سمجھتا ہے۔ اسی کو خدا کی عبادت جانتا ہے اور اسی کو ابنائے نوع کی بے غرض خدمت سمجھتا ہے اس طرح سے وہ یک روح اور بکثرت اجسام کا ایک مرقع بن جاتا ہے۔

سوم۔ یہ کہ صاحبان اقتدار و طاقت مثلاً حکام۔ عمال۔ امراء مزارعین۔ مزدور پیشہ ور افسر افواج و لشکری کوئی ایک فرد کبھی دوسرے پر ظلم نہیں کر سکتی ہے اور اپنی حدود خدمات سے آگے قدم بڑھانے کو ناقابل معافی جرم سمجھتی ہے۔

چہارم۔ تمدن و سیاست پیمبر اسلام کی تربیت و تعلیم یافتہ ملت یا ملت کے افراد باہم دگر اتنے قریب ہو جاتے ہیں کہ وہ دوسرے کی ذلت کو اپنی ذلت اور دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور دوسرے کے فاقہ و فقر کو اپنا فاقہ و فقر اور دوسرے کی ترقی و راحت کو اپنی راحت و ترقی جاننے لگتے ہیں۔

پنجم۔ پیمبر اسلام کے قوانین تمدن و سیاست پر عمل کرنے والے انسان کے کل کام۔ اعمال۔ افعال کا صلہ و بدلہ صرف اس کا جذبہ خدمت ہے اور اس کا مطمح نظر صرف رضائے خداوندی ہوتا ہے۔

متذکرہ امور کو پیش نظر رکھ کے پیمبر اسلام کی سیاست و قوانین سیاست کو مطالعہ کیجئے۔ میں نے ابواب حکمت نظری و حکمت عملی میں واقعات و حالات غزوات پیمبر اسلام کو بہ تفصیل لکھا ہے۔ وہ کل واقعات حقیقت میں سیاست پیمبر اسلام پر منحصر و مبنی ہیں۔ اور سیاست مدن کا

بہترین نمونہ ہیں۔ اس موقعہ پر مخصوص واقعات کو درج کیا جاتا ہے۔

۹۔ سیاست مدن۔ نصب حجر اسود۔

پیمبر اسلام کی عمر ۳۵ سال کی تھی اور آپ ابھی عہدۂ رسالت پر مبعوث نہیں ہوئے تھے مگر قریش آپ کو بہر حیثیت قابل احترام و تعظیم سمجھتے تھے۔ قریش نے عمارت کو از سر نو تعمیر کیا۔ مگر جب حجر اسود کو اس کی معینہ جگہ پر نصب کرنے کا وقت آیا تو قبائل میں فساد رونما ہو گیا اور ہر سردار قبیلہ اپنا تفوق و غلبہ چاہنے لگا اور قریب تھا کہ حرب فجار کی مانند جنگ چھڑ جائے۔ پیمبر اسلام نے اعلیٰ اصول سیاست سے کام لیا اور سنگ اسود کو ایک چادر میں رکھ دیا اور قبائل کے سرداروں سے کہا کہ وہ بہ یک وقت مل کر اس چادر کو بلند کریں جب چادر مقام نصب حجر اسود تک بلند ہو چکی تو آپ نے سنگ اسود کو اپنے ہاتھ میں اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔ پیمبر اسلام نے اپنے اس طریقہ و عمل سے قبائل عرب کو قتل و غارت کے شعلوں سے بچا لیا اور آپ کی فراست اور سیاست کا یہ اعلیٰ پہلا کارنامہ تھا۔

۱۰۔ سیاست مدن علیؑ کی تربیت بہ عہد طفلی

اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انسان کو سب سے پہلے پر خلوص معاون کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر وہ معاون ہم مزاج ہم رتبہ ہمدرد نہ ہو یا اُس کا ماحول تربیت و پرورش و تعلیم ایک عمر معین و پختہ تک مختلف رہا ہو تو کبھی اور کسی وقت بھی وہ معاون بوجہ اختلاف طبائع و حالات کے مخالف ہو جاتا ہے اور بعد کو ان ہر دو کی جدائی بنے کام کو بگاڑ دیتی ہے۔ تاریخ قدیم و جدید گواہ ہے کہ شہنشاہوں کو ان کے سپہ سالاروں نے بعد حصول اقتدار کلی موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا ہے اور آج کل بھی شبانہ روز یہی ہوتا ہے۔ پیمبر اسلام کا مقصد اعلیٰ و بلند ترین تھا۔ آپ قوانین اخلاق۔ تہذیب و تمدن و سیاست کو عملی حیثیت سے مدون کرنا چاہتے تھے اور ان کو قیامت تک کے لیے پائیدار بنانا چاہتے تھے۔ لہذا آپ کی سیاست عالیہ کا یہ اقتضا ہوا کہ آپ اپنے مقصد کو شروع کرنے سے پہلے ایک شخص کو اپنا حقیقی معاون بنا لیں لہذا آپ نے اس مقصد کے لئے علیؑ ابن ابی طالب کو منتخب فرمایا۔

(۱) طبری صفحہ ۱۱۶۳ فاخذ رسول اللہ صلعم علیاً فضمہ الیہ۔ پس پیمبر اسلام نے علیؑ کو لے لیا اور ان کو اپنے اہل میں ملا لیا۔

فلم یزل علی ابن ابی طالب مع رسول اللہ صلعم حتی بعثہ اللہ نبیاً فاتبعہ علی فآمن بہ وصدقہ۔

پس علیؑ پیمبر اسلام کے ساتھ ہمیشہ رہے حتی کہ محمدؐ مبعوث بہ رسالت ہوئے اور علیؑ نے ان کی رسالت کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے۔

پیمبر اسلام کی سیاست کا یہ اعلیٰ نمونہ تھا کہ آپ نے عہدۂ رسالت پر فائز ہونے سے پہلے ایک فرد کو اپنا معاون بنا لیا اور بچپن سے اس کی تربیت و تعلیم اس طریقہ پر کی کہ ہر دو کا انداز زندگی مقصد حیات جذبہ خدمت جوش ایمان۔ وحدت فکر و خیال ایک ہی تھا۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جسد اسلام بغیر معاونت علیؑ جسد بے روح سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ علیؑ شجاعت محمدؐ کا نمونہ۔ علیؑ علوم نبوی کا صدر دروازہ اور علی سیاست محمدیہ کا پیکر ہے۔

م۔ ۱۱۔ سیاست مدن۔ تبلیغ مخفی

پیمبر اسلام نے تین سال تک کار تبلیغ کو پوشیدہ طریقہ پر انجام دیا اور قلوب مشرکین قریش میں نور ایمان پہنچانا چاہا۔ تین سال کی متواتر سعی نے اتنا اثر کیا کہ اب پیمبر اسلام کے ساتھ چند افراد ہو گئے۔ علیؑ۔ ابوبکر۔ زید ابن حارثہ۔ ابوذر غفاری۔ طفیل ابن عمر دوسی۔ سردار قبیلہ دوس۔ ضماد بن ثعلبہ ازدی۔ خالد بن سعید بن العاص۔ مقداد بن جندب۔

اب میں چند تاریخی شواہد پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) استیعاب ابن عبدالبر میں درج ہے۔

اول من اظهر الاسلام سبعة رسول اللہؐ۔ ابوبکر وعمار وامہ سمیہ وصہیب وبلال والمقداد ص ۵۸

پہلے سات آدمیوں سے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ رسول خدا۔ ابوبکر۔ عمار۔ اُن کی ماں سمیہ۔ صہیب۔ بلال اور مقداد۔

(۲) طبری۔ عن محمد بن سعید قال قلت لابی اکان ابوبکر اول کم اسلاماً فقال لا ولقد اسلم قبلہ اکثر من خمسین ولکن کان افضلنا اسلاماً۔

محمد بن سعید ناقل ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ آپ لوگوں میں سب سے پہلے ابوبکر اسلام لائے اُنھوں نے کہا نہیں ان سے پہلے پچاس آدمیوں سے زیادہ ایمان لا چکے تھے۔ لیکن ان کا اسلام ہم سے افضل تھا۔

استیعاب اور طبری کی روایات سے ثابت ہوا کہ پیمبر اسلام نے تین سال کی پوشیدہ دعوتی تبلیغ کے ذریعہ پچاس سے زیادہ مسلمان پیدا کر لئے تھے۔ اور ان میں معززین قریش موجود تھے۔

سیاست محمدی کا اقتضا یہی تھا کہ ابتدا میں خاموش طریقہ پر کار تبلیغ اسلام کو جاری رکھا جائے۔ اور جب مسلمانوں کی تعداد اتنی ہو جائے کہ سرداران قریش سب کے قتل کا ارادہ نہ کر سکیں اور عادت قصاص عرب سے خوفزدہ ہو جائیں تو اسلام کا عام اعلان کر دیا جائے۔

پیمبر اسلام کے اصحاب میں بعض سیدھے سادھے لوگ بھی تھے۔ وہ سیاست محمدی کے راز کو نہ سمجھ سکے اور پیمبر اسلام کے باوجود منع کرنے اور سمجھانے کے اعلان اسلام کی خاطر خطبہ شروع کر دیا۔

ترجمہ عبارت تاریخی ملاحظہ ہو۔

(۱) تاریخ الخمیس جلد اول صہ ۳۲ھ مصری۔

	(ترجمہ)
وفی المنتقی وکان حمزۃ بن عبد المطلب اسلم یوم ضرب ابوبکر...... حتی ادخلوا لہ بیتہ۔	کتاب منتقی میں مرقوم ہے کہ حمزہ ابن مطلب اس دن اسلام لائے جس دن ابوبکر کو لوگوں نے مارا تھا۔

وجہ یہ ہوئی کہ جب اصحاب پیمبر کی تعداد ۳۹ ہو گئی تو ابوبکر نے پیمبر اسلام سے اصرار کیا کہ آپ ظہور فرمائیں پیمبر اسلام نے فرمایا۔ اے ابوبکر۔ ہم ابھی کم تعداد ہیں۔ مگر ابوبکر نہ مانے اور اصرار زیادہ کرنے لگے۔ یہاں تک اصرار بڑھا کہ آخر پیمبر اسلام مسجد کے متصل آ گئے اور ابوبکر نے خطبہ شروع کر دیا۔ یہ پہلا خطبہ تھا۔ پیمبر اسلام خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ گروہ مشرکین جو موقعہ پر موجود تھا مشتعل ہو گیا۔ اور وہ ابوبکر اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ عتبہ بن ربیعہ نے ابوبکر کے قریب آ کے پاؤں سے جوتے نکالے جو پیوندار تھے اور ان کو اس ترکیب سے مارنا شروع کیا کہ جدھر پیوند لگا تھا اس کو چہرہ کی طرف گھما دیتا تھا۔ ابوبکر کا چہرہ ایسا سوج گیا کہ چہرہ پر ناک نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اسی اثنا میں بنو تمیم ان کے قبیلہ والے آ گئے اور ان کو چھڑا کر ایک چادر میں اٹھا کر گھر پہنچا دیا۔

واقعہ مذکور سے واضح ہو گیا کہ سیاست میں معمولی فروگذاشت بھی معاملہ کو بگاڑ دیتی ہے پیمبر اسلام کی سیاست وقتی کا تقاضا تو یہی تھا کہ تبلیغ اسلام کا مخفی طور پر کیا جائے۔ مگر صحابی کے اصرار کی وجہ سے یہ صورت پیدا ہو گئی۔ بہر حال پیمبر اسلام کا تین سال متواتر پوشیدہ طور پر تبلیغ اسلام کرنا آپ کی اعلیٰ سیاست تھی۔

۱۲۔ سیاست مدن ۴ نبوی دعوت قریش

پیمبر اسلام نے جب تین سال مسلسل پوشیدہ طریقہ پر تبلیغ کر لی اور ایک مختصر جماعت پیام پیمبر اسلام کی تائید کے لئے موجود ہو گئی تو آپ نے سرداران قریش کو جمع کر کے اپنی نبوت اور خدا کی توحید۔ اور بعض قوانین تمدن کا اعلان کیا۔ اس واقعہ کو کتب احادیث کتب تاریخ اسلام میں مسلم وغیر مسلم سب نے لکھا ہے اور میں باب حکمت میں بہ تفصیل اس واقعہ کو لکھ چکا ہوں۔ مگر چوں کہ مجھ کو سیاست محمدیہ کے نمونہ اعلیٰ کو پیش کرنا ہے لہذا چند تاریخی اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

(۱) خصائص امام نسائی۔ مسند امام حنبل۔ کنز العمال۔ تاریخ طبری۔ (باختلاف بعض الفاظ)۔ عبداللہ بن مسعود وغیرہ نے علی سے روایت کی ہے کہ جب آیۃ وانذر عشیرتک الاقربین آئی تو پیمبر اسلام نے اپنے خاندان کے افراد کو جمع کیا یہ تیس افراد تھے۔ ان کی دعوت کی گئی اور تمام لوگوں نے مل کر کھایا پیا پھر آپ نے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے کون شخص ضامن ہوتا ہے کہ میرے قرض کو ادا کرے میرے دعووں کو پورا کرے۔ اور میرے ساتھ بہشت میں رہے اور میرا خلیفہ ہو حاضرین میں سے ایک شخص جس کا نام راوی نے نہیں لیا۔ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک شخص ضامن کھڑا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں پھر آپ نے اپنے گھر والوں کو مخاطب کیا۔ بالآخر علیؑ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ وہ میں ہوں۔

فقال علیؑ انا جاء۔ علیؑ نے عرض کیا کہ وہ میں ہوں۔

(۲) اپالوجی فار محمد اینڈ ہز قرآن ۔ مسٹر جان ڈیون پورٹ۔

کتاب ہیروز ــــــــــ مسٹر کارلائل

سکیچز آف محمد ــــــــــ واشنگٹن اردن

رومن ایمپائر ــــــــــ مسٹر گبن کے الفاظ کا ترجمہ

محمد صلعم نے اظہار دعوت میں تامل فرمایا۔ اس وقت تک کل ۱۴ آدمی ایمان لا چکے تھے۔ لیکن چوتھے برس اُنھوں نے اپنی رسالت کا اعلان کیا اور تصدیق وحدانیت کا نور پھیلانے کی غرض سے اُنھوں نے خاندان بنی ہاشم سے چالیس آدمیوں کو مدعو کیا۔ اور ان کی دعوت کی۔ پھر ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اے عزیزو! میں تم لوگوں کے لئے افضل ترین دنیا و دین کا خزانہ لایا ہوں جس کو میرے

سوا دوسرا شخص نہیں دے سکتا۔ خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف بلاؤں۔ پس تم لوگوں میں سے کون میرا رفیق اور وزیر ہوگا۔ پیمبر اسلام کے اس سوال کا جواب کچھ نہیں دیا گیا حتی کہ وہ حقارت رشک اور تعجب کی خاموشی علیؑ کی جرأت سے دفع ہوئی۔ جو اس وقت چہاردہ سالہ نوجوان تھے۔ انھوں نے عرض کی اے خدا کے رسول میں ہر طرح اس کام میں آپ کی نصرت اور رفاقت کے لئے حاضر ہوں۔ میں مخالفین کی آنکھیں نکال لوں گا۔ ان کے دانت توڑ ڈالوں گا۔ ان کے پیٹ پھاڑ ڈالوں گا اے نبی اللہ۔ میں آپ کی وزارت کے لئے حاضر ہوں۔ محمد صلعم نے علیؑ کی التماس کو جوش کے ساتھ قبول فرمایا اور حاضرین نے ابو طالب کو ان کے لڑکے کے اس عزت پانے پر طنزیہ کلمات کہے۔

استنباط نتائج: پیمبر اسلام نے برمحل اور باموقعہ دعوت قریش کی اور جن الفاظ میں ان کو مخاطب کیا اور جن چیزوں کا ان سے وعدہ کیا اور جس چیز سے ان کو خوف دلایا وہ ایسے الفاظ تھے جو دین اسلام کی اساس و بنیاد بننے والے تھے اگر ان ابتدائی الفاظ تقریر اور بعد کے پیام اسلام میں کہیں تفریق ہو جاتی تو نبوت و رسالت میں شکوک پیدا ہو جانے حق بجانب ہوتے۔ کیونکہ ابتدائے حصول اقتدار میں انسان صرف دل خوش کن باتیں کر کے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیتا ہے اور جب طاقت حاصل ہو جاتی ہے تو اپنے مقاصد حکومت کو بھی بدل لیتا ہے اور دنیا کی عظیم طاقتیں اور حکومتیں ہمیشہ اسی طریقہ پر کاربند رہی ہیں۔ مگر پیمبر اسلام نے ابتدائے تبلیغ میں جو کچھ فرمایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غرض تبلیغ صرف توحید خدا۔ نبوت انبیاء و محمد مصطفیٰ ۔ و امامت علی مرتضیٰؑ تھی۔

چونکہ اس وقت پیمبر اسلام کے پاس نہ طاقت تھی۔ نہ اجتماع نہ دولت نہ لشکر۔ صرف بے کسی تھی۔ بے بسی تھی۔ اسی لئے اعیان عرب نے پیمبر اسلام کا یہ پیام اسلام اور یہ اعلان وزارت سن کر مذاق اڑایا۔ اور ابو طالب سے کہا کہ اب تم اپنے بیٹے علیؑ کی اطاعت کرنا۔ مگر چونکہ پیمبر اسلام خدا کے نبی تھے۔ علوم اولین و آخرین کے عالم تھے۔ منازل تبلیغ سے واقف تھے۔ اپنی کامیابی پر اعتماد کلی رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ نے پہلے ہی دن پیام توحید خداوندی بھی پہنچا دیا۔ اپنی نبوت و رسالت کا اعلان بھی کر دیا۔ اور مذہب اسلام کی وسعت لامتناہی کو ظاہر بھی کر دیا اور اس کار اہم کے لئے اپنا وزیر بھی معین کر دیا اور اپنے وزیر کے قلب و روح کو اس اعلان سے ایسا اپنا بنا لیا کہ اب اختلاف کی کسی

موقع اور کسی بات پر گنجائش بھی نہیں رہی چونکہ سیاست محمدیہ کے حسب اقتضاء یہ کام برمحل اور مناسب طریقہ پر انجام پایا لہذا باوجود مصائب شدیدہ کے پیمبر اسلام اپنے تمام مقاصد تبلیغ میں کامیاب ہو گئے۔ آپ نے صرف حکومت اسلامی بنا کر طبقات بنی نوع انسان کو ہی ایک معتدل معاشرہ میں منسلک نہیں کر دیا۔ بلکہ معاشرہ کی روح رواں یعنی دولت علوم و فنون ضروریہ سے دامن انسانیت کو بھر دیا۔

۱۳۔ سیاست مدن ہجرت حبشہ

پیمبر اسلام نے تین سال مسلسل مگر مخفی طریقہ پر اور چار سال بالاعلان تبلیغ اصول اسلام کی۔ مگر قریش کی ایذا رسانیاں اور مسلمانوں کی بیچارگیاں کم نہ ہوئیں۔ اور قریش نے مسلمانوں کو ایسی ایسی جسمانی اذیتیں دینا شروع کر دیں جن کا برداشت کرنا طاقت بشری سے باہر تھا۔

یاسی صحابی۔ یاسر کی زوجہ سمیہ کو نیزوں سے کوچ کوچ کر ہلاک کر دیا۔ عمار یاسر اور عبداللہ ابن یاسر کو زخمی کیا۔

خباب بن الارث کو دہکتے ہوئے انگاروں میں لٹایا۔ بلال حبشی کو گردن میں رسی باندھ کر پتھروں پر گھسیٹتے تھے۔ فاقے دیئے جاتے تھے۔ کوڑے اور تازیانے لگائے جاتے تھے۔

ابو فکیہہ کا بھی یہی حال کیا جو خباب کا حال کیا تھا۔

عثمان ابن عفان کا چچا ان کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتا تھا۔

سعید بن زید کو عمر ابن خطاب نے رسیوں سے باندھ کر ڈال دیا تھا۔

سعد بن وقاص کو بنو اسد تکالیف اور اذیتیں پہنچاتے تھے۔

لبنیہ کنیز کو عمر ابن خطاب اتنا مارتے تھے کہ خود تھک جاتے تھے۔

زنیرہ کنیز کو ابو جہل نے ایسا مارا کہ غریب کی آنکھیں جاتی رہیں۔

مختصر یہ کہ قریش نے مسلمانوں کا زندہ رہنا دشوار کر دیا تھا اور ہر ممکن طریقہ برتتے تھے غور طلب یہ امر ہے کہ اگر یہی حالت رہتی اور تقریباً چار سال تک یہی حالت رہی تو پیمبر اسلام کی تبلیغ کا کیا حشر ہوتا اور یہ چند مسلمان یا تو مرتد ہو جاتے یا جان سے مار ڈالے جاتے اور اشاعت اسلام ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی۔ صاحبان عقل خود انصاف کریں کہ ایسے موقع پر اعلیٰ سیاسی فریضہ کیا ہو سکتا تھا۔ یہی کہ مسلمانوں کی جان بچائی جائے اور کوئی راستہ ایسا پیدا کیا جائے کہ آئندہ بھی اشاعت پیام اسلام ہو۔ اس نازک موقع پر پیمبر اسلام کی سیاست کا اقتضاء یہ ہوا کہ آپ نے اسّی مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کا حکم

دیدیا اور اس طرح مسلمانوں کی عزت اور جان کو محفوظ کرلیا۔ اس کے علاوہ اس سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ نجاشی مسلمان شاہ حبشہ اور عوام حبشہ کو دعوتِ اسلام بھی دیتے رہیں گے اور اصل مقصد فوت نہ ہوگا۔ چنانچہ وہی ہوا جیسا کہ پیمبر اسلام نے اندازہ کیا تھا۔

قریش کی دشمنی صرف مقامی ہی نہ تھی بلکہ وہ اپنے ارادوں میں شدید تر تھے۔ چنانچہ قریش نے اپنا ایک وفد شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں بھیجا اور کہا کہ یہ چند مسلمان ہمارے دین سے منحرف ہو گئے ہیں یہ ہمارے مجرم ہیں ہم کو دیدئیے جائیں۔ جعفر ابن ابی طالب اور مسلمان دربار میں بلائے گئے۔ نجاشی نے عقیدہ اسلام کے بارہ میں سوالات کئے۔ جعفر نے جوابات دیئے اور بعد کو سورۂ مریم کو تلاوت کیا۔ نجاشی پر رقت طاری ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ پھر سفراء قریش سے کہا تم جاؤ میں ان مظلوموں کو واپس نہ دوں گا۔

بعض متعصب عیسائی مورخین نے پیمبر اسلام کی اس اجازت ہجرت پر اعتراض کئے ہیں اور کہا ہے کہ پیمبر اسلام نے اہل حبشہ کو مکہ پر چڑھائی کرنے اور قریش کو دبانے کی دعوت دینے کا یہ بہانہ پیدا کیا تھا کیوں کہ ابرہہ بھی حبشی تھا۔ پھر مسٹر مارگیوس مورخ عیسائی خود ہی لکھتا ہے کہ پیمبر اسلام کو بعد کو یہ خیال آگیا کہ اگر نجاشی مکہ پر حملہ کرے گا تو وہ خود قابض ہو جائے گا۔ لہذا آپ نے اس خیال کو ترک کر دیا۔ دشمن بھی کیا چیز ہے انسانِ عاقل کو بھی اندھا کر دیتی ہے۔ پیمبر اسلام جیسے عاقل اور سیاست داں کے بارے میں طفلانہ حرکات کو نسبت دینا، ناسمجھی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱) سیرۃ ابن ہشام ص ۱۱۵۔ ام سلمہ راوی ہیں: "جب ہم لوگ ملک حبش میں پہنچے۔ تو نجاشی۔ بادشاہ حبش ہمارے ساتھ بہ مہربانی پیش آیا۔ ہم اپنے دین پر بہ امن قائم تھے۔ اپنے خدا کی عبادت کرتے تھے۔ نہ تو کوئی ایذا دیتا تھا اور نہ کوئی دل شکن و رنجیدہ بات کہتا تھا۔"

پیمبر اسلام نے ہجرت حبشہ مسلمانوں کو دیکر اپنے مقصد تبلیغ میں کامیابی حاصل کرلی۔

۱۴۔ سیاست مدن بیعت عقبہ ۱۲ سنہ نبوت

پیمبر اسلام موسم حج میں قبائل عرب کو ہدایات کرتے رہتے تھے اور پیام پہنچاتے رہتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بعض متلاشیان حق کے قلوب میں نورِ اسلام پیدا ہوا۔ ۱۲ سنہ نبوت میں اہل مدینہ کے ۱۲ افراد مسلمان ہو گئے۔

اور پیمبر اسلام نے ان افراد سے مندرجہ ذیل امور کا وعدہ و اقرار لیا۔

(۱) خدا کو لاشریک مانیں گے اور اس کی عبادت کریں گے۔

(۲) چوری اور زنا نہیں کریں گے۔ (۳) ہم اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے۔
(۴) کسی پر تہمت نہیں لگائیں گے اور غیبت و چغلی نہیں کریں گے۔
(۵) ہم کسی امر معروف میں معصیت نہیں کریں گے۔
(۶) ہم احکام رسول کی تصدیق و اطاعت کریں گے۔

جب ان افراد سے اقرار توحید و پابندی اخلاق حسنہ لے لیا گیا تو پیغمبر اسلام نے ان کو پختہ مومن بنانے اور اطاعت خدا اور رسول کرنے کی خاطر مندرجہ ہدایات فرمائیں۔

فان وفیتم فلکم الجنۃ وان غشیتم شیئًا من ذلک فاخذتم تجدہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ وان سترتم علیہ الی یوم القیامۃ فامرکم اللہ ان شاء عذبکم وان شاء غفر لکم۔

(ترجمہ) اگر تم نے ایفاء عہد کیا تو تم جنت کے مستحق ہو گئے اور اگر تم نے ان کے پورا کرنے میں کمی کی تو دنیا میں تم پر حد شرع (سزا) جاری ہوگی جو اس کا کفارہ ہے اور اگر تم نے پوشیدہ رکھ کر خلاف عہد کیا تو قیامت تک تم مواخذہ دار ہو گے۔ پھر چاہے خدا عذاب کرے یا معاف کر دے۔

پیغمبر اسلام نے اس پہلے مسلمان ہونے والے وفد مدینہ سے پہلے ہی دن پابندی قوانین تمدن کا اقرار لیا اور پہلے ہی دن اس کی خلاف ورزی کرنے پر جزا و سزا بھی سنادی۔ اور بتا دیا کہ معاشرہ انسانی و تمدن نوعی کو بگاڑنے والے کی سزا دنیا میں یہ ہے کہ حد شرع دی جائے۔ جیسے زنا کی سزا سنگساری اور چوری کی سزا قطع ید اور ارتداد اسلام کی سزا قتل وغیرہ ہے۔ آپ کے ان اقوال و افعال سے واضح ہو گیا کہ اصول سیاست در حقیقت یہی ہے کہ افراد اور اجتماع نوع انسانی کو اخلاق ذمیمہ سے بچایا جائے اور ان کو اشرار سے محفوظ رکھا جائے تاکہ ان کے قوائے باطنی و ظاہری بآسانی ترقی کر سکیں اور عالم سے روز بروز فساد کم ہوتا جائے۔ اور انسان حالت امن و امان میں زندگی بسر کر سکے۔ جو افراد مدینہ سے آئے تھے اور جنھوں نے اقرار توحید و طاعت خدا اور رسول کیا تھا ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابو امامہ (۲) عوف بن الحارث (۳) رافع بن مالک (۴) طلحہ بن عامر
(۵) عقبہ بن عامر (۶) معاذ بن حرث (۷) ذکوان بن عبدقیس (۸) خالد بن مخلد
(۹) عبادہ بن صامت (۱۰) عباس بن عبادہ (۱۱) ابو الہیثم (۱۲) عویم بن ساعدہ

پیغمبر اسلام کی اس سیاست نے وہ کامیابی حاصل کی جو تا قیامت تک یادگار رہے گی کیوں کہ یہ پہلا قدم اپنے تاثرات مابعد کے لحاظ سے ابدی ہو گیا۔

۱۵۸- سیاست مدان
آمد وفد مدینہ ۱۳ سنہ نبوت

وفد مذکور کے افراد کے قلوب میں نور اسلام کی شعاعیں پہنچ چکی تھیں۔ بھلا پھر کب ممکن تھا کہ نور خدا محدود رہتا۔ لہذا ان افراد کے اعمال و افعال حمیدہ کا اثر یہ ہوا کہ مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا۔

اور ۱۳ سنہ نبوت میں موسم حج کے موقعہ پر عقیدت مندان اسلام نے مصعب ابن زعمیر کی سرکردگی میں ۷۵ افراد کا ایک وفد خدمت پیمبر اسلام میں بھیجا تاکہ آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دے۔ مگر بخوف جان وظلم کفار قریش یہ افراد باحتیاط تمام مکہ آئے۔ چوں کہ اُن کے ہمراہ بھی کفار بخیال حج مکہ آئے تھے۔

جب مناسک حج سے سب کو فراغت ہو چکی تو تاریکی شب میں فرداً فرداً یہ افراد وفد خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوئے کیوں کہ پیمبر اسلام نے ہی حکم دیا تھا کہ بعد ایام تشریق مخفی طور پر یہ لوگ میرے پاس آئیں۔

(طبری ص۲۳۲ اجر منی)

حتی مضی ثلث اللیل خرجنا من رحالنا لمیعاد رسول اللہ صلعم نتسلل مستخفین متسلل القطا حتی اجتمعنا الشعب عند العقبہ ونحن سبعون رجلا۔ الخ

(ترجمہ) کعب کا بیان ہے کہ جب تین حصہ رات گزر گئی تو ہم لوگ اپنے کفار رفقاء سے بچ کر نکل آئے تاکہ وعدہ گاہ پیمبر تک پہنچ جائیں۔ ہم لوگ مثل طیور قطار کے دبے پانوں چلے۔

حتی کہ عقبہ (منیٰ) کے قریب گھاٹی میں جمع ہو گئے۔ ہم سب ستر افراد اور دو عورتیں تھے۔ ہم منتظر بیٹھے تھے کہ پیمبر اسلام معہ عباس ابن مطلب کے تشریف لائے۔

پیمبر اسلام نے توحید خدا اور پابندی اصول اخلاق کا وعدہ لینا چاہا تو ابو الہیثم نے عرض کیا یا رسول خدا "ہم سے اور یہود سے تعلقات ہیں۔ بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو جب قوت اور اقتدار حاصل ہو جائے تو آپ ہم کو چھوڑ کر وطن چلے جائیں۔ پیمبر اسلام نے مسکرا کر فرمایا۔

"نہیں۔ تمہارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔"

اس کے بعد ارکان وفد مطمئن ہو گئے اور مطابق وفد سابقہ انھیں شرائط کو قبول کرتے ہوئے بیعت کر لی۔ اس کے بعد اسعد بن زرارہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

"بھائیو یہ بھی خبر ہے کہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو۔ یہ عرب او عجم اور جن و انس سے اعلان جنگ ہے سب نے کہا ہاں ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔"

اس کے بعد پیمبر اسلام نے بارہ افراد کو نقیب اسلام مقرر کیا اور یہ بارہ افراد رؤساء قبائل تھے۔ ان ۷۲ افراد کا مدینہ واپس جانا اور بارہ رؤساء کا نقیب اسلام بن جانا۔ گویا اہل مدینہ کا مسلمان ہو جانا تھا۔

معترضین کا جواب (جملہ معترضہ)

سطور بالا میں ایک تاریخی مستند واقعہ لکھا گیا۔ مکہ کے مقام میں جو تقریباً بارہ سال گزرے اس میں پیمبر اسلام کے ہاتھ میں تلوار نہ تھی۔ صرف بزور اخلاق اہالیان مکہ میں کچھ لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ اور پیمبر اسلام ابھی مکہ ہی میں بحالت بے سروسامانی موجود ہیں۔ مگر تین ۳۰۰ سو میل دور مدینہ کے لوگ جوق در جوق آکر مسلمان ہو رہے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ عرب و عجم جن و انس سے جنگ کے لئے تیار ہیں اور ہم وطن یہود سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ۷۲ میں سے بارہ نقیب بنے ہیں تاکہ فریضہ تبلیغ اسلام کو ادا کریں۔ پیمبر اسلام نے نہ مکہ میں تلوار چلائی اور نہ مدینہ میں تلوار کے زور سے کسی کو مسلمان کیا۔ پھر دشمنان اسلام کا یہ اندھا الزام اور اعتراض کیا معنی رکھتا ہے کہ "اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا"۔ کیا یہی اصول تاریخ نویسی ہے کہ واقعات حقیقی کو مسخ کر کے اپنی کورذہنی کا ثبوت دیا جائے۔

پیمبر اسلام طالب فتوحات ممالک نہ تھے بلکہ مبلغ توحید خداوندی و معلم اخلاق اعلیٰ اور مصلح ساکنان ارض تھے۔ آپ صرف یہ چاہتے تھے کہ بنی نوع انسان سکون و آزادی کی زندگی بسر کریں اور اشرار کے ایذا رسانی سے محفوظ رہیں بلکہ اشرار بنی نوع انسان کو بھی اخیار بنا دیا جائے تاکہ نظام عالم حسب منشاء خالق عالم فسادات سے پاک و صاف ہو جائے۔ اور یہی مقصد قوانین سیاست کا ہے۔

پیمبر اسلام نے مدینہ کے ان ہر دو وفود کے ارکان سے جو اقرار لیا ہے اور جن امور پر بیعت لی ہے وہ صرف پابندی اصول و اقرار توحید ہے۔

۱۶ سیاست مدن ہجرت اہل اسلام ۱۳ سنہ نبوت

مصلح بنی نوع انسان اور واقف قوانین سیاست کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ اشرار سے اخیار کے جان و مال و عزت کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اور اپنی ذات کو بھی ان کے حملوں سے بچا کر ان اشرار کو اخیار میں تبدیل کر دے۔

پیمبر اسلام کی سالہا سال کی کوششوں کی وجہ سے وہ دن بھی آیا کہ اخیار دنیکو کاران اور امن پسند انسانوں کے لئے مقام عافیت پیدا ہو گیا۔ آپ نے فوراً مکہ کے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دیدی اور مسلمان پوشیدہ طور پر فرداً فرداً مدینہ کی طرف جانے لگے۔ اور جب صرف چند افراد باقی رہ گئے۔ تو آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔

جب مسلمان مدینہ پہنچ گئے اور دائرہ اسلام مدینہ میں وسیع ہونے لگا۔ اس وقت علاوہ بعض مجبوریوں کے صرف ابوبکر۔ علیؑ اور پیمبر اسلام باقی رہ گئے تھے۔

پیمبر اسلام نے اس تدبیر اور سیاست کے ذریعہ مسلمانوں کو محفوظ کر دیا۔ مگر مسلمانوں کے چلے جانے کے بعد قریش کو اور بھی طاقت انتقام پیدا ہو گئی۔ اور وہ اپنے زعم باطل میں یہ سمجھے کہ اب پیمبر اسلام کو قید کر لینا۔ سخت ایذا دینا حتیٰ کہ قتل کر دینا آسان ہو گیا۔

۱۷۔۱۔ سیاست مدن ہجرت پیمبر اسلام

چنانچہ روساء مکہ نے دار الندوہ میں اجتماع کیا اور ابوسفیان وغیرہ نے مختلف تدابیر پیش کیں آخر اس امر پر اتفاق ہوا کہ ہر قبیلہ کا ایک بہادر لیا جائے اور پیمبر اسلام کو ان کے گھر میں گھیر لیا جائے۔ اور بہ یک وقت سب مل کر محمدؐ کو قتل کر دیں۔ اس طرح بنی ہاشم تمام قبائل سے انتقام نہ لے سکیں گے چنانچہ وقت مقرر کیا گیا۔ پیمبر اسلام کو حالات معلوم ہوئے۔ آپ نے علیؑ کو بلایا اور حکم دیا کہ آج شب وہ آپ کے بستر پر سو رہیں۔ پیمبر اسلام نے علیؑ کو کیوں سُلایا۔ کیا قربانی دینے کے لئے کوئی دوسرا شخص نہیں مل سکتا تھا۔ بیشک بہت سے مسلمان اس خدمت کے لئے موجود ہو جاتے مگر یہ خلاف قوانین سیاست و عدالت ہوتا۔ کیوں کہ پیمبر اسلام نے دیگر مسلمانوں سے صرف توحید کا اقرار اور معصیت خدا سے بچنے کا عہد لیا تھا۔ پھر خلاف عہد و میثاق عمل کرنا مناسب نہ تھا کیوں کہ پیمبر اسلام نے دعوت ذو العشیرہ میں بالاعلان کہا تھا کہ میرا مددگار کون ہونا چاہتا ہے اور جو آج میری نُصرت کا وعدہ کرے گا وہی میرا وزیر ہو گا۔ علیؑ نے نصرتِ پیمبر اسلام کا وعدہ کیا تھا اور عہد کیا تھا۔ گویا اپنی جان کو بدست پیمبر اسلام بیع کر دیا تھا۔ لہٰذا پیمبر اسلام نے وقتِ جاں نثاری علیؑ کو بُلایا اور چالیس ننگی خونخوار تلواروں میں سونے کا حکم دے دیا۔

پیمبر اسلام کے ہر فعل میں مختلف اور کثیر فوائد موجود ہوتے ہیں۔ منجملہ دیگر فوائد کے علیؑ کو اپنے بستر خواب پر سلانے میں یہ بھی فائدہ تھا کہ کفار علیؑ کے قتل پر یکایک آمادہ بھی نہ ہو سکیں گے۔

کیوں کہ علیؑ کی شخصیت معمولی شخصیت نہیں ہے۔ علاوہ بریں علیؑ امانات اہل مکہ کو بوجہ واقفیت پیمبر اسلام کی طرف سے واپس بھی کر سکیں گے۔ اور اگر بفرض محال قتل بھی ہو جائیں گے تو پیمبر اسلام پر ابتدائے اسلام میں یہ الزام عائد نہ ہوگا کہ اپنے کو دشمنوں سے بچا لیا اور اپنے افراد خاندان و نیز علی کو بچا لیا۔ اور صرف چند روز قبل مسلمان ہونے والے کو اپنا فدیہ کر دیا اور سونے کے حالت میں اپنے بستر پر قتل کرا دیا۔

یہ سب چیزیں ایسی تھیں جو آئندہ اشاعت اسلام میں حارج ہوتیں اور اسلام قبول کرنے والوں کے دلوں میں شک و اشتباہ پیدا کرتیں اور اسی لئے خلاف آئین سیاست بھی تھیں۔ پیمبر اسلام نے مقام خطر میں اپنے بستر پر علی کو سلا کر اعلیٰ سیاست کا نمونہ پیش کیا ہے اور اسی لئے پیمبر اسلام اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گئے۔

۱۷۔ سیاست مدن معاہدہ بہ یہود مدینہ

سیرت پیمبر اسلام مکارم اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن کا بہترین نمونہ ہے اور وہ اسی وجہ سے کہ آپ نے زندگی کے کسی شعبہ کو ناقص نہیں چھوڑا ہے اور ہر نمونہ کو مکمل بنا کر اہل عالم کے سامنے پیش کیا ہے۔

مصلح بنی نوع انسان بننے کے لئے دو امور خاص طور پر ضروری اور لازمی ہیں۔ اول اپنے کردار و افعال و اقوال سے اصلاح معاشرہ کی جائے۔ دوسرے اشرار کی قوتوں کو توڑنے کے لئے اور ان کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے طاقت حاصل کی جائے۔

سیاست عہد موجودہ (۱۹۶۵ء) پہلا مقصد تو فنا ہو چکا ہے۔ دوسرا مقصد قابل عمل سمجھا گیا ہے اور وہ بھی اس لئے کہ اقتدار ذاتی۔ توسیع حدود مملکت و سلطنت کے لئے زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل کی جائے۔ چوں کہ مقصد ناپاک ہے لہذا شاہان عہد حاضر کی طاقتیں بھی مفسد و برباد کن اور مہلک بنی نوع انسان ہیں۔

پیمبر اسلام نے اپنی سیاست میں مقصد حیات انسانی کو واضح کر دیا ہے اور جیسا کہ میں تاریخی واقعات کی روشنی میں لکھ چکا ہوں کہ پیمبر اسلام نے اپنے کردار افعال اور اعمال سے معاشرہ انسانی کی اصلاح کی ہے۔ مگر چوں کہ دفع اشرار و اصلاح اشرار بھی ضروری تھا لہذا آپ نے بتایا ہے کہ غیر مسلمین سے بھی معاہدہ کیا جائے۔ مگر اس معاہدہ سے وجہ فساد کم ہو اور دوسرے طاقت اشرار گھٹ جائے۔ آپ معاہدہ یہود ان مدینہ کے شرائط پر غور کیجئے یہ دونوں مقصد حاصل

ہوتے ہیں۔

سیاسیت مدن یہوداں و مدینہ

مدینہ کے یہود صاحب دولت۔ صاحب طاقت اور کثیر تعداد تھے۔ بنو قیقاع۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ یہ تین قبائل یہود تھے۔ اور اوس و خزرج دو قبائل انصار کے تھے۔ یہود ہمیشہ غالب رہے تھے۔

پیمبر اسلام نے مدینہ پہنچ کر یہود اور اپنے مابین معاہدہ کیا شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) سیرۃ ابنِ ہشام۔

(۱) فدیہ اور خوں بہا کا طریقہ مثل سابق رہے گا۔

(۲) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

(۳) یہودیوں کو مذہبی آزادی ہوگی۔

(۴) یہود اور مسلمان دشمن حملہ آور کے مقابلہ میں باہم مل کر جنگ کریں گے۔

(۵) کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

(۶) مدینہ پر حملہ ہوگا تو دونوں فریق شریک یک دیگر ہوں گے۔

(۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔ لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

(۸) بحالت جنگ مسلمانوں کو یہود مصارف جنگ دیں گے۔

(۹) یہودیوں کے حقوق مساوی ہوں گے۔

(۱۰) مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔

(۱۱) مدینہ کے اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کی رو سے جرم ہوگا۔

(۱۲) ہمسایہ اقوام کے حقوق مساوی ہوں گے جب تک کہ وہ ضرر رساں اور گناہ گار نہ ہونگی۔

(۱۳) معاہدہ کے خلاف اگر کوئی فساد یا جھگڑا ہوگا تو اُس کو خدا اور محمدؐ کی طرف رجوع کیا جائیگا۔

(۱۴) یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

شرائط معاہدہ بعض کتب تاریخ میں ناقص ہیں مگر باوجود اختلاف روایات بھی مندرجہ بالا شرائط موجود ہیں۔

اس معاہدہ صلح کے فوائد باب حکمت میں درج ہو چکے ہیں۔ اس موقعہ پر تو صرف اتنا لکھنا ہے کہ پیمبر اسلام نے اہل اسلام کو اس معاہدہ کے ذریعہ درس رواداری دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ

حقوق بنی نوع انسان کا ادا کرنا بلا امتیاز مذہب وملت مسلمان پر لازم ہے اس لئے غیر مذاہب سے بھی معاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ بریں شرائط معاہدہ سے واضح ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام نے مقامی دشمنوں کے خطرہ سے مسلمانوں کو محفوظ کرلیا۔ علاوہ بریں۔ مدینہ پر حملہ کی صورت میں یہود مال و جان سے مسلمانوں کے شریک ہوں گے۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ اور ان کے حقوق مساوی ہوں گے اور ان شرائط میں اصل شرط یہ ہے کہ یہ سب مل کر مظلوم کی مدد کریں گے۔ بلحاظ اتی اصول سیاست پر فائز ہونے کے پیمبر اسلام نے اپنے مقصد اعلیٰ کو اس معاہدہ کے ذریعہ حاصل کرلیا اور وہ یہ تھا کہ اصلاح معاشرہ وسیاست مدن کا پہلا فریضہ یہی ہے کہ اشرار سے اخیار کو محفوظ کیا جائے اور افراد اور اجتماع کے قوائے باطنی وظاہری کو فطری وذاتی ارتقار کا موقعہ فراہم کیا جائے وہ غرض اس شرط سے حاصل ہوگئی۔ علاوہ بریں یہ معاہدہ ان ابتدائی حالات میں مقاصد تبلیغ وتاسیس اساس اسلام کے لئے بے حد مفید ہوا اور پیمبر اسلام کو حفاظت اسلام میں کار آمد ثابت ہوا۔ اور قریش وقبائل مکہ کے مدینہ پر حملوں کے مواقع پر مقامی خطرہ کے لئے سد باب ہوگیا۔

۱۸۔ سیاست مدن
قریش مکہ کی یہود مدینہ سے سازش

پیمبر اسلام اپنے وطن مکہ میں ۱۳ سال رہے تو قریش نے زندگی دوبھر کردی مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ جب مجبور مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی تو وفد کفار قریش حبشہ نجاشی کے پاس پہنچا اور ان مسلمانوں کو اپنا مجرم بتا کر طلب کرنا چاہا۔ جب پیمبر اسلام طائف گئے تو یہی کفار قریش وہاں پہنچے اور سخت ایذائیں پیمبر اسلام کو پہنچائیں آخر گھر میں سو گئے تو چالیس بہادران عرب کو گھر کے چاروں طرف مقرر کر دیا کہ تاریکی شب میں محمدؐ کو قتل کر دیا جائے۔ جب پیمبر اسلام مکہ سے تین سو میل پہاڑی علاقوں اور ریگستانوں کے سفر کی صعوبات جھیل کر مدینہ گئے تو کفار قریش نے یہود ان مدینہ سے ساز باز کرلی۔ اور مسلمانوں کی بیخ کنی اور پیمبر اسلام کے قتل کی تدبیریں اختیار کی گئیں۔

(۱) رحمتہ اللعالمین جلد ۱ ص ۱۰۰

کفار قریش جب یہود ان مدینہ کو اپنے دام میں لا چکے تو اُن کی مخاصمانہ پرجوشی اور خصوصاً اس سازش میں ان کی کامیابی اپنے اس راز کو چھپا نہ سکی۔ انھوں نے بڑے زوروں میں اپنے ہم قوم و قبیلہ مہاجرین سے کہلا بھیجا "کہ کہیں تم انصار مدینہ کے بل بوتہ پر مغرور نہ ہو جانا اور یہ نہ سمجھنا کہ تم مکہ سے جان بچا کر صاف نکل آئے ہو تو ہم مدینہ ہی میں آکر تمہارا نام ونشان مٹا ڈالیں گے۔

(۲) صحیح نسائی میں یہ عبارت ہے۔

وکان رسول اللہ صلعم اول ما قدم المدینۃ یسھر من اللیل۔

پیمبر اسلام جب مدینہ آئے تو راتوں کو جاگ کر کاٹا کرتے تھے۔

(۳) مستدرک امام حاکم میں درج ہے۔

عن ابی کعب قال لما قدم رسول اللہ صلعم واصحابہ بالمدینہ واوتھم الانصار رمتھم العرب عن قوس واحدہ وکانوا یبیقون الا بالسلاح ولا یصبحون الا فیہ۔

(ترجمہ) ابی کعب نے کہا ہے کہ جب پیمبر اسلام اور ان کے اصحاب مدینہ آگئے اور انصار نے ان کو پناہ دی تو تمام عرب نے متحد ہو کر ایک ہی کمان سے ان پر تیر بارانی کی (حملہ کیا) یہ سب ہمہ وقت ہتھیار باندھے رہتے تھے اور ہتھیار باندھے ہوئے سوتے تھے۔

(۴) طبری۔

خرج فی صفر غازیا علی راس اثنا عشر شھر من مقدمۃ المدینہ۔

پیمبر اسلام مدینہ آنے کے بارہ مہینہ کے بعد ماہ صفر میں جہاد کے لئے غازی بن کر نکلے۔

۲۰۷۔ غزوات پیمبر اسلام ۲ھ

پیمبر اسلام کے غزوات کے بارہ میں دشمنان اسلام کے مختلف اعتراضات مختلف کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ عیسائی مورخین کو مورخین اسلام کی مسخ شدہ روایات اور حکایات تاریخی کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کو نہ اختلاف روایات کا پتہ ہے۔ نہ وہ علم رجال سے واقف ہیں۔ نہ وہ شاہان مابعد کے معین کردہ واضعین احادیث و روایات سے باخبر ہیں۔ نہ ان کو یہ خبر ہے کہ پیمبر اسلام کے وفات کے بعد بعہد ہارون رشید تدوین روایات و احادیث ہوئی ہے نہ ان کو یہ خبر ہے کہ بعد پیمبر اسلام ایک طاقتور جماعت منافقین کی موجود تھی جو حتی المقدور ظاہر و باطن طریقہ پر استیصال دین اسلام پر کمر بستہ رہی۔ نہ ان کو یہ معلوم ہے کہ پیمبر اسلام نے اپنے بعد کے فتنوں سے اہل اسلام کو اپنی زندگی ہی میں باخبر کر دیا تھا۔ نہ ان کو یہ معلوم ہے کہ پیمبر اسلام نے مسلمانوں کے لئے صرف قران کریم کو دستور العمل حیات بنایا ہے اور اپنی زندگی ہی میں حکم تاکیدی کر دیا تھا۔

(۱) حیات محمد۔ مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری صفحہ ۵ طباعت ہفتم۔

عن النبی انہ قال" لاتکتبوا عنی شیئاً غیر القرآن ومن کتب شیئاً غیر القرآن فلیمحہ۔

پیمبر اسلام نے فرمایا۔ کہ اے مسلمانو! تم میری طرف سے کوئی بات بجز قرآن کے نہ لکھو اور جس نے کچھ بجز قرآن کے لکھا ہو وہ اس کو مٹادے۔

(۲) انہ قال انکم ستختلفون من بعدی فما جاءکم عنی فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافقہ فمنی وما خالفہ فلیس عنی۔

(ترجمہ) پیمبر اسلام نے فرمایا اے مسلمانو! تم میرے بعد اختلافات میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ پس جو حکم تم کو میری جانب سے بتایا جائے۔ پس اس کو کتاب خدا پر مطابق کرو۔ اگر وہ حکم اگر قرآن کے مطابق ہے تو میرا ہے اور اگر اس کے مخالف ہے تو وہ حکم و عمل میرا نہیں ہے۔

(۳) ان اقدمھا کتب بعد وفات النبی بمائۃ سنۃ او اکثر وبعد ان فشت فی الدولۃ الاسلامیہ وعایات سیاسیہ وغیر سیاسیہ۔

(ترجمہ) سب سے قدیم کتب تاریخ و احادیث اسلامی وہ ہیں جو پیمبر اسلام کی وفات کے سو سال کے بعد لکھی گئی ہیں یا اس سے بھی زیادہ مدت کے بعد لکھی گئی ہیں جب کہ حکومت اسلامیہ کے سیاسی اور غیر سیاسی معاملات پھیل چکے تھے۔

دور قدیم کے مورخین و محدثین کا حال تو تاریخ سے بتایا۔ اس کے بعد ایک دور ایسا آیا کہ عیسائیوں کو اپنے مذہب کی جان کے لالے پڑتے ہوئے نظر آئے تو وہ میدان تاریخ اسلام میں آ گئے۔ اور زبان انگریزی میں انھوں نے حالات پیمبر اسلام لکھنا شروع کئے اور خوب خوب قلم فرسائیاں کیں۔ ان کتابوں کا ظاہر تو محققانہ تھا اور ان کا باطن احادیث موضوعہ کی خباثت سے مملو تھا۔ لہذا ان کی گردش قلم نے خدوخال اسلام و سیرت پیمبر اسلام کو دنیوی بادشاہوں کے حالات کے مطابق بنا کر پیش کیا اور نہایت رکیک اور ناپاک الزامات ذات اقدس پر لگائے۔

(۱) کبھی کہہ دیا کہ محمدؐ کو مرگی کا مرض تھا اسی دورہ کو حالت وحی کہا جاتا ہے۔

(۲) کبھی کہہ دیا کہ محمدؐ نے سابقین راہب اور علماء یہود سے سب علوم حاصل کئے تھے۔

(۳) کبھی کہہ دیا کہ محمدؐ نے اپنا گروہ اس لئے بنایا تھا کہ وہ قافلوں پر حملے کر کے ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا کریں اور اپنے ہمراہیوں کو بھی مال غنیمت کے نام سے اس مال میں شریک کر لیا کریں۔

(۴) کبھی کہہ دیا کہ پیمبر اسلام کی ازواج کی تعداد زیادہ تھی بہ چنیں وچناں۔

(۵) کبھی کہہ دیا کہ دین اسلام میں روحانیت مطلق نہیں ہے اور نہ علوم مختلفہ ودقیقہ سے اُس کو کوئی تعلق ہے۔

(۶) کبھی کہہ دیا کہ محمد کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی اور ایک میں قرآن تھا۔ یعنی بہ زور شمشیر لوگوں کو قرآن کے ماننے پر مجبور کیا ہے۔ ورنہ قرآن میں کچھ نہیں ہے۔

(۷) کبھی کہہ دیا کہ غزوات میں پیمبر اسلام خود شریک ہو کر بڑے بڑے حملے کرتے تھے اور سرایا (جن میں اصحاب دشمنان اسلام کی سرکوبی کے لئے جاتے تھے) میں اصحاب کو قزاقی کی تعلیم وٹریننگ دی جاتی تھی اور گرد ونواح کے قبائل کو بزور وبجبر مسلمان بنایا جاتا تھا۔

(۸) کبھی کہہ دیا کہ پیمبر اسلام نے اہل اسلام کو تعلیم دی ہے کہ وہ مجبور محض ہے اور خدا نے قبل پیدائش انسان اس کی قسمت کو مقرر کر دیا ہے اور لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ لہذا اسلام پردۂ توکل میں کاہلی اور بے چارگی سکھاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس دور تصانیف میں عیسائی مورخین نے اسلام کے خلاف خوب خوب شگوفے کھلائے اور اپنے تعصب مذہبی کی بدولت جابجا ٹھوکریں کھائیں اور غلطیاں کیں۔

مگر اس دور کے مقلدین تہذیب یورپ اور فریفتہ زبان یورپ مسلمانوں کو ان تصانیف کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ اُدھر سے ان مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا جذبہ اور کتب کی فراہمی کا سامان اور ادھر سے باوجود اپنی مذہبی لاعلمی کے صرف زبان انگریزی میں کتب تاریخ اسلام کے مطالعہ کا شوق اس دور کے مسلمانوں کو مغرور علم بنا گیا۔ اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ بس حقیقی اسلام وہی ہے۔ جس کو مورخین یورپ نے بہ زبان انگریزی پیش کیا ہے۔

مسلمانوں کا یہ طبقہ زبان عربی وفارسی سے قطعی ناواقف تھا۔ اپنے علوم مذہبی سے رسگا واقف تھا۔ اس کے لئے صرف کتب مذکور کا مطالعہ کافی ہو گیا اور وہ خود مصنف تاریخ اسلام بن کر بو قلموں موشگافیاں کرنے لگے۔ یہ دور بھی تقریباً ایک صدی تک باقی رہا۔ اور اس کے اثرات اب بھی روز افزوں موجود ہیں۔

علاوہ بریں تعلیمات پیمبر اسلام دنیا کے مختلف قدیم مذاہب۔ مختلف خطہ ہائے ارض مختلف حکومتوں میں پہنچیں۔ وہ قومیں مسلمان تو ہو گئیں اور اسلام کے نمایاں اصول۔ توحید۔ نبوت۔ قیامت۔ ایمان بہ ملائک وقرآن وغیرہ پر تو ایمان لائیں مگر ان کے علماء نے اپنے عقائد قدیم کو بھی باحسن طریق

تعلیمات پیمبر اسلام میں سمو دیا۔ اور یہ سلسلہ صدر اوّل اسلام سے آج تک متواتر و مسلسل ہے۔ اوّل دین عربی تھا پھر علم عربی بن گیا۔ پھر علم یونان ہو گیا۔ پھر ترک۔ دیلم و عجم۔ سندھ۔ ہند وغیرہ کے اثرات سے متاثر کیا گیا۔ اور ہر ملک و ہر مذہب کے پیروانِ اسلام نے اپنے منقولات و معقولات کو تعلیمات اسلام میں نامعلوم طریقہ پر ملا دینے کی سعی کی۔

مگر چونکہ اصول اسلام بنی نوع انسان کو حریت۔ شجاعت۔ عفت۔ محبت۔ مروّت۔ اخوت۔ تہذیب اخلاق۔ قوانین تمدّن و سیاست وغیرہ کا درس عام دیتے تھے۔ لہٰذا روح اسلام پر آنچ نہ آئی۔ اور توحید نبوت اخوت و یوم آخرت پر ہر مسلم کا عقیدہ رہا۔ اور اسی وجہ سے اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہا اور انشاء اللہ ہمیشہ ترقی کرتا رہے گا۔

سیاست مدن میں جس طرح عہد صلح دامن میں اصلاح معاشرہ اور تہذیب اخلاق و حفاظت جان و مال و عزت و ناموس بنی نوع انسان ضروری ہے۔ اسی طرح اشرار کے جنگی حملوں سے اپنی اور اپنے اہل ملک و ہموطن و ہم معاہدہ افراد کی حفاظت لازمی ہے۔

تمام تواریخ متفق ہیں کہ پیمبر اسلام نے ۱۳ سال مکہ میں مصائب جھیلے۔ اس کے بعد مدینہ ہجرت کی۔ اور اپنے ساتھ اپنے ہم عقیدہ افراد کو بھی لے آئے۔ اب اہل مکہ کو پیمبر اسلام اور اہل اسلام سے تعرض نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ایک سال کامل گزر گیا۔ پیمبر اسلام نے اپنی جانب سے کوئی اشتعال انگیز بات نہیں کی۔ آخر ۲ ھ میں اہل مکہ نے مہاجرین کو ڈرانا دھمکانا شروع کیا اور آخر بالاتفاق آرائے اور بعد مشورہ ابوجہل نے پیمبر اسلام کو تہدیدی خط لکھا جس کو باب حکمت غزوہ بدر میں میں نے نقل کیا ہے اس میں صاف صاف لکھ دیا ہے۔

"اے محمد تمہارے سر میں جو خبط بھرا ہے اُس نے تم کو مدینہ پھینک دیا اور تم پر زمین کو تنگ کر دیا۔ یاد رکھو۔ ہم تم کو وہاں بھی بغیر فنا کئے نہیں چھوڑیں گے۔" وغیرہ وغیرہ۔

میں نے باب حکمت میں تمام غزوات و سرایا کو تفصیلاً لکھ دیا ہے۔ اس جگہ تکرار مضامین کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر صرف اتنا لکھنا ضرور ہے کہ پیمبر اسلام نے ان مغرور ترین طاقت و ثروت اور دشمنان دین اسلام و اصول تمدّن کو اپنی سیاست کے ذریعہ سے ایسا نیچا دکھایا کہ ان کے ۱۹ عظیم الشان حملے اور تمام قبائل کے اجتماع، آلات حرب و ضرب اور محفوظ قلعہ سب بیکار ہو گئے اور ایک دن وہ آیا کہ ان کے سرکش ہمیشہ کے لئے آغوش زمین میں سو گئے اور ما بقی فتح مکہ کے دن دست بستہ سر جھکائے ہوئے طالب معافی تھے اور اپنی جان مال و ناموس کی بھیک پیمبر اسلام سے مانگ رہے تھے اور پیمبر اسلام

فرمارہے تھے۔ انتم الطلقاء تم کو آج آزاد کیا جاتا ہے۔

پیمبر اسلام نے دس سال میں ۳۵ سرایا۔ اور ۱۹ غزوات میں دشمنوں سے جنگ کی۔ اور آپ خود سپہ سالار فوج کے فرائض کو ادا کرتے رہے اور آپ نے سیاست مدن کے وہ نمونے ان فتوحات میں پیش کئے ہیں جن سے انسان کامل درس قوانین جنگ حاصل کر سکتا ہے۔ اور سب سے بڑی خوبی آپ کی سیاست میں ہے کہ جنگیں طلب جاہ۔ و ملک و دولت کے لئے نہیں لڑی گئیں بلکہ پیمبر اسلام نے بعد فتح سابقہ امراء ہی کو امیر باقی رہنے دیا۔ یہ جنگیں انتقام کے جذبہ کے ماتحت نہیں لڑی گئیں کیوں کہ بعد فتح پیمبر اسلام نے ہمیشہ مفتوح کو معاف کر دیا۔ ان جنگوں کا مقصد صرف ایک ہی تھا اور وہ یہ کہ قوانین تمدن و تہذیب کی اشاعت عام کی جائے اور اشرار کی شرارتوں سے اخیار کو محفوظ کیا جائے۔

جن اشرار کی اصلاح ممکن ہو اُن کی اصلاح کی جائے اور ان سے اصول معاشرہ و تہذیب و تمدن کی پابندی کا عہد لیا جائے اور مساوی حقوق دیئے جائیں اور جو اشرار ناقابل اصلاح ہیں اور جو ہمیشہ معاشرہ کی تباہی اور اخلاق کی بربادی کا سبب رہیں گے ان کو تہ تیغ کر دیا جائے جس طرح باغبان خار و خاشاک چمن کو جمع کر کے آگ لگا دیتا ہے اور ان کے مہلک اثرات و جراثیم سے گل و ریاحین کو محفوظ کر لیتا ہے۔

قابل غور و توجہ یہ امر ہے کہ پیمبر اسلام نے ہر معرکہ میں باوجود قلت سپاہ وکمی اسلحہ و رسد ہمیشہ فتح حاصل کی ہے اور اس فتح کی خوبی سب سے زیادہ یہ تھی کہ مفتوح قبائل بمفتوح ملک کے کل افراد کو صرف اقرار کلمہ توحید پر آزاد کر دیا جاتا تھا اور مساوی حقوق دے کر ان کو معاون و مددگار بنا لیا جاتا تھا۔ بدترین دشمن اسلام بھی جب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو انھوں نے بظاہر کبھی لشکر اسلام سے غداری نہیں کی۔ اگر بزور شمشیر ان کو مسلمان کیا جاتا تو ان کے قلوب مفتوح نہ ہوتے بلکہ جسم بمجبوری مفتوح و مغلوب ہو جاتے مگر وہ صرف چند روز کے لئے اور جب موقعہ ملتا عام بغاوت ہو جاتی اور لشکر اسلام کا وجود ہی ختم ہو جاتا۔

علاوہ بریں پیمبر اسلام کی لڑائیاں اور فتوحات کا تعلق دنیوی حکومت سے نہ تھا۔ بلکہ قدیم ترین مذاہب اصنام پرستی۔ یہودیت و عسائیت مسخ شدہ کو مٹانا اور دین اسلام کو قائم کرنا پیمبر اسلام کا مقصد غزوات تھا۔

افراد اور اجتماع کے قلوب میں اپنے مذہب کی جڑیں مستحکم دور دراز تک ہوتی ہیں۔ مگر تاریخ شاہد

ہے کہ پیمبر اسلام کے طرز عمل اور اخلاق اور دین اسلام کی خوبیوں نے قلوب افراد میں بہت گہرا اثر پیدا کیا تھا۔ جس کی وجہ سے تعداد لشکر اسلام ہمیشہ روز افزوں رہی اور آج تک ہے اور تا قیامت پیروان اسلام کی تعداد بڑھتی ہی رہے گی۔

دفع اعتراض ہر مذکورہ دعوی پر ایک اعتراض بھی ممکن ہے اور وہ یہ کہ دائرہ اسلام میں ہی دشمنان اسلام موجود تھے جن کو منافق کہا جاتا ہے۔ بے شک یہ واقعہ تاریخی ہے مگر پیمبر اسلام کی سیاست اعلیٰ کا یہ کارنامہ تھا کہ آپ نے اپنی حیات ہی میں اپنے مقلدین اور مسلمین کو تین طبقات میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور جو جس طبقہ میں تھا اس کو اس بات کا علم بھی تھا۔ چنانچہ عبداللہ ابن ابی سردار منافقین تھا اور اس کی جماعت بھی موجود تھی۔ اسی طرح مؤلفۃ القلوب کا بھی ایک گروہ تھا جن کو مال غنیمت وغیرہ میں زیادہ حصہ دیا جاتا تھا۔ تیسرے طبقہ میں مسلمان تھے۔ میں نے جو دلائل اور دعوی پیش کیا ہے وہ مسلمانوں کے بارہ میں ہے وہ منافقین اور مؤلفۃ القلوب کے بارہ میں نہیں ہے۔

سیاست پیمبر اسلام پر یہ بھی اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ باوجود قدرت آپ نے منافقین اور مؤلفۃ القلوب کو تہ تیغ کر کے دائرہ اسلام کو کیوں نہ صاف و پاک کر لیا۔ اس کا جواب خود پیمبر اسلام نے بھی کئی مواقع پر اہل اسلام کو دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

غزوہ مریسیع کے دوران محاصرہ پانی پر مہاجرین اور انصار میں جھگڑا ہو گیا اور نوبت دست بہ قبضہ شمشیر تک پہنچ گئی۔ رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول جو غزوہ احد میں تین سو افراد کو ہمراہ لے کر عین موقعہ جنگ پر لشکر اسلام سے جدا ہو گیا تھا وہی آگے بڑھا اور انصار کو اشتعال دینا شروع کیا۔ اور کہا کہ اے انصار اب بھی آنکھیں کھولو یہ مہاجر بعد حصول اقتدار تم سے آنکھیں پھیر لیں گے۔ مگر بعض سنجیدہ افراد نے معاملہ کو رفع و گزشت کر دیا۔ جب پیمبر اسلام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے سکوت اختیار فرمایا۔ عمر ابن خطاب نے پیمبر اسلام سے عرض کیا۔ کہ آپ کسی کو حکم دیں کہ وہ عبداللہ ابن ابی سلول کی گردن مار دے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔

"اے عمر۔ تم یہ مشہور کرنا چاہتے ہو کہ محمدؐ اپنے ہمراہیوں کو قتل کرا دیتے ہیں۔"

(صحیح بخاری غزوہ مریسیع)

پیمبر اسلام بہ اقتضاء سیاست عالیہ یہ امر بخوبی جانتے تھے کہ دائرہ اہل اسلام میں وہ لوگ بھی داخل ہو جائیں گے جو لالچی ہیں۔ لہذا آپ نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کو باخبر کر دیا کہ کون لو

منافق ہیں اور کون مولفۃ القلوب۔ مولفۃ القلوب وہ لوگ تھے جن کو اہل اسلام میں صرف اس لئے شمار کیا جاتا تھا کہ ان نومسلموں اور بد اعتقادوں اور جاہلوں کے قلوب میں محبت ایمان داخل ہو جائے اور اعمال و کردار اہل اسلام کا اثر رفتہ رفتہ ان پر ہوتا رہے اور یہ لوگ خالص مسلمان ہو جائیں اور ان کے بعد ان کی اولادیں خالص مسلمان پیدا ہوں علاوہ بریں جب گھمسان کی لڑائی ہو تو مجاہدین اسلام مجموعی حیثیت سے مقابلہ اور مدافعہ کر سکیں اور ان کی تعداد میں بوجہ لوازم و دیگر ضروریات جنگ کے کمی نہ ہو۔ بلکہ ان دیگر کاموں کو وہ مولفۃ القلوب اور منافقین صرف مال غنیمت کے لالچ میں انجام دیتے رہیں۔

اب رہا یہ معاملہ کہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ان غیر ذمہ دار افراد کو ساتھ لے جانے میں نقصان بھی تھا کہ اگر سختی جنگ کے وقت یہ لوگ بھاگیں تو ان کے ساتھ افراد لشکر اسلام بھی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کریں۔ یہ اس لئے ممکن نہ تھا کہ پیمبر اسلام جنگ کی اہمیت کا اندازہ پہلے سے کر لیتے تھے اور آپ کے ہمراہ وہ افراد لشکر اور مجاہد ہوتے تھے جن پر پیمبر اسلام کو آخری لمحہ حیات تک اعتماد کلی ہوتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ پیمبر اسلام کسی جنگ میں ناکامیاب نہیں ہوئے بلکہ آپ کی فتوحات کا دائرہ روز بروز وسیع تر ہی ہوتا گیا۔

۲۱۔ سیاست مدن پیمبر اسلام کی مدافعانہ جنگ اور سرایا میں ہمیشہ ایسا ہی ہوا کہ دشمن کے لشکر و سامان جنگ کے مقابلہ میں۔ سلاح جنگ اور افراد لشکر کم تعداد ہوتے تھے مگر با ایں ہمہ آپ نے ہمیشہ فتوحات حاصل کی جن کی وجہ یہ تھی کہ خود آداب جنگ۔ اور آداب صف بندی واسلحہ کے استعمال اور افراد لشکر سے کام لینے سے ایسے واقف تھے کہ جس کی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی ہے۔ آپ نے آداب جنگ اور مقاصد جنگ کے قوانین اور آئین اپنے طرز عمل سے ایسے مرتب کر دئیے ہیں جن پر عمل کرنے سے ہمیشہ دنیا میں امن وامان قائم ہوگا اور اشرار پر چاہے ان کی طاقت اور تعداد کتنی ہی زیادہ ہو ہمیشہ فتح حاصل ہو گی۔

جنگ بدر میں قریش مکہ حملہ آور تھے ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ مسلح بہ اسلحہ ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تھے مگر پیمبر اسلام کو علم ہو گیا تو آپ نے مقام بدر پر پہنچ کر دشمن پر ظاہر کر دیا کہ وہ لشکر اسلام کو حقیر نہ سمجھیں کہ ان کے گھروں پر حملہ کی ہمت اور ارادہ کر کے آرہے ہیں بلکہ لشکر اسلام اُن کے حملہ کا منھ توڑ جواب دینے پر قادر ہے علاوہ بریں آپ نے بہ نفس نفیس خود اپنی محدود اور معدود صرف ۳۱۳ افراد فوج کو گمان کیا اور اس کا میمنہ میسرہ۔ قلب وغیرہ ترتیب دیا۔

(۱) ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم۔ (ترجمہ) پیمبر اسلام کے کل غزوات کی تعداد بعض مورخین نے

۱۹ لکھی ہے اور بعض نے ۲۱ لکھی ہے۔ اور بعض نے ۲۴ اور بعض نے ۲۷ غزوات تعداد بتائی ہے۔

(۲) بعض مورخین نے پیمبر اسلام کے سرایا (جمع سریہ) کی تعداد ۳۶۔ بعض نے ۴۸ اور بعض نے ۵۶ بھی لکھی ہے۔

تعریف سریہ:۔ رسول خدا لشکر فرستادہ خود بہمراہ لشکر نہ بود (ترجمہ) پیمبر اسلام لشکر اسلام کو روانۂ جنگ کیلئے بھیجتے تھے اور خود ہمراہ تشریف نہیں لیجاتے تھے۔

احکام جنگ:۔ اما چوں لشکر را مامور می نمود قائد آں سپاہ را بالشکریاں طلب فرمودہ بدیں گونہ می فرمود۔ (ترجمہ) جب لشکر کو روانہ فرماتے تھے تو سپہ سالار کو اس الفاظ میں حکم دیتے تھے۔

(۱) جب میدان جنگ میں جاؤ تو خدا کا نام پہلے لے لو۔ خدا سے طلب اعانت کرو اور جہاد کرو صرف خدا کے واسطے اور ملت رسولِ خدا کے واسطے۔

(۲) اے لوگو کبھی مکر و فریب نہ کرو۔

(۳) مال غنیمت میں کبھی چوری نہ کرو۔

(۴) کفار کو قتل کرنے کے بعد ان کی آنکھ۔ ناک۔ کان اور اعضائے جسم کو قطع نکرو۔

(۵) بوڑھوں۔ بچوں۔ عورتوں کو قتل نہ کرو۔

(۶) درویشوں اور رہبانوں کو جو پہاڑوں کے غاروں اور حجروں میں رہتے ہیں قتل نہ کرو۔

(۷) درختوں کو جڑ سے نہ کاٹو جب تک کہ خاص مجبوری نہ ہو۔

(۸) کوئی مسلمان اگر کسی کافر کو امان جان دیدے تو تم سب اس امان کو منظور کرو جب تک کہ وہ کافر تمہارے سامنے آئے۔ خدا کے کلام کو سُنے۔ اگر وہ تمہارا دین قبول کر چکا ہے تو وہ تمہارا بھائی ہے اور اگر وہ دین اسلام کو قبول کرنا نہیں چاہتا ہے تو اس کو اس کے مقام سابق پر پہنچا دو اور پھر اس کے قتل کرنے پر خدا کی مدد طلب کرو۔ (مطلب یہ ہے کہ اگر وہ پھر دشمنان اسلام کے لشکر میں شامل ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرے تو اس کے قتل کرنے میں خدا سے طلب اعانت کرو)۔

(۹) نخلستان کو نہ جلاؤ اور نہ اُن کو پانی میں غرق کرو۔ اور درختان میوہ دار جڑ سے نہ نکالو۔ کھیتی اور بغیچوں کو نہ جلاؤ شاید خود تم کو اُن کی ضرورت پیش آجائے۔

(۱۰) حلال گوشت جانور کو ذبح نہ کرو بجز اس حالت کے کہ تم کو خود خوراک کی ضرورت ہو۔

(۱۱) دشمنوں کو جنگ سے پہلے تین امور کی دعوت دو۔

(۱) اول یہ کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ طریقہ ہجرت پر عمل کریں

توایسی صورت میں وہ مال غنیمت کے حقدار ہوں گے۔

اور اگر وہ اپنے گھروں ہی میں رہنا چاہتے ہیں تو وہ ان عربوں کی مانند ہوں گے جو مسلمان تو ہو گئے ہیں مگر اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور جہاد میں شریک نہیں ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مال غنیمت نہیں ملتا ہے۔

(۱۲) اگر مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائیں۔ تو اگر وہ اہل کتاب ہیں تو وہ جزیہ ادا کریں اور جب وہ جزیہ ادا کرتے رہیں تو اُن کو محفوظ اور امان میں رکھو۔ اور اگر وہ جزیہ سے انکار کر دیں تو جہاد کرو۔

(۱۳) اگر کسی قلعہ کو محصور کرو اور محصورین قلعہ باہر آنا چاہیں اور اپنے اوپر حکم خدا کا نفاذ و اجراء چاہیں تم اس بات کو قبول نہ کرو کیوں کہ شاید تم حکم خدا سے مطابق موقع واقف نہ ہو بلکہ ان کے قلعہ پر ایک حاکم اپنا مقرر کر دو۔ اگر محصورین امان طلب کریں تو اپنی طرف سے امان نہ دو بلکہ خدا و رسول کی طرف سے امان قبول کرو۔

(۱۴) مشرکوں اور دشمنوں کے پینے کے پانی کے چشموں۔ اسٹوروں کو زہر آلود نہ کرو اور حیلہ اور دھوکا نہ دو۔

(۱۵) خود پیمبر اسلام نے کسی پر شبخون نہیں مارا۔

(۱۶) پیمبر اسلام نے علامات اور شعار فوجی مقرر کر دی تھیں تاکہ تاریکی شب میں دشمن اور دوست کو اس شعار اور علامت سے پہچان سکیں۔

مثلاً۔ علامت جنگ بدر اور احد	یا نصر اللہ اقترب
علامت جنگ بنی نضیر	یا روح القدوس ارح
علامت غزوہ حنین	یا بنی عبد اللہ
علامت جنگ احزاب	حم لا ینصرون
علامت بنی قریظہ	یا سلام اسلمھم
علامت مریسیع و بنی المصطلق	الا الی اللہ الامر
علامت حدیبیہ	الا لعنۃ اللہ علی الظالمین
علامت جنگ خیبر	یا علی اتیھم من عل
علامت فتح مکہ	نحن عباد اللہ حقاً
علامت جنگ تبوک	یا احدٌ یا صمدٌ۔

(۱۷) ایک سو مسلمانوں کا لشکر دو سو کفار سے مقابلہ کرے۔

(۱۸) اگر طاقت اور تعداد لشکر دشمن بہت زیادہ ہو تو لشکر اسلام کو اختیار ہے کہ وہ مقابلہ کرتے رہیں یا دشمن کے سامنے سے ہٹ جائیں۔

(۱۹) پیمبر اسلام جنگوں میں عورتوں کو ہمراہ رکھتے تھے تاکہ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال و تیمار داری کا کام کر سکیں۔

(۲۰) غزوۂ بدر میں پیمبر اسلام کے ہاتھ میں ایک تیر تھا اس سے صفوف لشکر کو سیدھا کرنے کے لئے اشارے کر رہے تھے اور حکم تھا کہ صف میں کوئی نہ آگے ہو نہ پیچھے۔

(۲۱) حکم تھا کہ وقت جنگ سکوت و خاموشی ہو تاکہ سکون قلب اور اطمینان حاصل رہے۔

(۲۲) دشمن پر حملے کرنے اور ہاتھ اٹھانے کو منع کر دیا تھا۔

(۲۳) غزوہ بدر میں اگرچہ لشکر اسلام کی تعداد بہت کم تھی مگر آپ نے اس لشکر کے تین حصے کر دیئے تھے۔

(ا) مہاجرین کا دستہ۔ علمدار علی ابن ابی طالب یا مصعب ابن عمیر۔

(ب) انصار کے قبیلہ اوس کا دستہ۔ علمدار خباب بن منذر۔

(ج) " قبیلہ خزرج کا دستہ۔ علمدار سعد بن معاذ۔

پیمبر اسلام نے جو اصول اور مقاصد جنگ تعلیم کیے ہیں۔ بہ نظر انصاف اگر ان پر غور کیا جائے تو ان کی مثال آج کی دنیا میں بھی موجود نہیں ہے۔ حالانکہ اس عہد کے خواص و عام کا دعویٰ ہے کہ وہ تمدن وسیاست و آداب جنگ کے بہترین ماہر ہیں۔ مگر عہد موجودہ کی جنگیں عالم میں وجہ فساد اور وجہ ہلاکت و فنائے نوع انسانی بن رہی ہیں اور روز بروز شعلہائے جنگ تیز تر اور بلند تر ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر پیمبر اسلام کی مدافعانہ جنگوں نے نوع انسان کو امن و امان عالم کی شاہراہ پر ڈال دیا تھا۔ اشرار بنی نوع انسان کا خاتمہ ہوتا جا رہا تھا اور اخیار اور نیکو کاروں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اور لشکر اسلام کا ہر فرد مصلح و بہی خواہ بنی نوع انسان بن رہا تھا چنانچہ پیمبر اسلام کے صرف ۹ سال کی محنتوں نے صدیوں کے بگڑے ہوئے معاشرۂ انسانی کو درست کر دیا اور عرب و نواح عرب کے انسانوں کو ایک دوسرے کا حامی و مددگار بنا دیا۔

اگر پیمبر اسلام کے معین کردہ اصول و قوانین جنگ اور سیاست پر بعد کے مسلمان بھی عمل کرتے رہتے تو آج یہ آہیں بھرتی ہوئی دنیا اور کرب و اضطراب میں مبتلا اہل ممالک نظر نہ آتے بلکہ افراد و اجتماع عالم

ایک دوسرے کے خیر خواہ اور مددگار رہوتے۔

اگرچہ پیمبر اسلام کے قوانین سیاست و تمدن پر پورا پورا عمل نہیں کیا گیا مگر پھر بھی اہل اسلام کی اخوت وباہمی محبت ان کو ایک روح دو قالب بنائے ہوئے ہے۔ بحیثیت مسلم کے افریقہ کا سیاہ فام۔ یورپ وٹرکی کا سفید فام اور ہندوپاک وعرب وعجم وغیرہ ممالک اسلامیہ کے باشندہ ایک ہی نظام معاشرہ میں منسلک ہیں اور ان میں ایک لازوال روحانی اتحاد آج بھی موجود ہے۔ جب کبھی اسی اتحاد و اتفاق کی طاقت بڑھنے لگتی ہے تو اقوام حریص جاہ وثروت اقوام طماع توسیع ملک و طاقت کی آنکھوں میں خیرگی پیدا ہونے لگتی ہے اور وہ اپنی پوری طاقت سے ان میں پھوٹ ڈالنے اور تفریق پیدا کرنے کی کوشش تیز تر کردیتے ہیں۔ مگر حق ہمیشہ بلند رہا ہے اور رہے گا۔ اور ایسے اصول جو ساکنین سطح ارض کو سکون واطمینان دے سکتے ہیں ہمیشہ سر بلند اور باقی رہیں گے۔

۲۲۔ تمدن وسیاست مدن بدر اولیٰ۔ جمادی الثانی سنہ ۲ ھ

کرز بن جابر فہری معہ ایک جماعت کے آیا اور تین منزل تک مدینہ کے حدود میں داخل ہوکر پیمبر اسلام کے ناقوں کو اور اہلِ مدینہ کے دیگر مویشیوں کو ہنکا کرلے گیا۔ پیمبر اسلام نے علیؑ ابن ابی طالب کو چاہ بدر پر بھیجا اور حالات کی اطلاع طلب کی۔ علیؑ نے واپس آکر اطلاع دی کہ وہاں کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ یہ واقعہ جمادی الآخر ۲ ھ کے ہفتۂ اول کا ہے۔ اسی مہینہ کے آخر میں یا ماہ رجب میں یہ واقعہ ہوا کہ پیمبر اسلام نے عبداللہ بن جحش کو اپنے پاس بلایا۔ اور بارہ افراد اُن کے ہمراہ کئے اور ایک تحریر لکھ کر سربند اپنی مہر لگا کر عبداللہ کو دے دی اور حکم دیا کہ اس تحریر کو تین روز سفر کرنے کے بعد لفافہ کھول کر پڑھو۔ جو حکم ہو عمل کرو۔ عبداللہؓ روانہ ہوگئے اور مطابق حکم پیمبر اسلام جب تین روز سفر کر چکے تو تحریر کو پڑھا۔ لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بطن نخلہ تک جاؤ اور ٹھہرو شاید کہ خدا کوئی سبب پیدا کرے۔ اور قریش کا کوئی قافلہ وہاں ملے۔ عبداللہ کے کچھ ساتھی تو گم شدہ مویشیوں اور مولشیوں کو چرا کر لے جانے والوں کی تلاش میں مصروف ہوگئے۔ اسی اثنا میں قریش کا قافلہ جو جانب یمن جارہا تھا آتا ہوا دکھائی دیا۔ عکاشہ بن محصن اسدی نے اپنا سر منڈایا اور یہ ظاہر کیا کہ حج کعبہ کو جارہے ہیں۔ اہل قافلہ کو دھوکا دے کر ان پر حملہ کردیا۔ دو افراد قتل کردیئے اور ان کا سامان لے کر مدینہ پہنچے۔ اس مال کا پانچواں حصہ (خمس) خدمت پیمبر اسلام کو بھیجا۔ جب پیمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ عکاشہ نے یہ حرکت کی ہے کہ اہل قافلہ کو دھوکا دیا اور

(ابن ... ۲)

ماہ رجب جس میں جنگ وقتال ممنوع ہے جنگ کی ہے تو آپ نے عبداللہ کو بلایا اور فرمایا۔ (ناسخ التواریخ)

من شمارا نہ گفتہ بودم کہ در شہر حرام حرب نہ کنید۔ این بہ گفت وحکم داد تا ہیچ کس بدان غنائم دست فرا نہ برد و اسیران و محبوسان باشند تا حکم خدا برسد تا آنکہ آیت یسئلونک عن الشھر الحرام الخ...... نازل گشت ...... وبروایتے ان اموال موقوف بود تا باغنائم بدر قسمت گشت۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ ماہ حرام میں جنگ نہ کرو آپ نے یہ فرمایا اور حکم دیا کہ کوئی شخص اس مال غنیمت کو ہاتھ نہ لگائے اور قیدیوں کو قید رکھا جائے جب تک کہ حکم خدا نہ آجائے۔ پھر یہ آیت یسئلونک الخ نازل ہوئی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ مال غنیمت تقسیم نہیں کیا گیا ایسا ہی رکھا رہا حتی کہ بدر کے مال کے ساتھ تقسیم کیا گیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ پیمبر اسلام نے اپنے مخصوص صحابی کے فعل پر اس لئے ناراضگی کا اظہار کیا کہ ماہ حرام میں قتال کیا گیا۔ سر منڈا کر حاجیوں کا بھیس بنا کر اہل قافلہ کو دھوکا دیکر حملہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ پیمبر اسلام نے اس مال غنیمت کو کسی کو لینے نہ دیا بلکہ جنگ بدر کے مال غنیمت کے ساتھ تقسیم کیا گیا۔ صرف اس لئے کہ قوانین وآداب جنگ کی خلاف ورزی تھوڑی ہو یا زیادہ ہمیشہ قابل اصلاح سمجھی جائے اور جو کام بھی کیا جائے وہ اصول کے موافق ہو۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیمبر اسلام نے ان اشرار کی تلاش میں ان بارہ افراد کو بھیجا تھا جو اہل مدینہ کے مویشی چرا کر لے گئے تھے۔ دوسرے یہ غرض تھی کہ قریش کہیں پیمبر اسلام اور اہل اسلام کو کمزور تصور نہ کرلیں کہ آئندہ اس سے زیادہ ہمت کر سکیں بلکہ مویشیوں کے چوری کے بعد چوروں کا تعاقب کرنا اپنی طاقت کا اظہار تھا اور یہ امر اصول سیاست کے لئے ضروری تھا۔ مگر عکاشہ نے حاجیوں کا بھیس بدل کر قافلہ پر حملہ کر دیا یہ امر خلاف قوانین سیاست وتمدن تھا لہذا آپ نے پہلے ہی موقع پر اصحاب کو تنبیہہ کر کے بتا دیا کہ اشرار سے انتقام عین سیاست ہے اور تحفظ حقوق اخیار ہے اس کے خلاف کوئی کام کرنا خلاف قوانین سیاست ہے۔

یہی وہ واقعہ ہے جس کو کتب تاریخ اسلام میں مطالعہ کر کے عیسائی وغیر مسلم متعصب مورخین یہ الزام لگاتے ہیں کہ پیمبر اسلام اپنے اصحاب کو راہ زنی اور قزاقی کی تعلیم دیتے تھے مگر انھوں نے ناقص واقعات تاریخی کو دیکھ کر ایسی رائے قائم کر لی ورنہ یہی وہ واقعہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ

پیمبر اسلام نے پہلے ہی موقعہ پر غیر تربیت یافتہ اصحاب کو قوانین تمدن و سیاست کی تعلیم دی ہے اور ان کو غلط راہ روی سے روکا ہے۔

۲۳۔ سیاست مدن مشورہ بہ اصحاب

ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم غزوہ بدر

پیمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ قریش کا لشکر جس کی تعداد نوسو پچاس ۹۵۰ ہے مکہ سے روانہ ہو چکی ہے تو آپ نے بھی مدینہ سے روانگی کا ارادہ کیا اور جب آپ مقام عقیق پر پہنچے اس وقت کچھ لوگ جیب بن یصاف و قیس بن حارث کے ہمراہ آئے اور لشکر اسلام سے ملحق ہو گئے۔ یہ لوگ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے جب اُن کی آمد کا حال پیمبر اسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔

لا تخرجن معنا رجل لیس علی دیننا۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ بارادہ جہاد وہ لوگ نہ جائیں جو ہمارے دین پر نہیں ہیں۔

خباب بن جیب تو مسلمان ہو گیا اور باقی سب لوگ واپس ہو گئے۔ پیمبر اسلام نے اپنے اس عمل سے ثابت کر دیا کہ آپ کی غرض جہاد سے حملہ دشمن کو دفاع کرنا مقصود تھا اور جنگ صرف کچھ اصول تمدن و سیاست کے قائم کرنے کے لئے کی جا رہی تھی نہ کہ مال و دولت کے حاصل کرنے کے لئے کی جا رہی تھی ——— اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ جب وہ مشرکین آئے تو پیمبر اسلام نے دریافت کیا۔

ما اخرجکما۔ اے مشرکین تم ہمارے ساتھ کس غرض سے چل رہے ہو۔

ان لوگوں نے جواب دیا۔ "تا برائے اخذ غنیمت باشما بپوستیم"۔ ہم لوگ مال غنیمت کے حاصل ہونے کی غرض سے آپ کے ہمراہ چل رہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی غرض صرف لوٹ مار تھی اور بس۔ پیمبر اسلام کی غرض تبلیغ توحید و تعلیم اصول اسلام و معاشرہ تھی۔ چونکہ اغراض بین تضاد تھا لہذا آپ نے مفسدین اور اشرار کو ہمراہ لے جانے سے انکار کر دیا حالانکہ جنگ بدر پہلی جنگ تھی مسلمان کم تعداد تھے اور لشکر دشمن مسلح اور کثیر تعداد تھا۔ ایسی صورت میں تعداد لشکر کا بڑھا لینا ہی بظاہر مناسب تھا۔ مگر چوں کہ اصلی غرض مفقود ہو رہی تھی لہذا ان لوگوں کو ہمراہ نہ لیا گیا۔

اس واقعہ سے بھی یہی امر واضح ہوا کہ پیمبر اسلام اصلاح معاشرہ و تہذیب اخلاق اور قوانین تمدن و سیاست کے مطابق ہر کام کرنا چاہتے تھے۔

۲۴ - سیاست مدن بمشورہ

جب کفار قریش حملہ کرنے پر یک جہت ہو گئے اور پیمبر اسلام کو انکی روانگی کی اطلاع مل گئی تو آپ نے اپنے ممتاز اصحاب کو جمع کیا اور ان سے صورت جنگ کے بارہ میں مشورہ کیا۔ اس مکالمہ کو ناسخ التواریخ سے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) ابوبکر برخواست وگفت یارسول اللہ این جماعت مردان قریش اند و در حرب وضرب کار آزمودہ و مجرب اند۔

ابوبکر نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے خدا کے رسول یہ لوگ قریش کے بہادر ہیں۔ حرب وضرب میں آزمودہ کار اور تجربہ کار ہیں۔

واینک بعزم رزم ما لشکر را ساختگی کردہ بیرون تاختہ اند و ما بر بصیرت نبودہ ایم وکار بر قانون ایشاں نفرمودہ ایم۔

اور اس وقت تو وہ لوگ ہم سے لڑنے کے ارادے لشکر ترتیب دیکر حملہ کرنے والے ہیں۔ اور ہم لوگ ناواقف اور ان کے مثل آداب جنگ سے بے بہرہ ہیں۔

پیمبر اسلام:۔ رسول خدا را این سخن پسندیدہ نہ افتاد، فرمود بہ نشیں۔

پیمبر اسلام کو یہ گفتگو پسند نہ آئی اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔

از پس او عمر ابن خطاب برخواست و ہم بدیں روش سخن کرد۔

اس کے بعد عمر ابن خطاب نے کھڑے ہو کر ایسی قسم کی باتیں کیں۔

ہمانا چند تن بر این رفتند پس این آیت بیامد۔ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المومنین لکارھون۔

اسی طرح چند افراد نے اسی قسم کی گفتگو کی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ جبکہ تیرے رب نے تجھ کو تیرے گھر سے نکالا حق کے ساتھ۔ اور اس وقت مومنین کا ایک گروہ جنگ سے کراہت کر رہا تھا۔

مقداد بن اسود کندی نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول آپ وہ کیجیے جو آپ کو خدا کا حکم ہے۔ خدا کی قسم ہم آپ سے وہ الفاظ نہ کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہے۔

اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔

اے موسیٰؑ تم اور تمہارا خدا جنگ کے لئے جائے ہم تو خاموش بیٹھنے والے ہیں۔ (تم جنگ کو جاؤ ہم نہیں جائینگے)

اگر آپ ہم کو برق الغماد (جو مکہ سے اُس طرف ہے) جانے کا حکم دیں گے تو بھی ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ پیمبر اسلام نے مقداد کو دعائے خیر دی۔

اس کے بعد پیمبر اسلام نے فرمایا۔ اشیروا علیّ ایھا النّاس؟ (اے لوگو! تم مجھ کو بتا دو،

پیمبر اسلام نے انصار کو یاد دلایا کہ اُنھوں نے بیعت عقبہ اس امر پر کی تھی کہ حدود مدینہ میں وہ مدد اسلام کریں گے۔ اب اس موقع پر کہ مقام بدر میں جنگ ہو گی۔ انصار کا کیا ارادہ ہے۔

سعد بن معاذ نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے خدا کے رسول آپ کی غرض اس تقریر میں ہم لوگ ہیں تو ہم لوگ (انصار) آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ ہم نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی ہے۔ آپ جہاں چاہیں جائیں اور جہاں چاہیں ہم کو جانے کا حکم دیں۔ خدا کی قسم اگر ہم کو آپ سمندر میں ڈھکیل دیں تو بھی ہم راضی ہیں۔ پھر بھلا مقابلہ و مقاتلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ہم جنگ کی صعوبات پر صابر ہیں۔ ممکن ہے کہ خدا ہماری مدد سے آپ کا کوئی ایسا کام پورا کر دے کہ آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور روشنی حاصل ہو۔

پیمبر اسلام نے سعد کے یہ الفاظ سن کر اظہار مسرت و اطمینان کیا اور فرمایا۔

یاسعد جزاك الله عن بیعتك وعن مروتك۔ حسان بن ثابت شاعر دربار رسالت میں یہ قصیدہ پڑھا۔

الا یالقومی هل لما حم دافع — وهل مامضیٰ من صالح العیش راجع

وسعد ناضحی فی الجنان واوحشت — منازلهم والارض منهم بلاقع الخ

استنباط نتائج پیمبر اسلام نے اپنے عمل مذکور کے ذریعہ کتنے ہی اصول و قوانین جنگ کے نمونے پیش کئے ہیں۔

اوّل:۔ جنگ سے پہلے امراء لشکر کا مشورہ ضروری ہے تاکہ وہ سب یک جہت ہو کر مقابلہ کر سکیں اور اُن کی مساعی جنگ میں ترتیب و ہم آہنگی و خلوص و جوش رہے۔

دوم:۔ اگر قبائل (جیسا کہ عہد قدیم میں دستور تھا) غیر مذاہب ممالک دیگر یا اپنے حلیفوں اور ہم مشربوں سے کوئی معاہدہ سابقہ ہو چکا ہے۔ اور اس میں کسی اہم و ضروری اور وقتی شرط کی ضرورت ہے تو اس کی تکمیل قبل ابتدائے جنگ ضروری ہے۔ جیسا کہ پیمبر اسلام نے انصار سے عہد لیا کہ وہ معاہدہ سابقہ (صرف حدود مدینہ میں نصرت اسلام کرنا) میں وقتی ضرورت کے لحاظ سے یہ ترمیم کر لیں کہ وہ حدود مدینہ کے باہر بھی معاون اسلام رہیں گے۔

سوم:۔ جب معلوم ہو اکہ دشمن ہمارے شہر یا ملک پر حملہ کا ارادہ کر چکا ہے تو اس کے آنے کا خاموشی سے انتظار نہ کرے ورنہ اس کا ارادہ پختہ تر اور زور دار تر ہو جائے گا۔ بلکہ اس کے مقابلہ کے لئے اپنی حدود شہر سے نکل کر اس کا سدراہ ہو جائے اور کسی مناسب جگہ کو مقام جنگ قرار دے۔

اس کے فوائد مندرجہ ذیل ہوں گے۔

(۱) شہر کی رعایا۔ عورتیں۔ بچے بوڑھے۔ سامان۔ زراعت محفوظ رہے گی۔ اور صنعت و حرفت اور اسلحہ سازی۔ فراہمی رسد میں خلل نہیں پڑے گا۔ اور ہنگامی اضطراب عوام میں پیدا نہ ہوگا۔

(۲) شہر کے حدود سے باہر جاکر حملہ آور دشمنوں سے مقابلہ کرنے میں ہر سپاہی کو جوش انتقام ہوگا۔ وہ اپنے عیال سامان و اثاث البیت کی محافظت اور اپنی اور اپنی نسل قوم۔ قبیلہ۔ کی بقاء کے لئے جان توڑ کوشش کرے گا۔

(۳) حدود شہر سے باہر نکل کر ہر سپاہی بہ دل یہ چاہے گا کہ وہ اپنے شہر کو بعد جنگ فاتحانہ انداز و خوشی سے واپس ہو۔

(۴) ہر سپاہی دشمن کے حملہ کو پسپا کرنے اور دشمن کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو قتل کرکے جنگ فتح کرنے ہی میں تو اپنی بقاء حیات اور وجہ حصول اموال غنیمت سمجھتا رہے گا اور اپنی جان کی بازی لگادے گا۔

(۵) اگر جنگ کا سلسلہ تا دیر رہے گا تو رسد۔ اسلحہ وغیرہ اپنے شہر سے منگایا جاسکتا ہے۔

(۶) اگر شہر سے باہر نکل کر حملہ آور کا مقابلہ نہ کیا جائے گا تو یقیناً حملہ آور شہر کو محصور کرلیں گے اور بعد محصوری بمجبوری قتل ہوکر پابند ہوکر یا فاقے اور پیاسے مرکر مغلوب ہونا پڑے گا۔

اس عہد ترقی میں بھی یہی طریقہ ارباب سیاست کا ہے کہ جب وہ اپنے ملک پر کسی طرف سے حملہ کا اندیشہ پاتے ہیں تو اس حملہ کا رُخ موڑنے کے لئے حملہ آور سے کسی دوسری طاقت کا تصادم کرادیتے ہیں اور جائے غیر کو محاذ جنگ بنا دیتے ہیں۔ جس طرح ۱۹۶۳ء میں روس کے آئمی حملہ سے بچنے کے لئے کبھی ہندوستان کو فوجی امداد کے بہانے فوجی اڈہ بنا دیا جاتا ہے اور کبھی سعودیہ عرب کو اور کبھی مختلف کمزور ممالک کو فوجی امداد دے کر حریف کا مدمقابل بنا دیا جاتا ہے اور اسی طرح روس اپنے کو محفوظ رکھنے کے لئے دوسروں کے کندھوں پر بندوق رکھ دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ آداب جنگ اور سیاست کے اصول کی پابندی اور واقفیت ہی کلید کامیابی ہے۔ پیمبر اسلام نے اعلیٰ قسم کے قوانین و آداب جنگ کے نمونے اپنے عمل سے قائم کئے ہیں۔

۲۵۔ سیاست مدن تعین طلایہ

ناسخ صفحہ ۹۱ جلد ۱۔ کتاب دوم۔

جب پیمبر اسلام نے مقام اشل کو لشکرگاہ بنایا اور اُدھر سے لشکر قریش بھی قریب پہنچ گیا تو آپ نے فرمایا۔ آج کی رات ہمارے لشکر کی پاسبانی کون کرے گا؟ ایک شخص ذکوان بن عبد قیس نے کہا کہ میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ پیمبر اسلام نے فرمایا

کہ تم بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کون ہے جو آج ہمارے لشکر کی حفاظت کرے گا۔ اس مرتبہ ابن عبد قیس نے لبیک کہا۔ آپ نے اس کو بھی بٹھا دیا۔ پھر آواز دے کر پوچھا کہ کون ہے جو ہمارے لشکر کی حفاظت کریگا۔ اگلی مرتبہ ابو سبیع کھڑا ہوا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ تم آج کی رات حفاظت و نگرانی لشکر پر مامور ہو۔ ذکوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ تینوں مرتبہ مجمع سے صرف میں اکیلا کھڑا ہوا اور اپنی کنیت بدل بدل کر میں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ آپ نے اس کو دعائے خیر دی اور خدمت پر مامور فرمایا۔

اور اس وقت لشکر اسلام کے افراد کا جو حال تھا وہ قرآن نے یوں تصویر کشی کی ہے۔

اذ یغشیکم النعاس آمنۃ منہ و	جب کہ تم پر اونگھ ڈال دی گئی کہ اس سے تم کو
ینزل علیکم من السماء ماءً لیطھرکم	امن حاصل ہو۔ آسمان سے تم پر پانی برسایا گیا
بہ ویذھب عنکم رجزاً الشیطان	تاکہ تم پاک ہو جاؤ اور شیطان کی نجاست تم سے
لیربط علیٰ قلوبکم ویثبت بہ الاقدام۔	دور کر دے اور تمہارے دل مضبوط اور قدم
(قرآن انفال)	ثابت ہو جائیں۔

تاریخ نے بتایا کہ پیمبر اسلام نے بار بار تین مرتبہ آواز دی اور طلایہ لشکر کے لئے سپاہی طلب کیا مگر ہر ایک مرتبہ ایک ہی شخص اٹھا جس کو بار بار پیمبر اسلام نے بٹھا دیا۔ مگر آخر میں اسی کو شاباشی دے کر طلایہ پر لگا دیا۔ عام لشکریوں کی تصویر کشی قرآن نے کر دی۔

پیمبر اسلام نے ایسے افراد لشکر سے اور وہ بھی بمقابلہ لشکر دشمن ایک تہائی۔ بلحاظ اسلحہ قریب نہتے۔ اس پر بھی پیمبر اسلام نے حملہ آور لشکر کو شکست دی اور بہادران لشکر دشمن کو قتل کیا اور ان کے رؤساء کو قید کیا اور اسلام کی پہلی ہی جنگ کو فتح کر کے فتوحات اسلامی کا باب ہمیشہ کے لئے کھول دیا۔

(۱) اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ جب مقابلے میں افواج دشمن ہو ــ تو طلایا نگرانی و حفاظت فوج کے لئے نگہبان مقرر کرنا لازمی ہے۔

(۲) طلایہ کا فریضہ ایسے شخص کو سپرد کرنا چاہئے جو ہمہ تن خلوص ہو اور قابل اعتماد ہو۔ کیوں کہ اس کی معمولی غلطی بھی افراد لشکر کو تباہ و فنا کر سکتی ہے۔

۲۶۔ سیاست مدن میدان جنگ۔ بدر

جب جنگ بدر میں صفوف مقابل ہو گئیں اور قریش کا مایۂ ناز بہادر عتبہ میدان جنگ میں آیا اور اس نے اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو بھی للکارا کہ وہ بھی میدان جنگ میں اتریں۔ میدان جنگ میں آتے ہی اس نے رجز خوانی شروع کی۔ انصار مدینہ میں سے عوف، معوذ حارث کے بیٹے اور

عبداللہ ابن رواحہ مقابلہ میں گئے۔ مگر عتبہ نے کہا کہ انصار سے ہماری جنگ نہیں ہے ہم تو محمد کے افرادِ خاندان کو اپنا ہمسر سمجھتے ہیں۔ اور دوسرے کسی کو اپنا مقابل اور برابر نہیں جانتے۔

عتبہ نے بے شک بڑی چالاکی سے کام لیا اور اس پہلی ہی جنگ میں اپنے اس قول سے انصار کی جذبہ نصرت پیمبر اسلام پر ضرب کاری لگانی چاہی اور چاہا کہ مہاجرین کے چند افراد باقی رہ جائیں اور انصار کا جوش جنگ ختم ہو جائے۔

مگر عتبہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس کے مقابلہ میں وہ لشکر لایا ہے وہ بہترین سیاست داں اور آدابِ جنگ کا جاننے والا انسان ہے۔ پیمبر اسلام نے انصار کو اس لئے نہیں روکا تھا کہ اُس وقت مہاجرین کا آگے بڑھانا اور صرف مہاجرین کو جنگ کے میدان میں بھیجدینا ان دونوں میں تفریق کا باعث ہو جاتا اور نومسلم انصار کو یہ خیال گذرتا کہ محمد ہماری مدد سے غلط فائدہ اُٹھا کر مہاجرین یعنی اپنے اہل خاندان اور ہم وطنوں کو بڑھانا چاہتے ہیں اور ہم کو صرف پیچھے رکھ کر وقت ضرورت کے کام لینا چاہتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ پیمبر اسلام و انصار کے بڑھتے ہوئے جوش جہاد کو روکنا نہیں چاہتے تھے۔ کیوں کہ اگر مقابلہ میں انصار کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو انصار میں بوجہ جوش انتقام اور ثبات قوم اور جذبہ شجاعت پیدا ہو جاتا اب رہے مہاجرین یہ تو گھر سے بے گھر ہوئے ہیں۔ وطن سے بے وطن ہوئے ہیں ان کو تو جوش انتقام بھی ہے اور جذبہ جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ یہ تو اپنے آخری قطرۂ خون تک جنگ کریں گے لیکن جب پیمبر اسلام نے دیکھا کہ عتبہ نے معززین انصار سے جنگ کرنے کو منع کر دیا اور میدان جنگ میں اُن کی تحقیر و ہتک کی تو معاملہ کی صورت بھی مختلف ہو گئی۔ اس تحقیر نے خود ہی انصار میں جوش شجاعت پیدا کر دیا اب ان کو مزید جوش شجاعت دلانے اور ان کے ثبات قدم کی تدابیر کرنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ معاملہ اب ان کا ذاتی و نفسی بھی ہو گیا۔

پیمبر اسلام تو خود چاہتے تھے کہ پہلی جنگ میں پہلا مسلم مقابل ایسا بھیجا جائے کہ ہمیشہ کے لئے کفار قریش پر اس کا رعب اور اسلام کا رعب قائم ہو جائے اور پہلے ہی وار میں نصف فتح حاصل ہو جائے لہٰذا آپ نے علیؑ ابن ابی طالب۔ حمزہؓ ابن عبد المطلب اور عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کو حکم دیا۔ یہ ہر سہ افراد مثل شیر غضبناک میدان جنگ میں پہنچے اور جاتے ہی علیؑ نے ولید کو تہ تیغ کر ڈالا۔ حمزہ و شیبہ میں گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ اتنے میں علیؑ وہاں پہنچ گئے اور کہا کہ اے چچا سر کو جھکا لیجے کیوں کہ شیبہ حمزہ طویل القامت کے آڑ میں تھا۔ جیسے ہی شیبہ پر نظر پڑی ایک وار میں سر کے دو کر دیئے۔ ادھر عتبہ کو عبیدہ نے قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ مگر فتح پیمبر اسلام

کی ہوئی۔ پیمبر اسلام نے پہلے ہی حملہ میں اپنے خاندان کے بہادر ترین افراد کو دشمنوں کے مقابلہ میں بھیجا اس سے کئی فائدے ہوئے۔

(۱) مہاجرین کو یہ اندازہ ہوگیا کہ محمد صرف ہمارے محتاج نہیں ہیں بلکہ ان کے ہمراہ ایک ایک بہادر وہ ہے جو میدان جنگ کو تنہا سر کرسکتا ہے۔

(۲) انصار کے بہادروں کو بھی آج اندازہ ہوگیا کہ ہمارے رفقاء مہاجرین بہادر ترین انسان ہیں جن پر ہر حالت جنگ میں اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

(۳) حملہ آور فوج کو یہ معلوم ہوگیا کہ اب یہ وہ محمد نہیں ہے اور نہ یہ وہ مہاجرین ہیں جن کو ہم نے ستا ستا کر ان کے گھروں سے نکالا تھا۔ اور یہ سمجھا تھا کہ جہاں یہ جائیں گے ہم ان کو قید کرکے لائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔

(۴) کفار قریش کے بہادروں کا سر میدان جنگ میں ہمیشہ کے لئے نیچا ہوگیا۔

(۵) جنگ بدر میں حملہ آور دشمن فوج کے ۷۰ افراد قتل ہوئے جن میں سے علیؑ کے ہاتھ سے ۳۶ افراد مقتول ہوئے اور مال غنیمت میں ۱۵۰ اونٹ حاصل ہوئے اور امراء و رؤساء قریش گرفتار کرلئے گئے۔

اقوام جنگ جو اور متمدن عہد موجودہ کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے آئین جنگ بہترین طریقہ پر مرتب کئے ہیں اور یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ افراد لشکر سے کام لینے کے بہترین قاعدے معین کرچکے ہیں۔ مگر تاریخ عالم بعہد قدیم و بہ عہد جدید کہیں اس قسم کا نمونہ جنگ پیش کرے جن حالات میں پیمبر اسلام نے جنگ بدر میں فتح حاصل کی ہے۔ اور اس پر خوبی یہ ہے کہ کہیں اور کسی موقعہ پر مقصد جنگ یعنی اشرار کی سرکوبی اور اخیار کے مال و آبرو و اطفال و جان کی حفاظت باقی رہا۔ اور یہ جنگ دنیا کو متمدن اور مہذب بنانے میں سنگ بنیاد ثابت ہوئی۔ اشرار کا زور روز بروز کم ہوتا گیا اور معاشرہ انسانی کی اصلاح ہوتی گئی۔

۲۷۔ سیاست مدن — تقسیم غنائم

جنگ بدر میں جب فتح حاصل ہوچکی تو افراد لشکر اسلام میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ بعض نے کہا کہ ہم عریش پیمبر اسلام کے گرد حفاظت پیمبر کررہے تھے بعض نے کہا کہ ہم اسیروں کو گرفتار کررہے تھے۔ بعض نے کہا ہم جہاد میں مصروف تھے۔ مطلب یہ تھا کہ مال غنیمت تو کم تھا اور افراد بلحاظ اعداد اموال غنیمت زیادہ تعداد میں تھے اسی موقعہ پر خدائے قدیم

کی جانب سے یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الانفال الخ۔ اے پیمبر تم سے لوگ مال غنیمت کے بارہ میں سوال کرتے ہیں اُن سے کہدو کہ یہ سب مال خدا اور رسول کا ہے۔

جب لوگوں نے یہ حکم سُن لیا تو خاموش ہو گئے۔ مگر پیمبر اسلام نے اس اعلان خدا کے بعد اس مال کو اپنا مال قرار دیا اور اس میں جو خمس حصہ بنی ہاشم تھا وہ بھی پیمبر اسلام کا مال تھا۔ آپ نے محافظ مال عبداللہ انصاری بخاری کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ کل مال غنیمت اور حصہ خمس کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے اور اسی طرح اپنا حصہ بھی مجاہدین کو عطا کر دیا۔ اسی دوران میں یہ واقعہ بھی ہوا جس کو الفاظ تاریخی میں درج کیا جاتا ہے۔

سعد بن ابی وقاص عرض کرد کہ سوارہ مجاہد را مانند پیادہ ضعیف بہرہ می فرمائید؟ فرمود ثکلتک امک خداوند بہ برکت ضعفا شما را نصرت داد۔

(ناسخ التواریخ جلد ۱)

سعد بن ابی وقاص نے عرض کیا کہ آپ سوار اور پیدل کو برابر حصہ دے رہے ہیں؟ پیمبر اسلام نے اس کو جھڑک دیا اور فرمایا کہ خدا نے کمزوروں کی برکت کی وجہ سے تمھاری مدد کی ہے۔

میں نے اس واقعہ کو باب عدالت پیمبر اسلام میں لکھا ہے اس موقعہ پر یہ بتانا مقصود ہے کہ پیمبر اسلام نے اپنی فوج کے ان افراد کو جن کی تصویر کشی آیات قرآن نے کی ہے اور جس کو میں اوپر لکھ چکا ہوں اور جو مال غنیمت کے معاملہ میں اپنا دعویٰ پیش کرنے کی جرأت کر رہے تھے ایسے لوگوں سے کام لیا اور اپنی اس تدبیر سے کہ کل مال ان کو تقسیم کر دیا اعلیٰ نمونہ سیاست کو پیش کیا ہے اس سے کئی فائدے حاصل ہوئے۔

(۱) مسلمین مومنین کو چھوڑتے ہوئے ان مہاجرین و انصار میں جذبہ جہاد پیدا کر دیا۔ اور ان کے دماغوں کو یہ سوچنے اور فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ آئندہ بھی جو کچھ مال حاصل ہوگا وہ بہ حصہ مساوی ان کا مال ہوگا۔

(۲) غزوہ بدر پہلا غزوہ تھا۔ اس کے بعد داخل اسلام ہونے والوں اور نیز ان نو مسلموں کے قلوب میں رفتہ رفتہ جذبہ ایمان و اسلام اور پیدا ہو جائے گا اور آخر میں جہاد سے اُن کی غرض صرف حصول رضائے خدا ہوگی اور یہ مال دنیا کی کبھی پرواہ نہیں کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۳) افراد لشکر اسلام مہاجرین و انصار کے قلوب کو یقین کامل ہو گیا کہ محمد بن عبداللہ مثل شاہان دنیا طالب جاہ و دولت نہیں ہیں بلکہ خدا کے رسول اور اہل عالم کے مصلح اعظم ہیں۔

(۴) پیمبر اسلام نے کل مال کو تقسیم کر کے اور ہر ایک سوار اور پیادہ میں مساوات قائم کر کے
حتی کہ مال حصہ بنی ہاشم بھی تقسیم کر کے ظاہر کر دیا کہ پیمبر اسلام اور ان کے مخصوص رفقا
واہل خاندان کا جذبہ عمل صرف ایک ہی ہے اور وہ اصلاح معاشرہ و تہذیب اخلاق و قیام
امن وامان عالم اور حصول رضائے خدائے قدیر۔ یہ سب اپنی جانوں کی بازی انھیں مقاصد
کے حصول کے لئے لگاتے ہیں ان کو مال دنیا کی مطلق پرواہ نہیں ہے۔

(۵) پیمبر اسلام نے سعد کو جھڑک کر ثابت کر دیا کہ ضعفاء کو بہ نظر حقارت نہ دیکھو۔ یہ مساوات
کے منافی ہے اور خدا ضعفاء کا حامی و مددگار رہتا ہے۔ یاد رکھو بغیر نصرت خدا تم کو کامیابی
اور فتح حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

۲۸۔ سیاست مدن غزوہ خندق ۵ھ

پیمبر اسلام نے کثرت افواج حملہ آوران کو نظر میں لاتے ہوئے گرد مدینہ خندق کھود دی ۔ جب لشکر دشمن وہاں پہنچا تو خندق کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ مگر پھر ۲۷ روز تک محاصرہ کئے رہا۔ اسی دوران میں پیمبر اسلام
نے سنا کہ یہودان بنی قریظہ نے قریش سے طلب کمک اس لئے کی ہے کہ وہ مدینہ پر شبخون
ماریں۔ آپ نے فوراً سلمہ ابن اسلم کو حکم دیا کہ دو سو بہادران اسلام کو ہمراہ لے کر مدینہ
کی حفاظت میں جان لڑا دو اور اسی طرح زید بن حارثہ کو حکم دیا کہ تین سو شجاعان اسلام کو
ہمراہ لے کر جاؤ اور مدینہ کی حفاظت میں مصروف رہو۔ ان بہادروں نے تعمیل حکم کی اور
حراست و حفاظت میں مصروف ہو گئے۔ جب یہ خبر یہودان بنی قریظہ کو معلوم ہوئی تو وہ اپنے
ارادہ سے باز رہے۔

پیمبر اسلام نے لشکر گاہ اسلام کے گرد تو خندق کھدوائی تھی تا کہ کثرت کا مقابلہ اور مدافعہ
سہل ہو جائے۔ مگر اہالیان مدینہ غیر محفوظ ہو گئے تھے۔ اور باوجود معاہدہ صلح یہود قریظہ نے قریش
سے یہ سازش کی تھی اگر پیمبر اسلام اس وقت اس تدبیر سے کام نہ لیتے تو مدینہ تاراج ہو جاتا اور پھر
مسلمانوں کی شکست اور تباہی لازمی تھی مگر پیمبر اسلام کے اس عمل سیاست نے بگڑتے ہوئے
کام کو بنا لیا۔

واقعہ خندق اور حفاظت مدینہ کے انتظام نے اہم آئین جنگ کے نمونے پیش کئے ہیں۔
(۱) حملہ آور قریش کی تعداد فوج ۲۴ ہزار مسلح افراد پر مشتمل تھی۔
(۲) یہودان قریظہ ہم معاہدہ پیمبر ہو کر بھی حملہ آور کے شریک ہو گئے تھے۔

(۳) مسلمان حالت محاصرہ میں تھے اور کم تعداد اور کم اسلحہ تھے اور بنی قریظہ مدینہ پر شبخون مارکر اس کو تاراج کرنے کے عزم کر چکے تھے۔ محاصرہ کو ۲۳ دن گزر گئے تھے۔

(۴) عام مسلمانوں پر خوف وہراس طاری ہو چکا تھا ثبوت ملاحظہ ہو۔

حیات محمدؐ مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری ص۳۳۳

واتصل نباء هذا السير بمحمد والمسلمين معه فی المدينة ففزعوا هي ذی العرب كلها قد اجمعت امرها الخ۔

"جب کثیر تعداد حملہ آوروں کی خبر محمد اور مسلمانوں کو پہنچی تو وہ گھبرا گئے۔ اور کہنے لگے ہائے ہائے کل عرب مدینہ کو برباد کرنے کے لئے جمع ہو گئے ہیں۔"

ان حالات میں مدینہ کا تاراج ہو جانا اور استیصال اسلام کا ہو جانا اور مسلمانوں کا قتل ہو جانا یقینی تھا مگر پیمبر اسلام نے جو تدابیر اس موقع پر اختیار کیں ان کی مثال تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔

پیمبر اسلام کو تین قسم کی مشکلات کا سامنا تھا۔

اول تو اپنے لشکر کے افراد کے خوف کو اطمینان سے بدلنا۔

دوم۔ دشمنوں پر فتح حاصل کرنا۔

سوم۔ اندرونی دشمنوں اور حملہ آوروں سے محفوظ رہنا۔

اول الذکر کام کے لئے تو پیمبر اسلام نے بہت سی تدابیر اختیار کیں جس کا نتیجہ بصورت فتح جنگ اور ہزیمت دشمن حاصل ہوا صرف ایک واقعہ کو اس سلسلہ میں لکھا جاتا ہے۔

(۱) حیات القلوب۔ جلد ۲۔

پیمبر اسلام کو جب بنی قریظہ کی عہد شکنی کی خبر ہوئی تو آپ کو بہت افسوس ہوا اور مسلمانوں پر مایوسی چھا گئی۔ پیمبر اسلام نے سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کو بلایا یہ دونوں قبیلہ اوس سے تھے اور قبیلہ اوس کا بنی قریظہ کے ساتھ معاہدہ تھا۔ اور یہ دونوں باہم حلیف تھے۔ پیمبر اسلام نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ بنی قریظہ کے پاس جائیں اور حالات معلوم کر کے مجھ کو بتائیں کہ واقعی بنی قریظہ نے عہد شکنی کی ہے یا افواہ ہے۔ اور ان دونوں کو تاکید کر دی کہ اگر ان کو معلوم ہوا کہ بنی قریظہ برسر پیکار ہو چکے ہیں تو واپسی پر اس واقعہ کو بیان نہ کریں بلکہ صرف اتنا کہیں عضل والقادۃ۔

حقیقت عضل والقادہ

حیات القلوب ص۲۱۶

چوں نزد من آئید مگوئید عضل والقادہ۔ پیمبر نے ان دونوں کو حکم دیا کہ جب

ایں رمزے بود کہ حضرت بیابد دیگراں نیابند وعضل وقادہ دو قبیلہ بودند از قریش کہ مسلمان شدند بہ ظاہر و مکر کردند۔

میرے پاس واپس آؤ تو عضل اور قادہ کہو۔ یہ رمز تھا کہ صرف پیمبر اسلام کو معلوم اور کسی کو معلوم نہ ہو سکے اور عضل اور قادہ دو قبیلہ قریش کے تھے جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے بعد کو مکر کر گئے۔

پیمبر اسلام نے نہیں چاہا کہ اپنے افراد لشکر کو دشمن کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ظاہر کرکے ان کو بزدل اور کم ہمت بنائیں اور یہ امر آداب جنگ کی روح رواں ہے۔

معاملہ بہت نازک تھا۔ مگر پیمبر اسلام کی اعلیٰ سیاست دانی اور معاملہ فہمی نے اس کو آسان کر دیا اور جنگ خندق کے فاتح پیمبر اسلام قرار پائے اور مغرور کثیر تعداد دشمنوں کو شکست فاش اٹھانی پڑی۔

۳۰۔ سیاست مدن بنی قریظہ

پیمبر اسلام کو جنگ خندق سے فراغت ہوگئی تو آپ نے فوراً قلعہ بنی قریظہ کا محاصرہ کیا اور ان کو ان کے کیفر کردار کو پہنچایا پیمبر اسلام کا یہ کام عین مطابق قوانین سیاست اور موافق آداب جنگ تھا۔ کیونکہ یہی بنی قریظہ باوجود ہم معاہدہ ہونے کے مسلمانوں کی مصیبت کے وقت میں دشمن سے مل گئے تھے اور آئندہ بھی ان سے شدید خطرہ تھا لہذا اصول سیاست کا اقتضا یہی تھا کہ عضو مفسد جسم کو فوراً قطع کر دیا جائے اور ایسا ہی کیا گیا۔

۳۱۔ سیاست مدن قصاص مجرمین ۶ھ

ناسخ التواریخ

۶ھ کا واقعہ ہے کہ عرینہ کے آٹھ آدمی خدمت پیمبر اسلام میں آئے اور مسلمان ہو گئے۔ مدینہ میں رہنے لگے۔ بعد کو وہ بیمار ہو گئے پیمبر اسلام نے تبدیل آب و ہوا کی خاطر ان کو کوہ عیر جو توابع قبا میں ہے بھیج دیا اور کہہ دیا کہ ہمارے اونٹوں کی نگرانی کرو اور خوب دودھ پیو اور تندرست ہو گئے۔ اس کے بعد مرتد ہو گئے اور پیمبر اسلام کے پندرہ اونٹ چرا کر بھاگ گئے۔ یسار غلام حضرت۔ جو اونٹوں کا چرواہا تھا اس کو معلوم ہوا تو اس نے ان کا تعاقب کیا اور ان سے لڑتا رہا حتی کہ پکڑا گیا۔ ان لوگوں نے یسار کے زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے ہاتھ پاؤں کاٹے اور تڑپا تڑپا کر ہلاک کر دیا۔

پیمبر اسلام کو اس واقعہ کی خبر کی گئی تو آپ نے کرز بن جابر کو بیس سوار دے کر ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ لوگ پیمبر اسلام کے ایک اونٹ کو ذبح کر رہے تھے کہ گرفتار کر لئے گئے۔ پیمبر اسلام نے ان مجرموں کو وہی سزا دی جو انھوں نے یسار کے ساتھ عمل کیا تھا۔

اصول تمدن وسیاست کا منشار کیا ہے۔ صرف یہی کہ اشرار سے اخیار کے جان ومال کی حفاظت کی جائے اور عوام وخواص کو بے خوف زندگی بسر کرنے کا موقع دیا جائے۔ عرینہ کے احسان فراموشوں اور ظالم قاتلوں کو یہی سزا ملنا چاہئے تھی۔ جوان کو دی گئی۔ اگر پیمبر اسلام ایسے شریر۔ ظالم۔ محسن کش۔ احسان فراموش اور مرتدین کی سزا میں نرمی کرتے تو یقیناً خلاف اصول سیاست ہوتا۔

۳۲۔ سیاست مدن خطوط بنام شاہان اطراف

پیمبر اسلام نے شاہان ممالک وسرداران قبائل کو خطوط لکھے اور ان کو دعوت اسلام یا دعوت شرکت خدمت خلق دی اس کے نتائج کو میں باب حکمت عملی میں یہ تفصیل لکھ چکا ہوں۔

پیمبر اسلام نے ارسال خطوط کے ذریعہ نظریہ سیاسی کے ماتحت چند ضروری امور انجام دئے ہیں۔

(۱) خطوط کے ارسال کرنے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ نواحی مرکز اسلام میں کون بادشاہ موافق ہے یا کون مخالف ہے اور کون استعداد قبولیت پیغام اسلام رکھتا ہے اور کس میں غرور وسرکشی ہے اور آئندہ وہ مملکت اسلامیہ کے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔ اور غیر موافقین کو موافق بنانے کے لئے کن سیاسی تدابیر کی ضرورت ہے۔ چنانچہ پیمبر اسلام کے خطوط کے جواب آئے اور خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔

اس کی تفصیل یا تجزیہ تو سبب طول ہے مگر اتنا بتانا ضروری ہے کہ پیمبر اسلام نے سیاست مدن کا اہم جزو اس پیغام رسانی کو قرار دیا ہے اور اہل دنیا کو ایک اعلیٰ درس سیاست دیا ہے۔ پیمبر اسلام نے اپنے اس عمل سیاست سے وہ شاہراہ قائم کر دی کہ آپ کی حیات اور آپ کی بعد وفات بہت کم مدت میں پیام اسلام دنیا کے دور ترین حصوں میں پہنچ گیا اور وہ سلسلہ آج تک باقی ہے کہ ممالک اسلامیہ اپنے وفود کے ذریعہ حتی المقدور یہ کام انجام دیتے رہتے ہیں اور پیام اسلام متواتر اقوام عالم تک پہنچتا رہتا ہے۔

۳۲۔ سیاست مدن قیدیوں کے ساتھ سلوک

جنگ کے قیدیوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائے۔ آئین جنگ کا یہ جزو بھی بہت اہم ہے۔ مگر پیمبر اسلام نے اس معاملہ میں جو طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ اس کی مثال آج کی متمدن دنیا بھی پیش نہیں کر سکتی ہے۔

(۱) اگر یہ قیدی زبان اور دل سے پیام اسلام کو قبول کر لیتے تھے تو ان کو مساوی حقوق دیگر

رشتۂ اخوت اسلام میں منسلک کر لیا جاتا تھا۔

(۲) اگر وہ فدیہ ادا کر سکتے تھے تو ان کو آزاد کر دیا جاتا تھا۔

(۳) اگر وہ کچھ روز قید میں رکھے جاتے تھے اور ان کے معاملات کا فیصلہ جب تک نہیں ہو سکتا تو اُن کو مجاہدین کے سپرد اس طرح کر دیا جاتا تھا کہ وہ مسلمان اپنے قیدی کو اپنے ہمراہ رکھے اور اس کو مثل اپنے غذا دے اور اُس کو آزار نہ پہنچے دے اور اُس کو آرام و راحت سے رکھے۔ تاکہ وہ اخلاق اہل اسلام سے متاثر ہو کر کسی صحیح نتیجے پر پہنچ سکے۔

(۱) طبری ص ۱۳۳۸۔ اسوہ ص ۲۱۴ جلد ۲

اسیران قریش مدینہ میں مہاجرین کے پاس رہتے۔ صحابہ کا یہ برابر قاعدہ رہا کہ گھر میں جو کھانا پکتا تھا تو وہ قیدیوں کو کھلا دیا جاتا تھا اور خود کھجوریں کھا کر رہ جاتے تھے۔

ابو عزیز جو مصعب ابن عمیر کے بھائی تھے وہ بھی قید ہو کر آئے تھے ایک انصاری صحابی کی سپردگی میں دیئے گئے تھے۔ ابو عزیز کا بیان ہے کہ وہ انصاری صحابی جب صبح و شام کھانا لاکر میرے سامنے رکھتے تو خود بھی بیٹھ جاتے تھے تو وہ روٹی وغیرہ میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اپنے ہاتھوں میں اُٹھا لیتے اور کھانے لگتے۔ مجھ کو ان کے اس حسن سلوک سے ایسی شرم آتی کہ روٹی کو ہاتھ نہیں لگایا جاتا تھا۔ وہ میری حالت دیکھ کر کہتے کہ میں نے تم کو روٹی اس لئے دی ہے کہ تم لوگ خورش میں غلہ کے عادی ہو۔ بہ خلاف اس کے ہم کھجوروں کے عادی ہیں کیوں کہ ہمارے علاقہ میں کھجوریں بکثرت ہوتی ہیں۔ میں کھجوریں بخوشی کھا سکتا ہوں اور تم نہیں کھا سکتے۔ تاہم میں اصرار کر کے روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا لیکن وہ منت سماجت کر کے پھر مجھے روٹی واپس کر دیتے تھے۔

(۲) قیدیوں کے لباس کا انتظام بھی اصحاب پیمبر اسلام کے ذمہ رہتا تھا۔

(۳) ابن ہشام جلد دوم ص ۲۳۔ اسوہ ص ۱۵۱

عرب کا مشہور شاعر سہیل ابن عمر جو پیمبر اسلام کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا نظم کہتا تھا۔ جب جنگ بدر میں گرفتار ہو کر پیمبر اسلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ عمر ابن خطاب نے پیمبر اسلام کو رائے دی کہ اس بدبخت دریدہ دہن کے دونوں نچلے دانت اکھڑوا دیئے جائیں تاکہ اس کی تقریر عیب دار ہو جائے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا:

"اے عمر! اگر میں اس کا کوئی عضو بگاڑوں تو یاد رکھو۔ اگرچہ میں نبی ہوں۔ اور معصوم

لیکن خدائے منتقم اس کے بدلہ میں میرے اعضا بھی بگاڑ دے گا"

(۴) جنگ بدر کے قیدی جب پیمبر اسلام کے سامنے پیش کیئے تو آپ نے اصحاب سے رائے طلب کی کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ ابو بکر صحابی نے فرمایا کہ ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔ مگر عمر ابن خطاب صحابی نے عرض کیا کہ ان کے ظلموں کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا قریبی رشتہ دار ہی ان کی گردن مار دے۔ مگر پیمبر اسلام نے اوّل الذکر رائے کو پسند کیا۔ اور فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔

جملہ معترضہ واقعہ مذکورہ میں سطور بالا میں مختلف ابواب میں کئی بار لکھ چکا ہوں کہ اسلام میں بعہد پیمبر اسلام اور بعد وفات پیمبر اسلام بہت سے فتنے پیدا ہوئے۔

اور دشمنان اسلام نے صورت اسلام کو مسخ کرنے کی پوری کوششیں کیں۔ مگر پیمبر اسلام کے تدبر وسیاست کے مقابلہ میں وہ فنا ہو گئیں۔ مگر بعد وفات پیمبر اسلام یہ فتنے اور فتنہ گر بہت طاقتور ہو گئے۔ ان فتنوں میں سب سے زیادہ قوی و مہلک فتنہ واضعین احادیث اور روایت موضوعہ تھا۔ جس کا اثر آج تک باقی ہے۔ اور جب تک اہل عالم میں جہالت رہے گی یہ فتنے بھی موجود رہیں گے بعض محدثین۔ مورخین نے لکھا ہے کہ پیمبر اسلام کو خدا نے حکم دیا تھا کہ اسیران بدر کو قتل کر دیا جائے مگر آپ نے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا۔ اس پر آیتہ عتاب نازل ہوئی۔ وہ آیت یہ بتائی جاتی ہے۔

(۱) قرآن۔ لولا کتاب من اللّٰہ سبق لمسکم — اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو کچھ تم نے

(ل) فیما اخذتم عذاب العظیم — لیا ہے (فدیہ) اس پر بڑا عذاب تم پر نازل ہوتا۔

(ب) فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً۔ — پس تم مال غنیمت کو کھاؤ کہ وہ حلال اور پاک ہے۔

(ج) صحیح مسلم۔ ترجمہ۔

جب آیتہ نازل ہوئی تو آپ رونے لگے اور جب عمر ابن خطاب نے سبب گریہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

ابکی الذی عرض علی اصحابک من اخذ الفدا۔ — تمہارے ساتھیوں نے جو فدیہ لے لیا اور اس پر خدا کی طرف سے (آیت اتری) ہے اسی پر رو رہا ہوں جو پیش آیا۔ (سیرۃ النبی جلد ا شبلی نعمانی)

معاملہ اتنا ہی تھا مگر مورخین اور محدثین کی موشگافیوں نے پیمبر اسلام کو آیت عتاب کا مخاطب ٹھہرا دیا۔ اور پیمبر اسلام کو خاطی اور گنہگار قرار دے دیا۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں خود توضیح موجود ہے کہ "اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو۔۔۔۔۔۔۔

یہ جملہ شرطیہ خود ظاہر کرتا ہے کہ خدا مجاز فدیہ کر چکا تھا پھر تنبیہ عذاب کا مخاطب پیمبر اسلام کو

کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ یہ منجانب خدا تھا۔

علاوہ بریں خود پیمبر اسلام کا یہ قول کہ اے عمر تمھارے ساتھیوں نے جو کچھ کیا اُس پر رو رہا ہوں۔ اس کے معنی صاف ہیں کہ آیت کا مخاطب لشکری ہیں نہ کہ پیمبر اسلام۔ ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ ہادی مطلق ہے اس نے اصحاب پیمبر کو ان کی غلطی پر تنبیہ کی ہے اور پیمبر اسلام بھی ہادی برحق اور مصلح بنی نوع انسان تھے۔ لہذا آپ نے بھی تاسفانہ انداز میں اصلاح افراد لشکر کی ہے۔ تاکہ وہ اصول و قوانین جنگ کو مدنظر رکھیں اور اسلام کی لڑائیوں کو طلب دنیا کی لڑائیاں سمجھ کر عمل نہ کریں۔ حرص مال دنیا غرض جنگ نہ ہو بلکہ اصلاح معاشرہ انسانی و تدوین قوانین جنگ و تبلیغ توحید و رسالت ان کی لڑائیوں کا مقصد اعلیٰ ہو۔

پیمبر اسلام نے اس پہلی جنگ (بدر) ہی میں افراد لشکر کو ان کی غلطی پر آگاہ کر دیا اور یہ فعل آپ کا عین سیاست تھا۔

(د) امام قسطلانی۔ مواہب

حسن بصری سے روایت ہے کہ خدا واقف تھا کہ پیمبر اسلام کو اصحاب کے مشورہ کی ضرورت نہ تھی مگر شاورھم فی الامر مقصود یہ تھا کہ آپ کے بعد شوریٰ سنت قرار پائے۔

اس قول سے بھی واضح ہو گیا کہ پیمبر اسلام کا معیار سیاست و تمدن اتنا بلند تھا کہ آپ کو کسی مشیر کی مطلق ضرورت نہ تھی کیوں کہ آپ سے زیادہ واقف قوانین تہذیب و تمدن و سیاست نہ کوئی فرد تھی نہ اجتماع۔ بلکہ آپ بلا شرکت غیرے مصلح عالم مقنن قوانین معاشرہ تھے۔

۳۳۔ سیاست مدن
صلح حدیبیہ۔ ذی قعدہ ۶ھ

بعض متعصب اور کم نظر مورخین نے غزوات پیمبر اسلام کو شاہان دنیا کی جنگوں کی مثل تصور کیا ہے اور ان کی غرض بھی وسعت ملک حصول اقتدار و حصول مال سمجھی ہے۔ میں صفحات سابقہ میں بسلسلہ معاہدہ صلح بہ یہوداں بنی قریظہ مختصراً اس باب میں لکھ چکا ہوں مگر صلح حدیبیہ چونکہ تاریخ اسلام میں ایک اہم مقام رکھتی ہے اس لیئے اس کی سیاسی حیثیت اس باب میں لکھنا ضروری ہے۔ یاد رکھنے کی بات ہے اور تواریخ عالم اس پر شاہد ہے کہ سلاطین و شاہان دنیا کی لڑائیوں اور حملوں کا جب سلسلہ قائم ہو جاتا ہے تو ان کا قدم ایک ملک سے دوسرے ملک کی جانب اور ایک خطہ ارض سے دوسرے خطہ ارض کی طرف بڑھتا ہی جاتا ہے اور اگر ان فاتحین کے سلسلہ فتوحات میں کبھی کسی معاہدہ کا ذکر آتا بھی ہے تو صرف متصرفانہ۔ قابضانہ اور حاکمانہ

انداز میں آتا ہے۔ اس معاہدہ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم فاتح کو کلّی اختیارات جو اس کو بعد فتح جنگ سے حاصل ہوتے تفویض کرتے ہیں اور یہ معاہدہ بھی گویا اس فاتح کے فتوحات کے سلسلے کی ایک کڑی یا حلقہ ہوتا ہے۔

پیمبر اسلام نے بعد ہجرت یہودان بنی قریظہ سے جو معاہدہ کیا اور اس میں جو شرائط معین کیں وہ مساویانہ حقوق جانبین پر مشتمل تھیں اور اس میں سے کوئی شرط ایسی نہ تھی جو حاکمانہ یا قابضانہ انداز رکھتی ہو۔

صلح حدیبیہ وہ صلح ہے جو سیاست محمدیہ کا اعلیٰ شاہکار ہے اور قوانین واصول جنگ وآئین تمدن وسیاست کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ وہ صلح ہے کہ اس کے اسرار سیاست کو پیمبر اسلام کے خواص اصحاب بھی نہ سمجھ سکے اور انھوں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ میں اوّل چند مستند اور معتبر تاریخی حوالہ جات پیش کرتا ہوں تاکہ سیاست محمدیہ کے نقش ونگار روشن تر ہوسکیں۔

(۱) سیرۃ النبی شبلی ج ۱۔ ص ۳۲۹

آں حضرت صلعم نے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کہ قریش کو کوئی احتمال نہ ہو۔ عمرہ کا احرام باندھا۔ قربانی کے اونٹ ساتھ لیے یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر نہ آئے۔ صرف تلوار جو عرب میں سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی ہے پاس رکھ لے۔ اس میں یہ بھی شرط ہے کہ نیام میں بند ہو۔

(۲) آں حضرت صلعم نے قبیلہ خزاعہ کے ایک جاسوس کو قریش کے قصد وارادہ کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ بنی خزاعہ کا جاسوس واپس آکر کہنے لگا کہ قریش نے تمام قبائل عرب کو سازش میں لاکر اس امر پر اتفاق کر لیا ہے رسول اللہؐ کو مکہ میں نہ آنے دیں۔

بدیل بن ورقہ رئیس خزاعہ خبر آمد پیمبر اسلام پاکر آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ قریش یک جہت ہو چکے ہیں کہ وہ آپ کو زیارت خانہ کعبہ نہیں کرنے دیں گے۔

پیمبر اسلام نے بدیل سے کہا کہ تم قریش سے کہہ دو کہ ہم جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں صرف زیارت خانہ کعبہ ہمارا مقصود ہے۔ بدیل نے قریش کے مجمع میں پہنچ کر یہ پیغام پہنچایا۔ قریش میں محفل شوریٰ منعقد ہوئی اور عمرہ ابن مسعود ثقفی ایک معمّر اور کبیر السن شخص کو پیمبر اسلام کی خدمت میں بھیجا گیا۔

(ل) سیرۃ النبی شبلی نعمانی ج ا ص ۳۳۱

عروہ حدیبیہ میں آیا۔ اور پیمبر اسلام سے یوں خطاب کیا۔

اے محمدؐ! تھوڑی دیر کے لئے ہم اس کو مان لیتے ہیں کہ تم نے تمام افراد قریش کا کامل استیصال کر دیا لیکن یاد رکھو اس کے ساتھ ہی یہ مثال بھی تمہارے ساتھ ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے گی کہ تم نے اپنی قوم و قبیلہ کو اپنے ہی ہاتھوں سے تباہ و برباد کر ڈالا۔ اور اگر جنگ دو سرا رُخ۔ اس کے خلاف نتیجہ معرض ظہور میں آیا تو یہ چند اوباش جو تمہارے گرد و پیش جمع ہیں آناً فاناً ذرہ ہائے ریگ کی طرح ہوا میں اُڑ جائیں گے زرقانی کی زبانی عروہ کے یہ الفاظ تھے۔

وانی لاری اشوابا یعنی اخلاطاً من الناس خلیقاان یفروا عنک ویدعوک۔

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ چند مخلوط النسل اوباش جو تمہارے ساتھ ہیں تم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور تم ان کو بلاتے رہ جاؤ گے۔

عروہ بار بار ریش مبارک پیمبر اسلام پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ مغیرہ ابن شعبہ دست بستہ کھڑا تھا اس نے عروہ سے کہا۔

اے عروہ اپنا ہاتھ ریش مبارک سے ہٹائے ورنہ ابکی بار تیرا ہاتھ ٹوٹ کر نہیں جائے گا۔

عُروہ نے مغیرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ اے مکّار! کیا تیری موجودہ مکاری کی حالت میں بھی میں تیرا کام نہیں چلا رہا ہوں۔

اس کے بعد عروہ قریش کی طرف واپس گیا اور اس نے بتایا کہ محمدؐ صرف زیارت کعبہ کا ارادہ کرکے آئے ہیں۔ اور پھر کہا۔

"تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے شاہان روم۔ ایران۔ ملوک حبشہ کے بڑے بڑے دربار دیکھے ہیں۔ ان کی تہذیب تمدّن۔ معاشرت اور عقیدت کو متعدد بار مشاہدہ کیا ہے لیکن تم یقین جانو۔ میں اس وقت اس صحبت اور اس بارگاہ سے چلا آ رہا ہوں۔ جس کی تہذیب۔ شائستگی اور حسنِ عقیدت کی مثال سے سلاطین کے دربار بالکل خالی ہیں۔

ا۔ جب محمدؐ باتیں کرنے لگتے ہیں تو سب کے سب ہمہ تن تصویر بن کر چپ سُنا کرتے ہیں۔

ب۔ کچھ عرض کرنے لگتے ہیں تو افراط ادب سے سلسلہ کلام میں کبھی اپنی آواز کو محمدؐ کی آواز سے بلند نہیں ہونے دیتے ہیں۔

ج۔ کوئی شخص ان سے نظر اُٹھا کر یا آنکھیں ملا کر باتیں کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

د۔ ایک کو حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سو ٹوٹ پڑتے ہیں۔

س ۔ وضو کرتے ہیں تو پانی کا ایک ایک قطرہ تبرک بن کر رفقا میں تقسیم ہو جاتا ہے۔
س ۔ بلغم یا تھوک گرتا ہے تو عقیدت مند ہاتھوں ہاتھ لے کر چہرہ و محاسن کا غازہ بنا لیتے ہیں۔
ص ۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ جو شرائط وہ پیش کریں ان سے مصالحت کر لی جائے۔ ملک و قوم کی اسی میں بھلائی ہے۔ ورنہ جس لشکر کو میں ان کے ساتھ دیکھ آیا ہوں وہ ایسا ہی ہے کہ جنگ و مقابلے کبھی منھ نہ پھیریں گے تاوقتیکہ سب کے سب اپنے گلے نہ کٹوالیں یا تمھارے گلے کاٹ کر تم پر غالب نہ آجائیں۔

(زرقانی ج ۲۔ ص ۲۲۲ مطبوعہ مصر۔ روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۵۳)

(۳) پیمبر اسلام نے خراش بن امیہ کو اپنا اونٹ دے کر قریش کے پاس بھیجا مگر قریش اس کو دیکھ کر حملہ آور ہوئے اور اونٹ کی بوٹیاں کر ڈالیں اور خراش جان بچا کر بھاگ آیا۔

(۴) قریش نے پچاس افراد تیر اندازوں کو حدیبیہ بھیج دیا اور انھوں نے مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کے لئے تیر باری کرنی چاہی مگر پیمبر اسلام کے معین کردہ دستہ حفاظت فوج نے ان کو گرفتار کر لیا اور خدمت پیمبر اسلام میں پیش کر دیا گیا۔ اسیروں نے معافی مانگی آپ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اسی موقعہ پر آیت ھو الذی کف ایدیھم عنکم الخ نازل ہوئی۔

(۵) پیمبر اسلام نے جب معاملہ کی اہمیت اور قریش کی سرکشی دیکھی تو آپ نے اپنے مخصوص افراد لشکر کو بھیجنا مناسب سیاست وقتی سمجھا۔

(۱) سیرت ابن ہشام مصری ج ۲ ص ۱۷۸

دعا عمر ابن الخطاب لیبعثہ الی مکۃ الخ ۔ پیمبر اسلام نے عمر ابن خطاب کو طلب کیا تاکہ ان کو قریش مکہ کے پاس بھیجیں۔ مگر عمر ابن خطاب نے عرض کیا فقال یا رسول اللہ انی اخاف قریشا علی نفسی الخ ۔ اے خدا کے رسول مجھ کو قریش سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور میں ڈرتا ہوں۔ کیوں کہ میرا کوئی مددگار قبیلہ وہاں موجود نہیں ہے۔"

ولکنی اولک علی رجل اعز بھا منی عثمان بن عفان ۔ ولیکن میں آپ کو اپنے سے زیادہ معزز آدمی بتلا دیتا ہوں وہ عثمان بن عفان ہے۔

پیمبر اسلام نے عثمان بن عفان کو مکہ پیام صلح لے کر بھیجا۔ مگر قریش نے ان کو قید کر لیا پیمبر اسلام کو خبر دی گئی کہ عثمان قتل ہو گئے تو آپ نے بیعت الرضوان اصحاب سے لی اور فرمایا کہ میں عثمان کے خون کا بدلہ ضرور لوں گا۔

اس کے بعد معلوم ہوا کہ عثمان کی رہائی کی اطلاع ملی۔ پیمبر اسلام نے جنگ کا ارادہ ملتوی کر کے پھر صلح کی بات چیت شروع کی۔

باجمال۔ استنباط نتائج عبارات مذکورہ۔ اب تک جو تاریخی عبارت درج کی گئیں۔ ان سے یہ ثابت ہو گیا کہ قریش مکہ کا طریقہ پیمبر اسلام کے ساتھ کتنا ظالمانہ۔ بے رحمانہ۔ سرکشانہ اور غیر منصفانہ تھا اور پیمبر اسلام کی ہر تدبیر صلح کو وہ برابر ٹھکرا رہے تھے اور صرف زیارت کعبہ کی اجازت مسلمانوں کو نہیں دیتے تھے۔

عبارات مندرجہ ذیل سے یہ امر واضح ہو گا کہ خود لشکر اسلام اور اعیان مہاجرین و انصار اس منزل پر آ کر دین کے معاملہ میں اور طاعت پیمبر اسلام کے معاملہ میں کس قدر مذبذب ہو گئے تھے اور ان حالات میں پیمبر اسلام نے کس سیاست عالیہ کا مظاہرہ کیا ہے اور کیسے کیسے اعلیٰ سیاسی نمونے پیش کئے ہیں۔ یہ وہ موقع جنگ تھے جو بیرونی اور اندرونی خطرات سے پیمبر اسلام کو دوچار کر چکے تھے اور قریب تھا کہ نظام اسلام منتشر ہو جائے مگر سیاست پیمبر اسلام کی بدولت حالات درست ہو گئے اور مقصد اسلام باقی رہ گیا۔

(الف) سیرت ابن ہشام مصری صـ ۱۰۹ جلد ۲۔ صحیح بخاری بحوالہ تاریخ احمدی صـ ۵۴

جب معاہدہ کی شرائط طے ہو چکیں اور اس کا لکھنا باقی تھا کہ عمر ابن خطاب ابوبکر کے پاس آئے اور کہا یا ابابکر الیس برسول اللہ۔ اے ابوبکر کیا وہ (محمدؐ) خدا کے رسول نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا، ہاں مسلمان ہیں۔ پھر بولے کہ کیا قریش مشرک نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا مشرک ہیں۔ عمر بولے تو پھر ہم لوگ اپنے میں خفت اور نقص کیوں گوارا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد عمر ابن خطاب نے پیمبر اسلام کے پاس جا کر یہی سوالات کئے جس کے جواب میں پیمبر اسلام نے فرمایا۔

انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری۔ — پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں؛ میں اُس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہ میرا مددگار ہے۔

(ب) ابن ہشام —— جب مسلمان مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے تو اُن کو پیمبر اسلام کے خواب کے مطابق یقین تھا کہ فتح حاصل ہو گی۔ لیکن بعد کے معاملات کی وجہ سے وہ شک میں ہو گئے۔

دخل علی الناس من ذلک امر عظیم حتی کادوا یھلکون۔ — مسلمان ایک امر عظیم (شک و شبہ) میں مبتلا ہو گئے حتی کہ قریب تھا کہ سب ہلاک ہو جاتے۔

(ج) تاریخ طبری صـ ۱۵۵ —— جب معاملہ معاہدہ ہو چکا تو پیمبر اسلام نے اپنے رفقاء لور لشکریوں اور اصحاب کو حکم دیا۔

قوموا انحروا ثم حلقوا قال الراوی فو اللہ ما قام منھم رجل حتی قال ذالک ثلاث مرات۔

کھڑے ہو جاؤ۔ قربانی کرو۔ پھر اپنے سر منڈواؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ اصحاب میں سے کوئی نہیں اٹھا حتی کہ پیمبر اسلام نے تین بار حکم دیا۔

روضۃ الصفاء ۱۲۴

آں سرور فرمود کہ تعجب نمودم ازیں معنی کہ مردم را گفتم کہ شتران را بکشند و سر بتراشند کس فرمان من را جانب نہ نمود سہ نوبت امر نمود۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ مجھ کو تعجب ہوا کہ میرے تین بار حکم دینے پر کسی نے تعمیل نہ کی۔

(۳) معارج النبوۃ ص ۱۹۶ و روضۃ الصفاء ص ۱۲۴ ج ۲۔

جب پیمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں عام طور پر چہ می گوئیاں ہو رہی ہیں اور یہ لوگ سرتابی اور نافرمانی پر آمادہ ہو گئے ہیں تو آپ نے مجمع کو خطاب کیا۔

بعد ازاں رو بعمر آورد و گفت شما را فراموش شد کہ در روز احد راہ گریز پیش گرفتہ بودید و من شما را می خواندم و ہیچ یک را از شما بمن مجال التفات نبود و فراموش کردید روز احزاب را کہ دشمن از اعلی و اسفل متوجہ بودند وانچہ وعدہ حق تعالی بود بانجاز پیوستہ و بعد ازاں یک یک واقعہ الطاف الہی و انجاز وعدہ بیاد یاراں آورد و ہمہ را در مقام الصاف گفتند ہرچہ خدا و رسول او فرماید راست است۔

(ترجمہ) پیمبر نے اس کے بعد عمر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ "تم لوگ بھول گئے کہ جنگ احد میں تم لوگ مفرور ہو گئے تھے اور میں تم کو بلا رہا تھا اور تم میں سے کسی کو میری طرف واپس آنے کی ہمت نہ تھی، اور تم جنگ احزاب کے واقعہ کو بھول گئے کہ دشمن ہر جانب سے حملہ آور تھے مگر جو خدا کا حکم تھا وہ پورا ہوا۔ اس کے بعد واقعات دیگر کو جن میں خدا نے مدد فرمائی تھی اصحاب کو یاد دلایا۔" حاضرین نے عرض کیا کہ جو خدا اور رسول نے فرمایا وہ درست ہے۔ ۱۲

(۳) طبری۔

عن عباس قال حلق رجال یوم الحدیبیہ و قصر آخرون۔

عباس راوی ہیں کہ روز حدیبیہ بعض مسلمانوں نے سر منڈوایا اور بعض نے صرف تقصیر۔ بال کٹوائے۔

پیمبر اسلام نے سر منڈوانے والوں کو دعا دی۔ بعض نے پوچھا کہ اے پیمبر خدا آپ نے سر منڈوانے والوں کو بال کتروانے والوں پر ترجیح دے دی تو آپ نے فرمایا۔ قال لانھم لم یشکوا۔ طبری ص ۱۵۵۰ فرمایا کہ اس لئے کہ سر منڈوانے والوں نے معاملہ خدا اور رسول میں شک نہیں کیا۔

(ص) سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد ۱ ص ۳۳۶

"حضرت عمر کو اپنے ان گستاخانہ معروضات کا جو بے اختیاری میں ان سے سرزد ہوئیں تمام عمر سخت رنج رہا۔"

(ط) روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۴۴

دچوں در عام الفتح کلید خانہ کعبہ را بدست گرفت عمر را طلبیدہ فرمود۔ ھذا الذی قلت لکم۔ وروئے توجہ باصحاب آوردہ گفت ھذا الذی وعدتکم

جب فتح مکہ ہوئی تو پیمبر اسلام نے کعبہ کی کنجی ہاتھ میں لی عمر کو بلایا اور فرمایا یہ جس کا میں نے وعدہ کیا تھا وہ یہ کنجی ہے۔

(ع) در مدت صلح حدیبیہ چندان مشرک مسلمان شد کہ برابری می کرد با مردمی کہ از ابتداء تا بدایت مصالحہ ایمان آوردہ بودند۔

دوران مدت صلح حدیبیہ میں اتنے مشرکین قریش مسلمان ہوئے کہ جن کی تعداد ابتدائے اسلام سے ابتدائے صلح نامہ تک مسلمان ہونے والوں کے برابر تھی۔

ناظرین نے ملاحظہ کیا کہ ۶ھ میں جو واقعہ صلح حدیبیہ کا پیش آیا وہ کتنا نازک موقع تھا۔ ایک طرف تو مالِ غنیمت کی امید میں رہنے والے رسالت پیمبر اسلام میں شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے تھے اور اس پر طرّہ یہ کہ عام افراد لشکر اسلام بھی بہت بددل اور ہراساں تھے۔ اور پیمبر اسلام کے بار بار حکم دینے پر بھی تعمیل حکم نہیں کرتے تھے اور دوسری جانب قریش متفق و متحد ہو چکے تھے کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ پیمبر اسلام وفود صلح بار بار مکہ بھیجتے تھے مگر فائدہ کچھ نہ تھا۔ ان حالات میں غور طلب یہ امر ہے کہ پیمبر اسلام کو قوانین سیاست کے مطابق کیا عمل کرنا چاہئے تھا اور اب تک جو کچھ کیا تھا آیا وہ مطابق آئین سیاست تھا یا نہیں۔

میں اقوال حکماء سے ثابت کر چکا ہوں کہ سیاست مدن کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ اہل دنیا میں امن و امان پیدا کیا جائے اور بنی نوع انسان کے فوائے ظاہری و باطنی کو ارتقاء ذاتی و فطری کے حصول کے مواقع بہم پہنچائے جائیں اور اشرار کی اصلاح کرتے ہوئے ان کے ضرر سے اخیار کو محفوظ رکھا جائے۔ اس تعریف سیاست کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر پیمبر اسلام اس سال مکہ کے آنے کا ارادہ نہ کرتے تو بھی خلاف سیاست ہوتا کیوں کہ قریش مکہ اور پیمبر اسلام میں بربنائے جذبہ انتقام سلسلہ جنگ و جدال جاری رہتا اور یہ چیز عادت عرب کے لحاظ سے ہر دو کے لئے تباہ کن ہوتی جیسا کہ پہلے واقعات جنگ میں ہونا رہا تھا۔ پیمبر اسلام نے بحالت مجبوری مکہ سے ہجرت کی تھی اور اس وقت آپ کے پاس کسی قسم کی طاقت موجود نہ تھی۔ ۶ھ میں مسلسل کوششوں کے ذریعہ پیمبر اسلام نے طاقت حاصل کر لی تھی چنانچہ اصحاب پیمبر یہ سمجھ رہے تھے کہ اگر وہ مکہ پر حملہ کر دیں گے تو فاتح ہوں گے

مگر پیمبر اسلام کی غرض اس موقعہ پر مطلق جنگ نہیں تھی۔ اگر اس موقعہ پر آپ کی غرض جنگ ہوتی تو جو کام آپ کرنا چاہتے تھے وہ فنا ہو جاتا اور سلسلہ جنگ، غیر متناہیہ کی صورت میں تبدیل ہو جاتا۔ آپ نے حصول طاقت کے بعد یہ چاہا کہ اپنے بدترین دشمنوں کو یہ بتا دیں کہ ہم تمہارے ظلموں کا بدلہ ظلم سے نہیں لینا چاہتے ہیں اور نہ ہمارے تمہارے اختلاف و جنگ کی بنیاد حصول اقتدار و ملک گیری پر ہے بلکہ وجہ اختلاف صرف توحید خدا اور اصلاح معاشرہ ہے۔ ہم تم کو پھر صلح و محبّت کا پیغام دے کر اپنا پیغام حق پہنچانا چاہتے ہیں اور باہمی جذبۂ انتقام و سلسلہ جنگ کو ہمیشہ کے لئے بند کرنا چاہتے ہیں۔ گویا پیمبر اسلام اپنے اس عمل صلح حدیبیہ سے باہمی انتقامی جذبہ کے رُخ کو معاملہ فہمی اور صلح و محبّت کی طرف پھیرنا چاہتے تھے۔ اصحاب پیمبر اس باریک نقطہ کو نہ سمجھ سکے اور اپنی قدیم روایات و عادات کے مطابق صلح کو اپنی شکست تصور کر لیا۔ حالاں کہ حقیقی فتح تھی کہ اسلام کا دعویٰ دعوت صلح و قیام امن باقی رہا اور دشمنوں اور اشرار کی کوششیں ختم ہو گئیں۔

پیمبر اسلام نے بہ شرائط صلح کی اور اس صلح کے لئے آپ نے بار بار اہل مکّہ کے پاس وفود روانہ کئے۔ قریش نے افراد وفود کے ساتھ سختیاں کیں۔ ان کے قتل کی افواہ اڑائیں۔ پیمبر اسلام کے ذاتی ناقہ کی بوٹی بوٹی بانٹ کر کھا گئے یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر پیمبر اسلام ان واقعات کے تاریکی میں اپنے مقصد روشن یعنی پیام امن و صلح کی روشنی کو دیکھتے رہے اور یہی صلح تاریخ میں اس امر پر شاہد ہے کہ پیمبر اسلام نے کبھی انتقامی جذبہ سے کام نہیں لیا اور صلح یا جنگ جو کچھ بھی کی وہ صرف اشاعت توحید و عدل خداوندی کے لئے اور اصلاح معاشرہ و تہذیب اخلاق و تدوین آئین تمدّن کے لئے کی گئی۔

صلح حدیبیہ کے بارہ میں باب حکمت میں بہ تفصیل لکھا جا چکا ہے اس موقعہ پر تو صرف اتنا بتانا مقصود تھا کہ پیمبر اسلام نے یگانہ و بیگانہ مخالفین کو اپنی سیاست سے کس طرح زیر کیا اور کس طرح اپنے مقصد اصلی کو حاصل کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ پیمبر اسلام کے اس عمل سیاست کے بدولت بغیر جنگ و جدال اتنی ہی تعداد مشرکین کے مسلمان ہو گئی جتنی تعداد کے ابتدائے اسلام سے یوم صلح حدیبیہ تک پہلے مسلمان ہو چکی تھی۔ فہو المراد۔

۴۴۔ سیاست مدن آمد ابوسفیان ۸ھ

رمضان ۸ھ و جنوری ۶۳۰ء میں پیمبر اسلام نے فتح مکہ حاصل کی۔ اہل مکہ کو عام معافی کا حکم سُنا دیا مگر مخصوص دشمنان اسلام اپنے اعمال کی سزا خود تجویز کر چکے تھے اور مکّہ سے بھاگنے کی تاک میں تھے۔ ابوسفیان نے جو کچھ دشمنی کی تھی وہ ظاہر ہے۔ مگر ایک دن عباس کو ابوسفیان راہ میں مل گیا۔ عباس ان کو ہمراہ لے کر خدمت پیمبر اسلام میں آئے اور جان بخشی کی سفارش کی۔ شبلی نعمانی نے اپنی تاریخ سیرت النبی میں لکھا ہے۔

"حضرت عمر جذبۂ انتقام کو ضبط نہ کر سکے۔ تیز قدمی سے آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا۔ لیکن حضرت عباس نے جان بخشی کی درخواست کی۔ حضرت عمر نے دوبارہ عرض کیا۔ حضرت عباس نے کہا۔ عمر۔ اگر یہ شخص تمھارے قبیلہ کا ہوتا تو تم اس قدر دل سخت نہ کرتے۔"

صاحبان نظر و فراست اور ماہران اصول سیاست خود غور کریں کہ اس موقع پر پیمبر اسلام کی سیاست کا اقتضاء کیا ہونا چاہیئے تھا اور کیا بہتر تھا۔ بظاہر تو مدبران عالم یہی رائے دیں گے کہ ابوسفیان کا قتل کر دینا حق بجانب تھا چونکہ آج کے دعوے داران تمدن و تہذیب اور دنیا کے ماہران سیاست اس قسم کے دشمنوں کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں کہ ان کو گولی سے اڑا دیا جاتا ہے۔ عہد موجودہ میں ممالک میں انقلابات رونما ہوتے رہتے ہیں اور عام طور پر ایسے افراد کو گولی سے اڑا دیا جاتا ہے۔ مگر پیمبر اسلام نے اہل عالم کو بتایا ہے کہ اگر دشمن مغلوب و مفتوح ہو کر اعتراف خطا کرے تو چاہے وہ کتنا ہی بڑا دشمن رہ چکا ہو اب اس کی صورت و حالت مقابل قوی کی نہیں ہے بلکہ وہ مجبور اور مغلوب ہے۔ مجبور اور معترف خطا پر ہاتھ اٹھانا اس کو قتل کرنا اصول شجاعت و جواں مردی کے خلاف ہے۔

علاوہ بریں ایسے دشمن کی اطاعت کا اقرار اور اطاعت فاتح کے عظمت اور رعب و داب کا مظہر بنتی رہے گی۔ اور اس کے ہم قبائلی ہم وطن۔ ہم قوم لوگ فاتح کے دل سے ممنون اور احسان مند ہوتے رہیں گے اور اپنی خطا و ظلم پر ہمیشہ نادم رہیں گے اور اس طرح ایک فرد کی جان بخشی ہزاروں انسانوں کے قلوب کو فتح کر سکے گی جس کا اثر حصول مقصد کے لئے دیرپا ہوگا۔ بخلاف اس کے سردار و سپہ سالار فوج دشمن کو قتل کر دینا اس کے ہم وطن و ہم قوم افراد کی نسلوں میں تخم عداوت کو بونا ہے۔

البتہ اگر ابوسفیان اقرار اطاعت نہ کرتا اور کلمۂ اسلام زبان پر جاری نہ کرتا تو اس کا قتل کر دینا ہی عین سیاست تھا کیوں کہ اس کا حالت کفر میں زندہ رہنا عام اہل اسلام۔ افراد لشکر اسلام۔ و نیز نو مسلمانان مکہ کو گمراہی میں مبتلا کر دینے کا سبب ہو سکتا تھا۔ اور کسی وقت بھی بعد پیمبر اسلام لشکر اسلام میں بغاوت پھوٹ نکلتی۔ جو نظام اسلام کو درہم و برہم کر دیتی۔

پیمبر اسلام نے ابوسفیان اس کی زوجہ ہندہ جگر خوار حمزہ کو بوجہ ان کے اقرار اطاعت و اقرار کلمہ توحید معاف کر دیا۔ اور ابوسفیان کی مانند ہزاروں دشمنوں کو جب وہ مسلمان ہو گئے معاف کر دیا اور انہی سے نصرت اسلام کا کام لیا اور ان کو بحیثیت لشکری و سپہ سالار فوج کے دشمنوں کے اقوام کے مقابلہ میں بھیج کر فتوحات حاصل کیں۔

پیمبر اسلام اپنے اصحاب کو بھی اصول سیاست و تمدن تعلیم دے رہے تھے اسی لئے آپ نے عمر ابن خطاب

صحابی کی رائے کو رد کر دیا۔ اور ان کو پھر موقع دیا کہ وہ معاملات کی اہمیت اور گہرائیوں کو سمجھنے کی عادت پیدا کریں۔ پیمبر اسلام نے اپنے اصحاب کو بروقت آگاہ کر دیا۔ اور جب ابو سفیان کلمہ توحید پڑھ چکا تو آپ نے عباس سے کہا۔

قال انه رجل مستسلم ولا مسلم۔ — اے عباس ابو سفیان بہ ظاہر مسلمان ہو گیا ہے مگر مسلم نہیں ہے۔

ترجمہ کامل الواقدی لکھنؤ۔ ص ۲۰۳ و

مدارج النبوۃ محدث دہلوی ص ۵۸۱

پیمبر اسلام نے اس قسم کا اسلام قبول کرنے والوں سے ہمیشہ مسلمانوں کو خبردار کیا اور ان سے محفوظ رہنے کی تاکید کی۔ مگر چوں کہ آپ بنی نوع انسان کو قوانین معاشرہ تمدن۔ و سیاست و اخلاق کی تعلیم دے رہے تھے لہٰذا ان کی تکمیل و تدوین میں کسی موقع پر کمی نہیں رکھتے تھے اور آپ جانتے تھے کہ میری تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنے والے دین و دنیا میں کامیاب زندگی گزاریں گے۔

۳۵۔ سیاست مدن فتح مکہ ۸ھ

پیمبر اسلام ۸ھ میں لشکر اسلام کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جب بیرون حدود مکہ پہنچے تو آپ نے اعلان فرمایا۔

(۱) جو شخص ہتھیار رکھ دے اسے قتل نہ کرو۔

(۲) جو خانہ کعبہ میں پناہ لے اس کو قتل نہ کرو۔

(۳) جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کرے اس کو قتل نہ کیا جائے۔

(۴) جو شخص ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے اس کو قتل نہ کیا جائے۔

(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں چھپ جائے اس کو امان دی جائے۔

(۶) بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۷) زخمیوں کو قتل نہ کرو۔

(۸) قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

پیمبر اسلام نے فتح مکہ کے بعد تمام اہل مکہ کو عام معافی دے کر سیاست کے وہ بے نظیر نمونے پیش کئے ہیں جن پر عمل کر کے اہل دنیا ہمیشہ فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔ قوانین جنگ و سلوک بدلا کے بہترین طرز عمل کو جس عنوان سے پیش کیا ہے اس کی مثال نہ امم سابقہ میں کہیں مل سکتی ہے اور نہ موجودہ دور تمدن کی تاریخ اس کی مثال پیش کر سکتی ہے۔

پیمبر اسلام کے وفات کے بعد اگر اہل اسلام نے سیاست پیمبر اسلام پر عمل کیا ہوتا تو تمام دنیا میں آج امن و امان صلح و آشتی کا دور دورہ ہوتا۔ مفسدہ پرداز فنا ہو جاتے اور فساد کا استیصال کلی ہو جاتا اور

بنی نوع انسان عہد موجودہ کی کشمکش حیات میں مبتلا نہ ہوتی۔ اب بھی وقت ہے کہ اہل عالم عموماً اور اہلِ اسلام خصوصاً اخلاق و سیاست پیمبر اسلام پر عمل کر کے دین و دنیا کی فلاح حاصل کریں۔

بعد فتح مکہ اہل مکہ حرم میں جمع ہو گئے ہجوم عام تھا۔ پیمبر اسلام سامنے موجود تھے۔ قریش مکہ اپنے اعمال کی سزا کے منتظر سر جھکائے کھڑے تھے پیمبر اسلام نے اس مجمع کو مخاطب فرماتے ہوئے پوچھا۔

"تم کو معلوم ہو کہ میں آج تمھارے معاملہ میں کیا حکم دینے والا ہوں۔ مجمع یک زبان پکار اٹھا۔ اخ کریم وابن اخ کریم — آپ اخی کریم ہیں اور کریم برادر زادہ ہیں"۔

پیمبر اسلام نے فرمایا۔ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔ آج تم پر کوئی الزام نہیں ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

پیمبر اسلام کی اس سیاست و حکمت کے افادی پہلوؤں کو قلم بند کرنا اور ان کی خوبیوں اور نتائج مفیدہ کا ذکر کرنا دائرہ تحریر سے باہر ہے۔ اور اس مختصر تصنیف میں اس وسیع مضمون کے سما جانے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا با فہم و ادراک ناظرین خود غور فرمائیں۔

۳۶۔ سیاست مدن۔ غزوہ حنین
شوال ۸ھ فروری ۶۳۰ء

جنگ حنین میں اہل اسلام کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا اور اس شکست فاش کو سیاست پیمبر اسلام نے فتح مبین بنا دیا۔ مختصراً عبارات تاریخی پیش کی جاتی ہیں تاکہ صحیح حالات کا اندازہ ہو سکے۔

(۱) روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۵۳

بالجملہ سی ہزار مرد بر محاربہ حضرت مقدس نبوی اتفاق نمودند۔

مختصر یہ کہ تیس ۳۰ ہزار دشمنان اسلام پیمبر اسلام سے جنگ کرنے پر متفق ہو گئے۔

(۲) ہمراہ لیتے باشانزدہ ہزار روئے بہ حنین نہاد۔

ایک روایت ہے کہ پیمبر اسلام کے ہمراہ سولہ ہزار لشکری تھے جب حنین کی جنگ پر روانہ ہوئے۔

(۳) روضۃ الصفا ج ۲ ص ۱۵۳ (ترجمہ)

جب صفوف جانبین کی ترتیب ہو گئی تو پیمبر اسلام نے فوج کے تین حصے کر دیے ایک دستہ فوج کا علم عمر بن خطاب کو دیا۔ دوسرے دستہ فوج کا علم علیؑ ابن ابی طالب کو عطا ہوا اور تیسرے حصہ فوج کا علم سعد بن ابی وقاص کو دیا۔ اور مختلف قبائل کے علم ان کے سرداروں کو عطا ہوئے۔ لشکر اسلام آگے بڑھا۔ راستہ تنگ تھا لہٰذا لشکر اسلام متفرق صورت میں

آگے بڑھ رہا تھا۔ اسی اثناء میں لشکرِ دشمن نے حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا سخت ہوا کہ لشکرِ اسلام بھاگنے لگا۔ اوّل جو فوج بھاگی وہ بنی سلیم تھے۔ اس کے بعد فوج خالد بن ولید نے فرار اختیار کیا۔

وانہزام سپاہ بمرتبہ رسید کہ بیش از معدودے چند پیش حضرت رسول نماندند۔

فوج اسلامی میں ایسی بھگدڑ پڑی کہ بجز چند معدود افراد کے پیمبر اسلام کے پاس کوئی نہیں رہا۔

از جملہ دلاوران کہ ثبات قدم نمودند علیؑ و عباس و عبداللہ مسعود۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب و اولاد جعفر و ربیعہ و پسران عباس قثم و فضل و اسامہ بن زید و برادرش و برادر مادر او ام ایمن۔

جو بہادر ثابت قدم رہے تھے وہ یہ ہیں۔ علیؑ عباس۔ عبداللہ مسعود۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ جعفر کی اولاد و ربیعہ۔ عباس کے لڑکے قثم و فضل اور اسامہ بن زید۔ اس کا بھائی اور اس کی ماں ام ایمن کا بھائی تھے۔

(۴) سیرۃ النبی۔ شبلی نعمانی ج ۱۔

صحیح بخاری میں ہے فادبرو احتی بقی وحدہٗ۔ سب لوگ نکل گئے اور آں حضرت صلعم اکیلے رہ گئے۔ تیروں کا مینہ برس رہا تھا۔ بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئیں تھیں...... حضرت عباس ابن عبدالمطلب بلند آواز تھے۔ آپ نے اُن کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو اُنھوں نے نعرہ مارا! یا معشر الانصار یا اصحاب شجرہ۔

(۵) کنز العمال اخرج ابن عساکر عن حسین بن علی............ زید بن حارثہ ابن عساکر نے حسین ابن علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بروز جنگ حنین جو لوگ پیمبر اسلام کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ یہ تھے۔ عباس۔ علی۔ ابوسفیان بن حارث۔ عقیل ابن ابی طالب۔ عبداللہ ابن زبیر۔ اسامہ بن زید۔

(۶) سیرۃ الطلبیہ تاریخ احمدی ص ۱۷

لمّا فرّ الناس یوم حنین عن النبی........ ابن مسعود جب بروز جنگ حنین لوگوں نے پیمبر اسلام کے پاس سے فرار کیا تو پیمبر اسلام کے پاس بجز ان چار افراد کے کوئی باقی نہیں رہا جن میں تین بنی ہاشم تھے اور ایک غیر بنی ہاشم۔ علی۔ عباس۔ ابوسفیان بن حارث۔ ابن مسعود۔

استنباط نتائج

ہیں جنگِ حنین کے واقعات کو بہ تفصیل باب حکمت عملی میں لکھ چکا

ہوں۔ اس موقع پر تو صرف پیمبر اسلام کی سیاست اور آداب جنگ کا تذکرہ منظور ہے لہٰذا باختصار لکھا جاتا ہے:

پیمبر اسلام کی فوجی طاقت جب بالکل کم تھی اور اسلحہ جنگ بھی بہت کم تھے اُس وقت پیمبر اسلام نے فتوحات حاصل کیں اور بہادران عرب کو تہ تیغ کر دیا یا اسیر کر لیا یا وہ مسلمان ہو گئے۔ لیکن جنگ حنین میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً سولہ ہزار یا کم از کم بارہ ہزار تھی سامان رسد اور اسلحہ جنگ بھی موجود تھے مگر لشکر اسلام کو شکست فاش ہوئی۔ یہ واقعہ ایسا ہے کہ مورخین اسلام نے اس کے اسباب پر غور نہیں کیا۔ یا دانستہ اس کے اسباب کے تلاش اور تحریر میں چشم پوشی سے کام لیا۔ ورنہ یہ بات کب قرین قیاس ہو سکتی ہے کہ پیمبر اسلام جیسا جنرل افواج اور سیاست داں جس نے زندگی میں کبھی شکست کا منھ نہیں دیکھا وہ اتنی بڑی تعداد لشکر کے موجودگی میں شکست سے دوچار ہو جائے۔ بعض مورخین اور محدثین نے اس شکست کو مسلمانوں کے غرور کا نتیجہ بتایا ہے اور بعض نے دوسرے اسباب غیبی کو لکھا ہے۔ مگر حقیقت واقعہ کچھ اور ہی تھی۔ جس کو میں تاریخی ثبوت کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

اسبابِ شکستِ حُنین

(۱) ظاہر ہے کہ اس جنگ میں اہل مکہ کی کثیر تعداد تھی اور یہ اہل مکہ بمجبوری خوفِ جان سے مسلمان ہو گئے تھے اور پیمبر اسلام نے بہ نظر رحم وکرم ان کی جان بخشی کر دی تھی۔ مگر یہ اہل مکہ دل سے یہ چاہتے تھے کہ پیمبر اسلام مع اپنے چند رفقائے خاص کے ختم ہو جائیں اور استیصال دین اسلام ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ ان اہل مکہ کی کافی تعداد سادہ کپڑوں میں فوج کے ہمراہ ہو گئی تھی۔ کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ حملہ آور ان کے بھائی بند ہیں ان کو سادہ لباس میں دیکھ کر قتل نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنی جماعت کا آدمی سمجھیں گے۔ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں لکھا ہے "وہ جوانی کے غرور میں اسلحہ جنگ بھی پہن کر نہیں آئے تھے۔" دیگر مورخین نے بھی یہ واقعہ لکھا ہے۔ مگر بات بنا کر کہ غرور جوانی میں سادہ لباس پہنے جنگ میں آ گئے تھے۔ درحقیقت یہ معاملہ نہ تھا بلکہ یہ نو مسلم خلاف اسلام ساز باز کئے تھے۔

جماعتے از کفار قریش آنہا کہ نو مسلمان شدہ بودند ہنوز سینہ ایشاں از چرک حقد وحسد وکینہ پاک شدہ بود۔	(ترجمہ) کفار قریش مکہ کی ایک جماعت جو نو مسلم تھی ان کا سینہ حسد وکینہ وعداوت اسلام سے پاک نہ ہوا تھا۔
روضۃ الاحباب ص ۴۹۰	روضۃ الاحباب ص ۴۹۰

(۲) سیرت النبی میں شبلی لکھتے ہیں "کہ فوج میں دو ہزار طلقاء بھی تھے یعنی وہ لوگ جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے"

آپ خود غور فرمائیے کہ یہ دو ہزار کوئی کم تعداد نہ تھی اور یہ سب دشمن کو دیکھتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے ہوں گے اتنی بڑی تعداد کا ایک دم بھاگنا فوج کو بھاگنے پر آمادہ کر سکتا ہے۔

(۳) تمام کتب تاریخ واحادیث میں بالاتفاق لکھا ہے کہ سب سے پہلے بھاگنے والوں میں۔ خالد بن ولید کا دستہ فوج تھا۔ اس کے بعد ہی سلیم تھے۔ قبل قبول اسلام خالد بن ولید کی اسلام دشمنی ظاہر ہے۔ علاوہ بریں یہ شخص عرب کے مشہور بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔ لہذا ایسے بہادر اور مشہور سپہ سالار کا معہ فوج کے بھاگنا لاتعداد لشکر کو بھاگنے پر آمادہ کر سکتا تھا۔ خالد بن ولید کے ساتھ ہی سلیم تھے وہ بھاگے۔ لہذا اب آپ بھاگنے والوں کی تعداد ملاحظہ کیجئے۔ مکّہ کے نو مسلم۔ دو ہزار طلقاء۔ بنی سلیم و خالد بن ولید کا فوجی دستہ تقریباً ۸ ہزار آدمی تو ہو گئے۔ باقی رہے ۴ ہزار مسلمانان قدیم ان کی حالت اور ان کے جذبہ ایمان کو واقعہ ۶ھ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ دیکھ چکے ہیں کہ فرمان پیمبر اسلام سے سب نے انحراف کیا تھا اور پیمبر اسلام نے اس بگڑتی ہوئی حالت کو بہ حکمت وسیاست درست کر لیا تھا۔ لیکن تقریباً ۸ ہزار کا لشکر بھاگے تو پھر ان باقی بھاگنے والوں کا ذکر ہی فضول ہے۔ کیوں کہ فوج میں ایک بھاگنے والا بھی پوری فوج کو بزدل بنا دیتا ہے۔ اور ایسے مواقع پر بڑے بڑے جنرل دھوکا کھا چکے ہیں۔ اسی لئے مقابلہ دشمن میں فوج نے جانے سے پہلے سپاہی کی ہر طرح دیکھ بھال اور جانچ کر لی جاتی ہے۔

ہم نے صفحات بالا میں تاریخی عبارات درج کی ہیں جو حقیقت واقعہ کی ترجمان ہیں۔ حالت جنگ کے بگڑنے کے اسباب ظاہر تھے اور بکثرت تھے شکست ہونا ہی چاہیے تھی اور شکست ہوئی۔ تاریخ کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں کر سکتی کہ ایسی شکست فاش فتح میں تبدیل ہو گئی ہو۔ میدان جنگ میں بارہ ہزار فوج میں سے صرف چار افراد اور ایک سپہ سالار یا جنرل باقی رہ جائے اور کل فوج بھاگ جائے۔ اور دشمن کی فوج کی تعداد تقریباً تیس ہزار حملہ کر رہی ہو۔ ایسے نازک موقعہ پر دنیا کا بہترین ماہر جنگ اور سیاست داں بھی بجز اس کے کچھ نہیں کر سکتا کہ یا تو قتل ہو جائے یا خودکشی کرے۔ یا موقع مل جائے تو بھاگ جائے۔ یہ تینوں صورتیں ایسی ہیں کہ ان حالتوں میں افراد لشکر کا بھی قتل عام یقینی ہوتا ہے بلکہ افراد لشکر کے قتل ہونے کے بعد شہری رعایا کا بھی قتل عام ہوا کرتا ہے اور حملہ آور اپنے انتقام کے شعلوں کو بغیر خون کی ندیاں بہائے فرو نہیں کر سکتا ہے۔

پیمبر اسلام نے اس شکست کو فتح مبین بنا دیا اور یہ صرف آپ کی اعلیٰ سیاست دانی اور مہارت آداب جنگ تھی۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) سیرت ابن ہشام (ترجمہ)

ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب جو اس دن پیمبر اسلام کی رفاقت میں اُس وقت تک ثابت قدم رہے تھے آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے اُن سے کہا یہ کون ہے۔ ابو سفیان بولے میں ہوں آپ کا ابن عم یا رسول اللہ۔

(۲) سیرۃ الحلبیہ میں لکھا ہے۔

وکان ابوسفیان بن حارث اخذ برکابہ .... بیعت الرضوان۔ اس وقت ابو سفیان بن حارث پیمبر اسلام کے خچر کی رکاب تھامے تھے۔ پیمبر اسلام لوگوں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر فرما رہے تھے الا این ایھا الناس۔ خبردار۔ تم کہاں جاتے ہو؟ مگر بھاگنے والے ذرا بھی التفات نہ کرتے تھے۔ اس وقت پیمبر اسلام نے عباس سے کہا یا عباس، اصرخ یا معشر الانصار یا اصحاب الشجرۃ التی کانت تحتھا بیعۃ الرضوان۔ اے عباس بلند آواز سے پکارو۔ اے گروہ انصار اے اصحاب شجرہ۔ جس شجر کے نیچے بیعت الرضوان لی گئی تھی۔

(۳) روضۃ الصفا۔

بر زبان چند نوبت گزرانید کہ یا انصار اللہ یا انصار رسولہ، من بندہ و رسول خدایم۔

پیمبر اسلام نے کئی بار زبان سے کہا اے انصار خدا اے انصار رسول خدا۔ میں بندہ ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔

جب کسی نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا تو آپ نے اونٹ کو لشکر دشمن کی طرف بڑھایا۔

(روضۃ) ہیچ کس روے باز پس نمی کرد۔ درایں اثنا رسول اللہ تحریک شترے کہ بر آں سوار بود سعی می کرد۔

جب کوئی بھی پلٹ کر نہیں آیا تو پیمبر اسلام نے اپنا اونٹ جس پر آپ سوار تھے لشکر دشمن میں داخل کرنے کی کوشش کی (تاکہ تنہا جنگ کرتے رہیں)

اول گروہے کہ بتفصیل رکاب فائز شد طائفہ عصابہ بودند از انصار۔

پیمبر اسلام کے آواز پر جو سب سے پہلے گروہ واپس آیا وہ چند انصار کا گروہ تھا۔

وقریب صد نفر نزد رسول مجتمع گشتند۔

پیمبر اسلام کے قریب سو افراد لشکر جمع ہوئے۔

اس وقت پیمبر اسلام اونٹ سے نیچے اُترے اور فرمایا کہ اب جنگ کا تنور گرم ہوگا۔ چار سپاہی لشکر اسلام کے قتل ہوئے اور ستر افراد لشکر دشمن قتل ہوئے۔ چھ ہزار غلام۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار اوقیہ چاندی چالیس ہزار بکریاں اور بھیڑیں مال غنیمت میں مسلمانوں کو ملیں۔

عبارات تاریخی سے واضح ہوگیا کہ پیمبر اسلام میدان حنین میں تنہا رہ گئے تھے۔ صرف چار افراد آپ کے ہمراہ

تھے جو جان نثاری کر رہے تھے۔ پیمبر اسلام نے عباس کو بھاگے ہوئے مسلمانوں کے پکارنے پر معین کر دیا تھا اور خود صفوف لشکر دشمن پر حملے کر رہے تھے اور آپ کے ہمراہ علیؑ جنگ کر رہے تھے۔

(۱) طبری مطبوعہ جرمن ص۱۶۶۴ (ہشام)

جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ ہم پر اس وقت قوم ہوازن کا علم بردار (عثمان ابن عبداللہ) سخت حملہ کر رہا تھا۔ اور وہ جو نقصان پہنچا رہا تھا وہ ہم کو معلوم تھا۔ علی ابن ابی طالب اور ایک مرد انصار نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ علیؑ نے اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اونٹ گرا اور اس مرد انصار نے عثمان کو اپنے نیزہ میں کونچ لیا۔ پھر تو جماعت کی جماعت ایسا بھاگی کہ پھر وہ رسول اللہ صلعم کے سامنے ہتھکڑی پہنے کھڑے ہوئے دکھائی دیئے۔

اس موقع پر پیمبر اسلام کی شجاعت و استقلال و ثبات قدم نے بھاگے ہوئے لشکر اسلام کو واپس بلا لیا۔ بات یہ ہوئی کہ پیمبر اسلام اور آپ کے چار ساتھی دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ ادھر عباس مسلمانوں کو آواز دیتے تھے۔ جب مسلمان دور نکل گئے اور ان کے حواس درست ہوئے تو ان کو یہ سوچنے کا موقعہ اور وقت مل گیا کہ اگر پیمبر اسلام اور ان کے چار ساتھی مارے گئے تو اس کے بعد لشکر دشمن ہم کو بھی چن چن کر قتل کر دے گا۔ جان بھاگنے سے بھی نہیں بچے گی۔ اب ایک صورت یہی ہے کہ خدا کا رسول تنہا اتنی کثیر فوج کا مقابلہ کر رہا ہے ضرور خدا کی مدد و نصرت پیمبر اسلام کے ساتھ ہے لہٰذا اس وقت پیمبر اسلام کے ساتھ دینے ہی میں جان بچنے کی کچھ امید ہو سکتی ہے۔ لہٰذا مسلمان ایک دم واپس ہونا شروع ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی وقفہ میں میدان جنگ بھر گیا اور اب کی مرتبہ بغرض حفاظت جان جو حملہ کیا وہ زبردست حملہ تھا کہ پہلے ہی حملہ میں دشمن کی فوج کے قدم میدانِ جنگ سے اکھڑ گئے۔

پیمبر اسلام کے اس نازک موقعہ پر جم کر مقابلہ کرنا اور چار افراد لشکر سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھنا پے در پے حملے کرنا۔ عباس کے ذریعہ اپنی بھاگی فوج کو للکارنا اور بلانا۔ یہ وہ کام تھے جو اپنی آپ مثال ہیں اور ان ہی کے ذریعہ پیمبر اسلام نے شکست خوردہ فوج کو فاتح حنین بنا دیا۔ اور سیاست اعلیٰ کا نمونہ پیش کر دیا۔

۳۷۔ سیاست مدن۔ محاصرہ طائف

حنین اور اوطاس کی بھاگی ہوئی فوج طائف میں جمع ہو گئی شہر طائف کے چاروں طرف فصیل شہر تھی۔ قلعہ طائف بھی بہت مستحکم اور سامان رسد سے بھرپور تھا۔

عروہ ابن مسعود جس کو ابو سفیان کی لڑکی اور معاویہ کی بہن بیاہی تھی۔ طائف کا رئیس و حاکم تھا اور قلعہ طائف میں اسلحہ جنگ بھی کافی موجود تھے۔ پیمبر اسلام کو جب خبر ملی کہ افواج قریش طائف میں جمع ہو گئی ہیں تو اس وقت اقتضاء

سیاست یہی ہوا کہ دشمنوں کو حملہ آور ہونے اور مزید طاقت فراہم کرنے کا موقع نہ دیا جائے لہذا آپ نے غنائم کی تقسیم اور قیدیوں کے معاملات کو ملتوی کر دیا اور خود معہ لشکر اسلام کے طائف کا رُخ کیا۔ اور ۲۰ دن تک تک طائف کا محاصرہ جاری رکھا۔ اہل طائف حملے کرتے رہے اور لوہے کی گرم سلاخیں اور تیر بارانی سے مسلمانوں کو زخمی اور بعض کو شہید کر دیا۔

پیمبر اسلام نے اعلان کیا کہ اہل طائف میں سے جو قلعہ سے نیچے آکر امان مانگے گا اس کی امان قبول کی جائے گی۔ اور جو غلام آئے گا اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔ یہ اعلان سُن کر بیس غلام قلعہ سے باہر آئے اور مسلمان ہو گئے۔

پیمبر اسلام نے ان بیس افراد کو اصحاب کو فرداً فرداً سپرد کر دیا کہ ان کی مدد کی جائے اس کے بعد پیمبر اسلام نے بہتر سمجھا کہ محاصرہ میں وقت ضائع نہ کیا جائے بلکہ غنائم و اسرا حنین کو اہل لشکر میں تقسیم کر دیا جائے۔ لہذا آپ نے جعرانہ آکر غنائم کو تقسیم کر دیا۔

اسی اثناء میں حنین کے قیدیوں کی آزادی کی درخواست کرنے کے لئے ایک وفد آیا جس کا قائد زہیر ابن صرد تھا۔ پیمبر اسلام سے عرض کیا گیا کہ حلیمہ سعدیہ دائی کے ہم رشتہ دار اور ہم قبیلہ ہیں۔ ہماری درخواست منظور کی جائے اور اسیران حنین کو رہا کر دیا جائے۔ پیمبر اسلام نے اپنے اور بنی ہاشم کے قیدیوں کو آزاد کر دیا اور زہیر سے کہا کہ بوقت نماز ظہر مسلمانوں سے باقی اسیروں کی رہائی کی درخواست کرو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لشکر اسلام نے بہ تاسی پیمبر اسلام چھ ہزار اسیران حنین کو آزاد کر دیا۔

ان قیدیوں میں اب بنی سلیم اور بنو حرازہ باقی رہ گئے۔ پیمبر اسلام نے ان کو طلب فرمایا اور ان کی دیت فی کس چھ چھ اونٹ قرار پائی۔ پیمبر اسلام نے یہ دیت سب کی طرف سے خود ادا کر دی اور قیدیوں کو لباس پہنا کر رخصت کر دیا۔

پیمبر اسلام نے وفد کے افراد سے دریافت کیا کہ مالک بن عوف کہاں ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ وہ قلعہ طائف میں موجود ہے۔ پیمبر اسلام نے کہا کہ تم واپسی پر اس سے کہو کہ اگر وہ آئے اور مسلمان ہو جائے تو میں اس کے اہل و عیال اس کے سپرد کر دوں گا اور سو اونٹ اس کو بطور انعام کے عطا کروں گا۔ ارکان نے مالک سے کہا۔ مالک آیا اور مسلمان ہو گیا۔ پیمبر اسلام نے حسب وعدہ اس کو سب کچھ عطا کر دیا۔ اور اس کے بعد پیمبر اسلام نے مالک ابن عوف کو قبائل کا حاکم مقرر کر دیا اور خود بہ نیت عمرہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (روضۃ الصفا ج ۲)

استنباط نتائج

ناظرین نے غور کیا کہ پیمبر اسلام نے طائف کا محاصرہ بیس روز تک کیا۔ بعد کو اعلان معافی کر کے طائف کے بیس غلاموں کو آزاد کر دیا۔ محاصرہ ترک کر کے جعرانہ میں آکر غنائم حنین کو تقسیم کیا۔ اور ہوازن وغیرہ قبائل کی درخواست پر چھ ہزار حنین کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اور بعض کی دیت یا معاوضہ اپنے پاس سے ادا کر دیا اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ کیا محاصرہ طائف عبث تھا۔ کیا پیمبر اسلام نے

طائف کو فتح نہیں کیا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ قلعہ طائف کو بارہ ہزار فوج تباہ و برباد کر دیتی۔ آگ لگا دیتی۔ قتل عام کر دیتی۔ سب کچھ ممکن تھا مگر یہ سب سیاست محمدیہ کے خلاف تھا۔ آپ کی غرض تو محاصرہ۔ یا جہاد یا دفاع سے صرف یہی تھی کہ بنی نوع انسان قوانین اسلام یعنی اصول تہذیب و تمدن کے پابند ہو جائیں اور بہیمیت و درندگی سے باز آجائیں۔ لہٰذا آپ نے وہ طریقہ اختیار کیا کہ اہلِ طائف کے قلوب فتح کر لئے۔ جس وقت اہل طائف جو حنین اور اوطاس کے بھاگے ہوئے افراد تھے یا خود اہل طائف تھے اُس نے یہ اخلاق محمدی کا مظاہرہ دیکھا۔ ان کے دلوں نے گواہی دی کہ پیمبر اسلام کا حملہ یا جنگ دنیوی بادشاہوں کی جنگ نہیں ہے۔ اس جنگ کی غرض طمع مال دنیا اور طلب توسیع مملکت نہیں بلکہ انسانوں کو اصول انسانیت سکھانا ہی اصل مقصد ہے۔ لہٰذا اہل طائف نے فیصلہ کر لیا کہ ان کو بخوشی اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ تھوڑی ہی مدت گذری کہ اہل طائف مجموعاً مسلمان ہو گئے اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ رشتۂ ایمان میں منسلک ہو گئے۔

پیمبر اسلام نے واقعہ محاصرہ طائف کے دوران میں سیاست و آداب جنگ کے وہ نمونے پیش کر دیے جو ہمیشہ انسانوں کے لئے قابل عمل اور وجہ فتح و کامرانی رہیں گے۔

سپہ سالار فوج اور افراد لشکر جب حملہ آور ہوتے ہیں تو ان کا طریقہ کار ہر جگہ صرف جنگ اور قتل و غارت ہوتا ہے کیوں کہ ان کو یہی تعلیم و تربیت (ٹریننگ) دی جاتی ہے۔ پیمبر اسلام نے اپنے عمل سے بتایا ہے کہ ہر ممکن کوشش کی جائے کہ قتل و غارت نہ ہو۔ کیوں کہ یہ تخریبی کارروائیاں اور سرگرمیاں ہیں۔ انسان مہذب و متمدن کا فریضہ یہ ہے کہ وہ تعمیری کام کرے۔ اور تخریبی کاموں سے بچتا رہے۔ پیمبر اسلام نے اپنے ہر غزوہ۔ سریہ اور موقع دفاع پر اپنے کارناموں سے یہی ظاہر کیا ہے اور آپ سو فی صدی ہمیشہ اس مقصد میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ اس کامیابی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ دین اسلام کی ہر دلعزیزی روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور ایک دن وہ ہوگا کہ جہالت دنیا سے فنا ہوتے ہی تمام ساکنان روئے زمین مسلمان ہو جائیں گے۔

۳۸۔ سیاست مدن تعلیم اصول — بہترین مدبر۔ سیاست داں اور عالم کا یہی فریضہ ہے کہ وہ افراد ملک و لشکر کو بے غرض خدمت خلق کرنے کی تعلیم بھی دیتا ہے اس کے دو طریقے ہیں۔ اوّل تو یہ تعلیم اقوال کے ذریعہ دی جائے۔ اس سلسلہ میں کتب احادیث و تاریخ میں اصلاح معاشرہ اور فرائض انسانی کے بارہ میں ہزارہا اقوال پیمبر اسلام موجود ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ عملی تعلیم دی جائے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں اوّل تو یہ کہ خود اصول معینہ پر عمل کیا جائے تاکہ عوام و خواص قوم و مذہب صحیح تعلیم حاصل کر سکیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مبتدی و منتہی تعلیم یافتہ و

ہدایت یافتہ افراد سے مختلف مواقع۔ سرد گرم۔ سہل و مشکل پر مطابق اصول معینہ کام لیا جائے اور ان کو عملاً ان اصول کا عادی بنا دیا جائے۔

پیمبر اسلام نے اپنے قول و فعل سے ہر شعبہ زندگی کے ضروری اصول پیش کئے ہیں اس کے علاوہ آپ نے اپنے عہد کے مسلمانوں کو یہ مواقع بھی پیش کئے جن میں وہ خود عمل کر کے ایسے تعلیم یافتہ اور ہدایت یافتہ بن سکیں کہ آئندہ وہ دوسروں کے لئے معلم و ہادی کا فریضہ انجام دے سکیں ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے یہ امر ضروری تھا کہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کو ان اصول پر عمل کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جائیں۔ پیمبر اسلام نے سرایا (وہ لڑائیاں جن میں پیمبر اسلام خود شریک نہیں ہوتے تھے) کو اسی مقصد کے لئے مخصوص کیا تھا کہ افرادِ لشکرِ اسلام خود ذمہ دارانہ طریقہ پر فریضہ حیات کو پورا کریں اور اگر غلطی کریں تو ان کو سزا دی جائے اور تنبیہ کی جائے چنانچہ پیمبر اسلام ہمیشہ سرایا پر جانے والوں کی تنبیہ و ہدایت کرتے رہے۔ اور تھوڑی ہی مدت میں آپ نے اسلام کے تربیت یافتہ لاکھوں سپاہی پیدا کر دیئے۔ جن کو صرف دشمن سے لڑنا اور سختیوں پر صبر کرنا ہی نہیں سکھایا گیا تھا بلکہ ہر موقعہ پر اعلیٰ اخلاق پر عمل کرنا بھی تعلیم دیا گیا تھا۔ اور حسب موقعہ و ضرورت ان اخلاق عالیہ سے کام لینا بھی سکھایا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مجاہدین اسلام دشمنوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کر لیتے تھے اور اس طرح دائرہ اسلام وسیع ہوتا گیا۔ ان اسلامی لشکریوں میں بعض رسوم عہد جاہلیت کے زیادہ عادی ہو چکے تھے ان کو پیمبر اسلام نے سخت الفاظ میں تنبیہ کی اور ان کے افعال سے بیزاری کا اظہار کر کے دیگر مسلمانوں کو خبردار کر دیا کہ وہ اسلام میں رہ کر ایسی غلطیاں کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔

مثالی واقعہ:۔ (۱) روضۃ الاحباب ص۳۳۷۔ اسوۂ ص۱۶۷ ج سوم۔

طبرانی بطریق ابن عباس روایت می کند کہ پیغمبر صلعم چوں بمکہ در آمد گفتند یا رسول اللہ این خالد ابن ولید است کہ شمشیر کشید و اہلِ مکہ را می کشد ...... چوں آں فتنہ تسکین یافت حضرت با خالد گفت چوں نہی کردہ بودم چرا جنگ کردی۔ خالد جواب داد کہ ایشاں ابتدا نمودند۔

طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پیمبر اسلام جب مکہ میں داخل ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسول خالد بن ولید اہل مکہ کو قتل کر رہا ہے ...... جب وہ فتنہ ختم ہو گیا تو پیمبر اسلام نے خالد کو طلب کیا اور فرمایا اے خالد جب کہ میں نے منع کر دیا تھا تم نے کیوں کہ جنگ کی۔ خالد نے کہا کہ انھوں نے ابتدا کی تھی۔

اس طرح کے صدہا واقعات ہیں جن میں پیمبر اسلام نے رفقاء کو آداب جنگ اور اغراض ومقاصد جنگ ودفع کے بارہ میں عملی تعلیم دی ہے اور ان پر سختی سے عمل کرایا ہے۔ علاوہ بریں آپ ہر جنگ میں علمداران فوج وسپہ سالاران لشکر کو تبدیل کرکے ہر بافہم اور باعمل سپاہی کو مہارت آداب جنگ سے ومہارت اصول اخلاق کا موقع فراہم فرماتے تھے اور یہ کام پیمبر اسلام کی سیاست مدن کا جزو اعظم تھا۔

غزوہ تبوک ۹ھ و ۶۳۵ء | غزوہ تبوک ودیگر سرایا وغزوات میں سے بعض میں مختلف مقاصد سیاست مضمر ہوتے تھے اور پیمبر اسلام ان کے ذریعہ مختلف فوائد ونتائج حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان کی تفہیم وادراک اور ان کا بہ تفصیل لکھنا بہت دشوار ہے۔ کیوں کہ آپ حکیم تھے اور فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ (حکیم کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے) لہٰذا آپ کے افعال حمیدہ کو کما حقہ سمجھنا اور اس پر رائے زنی کرنا ممکن ہی نہیں ہے اسی لئے کہ آپ کی سی عقل وفہم کسی دوسرے شخص میں موجود ہی نہیں ہے۔ آپ بہترین مدبر۔ بہترین سیاست داں اور بہترین مدون اصول وقوانین معاشرہ واخلاق ہیں۔

بعض متعصب غیر مسلم مورخین نے اپنی کم فہمی اور نقص علم کا ثبوت اس طرح دیا ہے کہ پیمبر اسلام کے بعض غزوات کو لاحاصل اور عبث قرار دیا ہے۔ غزوہ تبوک پر بھی اعتراضات کئے ہیں۔ میں اس معاملہ کو تاریخی روشنی میں صاف کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) تبوک۔ مدینہ اور دمشق کے درمیان میں چودہ منزل کی مسافت پر واقع ہے۔

(۲) جنگ موتہ میں فوج اسلامی کی واپسی نے عیسائیوں کو اتنی ہمت دلادی تھی کہ وہ مدینہ پر حملہ کا ارادہ کر رہے تھے۔

(۳) غسان قیصر روم کی جانب سے شام کے حکمران تھے اور مدینہ پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہے تھے اور انھوں نے قیصر روم سے چالیس ہزار فوج طلب کی تھی۔

(۴) مدینہ میں چار سال سے بارش نہیں ہوئی تھی اور سخت قحط پڑا ہوا تھا۔

(۵) اسی دوران میں کچھ تاجروں نے خبر دی کہ رومی وغسانی متحد ہوکر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ وہ دمشق سے روانہ ہوکر جابلقا تک پہنچ چکے ہیں۔

ان حالات میں پیمبر اسلام کو کیا کرنا چاہئے تھا۔ اگر خاموش اپنی جگہ پر رہتے اور اگر واقعہ خبر صحیح ہوتی تو مدینہ کی تاراجی واسلام کی بربادی یقینی تھی۔ اگر قیصر روم کی سازش سے غسانی شامی فوج نے

یہ افواہ اُڑائی تھی تو یقیناً اس کے پردہ میں ان کا کوئی مقصود بھی تھا۔ اور وہ صرف یہ کہ حالت قحط و سخت گرمی لشکر کو مانع سفر ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر لشکر اسلام مقابلہ کو نہیں نکلتا ہے تو اس کی کمزوری کا سُراغ مل جائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ وہ اتنی کثیر تعداد فوج سے مقابلہ سے مجبور اور خوف زدہ ہیں۔ اگر ایسا ظاہر ہو گیا تو پھر مدینہ پر حملہ کر کے اسلام کو نیست و نابود ہی کر دیا جائے گا۔ مگر قیصر روم و غسانی پیمبر اسلام کی سیاست کو سمجھ نہ سکے اور غلط اندازہ لگایا۔ پیمبر اسلام نے جیسے ہی یہ خبر سُنی۔ عام مسلمانوں کو جنگی تیاری کا حکم دے دیا۔ اور آپ کے اس حکم میں بہت سے مفید مطلب و مصلحتیں تھیں مگر یہ دو تین بہت ظاہر ہیں۔

(۱) اوّل تو یہ کہ کثیر تعداد لشکر اسلام کے جوش اسلامی و ایمانی کی جانچ ہو جائے گی اور منافقین و مسلمین کی تعداد کا صحیح پتہ لگ جائے گا۔

(۲) دوسرے نو مسلم اور نو تربیت یافتہ افراد لشکر کی فوجی تعلیم۔ ٹریننگ ہو جائے گی اور مصائب سفر اور تمازت آفتاب تشنگی و گرسنگی کے صبر کی عادت پیدا ہو گی اور اسلام کے لئے اپنا جان و مال و اولاد قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہو گا اور اطاعت حکم خدا و رسول کی عادت پڑے گی وغیرہ وغیرہ۔

(۳) لشکر اسلام جس کی تعداد تیس ہزار تھی و بروایتے ایک لاکھ۔ اس کا جانب شام چودہ منزل تک سفر کرنا اطراف و جوانب کے قبائل۔ اہل شہر وغیرہ کے دلوں کو دہلا دینے اور رعب اسلامی کو قائم کر دینے کے لئے کافی تھا۔ بلکہ وہ ممالک جنہوں نے غرور سلطنت میں پیمبر اسلام کے خطوط دعوت کو چاک کر دیا تھا۔ اس لشکر اسلام کو حملہ آور شان میں دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے ہوں گے۔

عہد موجودہ اور عہد پیمبر اسلام کے حالات میں بہت فرق ہے مگر آج بھی یہ قاعدہ فوجی ہے کہ حریف ممالک ایک دوسرے کو اپنی طاقت و قوت سے خوف زدہ کرتے ہیں۔ مدبران ممالک نے اس نمائش طاقت و قوت کی دو صورتیں مقرر کی ہیں۔ اوّل تو یہ ہے کہ اپنے ملک میں مختلف مواقع پر اپنی فوجی طاقتوں سلاح جنگ اور ان کی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہیں تاکہ رعب حکومت رعایا پر باقی ہے اور عنصر مخالف سر نہ اُٹھانے پائے۔

دوسرا یہ کام ہے کہ ہر ملک اپنی طاقت اسلحہ و لشکر کا مظاہرہ عظیم الشان طریقہ پر کرتا ہے کہ اس کے ہمسایہ ممالک اس سے خوف زدہ رہیں اور کبھی اس پر حملہ کی نیت و ارادہ نہ کر سکیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ ممالک جو باہم متحد ہوچکے ہیں وہ مجموعی حیثیت سے اپنے مقابل کو مرعوب کرنے کے مظاہر و حفاظت و دفاع کرتے ہیں۔

اس عہد ۱۹۶۵ء میں دنیا صرف دو طاقتوں پر منقسم ہو چکی ہے۔ ایک روسی طاقت اور دوسری امریکی طاقت تمام ممالک بھی ان ہی دونوں طاقتوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ ان ہی مظاہرات تولئے فوجی کا نتیجہ ایجاد اٹم بم، ہائیڈروجن بم وغیرہ ہے اور خلائی سیارگان کی دوڑ کا یہی مقصد اصلی ہے۔ مگر عہد پیمبر اسلام میں سفری، رسدی، خبری، آئمی یہ سہولتیں نہ تھیں۔ مگر پیمبر اسلام کی اس عہد میں قوانین و آداب جنگ تو ایسے مقرر کرنا تھے جو قیامت تک کی نسلوں کو کام دے سکیں۔ پیمبر اسلام نے غزوہ تبوک کا ارادہ کر دیا اور اس میں گوناگوں فوائد دینیہ و قومیہ و سیاسیہ کو ملحوظ رکھا۔

پیمبر اسلام نے غزوہ تبوک کی روانگی سے قبل حلیف قبائل کو خطوط لکھ بھیجے کہ وہ اثناء راہ میں مو کمک و فوج کے شریک لشکر اسلام ہوں۔ (روضۃ الصفاء)

دیگر غزوات میں پیمبر اسلام کا یہ طریقہ تھا کہ جس جانب آپ کو بارادہ جنگ جانا ہوتا تھا اس کو ظاہر نہیں فرماتے تھے بلکہ اس کے خلاف راستہ کو ظاہر کیا جاتا تھا۔ مگر غزوہ تبوک میں صاف صاف سمت سفر اپنے لشکر کو بھی بتادی اور خطوط میں بھی لکھ دی۔

مورخین اسلام کو معلوم ہے کہ لشکر اسلام بوجہ قحط سالی سخت بے سرو سامانی میں مبتلا تھا۔ اس لشکر کا نام جیش العسرت ہو گیا تھا۔

لشکر اسلام کی روانگی اور منزل بہ منزل سفر کرنا۔ آخر قیصر روم کو اطلاع مل گئی اور اس نے غسانیوں میں سے ایک شخص کو خدمت پیمبر اسلام میں بھیجا کہ حالات اور صورت واقعہ دیکھ کر واپس آئے۔ جب یہ غسانی قیصر روم کے پاس گیا اور اس نے تمام حالات بیان کئے تو قیصر روم نے اعیان سلطنت کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں دین مسیحی کو ترک کرتا ہوں اور دین محمدی کو اختیار کرتا ہوں، تم لوگ بھی ایسا ہی کرو۔ مگر سرداران روم نہ مانے۔ قیصر روم کو اندیشہ ہوا کہ فساد ملک میں پیدا ہو جائے گا۔ لہذا وہ خود مسلمان ہو گیا۔

(۱) روضۃ الصفاء جلد ۲۔ ہرقل اعیان ممالک و اشراف دیار روم را جمع کردہ فرمان داد کہ از ملت نصرانیت اعراض نمودہ اختیار شریعت غرا نمایند آدمیان از سخن قیصر بر آشفتہ بمرتبہ کہ از زوال ملک ہرقل اندیشہ مند شد اما در خفیہ ایمان آورد۔

(ترجمہ) ہرقل نے روم کے ملکوں کے شہروں کے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ مذہب مسیحی کو چھوڑ کر دین محمدی کو قبول کر لو۔ رومیوں کو ناگوار ہوا اور خطرہ ہو گیا کہ سلطنت روم ہرقل کے ہاتھ سے نکل جائے لہذا ہرقل پوشیدہ طور پر مسلمان ہو گیا۔

واقعہ مذکورہ سے اس امر کا تو سراغ مل گیا کہ اس وقت سلطنت روم قدیم ترین اور اعظم ترین حکومت تھی مگر پیمبر اسلام کے سفر تبوک نے ہرقل اور اس کی افواج کے حوصلے پست کر دیئے اور ان کو لرزہ براندام کر دیا۔ اب رہے دوسرے قبائل و ممالک نواحی وہ تو نیم پژمردہ ہو کر نیم مردہ ہو گئے ہوں گے۔

نتائج سفر تبوک

پیمبر اسلام کے اسی سفر تبوک کا یہ اثر ہوا کہ حاکم دومۃ الجندل اکیدر بن عبدالملک نے بمجرد خالد ابن ولید کے پہنچنے کے قلعہ کی کنجی بھی دے دی اور ایک ہزار اونٹ اور آٹھ سو گھوڑے۔ چار سو نیزے۔ اور چار سو زرہ خالد کو دیں اور بعد کو اکیدر اور اس کا بھائی مضباد حاضر خدمت پیمبر اسلام ہوئے اور اسلام لائے۔ (روضۃ الصفاء)

آمد وفود

پیمبر اسلام جب سفر تبوک سے واپس ہوئے تو قبائل عرب کے وفود جوق در جوق خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے۔ ان وفود کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) وفد بنی مرہ (۲) وفد بنی اسد (۳) ہمدان (۴) بنو طارق (۵) بنی سعد (۶) وفد بہرا۔ (۷) وفد بنی عبش (۸) وفد بنی البکا (۹) بنی عذرا (۱۰) وفد نجیب۔ مال زکوٰۃ لائے مگر پیمبر اسلام نے حکم دیا کہ اپنے شہر کے غرباء میں تقسیم کر دو۔ (۱۱) ثقیف (۱۲) فرازہ (۱۳) عبد القیس (۱۴) بنی طے۔ (۱۵) اشعریین (۱۶) وفد عامد (۱۷) صدا (۱۸) محارب (۱۹) وفد جریر بن عبداللہ البجلی (۲۰) خولان (۲۱) غسان (۲۲) بنی حارث (۲۳) سلامان (۲۴) وفد بنی حنیفہ (۲۵) نخع (۲۶) دوس (۲۷) ازد (۲۸) فروہ جذامی —— وفود مختلفہ اتنی کثرت سے آئے کہ اس سال نہم ہجری سنۃ الوفود (وفود کا سال) مشہور ہو گیا ہے۔ یہ عالمگیر فتح اسلامی صرف سفر تبوک کی وجہ سے ہوئی۔

۳۹۔ سیاست مدن بسورۂ برأت

(۳) ۹ھ میں پیمبر اسلام نے چاہا کہ حج خانہ کعبہ بجالائیں۔ مگر عرب برہنہ ہو کر مراسم حج ادا کرتے تھے۔ لہٰذا پیمبر اسلام نے حج اس سال ملتوی کر دیا۔ اور ماہ ذی قعدہ میں ابوبکر کو سورہ برأت کی کچھ آیات دے کر مکہ بھیجا تاکہ مجمع عام میں وہ احکام خدا سنا دیئے جائیں بعد کو آپ نے علیؑ کو ان کے پیچھے بھیجا۔ اور علیؑ سے یہ بھی فرمایا کہ یہ چار احکام بھی میری طرف سے حجاج کو سنا دینا۔

(۱) بغیر ایمان لائے کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔

(۲) کوئی شخص برہنہ طواف کعبہ نہیں کرے گا۔

(۳) اس سال کے بعد کوئی مشرک و کافر حج نہیں کرے گا۔

(۴) مشرکین و کفار نے جو عہد خدا و رسول سے کیا ہے وہ مدت معینہ تک اس پر باقی رہے گا۔

اور اس کا معاہدہ وقت معین تک نہیں ہوا ہے تو چار ماہ وہ امان میں رہے گا۔ اس کے بعد اگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا تو اس کا خون بہانا اور مال ضبط کر لینا جائز سمجھا جائے گا۔ بہ حکم پیمبر اسلام علی گئے اور ابوبکر سے سورۂ برات کو لے لیا اور مجمع عام میں موقعہ حج پر تبلیغ احکام خدا و رسول کر دی۔

روضۃ الصفاء۔ چوں علی بمکہ رسید شمشیر بر کشید و گفت بخدا سوگند کہ حج برہنہ طواف نکند مگر آں کہ او را بہ تیغ تادیب کنم آنگاہ ہر کہ برہنہ بود جامہ پوشیدہ زیارت خانہ کعبہ کرد۔

علیؑ جب مکہ پہنچے تو آپ نے تلوار نیام سے کھینچ لی اور کہا خدا کی قسم کہ اب کوئی برہنہ طواف کعبہ نہ کرے ورنہ تلوار سے گردن مار دوں گا۔ یہ سن کر جو برہنہ تھا اس نے لباس پہن کر زیارت خانہ کعبہ کی۔

پیمبر اسلام کے سفر تبوک کا یہ رعب اعراب نواحی و اطراف پر چھایا تھا کہ کسی قومی حتیٰ کہ مذہبی معاملہ میں بھی چوں و چرا کرنے کی مجال نہ تھی۔ پیمبر اسلام نے بلحاظ پیرانہ سالی کے ابوبکر کو انتخاب کیا تھا تاکہ ازدہام خانہ کعبہ میں کسی کو ان کے عہدِ جاہلیت کے مذہبی رسوم کے روکنے پر اشتعال پیدا نہ ہو بلکہ بہ سہولت احکام کی تعمیل کر لیں۔ مگر یہ خیال کرتے ہوئے کہ احکام سخت ہیں اور ابوبکر تابہ عہد جاہلیت خود ان ہی اعراب کے طریقہ پر رہ چکے ہیں۔ لہٰذا ان کے احکام میں طاقت نہیں ہو گی۔ اور ممکن ہے کہ لوگ حکم نہ مانیں اور بات بڑھ جائے اور نوبت بہ فساد آجائے تو ایسی حالت میں رعب اسلام میں فرق آجائے گا اور خانہ خدا کی حرمت مٹ جائے گی اور ممکن ہے کہ نوبت کشت و خون تک آجائے۔ اس لئے آپ نے پہلے خیال کو ترک کر دیا اور علی کو بھیج دیا تاکہ لوگ اس جوان عربی سے مرعوب بھی رہیں اور حکم سے سرتابی کی جرأت نہ کر سکیں اور موقع ایسا نہ آنے پائے کہ فساد پیدا ہو جائے اور اگر یہ نوبت آبھی جائے تو علیؑ شان و رعب اسلامی کو باقی رکھ سکتے ہیں اور نافرمانوں کی سرکوبی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ علیؑ کے اعلان کے کے دوران میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر باآواز بلند علیؑ سے کہا۔ اے علیؑ اگر تم اور تمھارے چچازاد بھائی (محمدؐ) کے یہ واقعات نہ ہوئے ہوتے اور تم سفیر بن کر نہ آئے ہوتے تو ہم ضرور تمھارے حکم کو مان لیتے۔ علیؑ فرمود کہ اگر نہ برسول دشوار آمدے کہ مرا گفتہ است کہ ہیچ نگوئی تاباز آئی ہر آئینہ بر کشتن تو اقدام می نمودم۔ (روضۃ الصفاء) (ترجمہ) علیؑ نے کہا اے شخص پیمبر اسلام نے مجھ کو حکم نہ دیا ہوتا کہ "میں تم سے کچھ نہ کہوں تا ایں کہ واپس آجاؤں" تو یقیناً میں تجھ کو اس اعتراض پر جان سے مار ڈالتا۔ اور قتل کر دیتا۔ معاملہ بہت سنگین تھا تمام نواحی عرب کے لوگ حج کعبہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ سب اسلام کے دشمن اور بت پرست تھے پیمبر اسلام کے چاروں حکم اور سورۂ برائت کی آیات ان کے مذاہب کے خلاف تھیں۔ یقیناً فساد کا امکان قوی تھا مگر

پیمبر اسلام نے اس موقع پر علیؑ کا انتخاب کر کے حالات پر قابو پالیا اور لاکھوں انسانوں کے مجمع مخالف میں کسی کو چوں وچرا کی جرأت وہمت نہ ہوئی۔

پیمبر اسلام نے حج کے مجمع عام میں پیغام اسلام پہنچا دیا اور احکام حج پہنچا دیئے۔ ابوبکر جب مدینہ واپس آئے تو پیمبر اسلام سے دریافت کیا۔ (روضۃ الصفاصفحہ ۱۶۷ جلد ۲)

ابوبکر از راہ برگشتہ بر نزد رسول اللہ آمد وبعرض رسانید املتنی لامر طالت الاعناق فیہ فلما توجہت تردّدنی عنہ مالی انزل فی القرآن فقال النبی لا ولکن الامین هبط الیّ عن اللہ عزّ و جل لانہ لا یؤدّی الیک الا انت او رجل منک وعلیٌّ منی وھو اخی ووصی و وارثی وخلیفتی فی اھلی وامتی من بعدی تقضی دینی وینجز وعدی لا یؤدّی الا علی۔

(بہ اختلاف الفاظ، ترمذی۔ تفسیر درمنثور امام سیوطی۔ شرح بخاری علامہ عینی۔ ازالۃ الخفا۔ شاہ ولی اللہ۔ عبدالحق دہلوی۔ مدارج النبوۃ۔)

(ترجمہ) ابوبکر راستہ سے پلٹ کر پیمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے مجھ کو ایک کار دشوار کے ادا کرنے کے لئے بھیجا۔ جب میں نے ادھر کا رُخ کیا تو آپ نے مجھ کو واپس بلا لیا تو کیا قرآن میں میرے بارہ میں کوئی حکم آیا ہے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ نہیں جبرئیل امین خدا کی طرف سے میرے پاس آئے اور خدا کا پیغام لائے کہ سورۂ برات کو تم یا تم میں سے کوئی شخص پہنچائے۔ اور علیؑ مجھ سے ہے۔ اور میرا بھائی۔ وصی۔ وارث۔ خلیفہ۔ میرے اہل وعیال میں اور میری امت میں میرے بعد ہوگا۔ وہ میرے بعد میرے قرض ادا کرے گا۔ میرے وعدے پورے کرے گا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا ادا نہیں کرسکتا۔

۴۰۔ سیاست مدن انہدام مسجد ضرار

ابو عامر راہب قبیلہ خزرج کے ممتاز افراد میں تھا۔ کتب سماویہ کا کافی علم رکھتا تھا۔ پیمبر اسلام کے مدینہ آنے سے قبل دین عیسائی کی عبادت میں مصروف رہتا اور اپنے قبیلہ کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ پیمبر اسلام کے مدینہ آجانے کے بعد اس کا اثر کم ہوگیا۔ اس کو حسد پیدا ہوا اور اس نے اہل مدینہ سے کہنا شروع کیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی پیشین گوئی کتب سماویہ میں ہے۔ پیمبر اسلام نے اس کو اپنے پاس بلایا اور اس کو دین اسلام کی دعوت دی اُس نے انکار کر دیا۔ جب پیمبر اسلام کو جنگ بدر میں فتح حاصل ہوگئی تو عامر مدینہ سے مکہ چلا گیا۔ اور قریش مکہ کو پیمبر اسلام کے خلاف آمادۂ جنگ کرتا رہا اور جنگ اُحد میں حملہ آوروں میں خود بھی آیا۔ محدث شیرازی کے یہ الفاظ ہیں اوّل کسیکہ تیر بر لشکر اسلام انداخت وے بود۔

ابو عامر احد کے بعد بھاگ کر روم چلا گیا۔ اور ہرقل کے پاس ملازم ہو گیا۔ اور ہرقل اور اہل روم کو خلاف اسلام جنگ پر آمادہ کرتا رہا۔ اور روم سے اس نے منافقین مدینہ کو لکھا کہ وہ مقابل مسجد قبا ایک مسجد تعمیر کریں جس میں مذہب نصاریٰ کی تعلیم میں دیتا رہوں گا اور جو مشورے استیصال اسلام کے لئے ہر موقعہ کے مطابق ہوں گے بتاتا رہوں گا۔

منافقین نے مسجد مستحکم غزوہ تبوک سے پہلے بنالی۔ پیمبر اسلام جب غزوہ تبوک پر روانہ ہوئے تو یہ منافقین حاضر خدمت ہوئے اور پیمبر اسلام سے درخواست کی کہ وہ ایک بار اس مسجد میں تشریف لے چلیں اور نماز پڑھیں تاکہ برکت حاصل ہو۔ منافقین کی غرض یہ تھی کہ اس مسجد میں پیمبر اسلام کے قدم آنے کے بعد ہر مسلمان آتا رہے گا اور ہم لوگ ان نو مسلموں کو گمراہ کرتے رہیں گے۔ پیمبر اسلام نے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ غزوہ تبوک کے بعد اس مسجد میں نماز کا معاملہ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ جب بعد سفر تبوک پیمبر اسلام اس مسجد کے قریب پہنچے تو پھر ان منافقین نے اس مسجد میں نماز پڑھنے کی دعوت دی۔ پیمبر اسلام حالات سے باخبر تھے۔ منافقین کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے عام مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے باخبر رکھنا چاہتے تھے۔ پیمبر اسلام جانتے تھے کہ حملہ آور فوج سے زیادہ خطرناک و مہلک ملکی اندرونی سازش ہوتی ہے۔ لہذا ہر موقع پر آپ نے اس ملکی اندرونی سازش سے مسلمانوں کو باخبر و آگاہ کیا ہے۔ پیمبر اسلام کا غزوہ تبوک سے قبل مسجد میں داخل ہونے سے انکار ہی بتاتا ہے کہ آپ نے اتنی مدت طویل کے لئے مسجد ضرار کے داخلہ کو اس لئے ملتوی رکھا کہ عام مسلمان معاملہ سازش و سازش منافقین کو اندازہ کر سکیں اور یہ غور کریں کہ آخر کیا بات ایسی ہے کہ پیمبر اسلام اس مسجد میں نماز پڑھنے کی دعوت کو قبول نہیں کر رہے ہیں اور دوسرے وقت کے لئے ٹال رہے ہیں۔ عوام نہیں تو خواص نے تو ضرور ہی معاملہ کا اندازہ کر لیا ہوگا۔ بہر حال تبوک سے واپسی پر جب آپ قریب مسجد پہنچے تو آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اور اس کے بعد آپ نے اسی وقت مالک ابن دخشم اور معن ابن عدی کو حکم دیا کہ اس مسجد کو اول آگ لگا دو اور اس کے بعد اس کو بنیاد سے کھود کر برابر کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۴۹۸۔ الفاظ تاریخی۔

آتش دراں مسجد زدند و بکندند۔

استنباط نتائج واقعہ مذکورہ پیمبر اسلام نے اپنے اس عمل سیاست سے چند اہم کام انجام دیئے۔ اول تو یہ کہ ابو عامر عالم علوم نصاریٰ کے اثر و رسوخ کو فنا کر دیا اور اس مقام و مسکن ہی کو ختم کر دیا۔ جو ابو عامر اپنے علم کے غرور میں اصول اسلام کے ڈھانے کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا اور خفیہ طور پر اسلام کی جڑیں کھودنا چاہتا تھا۔ دوم منافقین مدینہ کا جماعت خانہ ہی فنا کر دیا جو بھی آئندہ مرکز منافقین بن کر مرکز اسلام کے مد مقابل ہو جاتا۔ اور مدینہ ہی سے اسلام کی دو شاخیں

ہو جاتیں اول وہ دین اسلام جو محمدؐ نے لوگوں تک پہنچایا۔ دوسرے وہ اسلام جو تعلیمات مذہب عیسائی کو بھی اپنے دامن میں لئے ہوتا اور بعد وفات محمدؐ پھر دین عیسائی میں مدغم ہو جاتا اور حقیقی اسلام فنا ہو جاتا۔

سوم یہ کہ اس عہد میں صرف دین اسلام کی تبلیغ تھی اسی کی طرف عوام و خواص کا رخ تھا اور پیمبر اسلام بھی پورے زور سے تمام عرب و عجم کو اسی دائرہ اسلام میں لانا چاہ رہے تھے۔ ابو عامر کی ترکیب سے اس دریا کے دو بہاؤ ہو جاتے اور وہ لوگ جن کی تعداد بکثرت اور اپنے قدیم مراسم مذہب کو ترک کرنا نہیں چاہتے تھے بظاہری مسلمان ہوتے رہتے تاکہ غزوات پیمبر اسلام میں شریک ہو کر اموال غنیمت کے حقدار ہوتے رہیں اور پیمبر اسلام کے دین کی زد سے بھی بچے رہیں۔ ان کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز گھٹتی جاتی اور لشکر اسلام میں کوئی جذبہ عمل و خلوص باقی نہ رہتا اور آخر دین اسلام مع اپنی روحانی طاقت کے فنا ہو جاتا۔

چہارم پیمبر اسلام نے قیامت تک باقی رہنے والے دین اسلام کو تفریق و انتشار سے بچانے کے لئے بھی مسجد ضرار کو جلا کر فنا کر ڈالا۔ آپ سمجھ رہے تھے کہ خدا کا دین تا قیامت باقی رہے گا۔ روز بروز اس کی طاقت و قوت بڑھے گی شاہان جہاں حلقہ بگوش اسلام ہوتے جائیں گے اقوام و مملکتیں دین اسلام قبول کرتی رہیں گی اور ان ہی کے عظمت و جبروت و شان و شوکت سے مرعوب ہو کر دنیا کی اسلام دشمن طاقتیں منافقانہ انداز میں مطیع و فرماں بردار ہوتی رہیں گی اور چونکہ دین اسلام کی بنیاد دین اصول تمدن و قوانین اخلاق پر رکھی گئی ہیں اور علوم روحانی ان قوانین کا سرچشمہ ہیں۔ لہذا یہ دشمنانِ اسلام ازمنہ آئندہ میں مساجد تعمیر کریں گے اور اس میں اپنے علماء دین کو معین کریں گے اور وہ لوگ ابو عامر کی مانند ہمیشہ سعی و استیصال اسلام میں مصروف رہیں گے۔ اس کا نتیجہ یا تو یہ ہوگا کہ اسلام ہی روئے زمین سے ختم ہو جائے گا۔ یا اس کے قوانین و اصول ایسے مسخ کر دئے جائیں گے جو فطرت انسانی کے لئے جاذب نہیں رہیں گے اور اس کے فوائد بھی فنا ہو چکے ہوں گے۔ پیمبر اسلام نے اس مسجد ضرار کو مسمار کرا کے اسلام کو آئندہ مہلک خطرات سے محفوظ کر لیا۔ اور یہ آپ کی وہ اعلیٰ سیاست تھی جس کی وجہ سے کلمہ توحید باقی رہ گیا اور مساجد صرف عبادت خدائے یگانہ کے لئے مخصوص ہو گئیں۔

جن حضرات کی نظر تاریخ اسلام پر ہے وہ جانتے ہیں کہ بعد وفات پیمبر اسلام منافقین اسلام نے مساجد کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ اور ان میں وعظ کرتے ہوئے یا ان مساجد کو مدارس کی مانند

استعمال کرتے ہوئے تعلیمات وقوانین اسلامی کو عوام کے سامنے غلط پیش کیا۔ مگر چوں کہ یہ دشمنان اسلام یہ کام مساجد میں بہ طریق احسن انجام دیتے تھے لہٰذا عوام مسلمان احترام مسجد اور خطبہ مسجد کے لحاظ سے ان قوانین کو خلاف اسلام نہیں سمجھتے تھے۔ مختلف شاہان اسلام کے عہدوں میں علمائے منافقین نے خدا ورسول پر خوب خوب افتراء و بہتان لگائے اور رضائے شہنشاہ کے حصول کے لئے جھوٹی احادیث وتفاسیر قرآن بکثرت لکھیں اور اپنے مواعظ کے ذریعہ سے انکی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی۔ لاکھوں احادیث نبوی وضع کرلی گئیں اور ہزاروں آیات قرآنی کے معنی و تفسیر کو اپنے مطلب کا بنالیا گیا اور پیمبر اسلام نے جو عقائد۔ الوہیت، نبوت۔ امامت وقیامت وغیرہ پیش کئے تھے ان کو تحریف کرکے مسخ بنادیا گیا۔ ملاحظہ ہو حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری ص۵۱۔

ومن الحق ان المسلمین قد بلغ اختلافہم بعد وفاۃ النبی حداً دعا الدعاۃ فیہم الی اختلاف الالاف المولفۃ من الاحادیث والروایات..... فلما استتب الامر لبنی امیۃ جعل المحدثون المتصلون ببنی امیہ یضعفون ما یروی عن علیؑ ابن ابی طالب وفضائلہ۔	سچ تو یہ ہے کہ بعد وفات پیمبر اسلام مسلمانوں میں شدید اختلاف پیدا ہوگیا اور لاکھوں احادیث و روایات موضوعہ پیدا ہوگئیں۔؟ جب بنی امیہ حکمراں ہو گئے تو محدثین متواتر بہ اشارہ بنی امیہ اُن احادیث نبوی کو ضعیف بناتے تھے جو علی سے مروی ہوتی تھیں یا ان کے فضائل میں تھیں۔

بہرحال یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر پیمبر اسلام نے مناسب وقت وموقع سیاست کے کسی پہلو کو ترک نہیں کیا بلکہ بہترین طریقہ بہ سیاست کے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا اور بنی نوع انسان کے سامنے فلاح دارین کے راستے نمایاں کردیئے اور ان پر گامزن ہونے کو آسان بنادیا۔ اور پیمبر اسلام کی اس سیاست اعلیٰ کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ تعلیمات اسلام میں حق و باطل کا سراغ ہر صاحب علم کو لگ جاتا ہے اور روح دین اسلام تاقیامت باقی رہے گی اور ایک دن وہ آئے گا کہ حقائق اسلامی پر سے احادیث موضوعہ کا پردہ ہٹ جائے گا۔ اور ضیائے مہر اسلام آفاق عالم کو منور کردے گی۔

۱۴۱۔ سیاست مدن۔ حجۃ الوداع

پیمبر اسلام نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع خانہ کعبہ ادا کیا۔ جب آپ میدان عرفات میں پہنچے تو آپ نے اپنے ناقہ پر سوار رہتے ہوئے خطبہ کہا۔ میدان عرفات میں ایک لاکھ چودہ ہزار مسلمان حالت احرام میں موجود تھے میں باب حکمت میں بہ تفصیل حجۃ الوداع کے حالات معہ نتائج کے تحریر کرچکا ہوں۔ اس

موقعہ پر صرف سیاست محمدیہ کو پیش کرنا ہے۔ آپ نے خطبہ میں فرمایا۔

(۱) صحیح بخاری، مسلم وغیرہ و ابن سعد۔ عقد الفرید۔

اِلّا کل شئی من امر الجاہلیۃ تحت قدمی موضوع۔

خبردار ہو جاؤ کہ عہد جاہلیت کے کل رسوم میرے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔

(۲) لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی کلکم ابنا آدم وآدم من تراب۔

عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی ترجیح نہیں ہے یہ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

(۳) ان کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوۃ ارقائکم ارقائکم اطعموا ھم مما تاکلون و اکسوا ھم مما تلبسون۔ (ابن سعد)

ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ غلام تمہارے غلام ہیں ان کو وہ کھلاؤ جو تم کھاؤ۔ وہ پہناؤ جو تم پہنو۔

(۴) ودماء الجاہلیۃ موضوعۃ۔

عہد جاہلیت کے تمام خون۔ (انتقام خون) باطل کر دیئے گئے۔

(۵) وربا الجاھلیۃ موضوع۔

عہد جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیئے گئے۔

(۶) فاتقوا اللہ فی النساء۔ ان لکم نساءکم حقا ولھن علیکم حقا۔

عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

(۷) ان دمائکم واموالکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا الی یوم تلقون ربکم۔

آج سے تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہوئے جس طرح آج کے دن کی حرمت اور یہ حرمت اس وقت تک باقی رہے گی کہ تم اپنے رب سے ملو۔

•

(۸) وانی قد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ۔

میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے، وہ کتاب خدا ہے۔

(۹) خدا نے ہر حقدار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دے دیا۔ اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔

(۱۰) بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو۔ زانی کے لئے سنگسار ہی ہے اور اس کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

(۱۱) جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو غلام اپنے آقا کے سوا کسی اور طرف نسبت کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

(۱۲) خبردار۔ عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی بغیر اجازت کچھ دینا جائز نہیں ہے۔

(۱۳) قرض ادا کیا جائے اور عاریت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے (احسان کا بدلہ احسان کیا جائے)۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

(۱۴) تم سے خدا کے یہاں میری نسبت پوچھا جائے گا۔ تم کیا جواب دو گے۔

(۱۵) خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ تم کو خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کے بارہ میں جواب دینا ہوگا۔

(۱۶) خبردار۔ مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ نہیں ہے۔

(۱۷) اگر کوئی بینی بریدہ حبشی غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی بات مانو اور اس کی اطاعت کرو۔

(۱۸) اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شهرکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا الجنة ربکم۔

اپنے رب کی عبادت کرو۔ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھو مہینہ بھر کا روزہ رکھو۔ اور میرے احکام کی پیروی کرو۔ خدا تم کو اپنی جنت میں داخل کرے گا۔

(۱) سیرت النبی شبلی نعمانی بحوالہ مسلم۔

احکام پیمبر اسلام۔ خطبہ خم غدیر

آپ نے غدیر خم پر یہ خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد اے لوگو میں بھی بشر ہوں۔ ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھ کو قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ان میں پہلے خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو اور دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں اپنے اہلِ بیت کے بارہ میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ آخری جملہ کو آپ نے تین بار مکرر فرمایا۔ یہ صحیح مسلم مناقب علیؑ کی روایت ہے۔ نسائی۔ مسند امام بن حنبل۔ ترمذی۔ طبرانی۔ طبری۔ اور حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے ان روایتوں میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

جس کا میں مولا ہوں اس کا مولا علیؑ ہے۔ اے خدا تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

•

ناسخ التواریخ صفحہ ۴۸۲ خطبۂ غدیر۔

معاشر الناس تدبروا القرآن وافهموا آیاته فوالله لن یبین لکم زواجره ولا یوضح لکم

(پیمبر اسلام نے یوم غدیر ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کے مجمع کے سامنے طولانی خطبہ پڑھا) فرمایا اے

تفسیرہ الا الذی انا آخذ بیدہ۔ لوگو قرآن میں غور و فکر کرو اس کی آیات کو سمجھو۔ خدا کی قسم اس کے معانی و تفسیر کو تمہارے لئے بیان کرنے والا کوئی نہیں مگر یہ شخص جس کا میں ہاتھ پکڑے ہوئے ہوں (علیؑ کو ہاتھوں میں اٹھا کر مجمع کو دکھا کر ایسا فرمایا تھا) یا معشر الناس ان علیا والطیبین من ولدی ھم الثقل الاصغر والقرآن ھو الثقل الاکبر ...... امناء اللہ فی خلقه وحکامه فی ارضه۔ اے لوگو علیؑ اور میری پاک اولاد ثقل اصغر ہیں اور قرآن ثقل اکبر ہے۔ یہ خدا کے امین اس کی مخلوق پر ہیں اور اس کی زمین میں یہ حاکم ہیں۔

عبارات تاریخی سے معلوم ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام نے میدان عرفات میں عام مسلمانوں کو جو احکام پہنچائے ان کا تعلق اصلاح معاشرہ۔ تہذیب اخلاق، احکام و قوانین تمدن سے ہے۔ پیمبر اسلام کے ہر حکم کو بغور دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ابتدائے اسلام سے انتہائے پیغام اسلام تک پیمبر اسلام نے صرف اصلاح اخلاق و تعین قوانین تمدن کے لئے سب کچھ کیا ہے۔ ابتدائی مصائب کا برداشت کرنا۔ وطن سے بے وطن ہونا۔ دشمنوں کے شدید جنگی حملوں کا دفاع کرنا۔ جانی قربانیاں دینا اور بحالت حکمرانی و بعد حصول طاقت بھی ان ہی چیزوں کی تبلیغ و اشاعت کو اپنا مقصد حیات تصور کرنا اور اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی وہی احکام دینا آپ کی وحدت مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔

میں نے دفعات مندرجہ بالا میں جتنی باتیں لکھی ہیں اور پیمبر اسلام نے جو احکام بھی مسلمانوں کو دیئے ہیں ان سب کی غرض بنی نوع انسانی فلاح و بہبود ہے۔ پیمبر اسلام کی ان مساعی و سیاست کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام مسلمان عرب غیر متمدن و غیر مہذب اطوار کو بھول گئے اور اصلاح بنی نوع انسان میں مصروف ہو گئے۔ صاحب حیاۃ محمد مطبوعہ مصر نے لکھا ہے۔ فلم یبق لغزوا وخصومة موضع ولم یبق لاحد ان یستئل سیفه من قرابه الا ان یدافع عن وطنه او یدفع المعتدی علی دین اللہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی باہمی خصومت قدیم مٹ گئی۔ جنگ جو عرب بعد قبول اسلام نیام سے تلوار نہیں نکالتے مگر حفاظت وطن اور اصول اسلام پر حملہ کرنے والے پر۔

اب معاملہ یہ رہ جاتا ہے کہ ایسا مدبر اعلیٰ۔ مقنن قوانین حکمت۔ عفت۔ عدالت شجاعت۔ محبت۔ مروت و سیاست ایسا کر سکتا ہے کہ صدیوں تک اور نسلاً بعد نسلٍ اخلاق ذمیمہ میں مبتلا رہنے والوں کو وہ صرف زبانی احکام دیکر دنیا سے رخصت ہو جائے۔ ایسا تو معمولی بادشاہ بھی نہیں کرتا جس کی غرض صرف عیش و عشرت دنیوی ہوتی ہے اور اس کا قول خود مردن جہاں مردن سے آگے نہیں جاتا۔ وہ بھی اپنی رعایا کو فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے کسی اپنے قابلِ اعتماد کو زمام حکومت دے کر مرتا ہے۔ کیوں کہ اس کے بعد

اس کے افراد خاندان۔ اولاد۔ ازواج۔ اجداد۔ اسلاف باقی رہ جاتے ہیں۔ اور ان سے انسان کا فطری رشتہ تعلق ہوا کرتا ہے۔ لہذا اس کو فطری دباؤ کی وجہ سے ایسا کرنا ہی ہوتا ہے اور آج بھی بعض بڑی بڑی حکومتیں ایسی ہیں جو صدیوں سے ایک ہی خاندان کے افراد میں چلی آ رہی ہیں۔

پیمبر اسلام کی غرض تو مال و متاع دنیا سے نہ تھی۔ نہ آپ نے اپنی زندگی میں بحالت حصول طاقت کبھی عیش و عشرت کا کوئی لمحہ گزارا اور نہ آپ نے سلطنت دنیوی کے استحکام کے لئے کچھ اسباب مہیا کئے۔ آپ نے جو کچھ عملاً قولاً پیش کیا وہ ایسے قوانین۔ آئین اور اصول پیش کئے اور ان کو باحسن طریق منوایا۔ جو حقیقی معنی میں قوانین تمدن۔ تہذیب اخلاق کہے جا سکتے ہیں۔ آپ نے کوشش کی کہ افراد اور اجتماع بنی نوع انسان اپنے فطری و خلقی کمالات تک بغیر کسی مانع کے بآسانی پہنچتا رہے۔ اور راشرار دنیا اس کی راہ ترقی میں حارج نہ ہو سکیں اور بنی نوع انسان مجموعاً امن و امان و سلامتی مال و جان سے ہم کنار رہے۔ پیمبر اسلام نے قیام امن کا دارومدار اپنی تعلیمات پر رکھا۔ ظاہر ہے کہ ۲۳ سال کی مدت میں صدیوں کی بگڑی ہوئی نسلوں کو آپ ہمیشہ کے لئے پابند احکام اسلام نہیں بنا سکتے تھے اور پھر جب کہ آپ دیکھ چکے تھے کہ انبیاء سابقین جن کی عمریں طویل ہوئی تھیں ان کی امتیں بھی ان کی وفات کے بعد مرتد و گمراہ ہوتی رہی تھیں۔

اگر پیمبر اسلام اپنی ۲۳ سالہ مساعی کو ابدی شکل دینا چاہتے تھے تو آپ کا اقتضائے سیاست یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اپنی مثل کسی عالم متبحر۔ عامل باخلوص مومن کامل۔ حافظ و ماہر قوانین سیاست و عدالت وغیرہ کو اپنے بعد کے لئے مقرر کر دیں۔ پیمبر اسلام کا یہ کام اتنا ضروری تھا جتنا ضروری کہ آپ کا ۲۳ سال تک تبلیغ کی خاطر مصائب کا برداشت کرنا۔

مورخین و محدثین اسلام نے بلا اختلاف لکھا ہے کہ پیمبر اسلام نے حجۃ الوداع سے واپسی پر مقام غدیر خم میں مسلمانوں کو روک لیا اور خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ میں اپنے بعد تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک خدا کی کتاب دوسری میری اہلبیت اگر تم ان کا ساتھ دو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔

دوسرے آپ نے اپنا وصی۔ جانشین اور تمام مسلمانوں کا حاکم یا ولی علی کو بنا دیا۔ اور یہ قید لگا دی کہ جس کا میں حاکم و ولی ہوں وہ علیؑ کو بھی اپنا حاکم اور ولی تسلیم کرے گا۔ یعنی جیسے اختیارات اہل اسلام کے جان و مال اور اولاد پر مجھ کو حاصل ہیں اسی طرح علیؑ کو بھی حاصل رہیں گے۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ تعلیم تفسیر قرآن کا بتانے والا بجز ان کے کوئی نہیں ہے اور خدا کی طرف سے یہی حاکم روئے زمین ہیں۔

اہل اسلام کی یہ بدنصیبی ہے کہ سب سے اہم مسئلہ ان میں وجہ نزاع بن گیا۔ آپ حالات پیمبر اسلام کو مطابق قوانین سیاست پاتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ پیمبر اسلام نے علیؑ کو حاکم مسلمین بنا کر اقتضائے سیاست کو پورا کیا یا یہ کام ضروری

اور جزو سیاست نہیں تھا۔

وجوہ

(۱) پیمبر اسلام بحیثیت مدبر اعظم سمجھتے تھے کہ اگر آپ اپنے بعد کے لیے کسی ایسے انسان کو اپنا قائم مقام نہیں بنائیں گے جو علم و حکمت و شجاعت و عفت میں آپ کی مثل ہو تو یقیناً آپ کے بعد نظام تعلیم اسلامی فنا ہو جائے گا۔ کیوں کہ آپ انبیاء سابقین کے حالات کو دیکھ چکے تھے کہ ان کے بعد ان کی اُمّتوں نے دنیا طلبی کی خاطر روح ادیان کو فنا کر دیا تھا اور صدیوں سے یہی ہوتا چلا آرہا تھا۔

(۲) پیمبر اسلام نے علیؑ کو اپنی آغوش میں پرورش کیا تھا تعلیم دی تھی۔ اپنا مثل مکارم اخلاق میں بنایا تھا۔ علیؑ کو "باب العلم" (علم کا دروازہ) قرار دیا تھا اور اپنی ذات کو شہر علم قرار دیا تھا۔ لہٰذا علیؑ سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ حکمت و اخلاق اسلام کی تعلیم و حفاظت کر سکیں گے۔

(۳) پیمبر اسلام جانتے تھے کہ علیؑ کے علاوہ دیگر رفقا اپنی زندگیاں حالت کفر و شرک میں گزار چکے ہیں اور ان میں بڑی تعداد وہ ہے جو بوجہ غلبہ اسلام بمجبوری مسلمان ہوئی ہے لہٰذا اگر ان کے مشورہ باہمی پر اپنی قائم مقامی کو منحصر رکھا جائے گا تو یہ لوگ دین اسلام کو بھی مثل ادیان سابقہ مسخ و خراب کر دیں گے اور اس کو طلب دولت و حکومت کا ذریعہ بنا لیں گے اور چوں کہ ان کی فطرت میں جنگ جوئی۔ سفاکی موجود ہے۔ اسلام بھی اس سفاکی و ظلم و استبداد کا ہدف بن جائے گا اور روح اسلام فنا ہو جائے گی۔

(۴) پیمبر اسلام نے دعوت ذوالعشیرہ میں اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کیا تھا اور تین دن یہ اعلان کیا گیا اور اس اعلان میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ آج میری نبوت کی جو تصدیق کرے گا اور میری نصرت و مدد کا وعدہ کرے گا وہ میرا وصی۔ خلیفہ اور جانشین ہوگا۔ ایفاء عہد مکارم اخلاق کا اہم جزو ہے اور سیاست مدن کا ضروری حصہ ہے لہٰذا پیمبر اسلام کو اپنے اس وعدہ کی بنا پر بھی اپنا قائم مقام بنا دینا ضروری تھا اور چوں کہ علیؑ نے وعدہ نصرت کیا اور پھر اس کو باحسن وجوہ پورا بھی کیا لہٰذا پیمبر اسلام کی سیاست و حکمت کا اقتضا یہی تھا کہ علیؑ کو اپنا قائم مقام اپنے بعد کے لئے بنا دیں۔

(۵) پیمبر اسلام مطابق حکم خدا صرف تعلیم حکمت و قرآن و اصلاح و تدوین قوانین معاشرہ بنی نوع انسان کے لئے مبعوث بہ رسالت ہوئے تھے اور آپ نے بارہا فرمایا بھی ہے کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مکارم اخلاق۔ مجھ کو تکمیل مکارم اخلاق کے لئے نبی بنایا گیا ہے ظاہر ہے کہ عہد پیمبر اسلام میں علیؑ سے زیادہ علم و حکمت رکھنے والا دوسرا موجود نہ تھا اور نہ کسی کا نفس علیؑ کے نفس کی مانند تزکیہ و تقدیس رکھتا تھا۔ اگر علیؑ کی موجودگی میں کسی دوسرے کو پیمبر اسلام اپنا قائم مقام

بنا دیتے تو خلاف قانون تدبیر و سیاست ہوتا کیوں کہ وہ نظام اسلام کو باقی نہ رکھ سکتا اور نہ قوانین اسلام کی کماحقہ حفاظت کر سکتا تھا۔ لہذا فعل پیمبر اسلام عبث قرار پاتا۔

اگر پیمبر اسلام اپنی نیابت و قائم مقامی کو اُمّت کے فیصلے پر چھوڑ جاتے تو بھی یہ فعل مطابق آئین وحکمت و سیاست نہ ہوتا کیوں کہ کوئی ذمہ دار نہ ہوتا اور حجت خداوندی پوری نہ ہوتی اور عنداللہ و رسول اُمّت کے افعال کا کوئی جواب دہ قرار نہ پاتا۔ کثرت جاہل ہوتی ہے اور جہالت کا نتیجہ ہمیشہ جہالت ہی ہوتا ہے لہذا یہ امر بھی مناسب و مطابق آئین سیاست نہ تھا۔

(۶) صدیوں کی بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کامل صرف ۲۳ سال میں ممکن ہو یہ ناممکن ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ پیمبر اسلام نے جن قوانین معاشرہ اور تعلیمات روحانی و قرآنی کی اشاعت کی ہے اس کی حفاظت آپ کے بعد کی جائے۔ تاکہ قوم اپنے اسلاف مشرکین کے طریقہ پر نہ پلٹ سکے۔ اور روز بروز علوم اسلامی ان کے قلوب میں جاگزیں ہوتے جائیں۔

(۷) پیمبر اسلام کو ایسا انسان اپنا قائم مقام بنانا ضرور تھا جو دین کو دنیا پرستوں کے فسادات سے محفوظ رکھ سکے۔ اگر تبلیغ واشاعت اصول دین کی ضرورت ہو تو سب سے زیادہ صاحب علم بیان ہو اور اگر مفسدین جنگ وجدال سے غلبہ حاصل کرنا چاہیں تو وہ شجاع ترین انسان ہو تاکہ اس پر غلبہ حاصل نہ کیا جا سکے بلکہ وہ غلبہ پاتا رہے۔

جب اسلام پر ایک ایسا وقت آیا کہ رسوم عہدِ جاہلیت کا غلبہ ہونے لگا۔ اور شاہان دنیا خلیفۃ المسلمین کہے جانے لگے اور شاہان اسلام نے علانیہ قوانین اسلام کی مخالفت شروع کر دی اور رعایا کو خلاف اسلام احکام پہنچانے شروع کر دیئے۔ تو حقیقی محافظ دین جس کو پیمبر اسلام نے تحفظ قوانین اسلام کے لئے مقرر کر دیا تھا اور مخفی وصایا کر دی تھیں وہ محافظ دین میدان میں آگیا۔ اور اس نے اپنی شمشیر کفار و منافق کش سے چمنستان اسلام کو جھاڑ جھنکار اور خود رو۔ بدنما درخت و شاخوں کی گندگی سے پاک و صاف کر دیا۔ اور یہی تحفظ قوانین اسلام کا سلسلہ علی سے اولاد علیؑ میں منتقل ہوتا رہا جو قیامت تک باقی رہے گا۔ ثبوت قرآنی۔

سورۂ نحل آیت ۸۸۔ ویوم نبعث فی کل اُمۃٍ شہیداً علیھم من انفسھم وجئنابک شہیداً علیٰ ھٰؤلآء ط۔

اور جس دن ہم ہر فرقہ میں سے ایک گواہ ان پر کھڑا کریں گے جو ان ہی میں سے ہوگا اور تجھ کو (اے محمدؐ) ان شہیدوں۔ گواہوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

انبیاء اپنی امتوں کے گواہ ہوں گے اور پیمبر اسلام اپنی اُمّت کے گواہ و نیز امم سابقہ انبیاء کے بھی

گواہ ہوں گے۔ اسی طرح پیمبر اسلام اپنی وفات کے بعد سے قیامت تک کے زمانہ کے لئے محافظین دین اسلام یعنی آئمہ ہدیٰ کے گواہ بھی ہوں گے کیوں کہ بعد وفات پیمبر اسلام یہی افراد ذمہ دار حفاظت دین اسلام من جانب خدا و رسول مقرر ہوئے ہیں۔

ثبوت (۲) تاریخ الخلفاء۔ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی صد۱۰–۱۱

(ا) عن علی ابن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلعم الامراء من قریش ابرارھا امراء ابرارھا وفجارھا امراء فجارھا۔

علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ امراء کل قریش سے ہوں گے۔ نیکوں کے امراء نیک افراد ہوں گے اور فاجروں کے امراء فاجر افراد ہوں گے۔

(ب) عن جابر بن سمرہ عن النبی صلعم قال لایزال ھذا الامر عزیزاً ینصرون علی ماناواھم علیہ اثناعشر خلیفۃ کلھم من قریش..........

جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ دینِ اسلام غالب رہے گا۔ اس کی مدد من جانب خدا ہوگی اور اور اس کو دشمنوں پر فتح حاصل رہے گی۔ اس میں بارہ خلفاء ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔

(ج) فقال صلعم۔ اثنا عشر کعدۃ نقباء بنی اسرائیل۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ بارہ خلفاء ہوں گے مثل تعداد نقیبان بنی اسرائیل کے۔

(د) قال الامام الاحمد حدثنا حماد بن سلمۃ حدثنا سعید بن جمھان عن سفینۃ قال سمعت عن رسول اللہ صلعم یقول الخلافۃ ثلثون عاماً ثم یکون بعد ذلک الملک۔

امام احمد بن حنبل نے بہ سلسلہ مندرجہ کہا۔ کہ فرمایا پیمبر اسلام نے۔ کہ خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد شاہی ہو جائے گی۔

(س) قال صلعم لایزال ھذا الدین قائماً حتی یکون علیکم اثنا عشرۃ خلیفۃ کلھم من قریش۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ دین اسلام اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ بارہ خلفاء نہ ہو جائیں اور وہ کل قریش ہوں گے۔

احادیث مذکورہ سے ظاہر ہوگیا کہ دین اسلام کی بقاء اور مدت عمر میں بارہ خلفاء کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ قیامت تک کی مدت میں بعد وفات پیمبر اسلام بارہ جانشین ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے اور وہی تحفظ قوانین اسلام کے ذمہ دار ہیں اور قیامت تک آنے والی انسانی نسلوں کے لئے

خدا کی جانب سے حجت و دلیل ہیں۔ اور یہی روز قیامت پیش خدا جواب دہ ہوں گے اور بطور شاہد گواہ کے پیش ہوں گے اور ان سب پر شاہد و گواہ پیمبر اسلام ہوں گے۔

اس جملہ معترضہ کے بعد میں نے دفعہ (۷) میں یہ تحریر کیا ہے کہ پیمبر اسلام کو ایسا انسان اپنی نیابت وحفاظت دین اسلام کے لئے مقرر کرنا ضروری تھا جو بوجہ اپنی شجاعت فطری کے بوقت فساد فی الامّت کے غالب آسکے۔ چنانچہ علیؑ نے جب دیکھا کہ قوانین بدلے جارہے ہیں تو آپ نے دشمنان دین کے قلع وقمع کرنے کے لئے تلوار اٹھائی اور متعدد جنگ ہائے عظیم میں فتح حاصل کر کے قوانین کو فنا ہونے سے بچالیا۔

تاریخ اسلام بلا اختلاف فرق اسلام شاہد ہے کہ علیؑ واولاد علیؑ یعنی آئمہ اثنا عشر (۱) علی (۲) حسنؑ (۳) حسینؑ (۴) زین العابدینؑ (۵) محمد باقرؑ (۶) جعفر صادقؑ (۷) موسیٰ کاظم (۸) موسیٰ رضا۔ (۹) محمد تقیؑ (۱۰) علی نقیؑ (۱۱) حسن عسکریؑ نے شاہان اسلام کے غلط راہ روی میں ان کو ہدایات کیں اور ان سب نے سخت مصائب برداشت کرتے ہوئے اور اپنا فریضہ تحفظ قوانین اسلام پورا کرتے ہوئے قید و بند کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے اپنی جانوں کو قربان وندیۂ اسلام کردیا۔ امام مہدیؑ ابھی موجود ہیں اور بہ مصلحت خداوندی عوام کی نگاہوں سے مخفی ہیں اور وہ شاہد امّت محمدی ہیں۔

(۸) پیمبر اسلام کا فریضہ رسالت یعلمھم الکتاب والحکمۃ کے تحت تعلیم قرآن و تعلیم حکمۃ تھا۔ لہٰذا اقتضائے سیاست محمدیہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ مقصد حقیقی فوت نہ ہونے پائے۔ اور ایسے انسان کو اپنا قائم مقام بنایا جائے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ حکماء۔ علماء۔ اصفیائے اسلام متفق ہیں کہ بعد وفات پیمبر اسلام کو مطابق آئین سیاست علیؑ کو ہی قائم مقام بنانا چاہئے تھا۔

پیمبر اسلام کا بحیثیت خاتم النبیین یہ فریضہ تھا کہ آپ قیامت تک کے لئے ہادیان دین و محافظین اسلام کا انتظام کردیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے امّت کو بتادیا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے اور یہی مدت قیامت اور میرے بعد اب کوئی نبی و رسول نہ آئے گا۔ پیمبر اسلام کو اتنا کہنا ہی کافی نہ تھا بلکہ اپنے بعد کے لئے ایسے انسان کو قائم مقامی کے لئے منتخب کرنا تھا جس کی نسل میں یہ صلاحیت پیدا کردی گئی ہو کہ اسی ایک نسل سے قیامت تک کی مدت کے لئے اوصیاء بنتے رہیں۔ اور وہ علم و حکمت میں مظاہر و مناظر نبوی ہوں۔ تاکہ قوانین و اصول اسلام میں کہیں بھی تفریق پیدا نہ ہوسکے۔

تاریخ اسلام بہ اتفاق شاہد ہے کہ مذکورہ آئمہ ہدی اپنے اپنے عہد میں علم و حکمت میں اپنا مثل ونظیر نہ رکھتے تھے اور ان کا علم اکتسابی نہ تھا بلکہ وہبی و فطری تھا۔ اگر ان آئمہ کے حالات ان کے معیار علم و حکمت

کے ثبوت میں کچھ لکھا جائے تو بہت طول ہو جائے گا چوں کہ علمائے اسلام متفق ہیں کہ علوم قرآن و علوم انبیاء کے یہی افراد وارث تھے۔ لہٰذا اس مبحث کو طول دینا تحصیل حاصل ہے۔

دلائل مذکورہ سے یہ امر واضح ہو گیا کہ پیمبر اسلام کے لئے لازمی و ضروری تھا کہ آپ اپنے بعد کے لئے تحفظ قوانین شریعت کا مستحکم انتظام کر دیں اور یہی مقتضائے سیاست مدن تھا۔ پیمبر اسلام کے اس عمل سیاست نے رہتی دنیا تک دین اسلام و قوانین تمدن و تہذیب اخلاق و آئین اصلاح بنی نوع انسان کو قائم کر دیا۔ اور ایسی مضبوط بُنیادوں پر قائم کیا ہے کہ لاکھ نفس پرستی، طلب جاہ و دولت و ہوس اقتدار و تعیش و لذات کوشی کے طوفان آئیں مگر اس کی بنیادوں کو کبھی تزلزل نہ ہوگا۔ بلکہ جس قدر بنی نوع انسان سے جہالت مٹتی جائے گی اُسی قدر انسان ان قوانین پر عمل کرنے کو اپنے لئے نجات و فلاح دارین سمجھے گا۔ اور ایک دن وہ ہو گا کہ روئے زمین کے باشندوں کا دین و مذہب صرف اسلام ہو گا اور ساکنان سطح ارض صلح و امن و امان اور بے خوف زندگی گزاریں گے۔

۴۴۔ سیاست مدن وصایا
۲۸ صفر یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ

پیمبر اسلام جب حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپ درد سر و بخار میں مبتلا ہو گئے۔ اس حالت میں آپ نے اپنے اصحاب کو کچھ وصایا کی ہیں۔ پیمبر اسلام نے بحیثیت حاکم و مدبر کے اس موقعہ خاص پر جو احکام صادر فرمائے ہیں وہ سیاست مدن کا جزو عظیم ہیں۔

(۱) سیرۃ النبی شبلی نعمانی ص ۱۵۳ جلد ۱۔

آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپ نے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لے کر (اہل شام کی طرف) جائیں اور ان شریروں سے اپنے باپ کا انتقام لیں۔ ۱۸، ۱۹ صفر ۱۱ھ میں آدھی رات کو آپ جنت البقیع (جو عام مسلمانوں کا قبرستان ہے) تشریف لائے۔ وہاں سے واپس آئے تو مزاج ناساز ہو گیا۔

(۲) ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۵۲۵

روز پنجشنبہ با ایں کہ مزاج مبارکش کوفتگی تمام داشت بدست خویش از بہر اسامہ لوائے بہ بست فرمود۔ اغز بسم اللہ و فی سبیل اللہ فقاتل من کفر اللہ۔	جمعرات کے دن باوجود اس کے کہ آپ کی طبیعت ناساز تھی آپ نے اپنے ہاتھ سے اسامہ کے واسطے علم فوج اسلامی کو باندھا۔ اور فرمایا۔ اے اسامہ جہاد کر بسم اللہ کہہ کر راہ خدا میں اور جو انکار خدا کرے اُس کو قتل کرو۔

(۲) فرمود ترا بدین لشکر کہ فرمودہ ام طلقا و مہاجرین و انصار کہ چہار ہزار کس بہ شمار شوند امارت دادم۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اے اسامہ میں نے تجھ کو اس لشکر پر جس میں مکہ کے آزاد کردہ اور مہاجرین اور انصار ہیں جن کی تعداد چار ہزار ہے تجھ کو امیر بنایا۔

(۳) فرمود جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنھا۔

پیمبر اسلام نے حکم دیا کہ اے مسلمانوں اسامہ کے لشکر میں جانے کی تیاری کرو۔ خدا کی لعنت ہو اس پر جو اس لشکر میں شریک نہ ہو۔

اصحاب پیمبر اسلام میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ پیمبر اسلام نے ہم پر ایک غلام کو امیر بنا دیا ہے ہم کیونکر اس کی اطاعت کر سکتے ہیں۔ پیمبر اسلام کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ باوجود شدت بخار کے باہر آئے ممبر پر گئے اور خطبہ فرمایا۔

(۴) دہم ماہ ربیع الاوّل با حدت تپ و شدت صداع عصابہ بر سر بست از خانہ بمسجد شد و بر ممبر صعود داد و گفت ...... سوگند با خدا کہ زید سزاوار امارت بود و اسامہ لائق امارت است۔

دہم ربیع الاوّل کو پیمبر اسلام شدید بخار اور درد سر میں مبتلا تھے۔ مگر آپ نے سر پر پٹی باندھی۔ گھر سے مسجد میں آئے۔ ممبر پر گئے اور خطبہ فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا کہ زید لائق امیری تھا اور اس کا بیٹا اسامہ بھی لائق سرداری ہے۔

لشکر بہ سرکردگی اسامہ شہر مدینہ سے باہر چلا گیا۔ مگر پیمبر اسلام کے بعض رفقاء نے اسامہ سے کہا کہ پیمبر اسلام کا وقت وفات ہے ایسی حالت میں ہم کو مدینہ سے باہر نہ جانا چاہئے۔ لہذا خواص اصحاب تاریکی شب میں مدینہ واپس آ گئے۔ اور یہ لشکر جہاد کے لئے روانہ نہ ہو سکا۔ اور پیمبر اسلام کی وفات ہو گئی۔

میں نے باختصار تمام اس واقعہ طولانی کو لکھا ہے۔ میری غرض صرف اپنے موضوع کلام تک ہے۔

پیمبر اسلام نے اپنی وفات کے وقت دو قسم کے عملی نمونے پیش کئے۔

(۱) اوّل تو مہاجرین و انصار و مکہ کے آزاد کردہ لوگوں پر غلام کی سرداری کا اعلان۔ اور اس کے مخالفت کرنے والے پر لعنت خدا کا اعلان۔

(۲) بوقت وفات خود لشکر اسلام کو بغرض تبلیغ کلمۂ توحید جہاد پر روانہ کرنا۔

معاملات ذرا دقیق ہیں۔ زیادہ غور و فکر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اگر پیمبر اسلام اس

حالت نزع میں اسامہ کی سرکردگی میں لشکر بجانب شام روانہ نہ کرتے تو کیا ہرج ہوتا۔ اوّل تو یہ کہ بحیثیت مقنن و مدبر اعظم کے پیمبر اسلام کو معلوم تھا کہ میری وفات کے بعد یہ خود غرض۔ کینہ پرور طلقا جن کی فطرت ثانیہ یہ ہے کہ صدہا سال کے بعد بھی اپنا انتقام لیتے ہیں۔ میرے بعد فوراً اُن کا جذبہ انتقام ابھر جائے گا۔ اور بہ وجہ خاندانی اثرات و بندشوں کے بہت سے ضعیف الایمان نو مسلم بھی اُن کے ساتھ ہو جائیں گے در اندرون دائرہ اسلام عظیم فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا اور ان کا رخ بجائے تبلیغ دین کے حصول امارت کی طرف مڑ جائے گا اور یہ اسلام کو اپنی دنیوی اقتدار کے حصول کا ذریعہ بنالیں گے یا مرتد ہو جائیں گے۔

دوم یہ کہ طلقا۔ مہاجرین میں بوجہ قبول اسلام اور بمجبوری اسلام قبول کرنے کے دو گروہ ہو گئے ہیں اور ان میں ۲۳ سال کی قدیم دشمنی پیدا ہو چکی ہے لہذا طلقا و مہاجرین دست و گریباں ہو جائیں گے۔

سوم یہ کہ مہاجرین و انصار میں وجہ تفریق موجود ہے لہذا ان میں بھی مخالفت رونما ہو جائے گی۔ اور چونکہ یہ تین پارٹیاں مقابلہ یک دیگر میں ایک دوسرے سے کمزوری کا احساس کریں گی۔ لہذا بیرونی طاقتوں سے حسب عادت قدیم امداد لیں گے۔ اور وہ غیر مسلم طاقتیں دل کھول کر ان نام نہاد مسلمانوں کو مٹانے کی کوشش کریں گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جزیرۃ العرب میں بجائے امن و امان پیدا ہونے کے تباہی و بربادی اور خوں ریزی کا بازار گرم ہو جائے گا۔ اور اس کی زد میں آکر تعلیمات اسلام ختم ہو جائیں گی۔

چہارم یہ کہ اگر حصول اقتدار دنیوی و تفوق باہم دیگر کے لئے یہ مسلمان باہم لڑ گئے تو بھی غیر مسلم ممالک جو موقعہ کے منتظر بیٹھے ہیں ان مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر بآسانی ان کو تاراج کر سکیں گے۔

پنجم۔ اگر میں نے اپنی وفات سے کچھ قبل لشکر اسلام کو شام کی طرف روانہ کر دیا تو ان قدیم جنگ جو مسلمانوں کا رُخ ہمیشہ فتوحات کی طرف رہے گا اور یہ سب بجائے باہم جنگ کرنے کے دشمنان اسلام سے جنگ کرنے کی جانب متوجہ و مشغول رہیں گے فہو المراد۔ اور اس طرح دین اسلام کی بنیادیں روز بروز مستحکم ہوتی جائیں گی۔

ششم یہ کہ پیمبر اسلام ایک لاکھ بیس ہزار (۱۲۰۰۰۰) مسلمانوں کے مجمع میں بمقام غدیر علیؑ کی وصایت و خلافت کا اعلان کر چکے ہیں اور خطبہ طولانی کے ذریعہ علیؑ کی اطاعت کا حکم دے چکے ہیں لہذا اہل مدینہ علی کو اپنا حاکم تسلیم کرتے ہوئے دیگر عمّال کو اطلاع دے دیں گے اور خلافت و وصایت کا جھگڑا کبھی اسلام میں پیدا نہ ہوگا۔

ہفتم یہ کہ پیمبر اسلام کو یقین کامل تھا کہ علیؑ کبھی اقتدار دنیوی کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اور میری مانند دین کی خاطر اپنی جان۔ مال۔ اولاد سب قربان کرتے رہیں گے اور ان کے عہد میں اساس اسلام مستحکم تر ہو جائے گی۔

ہشتم۔ بیرونی دشمنان اسلام طاقتوں پر روز افزوں رعب اسلام رہے گا۔ اور پیمبر اسلام کی وفات ان کے ہمتوں اور جرأتوں کے بڑھنے کا سبب نہ ہوگی۔ کیوں کہ وہ دیکھیں گے کہ بعد وفات پیمبر اسلام بھی اہل اسلام کا جذبہ

تبلیغ دین اسلام وہی ہے جو آپ کی حیات میں تھا تو وہ مغلوب الذہنیت ہو کر مقابل نہ ہوں گے بلکہ تعلیمات اسلام پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے مسلمان ہوتے رہیں گے۔

پیمبر اسلام کی سیاست اعلیٰ کا جو اقتضا تھا اس کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے دم واپسیں تک سعی بیہم کی مگر جب معلوم ہوا کہ لشکر اسلام باوجود تاکیدات کے شام کی طرف جہاد کے لئے نہیں گیا ہے۔ تو آپ کو اندازہ ہو گیا کہ اب وہ فتنے جن کا اندازہ مجھ کو تھا وہ ضرور پیدا ہو جائیں گے۔ لہذا آپ نے اپنے آخری لمحات زندگی میں فرمایا۔

ناسخ التواریخ جلد ا صفحہ ۵۲۷

(۱) چوں پیغمبر از ثقل مرض بہ خویش آمد فرمود۔ قد طرق لیلتنا هذه المدینة شیء عظیم

جب پیمبر اسلام کو شدت مرض سے ہوش ہوا تو آپ نے فرمایا۔ کہ شب گذشتہ اس شہر میں فتنہ عظیم داخل ہو گیا۔

(۲) حاضران عرض کردند چیست یا رسول اللہ فرمود ان الذین کانوا فی جیش اسامۃ قد رجع منهم نفر یخالفون عن امری الا الی الله منهم براء۔

(ترجمہ) حاضرین نے عرض کیا اے خدا کے رسول کیا ہوا؟ فرمایا۔ وہ لوگ جو لشکر اسامہ کے ساتھ گئے تھے وہ واپس آ گئے ان میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے حکم کے خلاف کیا ہے اور میں اللہ کی درگاہ میں ان کے فعل سے بری ہوں اور ان سے بیزاری چاہتا ہوں۔

اس کے بعد پیمبر اسلام نے فرمایا:۔

(۳) اقیمونی۔ اقیمونی۔ اخرجونی الی المسجد والذی نفسی بیدہ لقد نزل بالاسلام نازلة وفتنة عظیمة من الفتن۔

مجھ کو اٹھاؤ۔ مجھ کو اٹھاؤ۔ مجھ کو مسجد میں لے چلو۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یقیناً اسلام میں سخت بلا آ گئی۔ فتنہ داخل ہو گیا۔ وہ فتنہ جو جو تمام فتنوں سے عظیم تر ہے۔

الفاظ مذکورہ اس انسان کے لب و دہن کی جنبش سے پیدا ہوئے ہیں جو تدبیر سیاست مدن۔ تدبیر منزل۔ شجاعت۔ عدالت و حکمت میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور جس نے بنی نوع انسانی کو انداز انسانیت سکھائے ہیں اور جس نے تدوین قوانین تمدن و اخلاق سیاست وغیرہ اعلیٰ انداز پر کی ہے۔

پیمبر اسلام کو اپنے آخری لمحات زندگی میں سخت صدمہ ہوا کہ آپ کی مساعی جمیلہ اور وہ مصلحتیں جن کی وجہ سے آپ نے لشکر اسامہ کو روانہ کرنا چاہا تھا مفقود ہو گئیں اور مثل ادیان گذشتہ اسلام بھی فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ اسلام کو سخت خطرات اندرونی و بیرونی سے دوچار ہونا پڑے گا اور یہ خطرات سبب تباہی و بربادی روح اسلام ثابت ہوں گے تو آپ نے اپنے آخری وقت میں ایک دوسری تدبیر کی اور وہ یہ کہ

اہلِ اسلام کو تحریری وصیت نامہ لکھ دیا جائے تاکہ وہ طلب دنیا کی خاطر دین اسلام کو برباد نہ کریں۔

تحریری وصایا

(۱) صحیح بخاری ترجمہ میرزا حیرت دہلوی پ۲۳ ص۸۹۔ مریضوں کی کتاب۔

(۶۲۵) حدیث۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جس وقت رسول خدا صلعم کی وفات کا وقت قریب آیا تو گھر میں بہت سے آدمی جمع تھے اور حضرت عمر بھی ان ہی میں موجود تھے۔ آں حضرت نے یہ فرمایا۔ (کہ میرے پاس قلم دوات لے آؤ) تاکہ تمھیں ایسی کتاب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر نے یہ کہا کہ آں حضرت کو درد کی سخت تکلیف ہے اور ہمیں تمھیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ (آپ کو اس وقت تکلیف نہ دو) تمام حاضرین مکان میں نا اتفاقی پیدا ہوئی۔ اور باہم جھگڑنے لگے بعض کہتے تھے کہ (جو آپ مانگتے ہیں) دیدو۔ آپ ہمیں ایسی کتاب لکھ دیں گے جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ اور بعض حضرت عمر کے کہنے کے موافق کہتے تھے۔

جب جھگڑا اور شور آپ کے پاس حد سے بڑھا۔ فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ عبد اللہ (ابن عباس سے نیچے کے راوی) کہتے ہیں کہ ابن عباس کہا کرتے تھے سب سے زیادہ مصیبت کی بات یہ ہوئی کہ لوگوں کے شور و غل اور اختلاف کرنے سے رسول خدا وصیت نہ لکھ سکے۔

پیمبر اسلام کی یہ آخری کوشش بھی بے سود ہوگئی اور آپ کی نگاہوں کے سامنے وہ تمام خطرات جن میں سے بعض کا قیاسی ذکر میں نے لشکر اسامہ کے روانہ کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں کیا ہے۔ آگئے۔ گویا دین اسلام کو بھی وہ دن دیکھنا پڑے جو انبیاء سابقین کے ادیان کو دیکھنا پڑے تھے۔ مگر پیمبر اسلام کی سیاست و تدبر اتنا بلند تھا جس کی مثال دیگر پیشوایان ادیان میں نہیں ملتی۔ آپ نے اپنے وقت آخری سے کچھ قبل علی کو اپنی چادر میں لے کر تمام نشیب و فراز ملت سمجھا دئے تھے اور وہ تدابیر سیاست بتا دی تھیں جن پر عمل کرنے سے اسلام کا بال بیکا نہ ہو سکے اور تعلیمات اسلام جوں کی توں قائم رہ گئیں۔

وصایا بہ علی

(۱) امام فخر الدین رازی و امام دار قطنی لکھتے ہیں۔ (اسوہ ج ۳ ص۴۷)

عن ام المومنین عائشۃ قالت .... حتی قبض و یدہ علیہ۔

ام المومنین عائشہ سے منقول ہے کہ پیمبر اسلام کی وفات کا وقت آگیا۔ فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ میں نے ابو بکر کو بلا لیا۔ آپ نے دیکھا پھر سر تکیہ پر رکھ لیا۔ پھر فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ اب کی بار میں نے عمر کو بلا لیا۔ آپ نے دیکھا اور پھر سر تکیہ پر رکھ لیا۔ پھر فرمایا۔ میرے حبیب کو بلاؤ۔ فقلت ویلکم ادعوا لہ علی ابن ابی طالب فواللہ ما یرید غیرہ۔

ہیں نے کہا۔ تم لوگوں پر افسوس ہے، تم علیؑ ابن ابی طالب کو بلاؤ۔ خدا کی قسم آپ اُن کو ہی بلا رہے ہیں۔ جب آپ نے علیؑ کو دیکھا تو آپ نے اپنی چادر کو اُٹھایا اور علیؑ کو اس چادر میں اندر لے لیا اور علیؑ کو سینہ سے لگائے رہے حتیٰ کہ وفات پائی اور آپ کا ہاتھ علیؑ پر رکھا ہوا تھا۔ ارجح المطالب جلد ۲ ص ۴۴۳

(۲) خصائص امام نسائی۔ عن ام سلمہ۔ قالت .... وینا جیہ ثم قبض صلعم

ام المومنین ام سلمہ سے مروی ہے کہ خدا کی قسم قریب ترین مردم بوقت وفات رسول صلعم علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ جس دن پیمبر اسلام کا انتقال ہوا اُس کی صبح کو آپ نے فرمایا۔ جن کو شاید کسی کام کے لئے باہر بھیجا تھا اور جب تک وہ نہ آئے کئی بار (تین بار) دریافت کیا کہ علی آئے یا نہیں۔ اتنے میں علی آ گئے۔ آپس میں ہم لوگ یہ گمان کر کے کہ غالباً علیؑ سے رسول اللہ کو کوئی حاجت ہے۔ خانۂ عائشہ سے باہر نکل آئے اور میں سب کے بعد نکل کر دوسری عورتوں کی نسبت دروازے کے بالکل قریب بیٹھی۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ علیؑ نے اپنا سر رسول اللہ کی جانب جھکا دیا اور پیمبر اسلام علیؑ سے سرگوشی کی باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ مستدرک حاکم میں بھی ہے کہ پیمبر اسلام وقت وفات تک علیؑ سے راز کے امور ارشاد کرتے رہے۔

عبارات تاریخی سے واضح ہو گیا کہ پیمبر اسلام نے اپنے آخری لمحات تک علیؑ کو بطور راز کے وصیتیں کیں۔ ظاہر ہے کہ پیمبر اسلام نے یہ تمام راز وہی بتائے ہوں گے جو بقائے دین اسلام کے لئے بیحد ضروری تھے اور جن کا اندازہ آپ کو پہلے سے تو تھا مگر بوقت وفات لوگوں کے حرکات دیکھ کر زیادہ ہو گیا تھا۔ لہذا آپ نے ان چند لمحات حیات کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا اور علیؑ کو تحفظ دین اسلام کی تمام راہیں سمجھا گئے۔ اور ان کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آج تقریباً چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی قوانین اسلام و تعلیمات قران بجنسہ باقی ہیں۔

اس بات کا پتہ کہ پیمبر اسلام نے بحیثیت ایک مدبر و سیاست داں کے اس آخری وقت میں بگڑتے ہوئے حالات دیکھ کر کیا کیا تدابیر علیؑ کو بتائی تھیں ان کا اندازہ کچھ علیؑ کے اس بیان سے ہو سکے گا۔

(۱) راس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں:۔

عن ابی الطفیل قال کنت علی الباب یوم الشوریٰ۔ فارتفعت اصوات

ابو الطفیل کہتے ہیں کہ شوریٰ کے دن دروازہ پر بیٹھا تھا۔ لوگوں میں شور ہوا میں نے علیؑ کو

فسمعت علیاً یقول بیایع الناس ابوبکر فانا واللہ باولی واحق بہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفاراً اوفی کم احدی آخر عہدکا برسول اللہ حین وضعتہ حفتہ غیری۔

کہتے ہوئے سُنا۔ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی حالاں کہ میں ان سے بہتر و زیادہ حقدار تھا۔ مگر میں نے سُنا اور تسلیم کر لیا اس خوف سے کہ مبادا لوگ کافر ہو جائیں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جو سب کے بعد پیمبر اسلام سے جدا ہوا ہو اور جس نے آپ کو قبر میں اتارا ہو۔

عبارت تاریخی سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ علیؑ نے بوقت شوریٰ اظہار حقیقت تو کیا مگر حالات حاضرہ بتا رہے تھے کہ اگر علی حق خلافت کے لئے جنگ کرتے تو اسلام تباہ ہو جاتا اور لوگ کافر ہو جاتے۔

پیمبر اسلام نے آخری لمحات زندگی میں علیؑ کو اسی قسم کی وصایا کی تھیں اور بتایا تھا کہ جس طرح غزوات میں تمہاری تلوار اور جاں بازی اساس اسلام بنانے میں کام آئی۔ میرے بعد تمہارا صبر کرنا اور حاکمانِ وقت کو مفید مشورے دیتے رہنا استحکام دین اسلام کا سبب ہوگا۔ اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ پیمبر اسلام نے اندازہ کیا تھا اور درحقیقت پیمبر اسلام اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے اور دین اسلام قیامت تک کے لئے لازوال ہو گیا۔ اور دین اسلام کے یہ اصول کہ اخیار بنی نوع انسان کو اشرار سے بچایا جائے تاکہ ان کے قوائے باطنی و ظاہری اپنے کمال فطرت کو حاصل کر سکیں اور اشرار کی حتی المقدور اصلاح کر کے ان کو مفید معاشرہ اخلاق سکھائے جائیں اور بحالت مجبوری ان کا قلع قمع کیا جائے۔ تاکہ دیگر بنی نوع تک ان کا فساد نہ پہنچنے پائے۔

۲۳۔ سیاست مدن واقعات متفرقہ

سیاست پیمبر اسلام کے واقعات مسلسل کو درج کیا گیا۔ اب واقعات متفرقہ کو قلمبند کیا جاتا ہے۔ قوانین تمدن و سیاست کا اہم جزو ہے کہ اشرار کی حتی المقدور اصلاح کی جائے اور ان کو معاشرہ کا مفید و کارآمد فرد بنایا جائے۔ لیکن اگر وہ اشرار اصلاح قبول نہ کریں اور معاشرہ انسانی میں فساد کا سبب رہیں تو ان کو قتل کر کے اخیار کو ان کے فساد سے محفوظ کر لیا جائے۔ پیمبر اسلام نے اپنے بدترین دشمنوں کو و نیز دین اسلام کے بدترین بدخواہوں کو معاف کر دیا اور ان کی جان بخشی کی مگر ایسی حالت میں کہ انھوں نے اپنی ایذا رسانی اور فساد و شرارت سے توبہ کر لی اور پیمبر اسلام کو یقین دلایا کہ وہ آئندہ معاشرہ انسانی میں خلل و فساد نہ پیدا کریں گے مگر

بعض افراد ایسے بھی تھے جو اپنی اسلام دشمنی اور فساد پیدا کرنے سے باز نہ آئے لہذا پیمبر اسلام نے ان کو قتل کرا دیا۔ اور یہی حقیقی سیاست ہے۔

۲۴۔ حمراء الاسد قتل ابوعزہ شاعر

(۱) ۳ھ میں مسلمانوں نے دو افراد کو گرفتار کیا۔ ایک ابوعزہ شاعر تھا جو پیمبر اسلام کی ہجو میں اشعار کہتا اور اشتعال انگیزی کرتا تھا۔ جنگ بدر میں گرفتار ہوا اور اس عہد پر کہ آئندہ وہ خلاف اسلام اشعار ہجو یہ نہ کہے گا۔ بغیر فدیہ لئے ہوئے آزاد کر دیا گیا۔ مگر وہ اپنی شرارت سے باز نہیں آیا۔ گرفتار ہو کر پیمبر اسلام کے رو برو پیش کیا گیا آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اس نے پھر وعدہ کرنا چاہا اور اپنی جان بخشی چاہی پیمبر اسلام نے فرمایا لایلدغ المومن من جحر مرتین ——— مرد مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا۔ اور ابوعزہ کی گردن مار دی گئی۔

دوسرا شخص معاویہ بن مغیرہ گرفتار ہو کر آیا۔ عثمان بن عفان نے اس کی جان بخشی کی سفارش کی پیمبر اسلام نے عثمان کی سفارش کو مانتے ہوئے فرمایا کہ اے عثمان تمہارے پاس خاطر سے یہ ہو سکتا ہے کہ معاویہ تین دن سے زیادہ مدینہ میں نہ رہے۔ اگر تین کے بعد معاویہ مدینہ میں دیکھا جائے گا تو اس کی گردن مار دی جائے گی۔ معاویہ تین دن تک مسلسل مدینہ میں گشت لگاتا رہا اور چوتھے دن پوشیدہ ہو گیا۔ پیمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ یہ دشمن اسلام مدینہ میں موجود ہے اور اشتعال انگیز و سازش میں مصروف ہے۔ آپ نے عمار یاسر اور زید بن حارث کو تلاش میں روانہ کیا۔ معاویہ ایک مخفی مقام پر چھپا ہوا تھا گرفتار کیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

واقعہ اسیری عمر ابن ابی سفیان و سعد بن النعمان

(۲) جنگ بدر میں علیؑ ابن ابی طالب نے عمرو بن ابی سفیان کو قید کر لیا تھا۔ لوگوں نے ابوسفیان سے کہا کہ فدیہ دے کر بیٹے کو آزاد کرا لے۔ اس نے کہا کہ ایک بیٹا حنظلہ تو قتل ہو گیا۔ اب میں رقم فدیہ ضائع کروں اور دوسرے بیٹے کو بھی ہاتھوں سے کھو دوں تو اس سے کیا فائدہ۔ عمرو قید میں رہا۔ اسی اثنا میں مطابق معاہدہ قریش و اہل اسلام سعد بن نعمان بوڑھا صحابی اپنی زوجہ کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ گیا۔ ابوسفیان کو موقعہ مل گیا۔ سعد کو گرفتار کر لیا۔ پیمبر اسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے ابوسفیان کے بیٹے عمر کو آزاد کر دیا اور سعد کو واپس لے لیا۔

پیمبر اسلام کے اس عمل نے قیدیوں کے تبادلہ کا نمونہ پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ دشمن کے قیدیوں کو آرام تمام رکھا جائے۔ اور حسب مواقع سیاست ان کے ساتھ سلوک روا رکھا جائے۔ (روضۃ الصفا جلد ۲۔)

۴۵۔ قتل کعب بن الاشرف

یہودیان مدینہ کو جنگ بدر میں اہل اسلام کی فتح سخت ناگوار ہوئی اور باہم چہ میگوئیاں اور سازشیں کرنے لگے۔ کعب بن الاشرف یہودی عالم تھا۔ مکہ گیا تاکہ کشتگان بدر کی تعزیت ادا کرے اور اس نے ان کی شان میں مرثیہ کہے تاکہ قریش مکہ کو خلاف پیمبر اسلام اشتعال دلائے۔ کعب جب مکہ پہنچا تو باقاعدہ اجتماعوں میں کشتگان بدر کے بارہ میں مرثیہ سناتا تھا اور یہ سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا۔

پیمبر اسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ کون شخص ہے جو کعب کی شرارت کو دفع کرے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو کعب کو میں قتل کر آؤں۔ اجازت ملی اور محمد بن مسلمہ کعب کے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اور پیمبر اسلام نے ان کو بقیع تک پہنچایا اور فرمایا۔ انطلقوا بسم اللہ اللھم اعنھم۔ بسم اللہ کہہ کر جاؤ۔ اے خدا تو ان کی مدد کر۔ محمد بن مسلمہ کے ہمراہ چار افراد کر دیا گیا۔

کعب نے قلعہ سے کعب کو بہ لطائف حیل بلایا اور قتل کر دیا۔ پیمبر اسلام نے خدا کا شکر ادا کیا۔

۴۶۔ قتل سفیان بن خالد سنہ ۴ھ

سفیان بن خالد بعد جنگ احد کے مکہ گیا اور قریش کو ان کی کامیابی اور مسلمانوں کی شکست پر مبارکباد دی اور سفیان بن خالد نے مکہ سے سات افراد کو بوعدہ انعام کثیر مدینہ بھیجا اور یہ سازش کی کہ پیمبر اسلام پر اپنے قبول اسلام کو ظاہر کریں اور اس بہانہ سے مسلمانوں کو برائے حصول تعلیمات اسلام ہمراہ لائیں اور ان کو یہاں لا کر قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ سات افراد نے مدینہ میں خدمت پیمبر اسلام میں پہنچ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور عرض کیا کہ ہمارے ہمراہ کچھ مسلمانوں کو کر دیا جائے تاکہ وہ ہمارے قبیلہ والوں کو تعلیم قرآن و اسلام دیں۔ پیمبر اسلام نے عاصم بن ثابت۔ مزید بن ابی حزید۔ حبیب بن عدی۔ عبداللہ بن طارق خالد بن البکیر معقب بن عبیدہ۔ زید بن دثنہ کو ان کے ہمراہ کر دیا جب یہ لوگ مقام ہذیل تک پہنچے۔ تو دو سو مسلح افراد نے ان پر حملہ کر دیا۔ یہ سات افراد جم کر لڑے آخر قتل کر دیے گئے اور بعض کو گرفتار کر کے سولی دے دی گئی۔

پیمبر اسلام کو بہت افسوس ہوا اور آپ نے عبداللہ بن انیس کو مامور کیا کہ وہ سفیان بن خالد کو قتل کر دیں۔ عبداللہ بن انیس سمعاً و طاعۃً کہہ کر تلاش سفیان میں گئے اور اس کا سراغ لگایا اور تاریکی شب میں اس کا سر قلم کر کے مدینہ پہنچے اور سفیان کا سر پیمبر اسلام کے قدموں پر ڈال دیا۔ آپ نے اس کو دعائے خیر دی اور خدا کا شکر کیا۔

سزائے افک عائشہ

واقعات افک عائشہ کو بہ تفصیل حالات ازواج میں لکھا جا چکا ہے۔ مگر

اس موقعہ پر بہ سلسلہ سیاست مدن مختصراً یہ واقعہ قلم بند کیا جاتا ہے۔

(۱) روضۃ الصفاء۔

چوں آیات برائے عائشہ نازل شد حضرت مقدس نبوی چہار کس را حد قذف زد و ہر یک بہ ہشتاد تازیانہ اختصاص یافتند

جب عائشہ کی بریت کے بارہ میں آیات قرآن نازل ہوئیں تو پیمبر اسلام نے تہمت لگانے والوں پر حد جاری کی۔ اور ہر ایک کو اسی تازیانہ مارے گئے۔

پیمبر اسلام نے اپنے اس عمل سیاست سے وقار نسوان کو ہی قائم نہیں کیا ہے بلکہ اسی کے ساتھ کئی دوسرے فوائد بھی ظاہر کئے۔

(۱) کسی پاک دامن عورت پر بہتان والزام لگانے کی سزا اسّی تازیانہ ہے۔ تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے اور معاشرہ انسانی میں زناکاری اور بدکرداری کو بری نظر سے دیکھا جائے تاکہ بنی نوع انسان زنا کے اثرات سے محفوظ رہے۔

(۲) روضۃ الصفاء جلد ۲ ۳۸ ھ

۴۸۔ سیاست مدن رجم سبیعہ عامریہ

پیمبر اسلام کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں گناہ زنا کی مرتکب ہوئی ہوں۔ پیمبر اسلام نے اس کو حکم دیا کہ وہ خدا سے استغفار کرے اور اپنے اس فعل سے توبہ کرے۔ اس کے بعد ایک روز سبیعہ عامریہ حاضر خدمت پیمبر اسلام ہوئی اور عرض کیا کہ میں زنا کی مرتکب ہوئی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ مجھ کو مطابق حکم خدا زنا کی سزا دی جائے تاکہ پیش خدا گنہگار بن کر نہ جاؤں۔ پیمبر اسلام نے اس کو توبہ واستغفار کا حکم دیا۔ مگر سبیعہ نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو فلاں عورت کی مانند واپس کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں زنا کا حمل رکھتی ہوں۔ پیمبر اسلام نے حمل کا سن کر حکم دیا کہ سبیعہ کو انصار میں سے کوئی اپنے مکان پر رکھ لے اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو مجھ کو اطلاع کی جائے چنانچہ جب بچہ پیدا ہو گیا تو پیمبر اسلام کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی سبیعہ کا بچہ چھوٹا ہے اس کو کون پرورش کرے گا اور دودھ پلائے گا لہذا جب غذا کھانے کے قابل ہو جائے تو میرے پاس لایا جائے۔ بچہ جب بڑا ہو گیا تو سبیعہ نے اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دیا اور اپنے ساتھ اس کو لے کر خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہو کر طالب سزا ہوئی۔

پیمبر اسلام نے اس بچہ کو کسی مسلمان کی سپردگی میں دے دیا کہ پرورش کیا جائے اور سبیعہ عامریہ کو سنگسار کر دیا گیا اور جب سبیعہ وفات پا چکی تو آپ نے فرمایا کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی

جاں ہے کہ سبیعہ مغفور ہو گئی اور آپ نے سبیعہ کے جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن کا حکم دیا۔

(۱) زنا کا ارتکاب معاشرہ انسانی کے نظام کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ کیونکہ انسانی تمام حقوق اس کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں۔

(ا) عورت جو دوسرے کی عزت ہے نسل اور حقوق شوہری کی ذمہ دار ہے بوجہ خیانت کے ان بنیادی حقوق کو تباہ کرنے کا سبب بنتی ہے۔

(ب) سلسلہ نسلی منقطع ہو جاتا ہے اور تربیت و تعلیم اولاد جو مرد کو اپنا کسا او رجذبہ فطری ہوتا ہے اس جذبہ فطری پر زنا ضرب کاری ثابت ہوتی ہے اور عدم توجہ پدری سبب تباہی نسل ہے۔

(ج) اعزاز خاندانی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور اشرف المخلوقات انسان کی حیثیت حیوانوں سے زیادہ نہیں رہتی۔

(د) حقوق و مسائل میراث تباہ و برباد ہو جاتے ہیں جن کا موجود رہنا قیام نظام بنی نوع انسان کے لئے انتہائی ضروری ہے

پیغمبر اسلام نے سبیعہ کے بچہ کے کل حقوق اس سے ادا کرا لیے اور اس کی جان بچالی کیونکہ وہ مرتکب فعل مفسد نظام معاشرہ نہ تھا۔ اور سبیعہ کو قابل عبرت سزا اس لئے دی کہ فعل زناکاری ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکے۔

احکام اسلام کی نافرمانی کی وجہ سے آج دنیائے تہذیب نے زنا کا نام ہی بدل دیا اور اپنے ہاتھوں قوانین تمدن و تہذیب و سیاست کو فنا کر کے اپنے کو گروہ حیوانات میں شامل کر لیا۔ اس سے نجات اسی صورت میں ممکن ہے کہ پیغمبر اسلام کے طریقہ عمل کو اپنا دستور العمل حیات بنا لیا جائے۔

(٤٣) سیاست مدن — سفر تبوک کے سیاسی فوائد

سنہ ۹ھ میں جب پیغمبر اسلام غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے اور تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ لشکر دشمن مقابلہ کو نہیں آ رہا ہے تو فوراً واپس نہیں ہوئے بلکہ دو ماہ تک وہیں قیام کیا (روضۃ الصفا حضرت اقدس نبوی در آں منزل دو ماہ توقف نمود)

پیغمبر اسلام کا یہ عمل سیاست حالات کے لحاظ سے انتہائی اہم تھا۔ ایک لاکھ سے زیادہ افواج اسلامی کا تبوک میں دو ماہ تک قیام کرنا۔ اطراف نواحی عرب، شام و روم وغیرہ کو مرعوب کرنے کے لئے بہت کافی تھا۔ پیغمبر اسلام سمجھ رہے تھے کہ میرا وقت وفات قریب ہے اور یہ غزوہ تبوک میرا آخری سفر جہاد ہے لہذا اس اجتماع لشکر اسلام کا مظاہرہ رعب و شان و شوکت اسلام کے لئے نہایت ضروری ہے

روم کی سرحد قریب تھی۔ روم کو اپنی طاقت اور افواج پر بہت ناز تھا مگر تاریخیں شاہد ہیں کہ وہ سب مرعوب ہو گئے تھے۔ عمر ابن خطاب کے اس قول سے بھی یہ امر ظاہر ہوتا ہے جب پیمبر اسلام کے قیام کو دو ماہ ہو چکے تو ایک دن عمر خطاب نے پیمبر اسلام سے عرض کیا

(۱) روضتہ الصفاء (۲) عمر گفت یا رسول اللہ بادشاہ روم از لشکر بسیار و سپاہ جرار ... ... تو قریب بالیشان رسید کی آوازہ ہیبت و شوکت تو دراں دیار شیوع یافت وخوف و رعب بر ضمائر رومیان استیلا پذیرفت

عمر نے عرض کیا اے خدا کے رسول ص بادشاہ روم اسلام کے لشکر کثیر و جرار وغیرہ کہ آپ ان کے سرحد کے قریب پہنچ گئے ہیں لشکر اسلام کی ہیبت اور شان و شوکت ان کے ملک میں شائع ہو چکی ہے اور ان کے دلوں پر خوف و رعب اسلام غالب آچکا ہے۔

پیمبر اسلام نے زبردست مخالفین اسلام کو اپنی اس عملی سیاست سے مغلوب و مرعوب کر دیا اور باقتضاء سیاست اصول جہانبانی کو قائم کر دیا اور اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وفود عرب مدینہ آکر اظہار اسلام کرتے تھے

۵۰ سیاست مدن
واقعہ مسیلمہ کذاب

سنہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے کہ وفد بنی حنیفہ مدینہ آیا اور مسلمان ہو گیا انہی مسلمانوں میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ جب یہ وفد واپس یمامہ گیا تو مسیلمہ مرتد ہو گیا اور اس نے دعوئ نبوت کیا۔ پیمبر اسلام کو خط لکھا کہ مجھکو وحی خدا کی وجہ سے معلوم ہوا کہ مجھ کو نبوت میں تمہارا شریک کیا گیا ہے۔ جب مسیلمہ کا سفیر بخدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوا اور آپ نے مسیلمہ کا خط پڑھا تو فرمایا کہ اگر سفیر کا قتل کر دینا نامناسب نہ ہوتا تو میں اس نامہ بر کو قتل کر دیتا اس کے بعد جواب خط ان الفاظ میں لکھا۔ روضتہ الصفاء جلد ۲

روضتہ الصفاء جلد ۲

من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب سلام علی من اتبع الھدیٰ قد بلغنی کتابک فی کتاب الکذب والافتراء علی اللہ فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔

یہ خط محمد خدا کے رسول کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف ہے۔ سلام اس پر ہو جو حق کی ہدایت کی پیروی کرے۔ مجھ کو تیرا خط ملا۔ یہ خط تحریر جھوٹی اور خدا پر افترا ہے اپنے بندوں میں سے خدا زمین کا جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے

مسیلمہ کذاب کا یہ مقصد کہ پیمبر اسلام اس کو شریک نبوت بنا لیں گے اس خط سے ختم ہو گیا۔ مگر وہ اپنی نبوت کے دلائل پیش کرتا رہا مگر چونکہ پیمبر اسلام اپنی زندگی میں اس کو کذاب کا لقب دے چکے تھے لہذا

بعد وفات پیمبر اسلام دین اسلام میں زیادہ رخنہ پیدا نہ کر سکا۔ تقریباً ایک لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو چکے تھے اور اس کو دعوے تھا کہ اس پر وحی خدا نازل ہوتی ہے۔ مگر وہ اپنے کذب و افترا کو قائم نہ رکھ سکا۔ چونکہ یہ واقعہ سنہ ۱۰ھ کا ہے اور پیمبر اسلام کی وفات ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں ہوئی ہے۔ وقت کم تھا لہذا مسیلمہ اور اس کی جماعت کے پنپنے کا پیمبر اسلام کو موقع نہیں ملا۔ خلیفہ اول ابوبکر بن قحافہ نے اپنی پہلی فرصت میں خالد بن ولید کو بیس ہزار فوج دیکر مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ایک ہزار مسلمان شہید ہوئے اور بیس ہزار افراد لشکر مسیلمہ کے قتل ہوئے آخر مسیلمہ بھاگ کر حدیقۃ الرحمن پہنچا مسلمانوں نے تعاقب کیا اور وحشی قاتل امیر حمزہ نے مسیلمہ کو دیکھ لیا اور ایک نیزہ اس کی طرف پھینکا کہ مسیلمہ کی پشت کو توڑ کر نکل گیا اور مسیلمہ فی النار ہوا۔

پیمبر اسلام نے اپنے اس عمل سیاست سے اہل اسلام کو بتادیا کہ آپ خاتم النبین ہیں آپ کے بعد جو شخص بھی دعوئ نبوت کرے گا وہ جھوٹا ہے اس کو قتل کردینا حکم اسلام ہے مسلمانوں نے اس پر عمل کیا اور دعوئ نبوت کرنے والے کو آئندہ کبھی سر اٹھانے نہ دیا۔ سجاح بنت حارث ابن سوید نے دعوئ نبوت کیا اور آخر مسیلمہ نے اس سے عقد کر لیا تھا۔ مگر بعد کو بہ عہد معاویہ ابن سفیان یہ عورت مسلمان ہوگئی تھی۔

۱۵ سیاست مدن دعوئ نبوت اسود بن کعب

اسود بن کعب کاہن منجم تھا اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسود نے صنعا اور یمن پر حملہ کر دیا اور شہر بن ماذان حاکم یمن کو قتل کر دیا اس کی زوجہ مرزبانہ کو اپنی زوجیت میں رکھ لیا۔ پیمبر اسلام کو اس امر کی اطلاع دی گئی پیمبر اسلام نے اہل یمن کو خط لکھا کہ تم لوگوں نے اسود شریر کو کیوں مہلت دی ہے اور اس کو کیوں جلد دفع نہیں کیا جاتا۔ جب پیمبر اسلام کا خط اہل یمن کے پاس پہنچا تو انہوں نے باہم مشورہ کیا اور آخر یہ تدبیر نکالی کہ مرزبانہ کے ذریعہ اسود کا خاتمہ کیا جائے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اسود کے قلعہ کی نگرانی ایک ہزار سپاہی کرتے تھے مگر مرزبانہ کی سعی مسلسل سے فیروز دیلمی اور چند دیگر افراد قلعہ میں پہنچ گئے ایک رات جبکہ اسود نشہ شراب سے بدمست تھا اس کا سر قلم کر لیا گیا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عہد خلافت ابوبکر میں اسود کو قتل کیا گیا بہر حال صبح کو یمن میں اذان ہوئی تو اس میں اشہد ان محمد رسول اللہ لوگوں نے سنا۔ اہل یمن مسرور ہو گئے اور قتل اسود کی خبر پیمبر اسلام کو پہنچائی گئی۔ چونکہ پیمبر اسلام نے جھوٹے دعویداران نبوت کو ان کی بداعمالی کی سزا دیدی تھی لہذا اس کے بعد عہد اسلام میں جس نے بھی دعوئ نبوت کیا قتل کیا گیا یا آخر مسلمان ہو گیا۔ طلیحہ بن خویلد نے سنہ ۱۵ھ میں دعوئ نبوت کیا تھا مگر چونکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا لہذا بعد کو مسلمان ہو گیا اور جنگ نہاوند میں مقتول ہوا۔

مشہور مقولہ ہے کہ الریاست بالسیاست۔ حکومت بغیر سیاست ناممکن ہے۔ پیمبر اسلام نے حکومت اسلام قائم کی تھی اور اس کی راہ میں جو دشواریاں حکومتوں کی طرف سے یا دعویداران نبوت و قبائل عرب کی طرف سے پیش آتی رہیں پیمبر اسلام نے اپنی سیاست اعلیٰ سے ان سب کا قلع قمع کر دیا اور اہل اسلام کے سامنے وہ سیاسی نمونے پیش کر دیے جن کی وجہ سے اہل اسلام ہمیشہ کامیاب اور فاتح عالم بنے رہیں گے۔

۲۔ سیاست مدن احکام بہ لشکر بہ جنگ احد

جنگ احد کا حال بہ تفصیل لکھا جا چکا ہے مگر اس واقعہ میں صرف پیمبر اسلام کی سیاست مدن کا یہ پہلو دکھانا ہے کہ جنگ احد میں پیمبر اسلام نے لشکر اسلام کو کیسے احکام دیے تھے اور ان احکام کی بدولت مسلمان پہلے ہی حملہ میں کامیاب ہو گئے تھے۔

(۱) تاریخ جلد ۴۔ ابو سفیان نے خالد بن ولید کو پانچ سو افراد کا لشکر دیکر میمنہ فوج پر معین کر دیا تھا اور ہبل صنم کعبہ کو آگے اونٹ پر رکھا تھا۔

کوہ احد کے درمیان میں ایک درہ تھا اس پر پیمبر اسلام نے پچاس افراد لشکر کو معین کر دیا تھا اور ان کو حکم دیا تھا۔

اگر تم سستی کرو گے تو تمہارے دشمن اس درہ سے داخل میدان ہو جائیں گے جس وقت وہ داخلہ کا ارادہ کریں تم ان پر تیر باران کرنا۔ اگر ہماری فتح ہو جائے تب بھی تم لوگ اس درہ سے نہ ہٹنا جب تک کہ میں تمہارے پاس نہ آجاؤں۔ پیمبر اسلام نے اس پر تاکید مزید کر دی تھی۔ رسول خدا صلعم در زرہ پوشیدہ بود و شمشیر حائل کردہ بود۔ بار بیر العوام گفت علیہ السلام حملہ کن و خالد بن ولید را انجشتین حملہ رو بگریزانید۔ پیمبر اسلام نے خالد بن ولید کے بھاگ گئے پر تکبیر کہی۔

پیمبر اسلام نے جنگ احد میں درہ کی نگرانی اور حفاظت کے لئے مسلمانوں کو تاکید کر دی تھی اور پہلے ہی حملہ میں لشکر دشمن کے بہادر ترین سپہ سالار اور اس کے پانچ سو افراد کے دستہ کو مار بھگایا تھا اور یہ جنگ پہلے ہی حملہ میں ختم ہو جاتی مگر محافظان درہ احد نے مال غنیمت کے لالچ میں درہ کو چھوڑ دیا اور فوج دشمن نے اسی درہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

اس موقعہ پر صرف اتنا دکھانا ہے کہ پیمبر اسلام قوانین و آداب جنگ کو اس طریقے میں جانتے تھے کہ یقینا فاتح ہو سکتے تھے اور اس پر کمال یہ تھا کہ ایسے افراد لشکر سے کام لے رہے تھے جو ابھی پختہ ارادہ اور کامل ایمان نہیں ہوئے تھے اور ہر جنگ میں اپنی کمزوری کا ثبوت دیتے تھے۔ سپہ سالار کا اس سے زیادہ کمال فنون جنگ

اور کیا ہوگا کہ ایسی فوج سے کام لیا جائے جو ارادہ کی کمزور تعداد میں کم اور غیر مسلح ہو۔ مگر باینہمہ پیغمبر اسلام نے ہمیشہ فتح حاصل کی ہے۔

۵۳ تعین جزیہ

کوئی سلطنت نظام حکومت مستقل و پائیدار نہیں ہو سکتی جبتک کہ اس کی مرکزی حکومت مستحکم و مضبوط ہو اور حکومت کا استحکام اور استقلال اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمام افراد ملک متحد الخیال متحد المقاصد اور متحد الارادہ ہوں۔ اگر کسی ملک و حکومت کے کسی حصہ و قطعہ میں مخالف اور مختلف الخیال و مختلف المقصد لوگ موجود ہونگے تو اس حکومت کا نظام تدریجاً برباد ہو جائیگا۔ اس نظریہ کے ماتحت صاحب حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اجزائے سبب اختلاف کو دفع کرتا رہے یا ایسے قوانین سلطنت معین کرے کہ ہر فرد مملکت میں جذبہ وطنیت و دفاع حملہ جات اغیار پیدا ہو جائے اور ہر فرد ان امور میں محبت و ہم ارادہ رہے۔

پیغمبر اسلام نے جو نظام سلطنت اسلام قائم کیا ہے وہ انسان کو متحد الخیال ہی نہیں بناتا ہے بلکہ متحد العقیدہ بھی بنا دیتا ہے اور آج بھی سطح ارضی کے تمام مسلمان اور اسلامی حکومتیں متحد العقیدہ ہیں۔

اب رہا یہ امر کہ وسعت سلطنت میں ہر شخص متحد العقیدہ اور ہم مذہب نہیں ہو سکتا تو پیغمبر اسلام نے غیر مذاہب کے لئے عظیم رواداری قائم کر دی ہے پیغمبر اسلام نے فرمایا

صحیح بخاری پ ۲۸ کتاب الدیات مترجمہ مرزا حیرت دہلوی صـ ۲۴۶

(۸۰۵) عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جس نے معاہدہ کئے ہوئے (کافر ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے فاصلہ سے آئیگی"

پیغمبر اسلام نے ہر معاہدہ یا جزیہ ادا کرنے والوں کے لئے تمام مراعات باقی رکھی ہیں انسان کے حقوق ملکی ان کو کامل طور پر دیئے ہیں اور معاہدہ کا لحاظ و پاس بدرجہ کامل رکھا ہے۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ موجود ہے کہ کسی یہودی کو کسی صحابی نے طمانچہ مار دیا تھا۔ اس یہودی نے حضرت موسیٰ کو حضرت محمدؐ پر ترجیح دی تھی۔ صحابی کو ناگوار ہوا اور غصہ میں یہودی کو طمانچہ مار دیا۔ پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ اس انصاری کو بلایا جائے۔ وہ انصاری صحابی حاضر ہوا۔ آپ نے ان کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ "مجھ کو کسی نبی پر ترجیح نہ دیا کرو" (بخاری پ ۲۸ صـ ۲۴۷)

دشمنان اسلام اور متعصبین مذاہب غیر نے پیغمبر اسلام کے جزیہ مقرر کرنے پر ہمیشہ اعتراضات کئے ہیں اور اس فعل کو غیر انسانی اور غیر مناسب ظاہر کیا ہے۔ اس لئے مجھ کو یہ ضرورت پیش آئی کہ میں جزیہ کے

بارہ میں بھی مختصراً بہ استدلال کچھ تحریر کردوں۔

آج ۱۹۶۵ء کے ساکنان ارضی کو دعوےٰ ہے کہ وہ ارتقاء معاشرہ وتہذیب کے اعلےٰ منازل پر فائز ہیں اور انہوں نے تحفظ حقوق انسانیت کے لئے وہ اعلےٰ قوانین مدوّن اور جمع کردیئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی معین اور مدوّن نہیں کئے گئے تھے۔ مگر اخبار بین اور تاریخ دان افراد کی نگاہوں سے یہ بات اوجھل نہیں ہے کہ ان مہذب اور متمدّن ممالک و اقوام میں مختلف العقیدہ اقوام کس کس مپرسی اور ذلت و تباہی اور بربادی میں مبتلا ہیں اور ان کے شبانہ روز۔ ان کے اہل و عیال۔ ان کا مال و جائداد۔ ان کی عزت و آبرو سب نذر اغیار اور نذر اکثریت ہے۔

ان تباہ شدہ انسانوں کے لئے اگر سلامتی کونسل کے اہل الرائے کچھ سہولت عطا فرماتے ہیں تو صرف دو قسم کی سہولت ہوتی ہے۔ اوّل تو یہ کہ اگر ان کی تعداد زیادہ ہے تو ان کو حق خود اختیاری دینے کے بہانے سے اور بظاہر حق خود اختیاری دلوا کر ان کو اپنا لے زر اور دائمی غلام بنا لیا جاتا ہے۔ بظاہر وہ جماعت اپنے ملک اور اہل وطن کے خلاف ہو جاتی ہے اور دنیا کی کسی بڑی طاقت سے جان بچانے کے لئے تعلق پیدا کرتی ہے۔ اور وہ بڑی طاقت اس قسم کے تقسیم ملکی کرانے کی وجہ سے خود طاقتور ہوتی جاتی ہے اور اس کے ذرائع تجارت اور اثرات، اقتدار وسیع تر ہو جاتے ہیں اور یہ چیز مسلسل سلامتی کونسل یا طاقت اعلےٰ رکھنے والے ملک
دوسرا کام اقلیت کے لئے یہ کر سکتے ہیں کہ وہ تبادلہ آبادی کرا دیں اور اقلیت کا وطن، جائداد، اموال، مویشی زراعت موروثی سے اس کو ناحق کر کے دربدر اور شہر بدر کر دیں۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ اقلیت جس ملک کی قدیم باشندہ ہے۔ جب بوجہ اشتعال طاقت اعلےٰ اپنے ملکی اکثریت سے حقوق خود ارادی کو طلب کرتی ہے اور وہ طاقت اعلیٰ اس اقلیت کو مدد دیتی ہے تو مجبوراً اکثریت کا قومی اقتضاء پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنے ملک کی حدود سے اس اقلیت کو دفع اور دور کر دیا جائے تاکہ اندرون ملک مختلف العقیدہ اور مختلف الخیال جماعت سے پاک و صاف ہو جائے اور آئندہ کے لئے یہ جماعت سبب فساد ملک و قوم نہ بن سکے۔

طاقت اعلےٰ یا سلامتی کونسل کے اقتدار اعلےٰ رکھنے والی جماعت اس غرض سے اقلیت کے اخراج ملکی پر زور دیتی ہے کہ وہ خانہ خراب ہو کر ہمارے دست نگر غلام بن جائیں گے اور دوسری یہ کہ جس ملک سے یہ خارج کئے جائیں گے اس کی طاقت اور آبادی کم ہو جائے گی وغیرہ وغیرہ۔ مثال یہ چشم دید واقعہ ہے کہ جو مسلمانان ہند کی حالت اس دور انقلاب ۱۹۴۷ء میں ہوئی ہے اور آج تک وہ جن مصائب میں مبتلا ہیں یا فلسطین سے خارج شدہ عربوں کا حال زار ہے اور علاوہ ان دو مقامات کے دیگر آبادیات

اور ممالک میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ یہودی سلطنت کا قیام بھی اسی نظریہ کے ماتحت اور انہی مذکورہ اغراض کی بنا پر وجود میں آیا ہے۔ حکومت یہود یعنی بنی اسرائیل گیا ہے صرف ممالک سے خارج شدہ یہودیوں کا مرکز اور اس مرکز کو اپنی زندگی کے لیے طاقت اعلیٰ یا حکومت سلامتی کونسل کا سہارا لینا ہی ہے۔ بہر حال میرا موضوع تجزیہ حالات ممالک و اقوام نہیں ہے میں تو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس مہذب ہتمدن دنیا میں انسانوں کی کیا حالت زار ہے اور اقلیتیں جو مختلف العقیدہ وخیال ہیں ان کی کیا گت بن رہی ہے کہ گویا وہ زندہ درگور ہیں۔

پیمبر اسلام نے مملکت اسلامیہ کے رہنے والے مختلف العقیدہ اور غیر مذاہب کے لیے ایسا دستور قائم کر دیا ہے جس سے آج بھی مدبران عالم سبق حاصل کر کے تمام اقلیتوں کے مسائل کو باسانی طے کر سکتے ہیں اور نہ ان کے ہموطن اکثریت کو گمان بیوفائی ہو سکتا ہے اور نہ اغیار کو ان سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کا موقع حاصل ہو سکتا ہے۔

پیمبر اسلام نے مملکت اسلامیہ غیر مذاہب کے رہنے والوں کے لئے جزیہ مقرر کیا ہے۔ جزیہ کیا ہے گویا ایک قسم کا معاہدہ ہے کہ حکومت اسلامی اور تمام مسلمان افراد جزیہ دینے والے کے مال، جان، اولاد، عزت، ناموس، کاروبار کی حفاظت کریں گے اور جزیہ ادا کرنے والا اپنے مذہبی عقیدہ پر قائم رہ سکتا ہے۔ اس کو بجبر مسلمان نہ بنایا جائے گا۔ اور جزیہ دینے والے پر یہ لازم ہے کہ وہ مملکت اسلامی و اپنے وطن کا وفادار رہے اور اظہار وفاداری کے طریقہ پر وہ جزیہ حسب حیثیت ادا کرتا رہے۔ دشمنان اسلام نے جزیہ کو اسلام کا ایک مہیب اور خوفناک اصول بتایا ہے۔ مگر یہ سب کورنبی اور لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ پیمبر اسلام نے جزیہ کے لئے مخصوص طور پر کوئی رقم معین نہیں فرمائی ہے کہ بجبر ہر غیر مسلم سے وصول کر لی جائے بلکہ صرف اظہار وفاداری وطن کے لئے حسب حیثیت جو مناسب ہو عامل اسلامی وصول کر سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری پ ۱۲ صفحہ ۱۷ مترجمہ اردو

باب ذمی کافروں سے جزیہ لینا اور حربی کافروں سے (کسی مصلحت سے) کچھ تعرض نہ کرنا (مشروع ہے) اور یہود و نصاریٰ اور مجوس اور عجم سے جزیہ لینے کے باب میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ اس کی دلیل ہے۔

(۲۹) ابن عیینہ ابن ابی نجیح سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے کہا اہل شام کا کیا حال ہے کہ ان پر چار دینار جزیہ کے مقرر ہیں اور اہل یمن پر ایک ہی دینار ہے۔ انہوں نے کہا کہ مالداری کی حیثیت پر ہے پیمبر اسلام نے جزیہ مقرر فرما کر گویا اکثریت مسلم کے ہر فرد کے دل و دماغ میں یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ وہ غیر مسلم کو اپنا ہم معاہدہ تصور کرے اور کبھی کسی صورت میں تصادم جماعتی نہ ہو سکے۔

علاوہ بریں تعیین جزیہ میں دیگر مصالح ملکی اور پابندی اصول حکمت و قوانین عدالت بھی ملحوظ رکھے گئے

(۱) اکثریت یعنی مسلمان، اپنی جان و مال اور اولاد سے دفاع ملکی کریں اور تحفظ حقوق غیر مسلم کرتے رہیں

(۲) افراد غیر مذاہب صرف جزیہ ادا کرتے رہیں اور تمام حقوق کے مستحق رہیں۔ بحیثیت انفرادی و اجتماعی دیکھا جائے تو یہ عین عدالت و مساوات ہے اور ملک کی ہر دو جماعتوں میں اتحاد و یگانگت کا سبب ہے۔

(۳) ضروریات ملکی و دفاع کے لئے فراہمی سرمایہ کی ضرورت ہے وہ بھی اس سے پوری ہوتی ہے چونکہ ان قوانین و احکام اسلام کی پابندی سے ہر دو جماعتوں میں مساوات قائم ہو جاتی ہے لہذا نہ ترک وطن کی ضرورت ہے اور نہ باہمی جنگ و جدال کا کوئی اندیشہ ہو سکتا ہے۔

متعصبین مذاہب اگر بچشم حقیقت بیں اصول جزیہ کو دیکھیں گے تو ان کو جزیہ کا حکم معیوب نظر نہیں آئیگا بلکہ معاشرہ انسانی کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کا ذریعہ دکھائی دیگا۔

۵۴ سیاست مدن وحدت نظریہ!

پیغمبر اسلام نے اہل دنیا کو بتایا ہے کہ دین و دنیا کے تمام معاملات جداگانہ چیز نہیں ہیں۔ تمام مذاہب کی طرف سے اہل دنیا کا یہ اعتقاد ہو گیا تھا اور آج بھی ہے کہ انسان اور خالق کے معاملات جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں اور انسان و دنیا کے معاملات کی نوعیت جداگانہ ہے۔ مذہب انسان کو صرف یہ بتاتا ہے کہ خدا کے حقوق انسان پر کیا ہیں اور انسان کو ہمہ وقت ہر لحظہ عبادت کرنی چاہئے جتنی وہ عبادت خدا کرے گا اسی قدر خالق اس سے راضی ہوگا۔ لہذا انسان کا بعد پیدائش یہی فرض ہے کہ وہ عبادت و معرفت خدا میں منہمک و معروف رہے اور اگر وہ کسی وقت بھی عبادت خدا سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ عاصی و گنہگار ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مذاہب عالم کے پیشوایان اور پیروان تارک دنیا ہو جاتے تھے۔ دروں صحراؤں میں زندگیاں بسر کرتے تھے اور اپنے پیروؤں کو یہی تعلیم دیتے تھے۔ شادی نہیں کرتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک یہ بہت بڑی خدا پرستی تھی۔ جسم کو ہر ممکن تکلیف پہنچاتے۔ بعض اعضاء جسم کو نکما اور ناکارہ کر لیتے تھے تاکہ نفسانی اور شہوانی خیالات پیدا نہ ہوں۔ یہی وہ تصور مذہب ہے جو آج تک نسلوں کے دماغوں اور دلوں میں سرایت کر چکا ہے اور اسی تصور مذہب کی وجہ سے بجز اسلام مذاہب عالم کے پیروان کے دو گروہ یا دو جماعتیں بن گئیں۔ ایک وہ جماعت ہے جو اپنی خلقت کی غرض صرف عبادت خدا کو سمجھتی ہے اور مذکورہ بالا خصوصیات اپنے اندر پیدا کرنا چاہتی ہے اور دوسری وہ جماعت ہے جو مذہب کو ترقی دنیوی میں بارج سمجھتی ہے اور اسی لئے مذہب سے متنفر ہے۔ انہی دو جماعتوں

میں ہمیشہ تصادم ہوتا رہا۔ اور تاریخ انسانی ظلم و جور کی تصویر بن گئی۔ صاحبان طاقت نے خدا کے نیک بندوں سے سطح زمین کو صاف کرنا چاہا اور اپنی دنیوی مسرتوں و لذتوں کے درمیان میں ان کو ایک آہنی رکاوٹ تصور کیا۔

پیغمبر اسلام نے اہل دنیا کو اپنے عمل و کردار سے تمام زندگی یہی بتایا کہ انسان کی دنیا اس کے دین سے الگ نہیں ہے اور نہ انسان کا وہ مذہب جو الٰہی مذہب ہے دنیا سے علیحدہ ہے بلکہ مذہب حقہ وہی ہے جو بنی نوع انسان کے باطنی و ظاہری قوے کو نشو و نما کا موقع فراہم کرے اور اس کے کمالات فطری کے ظاہر کرنے میں معاون و مددگار ہو۔ اس مذہب کے اصول اور قوانین ایسے ہوں کہ بنی نوع انسان کے معاشرہ کی اصلاح کریں۔ اخیار کو عمل خیر کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دیں اور اشرار کی اصلاح کریں اور ان کی شرارت سے معاشرہ انسانی کو محفوظ رکھنے کی تدابیر بتائیں۔ حقیقی مذہب وہ ہے جو بنی نوع انسان کی خدمت کو رضائے خدا کے حصول کا ذریعہ بنا سکے اور اس مقصد کے لئے راہیں بتا سکے۔ پیغمبر اسلام کی زندگی کا ہر لمحہ اس عملیہ کو پیش کرنے میں گزرا ہے۔ اور اہل دنیا کو انہی اصول کے بتانے میں آپ نے سخت تکالیف و مصائب برداشت کئے ہیں اور اپنی جان اپنی اولاد کی قربانیاں اسی مقصد کی اشاعت کے لئے دی ہیں۔

میں نے اب تک جو اس کتاب میں لکھا ہے اور بتعدد معتبر کتب تواریخ و احادیث سے ثابت کیا ہے وہ یہی ہے کہ پیغمبر اسلام نے انسان کو بتایا ہے کہ اس کی دنیا اور دین دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ دنیا کے اعمال ہی اس کی عاقبت دین کے لئے زینہ ہیں۔ چونکہ اقوام و مذاہب عالم و نیز بعض اسلامی فرقے دنیا و دین کے معاملات کو دو جداگانہ چیزیں سمجھتے ہیں اور صدیوں سے ان کا یہی نظریہ و خیال ہے اور اسی نظریہ کی بدولت وہ روز افزوں خود پیدا کردہ مصائب میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لئے میں پیغمبر اسلام کے چند اقوال کو بھی مستند کتب احادیث و تاریخ سے پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) الدنیا مزرعة الآخرة — دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

(۲) من احب للّٰہ وابغض للّٰہ و اعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان) — جس نے صرف خدا کے لئے ہر ایک سے محبت کی اور خدا کے لئے قابل نفرت لوگوں سے بغض کیا اور خدا کے لئے عطا کیا اور خدا کے حکم کی مطابقت میں منع کیا۔ روکا اس کا ایمان کامل ہو گیا۔

(۳) المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده المؤمن من امنه — پیغمبر اسلام نے فرمایا مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے

الناس علیٰ دماءھم واموالھم — کہ لوگوں کا خون اور جانیں اس سے محفوظ رہیں

(ترمذی ونسائی)

(۴) قال لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ — پیمبر اسلام نے فرمایا کہ جو امانت دار نہیں ہے وہ مومن نہیں ہے اور جو اپنے عہد پر قائم نہیں ہے وہ دیندار نہیں ہے۔

(بیہقی)

(۵) مشکوٰۃ رواہ احمد

عمرو بن عنبہ نے پیمبر اسلام سے دریافت کیا

ما الاسلام۔ قال طیب الکلام واطعم الطعام — اسلام کیا ہے۔ پیمبر اسلام نے فرمایا خوش کلامی اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔

قلت ما الایمان قال الصبر والسماحۃ — دریافت کیا ایمان کیا ہے۔ فرمایا صبر کرنا یعنی برے افعال سے باز رہنا اور افعال نیک پر مستعد رہنا

قلت ای الایمان افضل۔ قال خلق حسن — پوچھا ایمان افضل کون ہے۔ فرمایا خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

(۶) مشکوٰۃ باب الکبائر فصل اول۔ راوی عبد اللہ ابن مسعود

پیمبر اسلام سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ گناہ کبیرہ کیا ہے فرمایا شرک باللہ۔ اس نے پوچھا اس کے بعد گناہ کبیرہ کیا ہے فرمایا ان تقتل ولدک خشیۃ ان یطعم معک یہ کہ قتل کرے تو اپنی اولاد کو اس خوف سے کہ وہ تیرے ساتھ غذا کھائیگی (بوجہ کمی غذا اولاد کو قتل کردینا) اس نے پوچھا اس کے بعد گناہ کبیرہ کیا ہے فرمایا۔ ان تزنی حلیلۃ جارک کہ تو اپنے ہمسایہ کی عورت سے زنا کرے۔

(۷) دوسری حدیث میں ہے عقوق الوالدین والدین کی نافرمانی کرنا۔ والیمین الغموس جھوٹی قسمیں کھانا۔ واکل الربوا واکل مال الیتیم سود اور مال یتیم کھانا۔ والتولی یوم الزحف جہاد سے پیٹھ پھیرنا۔ وقذف المحصنات المومنات الغافلات اور الزام زنا لگانا پاکدامن مومنات کو جو بے خبر ہوں اس فعل سے۔

(۸) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ مومن بحالت ایمان یعنی بحیثیت مومن یہ گناہ نہیں کرتا۔ زنا۔ چوری۔ شراب نوشی۔ لوٹ مار۔ خیانت و قتل نہیں کرتا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ کسی بے گناہ کو حاکم وقت کے روبرو نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کرے اور کبھی جادو

نہ کرو۔ اور فرمایا کہ شراب نوشی فانہ راس کل فاحشۃ۔ کہ یقیناً وہ ہر فحش فعل کی اصل ہے

(۹) جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ

لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس
خدا اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا مسکین

الساعی علی الارملۃ والمسکین
اور بیوگان کی خبر گیری کرنے والا مثل اس کے ہے

کالساعی فی سبیل اللہ واحسبہ
جو سعی کرے راہ خدا میں میں گمان کرتا ہوں کہ مثل

قال کالقائم لا یفتر وکالصائم لا
رات کو بغیر سستی کے تمام شب نماز پڑھنے والے

یفطر۔
کے ہے اور مثل روزہ دار کے ہے جو افطار نہیں کرتا۔

(۱۰) قال والذی نفسی بیدہ لا
پیمبر اسلام نے فرمایا کہ قسم ہے اس کی جس کے

یومن عبد حتی یحب لاخیہ
قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی انسان

ما یحب لنفسہ
اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ

اپنے بھائی کے لئے وہی شے پسند کرے جو اپنے لئے

مشکوٰۃ
پسند کرتا ہے۔

(۱۱) لنفس المومن بالذی یشبع
فرمایا کہ: مومن نہیں ہے کہ وہ شکم سیر ہو اور اس کے

وجارہ جائع بجنبہ
پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔

مندرجہ بالا اقوال پیمبر اسلام کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے

(۱) تکمیل ایمان منحصر ہے کہ انسان کی محبت، بغض، عطا، ممانعت ہر فعل خدا کے لئے ہو۔

(۲) دنیا آخرت کی کھیتی ہے یعنی اہل دنیا کے ساتھ نیکیاں کرنا آخرت کو سنوارنا ہے۔

(۳) اسلام اور ایمان کا انحصار۔ انسانوں کی سلامتی کا چاہنا۔ ان سے خوش کلام رہنا۔ ان کے جان و مال کی حفاظت کرنا۔ ایفاء عہد کرنا، خوش اخلاق رہنا، اولاد کے حقوق ادا کرنا، ہمسایہ کے حقوق ادا کرنا، زناکاری سے بچنا۔ والدین کی نافرمانی نہ کرنا، سود نہ لینا، مال یتیم غصب نہ کرنا، جھوٹی قسمیں نہ کھانا، جہاد سے نہ بھاگنا، پارسا عورتوں پر الزام زنا نہ لگانا، چوری اور شراب نوشی نہ کرنا، لوگوں کا مال نہ لوٹنا، خیانت نہ کرنا، حاکم وقت کے سامنے کسی بے گناہ پر تہمت نہ لگانا، عوام پر رحم کرنا، ایتام و مساکین و بیوگان کی خبر گیری کرنا، مثل اپنے دوسروں کا لحاظ رکھنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔

پیمبر اسلام نے ان احکامات کے ذریعہ سے واضح طور پر بتایا ہے کہ جو انسان اصلاح بنی نوع انسان

کے لئے ہر تکلیف برداشت کرتا ہے وہی مسلم ہے اور مومن ہے، صرف گوشۂ عبادت میں بیٹھ کر خدا کا ذکر کرنا کافی نہیں ہے. بلکہ اصل ذکر الٰہی، اصل عبادت الٰہی حقوق بنی نوع انسان کی ادائیگی ہے. گویا مسلمان کی دنیا ہی اس کا دین ہے اور مسلمان کا دین ہی اس کی دنیا ہے۔

پیمبر اسلام کے تمام افعال و اعمال۔ اقوال جن کو تاریخی روشنی میں ہم نے پیش کیا ہے ثابت کرتے ہیں کہ آپ نے قوانین تمدن و سیاست و اخلاق کو اعلےٰ طریقہ پر مدوّن و مرتب کیا ہے۔ اور ان کی اہمیت مواقع کی نزاکت ان پر عمل کرنے کی دقّت کو سہل طریقہ پر اپنے عمل کے ذریعہ واضح کیا ہے۔

پیمبر اسلام نے اپنے عمل کے ذریعہ قوانین اصلاح معاشرہ کی ایسی صراط مستقیم قائم کردی ہے جو اہل دنیا کو امن و سلامتی تک پہنچاتی ہے اور اس راہ سے اختلاف و کجروی انسان کو دنیا میں ذلیل اور عقبیٰ میں مستحق عذاب بنا دیتی ہے۔

بعض تنگ نظر، خود غرض، کم علم، مغرور طاقت و حکومت ایسا کہتے ہیں کہ زمانہ ترقی کر چکا ہے اور اب پیمبر اسلام کے بنائے ہوئے اقوال یا ان کے افعال اہل دنیا کی رہبری نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ کمی علم ہی انسان کو مغرور بنا دیتی ہے۔ یہ دعوائے غرور صرف کم علمی پر منحصر ہے ورنہ اس کا تجزیہ کیا جائے تو حقیقت واضح ہو جائیگی۔

موجودہ عہد کے ترقی یافتہ مدبران ممالک نے قوانین کی ضخیم ترین کتابیں تصنیف کر ڈالیں۔ لاتعداد محکمہ جات قائم کر دیئے۔ اندرون ملک و بیرون ملک کے لئے قواعد مرتب کر دیئے ہیں۔ انفرادی حالت سے اجتماعی حیثیت تک، خاندانی حیثیت سے ملکی حالات تک کے لئے قوانین اور اصول معاشرہ ترتیب دیدیے ارتکاب جرائم کی روک تھام کے لئے تحقیق سے تحقیق اور شدید سے شدید تر قوانین کی تدوین کر دی۔ مگر خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم کے مصداق ہوا۔ صدیاں گزرتی چلی جا رہی ہیں۔ قوانین۔ اصول۔ آئین۔ آداب بدلتے چلے جا رہے ہیں۔ روئے زمین کے بانداز فارغ دل رکھنے والے انسان مختلف ناموں سے کبھی لیگ آف نیشن، کبھی سلامتی کونسل کبھی مختلف ازم والی جماعتیں قائم کر رہے ہیں اور خوبی یہ ہے کہ سب کا مقصد صرف اصلاح معاشرۂ انسانی اور حصول سلامتی و امن ہے مگر ہنوز روز اول۔ یہ سب اپنے حصول مقاصد میں ناکام ہیں اور ان کی ناکامی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کو خود اپنے سابقہ قوانین کو منسوخ کر کے جدید قوانین بنانا پڑتے ہیں اور یہ تجدید قوانین کا سلسلہ اسی لئے جاری ہے کہ یہ اپنے سابقہ قوانین کو ناقص تصور کرتے ہیں یا ان کے بعد کے آنے والے ان قوانین کو ناکارہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مگر قابل افسوس یہ امر ہے کہ یہ مدبران ممالک اپنے نقص و کم علمی کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ زمانہ ترقی کر رہا ہے لہٰذا حسب ضرورت زمانہ قوانین میں تبدیلیوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اچھا

ہم اسی بات کو مانے لیتے ہیں تو یہ مدبران و سیاستدانان ممالک کم از کم اتنا ہی ثابت کر دیں کہ انہوں نے کسی عہد میں بھی اپنے قوانین اصلاح معاشرہ کے ذریعہ دنیا میں امن و امان پیدا کیا ہو اور انفرادی اور اجتماعی انسانی زندگی کو کوئی لمحہ سکون عطا کیا ہو۔ اندرون شہر کی اصلاح کے لئے جتنے بھی محکمہ جات قائم کئے گئے ہیں ان سے انسدادِ جرائم ہوا ہو یا اشرار کی اصلاح کی جانب ایک قدم بھی آگے بڑھا ہو۔ یا انسان کی گھریلو الجھنوں میں کوئی کمی ہوئی ہو۔ یا زوجہ، اولاد، اقربا، ہمسایہ، والدین وغیرہ کے باہمی تعلقات باہم دیگر روز بروز بہتر ہوئے ہوں۔ یا ہمسایہ ممالک، ہمسایہ اقوام، ہمسایہ مذاہب کے مابین یک جہتی، ہم خیالی، ہمدردی پیدا ہوئی ہو۔

موجودہ ایجادات نے کرۂ ارضی کی حیثیت صرف ایک شہر کی سی کر دی ہے اور ممالک کی حیثیت شہر کے محلوں کی سی ہے۔ اصلاح معاشرہ کی ہر کوشش جلد موثر ہو سکتی ہے مگر ان موجودہ ایجادات نے کرۂ ارضی کو جنگ و جدال کی ایک دہکتی ہوئی بھٹی میں تبدیل کر دیا ہے۔ آج اس مہذب اور ترقی یافتہ دنیا میں کوئی ایک متنفس ایک لمحہ کے لئے مطمئن اور پرسکون نہیں ہے۔ صاحبان اقتدار اور شاہان روئے زمین و مدبران اقوام شبانہ روز تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ فقر و فاقہ میں تڑپتے ہوئے انسانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور یہ صاحبان حکومت تمام انسانی و عوامی محنت و دولت کو بہ لطائف الحیل ہمیشہ ایٹم بموں اور مصنوعی سیاروں کی ساخت میں صرف کر رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے صرف اس لئے کہ انسان کے خود معین کردہ قوانین تمدن اتنے مسخ اور گندے ہو گئے ہیں کہ خود انسان کو تباہ کر دینا ہی ان کا ردِ عمل ہو سکتا ہے۔ جان من خود کردہ خود کردہ را علاج نیست اس وقت متمدن ممالک و اقوام کی حالت ایسی ہے جیسے کسی باربردار جانور کی دلدل میں پھنس جانے کے بعد ہوتی ہے۔ جتنا وہ جانور دلدل سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور جان و مال کو بچانا چاہتا ہے اسی قدر اس کی ہر جنبش اس کو دلدل کی گہرائیوں میں لے جاتی ہے اور آخر وہ فنا ہو جاتا ہے۔ میں نے اس کتاب کو اسی مقصد کے لئے تصنیف کیا ہے کہ رہبر اعظم، مصلح اکرم، پیمبر معظم حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے حالات زندگی عہد موجودہ کے بھٹکے ہوئے انسان کے لئے مشعل راہ ہوں۔ اور انسان اسوۂ حسنہ پیمبر اسلام پر گامزن ہو کر دنیا و دین کی راحتوں اور نعمتوں کو حاصل کر سکے۔ فہو المراد۔

اخلاق نبوی و سیاست محمدیہ (خلاصہ)

کتاب ہذا کے مختلف ابواب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ پیمبر اسلام نے انفرادی زندگی سے اجتماعی زندگی تک کے کل قوانین تمدن و سیاست کو عملاً پیش کیا ہے جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہو سکتی ہے

(۱) احترام اسلاف و اجداد
(۲) تربیت و تعلیم اولاد و تعین حقوق ازواج
(۳) تحفظ حقوق ہمسایہ و اقربا
(۴) فرائض متعلقہ بہ افراد وطن

(۵) احترام معاہدہ وپیمان

(۶) احترام معاہدہ بحلیف و غیر مسلم

(۷) تعین عمال صالح

(۸) فرائض تبلیغ اصول اخلاق بہ اغنیاء غیر مسلم بیرونی

(۹) تقرر موذنین ومبلغین

(۱۰) تقرر محصلین زکوٰۃ وخمس وجزیہ - فی - خراج

(۱۱) تقسیم غنائم کے قوانین

(۱۲) تعین حصص میراث وترکہ

(۱۳) قوانین جنگ ودفاع

(۱۴) تحفظ حقوق باہمی والسداد خانہ جنگی

(۱۵) تحفظ جان ومال اغیار اشرار سے

(۱۶) تقرر افواج وتحفظ حقوق افواج

(۱۷) استقبال وفود اور انتظام

(۱۸) اجرائے فرامین رسالت

(۱۹) نومسلمین کی تعلیمات کا انتظام

(۲۰) تحفظ حقوق کے لئے اجرائے فتاوی ونفوذ احکام

(۲۱) تعزیر جرائم وحدود وقصاص

(۲۲) سیاسی امور اور اس کے متعلق اجراء احکام وتعمیل احکام

(۲۳) عمال معینہ کا محاسبہ

(۲۴) تعین امراء لشکر۔

(۲۵) تقرر وظیفہ پس ماندگان شہداء

(۲۶) تدوین قوانین معاملات باہمی اور ان کا نفاذ

(۲۷) تبلیغ احکام الٰہی اور نفاذ

(۲۸) اشاعت علوم قرآن کا انتظام

(۲۹) تقرر محاسبین اوامر ونواہی

(۳۰) اراضی غیر مزروعہ کی آبادی وقوانین

(۳۱) عطایا وجاگیرداری

(۳۲) چشمہائے آب وتالاب کے انتظام

(۳۳) حسن سلوک بہ حیوانات

(۳۴) غلاموں وخدام سے حسن سلوک

(۳۵) تحفظ حقوق مذاہب غیر

مذکورہ صرف عنوانات ہیں ان کے تحت میں جو امور ہیں ان کا لکھنا سبب طول تحریر تھا۔ ان خصوصیات واوصاف پیمبر اسلام کی تفصیل آپ کو ابواب کتاب میں ملے گی اور اسوۂ حسنہ پیمبر اسلام ایک ایسا آئینہ حسین آپ کو نظر آئیگا جس میں دنیا ودین کی کامیابی کا مرقع حقیقی پیش نظر ہو جائے گا۔

باب الوصایا!

ابواب مندرجہ میں بہ تفصیل و بہ استدلال و اسناد معتبر لکھا جا چکا کہ پیغمبر اسلام نے بحیثیت نبی آخر و بحیثیت مصلح و مقنن و مدبر اعظم اپنے دین کے قوانین اور اصول کی حفاظت اور نشر و اشاعت کی ذمہ داری علی ابن ابی طالب پر رکھی تھی اور علوم قرآن و علوم مختلفہ کثیرہ کا وارث علی کو بنایا تھا اور بہ اعلان امت کو بتا دیا تھا کہ انا مدینۃ العلم و علیٌ بابھا تمام علوم اولین و آخرین علوم ابدان و ادیان کا میں شہر ہوں اور علی اس شہر کا باب ہے۔

اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہوئے مگر حدیث مذکور کو سب نے تسلیم کیا ہے کہ تحفظ قوانین اسلام و مسائل شرعیہ اور علوم نبویہ ہر عہد میں علی نے کیا۔ خلافت کے معاملات میں اہل اسلام میں اختلاف موجود ہے مگر اس معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ علی تا دم آخر وصایا پیغمبر اسلام کے مطابق عمل کرتے رہے۔ چونکہ یہ معاملہ اختلافی نہیں ہے اس لئے تاریخی اسناد کی ضرورت بھی نہیں سمجھتا ہوں۔

پیغمبر اسلام کی حکمت بالغہ و سیاست کاملہ کا اقتضا یہی تھا کہ آپ اپنے بعد کے لئے علی کو وصایا فرمائیں تاکہ اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہے۔ اور پیروان اسلام اخلاق پیغمبر اسلام کا نمونہ کامل بن کر اہل عالم کو اپنے عمل سے دعوت اسلام دیتے رہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک باقی رہے اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ وہی ہوا جو پیغمبر اسلام نے اندازہ فرمایا تھا اور تا قیامت وہی ہوگا جیسا کہ پیغمبر اسلام فرما چکے ہیں۔

پیغمبر اسلام نے اپنے وصی علی ابن ابی طالب کو و نیز بعض اصحاب کو مندرجہ ذیل وصایا فرمائی تھیں۔ یہ وصایا دستور العمل حیات انسانی ہیں۔

(۱) ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم۔

فرمود یا علی من کظم غیظاً وھو یقدر علی امضائہ اعقبہ اللہ تعالےٰ یوم القیامۃ امناً و ایماناً یجد طعمہ

پیغمبر اسلام نے علی سے فرمایا اے علی جس نے باوجود قدرت انتقام غصہ کو ضبط کر لیا۔ خدا تعالےٰ اس کو روز قیامت امن و ایمان عطا کریگا جس کا ذائقہ خوش وہ محسوس کر کے محظوظ ہوگا۔

اصلاح معاشرہ

(۲) یا علی من لم یحسن وصیتہ عند موتہ کان نقصاً فی مروتہ

اے علی جو اپنے وقت مرگ وصیت نہ کرے تو گویا اس کی مروت میں کمی ہے اور روز قیامت وہ میری

ولم یملک شفاعۃ

شفاعت نہ پائیگا۔

(۳) یا علی من خاف الناس لسانہ فھو من اھل النار

اے علی جس شخص کی زبان درازی سے لوگ خوف زدہ ہوتے ہوں وہ جہنمی ہے۔

(۴) یا علی شر الناس من اکرمہ الناس اتقاء شرہ

اے علی شریر ترین انسان وہ ہے کہ لوگ اس کی عزت اس کے شر سے بچنے کے لئے کریں۔

(۵) یا علی شر الناس من باع آخرتہ بدنیاہ وشر من ذلک من باع آخرتہ بدنیا غیرہ

اے علی بدترین انسان وہ ہے جس نے اپنی آخرت کو دنیا کے عوض بیچ ڈالا۔ اور اس سے بدتر وہ شخص ہے جس نے اپنی آخرت کو غیر کی دنیا طلبی کے لئے بیچ ڈالا

علوم معرفت

(۶) یا علی ان من الیقین ان لا ترضی احداً بسخط اللہ ولا تحمد احداً علی ما اتاک اللہ ولا تذم احداً علی ما لم یوتک اللہ فان الرزق لا یجرہ حرص حریص ولا یصرفہ کراھیۃ کارہ ان اللہ بحکمہ وفضلہ جعل الروح والفرج فی الیقین والرضا وجعل الھم والحزن فی الشک والسخط

اے علی جو مومن کامل اور صاحب یقین ہے وہ خدا کی ناراضگی کو لوگوں کی خوشنودی کے لئے اختیار نہیں کریگا اور خدا کے عطیہ پر دوسروں کا شکریہ و تعریف نہیں کرے گا۔ اور خدا نے جو اس کو نہیں دیا ہے اس کی شکایت لوگوں سے نہیں کرے گا۔ کیونکہ رزق حریص کی حرص کی وجہ سے زیادہ نہیں ہوتا ہے اور کسی کی کراہیت سے تبدیل نہیں ہوتا ہے خدا نے اپنے فضل و حکمت سے معرفت و یقین و رضا میں راحت و سعت رکھی ہے اور شک میں رنج و غم و ناراضگی خدا ہے

(۷) یا علی ثلاث منجیات تکف لسانک وتبکی علی خطیئتک ویسعک بیتک

اے علی تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ زبان کو فضول گوئی سے باز رکھنا۔ اور اپنی خطا اور گناہ پر پیش خدا گریہ کرنا اور خانہ نشین رہنا۔

ترجمہ

(۸) یا علی ثلاث من حلل اللہ عز وجل زار اخاہ المومن فی اللہ فھو زور اللہ وحق علی اللہ ان یکرم زورہ ویعطیہ ما سئل ورجل صلی ثم عقب الی الصلوۃ فھو ضیف اللہ وحق علی

اے علی تین چیزیں خدا کی زینت ہیں اول یہ کہ کوئی شخص اپنے برادر مومن کی زیارت خدا کے واسطے کرے پس وہ خدا کا زائر ہے اور خدا پر حق ہے کہ وہ اپنے زائر کی تکریم کرے اور جو وہ مانگے اس کو عطا کرے اور دوسرا شخص جو نماز کے بعد دوسری نماز تک ذکر خدا میں تعقیبات

الله ان یکرم ضیفه والحاج والمعتمر نعمها وفد الله وحق علی الله ان یکرم وفده ۔

پڑھے وہ خدا کا مہمان ہے اور خدا پر اس کا حق ہے کہ وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور حج وعمرہ بجا لانے والا کہ وہ خدا کا وفد ہے اور خدا پر حق ہے کہ وہ اپنے وفد کی عزت و تکریم کرے ۔

(۹) اذان

یا علی اذا ولد لک غلام او جاریۃ فاذن فی اذنه الیمنی واقم فی الیسری فانه لا یضره الشیطان ابداً

اے علی جب تمہارے یہاں لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو اس کے سیدھے کان میں اذان کہو اور بائیں کان میں اقامت کہو پھر کبھی شیطان مضرت نہ پہنچائیگا

(۱۰) قسم نجد

یا علی لا تحلف بالله کاذباً ولا صادقاً من غیر ضرورۃ ولا تجعل الله عرضۃ لیمینک فان الله لا یرحم ولا یرعی من حلف باسمه کاذباً

اے علی خدا کی بلا ضرورت قسم سچی یا جھوٹی نہ کھاؤ اور خدا کو اپنی قسم کا ذریعہ نہ بناؤ ۔ یقیناً خدا اس پر رحم نہیں کرتا اور نہ اس کی نگرانی کرتا ہے جو اس کے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے ۔

(۱۱) یا علی اذا رایت حیۃ فی طریق فاقتلها فانی قد شرطت علی الجن الا یظهروا فی صورۃ الحیات

اے علی جب تم راہ میں سانپ کو دیکھو اس کو مار ڈالو کیونکہ میں نے قوم جن سے شرط لی ہے کہ وہ کبھی سانپ کی صورت میں نہ ظاہر ہو

(۱۲) یا علی من لم یقبل العذر من متنصل صادقاً کان او کاذباً لم ینل شفاعتی

اے علی جو عذر خواہ کے گناہ کا عذر قبول نہ کرے وہ صادق ہو یا کاذب وہ میری شفاعت نہ پائیگا ۔

(۱۳) یا علی ان الله عز وجل احب الکذب فی الاصلاح وابغض الصدق فی الفساد

اے علی خدا تعالے کذب کو جس میں لوگوں کے لئے بہتری ہو زیادہ محبوب رکھتا ہے اور خدا صدق کو جس میں فساد ہو زیادہ دشمن رکھتا ہے ۔

(۱۴) یا علی من ترک الخمر لغیر الله

درباره مخالفت شراب نوشی

سقاه الله من رحیق المختوم فقال علی لغیر الله قال نعم والله صیانۃ لنفسه یشکره الله ذالک

اے علی جو غیر خدا کے لئے شراب نوشی ترک کر دے خدا اس کو شراب طہور پلائیگا ۔

علی نے عرض کیا کہ غیر خدا کے لئے ترک کرے ۔ فرمایا ہاں اگر انسان اپنی ذات کے لئے بھی ترک شراب کرے تو بھی اس پر خدا متشکر ہوگا

(۱۵) یا علی شارب الخمر کعابد وثن

اے علی شراب پینے والا مثل صنم پرست کے ہے

(۱۶) یا علی شارب الخمر لا یقبل اللّٰہ عزوجل صلوٰۃ اربعین یوماً و ان مات فی الاربعین مات کافراً

اے علی شراب نوش کی نماز خدا تعالےٰ چالیس دن قبول نہیں کرتا اور اگر وہ ان چالیس دن میں مر جائیگا تو کافر مریگا۔

(۱۷) یا علی تاتی علی شارب الخمر ساعۃ لا یعرف فیھا رب عزوجل

اے علی شراب نوش پر ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ اپنے خدا تعالےٰ کو بھی نہیں پہچانتا ہے۔

(۱۸) یا علی کل مسکر حرام وما اسکر کثیرہ فالجرعۃ منہ حرام

اے علی ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو زیادہ نشہ آور ہے اس کا ایک جرعہ بھی حرام ہے۔

(۱۹) یا علی جعلت الذنوب کلھا فی بیت جعل مفتاحھا شرب الخمر

اے علی گویا تمام گناہ ایک گھر میں جمع ہیں اور اس کی کنجی شراب نوشی ہے۔

معاشرہ و اخلاق!

(۲۰) یا علی من لم تنتفع بدینہ ولا دنیاہ فلا خیر لک فی مجالستہ ومن لم یوجب لک فلا توجب لہ ولا کرامۃ

اے علی جو اپنے دین اور دنیا سے تمکو فائدہ نہ پہنچائے اس کی صحبت سے تم کو نیکی نہ پہنچے گی اور جو تیرا احترام نہ کرے تجھ پر اس کی عزت واجب نہیں ہے اور تجھ کو اس سے کرامت نہیں ملے گی

اصلاح معاشرہ و اخلاق

(۲۱) یا علی ینبغی ان یکون للمومن ثمان خصال وقار عند الھزاہز وصبر عند البلاء وشکر عند الرخاء وقنوع بما رزقہ اللّٰہ عزوجل لا یظلم الاعداء ولا یتحامل علی الاصدقاء بدنہ منہ فی تعب والناس منہ فی راحۃ

اے علی مومن کے لئے آٹھ خصائل لازمی ہیں۔ بوقت حوادث وقار ہو۔ بوقت مصیبت صبر ہو۔ خوشحالی میں شکر گزار۔ خدا کی دی ہوئی روزی پر قناعت ہو۔ اعداء پر بھی ظلم نہ کرے۔ دوستوں پہ اپنا بار نہ ڈالے کہ ان کے جسم کو تکلیف ہو جب کہ لوگ اس سے راحت میں ہوں۔

(۲۲) یا علی اربعۃ لا ترد لھم دعوۃ امام عادل والوالد لولدہ والرجل یدعو لاخیہ المومن بظھر الغیب والمظلوم یقول عزوجل وعزتی وجلالی لانتصرن لک ولو بعد حین

اے علی چار شخصوں کی دعا قبول ہوتی ہے اول امام عادل۔ دوم باپ کی دعا بیٹے کے حق میں۔ تیسرے دعا اس شخص کی جو غیر موجودگی میں اپنے بھائی کے لئے دعا کرے۔ چہارم دعا مظلوم خدا اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ مظلوم کی دعا ضرور قبول کریگا اگرچہ

کچھ مدت کے بعد ہی ہو۔

معاشرہ و اخلاق

(۲۳) یا علی ثمانیة ان اهینوا فلا یلوموا الا انفسهم الذاهب الی مائدة لم یدع الیها والمتامر علی رب البیت وطالب الخیر من اعدائه وطالب الفضل من اللئام والداخل بین اثنین فی سر لم یدخلاه فیه والمستخف بالسلطان والجالس فی مجلس لیس له باهل والمقبل بالحدیث علی من لم یسمع منه

اے علی کوئی شخص ان آٹھ باتوں سے ذلت اٹھائے تو ملامت نہ کرے مگر اپنے کو بغیر بلائے دعوت میں جانے والا دوسرے صاحب خانہ پر گھر میں رہ کر حکومت کرنے والا تیسرے اپنے اعداء سے طلب خیر کرنے والا چوتھے بخیل سے بخشش چاہنے والا پانچویں وہ ہم سخن رازداروں کے درمیان داخل ہونے والا چھٹے بادشاہ وقت کو حقیر کرنے والا۔ ساتویں غیر جنس افراد میں بیٹھنے والا آٹھویں اس شخص سے کلام کرنے والا جو اس کی بات سننا نہ چاہتا ہو۔

(۲۴) یا علی حرم الله الجنة علی کل فاحش بذیء لا یبالی ما قال ولا ما قیل له۔

اے علی خدا نے اس شخص پر جنت حرام کر دی ہے جو بدکار ہو اور یہ نہ پرواہ کرتا ہو کہ اس نے کیا کہا ہے اور اس کے بارے میں کیا کہا جا رہا ہے۔

(۲۵) یا علی طوبی لمن طال عمره وحسن عمله

اے علی خوش قسمت ہے وہ شخص کہ جس کی عمر طولانی ہو اور اس کا عمل نیک ہو۔

اخلاق و معاشرہ اصلاح

(۲۶) یا علی لا تمزح فیذهب بهاؤک ولا تکذب فیذهب نورک وایاک وخصلتین الضجر والکسل فانک ان ضجرت لم تصبر علی حق وان کسلت لم تؤد حقها

اے علی مزاح نہ کرو کہ رفعت کم ہو جائے گی جھوٹ نہ بولو کہ نور جاتا رہیگا۔ کسل سے بچو کہ تم اپنے حق پر صبر نہ کر سکو گے اور اگر سستی کی تو اپنا حق ادا نہ کر سکو گے

اخلاق

(۲۷) یا علی لکل ذنب توبة الا سوء الخلق فان صاحبه کلما خرج من ذنب دخل فی ذنب آخر

اے علی ہر گناہ کی توبہ ہے مگر بدخلقی کی توبہ نہیں ہے کیونکہ بدخلق انسان جب ایک گناہ سے نکلتا ہے تو دوسرے گناہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

سزائے اعمال

(۲۸) یا علی اربعة اسرع شیء عقوبة رجل احسنت الیه فکافاک بالاحسان

اے علی چار کاموں کا بدلہ و سزا جلد ملتی ہے اول وہ شخص کہ جس کے ساتھ تو نے نیکی کی ہو اور وہ عوض

اليه اساءة ورجل لا ينبغي عليه وهو يبغي عليك ورجل عاهدته على امر فوفيت له وغدر بك ورجل وصلت قرابته فقطعها

اس کے برائی کرے۔ وہ شخص کہ تو اس سے فساد اور بغاوت نہیں کرنا چاہتا ہے مگر وہ فساد کرتا ہے، وہ شخص کہ تو اس کے ساتھ ایفاء عہد کرتا ہے اور وہ بیوفائی کرتا ہے، وہ شخص کہ تو اس سے محبت قرابت برتتا ہے اور وہ اس کو قطع کرتا ہے

(٢٩) يا علي من استولى عليه الضجر رحلت عنه الراحة

اے علی جس پر کاہلی کی بلا سوار ہوگئی تو راحت و آرام اس سے رخصت ہو گیا۔

آداب طعام و دسترخوان!

(٣٠) يا علي اثنا عشر خصلة ينبغي للمسلم ان يتعلمها على المائدة اربعة منها فريضة واربعة منها سنة واربعة منها ادب فاما الفريضة فالمعرفة بما يأكل والتسمية والشكر والرضا واما السنة فالجلوس على الرجل اليسرى والاكل بثلاث اصابع وان يأكل بما يليه ومص الاصابع واما الادب فتصغير اللقمة والمضغ الشديد وقلة النظر في وجوه الناس وغسل اليدين

اے علی دسترخوان پر بیٹھنے والے مسلم کے لئے بارہ امور کی ضرورت ہے ان میں سے چار فرض ہیں اور چار باتیں سنت ہیں اور چار آداب میں داخل ہیں۔ فرض یہ ہے کہ حلال و حرام جانے خدا کا نام لیکر شروع کرے۔ شکر خدا ادا کرے۔ اس کی رضا جوئی کرے۔ چار سنت یہ باتیں ہیں کہ بائیں چپ پر تکیہ کرے۔ تین انگلیوں سے لقمہ اٹھائے انگلیوں کو چوس کر صاف کرے۔ ادب یہ ہے کہ لقمہ چھوٹا اٹھائے اور خوب چبائے۔ لوگوں کی طرف نظر کم کرے اور ہاتھ دھوئے۔

مدت حکومت

(٣١) يا علي ان ازالة الجبال الرواسي اهون من ازالة ملك مؤجل لم تنقض ايامه

اے علی! مضبوط اساس والے پہاڑوں کا جگہ سے ہٹ جانا سہل ہے کہ وقت معینہ حکومت بدل سکے اس کے دن کم نہیں ہو سکتے۔

بدکردار انسان مسلمان نہیں

(٣٢) يا علي كفر بالله العظيم من هذه الامة عشرة القتات والساحر والديوث وناكح المرأة حراما في دبرها وناكح البهيمة ومن نكح ذات محرم والساعي في الفتنة

اے علی اس امت سے دس قسم کے افراد کفر کے درجہ پر پہنچیں گے۔ سخن چین۔ ساحر۔ دیوث۔ زن غیر کے ساتھ زنا کرنے والا اور حرام عورتوں میں سے کسی کے ساتھ زنا کرنے والا۔ فتنہ برپا کرنے والا۔ اور کافران حربی کے ساتھ سلاح جنگ

وبائع السلاح من اهل الحرب | بیچنے والا۔ زکوٰۃ نادا کرنے والا اور باوجود قدرت
ومانع الزکوٰۃ من وجد سعۃ فمات | حج نہ کرنے والا کہ بغیر حج ادا کئے مرجائے
ولم یحج

ولیمہ
اصلاح معاشرہ

(۳۳) یا علی لا ولیمۃ الا فی خمس فی عرس او خرس | اے علی دعوت ولیمہ کے پانچ مواقع ہیں۔ عقد
وعذار وکار اور کاز | ولادت فرزند۔ ختنہ۔ تعمیر وخرید مکان۔ طواف کعبہ۔

ذرائع معاش
حدود

(۳۴) یا علی ینبغی للعاقل ان یکون ظاعنا الا فی | اے علی عاقل انسان کو تین کام کے علاوہ اور کوئی
ثلث مرمۃ لمعاش وتزود لمعاد | کام نہ کرنا چاہیے اول سعی حصول معاش سعی
ولذۃ فی غیر محرم | سعی حصول زاد آخرت اور غیر حرام میں لذت پانا۔

(۳۵) یا علی ثلاث من مکارم الاخلاق | اے علی یہ تین چیزیں مکارم اخلاق دنیا ودین
فی الدنیا والاخرۃ ان تعفو عمن | میں ہیں جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرو جو تم
ظلمک وتصل من قطعک و | سے قطع رحم کرے تم اتصال پیدا کرو جو بوجہ جہالت
تحلم عمن جھل علیک | تم پر غصہ کرے تم برداشت کرو۔

(۳۶) یا علی بادر باربعٍ قبل اربع | اے علی چار چیزوں کو عبادت کے لئے غنیمت
شبابک قبل ھرمک وصحتک | جانو۔ جوانی کو قبل از پیرانہ سالی کے صحت کو
قبل سقمک وغناک قبل فقرک | قبل بیماری کے دولتمندی کو قبل فقیری کے
وحیاتک قبل موتک | اور اپنی زندگی کو قبل موت کے۔

(۳۷) صرف ترجمہ۔ حدیث طولانی ہے

اے علی خدا میری امت کے لئے مندرجہ کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔

(۱) نماز میں بازی وکھیل (۲) صدقہ دے تو احسان جتائے (۳) مسجد میں حالت جنابت میں داخل ہو (۴) قبرستان میں جائے تو ہنسے (۵) والتطلع فی الدور (۶) عورتوں کی اندام نہانی پر نظر کرنا کہ ایسا کرنا سبب نابینائی ہے (۷) بوقت جماع عورتوں سے باتیں کرنا کہ ایسا کرنا سبب گنگ ہے (۸) خدا مکروہ جانتا ہے کہ نماز مغرب وعشا کے درمیان سو جائے ایسا کرنے سے رزق کم ہوتی ہے (۹) بغیر پردہ کے زیر آسمان برہنہ غسل کرنا، نہروں میں بغیر تہبند غسل کرنا کہ نہر مسکن فرشتگان

ہے (۱۱) بغیر تہبند کے حمام میں غسل کرنا (۱۲) نماز صبح میں اذان اور اقامت کے درمیان گفتگو کرنا (۱۳) طوفانی سمندر میں کشتی سے سفر کرنا (۱۴) بالاخانہ جس پر گرنے سے محفوظ رہنے کے لیے رکاوٹ نہ ہو رات کو سونا (۱۵) تنہا گھر میں اکیلا سونا (۱۶) حالت حیض میں عورت سے جماع کرنا چونکہ حمل ٹھہر جائیگا تو کوڑھ یا برص یا مجنون پیدا ہوگا پھر وہ خود اپنے کو ملامت کرے (۱۷) جذامی سے گفتگو کرنا مگر یہ کہ ایک گز کا فاصلہ ہو پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ فرمن المجذوم فرارك من الاسد۔ مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں (موجودہ سائنس کی تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ جذام کے جرثومہ کی شکل شیر کی سی ہے اور یہ مرض متعدی ہے (۱۸) حالت جنابت میں عورت سے جماع کرنا کیونکہ ایسا کرنے سے بچے کے مجنون پیدا ہونے کا خیال ہے پھر وہ اپنے ہی کو ملامت کرے (۱۹) نہر جاری کے کنارے پیشاب کرنا (۲۰) درخت ثمردار کے نیچے رفع حاجت کرنا

خوف خدا (۳۸) یا علی جو خدا کا خوف کرتا ہے اس سے ہر شے خائف رہتی ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا ہے وہ ہر شے سے ڈرتا ہے۔

اصلاح معاشرہ (۳۹) اے علی آٹھ چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔ (۱) اول یہ کہ غلام آقا سے بھاگ جائے جب تک واپس نہ آئیگا نماز قبول نہ ہوگی۔

(۲) زوجہ نافرمان جب تک اس کا شوہر اس پر غضبناک رہیگا۔

(۳) جو شخص کہ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔

(۴) جو شخص کہ وضو نہ کرے۔

(۵) وہ عورت کے بغیر مقنعہ نماز پڑھے۔

(۶) وہ امام جماعت کہ لوگ بکراہت اس کے پیچھے نماز پڑھیں۔

(۷) نشہ کی حالت میں ہو۔

(۸) جو شخص بول و غائط کو نہ روکے

حقوق اقربا (۴۰) یا چار افراد کے لئے خدا جنت میں گھر بنائیگا۔ اوّل جو یتیم کو جگہ دے۔ دوم جو کمزور پر رحم کرے۔ سوئم جو والدین پر شفقت کرے۔ چہارم جو غلام و کنیز کی خاطر داری کرے۔

مکارم اخلاق (۴۱) یا علی تین کاموں کو امت نے اپنی طاقت سے زیادہ اپنے اوپر لیا ہے اول برادران ایمانی کے ساتھ اپنے مال سے مواسات و ہمدردی کرنا اور ان کو ان کا حق دینا اور اپنے نفس کے مقابلہ میں لوگوں سے بہ انصاف پیش آنا (۳) خدا کو ہر حالت میں یاد رکھنا۔ خدا کے یاد کیے

کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمہ وقت تسبیح پھرائی جائے بلکہ جب ارادہ ارتکاب گناہ ہو تو خوف خدا پیدا ہو اور اس گناہ سے باز رہیں۔

حسد و حرص

(۴۲) یا علی انھاک عن ثلث خصال الحسد والحرص والکبر

اے علی تین عادتوں سے تم کو خدا نے منع کیا ہے حسد۔ حرص۔ تکبر۔

اصلاح معاشرہ

اصول تمدن و اقسام افراد

(۴۳) اے علی مومن کی علامات تین ہیں۔ نماز ادا کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ نماز شب پڑھنا۔ اور ریاکار کی تین علامتیں ہیں۔ سامنے خوشامد کرنا۔ پس پشت غیبت کرنا اور بوقت مصیبت طعنہ زنی کرنا۔ ظالم کی علامتیں تین ہیں۔ کمزور پہ ظلم کرنا۔ زبردست کی اعانت کرنا او ظالموں کی مدد کرنا انسان خودنمائی کی تین علامتیں ہیں۔ سب کے سامنے خوشی خوشی رہنا۔ حالت خلوت میں کاہل رہنا اور اپنے ہر کام کو اس طرح کرنا کہ لوگ تعریف کریں۔ منافق کی علامات تین چیزیں ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے پورا نہ کرے۔ جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔

اصلاح جسم و روح

(۴۴) اے علی نو چیزیں سبب نسیان ہیں۔ کھٹا سیب کھانا۔ کشنیز، پنیر، چھچھوندر کا جھوٹا کھانا تختی قبر کو پڑھنا۔ دو عورتوں کے درمیان میں سیر کرنا اور زندہ پھینکدینا جوں کا۔ پشت سر کی حجامت (خون لینا) اور ایستادہ پانی میں پیشاب کرنا۔

تواضع

(۴۵) اے علی اگر متواضع انسان کنوئیں کی گہرائی میں بھی ہو تو خدا اس کو ہوا کے ذریعہ چاہ سے بلند کر کے اخیار پر بلند کردے گا اگرچہ وہ حکومت اشرار میں بھی ہو۔

اسباب عیش

(۴۶) یا علی العیش فی ثلثۃ دار قوراء وجاریۃ حسناء وفرس قباء

اے علی عیش تین چیزوں میں ہے۔ مکان وسیع ہو۔ زوجہ حسین چہرہ ہو اور سواری کا گھوڑا باریک کمر ہو۔

اصلاح معاشرہ

(۴۷) یا علی من اطاع امراتہ اکبہ اللہ عزوجل علی وجہہ فی النار فقال علیؑ فما تلک الطاعۃ قال یاذن لہا فی الذہاب الی حمامات والعرسات والنائحات ولبس الثیاب الرقاق

اے علی جو عورت کی اطاعت کرتا ہے خدا اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالیگا علی نے پوچھا کہ وہ طاعت زوجہ کیا ہے فرمایا کہ مرد اجازت زوجہ کو دے کہ حمام میں جائے مجالس عروس و غم و عزا میں جائے اور ایسا باریک لباس پہننے کی ...... کہ جو جسم کا حجاب نہ ہو سکے

معیار عزت

(۴۸) یا علی خداوند تعالے نے بذریعہ اسلام جاہلیت کے تکبر و تفاخر کو جو اسلاف و آباء پر کیا جاتا تھا ختم کر دیا۔ الا ان الناس من آدم و آدم من تراب و اکرمہم عند اللہ

اتقاھم یاد رکھو کہ انسان آدم کی اولاد ہے آدم کی خلقت خاک سے ہے۔ خدا کے نزدیک سب سے قابل اکرام و عزت وہ ہے جو اعمال بد سے بوجہ خوف خدا باز رہے

ممنوع ذرائع معاش
(۴۹) یا علی من السحت ثمن المیتۃ وثمن الکلب وثمن الخمر ومھر الزانیۃ والرشوۃ فی الحکم واجر الکاھن
اے علی حرام ہے قیمت مردار کی، قیمت سگ وقیمت شراب مہر زن زانیہ۔ اجرائے احکام میں رشوت لینا و دینا۔ اور اجرت کاہن۔

غرض حصول علم
(۵۰) یا علی من تعلم علماً لیماری بہ السفھاء او یجادل بہ العلماء اولیدعوالناس الی نفسہ فھو من النار
اے علی جس نے علم حاصل کیا کہ وہ احمقوں سے مخاصمہ کرے یا علماء سے مجادلہ کرے یا لوگوں کو اپنی طرف سے بلائے کہ ان کا حاکم بن جائے جہنم ہی جائیگا۔

زاد دنیا و دین!
(۵۱) یا علی اذا مات العبد قال الناس ما خلف و قالت الملائکۃ ما قدم
اے علی جب بندہ مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ کیا مرکر چھوڑا اور فرشتے کہتے ہیں کہ کیا زاد آخرت بھیجا ہے۔

حیثیت دنیا
(۵۲) یا علی الدنیا سجن المومن وجنت الکافر
اے علی دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔

شریر
(۵۳) یا علی شر الناس من اتھم اللہ فی قضائہ
اے علی بدترین انسان وہ ہے جو خدا کے احکام میں خدا پر اتہام لگائے۔

عبادت مومن
(۵۴) یا علی انین مومن تسبیح وصیاحہ تھلیل ونومہ علی الفراش عبادۃ و تقلبہ من جنب الی جنب جہاد فی سبیل اللہ یمشی فی الناس وما علیہ من ذنب
اے علی مومن کا نالہ تسبیح ہے اس کی آواز فریاد تہلیل ہے اس کی بستر پر نیند عبادت ہے، سونے میں اس کا کروٹیں لینا راہ خدا میں جہاد ہے۔ وہ انسانوں میں چلتا ہے جبکہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے۔

فرائض عورت
(۵۵) اے علی عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے اور نہ جماعت نہ اذان کہنا نہ اقامت کہنا نہ عبادت مرضا نہ مشائعت جنازہ۔ نہ صفا و مروہ کے

کے درمیان میں ہرولہ۔ نہ سنگ اسود کا بوسہ لینا نہ سر منڈانا نہ ولی قضائت نہ شرکت مجلس استشارت نہ ذبح مگر بوقت ضرورت جب کہ واجب ہو نہ بلند آواز سے لبیک کہنا نہ قبر پر ٹھہرنا نہ خطبہ سننا نہ اپنی ذات پر اپنا ولی بننا بوقت تزویج نہ بے اجازت شوہر گھر سے جانا کیونکہ اگر بے اجازت شوہر گھر سے باہر جائے گی تو جبرئیل و میکائیل اس پر لعنت کریں گے نہ مال شوہر سے بے اجازت عطا کرنا اور نہ سوئے جب کہ اس کا شوہر اس پر غضبناک ہو حالانکہ وہ ظلم ہی کیوں نہ ہو۔

(۵۶) مکارم اخلاق فی الاسلام!

یا علی! الاسلام عریان ولباسہ الحیاء وزینتہ الوفا ومروتہ العمل الصالح وعمادہ الورع ولکل شیء اساس واساس الاسلام حبنا اھل البیت

اے علی اسلام برہنہ ہے اس کا لباس حیا ہے اس کی زینت وفا ہے اس کی مروت عمل نیک ہے اس کا عماد وستون تقوی ہے اور ہر چیز کی بنیاد ہوتی ہے اسلام کی بنیاد آل رسول کی محبت اور دوستی ہے۔

(۵۷)

یا علی سوء الخلق شوم وطاعۃ المرأۃ ندامۃ

اے علی بد خلقی شامت ہوتی ہے اور عورت کی اطاعت ندامت ہوتی ہے۔

(۵۸) حسن اخلاق

یا علی ان کان شوم فی شیء ففی لسان المرأۃ

اے علی اگر شامت کسی چیز میں ہے تو وہ عورت کی زبان میں ہے۔

(۵۹) حفظ مراتب نبی

یا من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار

اے علی جو دانستہ مجھ پر جھوٹ بولے گا اس کا مقام جہنم ہے۔

(۶۰) صحت جسم

یا علی ثلاثۃ یزدن فی الحفظ ویذھبن البلغم اللبان والسواک وقراءۃ القرآن

اے علی تین چیزیں حافظ کو زیادہ کرتی ہیں اور بلغم کو دفع کرتی ہیں کندر کا کھانا۔ مسواک کرنا اور تلاوت قرآن مجید کرنا۔

(۶۱) حفظ صحت

یا علی السواک من سنۃ ومطھرۃ للفم ویجلوا البصر ویرضی الرحمن ویبیض الاسنان ویذھب بالحفر ویشد اللثۃ ویشھی الطعام ویذھب بالبلغم ویزید

اے علی مسواک کرنا سنت ہے دہن کو پاک کرتا ہے۔ آنکھوں کو روشن کرتا ہے خدا کو راضی رکھتا ہے دانتوں کو صاف کرتا ہے میل کو دور کرتا ہے مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے اور ملائکہ کو مسرور کرتا ہے۔

فی الحفظ ویضاعف الحسنات
وتفرح به الملائکة

. . . .

(۶۲) طریقہ خواب حفظ صحت

یا علی النوم اربعة نوم الانبیاء
علی اقفیهم ونوم المؤمنین
علی ایمانهم ونوم الکفار والمنافقین
علی الیسارهم ونوم الشیاطین
علی وجوههم

اے علی نیند کا طریقہ چار طرح ہے۔ انبیا کا
سونا پشت کے بل۔ مومنین کا سونا داہنی
کروٹ۔ منافقین و کافرین کا سونا بائیں کروٹ
اور شیاطین کا سونا منہ کے بل۔

. . . .

(۶۳) ذریت نبی

یا علی ما بعث اللّٰہ عزوجل
نبیاً الا وجعل ذریته من
صلبه وجعل ذریتی من صلبک
ولولاک ما کان لی من ذریة

اے علی خدا نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر
یہ کہ اس کی نسل اس کے صلب میں رکھی اور
میری نسل کو تمہاری پشت میں رکھا۔ اگر تم نہ ہوتے
تو میری اولاد ہی نہ ہوتی۔

(۶۴) علامات اشرار

یا علی اربعة قواصم الظهر
امام یعصی اللّٰہ عزوجل
ویطاع امره وزوجة یحفظها
زوجها وهی تخونه وفقر لا یجد
صاحبه مداویا وجار سوء فی
دار مقام

اے علی چار چیز کمر توڑ دیتی ہیں اول وہ امام جو خدا
کی نافرمانی کرے اور اس کا حکم لوگوں پر چلتا ہو۔
دوم وہ زوجہ کہ اس کا شوہر اس کو بہ نیکی رکھتا ہو اور
وہ خیانت کرے وہ فقر کہ جس کا علاج نہ ہو اور
ہمسایہ کہ بدکردار ہو۔

(۶۵) اصلاح معاشرہ

یا علی فی الزنا ست خصال
ثلث منها فی الدنیا
وثلث منها فی الآخرة فاما التی
فی الدنیا فیذهب بالبهاء ویعجل الفناء
والقطع الرزق واما التی فی
الآخرة فسوء الحساب وسخط الرحمٰن
والخلود فی النار

اے علی زنا چھ چیزوں کا سبب ہے۔ تین
دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا میں انسان زانی
کی عزت ختم ہو جاتی ہے اور جلد ہلاکت
ہوتی ہے اور رزق قطع ہو جاتا ہے اور
آخرت میں روز حساب کی سختی۔ خدا کا
غضب اور ہمیشہ کے لیے جہنم کا سبب
ہوتا ہے۔

(۶۶) اصلاح معاشرہ سود

یا علی الربا سبعون

اے علی سود کے ستر جزو ہیں۔ ان اجزا میں

جزءً فاليسر ها مثل ان ينكح الرجل
امه في بيت الحرام

(۶۷) **سود** — يا علي درهم الربا اعظم عند الله
من سبعين زنية كلها بذات
محرم في بيت الحرام

زکوٰۃ (۶۸) **اصلاح معاشرہ** — يا علي من منع قيراطا من زكاة
ماله فليس بمومن ولا
بمسلم ولا كرامة

(۶۹) **تارک حج** — يا علي تارك الحج وهو مستطيع
كافر يقول الله تبارك وتعالى
ولله على الناس حج البيت من
استطاع اليه سبيلا ومن كفر
فان الله غني عن العالمين

(۷۰) يا علي من سوف الحج حتى يموت
بعثه الله عز وجل يوم القيامة
يهوديا او نصرانيا

صدقہ (۷۱) **اصلاح معاشرہ غرباء پروری** — يا علي الصدقة ترد
القضاء الذي قد ابرم
ابراما

(۷۲) **حفظ صحت** — يا علي افتتح بالملح و
اختتم بالملح فان فيه
شفاء من اثنين وسبعين داء

(۷۳) **معارف شفاعت** — يا علي انا ابن الذبيحين
انا دعوة ابي ابراهيم
يا علي لو قد قمت على المقام المحمود وشفعت

کم از کم یہ ہے کہ مرد اپنی والدہ سے خانہ کعبہ میں زنا
کرے ۔

اے علی ایک درہم سود خدا کے نزدیک بزرگ تر ہے
ستر بار زنا کرنے سے جو محارم کے ساتھ خانہ
خانہ کعبہ میں کیا جائے ۔

اے علی جو ایک قیراط بھی مال زکوٰۃ کو روک لے
وہ دائرہ ایمان و اسلام اور کرامت سے
باہر ہے ۔

اے علی باوجود قدرت کے حج نہ کرنے والا کافر
ہے خدا نے فرمایا ہے لوگوں پر بحالت قدرت
حج خانہ کعبہ خدا کے حکم کے بموجب لازم ہے
اور جو منکر ہے تو خدا تمام عالموں سے
بے نیاز ہے ۔

اے علی جو حج کو ٹال مٹول کرے حتی کہ وہ
مر جائے تو روز قیامت اس کو خدا یہودی
یا نصرانی اٹھائیگا ۔

اے علی صدقہ و خیرات کرنا قضائے محکم کو
ٹال دیتا ہے ۔

اے علی ابتدا اور انتہا طعام میں نمک چکھو کہ بہتر
امراض سے شفا دیتا ہے

اے علی میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (اسمٰعیل و
عبداللہ) میں ابراہیم اپنے جد کی دعا ہوں اے
علی جب میں مقام محمود میں کھڑا ہوں گا تو یقیناً

فی ابی وعمی واُمی واخٍ کان لی فی الجاھلیۃ

شفاعت کروں گا اپنے باپ اپنے چچا اپنی ماں اور بھائی کی جو عہد جاہلیت میں گذر رہے ہیں

. . . . . .

(۴۴) معارف العقل

یا علی ان اول خلق خلقہ اللہ عزوجل العقل فقال لہ اقبل فاقبل ثم قال لہ ادبر فادبر فقال وعزتی وجلالی ما خلقت خلقاً ھو احب الی منک بک آخذ وبک اثیب بک اعاقب

اے علی خداتعالےٰ نے سب سے قبل عقل کو پیدا کیا پھر عقل سے کہا آگے بڑھ وہ آگے بڑھی پھر فرمایا پیچھے ہٹ وہ پیچھے ہٹی پھر فرمایا مجھے اپنی عزت جلال کی قسم ہے کہ میں اپنی تمام مخلوقات میں تجھ کو محبوب تر رکھتا ہوں تیری بدولت ہی مؤاخذہ کرونگا تیری ہی بدولت ثواب دوں گا اور تیری بدولت عذاب کروں گا۔

(۴۵) صدقہ اقرباپروری اصلاح معاشرہ

یا علی لا صدقۃ وذو رحم محتاج

اے علی صدقہ غیر کو دینا جائز نہیں ہے جب کہ اقربا محتاج ہوں

. . . .

(۴۶) حفظ صحت معاشرہ

اے علی ایک درہم خضاب میں صرف کرنا راہ خدا میں ہزار درہم دینے سے افضل ہے خضاب میں چودہ فوائد ہیں۔ گوش سے اخراج ریاح کرتا ہے۔ روشنی چشم پیدا کرتا ہے۔ بالوں کو نرم کرتا ہے۔ دہن کو خوشبودار کرتا ہے۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے۔ بوئے بغل کو دور کرتا ہے۔ وساوس شیطانی کو کم کرتا ہے۔ ملائک کو خوش کرتا ہے۔ مومنین کو مسرور کرتا ہے کافروں کو غضبناک کرتا ہے۔ خضاب زینت ہے۔ خوشبو ہے۔ منکرونکیر اس سے حیا کرتے ہیں اور قبر میں اس کے لئے سبب برائت ہے

(۴۷) معیار قول و فعل انسان

اے علی اس قول میں خیر نہیں ہے جو فعل کے مطابق نہ ہو۔ اس منظر میں جبکہ وہ خبر کے مطابق نہ ہو۔ نہ مال جس کے ساتھ سخاوت نہ ہو۔ اس صدق میں جب تک کہ اس کے ساتھ وفا نہ ہو۔ اس فقہ میں جب تک اس کے ساتھ پرہیزگاری نہ ہو۔ اس صدقہ میں جب تک اسکے ساتھ نیت نیک نہ ہو۔ اس حیا میں جب تک کہ اس کے ساتھ خموشی نہ ہو۔ اس وطن میں جب تک کہ اس میں امن وسرور نہ ہو

(۴۸) حقوق اولاد و والدین اصلاح معاشرہ

یا علی حق الولد علی والدہ ان یحسن اسمہ وادبہ ویضعہ موضعاً صالحاً

اے علی اولاد کا حق والد پر یہ ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے۔ اس کو اچھے آداب سکھائے۔ اس کو اچھی جگہ رکھے اور والد کا حق اولاد پر یہ ہے کہ باپ کا نام

حق الوالد علی ولدہ ان لا یسمیہ باسمہ ولا یمشی بین یدیہ ولا یجلس امامہ ولا یدخل معہ الحمام

لیکر نہ پکارے۔ اس کے سامنے یا آگے نہ چلے اس کے سامنے نہ بیٹھے اور اس کے ہمراہ حمام میں نہ جائے

...

حقوق والدین و اولاد (۷۸)

یا علی یلزم الوالدین من عقوق ولدھما ما یلزم الولد لھما من عقوقھما

اے علی جس طرح اولاد کی نافرمانی کی وجہ سے والدین ان کو عاق کر سکتے ہیں اسی طرح اولاد کا حق ادا نہ کرنے پر اولاد کو بھی حق ہے کہ وہ والدین کو عاق کر دے

حقوق یتیم (۷۹)

یا علی من کفی یتیماً فی نفقتہ بمالہ حتی یستغنی وجبت لہ الجنۃ البتۃ

اے علی جو یتیم کو اپنے مال سے پرورش و کفالت کرے کہ وہ بے نیاز نفقہ ہو جائے تو خدا اس کو یقیناً جنت عطا کرے گا۔

معارف (۸۰)

اے علی کوئی فقر و محتاجی جہالت سے زیادہ نہیں ہے۔ کوئی مال عقل سے زیادہ با فائدہ نہیں کوئی تنہائی خود بینی سے زیادہ وحشتناک نہیں عقل کا فائدہ اس وقت ہے کہ انسان عقل سے کام لے۔ افضل پرہیزگاری یہ ہے کہ محرمات الہی سے پرہیز کرے۔ بہترین حسب حسن خلق ہے اور افضل عبادت تفکر ہے۔

اصلاح معاشرہ تعاون باہمی! (۸۱)

یا علی من اغتیب عندہ اخوہ مسلم واستطاع نصرہ فلم ینصرہ خذلہ اللہ تعالے فی الدنیا والاخرہ

اے علی جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی غیبت سنے اور اگر وہ قدرت نصرت رکھتا ہو اور پھر اس کی نصرت نہ کرے تو خدا اس کو دونوں جہان میں ذلیل کرتا ہے۔

اصلاح معاشرہ (۸۲)

یا علی اربعۃ یذھبن ضیاعاً الاکل علی الشبع والسراج فی القمر والزرع فی السبخۃ والصنیعۃ الی غیر اھلھا

اے علی چار چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں سیر شکم ہونے پر غذا کھانا۔ چاندنی میں چراغ جلانا۔ زمین شور میں زراعت کرنا۔ نااہل سے احسان کرنا۔

فضیلت درود (۸۳)

یا علی من نسی الصلوٰۃ علی فقد اخطاء طریق الجنۃ

اے علی جو مجھ پر درود بھیجنے کو بھول گیا اس نے راہ جنت گم کر دی۔

مذمت سوال (۸۴)

یا علی لان ادخل یدی فی فم التنین الی المرافق

اے علی اگر میرا ہاتھ کہنی تک اژدہے کے دہن میں چلا جائے تو مجھ کو زیادہ محبوب ہے اس سے

احبّ الی من ان انال من لم یکن ثم کان ۔

کہ میں دولت مند بدنسل سے سوال کروں اور مخلوق سے سوال کروں ۔

(۸۵) تہذیب اخلاق

یا علی ایاک واللجاجة فان اولها جهل وآخرها ندامة

اے علی! خوشامد سے پرہیز کرو کہ اس کا اول جہالت ہے اور اس کا آخر ندامت ہے ۔

(۸۶) مساوات

یا علی ما کرهته لنفسک فاکرهه لغیرک وما احببته لنفسک فاحببه لاخیک ۔

اے علی جو چیز اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ دوسرے کے لئے بھی پسند نہ کرو اور جو بات تم کو محبوب ہے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی چاہو ۔

پیمبر اسلام نے علی ابن ابی طالب کو وصایا فرمائی ہیں ان وصایا میں اصلاح و تہذیب اخلاق و تحفظ حقوق بنی نوع انسان کے لئے احکام ہیں ۔ پیمبر اسلام کے ہر قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ قوانین تمدن و سیاست مدن و تکمیل اخلاق کی تدوین فرما رہے تھے اور اہل دنیا کو قیامت تک کے لئے ایک ایسا دستور العمل حیات دینا چاہتے تھے کہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے لئے مشعل راہ ہو اگر ان اقوال کی تشریح و توضیح کی جائے اور بتایا جائے کہ بنی نوع انسان کے لئے ان اقوال میں کیا کیا ذرائع ارتقا بتائے گئے ہیں تو طول ہو جائے گا ۔ فتدبّر و تفکر ۔

باب المعارف تبلیغ علوم قرآنیہ

پیمبر اسلام کے بارے میں صفحات سابقہ میں جو کچھ لکھا گیا وہ بلحاظ بشریت و شخصیت و عبدیت تھا۔ الواب سابقہ سے واضح ہوگیا کہ پیمبر اسلام نے اپنی حیات کا ہر لمحہ اس امر کے لئے صرف کیا ہے کہ بنی نوع انسان کے لئے ایک راہ عمل قائم ہو جائے جس پر گامزن ہو کر وہ منازل ارتقاء جسمانی و روحانی کو حاصل کر سکے اور اپنے مرکز شرف و فضیلت تک پہنچ سکے۔ ابواب سابقہ میں افعال و اعمال پیمبر اسلام کو بطریق سیرت پیش کیا گیا ہے اور یہ التزام رکھا گیا ہے کہ تمام فضائل و عادات و اخلاق کو واقعات زندگی کے ذریعہ پیش کیا جائے لیکن مندرجہ ذیل مضمون میں یہ لکھا جائیگا کہ پیمبر اسلام نے بحیثیت رسول و نبی برحق اور بحیثیت خاتم النبیین والمرسلین کے احکام الٰہی کو کس طریقہ پر پہنچایا اور اس فریضہ نبوت و رسالت کو کس خوبی کے ساتھ پورا کیا۔ موضوع کو اگر بہ تفصیل لکھا جائے تو مجلدات کی ضرورت ہوگی۔ انتہائی مختصر الفاظ میں بمصداق گلے از گلستاں پیش کیا جاتا ہے۔

اس معاملہ کو بدلائل پیش کرنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ یہ بتا دیا جائے کہ خود خالق عالم نے پیمبر اسلام کے کارناموں کی کن الفاظ میں تعریف کی ہے اور آیا سند تکمیل دربار الٰہی سے پیمبر اسلام کو حاصل ہوگئی ہے یا نہیں اور خدا خود معترف خدمات محمدؐ ہوا ہے یا نہیں۔ چند آیات قرآن پیش خدمت کی جاتی ہیں

(۱) سند تکمیل مکارم اخلاق پیمبر اسلام

انک لعلیٰ خلق عظیم ۔ اے محمدؐ آپ یقیناً خلق عظیم پر فائز ہیں۔ قرآن

(۲) سند تکمیل قوانین تمدن و اخلاق و حکمت و علم وغیرہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔ یقیناً پیمبر اسلام (محمدؐ) کی زندگی میں بنی نوع انسان کے لئے بہترین و حسین نمونہ عمل ہے

(۳) سند مطابقت اقوال و افعال بہ احکام الٰہی

ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۔ محمدؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے بلکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔

(۴) سند تکمیل دین اسلام و سند کمالہ تبلیغ دین الٰہی ۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۔ (رسالۃ بعد حجۃ الوداع) آج کے دن اے امت محمدؐ ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی کل نعمات تم کو عطا کر دیں اور تمہارے

دین اسلام سے ہیں راضی ہو گیا۔

(۵) سند تکمیل رسالت و خاتم النبین۔

ماکان محمدٌ اباً احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین۔ — محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے لیکن وہ تو اللہ کا رسول ہے اور خاتم النبین ہے

(احزاب پ ۲۲)

پیمبر اسلام نے احکام قرآن یا احکام الٰہی کو اس خوبی اور خوش اسلوبی سے بہ استدلال بنی نوع انسان کو پہنچایا کہ خود خالق عالم جس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل معبوث کرنے کی ضرورت محسوس کی تھی وہی خالق زمد بر عالم محمد صلعم کی بعثت کے بعد یہ محسوس کر رہا ہے کہ اب تاقیامت کسی رسول و پیمبر کو مبعوث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ گویا پیمبر اسلام نے علوم و منازل ارتقاء بنی نوع انسان کو بحد کمال پہنچا دیا اور چونکہ کمال کے بعد کمال کی ضرورت نہیں رہتی ورنہ کمال کمال ہی نہ ہو۔ اور عمل بے مقصد کار حکیم نہیں ہو سکتا۔ وہ حکیم ہے لہذا اس نے سلسلہ رسالت و نبوت کو منقطع کر دیا اور خدا کا ایسا کرنا ہی دلیل ہے کہ حضرت محمد صلعم بہر حیثیت کامل انسان ہیں اور اہل عالم کے لیے تاقیامت کامل ترین نمونہ انسانیت ہیں

طرز حکومت — پیمبر اسلام کے حالات زندگی جو صفحات و ابواب سابقہ میں تحریر کیے گئے ان پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیمبر اسلام نے طرز حکومت کو اس طرح قائم کر دیا ہے جس پر عمل کو نبیے اہل عالم کو سلامتی اور امن مل سکتا ہے اور وہ رضا خداوندی کو بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

عہد موجودہ کے سیاست دان و نیز صاحبان حکومت صرف طرز حکومت کے معاملہ میں الجھے ہوئے ہیں۔ اور مسلسل مختلف طرز ہائے حکومت ایجاد کرتے ہیں اور ان پر عمل کرنے کے لیے۔ ان کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ طریقے صحیح نہیں ہیں اور اس طرز حکومت سے وہ عوام و خواص کو مطمئن نہیں کر سکے اور انسان کے سامنے منازل ارتقا بنی نوع انسان کو اس طرح پیش نہ کر سکے جو ضامن امن و سلامتی ہو۔ کبھی پارلیمانی نظام کے قوانین بنائے گئے کبھی صدارتی طرز حکومت اختیار کیا گیا۔ کبھی جمہوریت کے نام پر مختلف طریقے ایجاد کیے گئے۔ کبھی ملکی نظام سلطنت قائم کیا گیا اور کبھی عالمی نظام حکومت کی تلاش کی گئی۔ کبھی اسی گتھی کو سلجھانے کے لیے مختلف ازم کا ڈھونگ رچایا گیا اور یہ چاہا کہ عوام کے خیالات کو اول شرائط ازم (مثلاً سوشلزم، کمیونزم، امپیریلزم وغیرہ وغیرہ) متحد کر لیا جائے اور جب عوام ملکی ان شرائط قوانین کے مداح اور ہوشیار ہو جائیں گے تو اس طرز حکومت کو منظور کر لیں گے اور اسی سلسلہ کو تمام ممالک روئے زمین پر مسلط کر دیا جائے گا۔ اس طریقہ کو فروغ دینے کے لیے اور نفاذ قبول بنانے کیلئے تدابیر تراکیب، مکر، حیلے سب کچھ اختیار

کیئے جاتے رہے اور بعد کو طاقت حکومت استعمال کر کے اس طرز عمل کو کامیاب بنانے کی کوششیں کی گئیں تاکہ اپنا اقتدار کلی حاصل کر سکیں اور روئے زمین پر اپنی حکومت قائم ہو جائے اور مدبرین ممالک کا یہی سلسلہ قریبًا صدیوں سے چل رہا ہے مگر عوام کی انفرادی و اجتماعی حالت میں انتشار روز افزوں ہے اور آخر اس انتشار اور غیر فطری دباؤ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اندرون ملک میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے اور ان مدبرین کا نام غاصب اور ظالم رکھا جاتا ہے اور آخر عوام ان کو اپنی راہ ترقی میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے قتل کر دیتے ہیں اور جب اس ازم کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو پھر یہی ازم دوسرے روپ میں دکھائی دیتی ہے۔ عوام اپنے مشاغل زندگی میں مصروف ہوتے ہیں اور ان کو ملکی معاملات پر غور و فکر کرنے کی مہلت نہیں ہوتی اور نہ ان کو اتنا علم ہی ہوتا ہے۔ اسی غفلت کے عالم میں چالاک خود غرض۔ عیش پسند۔ مغرور۔ اقتدار پسند انسان پھر عوام پر کوئی نیا طرز حکومت نافذ و مسلط کر دیتے ہیں اور جب عوام کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحبان حکومت اپنی ہوس ناکی اور طلب جاہ و ملک کی بھٹی میں ہم کو جھونک رہے ہیں تو وہ پھر فطری آزادی و حریت کی خاطر جان کی بازی لگا کر تختہ حکومت کو الٹ دیتے ہیں اور ان افراد حکومت سے روئے زمین کو صاف کر دیتے ہیں۔ مدبران و مغروران حکومت جب بار بار عوام کے جذبہ حریت و آزادی کا شکار بن جاتے ہیں اور بار بار ان کا خیالی حکومتی قلعہ مسمار ہو جاتا ہے تو پھر وہ عوام کی حکومت کے نام کا نعرہ لگا کر اپنی ہوسناکی کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور چند روز کے بعد ہی ان کا یہ فریب بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور عوام پھر ان کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے جو تاریخ عالم پیش کر رہی ہے اور اگر یہی حالات باقی رہے تو قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہیگا اور آخر اہل عالم اپنی عیارانہ طرز حکومت کا خود ہی لقمہ بن جائیں گے اور سطح ارض ان کی نجاست سے بذریعہ صدائے صور پاک و صاف ہو جائے گی یا بخیال اہل دنیا کسی نہ کسی دن اٹم بموں کا ہدف بن کر فنا ہو جائیں گے۔

غور طلب یہ امر ہے کہ آخر یہ مسلسل انقلابات کیوں آرہے ہیں اور انسان جو مدنی الطبع ہے اور اس کی سرشت میں تعمیری سرگرمیاں موجود ہیں وہ تخریبی کارروائیوں پر کیوں آمادہ ہو گیا ہے اور اپنے ہاتھوں اپنے کو کیوں تباہ کر رہا ہے۔ آئیے ان معاملات کا تجزیہ کیا جائے۔ بات یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں حریت ہے اور اسی کے ساتھ جذبہ حصول اقتدار و حاکمیت ہے۔ ظاہر ہے کہ ان ہر دو قوتوں کے رکھنے والے مختلف انداز و جذبات کے حامل ہوتے ہیں۔ بعض میں یہ دونوں فطری قوتیں طاقتور ہوتی ہیں اور بعض میں کم جن افراد میں یہ ہر دو جذبات فطرۃً اوسط سے زیادہ ہوتے ہیں وہ ماحول کی پابندیوں کو ہٹاتے ہوئے اور مشکلات کا

مقابلہ کرتے ہوئے اپنے حصول مقاصد کے لئے میدان صاف کر لیتے ہیں اور برسر اقتدار آجاتے ہیں جب حصول اقتدار کی منزل ختم کر لیتے ہیں تو وہ اس کو مستحکم و مستقل اور دیرپا بنانے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں اس کے لئے ان کو کئی قسم کے کام کرنے پڑتے ہیں۔

(اول) اپنے ہم خیال و ہم جذبہ و ہمدرد افراد کو جمع کر کے ذمہ داریوں پر مقرر کر دینا۔

(دوم) اندرونی عوامی بغاوت کو کچلنے کے لئے کافی قوت و طاقت فراہم کرنا۔

(سوم) بیرونی طاقتوں اور ہمسایہ حکومتوں کے حملوں کے دفاع کی طاقت و قوت بلحاظ مال و افراد مہیا کرنا

(چہارم) اندرونی و بیرونی دشمنوں کے دفاع اور مقابلہ کے علاوہ ان کو مغلوب و مفتوح کر کے اپنا آئندہ خطرہ دور کرنا و نیز اپنی حکومت کے حدود کو وسیع تر کرنا۔

(پنجم) اپنے ذاتی تعیش و نیز اپنے معاونین خاص کے تعیش ذاتی و خواہشات جنسی۔ مکانی۔ رومانی۔ لباسی بدنی کے لئے دولت لاانتہا کا فراہم کرنا۔

مندرجہ بالا چیزیں وہ ہیں جن کے حصول کے لئے ہر جابر صاحب قوت حکومت مجبور ہے۔ جب ایسا ہے تو پھر اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ کاموں کو بھی انجام دے۔

(۱) ذرائع آمدنی و محصول کو وسیع کرے۔ ذرائع آمدنی مندرجہ ذیل ہیں

(۱) محصول اراضی مزروعہ۔ (۲) محصول اراضی سکنی۔

(۳) محصولات مکانی و رہائشی (۴) محصولات حرفت پیشہ وران

(۵) محصولات صنعت (۶) محصولات تجارت

(۷) محصولات آمدنی انفرادی (۸) محصولات وغیرہ وغیرہ لاانتہا۔

ان صاحبان اقتدار کی ہوس ملک و سفاکی ہیں ولولہ تعیش روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور وہ اس کی تکمیل کی خاطر استبدادانہ طرز حکومت اختیار کر لیتے ہیں اور جمہور کی فلاح کے نام پر مختلف شعبہ جات حصول آمدنی کے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ حرص و ہوس تعیش کی حدود لامحدود ہیں لہٰذا ان کا جوش و ولولہ طلب اقتدار و طلب سامان تعیش روز افزوں ہوتا ہے۔ آخر وہ عوام کو ان کے کل فطری حقوق سے محروم کر دیتے ہیں۔ ان کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور ان کا باطنی مقصد کچھ اور۔ وہ عوام کے بہبود کے نام پر ایسے قوانین حکومت نافذ کرتے ہیں کہ پھر عوام انفرادی اور اجتماعی طریقہ پر کسی چیز کے بھی مالک نہیں رہتے۔ اس منزل حکومت پر پہنچ کر عوام کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اب وہ

(۱) نہ اپنی حرفت و صنعت کے منافع کے مالک ہوتے ہیں۔

(۲) نہ زراعت کے میدان میں ان کی جان توڑ جانفشانیاں ان کے لئے فائدہ رساں ہو سکتی ہیں۔

(۳) نہ منافع تجارت کے وہ حقدار باقی رہ جاتے ہیں۔ نہ وہ اپنے مکان رہائشی کے مالک ہیں۔ نہ وہ اپنی اولاد و عیال کے مالک ہیں۔

(۴) نہ ان کو اپنے سامان زندگی کو حسب ضرورت جمع کرنے کی اجازت ہے

(۵) نہ وہ اپنے مال (تجارتی) اکتساب منافع کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر و ملک سے دوسرے ملک لیجانے کی اجازت ہے۔

(۶) نہ وہ خود کارخانوں کے مالک ہیں اور نہ وہ اپنی حسب ضرورت اور مطابق فن صنعت کی مزدوری کے حقدار ہیں۔

(۷) نہ ان کو اپنے شہر میں اپنی ضروریات زندگی کے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

ان تمام مذکورہ اشیاء کو پیدا کرنے کا حق تو رعایا کو ہے مگر ان پر تصرف کلی کا حق نہیں۔ اگر وہ امن و بے خوفی کی زندگی کے طالب ہیں تو ان کو اس کے لئے شہری ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ گھر میں رہنے کا ٹیکس۔ اپنی حفاظت کے لئے کتے پالنے کا ٹیکس۔ مویشی رکھنے کا ٹیکس۔ سڑک پر چلنے کا ٹیکس۔ موت و شادی کا ٹیکس۔ ولادت اولاد کا ٹیکس۔ زمین پر آباد ہونے کا ٹیکس۔ گھر میں پودے لگانے کا ٹیکس۔ چھوٹے چھوٹے ٹیکسوں کا ذکر کیا گیا باقی مشہور ٹیکسوں کو عوام خود جانتے ہیں۔ اس خود غرضانہ۔ استبدانہ۔ ظالمانہ طرز حکومت نے ترقی کرتے کرتے وہ مقام حاصل کر لیا ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتیں اقوام کی آزادی سلب کرنے کی اجارہ دار دائمی ہو گئی ہیں اور اس صورت میں کمزور حکومتیں تبادلہ زر کی مضبوط اور کبھی نہ ٹوٹنے والی زنجیروں میں مقید ہو چکی ہیں اگر انسانی فطری آزادی کسی کمزور حکومت کو جان کی بازی لگا کر آزادی بھی کرا لیتی ہے تو یہ آزادی جزوی اندرون ملک کے بعض معاملات سے زیادہ نہیں ہوتی اور تبادلہ زر کا تازیانہ ہمیشہ ان کے سر پر موجود رہتا ہے اور پھر وہ غلام ہی رہتی ہے۔

یہ ٹیکس کیا ہیں صاحبان اقتدار کی حرص و ہوس تعیش کی طلب۔ آج کی متمدن اور مہذب دنیا میں انسان کو جینے کا حق بھی حاصل نہیں رہا ہے اور آخر میں یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ جب صاحب حکومت کو بیرونی حملہ کا خطرہ ہو تو جبریہ بھرتی کر کے عوام کو اپنی طلب تعیش کی قربانگاہ پر بھینٹ میں چڑھا دیا جاتا ہے۔

یہی جذبہ بڑھتے بڑھتے اب اس منزل پر پہنچ گیا ہے کہ دنیا کی کثیر آبادی اور بڑی بڑی حکومتیں ایسے قانون بنا چکی ہیں کہ اب رعایا کسی چیز کی بھی بذاتہ مالک و مختار نہیں ہے بلکہ رعایا کی ہر چیز کی حکومت ہی مالک و مختار ہے۔ اس کی تفصیل کرنا میرے موضوع کے خلاف ہے۔ صاحبان عقل کو اشارہ کافی ہے

انسان اپنا سب کچھ کھوتا چلا گیا اور اس کو اپنی اس گمشدگی کی خبر بھی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کو بھول گیا اور اسی لیے اس کے خالق نے جو اختیارات اس کو عطا کئے تھے وہ سب ضائع ہو گئے

میں نے باختصار موجودہ ترقی کے حالات کا تجزیہ کیا ہے۔ اس سے آپ کو یہ معلوم تو ہو ہی گیا کہ آج انسان انتہائی انتشار و اضطراب میں مبتلا ہے اور ایسے صاحبان جبروت کے ذہن کا لقمہ بنا ہوا ہے کہ اس سے جاں بری ناممکن ہے۔

خالق عالم۔ رب العالمین اپنی مخلوقات پر بہت مہربان ہے اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کے قوائے ظاہری و باطنی کو وہ قوتیں عطا کیں جو اپنی کسی مخلوق کو عطا نہیں کیں بلکہ جو کچھ تمام عالم کی مختلف مخلوقات کو عطا کیا وہ سب صرف انسان کو دیا بلکہ اس سے زیادہ

اس کو ارض و سما کا مالک بنا دیا۔ سخر لکم مافی الارض جمیعا

اس کو بہترین شکل و صورت پر بنایا لقد خلقنا الانسان فی احسن التقویم

اس کو تمام مخلوقات کا سردار بنایا لقد کرمنا بنی آدم

اس کے لئے تمام مخلوقات عالم کو بنایا اور اس کو اپنے لئے مخصوص کر کے عالم کا مالک و حاکم بنا دیا

ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون

ان عطیات و انعامات کے بعد خدا اپنے بنائے ہوئے حاکم کو محکوم و مغلوب و مخذول نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لہذا اس نے انبیاء کے ذریعہ ہدایات کیں اور آخر میں لافانی دستور العمل حیات بذریعہ خاتم النبین محمد صلعم کے بھیجا اور انسان پر اس کے مدارج ذاتی۔ نوعی۔ فطری خلقی کو روشن کر دیا اور بتا دیا کہ اگر ان احکامات اور اسوۂ حسنہ محمدیہ پر نہ چلے گا تو حیوانات سے بدتر ہو کر زندگی گزاریگا۔ کالانعام بلھم اضل (وہ مثل حیوانات کے ہے بلکہ اس سے زیادہ گمراہ ہے) اور اگر دستور العمل قرآنی و سیرت محمدی پر عمل کریگا تو عالمین کا حاکم بن کر رہے گا۔

میں سیرت محمدیہ کے ابواب بالا میں مفصل لکھ چکا ہوں اب صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ محمد نے کس طرز حکومت کو قائم کر کے بنی نوع انسان کو شاہراہ ارتقاء کی طرف متوجہ کر دینا چاہا تھا۔ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ مثل دیگر ابواب کے یہ باب بھی بہت وسیع ہے مگر میری کتاب کے لئے صرف چند نمونوں کی ضرورت ہے وہ پیش کرتا ہوں۔

(۱) احکم الحاکمین۔ خدائے وحدہ لاشریک۔

(۲) خلیفہ و حاکم من جانب خدا۔ محمد مصطفیٰ خاتم النبیین۔

(۳) سپاہ اسلام ہر کلمہ گو مسلمان (علاوہ اطفال و عورات

(۴) محکمہ پولیس ہر مسلم

(۵) عمال و جاسوس۔	افراد معین کردہ پیمبر اسلام۔
(۶) کاتب احکام۔	افراد معین کردہ پیمبر اسلام۔
(۷) مجلس شوریٰ۔	مقربان و اصحاب پیمبر اسلام۔
(۸) عدالت (کچہری)۔	مسجد نبوی و مسکن پیمبر اسلام۔
(۹) سپہ سالار فوج اسلامی۔	آئمہ و اصحاب پیمبر اسلام۔
(۱۰) وزیر مملکت اسلامی۔	علی ابن ابی طالب۔
(۱۱) جیل خانہ برائے اشرار۔	مکانات اصحاب پیمبر اسلام۔
(۱۲) شرائط خلاصی۔	اقرار کلمۂ توحید یا ادائے فدیہ۔
(۱۳) صیغہ حرفت و صنعت۔	مالک منافع خود صانع و صاحب پیشہ
(۱۴) صیغہ تجارت۔	مالک منافع بلا شرکت غیرے خود تاجر
(۱۵) صیغہ زراعت	(۱) مالک و خریدار اراضی خود کاشت کا مالک بلا شرکت غیرے
	(۲) کاشت کار حصہ دار نصف پیداوار۔
	(۳) باغات مالک خود حقدار منافع۔
(۱۶) میونسپلٹی (شہری انتظامات و صفائی)	ہر شہری ذمہ دار صفائی و حقوق اہل شہر۔
(۱۷) صیغہ مکانات سکنی۔	خود مالک منافع و سکونت کا مختار۔
(۱۸) آب رسانی و فراہمی آب	اجیران از اہالیان شہر۔
(۱۹) مکانات کرایہ۔	حقدار منافع مالکان مکان۔
(۲۰) منتظمین محلہ۔	ہمہ محلہ۔
(۲۱) محکمہ برید و خبر رسانی وغیرہ۔	بذمہ حکومت۔
(۲۲) جلاد۔	افراد معین کردہ پیمبر اسلام۔
(۲۳) دستور العمل و کتاب قانون۔	قرآن کریم۔ کتاب خدا۔
(۲۴) مبلغین قوانین اسلام۔	افراد معین کردہ پیمبر اسلام۔
(۲۵) مقصد حکومت اسلامی۔	(۱) عبادت معرفت خدائے واحد۔
(۲) اصلاح رسوم معاشرہ	(۳) قیام امن و امان۔
(۴) تحفظ حقوق رعایا	(۵) تحفظ جان و مال و عزت رعایا۔

(۶) تہذیب اخلاق حسنہ و تدابیر ترویج اخلاق و علوم مادی و روحانی

(۷) تادیب و اصلاح افراد شریر و مفسد معاشرہ

(۸) استیصال افساد و اشرار

(۹) فراہمی مواقع و ماحول برائے ارتقاء بنی نوع انسان

(۱۰) حدود وسعت مملکت اسلامی — تمام روئے زمین۔ کرہ ارض۔

(۱۱) تعلیم معارف علوم و حکمت وغیرہ

(۱۲) قیام مکاتب علمیہ و سیاسیہ۔

(۲۶) ذرائع آمدنی مملکت اسلامی

(۱) صدقات	امداد و خیر افراد بر حسب حیثیت مطابق قوانین قرآن
(۲) زکوٰۃ	محفوظ سرمایہ کا چالیس فیصد مطابق قوانین قرآن
(۳) خمس	محفوظ سرمایہ کا پانچواں حصہ مطابق قوانین قرآن
(۴) مال غنیمت	جہاد میں اشرار سے حاصل کیا ہوا مال وغیرہ مطابق قوانین قرآن
(۵) فی	عطیہ و جاگیر خاصہ پیغمبر اسلام مطابق قوانین قرآن

(۲۷) مصارف مملکت اسلامی۔

(۱) معذور و ضعفاء کی پرورش۔

(۲) غرباء کی امداد۔

(۳) اسلحہ جنگ کی فراہمی و تیاری

(۴) بنی ہاشم کا حصہ

(۵) سامان رسد کی فراہمی

(۶) خاصہ پیغمبر اسلام و اہلبیتؑ

(۷) سرمایہ بیت المال

(۸) مولفۃ القلوب کا حق خدمت

(۹) مسافرین کا انتظام و امداد

(۱۰) امداد برائے ترویج علوم

عنوانات مندرجہ بالا کا ماخذ ابواب کتاب ہذا ہیں۔ ان تمام عنوانات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اسلامی صرف بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کو مقصد اصلی سمجھتی ہے اور ان کی روحانی۔ جسمانی۔ انفرادی۔ اجتماعی قوتوں کو بلا مزاحمت ترقی کے مواقع پیش کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کا مقصد وحدت بنی نوع انسانی اور قیام امن و امان عالم ہے۔ پیغمبر اسلام نے سب سے زیادہ توحید خدا پر زور دیا ہے۔ یہی توحید تمام روئے زمین کے انسانوں کو ہم خیال بنا سکتی ہے اور عام انسانی برادری کو رشتہ اخوت اسلامی میں منسلک کر سکتی ہے اور اگر یہ مقصد حاصل ہو جائے تو تمام دنیا میں امن و امان ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ وما علینا الا البلاغ۔

باب العلم

اگرچہ باب حکمت میں تفصیل علم و حکمت پیغمبر اسلام کا ذکر ہو چکا ہے مگر چونکہ علم حکمت کے تحت ہے اور اہم بالشان جزو حکمت ہے لہٰذا اجمالاً علم کے بارے میں لکھا جاتا ہے۔

عظمت علم

خداوند قدیم نے جب دنیا کو خلق کرنا چاہا اور آدم کو پیدا کیا اور فرمایا کہ میں آدم کو خلیفہ زمین بنانے والا ہوں تو ملائکہ نے اپنا استحقاق خلافت فی الارض بیان کیا۔

(۱) خدا نے آدم کو علم عطا فرمایا اور ملائکہ کے مقابلہ میں پیش کر دیا اور فرمایا جو علم میں زیادہ ہو گا وہی خلیفہ فی الارض بننے کا استحقاق رکھتا ہے آیت قرآن وعلّم آدم الاسماء کلّھا۔ خدا نے آدم کو کل اسماء کا علم عطا کر دیا۔ آدم کو خلافت ارضی کا عہدہ منجانب خدا مل گیا اور ملائکہ محروم ہو گئے۔

(۲) خدا نے اپنی صفت رحمانی کو اس طرح ظاہر فرمایا کہ عطائے علم کو اپنی رحمت قرار دیا ہے

الرحمٰن علّم القرآن — وہ رحمٰن ہے جس نے قرآن کا علم عطا فرمایا۔

(۳) خدا نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا تو یوں فرمایا۔

الذی علّم بالقلم — وہ خدا ایسا صاحب قدرت ہے کہ جس نے قلم کو ذریعہ علم بنایا

(۴) جب خدا نے اپنی قدرت والٰہیت کا ذکر فرمایا تو یوں فرمایا

وفوق کل ذی علم علیم — ہر صاحب علم پر وہ عالم اعظم ہے۔

(۵) انما العلم عند اللّٰہ — یقیناً علم خدا کے پاس ہے

(۶) جب اس نے صاحبان علم کی فضیلت و بزرگی ثابت کرنا چاہی تو فرمایا

(۱) وزادہ بسطۃ فی العلم — خدا نے ان کو وسعت علم عطا کی

(۲) والراسخون فی العلم — وہ لوگ علم میں راسخ و محکم ہیں۔

(۷) جب اس نے انبیاء کی فضیلت بیان کی تو فرمایا

ولقد اتینا داؤد وسلیمان علما — یقیناً ہم نے داؤد و سلیمان کو علم عطا کیا۔

(۸) جب خدا نے اپنے مخصوص بندوں کو ظاہر کرنا چاہا تو فرمایا

انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء — یقیناً خدا کے بندوں میں سے صرف علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں یعنی متقی بندے ہیں۔

کلام الٰہی کی چند آیات سے واضح ہو گیا کہ انسان کی فضیلت و شرافت علم ہی میں مضمر ہے۔

تعریف علم نزد حکماء

انسان کے نفس ناطقہ یا قوت ملکوتی و قدرت ادراک میں جب حالت اعتدال پیدا ہوتی ہے اور اس اعتدال کی وجہ سے اس کو حقائق اشیاء کے جان لینے کا شوق بدرجہ کمال پیدا ہو جاتا ہے اور وہ شوق بھی اس طرح کہ حقیقت شے کو بالیقین جان لے صرف گمان و خیال پر اپنے علم کو منحصر و موقوف نہ کرے تو اس وقت صفت علم انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ واضح الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر شے کا علم بدرجہ یقین ہونا ہی علم کہلاتا ہے۔ اور اگر اس میں ذرا بھی شک و گمان شامل ہوگا تو اس کو علم نہیں کہہ سکتے۔

علم خدا اور رسول میں فرق

علم خدا اور علم محمدؐ میں فرق ہے۔ خدا کا علم بذاتہ ہے یعنی خدا بذاتہ عالم مطلق ہے اور محمدؐ کا علم وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا کیا گیا ہے۔ اس تمہید کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ علم کی حدود لامتناہی ہیں اس کو بیان کرنا محال ہے مگر صرف اتنا بیان کیا جا سکتا ہے جتنا کہ خدا نے اپنے پیمبر کے ذریعہ ہم کو عطا کیا ہے اور احصاء علم پیمبر اسلام ناممکن ہے۔

پیمبر اسلام کے علم کا عمومی اثر

تاریخ دان افراد جانتے ہیں کہ عرب اپنے کو تمام باشندگان ارض سے زیادہ عاقل، عالم، ادیب و شجاع جانتے تھے مگر جب وہ دعویداران علم پیمبر اسلام کے سامنے آتے تھے تو سکوت اختیار کرتے تھے اور اپنی کم علمی کا اقرار کرتے تھے۔ یہود و نصاریٰ کے بڑے بڑے علماء پیمبر اسلام سے مناظرہ کے لیے آئے مگر جب ان کی گفتگو پیمبر اسلام سے ہوئی تو ان کو اپنی کم علمی کا اقرار کرنا پڑا اور وہ مسلمان ہو گئے یا محمدؐ کو ساحر کہہ کر واپس چلے گئے۔ ان کے ساحر کہنے سے یہ سراغ ملتا ہے کہ علم پیغمبر اسلام اتنا بلند تھا کہ علماء نصاریٰ و یہود کی عقلیں خراب ہو جاتی تھیں اور وہ اپنی خجالت مٹانے کے لیے پیمبر اسلام کو ساحر کہتے تھے۔ ایسے واقعات بکثرت کتب تواریخ میں موجود ہیں کہ علماء یہود و نصاریٰ و قریش خدمت پیمبر اسلام میں آئے اور آپ کے علم کا اعتراف کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔ صاحب روضۃ الصفا نے یہ واقعہ لکھا ہے

روضۃ الصفا جلد ۲ صہ ۵۲

علی بن ہاشم نے روایت کی ہے کہ جب اوس قبیلہ خزرج پر غالب آ گئے اس وقت اسعد بن زرارہ و ذکوان بن قیس خزرج ماہ رجب میں بہ ارادہ عمرہ مکہ آئے تاکہ قریش سے استمداد کریں۔ اسعد عتبہ بن ربیعہ کا دوست تھا لہٰذا وہ عتبہ کے گھر میں آیا الغرض بیان کیا عتبہ نے کہا کہ ہمارے تمہارے وطن میں بہت فاصلہ ہے اور ہم کو آج کل ایک حادثہ کا سامنا ہے جس کی وجہ سے ہم دشمنوں سے جنگ کرنے سے معذور ہیں۔ اسعد نے

حقیقت واقع کو دریافت کیا۔

عتبہ نے کہا کہ ایک شخص مکہ میں ظاہر ہوا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے۔ ہمارے عقلمندوں کو بیوقوف بناتا ہے۔ ہمارے عقائد کو برباد کرتا ہے۔ اسعد نے نام پوچھا عتبہ نے بتایا کہ اس کا نام محمد ابن عبداللہ ہے۔ وہ ہماری قوم کا شریف ترین شخص ہے۔ اسعد نے آپ کے مکان کا پتہ معلوم کیا۔ عتبہ نے حجرہ بتادیا اور کہا کہ ہرگز اس شخص سے گفتگو نہ کرنا یہ ساحر ہے اپنے سحر سے تم کو اپنا بنالےگا۔ اسعد نے کہا کہ احرام عمرہ باندھے ہوئے ہوں مجھ کو طواف کعبہ کرنا تو لازمی ہے۔ عتبہ نے کہا کہ تو اپنے کان میں روئی لگا لے پھر طواف کر۔ اسعد نے ایسا ہی کیا۔ جب دوسرے طواف میں تھا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ مجھ سا بیوقوف کون ہوگا کہ مکہ آیا ہوں اور یہاں کا اتنا اہم واقعہ بھی معلوم نہ کرسکا اور وطن واپس چلا گیا۔ اس نے روئی کان سے نکالی اور پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سلام نہیں کیا بلکہ دستور عرب کے مطابق تحیت بجا لایا۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو بہترین تحیت عطا فرمائی ہے جو اہل بہشت کی تحیت ہے۔ اسعد نے پیغمبر اسلام سے دریافت کیا کہ آپ کی دعوت کیا ہے پیغمبر اسلام نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کی دعوت دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا کا شریک کسی کو نہ بناؤ۔ اپنی اولاد بوجہ قتل نہ کرو۔ اس کے بعد سورہ انعام تلاوت فرمائی۔

اسعد فوراً مسلمان ہوگیا اور اس نے کلمہ توحید زبان پر جاری کیا۔ اس کے بعد ذکوان آیا اور وہ بھی مسلمان ہوگیا۔

(۱) علم پیغمبر اسلام کا اہل عرب پر وہ اثر تھا کہ وہ کلام آنحضرت سننے سے خوفزدہ ہوتے تھے اور کانوں میں روئی لگا لیتے تھے۔ کیونکہ وہ پیغمبر اسلام کے علم کے مقابلہ میں کلام کرنے پر بھی قادر نہ تھے۔

(۲) اہل عرب پیغمبر اسلام کے سامنے پہنچ کر آپ کے علم سے اتنا متاثر ہوتے تھے کہ اپنا آبائی قدیمی مذہب فوراً تبدیل کردیتے تھے۔

(۳) ذکوان جب اسعد کے پاس آیا تو اس نے یہی کہا کہ یہ وہ نبی ہیں جن کی آمد کی خبر علماء یہود و نصاریٰ پہلے دیتے رہے ہیں۔ ذکوان کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ علم پیغمبر اسلام کا سکہ مان چکے تھے اور اپنے کو کم علم سمجھتے تھے اور محمد کو اعلم جانتے تھے۔

(۴) اگر قریش واہل عرب و علماء یہود و نصاریٰ علم میں پیغمبر اسلام پر فوقیت رکھتے ہوتے تو وہ کانوں میں روئی رکھنے کی فرمائش نہ کرتے۔ بلکہ اپنی تقریر، تحریر اور علمی طاقت سے محمد کو لاجواب اور قائل کردیتے پھر ایسی صورت میں پیغمبر اسلام ناکام ہوجاتے اور اہل عرب کو نہ جلاوطن ہونا پڑتا۔ نہ جنگ کرنی پڑتی اور نہ ان کے ۳۶۵ خداؤں کا گھر بگڑتا۔ اور نہ ان کے خداؤں کی خدائی مٹتی۔

کیونکہ محمدؐ کے پاس بجز طاقت علم دوسری طاقت نہ تھی۔ آپ کی علمی طاقت کو اگر توڑ دیا جاتا تو عرب والوں کو اپنا دین ترک کرنا نہ پڑتا اور نہ جنگوں کی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتیں۔ وہ علم پیمبر اسلام کا زور تھا کہ اہل مکہ بھی مسلمان ہو رہے تھے اور اہل مدینہ میں بھی آناً فاناً اسلام پھیل گیا تھا۔

(۲) رحمۃ اللعالمین کے مصنف محمد سلیمان صاحب لکھتے ہیں۔

طفیل ابن عمر دوسی

انہیں دنوں طفیل ابن عمر دوسی مکہ آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا۔ نواح یمن میں اسی خاندان کی حکومت تھی۔ طفیل بذات خود شاعر اور رئیس تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر آ کر اس کا استقبال کیا اور لمبے پیمانہ پر اس کی خدمت و تواضع کی۔

طفیل کا بیان ہے کہ اہل مکہ نے مجھے بتایا کہ جو شخص ہم میں سے نکلا ہے ذرا اس سے بچتے رہنا۔ اس کو جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے۔ شوہر و زوجہ اور بھائی بہن میں جدائی ڈالتا ہے۔ ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام ابتر کر رہا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی کوئی ایسی مصیبت پڑے اس لئے زوردار الفاظ میں ہماری نصیحت ہے کہ تم نہ اس کے پاس جانا نہ اس کی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا۔ یہ باتیں ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب کعبہ میں جانا چاہتا کانوں میں روئی لگا لیتا تھا تاکہ محمدؐ کی بات کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑے۔

ایک روز صبح میں کعبہ میں گیا۔ محمدؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ خدا کی مشیت ایسی ہی تھی کہ ان کی آواز میرے کانوں تک پہنچے اس لئے میں نے سنا کہ وہ عجیب کلام پڑھ رہے ہیں۔ اسی وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں اور عالم ہوں۔ اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے اور کونسی روک ہے کہ میں ان کی بات نہ سنوں۔ اچھی بات ہوگی تو مانوں گا ورنہ نہیں مانوں گا۔ میں یہ ارادہ کر کے ٹھہر گیا۔ جب پیمبر اسلام گھر کو چلے تو میں بھی پیچھے ہو گیا۔ اور میں نے اپنا واقعہ مکہ آنے۔ کانوں میں روئی لگا لینے۔ لوگوں کے ڈرانے کا سنا دیا۔ اور عرض کیا کہ مجھ کو کچھ سنایئے۔

پیمبر اسلام نے قرآن تلاوت کیا۔ بخدا میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا۔ جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔ الغرض طفیل ابن عمر دوسی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ جسے قریش مخدوم و مطاع سمجھتے تھے وہ بات کی بات میں محمدؐ کا خادم و مطیع بن گیا۔ قریش کو طفیل کا مسلمان ہونا سخت ناگوار ہوا۔

پیمبر اسلام کے علم کا یہ اثر تھا کہ جس کے دل میں دماغ میں ذرا سا بھی ذوق علم تھا وہ فوراً پیمبر اسلام کو اپنا رہبر و ہادی تسلیم کر لیتا تھا۔ اور علم پیمبر اسلام کا یہ اثر ہوا کہ تمام علماء عرب راہبان نصاریٰ و یہود عاجز ہو گئے۔ اور ان کو اقرار نبوت محمدؐ کرنا پڑا اور اسی طرح روز بروز اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا

اور تا قیامت یہ سلسلہ باقی رہیگا کہ با فہم و ادراک طبقۂ انسانی جب علوم و کمالات پیمبر اسلام پر غور کرتا جائیگا وہ دین اسلام میں داخل ہوتا جائیگا حتیٰ کہ روئے زمین پر صرف اسلام ہی نظر آئیگا۔

میں نے نمونتہً دو واقعات تاریخی ایسے تحریر کر دیئے جن سے پیمبر اسلام کے علوم کا اندازہ ناظرین کو معلوم ہو سکے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ علوم کی اقسام کو لکھوں اور یہ بتاؤں کہ علوم مذکورہ کے منکشف و مدوّن کرنے والے محمد مصطفےٰ ہی تھے

اقسام علوم

علوم کی اگر بلحاظ تدوین علوم عالم تقسیم کی جائے تو اس کی چھ اقسام وہ ہیں جن کا تعلق معرفت و عقل سے ہے اور انہیں علوم میں تمام دیگر علوم مضمر نظر آتے ہیں۔

علم الٰہیات۔ علم طبیعیات۔ علم ریاضیات۔ علم اخلاق۔ علم سیاست۔ علم تدبیر منزل۔

علوم مذکورہ سے جو دوسرے علوم پیدا ہوتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے ان میں سے اہم کو درج کیا جاتا ہے۔

(۱) علم الالٰہ۔ علم الملائکۃ۔ علم معاد۔ علم النفس۔ علم حساب ہندسہ۔ علم طبیعیات۔ علم مساحت۔ علم جر ثقیل۔ علم موسیقی۔ علم مناظرہ۔ علم ہیئت۔ علم غیب۔ علم کیمیا۔ علم طب۔ علم تشریح۔ علم حیوانات۔ علم جمادات و طبقات الارض۔ علم نباتات۔ علم جغرافیہ۔ علم تاریخ۔ علم اخلاق جسمانی و روحانی۔ علم قوانین ملکی۔ علم تدبیر منزل۔ علم معانی۔ علم بیان۔ علم منطق۔ علم تجوید۔ علم فقہ۔ علم القرآن۔ علم الامثال۔ علم الاصوات۔

ظاہر ہے کہ علوم کا تعلق امور جسمانی و معاملات روحانی سے ہے اور جب تک کہ دنیا ترقی کرتی رہیگی تحقیقات کا سلسلہ جاری رہیگا اور حکماء و علماء قدرت کے ناپیدا کنار سمندر کے جواہر ریزوں کو جمع کرتے رہیں گے اور اس طرح علوم جدید کا اضافہ ہوتا رہیگا اور ان کے نام معین کئے جائیں گے۔ ان علوم کی تعداد خواہ کتنی زیادہ ہو جائے اور علوم روحانی و جسمانی کے کتنے ہی نام رکھے جائیں مگر پیمبر اسلام کے کلیہ قانون سے باہر نہیں جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہے

العلم علمان علم الادیان والعلم الابدان — علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم ادیان دوسرا علم ابدان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کچھ علوم تو وہ ہیں جن کا تعلق مادیت و جسمانیت اور ضروریات جسمانیت سے ہے وہ علم الابدان میں شامل رہیں گے۔

اور کچھ علوم ایسے ہیں جن کا تعلق روحانیات، مشاہدات و غیرہ سے ہے وہ علم الادیان کہلائیں گے پیمبر اسلام نے تمام علوم کی اتنی جامع تقسیم کی ہے جس سے بہتر ممکن نہیں ہے۔

علوم قرآن و محمد

خدائے قدیر نے محمد کے سینہ کو منزل قرآن بنایا ہے اور تمام آیات قرآن کا مخاطب پیمبر اسلام ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ تمام آیات قرآن کی تفسیر توضیح و تشریح عرف

پیمبر اسلام نے کی ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب المبین ہر خشک و تر
پیمبر کا علم قرآن میں موجود ہے۔

پھر قرآن نے یہ بھی ظاہر کیا کہ قلب محمد پر قرآن اترا ہے

بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم۔ قرآن بلکہ وہ آیات ہیں جو ان سینوں میں
میں موجود ہیں جن کو خدا کی جانب سے علم عطا کیا گیا ہے

مطلب واضح ہے کہ سینہ محمد قرآن کی منزل اوّل ہے اور قرآن تمام علوم اولین و آخرین کا جامع ہے
قرآن کا صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ پیمبر اسلام نے علوم کا انکشاف کر کے بتادیا کہ منبع و مصدر صرف
قرآن اور سینہ رسول ہے۔

عہد پیمبر اسلام سے قبل اہل دنیا اور ساکنان کرہ ارض کی جو کیفیت تھی وہ آپ کو مندرجہ ذیل عبارت
سے معلوم ہوگی۔

The Ideal prophet by Kamaluddin P. 26 Every Nation had sunk to state of complete moral depravity. The corruption had appeared in the continents and on the islands .. .. .. that time was the darkest period of the middle Ages in Europe and of the Mazdeic and puranic ages in persia and India respectively.. .. .. .. But Arabia was the darkest spot in that darkest age of the world

ترجمہ۔ آئیڈیل پرافٹ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب صفحہ ۲۶۔ ہر قوم مکمل بداخلاقی اور برائیوں میں غرق تھی۔ یہ برائیاں اور بداخلاقیاں براعظموں اور جزیروں میں سب جگہ پائی جاتی تھیں۔ وہ زمانہ یورپ کے قرون وسطیٰ۔ ایران کے عہد زرتشتی اور ہندوستان کے پرانوں کے زمانہ سے بھی زیادہ تاریک تھا لیکن ملک عرب دنیا کے اس تاریک ترین زمانہ میں روئے زمین کا سیاہ ترین حصہ تھا اخلاقی۔ مذہبی اور سماجی کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی۔ میں کسی ایسی برائی کا تصور نہیں کر سکتا

history .... There were no moral religeous or social restriction .... Icannot imagine any evil which was not practised in Arabia in its worst-form in those days ... ... such is Gibbon's comment on the Arab of those days.

The results in the semitic races of central and Eastern Asia were most corrupt systems of idoltary, the known world, in the days of Mohammad represented on vast scene of idolatrous abomination, and, as we have since discovered, the then unknown world was in the same condition.

جو ملک عرب میں انتہائی خراب صورت میں نہ پائی جاتی ہو۔

مندرجہ بالا بیان انگریز مورخ مسٹر گبن کے تاثرات ہیں۔

ان حالات کا نتیجہ اور اثر یہ ہوا کہ قدیم اقوام وسط ایشیاء میں بت پرستی ایسے بدترین انداز میں تھی جیسی کہ دنیا میں کہیں نہ تھی۔

عہد پیمبر اسلام میں ہر چہار جانب بت پرستی توہم پرستی چھائی ہوئی تھی اور جیسا کہ پتہ چلا ہے کہ ان خطہ ہائے ارض میں جن کا پتہ اب لگا ہے وہاں بھی یہی حالت تھی۔

... ...

مندرجہ تاریخی حوالہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ عہد پیمبر اسلام سے قبل اہل دنیا حیوانی زندگی بسر کر رہے تھے اور یورپ و ایشیا وغیرہ کے تمام ممالک کے اقوام تو انہیں تہذیب و تمدن و اخلاق سے بے بہرہ تھیں۔ علوم و فنون کی نہ تدوین تھی اور نہ رواج تھا۔ انسان اپنی ضروریات زندگی و آسائش تن کی خاطر کچھ کاموں سے واقف ہو گیا تھا جس طرح حیوانات اپنی ضروریات زندگی نسلی و ذاتی کے لئے کچھ کام کر لیتے ہیں اور نہ ان کی فطرت ہے انسان حیوان سے زیادہ شعور و عقل رکھتا تھا لہذا اس کے کام کچھ زیادہ نمایاں تھے۔ متقدمین مورخین نے انہیں

فطری تقاضوں کے بموجب کئے ہوئے کاموں اور صنعتوں کا نام تہذیب قدیم رکھ لیا ہے۔ درحقیقت انسان حیوانات سے بدتر زندگی گزار رہا تھا۔ حیوانات تو اپنے فطری تقاضوں کے پابند رہتے ہیں اور اس سے زیادہ طلب غذا۔ طلب لذات و خواہشات نہیں کرتے۔ مگر انسان نے اپنی عقل کے زور سے ان خواہشات جسمانی و نفسی کے پورا کرنے کی خاطر ایسے ظالمانہ و بہیمانہ کام کئے جو حیوانات کبھی نہ کر سکیں گے

جب آپ کو یہ امر واضح ہو گیا کہ ساتویں صدی عیسوی میں اہل دنیا بہیمانہ زندگی گزار رہے تھے اور اسی منحوس عہد میں پیغمبر اسلام محمدؐ کی بعثت ہوئی ہے تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا اور آپ کی عقل آپ کو مجبور کرے گی کہ آپ یہ نتیجہ اخذ کریں کہ آج دنیا میں جتنے علوم بھی موجود ہیں ان سب کا سرچشمہ علم محمدؐ ہے میں صرف یہ منطقی استدلال ہی پیش کرنے پر اکتفا نہیں کروں گا بلکہ یہ ثابت کروں گا کہ اس ساتویں صدی عیسوی کی تاریک دنیا میں اخلاق۔ تہذیب و تمدن کی روشنی کرنے والا اگر کوئی تھا تو وہ ذات محمدؐ ابن عبداللہ تھی۔

آپ کا روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ درخت برگد کا تخم جو مثل خشخاش کے دانہ کے ہوتا ہے۔ جب زمین میں بو دیا جاتا ہے اور اس کو پانی پہنچتا رہتا ہے تو وہی ننھا سا پودا بڑھ کر اتنا سایہ افگن ہو جاتا ہے کہ صدہا افراد اس کے سایہ میں آرام کر سکتے ہیں اور صدہا مویشی اس کے پھلوں اور پتوں سے شکم سیر ہوتے رہتے ہیں۔

ایک دانہ تخم تو احول موافق پا کر اتنا طاقتور اور وسیع ہو سکتا ہے تو کیا انسان باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے موافق ماحول اور صحیح تعلیم علوم پا کر ترقی نہیں پا سکتا اور اپنے علوم کی شاخوں کو ناقابل شمار نہیں بنا سکتا یہ امر قرین قیاس ہے اور یقینی ہے۔ یہی ہوا کہ جب پیغمبر اسلام نے سرزمین عرب کے ماحول کو موافق بنا لیا اور علوم روحانی و جسمانی کی تخم ریزی سرزمین قلوب افراد میں کر دی تو یہی عرب جو درندوں کی سی زندگی گزار رہے تھے معلمین اخلاق و علوم بن گئے اور انہوں نے خطہ ہائے مسکونہ و معلومہ میں علوم کی اشاعت کو اپنا مقصد حیات بنا لیا۔ عرب۔ عجم۔ روم۔ ایران چین۔ ہند۔ مصر۔ اسپین۔ ٹرکی وغیرہ ہر خطہ ارض پر پہنچ کر مسلمانوں نے علوم پیغمبر اسلام کی اشاعت کی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ کافر۔ عیسائی و یہودی دولت علم سے مالا مال ہو گئے اور ان کی مساعی سے لاتعداد علوم پیدا ہو کر شائع ہو گئے

یہ سب کچھ ہوا لیکن اصلی علوم وہی ہیں جو پیغمبر اسلام نے بتائے تھے اور ان کے ذریعہ دوسرے علوم کی ایجاد کی طرف اپنے اقوال سے توجہ دلائی تھی۔ اس بیان میں میں تاریخی ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اہل عالم کو معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام کا منشا گنجینہ یگانہ علیؑ تھے۔ علیؑ کے بارہ میں پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا۔

انا مدینۃ العلم و علی بابھا — میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

مقصد یہ ہے کہ کل علوم اولین و آخرین میری ذات میں موجود ہیں ان کا مرکز حقیقی میری ہی ذات ہے مگر وہ تمام علوم ذات علیؑ کے ذریعہ اہل دنیا تک پہنچائے جائیں گے اور اہل دنیا کا یہی فریضہ ہے کہ وہ میرے علوم کے حاصل کرنے کے لئے در علیؑ پر حاضر ہوتے رہیں۔ پیمبر اسلام کے اس قول سے ثابت ہو گیا کہ ذات علیؑ مرکز و مصدر علوم ہے۔

(۱) لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا ۔ اگر حجاب ہائے دنیا کو میرے سامنے سے ہٹا بھی دیا جائے تو بھی میرے علم میں اضافہ ممکن نہیں ہے۔

انکشاف و تحقیقات علوم میں ضرورت ہوتی ہے کہ اس شئے کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے درمیانی موانع اور رکاوٹوں کو دور کر دیا جائے اور مشاہدات عملی کئے جائیں تاکہ حقیقت شے معلوم ہو سکے۔ علیؑ کا قول ہے کہ اشیاء عالم کا علم یقینی مجھ کو اس درجہ پر حاصل ہے کہ اب نہ موانع کے دور کرنے کی ضرورت ہے اور نہ مشاہدات عینی و عملی کی ضرورت ہے۔

(۲) علیؑ نے فرمایا۔ مجھ کو محمدؐ رسول اللہ نے علم کے ہزار باب تعلیم کئے اور اس ہر ایک باب سے مجھ پر ایک ہزار باب اور کھل گئے۔

علیؑ کا یہ قول ثابت کرتا ہے کہ ذات علیؑ میں حصول علوم کی استعداد کامل موجود تھی۔ موافق ماحول پیمبر اسلام نے اپنی آغوش میں پرورش کر کے پیدا کر دیا تھا۔ پھر علوم نبی سینۂ علیؑ میں آ کر مثل شجر کے بالیدہ ہوتے ہی رہے اور آخر لامحدود ہو گئے اور زبان علیؑ پوقت وفات خدا نے کہلوا ہی دیا۔

سلونی قبل ان تفقدونی ایہا الناس ۔ اے لوگو اس سے قبل کہ تم مجھ کو اپنے درمیان میں نہ پاؤ مجھ سے ہر علم کے بارہ میں سوال کرو بجز عرش کے۔

علیؑ کا مقصد یہ تھا کہ جن علوم کے بارہ کے تحمل کی طاقت تم رکھتے ہو وہ مجھ سے پوچھو۔ عرش الٰہی کا علم بھی مجھے حاصل ہے مگر تم اس کے تحمل کی طاقت نہیں رکھتے لہذا وہ تمہارے لئے مفید نہ ہو گا۔

آج اہل دنیا کو اپنی علمی ترقیوں پر ناز ہے مگر کوئی ایک عالم بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ بہ یک وقت کل علوم کا عالم ہے اور اس درجہ پر اس کا علم پہنچ چکا ہے کہ وہ ہر سوال کا جواب دے سکتا ہے۔

اس قول علیؑ سے واضح ہو گیا کہ پیمبر اسلام تمام علوم کا مرکز تھے اور آپ نے کل علوم کو اہل عالم کو پہنچانے کی سعی کی اور آپ کی وہ سعی اب بھی جاری ہے کیونکہ آپ کے علوم کے وارث اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔

اس کتاب میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ بہ تفصیل علوم پیمبر اسلام کا ذکر کیا جائے صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ کل علوم کا مخزن قرآن کریم ہے اور اس کے مفسر و موضح پیمبر اسلام ہیں۔ آپ نے اپنے اقوال و افعال سے ان علوم کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ کتب احادیث و تاریخ ان علوم پیمبر اسلام کا خزانہ ہیں۔ طالبان علوم نبیؐ

ان کتابوں کو ملاحظہ کر سکتے ہیں ۔

اقوال پیمبر اسلام دربارہ علم

چند اقوال و احکام پیمبر اسلام کو درج کیا جاتا ہے جن سے واضح ہوگا کہ پیمبر اسلام نے حصول علم کے لیے کس قدر زیادہ تاکید اہل اسلام کو فرمائی ہے

(۱) طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ

علم کا طلب کرنا ہر مسلم اور مسلم عورت پر فرض ہے

(۲) اطلبوا العلم ولو کان فی الصین

اے مسلمانو! علم کو طلب کرو اگرچہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ملے یعنی بعید ترین سفر کی صعوبات بھی طلب علم میں برداشت کرو

(۳) اطلبوا العلم من المهد الی اللحد

علم کو مہد سے لحد تک حاصل کرتے رہو ۔ یعنی از مہد تا لحد تلاش و طلب علم میں مصروف رہو

(۴) اطلبوا العلم ولو کان بین ایدیکم نار تحرقون او بحر تغرقون

علم حاصل کرو اگرچہ تمہارے سامنے سمندر ہو جو تم کو ڈبو دیگا یا آگ ہو جو تم کو جلا دیگی یعنی طلب علم کو جان سے زیادہ عزیز رکھو ۔

(۵) اطلبوا العلم فان الطالبین فی الدنیا کثیر

علم کو حاصل کرو کیونکہ دنیا کی طلب تو بکثرت کرتے ہیں ۔

(۶) مثل الذی یعمل بغیر علم کمثل الحمار فی الطاحونة یدور علی مکانه لا یستطیع ان یتجاوز عن مکانه

جو شخص کہ بغیر علم کے عمل کرتا ہے اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو چکی کے پاٹ کے گرد گھومتا رہتا ہے اور اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا

(۷) العلم صیقل القلب

علم دل کے لئے صیقل ہے ۔

(۸) القلب میت وحیوته بالعلم والعلم میت وحیوته بالطلب

دل مردہ ہے اس کی زندگی علم میں ہے اور علم مردہ ہے مگر اس کی زندگی طلب کرنے میں ہے ۔

(۹) پیمبر اسلام سے اصحاب نے دریافت کیا کہ کون عمل بہتر ہے آپ نے فرمایا علم طلب کرنا علم حاصل کرنا اصحاب نے عرض کیا ہم نے تو عمل کے بارہ میں سوال کیا تھا ۔ فرمایا

ان العمل مع العلم کثیر و کثیر العمل مع الجهل قلیل

یقیناً وہ علم جس کے ساتھ عمل بھی ہو کثیر ہے اور وہ کثیر عمل جو بحالت جہل کیا گیا ہو قلیل ہے

(۱۰) تعلم ساعة خیر من عبادة سنة قائم باللیل وصائم بالنهار

ایک ساعت علم کا حاصل کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے جب کہ وہ اس طرح کی گئی ہو کہ رات بھر قیام کیا ہو اور دن بھر روزہ رکھا ہو

(۱۱) العلم ثمرة الایمان و سراج الاسلام

پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ علم ایمان کا میوہ ہے اور دین اسلام کا چراغ ہے۔

(۱۲) فرمایا خیر الدنیا والآخرة مع العلم و شر الدنیا والآخرة مع الجهل

دنیا و آخرت کی فلاح علم میں ہے اور دنیا و آخرت کی خرابی و برائی جہل میں ہے

(۱۳) العلم ودیعة الله فی الارض والعلماء امنائه

علم زمین پر خدا کی امانت ہے اور علماء اس امانت کے امانت دار ہیں۔

منزلت علماء و علم

(۱۴) عظموا العلماء فانکم محتاجون الیهم فی الدنیا والآخرة

مسلمانو! تم علماء کی عظمت و عزت کرو کیونکہ فلاح دنیا و دین میں تم ان کے محتاج ہو۔

(۱۵) فرمایا من احب ان ینظر الی عتقاء الله من النار فلینظر الی العلماء والمتعلمین

جو دوست رکھتا ہے کہ وہ آتش جہنم سے خدا کے آزاد کردہ افراد کو دیکھے پس وہ علماء اور طالب علموں کو دیکھے۔

(۱۶) فرمایا۔ من خدم عالما سبعة ایام فقد خدم الله سبعة ایام وقیل سبعة آلاف اعطاه الله بکل یوم ثواب الف شهید

جس نے کسی عالم کی خدمت سات یوم کر لی تو گویا اس نے خدا کی خدمت سات دن کر لی بعض روایات میں ہے کہ ہزار سال خدا کی خدمت کر لی اور خدا ہر یوم کے معاوضہ میں ہر روز اس کو ہزار شہید کا ثواب عطا کرے گا۔

(۱۷) فرمایا۔ من اکرم عالما او معلما فانما اکرم سبعین نبیا

جس نے کسی عالم کی عزت و تکریم کی یا طالب علم کی تعظیم کی گویا اس نے ستر انبیاء کی تعظیم کی۔

(۱۸) فرمایا۔ فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب

عالم کو عابد پر ایسی برتری حاصل ہے جیسے چاندنی رات میں چاند کو ستاروں پر فضیلت ہوتی ہے۔

(۱۹) فضل العالم علی العابد مائة درجة بین کل درجتین مسیر فرس الجواد المغیر سبعین سنة

عالم کو عابد پر سو درجہ فضیلت و برتری ہے جبکہ ہر درجہ کے درمیان بہترین اسپ تیز رفتار کے ستر سال دوڑنے کی مسافت ہو۔

(۲۰) فرمایا۔ فضل العالم علی العابد کفضلی علی امتی

عالم کو عابد پر وہی برتری ہے جو مجھ کو اپنی امت پر ہے

(۲۱) فرمایا۔ العالم الواحد اکرم عند الله من الف شهید

ایک عالم خدا کے نزدیک ہزار شہیدوں سے زیادہ محترم و مکرم ہے

(۲۲) فرمایا من حقر طالب العلم فقد حقرنی ومن حقرنی فله النار

جس نے طالب علم کو حقیر سمجھا اس نے گویا مجھ کو حقیر سمجھا اور جس نے میری تحقیر کی جہنم کا مستحق ہو گیا۔

(۲۳) فرمایا۔ من حقر طالب علم فهو منافق وملعون فی الدنیا والآخرة

جس نے طالب علم کو حقیر سمجھا یا کیا دنیا و دین میں منافق وملعون ہے۔

(۲۴) فرمایا۔ من اکرم العالم اکرمنی

جس نے عالم کی تکریم کی اس نے میری تعظیم کی

(۲۵) فرمایا۔ علماء امتی مثل انبیاء بنی اسرائیل

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثل ہیں۔

(۲۶) فرمایا۔ ان لطالب العلم شفاعة کشفاعة الانبیاء

طالب علم مثل انبیاء کے گناہگاروں کی شفاعت کرنے کے مجاز ہونگے۔

(۲۷) فرمایا۔ من اذل عالما بغیر حق اذل الله تعالیٰ یوم القیامة علی رؤس الاولین والآخرین۔

جو عالم کو ناحق ذلیل کریگا خدا بروز قیامت اس کو اولین و آخرین کے سامنے ذلیل کرے گا۔

(۲۸) فرمایا۔ الناس اثنان العالم والمتعلم والباقی کالهمج لا خیر فیهم

انسان تو صرف دو قسم کے ہیں عالم یا طالب علم اور باقی لوگ خرمگس کے مثل ہیں جن میں کوئی نیکی نہیں ہے۔

(۲۹) فرمایا۔ مداد العلماء خیر من دماء الشهداء

عالموں کی روشنائی شہداء کے خون سے زیادہ برتر ہے۔

(۳۰) فرمایا۔ علیکم بعمل الرجال قیل ماذا یا رسول الله قال تعلم العلم وصحبة العلماء

مسلمانوں سے فرمایا کہ تم کو مردوں کے کام کرنا لازم ہیں عرض کیا اے خدا کے رسول وہ کام کیا ہیں۔ فرمایا کہ علم حاصل کرنا اور صحبت علماء میں بیٹھنا

(۳۱) فرمایا۔ العالم کالذهب والمتعلم کالفضة وما دونهما کالرصاص

عالم مثل زر سرخ ہے اور طالب زر سفید ہے اور ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ سیسہ ہیں۔

(۳۲) فرمایا۔ العالم بلا عمل کالشجر بلا ثمر

بے عمل عالم کی مثال بے ثمر درخت کی ہے۔

(۳۳) فرمایا۔ من سئل علما یعلمه فکتمه الجم بلجام من النار

جس سے علم کا سوال کیا جائے اور وہ عالم چھپائے تو خدا اس کو نار جہنم کی لگام لگائیگا۔

جواھر پارے

متفرقات

فضائل وصفات پیمبر اسلام

(۱) ایک دن علی ابن ابی طالب نے پیمبر اسلام سے آپ کے طریقہ واحوال کے بارہ میں سوال کیا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا۔

طریقہ رسول

(۱) المعرفۃ راس مالی (۲) والعقل اصل دینی (۳) والحب اساسی (۴) والشوق مرکبی (۵) وذکر اللہ انیسی (۶) والثقۃ کنزی (۷) والحزن رفیقی (۸) والعلم سلاحی (۹) والصبر ردائی (۱۰) والرضا غنیمتی (۱۱) والفقر فخری (۱۲) والزھد حرفتی (۱۳) والیقین قوتی (۱۴) والصدق شفیعی (۱۵) والطاعۃ حسبی (۱۶) والجھاد خلقی (۱۷) وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ (۱۸) والثمرۃ فوادی فی الذکر (۱۹) وغمی لاجل امتی والشوق الی ربی (مدارج النبوۃ)

(۲) ام المومنین عائشہ کا بیان ہے کہ شب نیمہ شعبان پیمبر اسلام میرے حجرہ سے غائب ہو گئے بہت تلاش کیا تو میں نے دیکھا کہ دوسرے حجرہ میں پیمبر اسلام زمین پر سربسجود ہیں اور مثل جامہ بر زمین افتادہ زمین پر پڑے ہیں اور درگاہ خداوندی میں یوں مخاطب ہیں۔ (مدارج)

علی یا عظیم ترجی لکل عظیم اغفر الذنوب العظیم سجد وجھی الذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ آپ نے سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور فرمایا

اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بعفوک من عقابک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اقول کما قال اخی داؤد واغفر وجھی فی التراب لسیدی وحق لہ ان یسجد۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا۔

اللھم ارزقنی قلبا نقیا من الشرک نقیا لا فاجرا ولا شقیا۔

زیارت قبور

پیمبر اسلام جب مقابر مومنین کی جانب سے گزرتے تھے تو آپ اہل قبور سے بایں الفاظ مخاطب فرماتے تھے۔

السلام علیک اھل الدیار المومنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اور کبھی بایں الفاظ اہل قبور کو مخاطب فرماتے تھے۔

السلام علیکم یا اهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر ۔

پیمبر اسلام کی فضیلت بنی نوع انسان پر

پیمبر اسلام روزہ کو دوسرے روزہ سے متصل فرمالیتے تھے اور اصحاب کو صوم وصال سے منع فرماتے تھے ۔

لست کاحد کم ۔ایکم مثلی ۔انی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی

میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں ۔ تم میں کون میرے مثل ہوسکتا ہے ۔ میں تو خدا کے قریب میں شب گزارتا ہوں وہ مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ۔

بہترین خصائل

قال خصلتان لیس فوقہما من البر شئی الایمان بالله ۔ والنفع لعباد الله ۔ وخصلتان لیس فوقہما من الشر شئی الشرک بالله والضر لعباد الله ۔

ان دو خصائل سے بہتر کوئی خصلت نہیں ہے ۔ خدا پر ایمان لانا ۔ بندگان خدا کو فائدہ پہنچانا ۔ اور بدترین خصائل یہ دو ہیں ۔ خدا کا شریک قرار دینا اور بندگان خدا کو ضرر پہنچانا ۔

اوصاف رسول

قال ۔اوصانی ربی تسع اوصانی بالاخلاص فی السر والعلانیۃ والعدل فی الرضا والغضب والقصد فی الفقر والغنی وان اعفو عمن ظلمنی واعطی من حرمنی واصل من قطعنی وان یکون صمتی فکراً ومنطقی ذکراً ونظری عبراً ۔

پیمبر اسلام نے فرمایا ۔ خدا نے مجھ کو نو چیزوں کے بارہ میں وصیت کی ہے ۔ عمل میں اخلاص ہو ظاہر و باطن ہر دو حالت میں ۔ بوقت غضب و رضا عدالت ہو ۔ امارت و افلاس میں عدالت کے مطابق کام کرنا ۔ اور یہ کہ میں معاف کر دوں اس کو جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے ۔ اور عطا کروں اس کو جس نے مجھ کو محروم کیا ہے ۔ خاموشی ہو تو صنایع الٰہی اور اسی میں تفکر کروں ۔ گفتگو ہو تو ذکر الٰہی ہو اور نظر کروں تو عبرت پذیری ہو ۔

ناسخ التواریخ جلد اول صـ ۵۸۴

(۷) قال رسول الله ۔ انا اهل بیت لا تحل لنا الصدقۃ ۔ ہم اہل بیت ہیں ہم پر صدقہ حرام ہے

(۸) قال انا اکل کما تاکل العبید واجلس کما تجلس العبید ۔ فرمایا کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے یعنی انتہائی انکسار میرا شعار ہے ۔

ناسخ التواریخ جلد اول ص ۵۸۴

(۵) ناسخ التواریخ جلد اول صہ ۲۶،

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ مجھ کو دربار الٰہی سے خطاب ہوا ہے۔
یا احمد هل تدری ای عیش اهنئ و ای حیاۃ ابقیٰ۔ خدائے ذوالجلال نے فرمایا کہ اے احمد تم جانتے ہو کہ کونسی طرز زندگی زیادہ خوشگوار ہے اور کونسی زندگی زیادہ پائیدار اور باقی ہے؟ رسول خدا نے درگاہ خداوندی میں عرض کیا پروردگارا! تو بہتر جانتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہوا۔

(۱) قال الله اما العیش الهنیٔ فهو الذی لا یفتر صاحبه عن ذکری ولا ینسیٰ نعمتی ولا یجهل حقی یطلب رضائی لیله ونهاره

وہ طریقہ عیش بہتر ہے اور خوشگوار ہے کہ انسان میرے ذکر اور میری یاد سے دور نہ ہو۔ میری نعمات کو فراموش نہ کرے۔ وہ میرے حقوق کو نہ بھلائے انسان اپنی زندگی کے لیل و نہار میں میری رضا کا طالب رہے۔

واما الحیات الباقیة فهی التی یعمل لنفسه حتی تهون علیه الدنیا وتصغر فی عینه وتعظم الآخرۃ عنده ویؤثر هوائی علی هواه ویبتغی مرضاتی ویعظم حق عظمتی ویذکر علمی به ویراقبنی باللیل والنهار عند کل سیئة و معصیة وینقی قلبه عن کل ما اکره ویبغض الشیطان ووساوسه ولا یجعل لابلیس علی قلبه سلطانا وسبیلا فاذا فعل ذالک اسکنت قلبه حتی اجعل قلبه لی وفراغه واشتغاله وهمه وحدیثه من النعمة التی انعمت بها علی اهل محبتی من خلقی

ترجمہ لیکن حیات باقیہ وہ ہے کہ انسان ایسے اعمال بجا لاتا رہے کہ دنیا اس کی نظروں میں ذلیل و حقیر ہو جائے اور آخرت اس کے نزدیک اعظم و عزیز تر ہو جائے اور انسان میری رضا کو اپنی خواہش پر ترجیح دے اور میری رضا کا طالب رہے اور میرے حق عظمت کو عظیم سمجھے اور میرے علم کو اس کے متعلق یاد رکھے اور ہر شبانہ روز ہر گناہ و برائی کے وقت مجھ کو ناظر و حاضر سمجھ کر میرا نگراں رہنے اور اپنے قلب کو ہر اس فعل مکروہ سے صاف رکھے جس کو میں پسند نہیں کرتا ہوں اور شیطان اور اس کے وسواس کو دشمن رکھے اور کسی وقت بھی اپنے قلب پر شیطان کو غالب نہ ہونے دے اور اس کو راستہ نہ دے جب انسان ایسا کرتا ہے تو ایسے انسان کا قلب میرا مسکن بن جاتا ہے میں اس قلب میں رہتا ہوں حتیٰ کہ اس قلب کو

وافتح عين قلبه وسمعه حتّى
يسمع به قلبه وينظر بقلبه الى جلالي
وعظمتي واضيّق عليه الدنيا وابغض
اليه مافيها من اللذّات واحذره
من الدنيا ومافيها كما تحذر الراعي
على غنمه مواقع الهلكة فاذا كان
هكذا الفر من الناس فرارًا وينقل
من دار الفناء الى دار البقاء و
من دار الشيطان الى دار الرحمن
يا احمد - ولازيننّه بالهيبة
والعظمة فهذا هو العيش الهنيّ
والحيٰوة الباقية وهذا مقام
الراضين فمن عمل برضائي
الزمه ثلاث خصال اعرفه
شكرًا لا يخالطه الجهل و
ذكرًا لا يخالطه النسيان
ومحبّة لا يؤثر على محبّتي
محبّة المخلوقين واحبّني
احببته وافتح عين قلبه
الى جلالي ولا اخفي عليه
خاصة خلقي واناجيه في ظلم الليل
ونور النهار حتّى ينقطع حديثه
مع المخلوقين ومجالسته معهم
واسمعه كلامي وكلام ملائكتي و
اعرّفه السرّ الذي سترته عن

میں اپنا خاص بنا لیتا ہوں اور اس کی فراغت اور
اشتغال اور ارادہ و گفتگو کو اپنی ان نعمات کے لئے
مخصوص کر لیتا ہوں جو میں نے اپنی مخلوق میں سے
اپنے اہل محبت کے لئے مخصوص کی ہیں اور
میں اس کے دل و گوش کی آنکھوں کو کھول دیتا
ہوں حتّٰی کہ وہ اپنے قلب کے ذریعہ سنتا
ہے اور دیکھتا ہے میری عظمت اور جلال کو۔
میں اس پر دنیا کو تنگ کر دیتا ہوں اور دنیا اور
اس کی لذت کو مبغوض بنا دیتا ہوں۔ اور اس کو
دنیا و مافیہا سے علیحدہ رکھتا ہوں جیسے کہ تم پاتے
ہو کہ گوسفند کے گلہ کا نگہبان اپنے گلہ کو مواقع
ہلاکت سے بچاتا ہے
جب بندہ ایسا ہو جاتا ہے تو وہ بندہ اہل
دنیا سے دور ہو جاتا ہے اور دار فنا سے دار بقا کی
طرف اور دار شیطان سے دار رحمٰن کی طرف
تیز قدم جاتا ہے۔
اے احمد! میں ایسے انسان کو عظمت اور
ہیبت سے مزین کرتا ہوں۔ پس یہ ہے عیش
خوشگوار اور حیات باقیہ اور مقام ہے راضین
کا۔ اور جو میری رضا پر راضی ہو گیا اس کو میں
تین خصلتوں سے مشرف کرتا ہوں۔
اول شکر کہ وہ اس میں جہل اور انکار کو دخل
نہیں دیتا۔ دوم ذکر کہ اس میں نسیان کا دخل نہیں
ہوتا۔ اور محبت کہ اس میں مخلوق کی محبت شامل
نہیں ہوتی۔ وہ مجھ کو محبوب رکھتا ہے اور میں

خلقي والبسهُ حتى تستحيي منه الخلق
كلهم ويمشي على الارض مغفوراً له
واجعل قلبه واعياً وبصيراً ولا
اخفي عليه شيئاً من جنة ولا نار
واعرّفه ما يمرّ على الناس
في القيامة من الهول والشدة وما
احاسب به الاغنياء والفقراء
والجهال والعلماء وانوّمه في
قبره وانزل عليه منكراً نكيراً
حتى يسئلاه ولا يرى غمّ الموت
وظلمة القبر واللحد وهول المطلع
ثم انصب ميزانه وانشر
ديوانه ثم اضع كتابه في يمينه
فيقرؤه منشوراً ثم لا اجعل
بيني وبينه ترجماناً فهذه صفات
المحبين ۔

اس کو محبوب رکھتا ہوں۔ میں اس کے چشم ہائے
قلب کو کھول دیتا ہوں کہ میرے جلال کو دیکھ سکتا
ہے اور اس پر میری مخلوق کے راستے کھل جاتے
ہیں۔ میں تاریکی ہائے شب اور روشنی روز
میں رازداری کے کلام کرتا ہوں حتیٰ کہ اس کا کلام
مخلوق سے منقطع ہو جاتا ہے اور وہ اہل دنیا کے
ساتھ اس کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں میں
اس کو اپنا کلام اور ملائک کا کلام سناتا ہوں اور اس کو
تمام رازہائے سربستہ سے آگاہ کر دیتا ہوں اور اس کو
ایسی عظمت عطا کرتا ہوں کہ مخلوق اس کو عظیم سمجھے
وہ زمین پر چلتا ہے مگر وہ مغفور ہوتا ہے۔ اس کے دل کو
بینا بنا دیتا ہوں اور اس پر دوزخ اور جنت کی ہر
چیز کو واضح کر دیتا ہوں اور اس کو ہول قیامت و
شدت محاسبہ اغنیاء و فقراء عالم و جاہل سے آگاہ
کر دیتا ہوں اور اس کو قبر میں جائے سکون دیتا ہوں
اور منکر نکیر اس پر نازل کرتا ہوں تاکہ اس سے سوال
کریں وہ نہیں دیکھتا موت کے غم کو ظلمت قبر لحد و ہول خول قبر کو پھر نصب کرتا ہوں اس کے لئے
میزان کو اور اس کے اعمالنامہ کو پھیلا دیتا ہوں پھر اس کا نامہ اعمال اسکے دست راست میں
دیتا ہوں اور میں مقرر نہیں کرتا اس کے اور اپنے درمیان میں کوئی ترجمان۔ یہ ہیں صفات محبین
(ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم ص ۲۲۶)

خاندان و دودمان نبوی

انسان کے حقیقی کمالات اس کے علم و فضائل مکارم اخلاق میں مضمر ہیں۔ لیکن انسانی کمال کے لئے اس کی خاندانی شرافت بھی جزو معظم ہے۔ پیمبر اسلام عہدۂ نبوت و رسالت پر منجانب اللہ فائز تھے اور تمام انبیاء سابق پر ہر طریقہ سے فضیلت رکھتے تھے۔ آپ خاتم النبیین و ختم المرسلین تھے۔ آپ کی تعلیمات بنی نوع انسان کے لئے تا قیام قیامت کافی ہیں۔

پیمبر اسلام نے یہ دعوٰے کیا کہ آپ خدا کے آخری پیمبر ہیں اور آپ ان تمام کمالات انسانیہ کے حامل ہیں جن کی ضرورت بنی نوع انسان کو ازمنہ مستقبل میں ہوتی رہے گی۔ آپ کی زندگی میں بہترین دستور العمل موجود ہے پیمبر اسلام کا یہ دعوٰے حقیقی معنی میں صحیح ہوا کیونکہ چودہ صدیاں گزر گئیں مگر خدا نے محمد کے بعد کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا حالانکہ ازمنہ سالقہ میں مسلسل انبیاء و رسل مبعوث ہوتے رہتے تھے۔ تمام مذاہب کی تاریخ شاہد ہے کہ بعد بعثت خاتم الانبیاء کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ اور اہل دنیا سائنس اور علوم جدید میں جتنی ترقی زیادہ کرتے چلے جا رہے ہیں اسی قدر ان کی ذہنی و عقلی استعداد ان کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ اصول اسلام کو قبول کریں اور دین اور دنیا کی فلاح کو حاصل کریں۔

پیمبر اسلام کے کمالات ذاتی کو صفحات سالقہ میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اس باب میں آپ کے خاندانی حالات اور شرافت حسب و نسب کو بیان کیا جاتا ہے اور بحیثیت انسان کامل کے آپ کا تعارف کرایا جاتا ہے۔

حیات القلوب جلد ۲ (نصر المومنین (مفتی سید محمد عباس الموسوی)

شجرہ خاندان پیمبر اسلام

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصیّ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ملقب بہ "قریش" بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن اُدد بن الیسع بن الہمیسع بن نخشم بن منحر بن صابوح بن الہمیسع بن نَبَت بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ بن شروع بن ارغو بن غابر بن ارفخشد بن متوشلخ بن سام بن نوح بن ملک بن اخنوخ بن مہلائیل بن باذر یا ماردیا یارد بن قینان بن ارد بن انوش بن شیث بن آدم۔

توضیح ارغو حضرت ہود کا نام تھا اور اخنوخ حضرت ادریس پیمبر کا نام تھا۔ عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد تھا۔ ہاشم کا نام عمرو تھا اور عبد مناف کا نام مغیرہ تھا اور قصی کا نام زید اور مجمع تھا۔ قریش کا نام نضر تھا

حیات القلوب جلد ۲

(۲) حیات محمدؐ مصنفہ محمد حسین ہیکل ص۱۰۶ مطبوعہ قاہرہ مصر

- قصی — ولادت سنہ ۴۰۰ء
  - عبد الدار
  - عبد مناف — ولادت سنہ ۴۳۰ء
    - عبد شمس
      - امیہ
        - حرب
          - ابوسفیان
            - معاویہ
              - یزید
    - نوفل
    - ہاشم — ولادت سنہ ۴۶۴ء
      - شیبہ یا عبدالمطلب ولادت سنہ ۴۹۷ء
        - الحارث
        - ابوطالب
          - جعفر
          - علیؑ
            - حسنؑ
            - حسینؑ
          - عقیل
            - مسلم
        - ابولہب
        - عبداللہ — ولادت سنہ ۵۴۵ء
          - محمدؐ — ولادت سنہ ۵۷۰ء
            - فاطمہؑ
        - العباس
        - حمزہ
    - المطلب
  - عبد العزیٰ
    - اسد
      - خویلد
        - خدیجہ
        - العوام
          - زبیر
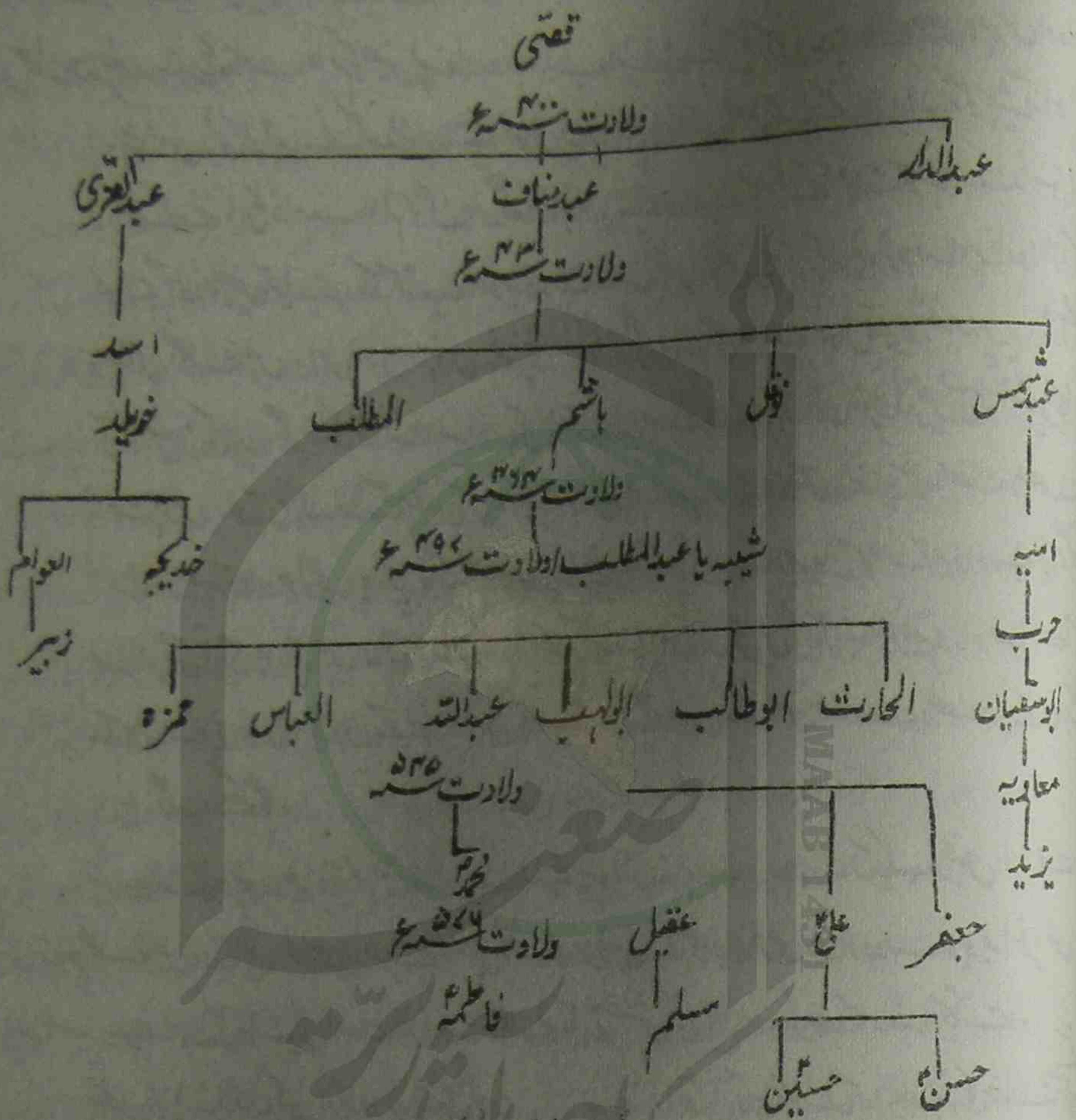
(۳) فہر کا لقب قریش تھا۔ قریش دس خاندان پر منقسم ہو گئے تھے۔ ۱ ہاشم ۲ امیہ ۳ نوفل ۴ عبد اللہ ۵ اسد ۶ تیم ۷ مخزوم ۸ عدی ۹ جمع ۱۰ السہم

پیغمبر اسلام کے آباؤ اجداد حضرت آدم سے حضرت عبداللہ تک سب کے سب موحد تھے اور ان میں سلسلۂ نبوت و رسالت جاری تھا۔ ان میں سے کسی نے کبھی اصنام پرستی نہیں کی اور ان کی نسل طاہر و طیب رہی۔ عہد جاہلیت کی ناپاکیوں۔ نجاستوں سے ہمیشہ محفوظ رہے اور ان کی طہارت نسل و خاندان اور انکی خدا پرستی و عبادت نے ان کو عہدہ ولایت، نبوت یا رسالت کا مستحق ٹھہرایا۔ اور خدائے قدیر نے ان افراد کو اپنی توحید کی تبلیغ کا ذریعہ قرار دیا اور ان کو اپنی وحی کا امانت دار بنایا کتب سماوی توریت۔ زبور۔ انجیل و قرآن و صحف انبیاء طہارت نسل محمدؐ پر شاہد و گواہ ہیں۔ افراد نسل محمدؐ ہمیشہ اعلےٰ اخلاق کا نمونہ اور ابنائے زمانہ کے لئے نمونہ ہدایت بن کر دنیا میں زندہ رہے

مندرجہ ذیل صفحات میں مختصراً آباؤ اجداد پیغمبر اسلام کے حالات کو درج کیا جاتا ہے تاکہ ان کے علو نفس وتزکیۂ نفس اعلیٰ اخلاق وعادات وعبادات خالق یکتا کا اظہار ہو سکے۔

جملہ معترضہ تاریخ مذاہب عالم کو عیش پسند اور دنیا طلب انسانوں نے مسخ کر دیا ہے اور اپنی حرص وہوس اور اپنے فسق وفجور کو چھپانے کے لئے اور اپنے افعال غیر انسانی کی تائید حاصل کرنے کے لئے اور اپنے کو بے آزاد رکھنے کے لئے تاریخ مذاہب عالم کو گندہ اور گھناؤنا بنا دیا ہے اور صرف تاریخ کے صفحات کو نجاست فسق وفجور سے آلودہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ کتب سماویہ توریت۔ زبور۔ انجیل کو بھی مسخ کر کے انبیاء واوصیاء پر ناروا الزام وبہتان لگائے ہیں اور اس طرح انہوں نے اپنی نسلی گندگی اور ناپاکی اور اپنے افعال قبیحہ اور شنیعہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہیں۔ مگر خدا کی طاقت انسانوں کی طاقت سے بہت بالا ہے لہذا ان افراد ملعونین کی کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ اور آج تک خدا کے معیّن کردہ انبیاء۔ اصفیاء۔ اوصیاء۔ اولیاء کا کردار خدا پرستی عفت وعصمت ثابت وقائم رہی اور جو لوگ چاند پر خاک ڈالنا چاہتے تھے وہ خاک انہیں کے چہروں کو غبار آلود اور بے نور کر گئی صدیاں گزرتی چلی جا رہی ہیں اور قیامت تک نہ معلوم کتنی صدیاں اور گذریں گی مگر انبیاء کرام اور اوصیاء عظام کے کارنامے بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ بنے رہیں گے اور ان کے دامن عصمت وعفت پر کوئی بدنما داغ نہ لگ سکے گا۔

یہود ونصاریٰ ومنود وغیرہ قدیم اہل مذاہب نے اپنے پیشوایان مذہب پر نہایت رکیک ونجس الزامات واتہام لگائے ہیں اور قابل افسوس یہ امر ہے کہ بعض اسلامی مورخین نے بھی بوجہ حرص مال ودولت وبوجہ اغراض سیاسیہ اپنے رسول کی ذات پر بھی ایسے الزامات لگانے کی کوشش کی ہے۔ مگر خدا کا وعدہ سچا ہے۔

نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۔ ہم نے ذکر (محمدؐ یا قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

توریت تکوین باب ۱۹ ورس ۳۰-۳۸

ہفوات مذاہب کا نمونہ

حضرت لوطؑ پر بہتان

نزول عذاب کے بعد حضرت لوط اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ شہر صغر میں آئے اور ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہو گیا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو عام جہان کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے آؤ ہم اپنے باپ کو شراب پلائیں اور اس سے ہم بستر ہوں تاکہ اپنے باپ کی نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اس رات کو اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی پر اس نے (لوط نے) اٹھتے وقت اور اٹھتے وقت اسے (لڑکی کو) نہ پہچانا اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات میں اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی تو آج رات کو بھی ہم اسے مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم بستر ہو تاکہ ہم اپنے

باپ کی نسل قائم رکھیں۔ سو اس رات کو بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی اٹھ کر ہم بستر ہوئی اور اس نے (لوط نے) اسے لیٹتے اور اٹھتے وقت نہ پہچانا سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔ بڑی ایک بیٹا جنی اور اس کا نام موآب رکھا گیا۔ وہ موآبیوں کا جو اب تک ہیں باپ ہوا اور چھوٹی بھی ایک بیٹا جنی اس کا نام بن عمی رکھا گیا وہ بنی عمون کا جو اب تک ہیں باپ ہوا“۔

(تکوین توریت)

(۲) سیموئیل کی کتاب درس ۲، ۲۷ صفحہ ۳۲۶ مطبوعہ لاہور از کتاب اسوۃ الرسول جلد اول صفحہ ۲۲۸

حضرت داؤد پر بہتان

ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے بچھونے پر سے اٹھا اور بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے انہوں نے کہا وہ الِعام کی بیٹی بنت سبع حتی سے اوریا کی جورو نہیں اور داؤد نے آدمی بھیج کر اس عورت کو بلا لیا۔ چنانچہ وہ داؤد کے پاس آئی اور وہ اس سے ہم بستر ہوا۔ کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی اور وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔ تب داؤد نے یوآب کو لکھ بھیجا کہ اوریاہ حتی کو میرے پاس بھیج دے سو یوآب نے اوریاہ کو داؤد کے پاس بھیج دیا اور جب اوریاہ آیا تو داؤد نے اس سے پوچھا کہ یوآب کیسا ہے اور لوگوں کا حال کیسا ہے اور جنگ کے کام کیسے انجام ہوتے ہیں۔ پھر داؤد نے کہا کہ اپنے گھر جا اور اپنے پاؤں دھو۔ اوریاہ جو بادشاہ کے محل سے باہر نکلا تو بادشاہ کی طرف سے اس کے پیچھے پیچھے ایک خوان بھیجا گیا۔ اور اوریاہ بادشاہ کے گھر کے آستانہ پر اپنے خداوند کے سب خادموں کے ساتھ سو رہا اور اپنے گھر نہ گیا۔ اور جب داؤد نے اوریا کو کہا کہ کیا تو سفر سے گھر نہیں آیا۔ پس تو اپنے گھر کیوں نہ گیا۔ تب اوریا نے داؤد سے کہا کہ صندوق اور اسرائیل اور یہود خیموں میں رہتے ہیں اور میرا خداوند یوآب اور میرے خداوند کے خادم کھلے میدان میں پڑے ہوئے ہیں پس کیونکر اپنے گھر جاؤں اور کھاؤں پیوں اور اپنی جورو کے ساتھ سو رہوں۔ تیری حیات اور تیری جان کی قسم میں یہ کبھی نہ کروں گا۔ صبح کو داؤد نے یوآب کے لئے ایک خط لکھا اور اوریاہ کے ہاتھ میں اسے دے کے بھیجا۔ اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریا کو سخت لڑائی کے وقت اگاڑی کیجیو اور اس کے پاس سے پھر جائیو کہ وہ مارا جائے اور جان بحق ہو اور ایسا ہوا۔ یوآب جو اس شہر کے گرداگرد کی حالت دیکھ گیا تو اس نے اوریا کو ایسے مقام پر جہاں اس نے جانا کہ جنگی لوگ وہاں ہیں مقرر کیا۔ اس شہر کے لوگ نکلے اور یوآب سے لڑے اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور حتی اوریا مارے گئے اور اوریا کی جورو

اپنے شوہر اوریاہ کا ماتم کر سوگ میں بیٹھی اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے اپنے گھر بلا لیا اور وہ اس کی جورو بنی اور اس کے لئے بیٹا جنی۔ پر وہ کام جو داؤد نے کیا تھا خداوند کی نظر میں برا معلوم ہوا۔ (سیموئیل کی کتاب مطبوعہ لاہور)

(۳) غزل الغزلات سلیمان باب ۵ درس ۵ - ۹ باب ۷۔ درس ۱ - ۹

حضرت سلیمان پر اتہامات

حضرت سلیمان کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے تھے اے میری جانی تو شکیل ہے۔ دیکھ تو خوبصورت ہے۔ ترے رخسار تری چادر کے پیچھے آدھے انار کے مانند ہیں۔ تیری چھاتیاں آہو کے دو بچوں کے مانند ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ اے مری بوا مری زوجہ۔ تو نے میرا دل غارت کیا۔ اے میری بہن۔ میری زوجہ۔ تیرا عشق کیا خوب ہے۔ تیری محبت مے سے کتنی زیادہ لذیذ ہے۔ اے میری زوجہ شہد و شیر تیری زبان کے تلے ہیں۔ اے مری بوا۔ اے مری زوجہ تو ایک مقفل باغیچہ اور بند کیا ہوا ایک پانی کا سوتا ہے۔

(ب) اے میری جانی تو ترضہ کے مانند خوبصورت ہے ....

میرے ساتھ بیگمیں اور اسی حرمیں (لونڈیاں) اور بیشمار (کنواریاں ہیں) پر میری پاک و پاکیزہ کبوتری بے نظیر ہے۔

(ت) اے میری شہزادی ترے قدم کیا ہی (جوتے) پہنے ہوتے پاؤں کیا خوب معلوم ہوتے ہیں ترے کولھوں کی گولائی جواہر کی لڑی کے مانند ہے۔ تیری ناف گول پیالہ ہے۔ تیرا پیٹ گیہوں کی ڈھیری کے مانند ہے۔ تیری دونوں چھاتیاں دو آہو بروں کے مانند ہیں۔ تری گردن ہاتھی دانت کا برج ہے۔ تری ناک لبنان کی برج کی مثال ہے۔

اے محبوبہ تو کیسی جمیلہ ہے عیش کے لئے تو کیسی جانفزا ہے۔ تری قامت تاڑ کی مثال ہے۔ تری چھاتیاں انگور کے گچھوں کی مانند ہیں میں نے کہا میں اس تاڑ پر چڑھوں گا اور اس کی شاخوں کو تھام رکھوں گا۔ فی الحال تری دونوں چھاتیاں انگور کے گچھوں کے مانند ہوں اور ترے نتھنوں کا رائحہ سیب کے ایسا ہو اور تیرا تالو اس کے مانند ہو جو بہتر سے بہتر ہو۔

(غزل الغزلات سلیمان باب ۵ درس ۵)

(۴) حزقیل نبی کی کتاب باب ۲۳۔ جناب حزقیل فرماتے ہیں۔

خدا کی مدخولہ عورتیں

خداوند کا کلام مجھے پہنچا اس نے کہا کہ اے آدم زاد دو عورتیں تھیں جو ایک ہی

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھیں انہوں نے مصر میں زناکاری کی ....
ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن کا نام اہولیبہ تھا۔ اور وہ میری جورواں ہوئیں اور بیٹے بیٹیاں جنیں ان کے نام اہولہ سمرون اور اہولیبہ یروشلم ہوتے۔

اہولہ جن دنوں میری تھی چھنالا کرنے لگی اور اپنے یاروں پر یعنی اسوریوں پر جو ہمسایہ تھے عاشق ہو گئی کہ وہ سردار لشکر اور حاکمان ملک تھے۔ اور سب کے سب دلپسند اور جوانمرد سوار تھے جو گھوڑوں پر سوار تھے جو اسور کے برگزیدہ مرد تھے چھنالا کیا اور وہ ان سب کے ساتھ جن سے وہ عشقبازی کرتی تھی اور ان کے سارے بتوں سے ناپاک ہوئی۔ اس نے پر اس زناکاری کو جو اس نے مصر میں کی تھی نہ چھوڑا۔ کیونکہ انہوں نے اس کی جوانی میں اس کے ساتھ خلوت کی تھی۔ انہوں نے اس کے بکر کے پستانوں کو ملا تھا۔ اور اپنی زنا اس پر انڈیلی تھی۔ اس لئے میں نے اس کو اس کے یاروں کے ہاتھ میں۔ ہاں اسوریوں کے ہاتھ میں جن پر وہ مرتی تھی کر دیا۔ انہوں نے اس کو بے ستر کیا اس کے بیٹے اور بیٹیوں کو چھین لیا اور اسے تلوار سے مار ڈالا۔ سو وہ عورتوں کے درمیان رسوا ہوئی کیونکہ انہوں نے اسے عدالت سے سزا دی۔ اس کی بہن اہولیبہ نے یہ سب کچھ دیکھا پر وہ شہوت پرستی میں اس سے بدتر ہوئی اور اس نے اپنی بہن کی زناکاری سے زیادہ زناکاری کی .... (بدترین حالات ناقابل تحریر اور فحش بیان کئے گئے ہیں لہٰذا ان کو ترک کیا جاتا ہے جو مطالعہ کرنا چاہیں وہ خود حوالہ مذکورہ دیکھ لیں) ....

داؤد کے صاحبزادے امنون پر اتہام کرنا

(۵) سموئیل نبی کی کتاب ۲ باب ۱۳ درس ا مطبوعہ لاہور۔

داؤد کے بیٹے ابی سلوم کی ایک خوبصورت بہن تھی جس کا نام تمر تھا اس پر داؤد کا بیٹا امنون عاشق ہوا۔ امنون ایسا بے چین ہوا کہ اپنی بہن تمر کے لئے بیمار پڑا کیونکہ وہ کنواری تھی۔ سو امنون سے اس سے کچھ کرنا اپنے لئے دشوار جانا۔ اور داؤد کا بھائی سمعہ کا بیٹا یوندب امنون کا دوست تھا۔ یہ یوندب بڑا عاقل شخص تھا سو اس نے کہا کہ تو بادشاہ کا بیٹا ہو کے کیوں دن بدن دبلا ہوا چلا جاتا ہے۔ تب امنون نے اس سے کہا کہ میں اپنے بھائی ابوسلوم کی بہن تمر پر عاشق ہوں۔ سو یوندب نے اس سے کہا کہ تو بستر پر پڑا رہ اور اپنے تئیں بیمار بنا۔ اور جب تیرا باپ تیرے دیکھنے کو آئے تو اس سے کہیو کہ میری بہن تمر کو پروانگی دیجئے کہ آئے اور مجھے کھلائے اور میرے سامنے کھانا پکائے تاکہ میں دیکھوں اور اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ تب امنون پڑا رہا اور اپنے تئیں بیمار بنایا اور جب بادشاہ اس کو دیکھنے آیا تو امنون نے بادشاہ سے کہا کہ میری بہن تمر کو آنے دیجئے

کہ وہ میرے سامنے دو ایک روٹیاں پکائے تاکہ میں اس کے ہاتھ سے کھاؤں سو داؤد نے تمر کے گھر کہلا بھیجا کہ تو ابھی اپنے بھائی امنون کے گھر جا اور اس کے لئے کھانا پکا۔ سو تمر اپنے بھائی امنون کے گھر گئی اور وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے آٹا لیا۔ گوندھا اور اس کے سامنے پھلکے پکائے اور ان کو لیکے ایک قاب میں دھرا اور اس کے سامنے رکھدیا پر اس نے کھانے سے انکار کیا تب امنون نے کہا سب مرد میرے پاس سے باہر نکل جائیں سو ہر ایک اس کے پاس سے اٹھ گیا۔ تب امنون نے تمر سے کہا کہ کھانا کوٹھری کے اندر لاؤ کہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں گا۔ تب تمر نے وہ پھلکے جو اپنے ہاتھ سے پکائے تھے۔ لئے اور کوٹھری میں اپنے بھائی امنون کے پاس آئی اور جب وہ کھانا اس کے سامنے لائی کہ اسے کھلائے تو اس نے اسے پکڑا اور اس نے کہا میری میری بہنا آ مجھ سے ہم بستر ہو۔ وہ بولی نہیں بھیا مجھے رسوا نہ کر کہ اسرائیل میں ایسا کام کرنا اچھا نہیں ہے۔ سو تو ایسی احمقی مت کر۔ اور میں کیا کروں گی کہ میری رسوائی دفع ہو۔ اور تو اسرائیل کے احمقوں میں سے ایک کے مانند ہو گا۔ پس آپ بادشاہ سے کہئے وہ مجھے تم سے منع نہ کرے گا لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی کہ وہ اس سے زور آور تھا۔ سو اس سے زبردستی کی اور ہم بستر ہوا۔ (سموئیل نبی کی کتاب)

(۶) توریت فصل بست و نہم سفر خلیقہ نقل از کتاب نصر المومنین مفتی سید محمد عباس صاحب موسوی

ثم قال لابان لیعقوب ... ... واذلك اسمته یهوذا الخ

ترجمہ عبارت عربی۔ لابان نے حضرت یعقوب سے کہا کہ میرے گوشت اور استخوان کی برابر ہو۔ یعقوب لابان کے گھر ایک ماہ تک رہے۔ لابان نے یعقوب سے پوچھا کہ تم میری خدمت بے اجرت کیے کرتے ہو۔ میں تم کو اجیر کیوں نہ بناؤں۔ کہو تمہاری اجرت کیا ہو گی۔ لابان کی دو لڑکیاں تھیں۔ بڑی کا نام لیا اور چھوٹی کا نام راحیل تھا۔ لیا کی آنکھیں اور چہرہ حسین تھا۔ اگرچہ راحیل خوشرو اور خوش منظر تھی۔ پس یعقوب راحیل پر عاشق ہو گئے اور لابان سے کہا کہ میں سات سال تک تمہاری لڑکی راحیل کے لئے تمہاری خدمت کروں گا۔ لابان نے کہا کہ میں اپنی لڑکی تم کو دوں گا۔ اس سے بہتر ہے کہ میں کسی دوسرے کو دوں۔ پس یعقوب نے سات سال تک تمنائے راحیل میں لابان کی خدمت کی۔ یعقوب کو راحیل سے اس قدر عشق و محبت تھی کہ وہ طویل زمانہ جلد گزر گیا۔ یعقوب نے لابان سے کہا کہ اب میری عورت مجھ کو دی جائے تاکہ معاہدہ کامل ہو جائے اور میں اس سے وصال حاصل کروں۔ لابان نے جلسہ طلب کیا اور بوقت شب اپنی لڑکی لیا کو یعقوب کے ساتھ بیاہ دیا۔ یعقوب ہم بستر ہوئے۔ لابان نے لیا کو ایک کنیز موسوم زلفا بھی دی تھی تاکہ خدمت کرتی رہے۔ جب صبح ہوئی تو یعقوب نے دیکھا کہ بجائے راحیل کے لیا سے ہم بستر ہوئے ہیں پس

یعقوب نے لابان سے کہا کہ میں نے تمہاری خدمت گزاری میں اپنی ہڈیوں کو اس لئے گلایا تھا کہ راحیل مجھ کو نصیب ہو۔ تم نے مجھ کو شک و شبہ میں مبتلا کر دیا۔ اور مجھ کو دھوکہ دیا۔ لابان نے کہا کہ ہمارے ملک کا یہی رواج ہے کہ پہلے بڑی لڑکی کا عقد کرتے ہیں۔ خیر اگر تم سات سال اور میری خدمت کرو گے تو میں تم کو راحیل کو بھی دیدونگا یعقوب نے منظور کر لیا اور لابان نے راحیل کو بھی یعقوب کو دیدیا۔ اور ایک کنیز بلہا نام خدمت کے لئے عطا کر دی (اس کے بعد ان ہر دو دختران لابان سے یعقوب کی جو اولاد ہوئی ہے اس کی تفصیل درج ہے)

طالبان دنیا نے نبی خدا حضرت یعقوب پر کیسے کیسے اتہام و بہتان لگائے ہیں اور ان کی حیثیت کو معمولی انسان کے مقابلہ میں بھی پست تر کر کے پیش کیا ہے اور اس پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ بیک وقت دونوں بہنوں کو زوجیت میں رکھا۔ حالانکہ یہ امر ہمیشہ سے حرام ہے۔ کیونکہ خود توریت کے فصل ۱۸ اسفر احبار میں لکھا ہے۔

وامرءة مع اختها لا تتخذ لتكون ضرتها
لتكشف سوءتها معها في حياتها۔

زوجہ کے ساتھ اس کی بہن کو زوجیت میں نہ لو اسلئے کہ یہ باعث مضرت ہے کیونکہ اس کی بہن کی زندگی میں اس کی پردہ دری اور بے حجابی ہوتی ہے۔

اسی قسم کے واقعات بکثرت کتب مذاہب اور کتب تاریخ میں موجود ہیں جن کو نقل کرنا سبب طول ہے مجھ کو تو یہ ظاہر کرنا ہے کہ طالبان دنیا و حریصان جہاں نے اپنی تربیت اور حصول تعیش کے لئے اسی قسم کے واقعات کو مصلحین بنی نوع انسان کے سر لگایا ہے اور اپنے عہد میں اپنی پارسائی کو انہیں عبارات اور حکایات کی وجہ سے ثابت کیا ہے اور یہ مرض اتنا قدیم ہے کہ اس کے جراثیم مہلکہ و متعدیہ عہد اسلام تک پہنچے اور واضعین احادیث و روایات نے بوجہ اغراض سیاسیہ و نفسانیہ و سلطانیہ دامن پیمبر اسلام پر بھی ان بدنما داغوں کے ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ مگر وہ لوگ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس تمہید کا مقصد صرف اتنا ہے کہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ تاریخ عالم کے اس ماحول میں کہ پیشوایان مذاہب کے کردار کو بھی داغدار بنا دیا گیا ہے اور بدترین حیا سوز الزامات ان افراد مقدس پر لگائے گئے ہیں۔ ہم کو یہ ثابت کرنا ہے کہ پیمبر اسلام کی ذات اقدس جس طرح بلحاظ کردار کامل ترین ذات تھی اسی طرح بلحاظ نسل اور خاندان آپ سلسلہ طاہرین کی اعلیٰ ترین فرد تھے۔

صفحات ذیل میں پیمبر اسلام کے اجداد کے تعارف کے لئے مختصر حالات درج کئے جائیں گے۔

(۱) اسوۃ الرسول جلد اول ص ۱۲۳

اہل عرب کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا عرب البائدہ۔ عرب العاربہ۔ عرب العاربہ یا عرب متوطن یقطان بن عابر بن سالح بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اس لئے یہ صحیح ہے کہ

عرب العاربہ بھی عرب البائدہ سے علیحدہ اور مجیز قوم نہیں ہیں۔ سام کے تین بیٹے تھے۔ عیلام۔ لود اور ارم اور یہی عرب البائدہ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ سام کے چوتھے بیٹے ارفخشد ہیں۔ ان سے عرب العاربہ کا نسب ملتا ہے۔

اس بنا پر عرب البائدہ اور عرب العاربہ اگرچہ جدا سمجھے گئے ہیں مگر درحقیقت اصلاً ایک ہی ہیں

(۲) سیرت ابن ہشام

فالعرب کلہا من قحطان واسمعیل — تمام عرب قحطان اور اسمعیل سے ہیں۔

(۳) تاریخ ابوالفدا۔

ترجمہ۔ قحطان پہلا شخص ہے جو یمن میں آیا۔ اس کا نام قحطان بن عابر بن شالخ ہے اور یہی قحطان ہے جس نے سب سے پہلے یمن میں حکومت کی اور تاج شاہی پہنا۔ اس زمانہ میں نمرود پسر کوش ملک بابل (اشور) کا بادشاہ تھا۔ اور حام ابن مصر ابن حام ملک مصر کا بادشاہ تھا۔ اسی وقت ۲۲۰۰ قبل مسیح میں قحطان یمن کا بادشاہ ہوا۔ قحطان مر گیا تو اس کا بیٹا یعرب ابن قحطان بادشاہ ہوا۔ اور یہی یعرب بعد کو بنی جرہم کے نام سے موسوم ہوئے

ابوالفدا۔

اس کے بعد یشعب ابن یعرب (جرہم) بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبد الشمس بادشاہ ہوا۔ یہی عبد الشمس سبا اکبر مشہور ہے جس نے سد مارب بنوائی تھی۔

سام بن نوح کے دو لڑکے تھے ارفخشد اور عیلان۔ ارفخشد سے عرب العاربہ کا سلسلہ قائم ہوتا ہے۔ اور عیلان سے عرب البائدہ کا سلسلہ قائم ہے۔ پدر ابراہیم تارخ کی اولاد پانچ شاخوں اور مقامات پر تقسیم ہو گئی۔

(۱) اسماعیلی۔ حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ کی اولاد۔

(۲) ابراہیمی یا بنی قطورہ حضرت ابراہیم بن تارخ کی اولاد جو ان کی زوجہ قطورہ کے بطن سے تھی۔

(۳) ادومی۔ جسے بنو عیسو بھی کہتے ہیں۔ وہ ادوم ابن اسحٰق ابن ابراہیم ابن ترح یا تارخ کی اولاد سے تھے۔

(۴) ناحوری یا بنی ناحور حضرت ابراہیم بن تارخ کے بھائی ناحور کی اولاد۔

(۵) ہارانی یا بنی ہاران یعنی موآب و عمان بن لوط بن ہاران بن تارخ کی اولاد۔ اس قوم کے لوگ کبھی موابی کبھی یوابی کبھی عمانی کہے جاتے تھے۔ (سفر تکوین باب ۱۱ درس ۲۸ وغیرہ)

(۶) حیات القلوب علامہ مجلسی رح جلد دوم ص

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے آدم کو حکم دیا کہ نور محمد جس کو میں نے تمہارے صلب یا سارے میں ودیعت رکھا ہے اس کی حفاظت کرو اور اس کو پاک و طاہر و طیب ارحام و اصلاب

میں منتقل کرتے رہو۔ کیونکہ اسی نور کی وجہ سے تم کو شرف نبوت عطا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حکم خدا ہوا کہ آدم اپنے
فرزند شیث سے اس نور کی حفاظت کا عہد لو کہ اس نور کو بجز ارحام پاک اور اصلاب طاہر کے منتقل نہ کرے
جب شیث کا فرزند انوش جوان ہوا۔ تو شیث نے انوش سے بھی عہد لیا۔ اسی طرح نور محمدی انوش سے
قینان۔ پھر مہلائیل اس سے یارد اور اس سے اخنوخ (ادریس) ادریس سے متوشلخ اس سے ملک اور ملک سے
نوح کے صلب میں پہنچا۔ نوح سے سام۔ سام سے ارفخشد۔ اس سے ان کے فرزند عابر ان سے ارغوان
سے شارغ ان سے ناحور ان سے تارخ ان سے ابراہیم۔ ابراہیم سے اسمٰعیل ان سے قیدار ان سے ہمیسع پھر ان سے نبت
ان سے یشجب ان سے اود ان سے عدنان۔ عدنان سے معد۔ معد سے نزار ان سے مضر ان سے
الیاس ان سے مدرکہ ان سے خزیمہ پھر خزیمہ سے کنانہ ان سے قصی ان سے لوی ان سے غالب
ان سے فہر ان سے عبد مناف ان سے ہاشم (عمرو العلا) کے صلب میں پہنچا

ہاشم کے صلب میں جب نور محمدی آیا تو چہرہ ہاشم کی تابانی اور نورانیت کا یہ عالم تھا کہ ہاشم جب خانہ کعبہ میں
داخل ہوتے تھے تو کعبہ پُرنور ہو جاتا تھا۔ جب عبد مناف کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے ہاشم کو
بلایا اور فرمایا کہ نور رسالت پناہ صلعم را نہ سپارد مگر در رحمہائے پاکیزہ از زنان مسلمہ صالحہ نجیبہ پس
ہاشم قبول عہد نمود یہ عبد مناف نے اپنے فرزند ہاشم سے مثل اسلاف کے عہد لیا کہ وہ نور محمدی کو
بجز ارحام طاہرہ کے منتقل نہ کریں اور اس نور کے محافظ رہیں۔ ہاشم نے اس عہد کو قبول کیا

شرافت وفضیلت خاندان

عبارت مندرجہ بالا سے یہ امر واضح ہوگیا کہ پیغمبر اسلام کا سلسلۂ نسب سلسلۂ
انبیاء سابقہ ہے آپ کے سلسلۂ نسب میں یا انبیاء ہیں یا اوصیاء ہیں یا اولیاء
واصفیاء ہیں۔ آدمؑ سے تا پیغمبر اسلامؐ یہ سلسلۂ زریں تمام عیوب و نجاسات عہد جاہلیت سے پاک و
مطہر رہا ہے۔ ہر نبی یکے بعد دیگرے اپنے جانشین یا اپنے وصی کو یہ تاکید کرتا رہا ہے کہ وہ نور محمدی کی حفاظت
اس طرح کرتے رہیں کہ کسی منزل پر بھی یہ نور مقدس رسوم عہد جاہلیت سے ملوث نہ ہونے پائے
ہمیشہ نسلاً بعد نسلٍ ارحام طاہرہ اور اصلاب صالحہ و نجیبہ میں منتقل ہوتا رہا ہے۔ چونکہ خداوند عالم نے
اس نسل کی طہارت کا عہد و میثاق انبیاء سے لیا تھا اور وہ خود اس کا نگراں و محافظ تھا۔ لہذا یہ سلسلۂ
نسب ہمیشہ پاک و طاہر رہا۔ مزید ثبوت واقعات مندرجہ ذیل سے ملے گا اور یہ امر بھی ظاہر ہو جائیگا
کہ اس اعلےٰ سلسلۂ نسب کے افراد کے اعمال۔ اطوار۔ کردار ہر عہد میں کس قدر بلند اور اعلےٰ رہے
ہیں اور یہ افراد ہی بنی نوع انسان کے لئے اعلےٰ نمونہ ہائے اخلاق۔ تمدن و سیاست و خداپرستی قائم کرتے
رہے ہیں۔ اور یہ افراد اپنے اخلاق عالیہ و کردار بلند کی بدولت ہمیشہ ہر عہد میں اپنے ابنائے زمانہ سے

ممتاز و سربلند رہے ہیں۔ بلکہ سیادت و سلطنت و حکومت انہی افراد میں پائی گئی ہے اور ہمیشہ انہی کے زمانے کے یہی افراد حاکم رہے ہیں۔

تاریخ مذاہب عالم اپنے پیشوایان مذاہب کے کردار کو بدنما داغ لگا چکی ہے اور تاریخ اسلام کے بعض مورخین نصاریٰ و یہود کے زیر اثر اپنے پیمبر کی شان میں بھی ناروا اور غلط واقعات درج کر چکے ہیں اور سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے کہ ان کے اسلاف و اجداد نے حالت شرک و کفر میں جو کچھ اعمال بد کئے تھے ان پر پردہ پڑ سکے مگر میں لکھ چکا ہوں کہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا۔ مورخین اسلام میں سے بعض نے اسلاف و اجداد پیمبر اسلام کو کافر و مشرک بنانے کی کوشش کی ہے اور یہ بحث قدیم و طولانی ہو چکا ہے۔ مگر علماء اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آباؤ اجداد پیمبر اسلام از آدم سب موحد و مسلم تھے اور اپنے عہد کی شریعت کے پابند تھے اور ان کی نسلی شرافت کبھی کسی دور میں شک و شبہہ کی نگاہ سے نہیں دیکھی گئی۔ چونکہ قادر توانا خالق عالم نے اس خاندان کو تمام عالمین پر فضیلت دینی چاہی تھی لہذا کسی شعبہ حیات یا کسی صورت میں بھی اس خاندان کے افراد میں کوئی عیب نسلی پیدا ہو جاتا تو پھر وہ فضیلت ختم ہو جاتی لہذا خالق قدیر نے انبیاء سے عہد میثاق بھی لیا اور خود اس میثاق و عہد طہارت نسلی کی حفاظت و نگرانی بھی کی اور آخر میں حبیب محمد مصطفےٰ کی بعثت ہو چکی تو خدا نے اپنی اس قدرت کاملہ کا خود ہی ذکر کیا اور اس نسل کی شرافت، فضیلت، نجابت کو ایسے الفاظ میں بیان کر دیا کہ جو قیامت تک نہیں مٹ سکتے۔

تمام مورخین و محدثین اسلام نے اس واقعہ کو لکھا ہے کہ پیمبر اسلام ایک دن جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے۔ بیٹی سے فرمایا کہ آج مجھ کو کچھ ضعف محسوس ہو رہا ہے مجھ کو میری چادر یمنی دیدو۔ آپ وہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد حسنؑ آئے اجازت لیکر چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر حسینؑ آئے اجازت لیکر چادر میں داخل ہوئے پھر علیؑ آئے باجازت رسولؐ چادر میں داخل ہو گئے پھر فاطمہؑ نے اپنے بابا سے اجازت حاصل کی اور چادر میں داخل ہو گئیں۔ جب یہ پانچوں افراد چادر میں داخل ہو گئے تو پیمبر اسلام نے بارگاہ خداوندی عرض کیا کہ اے خدا یہ میرے اہلبیتؑ ہیں۔ خداوند قادر نے پیمبر اسلام کے قول کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل کی۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ۔

یقیناً اللہ نے ارادہ کر لیا ہے کہ اے اہلبیت رسولؐ ہم ہر برائی کو دور رکھیں گے اور تم کو ایسا طاہر بنائیں گے جیسا طاہر بنانا ممکن ہے۔

آیت مذکور نے مذکورہ بالا حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام کی تصدیق کر دی کہ بیشک خداوند عالم نے آدمؑ تا محمدؐ ہر نبی سے طہارت نسل باقی رکھنے اور امانت نور محمدی کی حفاظت کا عہد میثاق لیا تھا اور جب اس

عہد و میثاق کی تکمیل ہو چکی اور محمد مصطفےٰ صلعم اور آپ کے وہ افراد خاندان جن سے آپ کی نسل قیامت تک باقی رہے گی جمع ہوئے تو خدا نے اس نسل کی طہارت کاملہ کا اعلان کیا اور تصدیق کر دی۔ اس آیت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نسل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا قیامت ہر عیب اور ہر برائی سے پاک وصاف رہیگی

خود پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے۔ ان اللہ اختار خلقہ فاختار منھم بنی آدم ثم اختار بنی آدم فاختار منھم العرب فاختار منھم القریش ثم اختار قریش اختار منھم بنی ھاشم ثم منھم اختار بنی ھاشم فاختارنی۔

حالات آباؤ اجداد پیمبر اسلام

حضرت ہاجرہ زوجہ ابراہیم مادر اسمٰعیل علیہ السلام

یہود و نصاری پیمبر اسلام کے خاندان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اولاد اسحٰق بنی اسرائیل ابراہیم کی بیاہتا بیوی یا زوجہ کی اولاد ہے اور اسمٰعیل ایک لونڈی ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں لہذا اسحٰق کو اسمٰعیل پر فضیلت ہے۔ اور اسی وجہ سے دین اسلام اور پیمبر اسلام پر بنی اسرائیل کو فضیلت ہے۔

چونکہ بعض اسلامی مورخین نے کتب یہود توریت وغیرہ کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے اور بہت کچھ واقعات ان کتابوں سے نقل کئے ہیں اور میں سطور بالا میں توریت کی اصل عبارت پیش کر چکا ہوں جن میں انبیاء پر غلط اتہام لگائے گئے ہیں اور نہایت رکیک حملے انبیاء کے کردار پر کئے گئے ہیں۔ ان غلط روایات مذہبی سے مورخین اسلام نے بھی دھوکا کھایا ہے اور لکھدیا ہے کہ ہاجرہ کنیز تھیں اور اسمٰعیل کنیز کی اولاد سے ہیں۔ میں مختصراً مستند تاریخی حوالہ سے اس معاملہ کو صاف کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱) اسوۃ الرسول جلد اول صـ ۴۳۲

سفر الیشار میں جو یہودیوں کی ایک معتبر تاریخ ہے لکھا ہے کہ شہر بابل دار السلطنت نمرود میں جہاں تارخ یعنی آذر اور ابراہیمؑ اور ان کے تمام خاندان کے لوگ رہتے تھے ایک شخص نہایت ہنر مند۔ ذکی الطبع حکیم فطین جو اکثر علوم صنائع و بدائع میں کمال رکھتا تھا اور اس کا نام رقیون تھا۔ مگر وہ بہت مفلس۔ محتاج اور مفلوک الحال تھا۔ تنگدستی اور سختی سے وطن میں رہنا نامناسب سمجھ کر اس نے ملک مصر کی راہ لی۔ جب وہاں پہنچا اس کی لیاقت و دانشمندی باشندگان مصر پر ظاہر ہوئی تو بادشاہ مصر نے اس کو براہ قدردانی اعیان سلطنت میں داخل کر لیا۔ رفتہ رفتہ وہ بالکل کاروبار شاہی پر حاوی ہو گیا۔ بالآخر وہ وہاں کا بادشاہ ہو گیا۔ یہ پہلا شخص ہے جس کا لقب فرعون ہوا۔ اسی فرعون کے زمانہ بادشاہی میں قحط سالی جناب ابراہیمؑ فلسطین سے مع اہلبیت کے مصر میں تشریف لے گئے۔ رقیون اور ہاغاں دونوں عبری لفظ ہیں۔

غرض جب ابراہیم مصر میں پہنچے اور انہوں نے حضرت سارہ کا اپنی بی بی ہونا ظاہر نہ کیا بلکہ بہن ہونے کا جو رشتہ تھا وہ ظاہر کیا تو فرعون نے سارہ سے شادی کرنی چاہی اور ابراہیم کو بہت کچھ دیکر سارہ کو بہ قصد شادی اپنے گھر لے گیا۔ غرض کہ ابھی شادی نہ ہونے پائی تھی کہ مختلف قسم کے صدمات فرعون پر واقع ہوئے اور ان کے سبب سے فرعون نے سارہ کے حال کی زیادہ تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ وہ ابراہیم کی بی بی ہیں۔ اسی وقت فرعون نے ان کو ابراہیمؑ کے پاس بھیجدیا اور ہاجرہ اپنی بیٹی کو بھی ان کے سپرد کر دیا۔

(۲) طبقات ابن سعد

ترجمہ ۔ جب سارہ (شاہ مصر کے دربار سے لوٹ کر) ابراہیم کے پاس آئیں تو یہ نماز پڑھ رہے تھے اور خدا سے حفظ ناموس کی دعائیں کر رہے تھے۔ سارہ نے کہا ابراہیم تم کو بشارت ہو کہ خدا نے اس کافر فاجر کے ہاتھ سے میری کفایت کی اور میری خدمت کے لئے ہاجرہ کو دیا۔

(۳) عربی ترجمہ سفر الشیاء مصنفہ عالم یہودی۔

هي كانت بنت فرعون لما رای الایات
التي اخوجبت لسارة قال ماطيب ان يكون
ابنتي خادمة في بيت ذا اولى ان يكون
سيدة في بيت آخر

ہاجرہ یہ فرعون کی بیٹی تھیں۔ فرعون نے جب وہ کرامات دیکھیں جو سارہ کی وجہ سے واقع ہوئیں تو فرعون نے کہا کہ میری بیٹی کا اس گھر میں (خانہ ابراہیم) خادمہ بن کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ دوسرے گھر میں ملکہ و سیدہ بن کر رہے۔

(۴) خطبات احمدیہ سر سید احمد خاں صـ ۱۶۵

فرعون نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو سارہ کے ساتھ کر دیا۔ ظاہرا اس کے کئی سبب معلوم ہوتے ہیں ابراہیم اور سارہ کی نیکی اور بزرگی اور ان کا اور فرعون کا ہم قوم ہونا اس باعث سے بڑی رغبت ہوئی ہوگی کہ فرعون اپنی بیٹی کو ان کی تعلیم و تربیت اور صحبت میں سپرد کر دے۔ کیونکہ مصری اس کی قوم اور اس کے قبیلہ سے نہیں تھے علاوہ اس کے اس زمانہ میں اور اس خاندان میں ہم کفو ہونے کا بہت خیال تھا۔ مصر میں رقیبوں فرعون مصر کے خاندان کا کوئی شخص نہیں تھا اور یہ بہت بڑی رغبت اس بات کی تھی کہ ہاجرہ سارہ کے سپرد کر دی جائے تاکہ ان کی تربیت میں رہے اور کہیں کفو میں اس کی شادی کر دی جائے۔ رخصت کے وقت فرعون نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو سمجھایا کہ تیرا رہنا ان کے ساتھ تیرے لئے میرے پاس رہنے سے بہتر ہے۔ اس سمجھانے سے بھی ظاہر ہے کہ کسی خیال سے فرعون نے اپنی بیٹی ان کے سپرد کی تھی۔

(۵) سفر الیشیا مصنفہ عالم یہودی۔ ترجمہ

بعد اس کے جب ابراہیم مع ہاجرہ فرعون کی بیٹی کے وہاں سے چلے تو فرعون نے ان کے ساتھ پیادے مامور کردیئے کہ بحفاظت تمام پہنچا دیں۔ چنانچہ یہ لوگ مع احمال و اثقال اور لونڈی غلام وغیرہ کے جو بادشاہ نے ان کو دیئے تھے اپنے ملک جہاں انہوں نے سکونت اختیار کی تھی بخیر و خوبی پہنچ گئے۔

مندرجہ بالا عبارت کا خلاصہ ان الفاظ میں ہو سکتا ہے۔

(۱) رقیون اول فرعون مصر نے ابراہیم اور سارا کے کرامات دیکھے اور اس کو یقین ہو گیا کہ یہ دونوں خدا رسیدہ ہیں اور اس کے ہم قبیلہ اور ہم قوم ہیں۔

(۲) چونکہ سارہ کے ساتھ اس کا ارادہ بد ہو چکا تھا مگر طاقت خداوندی سے وہ مجبور رہا لہٰذا وہ ان ہر دو خدا رسیدہ بندوں کی خاطرداری اس کا فریضہ اس لئے ہو گیا تھا کہ وہ ناراض ہو کر بددعا کریں جو اس کی تباہی کا سبب ہو جاتے (کیونکہ تین بار بددعائے سارہ سے فرعون کا جسم مفلوج ہوا اور تین بار دعائے سارہ سے شفا حاصل ہوئی)۔

(۳) ابراہیم کی عمر زیادہ ہو چکی تھی قریب چھیاسی سال کے تھے سارہ بھی بوڑھی ادھیڑ ستر سال کی ہو چکی تھیں لہٰذا رقیون فرعون مصر کا اندازہ تھا کہ سارہ ضرور میری بیٹی کا عقد کسی شریف شخص سے کر دیں گی یا اپنی خدمت ہی میں رکھیں گی یہ خیال ناممکن تھا کہ سارہ یا خاندان یا ہاجرہ کو اپنی سوت کبھی نہ بنا سکیں گی۔

(۴) رقیون فرعون مصر نے سارہ کو صرف ہاجرہ ہی نہیں دی بلکہ لونڈی غلام اور بہت سا سامان و نقد ہمراہ کیا اور حفاظت کے لئے مسلح دستہ ہمراہ کیا۔ یہ ساز و سامان دینا ظاہر کرتا ہے کہ رقیون ابراہیم اور سارہ پر بہت مہربان تھا اور ان کا دل سے قدردان تھا اور چونکہ اپنی لڑکی ہمراہ کر رہا تھا لہٰذا ہر ممکن دلجوئی کرنا اس کا مقصود تھا۔

(۵) ہاجرہ بلحاظ خاندان شاہ وقت کی لڑکی تھیں اور شریف خاندان تھیں مگر جب فرعون نے ہاجرہ کو سارہ کے سپرد کر دیا تو یہی کہہ کر سونپ دیا کہ تم اس کو اپنی خادمہ بنا کر رکھو میری بیٹی کے لئے یہی عزت کافی ہے۔

(۶) جب سارہ نے بوجہ لاولدی کے ابراہیم کو ہاجرہ سپرد کر دی اور خدا نے ہاجرہ کے بطن سے اسمٰعیل کو پیدا کر دیا تو سارہ کو خیال ہوا کہ یہ تو شاہ وقت کی بیٹی اور صاحب دولت و خاندان ہے اور یہ اب صاحب اولاد بھی ہو گئی اب یہ میرے مقابلہ میں ہو گی اور ترکہ و میراث ابراہیم کے وارث بن جائیں گے لہٰذا ابراہیم سے حسب وعدہ فرمائش کی کہ اس کو میرے پاس سے جدا کر دو۔

اگر ہاجرہ کنیز یا لونڈی ہوتیں تو سارا ان کو کبھی اپنے سے جدا نہ کرتیں اور ان کو میراث تقسیم ہونے کا اندیشہ نہ دامنگیر ہوتا کیونکہ اس وقت کی شریعت میں کنیز کا ورثہ تھا نہ اس کی اولاد کا۔

(۱) کتاب پیدائش باب ۲۱ - ۱۴ - ۱۵

حضرت ابراہیم کے زمانہ میں بلکہ ان کے بعد بھی یہ دستور تھا کہ لونڈی میراث نہیں پاتی تھی......

.... اور لونڈی کی اولاد جو مالک سے ہو وہ بی بی کی اولاد کے ساتھ میراث نہیں پاتی تھی۔

حضرت ہاجرہ کو ہاجرہ اس لئے کہتے تھے کہ آپ نے شام سے حجاز کی جانب ہجرت کی تھی عبری زبان میں ہاجرہ کا نام ہاغار تھا اور عربی میں آجر تھا مگر آگے چل کر بالند۔ یہی آجر سے ہاجر ہوا پھر ہاجر سے ہاجرہ ہوگیا۔

واقعات تاریخی سے واضح ہوگیا کہ حضرت ہاجرہ مادر حضرت اسمٰعیل شہزادی تھیں تربیت و تعلیم بخاندان حضرت ابراہیم میں رہی تھیں۔ موحدہ مسلمہ تھیں۔ ان پر جو الزام کنیزی لگایا گیا ہے یہ اسی قسم کا الزام ہے جو یہود و نصاریٰ نے اپنے پیشوایان مذہب پر ہمیشہ لگایا ہے۔

بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ خدا نے جس نبی آخر الزماں کو انسان کامل بنا کر ہادی عالمین بنایا تھا اور جس کی بعثت و نبوت و رسالت کی خوشخبری دینے کے لئے انبیاء سابقین کو بھیجا تھا اس نبی۔ ہادی برحق کے کمال انسانی میں کوئی نقص باقی رہ جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو انسانوں کی حجت خدا پر قائم ہو جاتی کہ ہم ناقص کی اطاعت کیا کرتے کیونکہ محمدؐ میں بھی (نعوذ باللہ) نقص خاندانی موجود تھا۔ خدا نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ کو ہر نوع سے انسان کامل بنایا اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اپنی حجت اور نمونہ اخلاق الٰہیہ قرار دیا۔

حضرت ابراہیمؑ ابن تارخ

حضرت ابراہیمؑ خلیل خدا۔ نبی خدا صاحب شریعت بیضا ہیں۔ آپ تارخ ابن ناحور کے فرزند ہیں آپ کی ماں کا نام نونا بنت کرمیناہ ابن کوش ہے (ابن سعد جلد اول[۲]) سلسلہ نسب گیارہویں پشت میں حضرت نوحؑ نبی خدا تک پہنچتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

ابراہیمؑ ابن تارخ ابن ناحور بن سارو غ بن راعو بن فالغ بن عبیر بن شالح بن ارفخشد بن سام بن نوح مقام ولادت علاقہ بابل میں قریہ کوش ہے۔ حاکم وقت نمرود ابن کنعان ابن کوش تھا۔ عرب کے علاقہ میں عوف ابن فاران حکمران تھا۔

ابراہیمؑ کا خاندان ہمیشہ سے معزز تھا باپ (تارخ) خزانہ شاہی کے کلید بردار تھے اور نمرود کے دربار میں

بہت صاحب اقتدار اور معتمد تھے (مذاہب لدنیہ حیات القلوب) آزر چچا تھا اور شاہی بت تراش تھا۔

ابراہیم بچپن ہی میں جب کبھی موقع مل جاتا اور آزر اپنی صنعت گاہ اصنام کو کھلا چھوڑ دیتا تو آپ بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالتے تھے مگر آزر بوجہ بھائی کے لحاظ کے کچھ نہ کہتا تھا۔ ابراہیم جب کچھ بڑے ہوئے تو چچا نے بت فروشی کی خدمت پر مامور کیا۔ ابراہیم بتوں کی ٹانگ میں رسی باندھ کر سڑکوں پر کھینچے پھرتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ اتشترون شیئاً لا ینفع ولا یضر۔ کیا تم لوگ ایسی شے خریدتے ہو جو نہ ضرر پہنچا سکتی ہے اور نہ فائدہ دے۔

پھر ان بتوں کو گھسیٹ کر دریا یا چشمہ کے پاس لاتے تھے اور کہتے تھے۔

اشربوا لو کان لکم قدرۃ

اگر تم میں قدرت ہو تو پانی پی لو۔

(روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا حیات القلوب)

جب لوگوں نے تارخ سے ابراہیم کی شکایت کی تو آخر بت فروشی کی خدمت روک دی گئی اور ابراہیم کو گوسفند یاں چرانے پر مقرر کر دیا۔ مگر ابراہیم صبح سے شام تک گھر کی دنبیوں کو دامن کوہ میں چھوڑ دیتے اور خود کسی غار میں بیٹھ کر وحدانیت و معرفت رب الارباب میں غور و فکر کرتے تھے۔ ابراہیم کی عمر جب پچیس سال کی ہوئی تو آپ کئی شبانہ روز دامن کوہ کے کسی غار یا صحرا میں ذکر خدا و غور و فکر وحدانیت میں مستغرق رہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی قوم کے معبودوں۔ تارے۔ چاند۔ سورج کی تکذیب ان الفاظ میں کی۔

(۱) انی لا احب الآفلین

میں متغیر اور ڈوبنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(۲) یاقوم انی بریٔ مما تشرکون

اے قوم مشرکین میں اس سے بیزار ہوں جس کو تم خدائے واحد کا شریک قرار دیتے ہو۔

(۳) انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا مسلماً وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا من المسلمین۔

میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ میں پاک اور مسلم ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میری عبادت میری نماز زندگی اور موت رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہی مجھ کو حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں

جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی

ابراہیم ایک شب صحرا میں یاد خدا کر رہے تھے اور مسائل غور و فکر میں مستغرق تھے کہ پہاڑ کی طرف سے آواز آئی سبوح

قدوس رب الملائکۃ والروح

ابراہیمؑ نے اب غذائے روحانی پائی۔ اس آواز کی جستجو میں پہاڑ کی طرف چلے مگر بڑھتے چلے گئے آواز آتی چلی گئی۔ آخر آواز آئی کہ ابراہیم یہ آواز ملک ہے اس کا پیچھا کرنے کی کوشش نہ کرو (حیات القلوب) ابراہیمؑ نے علانیہ تبلیغ توحید شروع کر دی۔ قوم دشمن ہو گئی اذیتیں پہنچانے لگی۔ ابراہیمؑ نے قوم کے معبد میں جا کر تمام بتوں کو توڑ (ناقص بنایا اور آخر نمرود کے دربار میں پیشی ہوئی۔ اہل دربار اور نمرود نے آگ میں جلا دینے کا فیصلہ کیا اور بہت بڑی آگ تیار کی گئی اور اس میں ابراہیمؑ کو ڈالا گیا۔ مگر خدا نے آتش نمرود کو گلزار ابراہیمی بنا دیا۔

جس وقت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا تو جبرئیل فرشتہ نے بحکم خدا آ کر ابراہیم سے کہا۔

هل لك من حاجة — کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟

ابراہیم نے جواب دیا۔ اما اليك فلا — تم سے کوئی حاجت ہو ایسا نہیں ہے۔

پھر فرمایا ليس من النفس دعوى — مجھ کو اپنے نفس سے کوئی مطالبہ نہیں اور نمرود

ولا من نمرود شكوى ولا من النار — سے کوئی شکوہ نہیں ہے اور نہ آگ سے کوئی ملال ہے

بلوى ولا اطلب سوى المولى — میرا بجز خدا کے کسی سے کوئی سوال نہیں ہے

خدا نے کامیابی امتحان پر ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔

فاتخذناه ابراهيم خليلا — قرآن — ہم نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنا لیا۔

(ابراہیم کی چچازاد بروایتے عمہ زاد بہن جن کی عمر ۳۰ سال تھی) ابراہیمؑ کے پاس آئیں اور سلامتی جان کی مبارکباد دی اور کہا کہ اے ابراہیم میں تیرے خدا پر ایمان لاتی ہوں جس نے تم کو آگ کے جلنے سے بچا لیا۔ ابراہیمؑ نے کہا با علان ایسا نہ کہو ورنہ شہر کے لوگ تم کو جان سے مار ڈالیں گے۔ سارہ نے کہا وہی خدا مجھ کو بھی بچائے گا جس نے تم کو بچا لیا۔ ابراہیمؑ نے اس کے بعد سارہ سے عقد کر لیا۔

اس کے بعد حضرت لوط ایمان لائے۔ ابراہیمؑ کو دو مومنین کی نصرت اور رفاقت حاصل ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں اس شہر سے ہجرت کروں گا۔ یہ دونوں رفیق ہجرت پر آمادہ ہو گئے۔ ابراہیمؑ نے شہر بابل سے شہر حاران کی طرف ہجرت کی اور حاران میں معتدبہ زمانہ تک تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اس کے بعد آپ نے کنعان میں قیام کیا اور تبلیغ توحید کرتے رہے۔ جب کنعان میں شدید قحط پڑا تو ابراہیمؑ نے مصر کی جانب ہجرت کی۔ کیونکہ مصر کا بادشاہ ؟ یا فرعون اول رقیون ابراہیمؑ کا ہم وطن اور ہم قبیلہ تھا توقع تھا کہ اس سے طلب امداد بھی کی جائے اور تبلیغ توحید کا کام بھی کیا جائے۔ واقعہ مصر و سارہ و فرعون

زناجرہ کو صفحات سابقہ میں لکھا جاچکا ہے تکرار غیر مفید ہے۔

جب ابراہیم کی عمر ستر سال کی ہو چکی اور اسی کے لگ بھگ سارہ کی عمر ہو گئی اور کوئی اولاد نہ ہوئی تو سارہ نے ہاجرہ کو ابراہیم کے سپرد کر دیا۔

(۱) توریت تکوین باب ۱۶۔ آیت ۱-۲۔

سارا ابراہیم کی جورو کوئی لڑکا نہ جنی اور اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اور سارہ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ دیکھو خداوند نے مجھے جننے سے باز رکھا اب میری لونڈی کے پاس جا شاید اس سے میرا گھر آباد ہو۔ اور ابراہیمؑ نے سارہ کی بات مان لی۔

(۲) پیدائش کی کتاب اول توریت باب ۱۷

قد سمعت دعائك لاسمٰعيل وهانا بارکت وثمرته وفضلته کثیر يلد اثناء عشر خليفة واجعله حیاة کبیرا

(اے ابراہیم میں نے تری دعا اسمٰعیل کے حق میں قبول کی ہاں میں نے اس کو میں نے برکت دی اس کو بارآور کیا اور بہت بزرگی دی اس سے بارہ خلیفہ پیدا ہوں گے اور میں اس کو بڑی قوم بناؤں گا۔

. . . . . .

خدا نے اپنے فضل و کرم سے ستر سال کی عمر میں ابراہیم کو ہاجرہ کے بطن سے بیٹا مرحمت فرمایا۔ اب سارہ کو خیال ہوا کہ ہاجرہ کا بیٹا تو ابراہیم کا وارث ہو گا۔ لہٰذا انہوں نے ابراہیمؑ سے شکوہ کیا۔ اظہار ملال کیا۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ فرعون مصر فیون نے ہاجرہ تم کو عطا کی تھی۔ تم کو اس کا کلی اختیار دیا تھا تم نے ہاجرہ بخوشی مجھ کو دیا تھی بہر حال اب بھی تم ہاجرہ کی مختار ہو۔ سارہ نے کہا کہ ہاجرہ اور اس کے بچہ کو مجھ سے دور لے جاؤ۔

جب سارہ اور ابراہیمؑ کی یہ بات چیت ہو گئی تو خدا نے ابراہیمؑ کو مطلع کیا کہ ہاجرہ و اسمٰعیلؑ کو علاقہ فاران حجاز میں پہنچا دو میں نے اس کی نسل کو برکت دی ہے۔ تفصیلی حالات توریت سے پیش کرتا ہوں۔

(۱) تکوین باب ۱۹۔

حضرت ابراہیمؑ صبح سویرے اٹھے۔ روٹی اور پانی کا مشکیزہ لے کر ہاجرہ کو دیا اور ان کے کاندھے پر رکھ دیا اور لڑکے کو بھی انہیں دیکر روانہ کیا۔ رخصت ہو کر بیر سبع میں حیران و سرگردان رہے یہاں تک کہ مشکیزہ کا پانی سب خشک ہو گیا۔ ہاجرہ نے لڑکے کو ایک درخت کی جڑ کے نیچے لٹا دیا اور خود ایک تیر کے فاصلہ پر اس کے سامنے جا بیٹھیں۔ اس غرض سے کہ اپنے بیٹے کا پیاس کی شدت سے مرنا اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں۔ اس کے سامنے بیٹھ کر ہاجرہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔ خدا نے ان کے بیٹے کی آواز سنی۔ اور خدا کے فرشتہ نے ہاجرہ کو آواز دی اور اس سے

کہا کہ اے ہاجرہ خوف نہ کر کہ خدا نے تیرے بچہ کی آواز سن لی ہے جہاں وہ پڑا ہوا ہے تو اٹھ اور اپنے لڑکے کو اٹھا لے ...... کیونکہ ہم اس کو ایک امت عظیم کرنے والے ہیں اور خدا نے ہاجرہ کی آنکھوں کو کھول دیا اور اس نے ایک پانی کا کنواں دیکھا اور اس کی طرف چلی ...... خدا اس لڑکے کے ساتھ ہمیشہ رہا یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا اور بیابان میں ساکن ہوا اور اس کی ماں نے ایک مصری لڑکی سے شادی کر دی (تکوین باب ۱۹)

حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری ص ۹۵

شب اسمعیل وتزوج فتاة من

اسمعیل جوان ہوئے اور اپنے قبیلہ جرہم کی ایک عورت سے عقد کیا

زوجہ اسمعیل جرهم

ابراہیم مکہ آئے اور اسمعیل کے دروازہ پر دستک دی۔ عورت نے دریافت کیا کون ہے۔ ابراہیم نے پوچھا اسمعیل کہاں ہیں زوجہ اسمعیل نے جواب دیا کہ شکار کو گئے ہیں اور ابراہیم کی تواضع نہیں کی۔ ابراہیم نے اس سے کہا کہ اسمعیل سے میرا سلام کہدینا اور کہنا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دو جب اسمعیل شکار سے واپس آئے اور زوجہ نے واقعہ بیان کیا تو اسمعیل نے کہا وہ میرے باپ تھے ان کا حکم ہے کہ تم کو طلاق دیدوں لہذا طلاق دیدی اور دوسری عورت جو قبیلہ جرہم کی تھی عقد کر لیا۔ یہ عورت سیدہ یا اعلہ بنت مضاض بن عمر جرہمی کی لڑکی تھی۔ ابراہیم دوسری بار مکہ آئے اور در اسمعیل پر دستک دی تو اس عورت نے ان کی تواضع کی اور مہمانداری کی۔ ابراہیم نے اسمعیل کو پیغام دیا۔

ادون استقامت عتبة بیتک و ولد لاسمعیل من هذا الزواج اثنا عشر ولداً هم آباء العرب المستعربة وهم عرب الذین ینتمون من ناحیة خؤولتهم فی جرهم الی العرب العاربة ابناء یعرب ابن قحطان

اس زوجہ سے اسمعیل کے بارہ فرزند ہوئے یہی لوگ عرب المستعربہ کے اجداد ہیں یہی وہ عرب ہیں جو ماموؤں کی طرف سے جرہمی تھے عرب العاربہ جو یعرب بن قحطان کی اولاد سے نسبت رکھتے ہیں۔

فاما ابوهم اسمعیل بن ابراهیم فیمت من ناحیة امومته الی مصر وینتمی نسب ومن ناحیة البوته الی العراق والی فلسطین والی حیث نزل ابراهیم من ارض الله

لیکن والد اسمعیل ابن ابراہیم ماں کی جانب سے مصر اعلیٰ خاندان سے نسبت رکھتے ہیں اور باپ کی طرف سے عراق اور فلسطین سے تعلق رکھتے ہیں اور مذکورہ تاریخی ذریت کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ ابراہیم مکہ آئے اور اسمعیل کی زوجہ اول

کو طلاق دلوادی اور دوسری عورت قبیلہ جرہم کی اسمٰعیل نے کی اور اس کے بطن سے بارہ فرزند پیدا ہوئے
ابراہیم سالہا مکہ میں پہلی بار آکر اسمٰعیل کو ان کی زوجہ اول کی زبانی یہ پیغام پہنچایا کہ اپنی چوکھٹ کو بدل دو
یعنی اس عورت کو طلاق دیدو کہ یہ معنی رکھتا ہے کیا صرف یہی کہ ابراہیم کو غصہ آگیا کہ اسمٰعیل کی
زوجہ نے میری خاطرداری اور میزبانی کیوں نہیں کی صرف اتنے سے غصہ پر اسمٰعیل کا بنا بنایا گھر بگاڑ دیا
یہ فعل تو معمولی انسان بھی نہیں کرتے ہیں نہ کہ نبی اولوالعزم جن کے حلم اور صبر کی تعریف خدا نے قرآن میں
کی ہے۔ وہ اتنے مغلوب الغضب ہو جاتے یہ معاملہ غور طلب ہے۔

واقعات تاریخی اور حالات انبیاء سلف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی نے بحکم خدا اپنے بعد کے
آنے والے وصی یا نبی سے عہد و میثاق لیا تھا کہ وہ نور محمدی کو بجز ارحام پاک منتقل نہ کرے۔ چنانچہ کتب مذاہب و
کتب تاریخ اس امر کی شاہد ہیں۔ اسمٰعیل کی پہلی شادی کے وقت ابراہیم پدر اسمٰعیل نبی خدا موجود نہ تھے جو مناسب
وقت مشورہ دیکر عقد اسمٰعیل کراتے۔ اسمٰعیل نے عقد تو کر لیا مگر ابراہیم بوجہ غیر موجودگی اور بُعد وطن کے اسمٰعیل کو مشورہ
نہ دے سکے اور نہ اس پیغام خدا کو پہنچا سکے۔ اسی پیغام کو پہنچانے کی غرض سے بار بار مکہ گئے مگر اسمٰعیل سے ملاقات
نہ ہو سکی۔ آخر میں آپ نے پیغام الٰہی کو بہ طریق احسن پہنچا دیا اور اسمٰعیل نے سمجھ لیا اور فوراً پہلی عورت کو طلاق دیدی
اور دوسری عورت سے عقد کر لیا۔ اب کی مرتبہ زوجہ کے انتخاب میں اسمٰعیل نے اپنے خاندان نبوت کے رسوم
کے مطابق کل شرائط دیکھ لیے اور صحیح عورت سے عقد کیا۔ اسمٰعیل کی پہلی زوجہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مگر
اس دوسری زوجہ سے حسب وعدہ خداوندی جو عبارت توریت سے پیش کیا گیا ہے۔ خدا نے بارہ فرزند اسمٰعیل
کو عطا کیے اور یہی اساس قوم عرب ہوئے اور انہی کو خدا نے اپنے دین و علوم کا وارث بنایا اور نسلاً بعد نسل ان کے
افراد کو فضائل عطا فرمائے اور ان کی نسلوں کو طاہر و پاک رکھا۔ کیونکہ اسی خاندان سے خاتم النبیین محمد مصطفےٰ اور
ان کی آل اطہار پیدا ہونے والی تھی جو قیامت تک۔ بعد انقطاع سلسلہ نبوت مخلوق خدا پر خدا کی حجت بننے
والی تھی۔

اس واقعہ طلاق زوجہ اول و عقد ثانی اسمٰعیل نے اچھی طرح واضح کر دیا کہ خدا نے ہمیشہ تحفظ طہارت نسل
وخاندان محمد مصطفےٰ کا اہتمام کیا ہے اور آدم سے تا محمد مصطفےٰ کسی منزل پر نجاست نسل کو اس سلسلہ خاندان
میں نہیں آنے دیا ہے۔

حضرت اسمٰعیلؑ

توراۃ سفر تکوین آیت ۱۷ - ۱۸
اسحٰق خدا کے وعدہ اور عہد کا مظہر ہے اور اسمٰعیلؑ ابراہیم کی دعا کا یعنی باپ کی دعا سے پیدا ہوئے۔

وجہ تسمیہ سمعیل دو لفظوں سے مرکب ہے سمع ۔ ایل. سمع کے معنی سن لیا اور ایل کے معنی خدا یعنی ابراہیم کی دعا کو خدا نے سن لیا ۔

جملہ معترضہ ۱؎

ذبیح اللہ اسحٰق ہیں یا اسمٰعیل

مورخین غیر اسلامی و مورخین اسلام دونوں میں اختلاف ہے کہ ذبیح اللہ کون ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن نے واقعہ ذبح و قربانی کے موقع پر کسی کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔ محمد حسین ہیکل مصری نے اپنی کتاب حیات محمدؐ میں بھی اس اختلاف کا ذکر کیا ہے ص۸۷ ۔

ولسم یرد فی القران ذکو لاسم الذبیح مما جعل المورخین المسلمین یختلفون فیہ

چونکہ قرآن مجید بھی ذبیح کا نام نہیں لیا گیا ہے اسی وجہ مورخین اسلام نے بھی اختلاف کیا ہے کہ ذبیح اللہ اسحٰق تھے یا اسمٰعیل ۔

جملہ معترضہ ۲؎ مورخین بیگانہ و یگانہ میں اس امر میں بھی اختلاف ہے۔ مورخین اسلام نے صرف اس خوف سے کہ نبی اللہ حضرت ابراہیم پر اعتراض ظلم ہوتا ہے کہ معصوم بچہ اور ہاجرہ کو اپنی زوجہ اولیٰ سارہ کی فرمائش پر شہر بدر یا جلاوطن کر دیا۔ چونکہ یہ بات خلاف عقل و خلاف جذبات انسانیت ہے۔

اسمٰعیل کو ابراہیم نے مکہ کس عمر میں پہنچایا

لہذا مورخین نے یہ کوشش کی کہ اسمٰعیل کو جوان عمر میں فدیہ خدا بنایا جائے لہذا مورخین اسلام نے بھی لکھ کہ اسمٰعیل کی عمر سترہ سال کی تھی جب وہ مکہ لائے گئے ہیں. مذکورہ دونوں اعتراضات کے جواب مختصراً اس موقع پر ضروری ہیں۔ اول تاریخی اسناد ملاحظہ فرمائیے ۔

(۱) توریت تکوین باب ۱۹ ۔

حضرت ابراہیمؑ سویرے اٹھے ۔ روٹی اور پانی کا مشکیزہ لیکر ہاجرہ کو دیا اور ان کے کاندھے پر رکھ دیا اور لڑکے کو بھی انہیں دیکر روانہ کیا۔ وہ رخصت ہو کر بیر سبع میں حیران سرگرداں رہے یہانتک کہ لوٹے یا مشکیزہ میں جو پانی تھا سب خشک ہو گیا۔ ہاجرہ نے لڑکے کو ایک درخت کی جڑ کے نیچے لٹا دیا اور خود ایک تیر کے فاصلہ پر اس کے سامنے جا بیٹھیں اس غرض سے کہ اپنے بیٹے کا پیاس کی شدت سے مرنا اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں. اس کے سامنے بیٹھ کر ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگیں۔ الخ وغیرہ وغیرہ ۔

(۲) توریت باب ۱۶ پیدائش ۔

جب اس نے (ہاجرہ نے) جانا کہ میں حاملہ ہوئی تو اپنی بی بی (سارہ) کو حقیر جانا تب سارا نے ابراہیم سے کہا کہ ناانصافی جو مجھ پر ہوئی تیرے ذمہ ہے۔ میں نے اپنی لونڈی تجھے دی اور اب جو اس نے اپنے آپ کو

حاملہ پایا تو میں اس کی نظروں میں حقیر ہو گئی۔ میرا اور تیرا انصاف خدا کرے۔ ابراہیم نے سارا سے کہا تیری لونڈی تیرے ہاتھ میں ہے جو تیری نگاہ میں اچھا ہو سو اس کے ساتھ کر تب سارہ نے ہاجرہ پر سختی کی اور وہ اس کے سامنے سے بھاگ گئی۔

(۳) کتاب پیدائش باب ۱۶ آیت ۷۔

اور خدا کے فرشتے نے اسے (ہاجرہ) بیابان میں پانی کے ایک چشمہ کے پاس پایا ... ... اور اس نے کہا کہ اے سارہ کی لونڈی ہاجرہ تو کہاں سے آئی اور کدھر جاتی ہے۔ وہ بولی کہ میں بی بی سارہ سے بھاگی ہوں۔ ... ...

آیت ۱۱ خدا کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی کہ اس کا نام اسمٰعیل کہ خدا نے تیرا دکھ سن لیا۔ آیت ۱۶۔ اور جب ابراہیم کے ہاجرہ سے اسمٰعیل پیدا ہوا ابراہیمؑ چھیاسی برس کا تھا باب ۱۷۔ آیت ۱۲۔ تمہاری پشت در پشت ہر لڑکے کا جب وہ آٹھ دن کا ہے ختنہ کیا جائیگا۔ آیت ۱۴۔ اور وہ جس کا ختنہ نہیں ہوا ہی شخص اپنے لوگوں میں کٹ جائیگا کہ اس نے میرا عہد توڑا

آیت ۲۰ باب ۱۷ پیدائش اور اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔

توریت کے باب ۲۲ کتاب پیدائش میں لکھا ہے کہ ابراہیم اسحٰق کو ذبح کے لئے لے گئے اور جب ذبح کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی۔

آیت ۱۲۔ تب فرشتہ نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر مت بڑھا اور اسے کچھ مت کر۔ اب میں نے جانا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے کہ تو نے اپنے اکلوتے کو بھی مجھ سے دریغ نہ کیا۔ تب ابراہیمؑ نے اپنی آنکھیں اٹھائیں اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا۔ آیت ۱۵ پھر خداوند کے فرشتہ نے دوبارہ آسمان پر سے ابراہیم کو پکارا ۱۶ اور کہا خداوند فرماتا ہے میں نے اس لئے کہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنا اکلوتا بیٹا بھی دریغ نہ رکھا۔ قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت دوں گا الخ

حوالہ عبارت توریت ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ سارہ کو رقابت اسی وقت شروع ہو گئی تھی جبکہ اسمٰعیل ہاجرہ کے شکم میں آئے ہیں اور ہاجرہ حاملہ ہوئی ہیں اور اسی وقت سارہ کی سختیوں کی بدولت ہاجرہ گھر سے چلی گئی ہیں

حوالہ ۳ سے واضح ہوتا ہے کہ ابراہیم نے ہاجرہ اور ان کے بچہ کو روانہ کر دیا اور سرزمین حجاز پر پہنچا دیا اور جب پانی ختم ہو گیا تو ہاجرہ کے بچہ پر پیاس کی شدت سے موت کی حالت طاری ہو گئی۔ ماں کا دل تھا۔ ماں نہ در

جا کر بیٹھ گئی اور بچہ کیلئے پانی مانگنے کی دعائیں کرنے لگی۔ اور بچہ کی حالت نزع دیکھ کر زار و قطار رونے لگی۔

(۳) واضح ہوا کہ خدا کے فرشتہ نے ہاجرہ کو چشمہ آب کے قریب پایا اور اسمٰعیل کی خوشخبری کا سنائی اور نسل اسمٰعیل کو برکت اور وسعت کی نوید جانفزا سنائی۔

مذکورہ حوالہ جات توریت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ کو اس وقت سرزمین حجاز پر پہنچایا ہے جبکہ اسمٰعیل کا عہد رضاعت تھا۔ عمر تقریباً بارہ تیرہ ماہ کی ہو گی۔ کوئی قرینہ ایسا نہیں پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تسلیم کر لیا جائے کہ اسمٰعیل کی عمر سترہ سال کی تھی جبکہ وہ سرزمین مکہ پر آئے۔

غیر مسلم یہود و نصاریٰ نے تو اس معاملہ کو اس لئے غلط پیش کیا ہے کہ وہ اسحٰق کی برتری چاہتے ہیں اور جو محمد مصطفےٰ اور حضرت اسمٰعیل کی منقصت اور حقارت کے خواہاں ہیں مسلم مورخین نے اس لئے اس معاملہ کو دگرگوں کیا ہے کہ ان کے خیال میں ابراہیمؑ نبی اللہ پر الزام ظلم عائد ہوتا ہے کہ کمسن بچے کو اور اس کی ماں کو بے خطا جلا وطن کیا گیا اور بے آب و گیاہ ریگستان میں لقمہ اجل بنانے کے لئے دھکیل دیا گیا۔ چونکہ نبی خدا پر ایک سنگین الزام آتا ہے لہٰذا مورخین اسلام نے بھی تاویلات کر کے اسمٰعیل کی عمر سترہ سال بوقت سفر حجاز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بوقت ولادت اسمٰعیل ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی سال کی تھی۔ امید اولاد نہیں رہی تھی خدا سے دعائیں کرتے تھے رب لاتذرنی فردا و انت خیر الوارثین زبان پر جاری تھا۔ اسی عالم میں سارہ نے ہاجرہ کی فرمائش کر دی۔ سارہ نے بھی عورتوں کے حالات سے واقفیت ہونے کی وجہ سے سمجھ لیا تھا کہ اب اس بوڑھے مرد کے اولاد نہیں ہو سکتی ہے۔ لہٰذا فرمائش شوہر کو رد کر کے کیوں مفت کا گناہ مول لیا جائے فرمائش ابراہیمؑ کو پورا کر دیا اور ہاجرہ کو اسمٰعیل کے سپرد کر دیا۔ مگر خدا نے حسب اپنی قدرت کاملہ ظاہر کر دی اور بوڑھے ابراہیمؑ کے ہاجرہ کے بطن سے لڑکا پیدا کیا تو سارہ کو جذبہ رقابت پیدا ہوا اور ابراہیمؑ سے شکوہ شروع کر دیا اور جب ابراہیمؑ نے کہہ دیا کہ یہ تمہاری عطا کردہ کنیز ہے تم جو عمل درآمد کرو تو سارہ نے کہہ دیا کہ اس کو اور اس کے بچے کو اس شہر سے دوسرے شہر میں بھیج دو۔ میں ایک شہر میں اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ چونکہ ابراہیمؑ وعدہ کر چکے تھے لہٰذا وعدہ پورا کیا۔

اب رہا ظلم کا مسئلہ تو یہ اس لئے غلط ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ تم ہاجرہ اور اسمٰعیل کو میرے گھر کعبہ پہنچا دو۔ کعبہ کی تعمیر ابراہیمؑ اور اسمٰعیل کا کارنامہ ہے۔ مگر حقیقت کعبہ اور اساس کعبہ آدم نے رکھی تھی اور کعبہ ہی روئے زمین پر پہلا مکان ہے جو آدم انسان اول نے بنایا تھا۔ احادیث اور آیات قرآن اور کتب مذہب اس پر گواہ ہیں۔ شاہد عادل اعظم ملاحظہ ہو۔

قرآن پ ۴ آیت ۹۶۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکًا وھدیً للعالمین۔

ترجمہ: بیشک سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا انسانوں کے واسطے وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے وہ برکت والا ہے اور عالمین کے لئے ہدایت ہے۔

. . . . .

تفسیریں گواہ ہیں کہ کعبہ کو سب سے پہلے آدم صفی اللہ نے بنایا اور کعبہ ہی سب سے پہلا مکان ہے جو سطح ارض پر بنایا گیا۔

کعبہ ہمیشہ خانہ خدا کہلا رہا ہے۔ خدا نے اس کو اپنا گھر کہا ہے۔ اس کو تمام عالموں کے لئے ہدایت اور باعث برکت قرار دیا ہے اور اس کو جائے امن قرار دیا ہے۔ لہذا ابراہیم کو خدا نے حکم دیا کہ ہماری کنیز خاص ہاجرہ کو ہمارے گھر جو جائے پناہ اور جائے امن ہے پہنچا دو۔ ایسی صورت میں اگر ابراہیم چون چرا کرتے تو پھر شان نبوت و رسالت ہی ختم ہو جاتی۔ ابراہیم اپنے مرتبہ کی اہمیت کو جانتے تھے لہذا سر مو تعمیل حکم میں فرق نہیں آنے دیا۔

ہاجرہ نے پوچھا کہ میرے وارث آپ مجھ کو اور اس بچہ کو کس پر چھوڑے جا رہے ہیں۔ ابراہیم نے جواب دیا اس خدائے قدیر پر جس نے تم کو یہاں طلب کیا ہے۔

شاہد دوم۔ حیات القلوب علامہ محمد باقر مجلسی ج ۱

چوں از برائے او اسمٰعیل از ہاجرہ متولد شد سارہ را غم شد پاپرد ے نمود کہ ابراہیم را از وی آزار می کرد ابراہیم۔ در باب ہاجرہ باین سبب غمگین بود ابراہیم چوں شکایت کرد ایں واقعہ را الخباب متعالمین الٰہی وحی رسید باد کہ شل زن شل دندہ کج است اگر ز را بحال بگذاری از اں تمتع شوی اگر راست کنی آن ازاجی شکند۔ پس خدا امر کرد ابراہیم را کہ اسمٰعیل و ہاجرہ را از نزد سارہ بیرون ببرد۔ گفت پروردگارا بکدام مکان بروم انشاءؑ فرمود کہ بسوئے حرم و جائے کہ محل امن گردانیدم کہ ہر کہ داخل آن شود امین باشد و اول بقعہ گر از زمین کہ آن را خلق کردہ ام آں مکہ است۔

روایت امام جعفر صادق علیہ السلام۔

جب ہاجرہ کے شکم سے ابراہیمؑ کا لڑکا اسمٰعیل پیدا ہوا تو سارہ کو بہت رنج ہوا کیونکہ سارہ کے بطن سے ابراہیم کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ سارہ ابراہیم کو آزار دیتی تھیں اور ہاجرہ کے بارہ میں یہ آزار ہوتا تھا ابراہیم نے خدا سے شکایت کی۔ خدا کی طرف سے وحی آئی کہ اے ابراہیمؑ عورت کی شال پسلی کی سی ہے اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو فائدہ حاصل کرو گے اور اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائیگی سیدھی نہ ہوگی۔ اے ابراہیمؑ تم ہاجرہ اور اسمعیلؑ کو سارہ کے پاس سے ہٹا دو۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا خدایا میں ان کو کہاں لے جاؤں۔ حکم ہوا کہ حرم کعبہ میں لیجاؤ کہ اسکو جائے امن بنایا ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ امن میں رہیگا اور پہلا قطعہ ارض جو میں نے پیدا کیا وہ مکہ ہے

مذکورہ عبارت و آیت قرآن سے ثابت ہوا کہ ابراہیمؑ نے جو کچھ کیا وہ مطابق وحی الٰہی تھا۔ اور ابراہیم کا یہی فرض تھا کہ وہ وحی الٰہی کی تعمیل کریں۔ علاوہ بریں ابراہیمؑ بحیثیت نبی ہونے کے تمام حالات اسمٰعیل و ہاجرہ و اولاد اسمٰعیل سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ اسمٰعیل کی پیشانی میں نور محمدی ہے اور نسل اسمٰعیل ہی سے محمدؐ خاتم النبیین پیدا ہوں گے اور ان کا مولد و ماوا و مسکن مطابق کتب سماویہ زمین حجاز و فاران ہے۔

سطور مندرجہ بالا سے ایک اعتراض تو دفع ہو گیا کہ ابراہیم نے اسمٰعیل کو کس عمر میں مکہ پہنچایا۔ اب رہا یہ معاملہ کہ قربانی اسمٰعیل کی دی گئی یا اسحٰق کی تو اس کے لیے ملاحظہ ہو حوالہ توریت باب ۲۲ مندرجہ بالا "تب فرشتہ نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر مت بڑھا اور اس سے کچھ مت کر کہ اب میں نے جانا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے کہ تو نے اپنے اکلوتے کو بھی مجھ سے دریغ نہ کیا"

آیت ۱۶۔ "اور کہا خداوند فرماتا ہے میں نے اس لیے کہ تو نے ایسا کام کیا۔ اور بیٹا اکلوتا بھی دریغ نہ رکھا۔ قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت دوں گا"

توریت کی عبارت سے معلوم ہو گیا کہ ابراہیم نے قربان گاہ منیٰ پر اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کے لیے لٹایا تھا مورخین غیر اسلامی و مورخین اسلامی متفق ہیں کہ ابراہیمؑ کا اکلوتا بیٹا پہلوٹی کا بیٹا اسمٰعیل تھا۔ کیونکہ ابراہیم کا پہلا بیٹا ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور جب تک اسحٰق پیدا نہ ہوئے اسمٰعیل اکلوتا ہی بیٹا کہلائے۔

(۲) شاہد عادل۔ حیات القلوب جلد اول۔

شخصے از حضرت صادقؑ سوال کرد کہ اسمٰعیل بزرگ تر بود یا اسحٰق و کدام یک ذبیح بودند فرمود کہ اسمٰعیل بزرگ تر بود از اسحٰق بہ پنج سال و ذبیح اسمٰعیل بود و مکہ منزل اسمٰعیل بود ابراہیم خواست کہ اسمٰعیل را ذبح کند ایام موسم منیٰ و بیان بشارت خدا از برائے ابراہیم باسمٰعیل بود و بشارت او باسحٰق پنج سال فاصلہ بود آیا نشنیدہ سخن ابراہیم را گفت رب ھب لی من الصالحین از خدا سوال کرد کہ روزی کند او را پسرے از صالحان و حق تعالیٰ در سورۂ صافات می فرماید کہ فبشرناہ بغلام حلیم پس بشارت دادیم او را بہ پسری بردبار یعنی اسمٰعیل از ہاجرہ پس خدا

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اسمٰعیل بڑے تھے یا اسحٰق اور ان میں سے کون ذبیح تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اسمٰعیل اسحٰق سے پانچ سال بڑے تھے اور اسمٰعیل ذبیح تھے اور اسمٰعیل کی منزل مکہ تھی۔ ابراہیم نے چاہا کہ اسمٰعیل کو ذبح کریں ایام قربانی منیٰ میں۔ خدا نے اسمٰعیل کی ولادت کی خوشخبری جب ابراہیم کو دی اور اس کے بعد اسحاق کی ولادت کی بشارت ابراہیم کو دی اس میں پانچ سال کا فاصلہ تھا۔ کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ ابراہیم نے دعا کی خدا سے کہ مجھکو عطا فرما ایک پسر صالحین میں سے اور خدا نے سورۂ صافات میں فرمایا ہے کہ ہم نے

کرد اسمٰعیل را بگوسفند بزرگ پس از ذکر از انبیا فرمود کہ
بشارت دادیم او را باسحٰق پیغمبری از صالحان و برکت
فرستادیم بر او و بر اسحٰق پس ذبیح اسمٰعیل بود و پیش
از بشارت باسحٰق پس کسے کہ گمان کند کہ اسحٰق بزرگ
تر است از اسمٰعیل و ذبیح اسحٰق است پس تکذیب
کردہ است بانچہ خدا در قرآن از خبر ایشان فرستادہ
است

ابراہیم کو بشارت دی ایک فرزند علیم کی یعنی اسمٰعیل
کی ہاجرہ کے بطن سے۔ پس ابراہیم نے اسمٰعیل کو فدا
کیا اور ایک گوسفند بزرگ ذبح ہوئی۔ اس کے بعد
خدا نے فرمایا کہ بشارت دی ہم نے ابراہیم کو اسحٰق
پیغمبر کی ولادت کی صالحان میں سے اور اس کو برکت
دی ابراہیم اور اسحٰق کو پس ذبیح اسمٰعیل بشارت ولادت
اسحٰق سے پہلے تھے۔ پس جو شخص گمان کرے کہ اسحٰق بزرگ
تر ہیں اسمٰعیل سے تو گویا اس نے جھٹلایا اس خبر کو جو
خدا نے قرآن کے ذریعہ پہنچائی ہے۔

... ...

(۲) شاہد عادل و اعظم پیغمبر اسلام کی متفقہ حدیث ہے۔

انا ابن الذبیحین

میں ذبیحوں کا فرزند ہوں۔

مسلم ہے کہ محمدؐ عبداللہ۔ فرزند اسمٰعیلؑ ہیں۔ اسمٰعیل اگرچہ ذبح نہ ہوئے مگر ذبیح کہلائے اسی طرح حضرت
عبداللہ ابن عبدالمطلب ذبح نہ ہوئے مگر ذبیح کہلائے۔

عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ وہ اپنے ایک بیٹے کو راہ خدا میں حصول رضائے خدا کے لئے فدیہ
کریں گے۔ قرعہ نکالا گیا تو ہر بار عبداللہ کے نام قرعہ نکلا۔

عبدالمطلب نے حسب عہد عبداللہ کو قربان گاہ پر لٹایا مگر اہل خاندان کا اصرار ہوا کہ عبداللہ
اور دس عمدہ قسم کے اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا جائے۔ مگر ہر بار عبداللہ کے نام پر قرعہ آیا۔ آخر سو اونٹ
تک اضافہ کیا گیا تو قرعہ اونٹوں پر آیا اور عبداللہ کو قربان گاہ سے ہٹا لیا گیا اور اونٹوں کی قربانی کر دی گئی اس
لحاظ سے عبداللہ ذبیح قرار پائے اور پیمبر اسلام کے ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ اسمٰعیل جو میرے جد اعلٰے تھے
وہ ذبیح تھے اور میرے والد بزرگوار عبداللہ ذبیح ہیں ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ مورخین نے اس مسئلہ کو بہت طول
دیا ہے اور آخر کسی فیصلہ تک بغیر پہنچے ہوئے بحث کو الجھا دیا۔ میں نے مختصر طریقے پر مستند یگانہ و بیگانہ
اسناد پیش کر کے اس امر اہم کا فیصلہ کر دیا ہے۔

میرا موضوع اس بحث میں پڑنے کا نہیں ہے مگر چونکہ خاندان پیمبر اسلام کے ہر فرد کو اعلٰے
موحد اور اعلٰے نسل ہونے کا ثبوت پہنچانا ہے لہذا یہ مختصر بیان اس موضوع کے عین مطابق
ہے اور کافی ہے۔

اولادِ اسمٰعیل

اسمٰعیل کے بارہ فرزند ہوئے بڑے بیٹے کا نام نبایوط تھا اور اس سے چھوٹے بیٹے کا نام قیدار تھا اور باقی اولاد کے نام یہ ہیں۔ اذبیل۔ بیسام۔ شماع۔ دوماہ۔ مسا۔ تیما۔ یطور۔ یافیش قیدماہ۔ حدر۔ زبور ۵-۱۲۰ ایک قوم ہونے کی حیثیت سے قیدار کا نام سب سے پہلے ۱۱ق۔م میں حضرت داؤد کی زبور میں نظر آیا ہے۔ بنو قیدار اس زمانہ میں خیموں میں رہتے تھے۔ حضرت داؤد شاہی سے پہلے بہت دنوں تک بنی قیدار کے خیموں میں رہے تھے۔

قیدار شہرت اور اعزاز میں اپنے تمام بھائیوں سے ممتاز تھا۔ قیدار عرب حجاز میں آباد ہوا۔ قیدار کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ قیدار کا نام توریت کے صفحات میں۔ اسیریا کے کتبات میں۔ یونان کے جغرافیات میں ہر جگہ موجود ہے لیکن اس سے بھی زیادہ عظیم الشان عزت اس کو یہ حاصل ہے کہ وہ نورِ الٰہی جو آدم و ابراہیم کو ودیعت ہوا تھا وہ اسمٰعیل کے بیٹے قیدار کی پشت سے جلوہ افروز ہوا یعنی پیغمبر عالم محمد رسول اللہ نسل نبایہ شاخ عدنان سے پیدا ہوئے۔

اشعیا نبی جو اسی زمانہ میں تھے یعنی آٹھویں صدی ق۔م میں وہ بیان کرتے ہیں کہ قیدار ایک شاندار اور بہادر قوم ہے۔ ان کی بہت سی آبادیاں تھیں۔ بھیڑ بکری ان کی دولت ہے۔ قیدار کے متفرق روسا میں سے عربوں کے نزدیک سب سے زیادہ مشہور عدنان ہے۔

چھٹی صدی ق۔م میں بخت نصر (نبوخذ نذر) ۶۰۵ سنہ و ۵۶۲ سنہ ق۔م اسیریا کے تخت پر جلوہ نما ہوتا ہے اور عراق سے لیکر شام اور عرب تک کی خاک اڑا دیتا ہے۔ اس وقت اور بعد میں عربوں کا رئیس کل سعد بن عدنان تھا۔

یرمیاہ نبی نے کہا ۴۹۔ ۲۸!

قیدار اور حضور کی حکومتوں پر افسوس ہے جن کو بابل کا بادشاہ نبوخذ نذان دبخت نصر تباہ کرے گا خدا کہتا ہے اٹھو اور قیدار کے پاس جاؤ اور اہل مشرق کو برباد کرو۔

مذکورہ بیان سے واضح ہوتا ہے کہ ظالم بادشاہ بخت نصر تھا اور صالح و نیک و خدا پرست گروہ قیدار اور اولادِ قیدار تھی کیونکہ اشعیا و یرمیاہ نبیوں نے قیدار کے ساتھ ہمدردیاں ظاہر کی ہیں اور بخت نصر کو برا کہا ہے۔

(۱) مروج الذہب مورخ مسعودی۔ حضرت ارمیاہ کے ساتھ سعد ابن عدنان رہے تھے۔

(۲) عدنان کے دو بیٹے تھے معد - عک - بعض تاریخوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عکؔ نے حضر موت کے علاقہ میں حکومت کی تھی۔

جب بخت نصر نے حملہ کیا اور عرب میں بنی عدنان اور بنی جرہم کو شکست دی اور شہر مکہ کو بالکل لوٹ لیا اور وہاں کے صدہا باشندگان کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا تو اس وقت خدائے تعالیٰ نے معد ابن عدنان کی جان کو بال بال بچالیا حضرت ارمیاہ نبی اور ان کے وصی برخیا کو معد بن عدنان کی حمایت میں بھیجدیا۔ یہ دونوں ساتھ مکہ میں آئے اور عدنان کو بھی اپنے ساتھ حرّان یا جبرن جو علاقہ شام میں ہے اپنے ساتھ لے گئے اور ان کو وہاں بآرام رکھا۔ ۔۔ " " " " " " " " " " " " "

یہ سب سلاطین معد بن عدنان کی اولاد میں تھے

مذکورہ متفرق عبارات واقعات سے واضح ہوجاتا ہے کہ قیدار۔ معد۔ عدنان انبیاء زمانہ کے ہم مسلک تھے ایران کے نامرو مدد گار اور دشمنان خدا کے دشمن تھے۔

معد بن عدنان کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام نزار تھا۔ نزار کے پانچ بیٹے تھے۔ ہر ایک کے نام سے ایک شاخ خاندان ہے۔ انمار۔ ایاد۔ ربیعہ۔ قضاعہ۔ مضر۔ بعد کو ان کی نسلوں کا نام اس طرح ہوا۔ بنو عدنان۔ بنو معد۔ بنو نزار وغیرہ۔

مضر کی شاخ متعدد خاندانوں میں تقسیم ہوگئی جن میں ایک قریش کا خاندان ہے۔ فہر ابن مالک کا ہی لقب قریش ہے۔ قریش ایک قبیلہ نہ تھا بلکہ دس خاندانوں میں منقسم تھا اور بعض مورخین نے قصی کو ہی قریش کہا ہے۔

ہاشم۔ امیہ۔ نوفل۔ عبدالدار۔ اسد۔ تیم۔ مخزوم۔ عدی۔ جمح۔ سہم۔

فہر (قریش)

حارث — غالب — محارب

لوی

عامر — قرینہ — کعب — سعد — جشم

بنو معیص — بنو حصل — بنو حصص — مرہ — عدی

تیم — کلاب — یقیظہ

زہرہ — قصی — (اس کے بعد کا سلسلہ صفحات سابقہ میں دیکھیے)

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۰ ترجمہ

عبدالرحمٰن بن عوف کا قول ہے کہ جب قصی مکہ میں آئے اور ان کو غلبہ حاصل ہو گیا اور ان سے افعال حسنہ ظاہر ہوئے تو ان کا لقب قریش مقرر ہوا اور وہ پہلے شخص ہیں جو اس لقب سے ملقب ہوئے۔

(۲) علامہ زرقانی کا بیان ہے تو جملہ اسمٰعیل نے رعلہ بنت مضاض بن عمر جرہمی کے بطن سے اولاد عقب چھوڑی۔ مضاض نے وفات اسمٰعیل کے بعد ان کی اولاد کو اپنے ساتھ رکھا اور ان کی کفالت کی کیونکہ وہ سب ان کے حقیقی نواسے ہوتے تھے اسی وقت سے بنی جرہم کی مکہ میں عظمت قائم ہو گئی۔ یہاں تک کہ تولیت خانہ کعبہ۔ خدمت حجاج، شہر مکہ کی امارت و حکومت بھی ان کے قبضہ و اختیار میں آ گئی۔

(۳) تاریخ طبری ابن اثیر وغیرہ۔ مکہ میں اس وقت دو قبیلے آباد تھے۔ ایک تو بنی جرہم دوسرے بنی قطورہ (عمالیق) بنی قطورہ ابراہیم کی دوسری زوجہ کی اولاد تھی جو یمن سے آ کر مکہ میں بس گئے تھے اس وقت مضاض بن عمر قبیلہ جرہم کے رئیس تھے سمیدع بنی قطورہ کا امیر تھا۔ مکہ کے حصہ اعلےٰ میں بنی جرہم مع بنو اسمٰعیل آباد تھے اور وہاں کی حکومت بنی جرہم سے متعلق تھی۔ شہر کے حصہ پائیں میں بنی قطورہ بستے تھے اور وہاں کی امارت ان سے متعلق تھی۔ حصول ترجیح کی بنا پر ان دونوں مختلف قبائل میں بڑی بڑی خونریزیاں ہوئیں اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ سمیدع کو قتل ڈالا اور اس کے قبیلہ کو شکست دیکر ہمیشہ کے لئے کمزور کر دیا کہ کبھی وہ جرہمیوں کے مقابل نہ ہو سکے۔

مضاض ابن عمر جرہمی تمام مکہ کا امیر اور حاکم تسلیم کر لیا گیا۔ خانہ کعبہ کے تمام اختیارات تو اس کو پہلے ہی سے حاصل تھے۔ مضاض اور اس کے جانشینوں کا طریقہ استبدادانہ اور ظالمانہ ہو گیا۔ غرور حکومت سروں میں سما گیا۔ آخر قبائل متفرقہ جو پہلے منتشر ہو چکے تھے جمع ہونے لگے۔ یمن کے قبیلہ بنی قحطان کی ایک شاخ جو بنی خزاعہ مشہور تھی بنی جرہم پر حملہ آور ہوئی اور انکو شکست دیکر تمام شہر اور اس کے نواحی پر قابض ہوئی بنی جرہم نے بنی خزاعہ سے شکست پا کر نکل جانے کے وقت یہ حرکت کی کہ عمر ابن حارث جو رئیس بنو جرہم تھا اس نے حجر اسود کو اکھاڑ لیا اور دو سونے کے ہرنوں اور بیش بہا زرہیں جو کعبہ میں موجود تھیں چاہ زمزم میں ڈال کر کنوئیں کا منہ پاٹ دیا اور چاہ زمزم کا نشان تک مٹا دیا۔

بنی خزاعہ کی حکومت کا سلسلہ سن عیسوی کے سو برس پہلے تک باقی رہا۔ بخت نصر کے حملوں نے بنی جرہم اور بنی خزاعہ ہر دو کو جو حفاظت خانہ کعبہ کی خاطر متحد ہو گئے تھے۔ اور ان کی حالتیں تباہ ہو گئیں۔

عدنان ثانی جو بنی اسمٰعیل سے تھا اس نے بنی جرہم کے ایک رئیس اور متمول شخص کی لڑکی سے شادی

کرلی اور مکہ میں اپنا اقتدار بڑھایا اور اتنا کہ ان کے صاحبزادے معد ثانی کی اولاد و اعقاب و اعیان و اصحاب حجاز سے نکل کر علاقہ نجد تک پھیل گئے۔ چند پشت تک یہی حالت قائم رہی۔ پھر قصی بن کلاب کے زمانہ میں انہوں نے پورا عروج و اقتدار حاصل کیا

قصی بن کلاب

کلاب بن مرۃ نے فاطمہ بنت سعد بن سیل ازدی سے شادی کی۔ زہرہ ابن کلاب اور قصی بن کلاب پیدا ہوئے۔ قصی کے باپ کلاب کا انتقال ہو گیا۔ فاطمہ نے ربیعہ ابن حرام قضاعی سے عقد کر لیا اور قصی کو ہمراہ لیکر شام چلی گئی۔ قصی اپنے کو ربیعہ کا بیٹا تصور کرتے رہے۔ مگر جوان ہونے پر تیر اندازی کرتے ہوئے کسی مرد قضاعی نے طعنہ دیدیا۔ قصی نے ماں سے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے۔ فاطمہ نے کہا ربیعہ ہے قصی نے کہا کہ لوگ تو تعریضاً طنز کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے پھر فاطمہ نے بتایا کہ تیرا باپ کلاب ابن مرۃ ابن کعب قرشی ہے اور تیرا خاندان خانہ کعبہ کے گرد آباد ہے پس قصی نے یہ سنتے ہی سفر کا ارادہ کیا۔ مگر ماں نے حجاج کے قافلہ کے ہمراہ مکہ بھیجا قصی مکہ آکر اپنے بھائی زہرہ بن کلاب سے ملے مگر وہ اندھے ہو چکے تھے۔

قصی اس کے بعد مکہ ہی میں رہے اور حبی بنت خلیل سے عقد کر لیا۔ خلیل امیر مکہ اور متولی خانہ کعبہ تھے

(۱) طبقات ابن سعد میں درج ہے کہ فاطمہ بنت مسلم الاسلمیہ الخزاعیہ سے روایت ہے کہ انہوں اصحاب رسول کا زمانہ دیکھا جب قصی نے خلیل ابن حبشیہ کی لڑکی حبی سے شادی کی اور اس سے قصی کے بال بچے ہو گئے تو خلیل نے کہا کہ قصی کی اولاد میری ہی اولاد ہے پس مرتے وقت تولیت بیت اللہ و امارت شہر مکہ کا منصب قصی کے لیے وصیت کر گیا اور کہہ گیا کہ وہی ان سب کا زیادہ مستحق ہے۔

خلیل ابن حبشیہ امیر مکہ کا اپنی وصیت میں یہ اقرار کر لینا کہ تولیت کعبہ و امارت مکہ قصی کا حق ہے اور یہی سب سے زیادہ مستحق ہے ظاہر کرتا ہے کہ اب تک خلیل اور اس کے سابق حکمرانوں نے غاصبانہ قبضہ مکہ پر کر رکھا تھا۔ قدرت نے حق بہ حقدار رسانید کے مصداق پھر قصی بن کلاب بن مرۃ کی کو وارث صحیح بنا دیا۔

دوسری بات یہ غور طلب ہے کہ قصی نے بیرون مکہ پرورش پائی۔ باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ماں نے دوسرا عقد کر لیا تھا۔ بھائی اندھا ہو چکا تھا۔ مکہ میں جب واپسی ہوئی تو بے سرو سامانی تھی۔ مگر خاندانی جوہر کبھی نہیں چھپتا۔ قصی نے ان حالات میں مکہ کی لڑکی حبی سے عقد کیا اور اپنی عاقلانہ تدابیر سے خلیل کا قائم مقام ہو کر امارت مکہ حاصل کر لی اور یہ خیال رکھا کہ لپیٹ خاندان میں عقد نہ کریں

تاکہ نسل کی طہارت اور پاکیزگی میں فرق نہ آئے ۔

عبارت طبقات ابن سعد کا ترجمہ ۔ جلد اول ص ۳۹ ۔

ابی صالح ابن عباس سے ناقل ہیں کہ کعب ابن لوی کی اولاد میں قصی ابن کلاب پہلا شخص ہے جس نے ملکی حکومت حاصل کی اور اس کی تمام قوم نے اس کی اطاعت قبول کی اور بلا اضاعت احاری وہ پہلا شخص ثابت ہوتا ہے جو شریف مکہ تسلیم کر لیا گیا تھا ۔ اسی نے دار الندوہ کی بنیاد قائم کی اور اس کے دروازہ کو حرم محترم میں داخل کیا ۔ اسی مکان میں قریش کے تمام امور پیش ہوتے تھے ... ... اور قریش کے علاوہ عرب کے دوسرے قوم قبیلہ کے لوگ بھی سوائے اس جگہ کے اور کسی دوسری جگہ اپنا علم جنگ آراستہ کرنے کے مجاز نہ تھے اور اس علم کو سوائے قصی کے دوسرا مرتب بھی نہیں کر سکتا تھا اور کوئی قافلہ سوائے اس مقام کے کسی دوسرے مقام سے مرتب ہو کر روانہ نہیں کیا جا سکتا تھا ۔

صلا قصی نے ایام حج میں قریش پر حجاج کی ضیافت اور سقایت کی خدمت کو فرض کر دیا ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قصی نے تمام قریش کو جمع کر کے کہا

یا معشر القریش انکم جیوان اللہ واھل بیتہ واھل الحرام	اے لوگو اے قریش تم خدا کے گھر کے ہمسایہ ہو اور اس کے اہلبیت ہو ۔ تم اہل الحرم ہو ۔ حجاج
وان الحجاج ضیفان اللہ وزوار بیتہ وھم احق الضیف بالکرامۃ	خدا کے مہمان ہیں ۔ اور اس کے گھر کے زوار ہیں وہ احترام کے ساتھ مہمانی کے سب سے زیادہ
فاجعلوا لھم طعاماً وشراباً ایام الحج	مستحق ہیں پس تم لوگ ان کو کھانا کھلاؤ اور پانی پلاؤ

تمام لوگوں نے قصی کے اس حکم کو مان لیا اور اقرار کیا کہ ایام حج میں ہم حجاج کو کھانا کھلائیں گے اور پانی پلائیں گے ۔ ان لوگوں نے اسی وقت سے یہ قاعدہ اختیار کیا کہ سال بھر میں ہر شخص ضیافت حجاج کے لئے اپنے مال سے کچھ خرچ نکال لیا کرتا تھا اور سب اس کو قصی کے پاس جمع کراتے تھے ۔ اس رقم سے قصی حجاج کی ضیافت کا سامان قیام مکہ ہنیٰ کے ایام میں کیا کرتے تھے ۔ قصی نے اس کے متعلق بڑے بڑے متعدد حوض بنوائے تھے ۔ مقامات مکہ منیٰ ۔ عرفات میں انہی حوضوں کے ذریعہ سے تمام حجاج کو پانی پلایا جاتا تھا ۔ قصی نے ایام جاہلیت میں اس قومی انتظام کو رائج کیا ۔ اسی انتظام کو عہد اسلام میں بھی جاری رکھا گیا قصی کے الفاظ تقریر ۔ جذبہ خدمت حجاج و انتظام طعام و آب زائرین خانہ کعبہ ظاہر کرتے

ہیں کہ قصی ملت ابراہیم کے پابند تھے اور موحد کامل تھے قصی کا انتقال ۴۸۰ء میں ہوا۔

ہاشم ابن عبد مناف ابن قصی

قصی کے چار بیٹے تھے مگر امارت مکہ و تولیت خانہ کعبہ عبد مناف کو ملی۔ عبد مناف کے بعد ان کے فرزند ہاشم نے امارت مکہ و تولیت خانہ کعبہ پائی اور علم و کمال، تہذیب و تمدن اور معاملات ملکی و مذہبی میں اعلےٰ مرتبہ حاصل کیا۔

سقایہ و رفادہ اور ندوہ کی خدمات جس خوش اسلوبی سے ہاشم نے ادا کیں وہ تاریخ عرب میں یادگار رہیں گی۔

طبقات ابن سعد

وکان ہاشم صاحب ایلاف قریش و ایلاف قریش۔

دواب قریش۔ ہاشم کارواں سالار قریش۔ حرکت کنندگان قریش کہے جاتے تھے۔ ہاشم نے اپنی تجارتی مہارت و غیر معمولی واقفیت و تجربہ کاری کی بدولت باشندگان مکہ کے غربت و افلاس کو تمول اور دولتمندی میں بدل دیا تھا یمن، حبشہ، شام، شہر غزہ وغیرہ قوافل تجارت زیر نگرانی و زیر مشورہ ہاشم بھیجے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ہاشم نے شہنشاہ حبشہ نجاشی کو قافلہ تجار کے ذریعہ ایک خط بھی لکھا تھا۔ ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔ خط کا ترجمہ یہ ہے

کتب الی النجاشی ان یدخل قریشا ارضہ وکانو تجاراً

نجاشی کو خط لکھا گیا کہ قریش عرب اس کے ملک میں آرہے ہیں ان کو تجارت کی اجازت دی جائے یہ لوگ تاجر ہیں۔

مندرجہ ذیل عبارت سے ہاشم کی خداپرستی، نیکوکاری اور موحد ہونے کا ثبوت ملے گا و نیز ان کے خدمات قومی و مذہبی کا اظہار ہوگا۔

طبقات ابن سعد جلد اول ص ۴۵ کا ترجمہ۔

جب ہاشم ابن عبد مناف ابن قصی کو سقایہ کی خدمت ملی اور رفادہ حاج کی۔ ہاشم ابن مناف تمام قبائل قریش میں ایک مرفہ حال شخص تھے۔ جب یہ عہدے ان کے سپرد ہوئے اور موسم حج قریب آیا تو ہاشم نے تمام قبیلہ قریش کو جمع کیا اور کہا یا معشر قریش انکم جیران اللہ واھل بیتہ اے قریش تم خدا کے ہمسایہ خانہ ہو اور اس کے اہلبیت ہو۔ اس موسم میں تمہارے پاس خانہ خدا کی زیارت کرنے والے اور عظمت

بڑھانے والے آتے ہیں پس وہ لوگ خدا کے مہمان ہیں اور میزبان کا سب سے بڑا حق یہی ہے کہ وہ اپنے مہمانوں کی باحسن سلوک ضیافت کرے اور یہ ایک حق ہے کہ خدا تعالےٰ نے تم کو اس خدمت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور تم کو اس خدمت کا شرف دیا ہے۔ اور تم ہیں ان حقوق کو اسی طرح محفوظ رکھنا ہے جس طرح ایک ہمسایہ اپنے ہمسایہ کے حقوق کو محفوظ رکھتا ہے۔ پس تم لوگ خدا کے مہمانوں اور خانہ کعبہ کے زائروں کا اکرام کرو۔ جو بالکل گرد وغبار میں اٹی ہوئی جماعتوں کی صورت میں دور دراز ملکوں سے تمہارے پاس آتے ہیں۔ گویا وہ فوج مقابلہ کنندگان کی جماعتیں ہیں جو دوری مسافت اور تکالیف سفر کی وجہ سے ضعیف۔ لاغر، تشنہ افتاں وخیزاں تمہارے پاس آتے ہیں۔ پس تم باکرام والطاف ان کو اپنے پاس بلاؤ ان کو پانی پلاؤ۔

ہاشم کا یہ حکم سن کر تمام قریش نے رفادہ کی خدمت کا سامان کرنا شروع کر دیا۔ اور تمام قریش نے جو اہلبیت کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے مال کثیر اس کار خیر کے لئے جمع کیا اور خود ہاشم ابن عبد مناف بھی ہر سال مال کثیر اپنے سرمایہ سے اس مصرف کے لئے نذر کیا کرتے تھے۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ہاشم نے حجاج کے پانی پلانے کے لئے چمڑے کے بڑے بڑے حوض بنوائے تھے۔ اور وہ زمزم کے پاس رکھ دیئے جاتے تھے اور انہیں مکہ کے کنوئیں سے پانی لا کر بھر دیا جاتا تھا (چونکہ چاہ زمزم بند ہو چکا تھا) اور یہی تمام حجاج کو پلایا جاتا تھا اور حجاج کو پہلے یوم ترویہ کے روز کھانا کھلایا جاتا تھا اور یہ اول ضیافت شہر مکہ میں کی جاتی تھی۔ پھر دوسرے روز منیٰ میں بھی یہ سلسلہ عرفہ تک برابر جاری رہتا تھا۔ اول روز ان کو روٹی گوشت کھلایا جاتا تھا۔ دوسرے روز روٹی اور مکھن۔ تیسرے روز ستو اور خرمے اور پھر مکہ سے پانی لیجا کر منیٰ میں تمام حجاج کو پلایا جاتا تھا

ہاشم کی فیاضی عبارت طبقات ابن سعد کا ترجمہ۔

قریش متواتر قحط میں مبتلا ہوتے رہے حتیٰ کہ ان کا کل سرمایہ صرف ہو گیا۔ ہاشم شام کو گئے اور وہاں سے کثیر تعداد روٹیاں پکوا کر اونٹوں پر بڑی بڑی کھالوں میں لاد کر مکہ لائے۔ مکہ آکر روٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرایا۔ اور شوربے میں ڈال کر ثرید تیار کرایا اور جن اونٹوں پر روٹیاں لائے تھے ان کو ذبح کر کے پکوایا پھر بڑے بڑے ظروف میں بھر کر عوام کو کھلایا کہ اہل مکہ سب سیر ہو گئے گویا کہ قحط کی مصیبتوں کے بعد مکہ کے غربت زدہ لوگ اول بار پھر از سر نو زندہ ہو گئے۔ اسی ایثار کے بعد ہاشم اسی دن سے ہاشم مشہور ہو گئے۔ کیونکہ ہاشم کے معنی توڑنے والے کے ہیں۔ ہاشم کا اصلی نام عمرو ابن عبد مناف ہے

عبد شمس و ہاشم تاریخ کامل ابن اثیر کی عبارت کا ترجمہ۔

عبد مناف کے دو بیٹے عبد شمس اور ہاشم توام پیدا ہوئے اس طرح کہ ایک کی انگلی دوسرے

کی پیشانی سے جڑی ہوئی تھی جب اس کو جدا کیا گیا تو خون جاری ہو گیا۔ لوگوں نے اس کو فال بد سمجھا۔ اور کہنے لگے کہ ان دونوں میں خونریزیاں ہونگی۔ جب ہاشم اپنے باپ کے بعد سقایہ و رفادہ کے والی مقرر ہوئے تو امیہ بن عبد شمس کے دل میں ریاست ہاشم کا رشک و حسد پیدا ہوا اور جو عداوت پشتہا پشت خاندان ہاشم اور قبیلہ بنی امیہ میں قائم و باقی رہی اس کی یہ ابتدا تھی۔

حسد امیہ بہ ہاشم

عبارت طبقات ابن سعد کا ترجمہ۔

ہاشم سے امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی کو حسد رہا۔ امیہ صاحب مال و دولت تھا۔ اور اپنی مالی قوت کے اعتبار سے اس نے ہاشم کے ساتھ عظمت و وجاہت میں مساوی اور مقابل ہونے کی خاطر وہی امور بجالانے کی کوشش کی جو ہاشم کرتے تھے لیکن امیہ نہ کر سکا اور عاجز رہا۔ تمام لوگوں نے اس کی خفیف الحرکاتی پر سخت طعن و تشنیع کی امیہ کو غصہ آگیا اور اس نے ہاشم سے شکایت کی اور ہاشم کو دعوت مناظرہ دی ہاشم نے منافرہ کے انعقاد کو اپنی شان و مرتبہ کے خلاف سمجھ کر انکار کر دیا لیکن قوم و قبیلہ کے لوگوں نے ہاشم کو راضی کر لیا۔ بآخر ہاشم نے امیہ کے ساتھ منافرہ اس شرط پر منظور کر لیا کہ جو مغلوب ہو وہ پچاس اونٹ سیاہ آنکھوں والے نحر کرے گا اور دس برس تک مکہ کی سکونت ترک کر دے گا۔ امیہ نے یہ شرائط طے کر لئے۔ قبیلہ خزاعہ کا ایک کاہن حکم مقرر ہوا۔ منافرہ قائم ہوا۔ ہاشم امیہ پر غالب آئے۔ ہاشم نے پچاس اونٹ مطابق شرط کے نحر کر کے پکوا کر لوگوں کو ان کا گوشت کھلا دیا امیہ نے مکہ کی سکونت چھوڑ دی اور دس برس تک شام میں مقیم رہا۔

وکانت اول عداوۃ وقعت بین ہاشم وامیہ۔	یہ پہلی عداوت تھی جو ہاشم و امیہ میں واقع ہوئی

افعال بنی امیہ

امام جلال الدین سیوطی در منثور میں لکھتے ہیں۔

اخرج ابن جریر وابن المنذر وابن حاتم والطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ والحاکم وصححہ من طرق علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا قال ھما الافجران من قریش بنو امیۃ وبنو المغیرۃ	ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم طبرانی۔ ابن مردویہ اور حاکم نے بطریق صحیح علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آیت قرآن الم تر الخ۔ جن لوگوں نے دین خدا کو کفر سے بدل ڈالا وہ فاجرین قریش سے دو ہیں۔ بنی امیہ اور بنی مغیرہ۔

. . .

حقیقت واقعہ

طبقات ابن سعد جلد اول ص ۴۶

اوصی هاشم ابن عبد مناف الی اخیه مطلب ابن عبد مناف فبنو هاشم بنو مطلب ید واحد الی الیوم وبنو نوفل وبنو عبد شمس ابناء عبد مناف ید واحد الی الیوم ۔

ہاشم عبد مناف نے اپنے بعد اپنے بھائی مطلب ابن عبد مناف کو اپنا وصی مقرر کیا۔ اسی وقت سے بنو ہاشم اور بنو مطلب باہم ایک ہو گئے اور آج تک ایک ہی ہیں۔ اسی طرح بنو نوفل اور بنو عبد شمس (بنو امیہ) ایک ہو گئے اور آج تک ایک ہیں۔

عقد ہاشم و وفات

طبقات ابن سعد۔ ہاشم نے سلمی بنت عمر بن زید بن لبید بن حداس بن عامر بن غنم بن عدی قبیلہ بنی نجار سے عقد کیا۔ ولیمہ کیا۔ بازار نبط بجانب مدینہ میں کچھ دنوں سلسلہ تجارت قیام کیا۔ اور بعدہ مکہ واپس آ گئے۔ سلمی حاملہ ہو گئیں۔ عبد المطلب بطن سلمی میں آ گئے۔ اس کے بعد ہاشم شام کی طرف چلے گئے۔ مقام غزہ پر بیمار ہو گئے۔ اہل قافلہ ان کی علالت کی وجہ سے غزہ ہی میں ٹھہر گئے ہاشم نے وہیں وفات پائی اور غزہ ہی میں دفن ہوئے۔ سن وفات ۵۱۱ء ہے۔

امارت مطلب ابن عبد مناف

ہاشم نے مطلب ابن عبد مناف اپنے حقیقی بھائی کو اپنا وصی بنایا تھا اور یہی مطلب ہاشم کے بعد سقایہ و رفادہ کے متولی رہے۔

حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری ص ۹۷۔

وکان المطلب اصغر من اخیه عبد شمس ولکنه کان ذا شرف فی القوم وفضل وکانت قریش تسمیه الفیض لسماحته وفضله طبیعی۔

مطلب اپنے بھائی عبد الشمس سے چھوٹے تھے مگر بوجہ اپنے فضل و کمال طبیعت کا ملکہ قوم میں عبد شمس سے زیادہ محترم و معزز تھے۔ قریش نے مطلب کا نام "الفیض" رکھا تھا کیونکہ مطلب میں فطری طور پر فضل و شرافت موجود تھی۔

شیبہ یا عبد المطلب

مطلب نے اپنے بھتیجے ہاشم کے بارہ میں ایک دن سوچا اور مدینہ جا کر سلمی سے بھتیجے کو طلب کیا۔ بہزار مشکلات بھتیجے کو اپنے ساتھ مکہ لائے۔ قریش نے جب دیکھا کہ مطلب ایک جوان کو ردیف بنا کر لا رہے ہیں تو وہ چلا اٹھے کہ یہ غلام زر خرید مطلب لائے ہیں۔ مگر پھر مطلب نے کہا۔ ویحکم! انما هو ابن اخی هاشم قدمت به من یثرب۔ تمہارا برا ہو یہ کیا کہتے ہو۔ یہ نوجوان میرے بھائی ہاشم کا فرزند ہے۔ میں مدینہ سے اس کو لایا ہوں۔ مگر پھر

بھی زبان زد خلائق عبدالمطلب رہا (مطلب کا غلام) حالانکہ آپ کا نام شیبہ تھا۔ (حیاۃ محمد)

تجدید چاہ زمزم

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے۔ زمزم خاص خدا کی رحمت کی سقائی تھی۔ بحالت خواب عبدالمطلب کو متواتر کئی بار منجانب خدا بتایا گیا آخر عبدالمطلب نے زمزم کو کھدوایا۔ ابن ہشام نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے۔

"تین دن تک باپ اور بیٹے (عبدالمطلب اور حارث) نے مل کر وہ کنواں کھودا تیسرے دن چاہ زمزم کا پتہ لگا۔ دونوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا کہ یہی اسمٰعیل کا کنواں ہے۔ پھر اندر کھودا گیا تو قدیم آثار چاہ نکل آئے۔ عبدالمطلب نے پھر تکبیر کہی اور یقین ہو گیا کہ خواب میں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ صحیح ہے۔ جب کچھ اور کھودا تو دونوں سونے کے ہرن نکلے جن کو بنی جرہم نے مکہ سے جاتے وقت چاہ زمزم میں دفن کر دیا تھا۔ پھر اس میں عبدالمطلب کو صیقل شدہ چند تلواریں اور کچھ زرہیں ملیں تو پھر قریش آئے اور کہا کہ ان اشیاء برآمد شدہ میں ہمارا بھی حق ہے۔ عبدالمطلب نے کہا نہیں۔ اگر تم تصفیہ چاہتے ہو تو ہم نصف کر دیں گے"

کعبہ پر ابرہہ بن الصباح کا حملہ

ابرہہ ابن صباح الاشرم نے نجاشی شاہ حبش کی طرف سے حملہ کر کے علاقہ یمن پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس کے لوگوں کو ایام حج میں کعبہ کی طرف سفر کرتے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا کہ وہ کہاں جاتے ہیں لوگوں نے حج کعبہ کا ارادہ ظاہر کیا۔ ابرہہ نے کہا کہ میں یہیں اس سے بہتر عمارت بنوا دوں گا۔ اس کے بعد اس نے کنیسہ (گرجا) تعمیر کرایا۔ اس میں سونے چاندی کی صلیبیں نصب کرائی گئیں اور یہ حکم دیا گیا کہ حج کے مراسم القلیس (کنیسہ کا نام ہے) میں ادا کئے جائیں۔ جب اہل حجاز کو اس کی خبر ملی تو بنی کنانہ کے ایک شخص نے القلیس میں جا کر پاخانہ پھرا اور بھاگ آیا۔ ابرہہ کو علم ہوا تو اس نے نجاشی کو اطلاع دی ہاتھی منگائے اور ساٹھ ہزار کا لشکر جرار ہمراہ لیکر کعبہ کی طرف روانہ ہوا اور عہد کیا کہ کعبہ کو قطعی مسمار کر کے دم لے گا۔ ابرہہ مع لشکر کے جب قریب مکہ مقام مغمس پر پہنچا تو اس نے ایک دستہ فوج کو عبدالمطلب کے پاس پیغام دیکر بھیجا

عبدالمطلب کا جواب۔

ھذا بیت اللہ الحرام وبیت خلیلہ	یہ خدا کا گھر ہے اور اس کے خلیل کا گھر ہے وہی
ابراھیم فان یمنعہ فھو بیتہ	خدا اس گھر کی حفاظت کرے گا کیونکہ یہ گھر اس کا
وحرمہ وان یخل بینہ وبینہ	گھر ہے اور یہ اسی کا حرم ہے اور وہی اپنے گھر کو

فواللہ ماعندنا دفع عنہ — اس حملہ سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ ہمارے پاس اس کے مقابلہ اور دفاع کی قوت نہیں ہے۔

. . . . . .

جب حناطہ امیر فوج ابرہہ عبدالمطلب کے پاس آیا اور عبدالمطلب کو ابرہہ سے ملنے کی دعوت دی تو جب عبدالمطلب ابرہہ کے سامنے پہنچے تو مجبوراً اس کو اپنے تخت سے کھڑا ہونا پڑا تعظیم کی اور گفتگو شروع ہوئی۔ عبدالمطلب نے کہا اے ابرہہ تیری فوج نے میرے دو سو اونٹ پکڑ لئے ہیں واپس کر دے۔ ابرہہ نے کہا کہ تم نے کعبہ کو مسمار ہونے سے بچانے کی درخواست نہیں کی بلکہ اپنے اونٹوں کو طلب کیا۔ عبدالمطلب نے فرمایا۔

انی انا رب الابل وان للبیت ربّاً سیمنعہ۔ قال ماکان لیمتنع منی قال انت وذالک۔ — میں اونٹوں کا مالک ہوں اور کعبہ کا رب بھی موجود ہے جو عنقریب اس کو محفوظ رکھے گا تجھ کو دفع کرے گا۔ ابرہہ نے کہا کہ مجھ کو آج کعبہ کے مسمار کرنے سے کون روک سکتا ہے عبدالمطلب نے کہا کہ یہ تو جانے اور وہ جانے جس کا گھر ہے۔

. . . . . .

دعائے عبدالمطلب اس کے بعد عبدالمطلب گھر آئے۔ جماعت قریش کو ہمراہ لیا۔ کعبہ کے در کے پاس آئے فاخذ بحلقۃ الکعبہ زنجیر در کعبہ کو پکڑ لیا اور خدا سے دعا طلب نصرت کی۔ اس کے بعد بلندی کوہ پر چلے گئے لوگ ہمراہ تھے قدرت خدا کا تماشہ دیکھنے کے لئے منتظر رہے ابن ہشام نے لکھا ہے کہ جب ابرہہ نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تو خدا نے بحر عرب کی طرف سے طیور کا ہجوم بھیجا۔ ان پرندوں کی چونچ اور پنجوں میں صرف تین تین عدد نخود اور ماش کے برابر کنکریاں تھیں۔ یہ طیور لشکر ابرہہ پر چھا گئے اور ان پر ایسی سنگ باری کی کہ ابرہہ کے لشکر کا ایک سپاہی بھی نہ بچ سکا۔ بکثرت مر گئے اور باقی شہر صنعا کی طرف بھاگ گئے۔ ابرہہ بھی بھاگا مگر اس کے اعضا جدا ہو گئے۔

طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمن۔

وقت واقعہ فیل محمد صلعم شکم مادر میں تھے ولد رسول اللہ صلعم یوم اثنین لعشر لیال خلون من شہر ربیع الاول و — پیغمبر اسلام بروز دوشنبہ دہم ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور لنصف المحرم میں اصحاب الفیل مکہ میں آ چکے تھے اس حساب سے واقعہ فیل اور ولادت پیغمبر

کان قدوم اصحاب الفیل للنصف من المحرم فبین الفیل وبین مولد رسول اللہ صلعم خمس وخمسون لیلۃ

پیمبر اسلام میں پچپن راتوں کا فاصلہ ہے۔

واقعہ ذبح عبداللہ ابن عبدالمطلب عبدالمطلب نے زنجیر در کعبہ کو پکڑ کر نذر کی کہ خدا ان کو دس فرزند عطا فرمائے تو ایک پسر کو راہ خدا میں فدیہ کریں گے جب دعائے عبدالمطلب قبول ہو گئی اور دس فرزند پورے ہو گئے تو عبدالمطلب اپنے فرزندوں کو خانہ کعبہ کے اندر لے گئے اور قرعہ ڈالا۔ تین بار قرعہ عبداللہ کے نام پر آیا۔ لہذا حسب عہد عبدالمطلب نے عبداللہ کو ذبح کے لئے زمین پر لٹایا کہ اکابر قریش جمع ہو گئے اور عبدالمطلب کو ذبح عبداللہ سے روک دیا۔ باوجود اصرار کے عبدالمطلب کو عبداللہ کو ذبح نہیں کرنے دیا۔ تاآنکہ بنت عبدالمطلب نے آگے بڑھ کر تجویز پیش کی کہ باباجان آپ اپنے اعلے قسم کے اونٹوں کو فدیہ عبداللہ کرنے پر قرعہ ڈالئے اور اونٹوں کی تعداد کو بڑھاتے جایئے کہ خدا راضی ہو جائے۔ عبدالمطلب نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ اور دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالا گیا۔ عبداللہ پر قرعہ آیا۔ اسی طرح دس دس اونٹ بڑھائے گئے یہاں تک کہ جب سو اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ اونٹوں پر آیا۔ قریش نے خوش ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ مگر عبدالمطلب نے کہا کہ جب تک تین بار قرعہ اونٹوں پر نہ آئیگا میں باز نہ آؤنگا اور عبداللہ زیر خنجر لیٹے رہے۔ یہانتک کہ تین بار قرعہ اونٹوں پر آیا۔ لہذا صفا و مروہ کے قریب اونٹوں کو قربان کیا گیا اور سب کو گوشت تقسیم کیا گیا

(حیات القلوب)

اسی واقعہ کی وجہ سے پیمبر اسلام فرمایا کرتے تھے انا ابن الذبیحین میں دو مذبوح فدیوں کا بیٹا ہوں۔ ایک اسمعیل اور ایک عبداللہ۔

ازواج عبدالمطلب چاہ زمزم کو جب عبدالمطلب نے کھودا اور اس میں سے کچھ سامان نکلا تو قریش نے تقسیم سامان برآمد شدہ پر نزاع و جھگڑا کیا۔ مگر عبدالمطلب نے تلواروں اور زرہوں کو اپنی ملکیت و حصہ مقرر کیا اور تولیت کعبہ تو عبدالمطلب کے پاس پہلے سے تھی۔ عدی بن نوفل جو عبدالمطلب سے پہلے مکہ کے ممتاز افراد میں تھا اور عبدالمطلب سے حسد کرتا تھا اس نے طنزاً عبدالمطلب سے کہا کہ تم کو کعبہ کی تولیت اور اہل مکہ پر فضیلت و تفوق کس لئے ہے حب کہ تم تنہا مدینہ سے مکہ بعہد طفلی آئے تھے اور اب کوئی فرزند اور مددگار تمہارا مکہ میں نہیں ہے۔ عبدالمطلب اس بات پر غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ تو مجھ کو سرزنش کرتا ہے کہ میرے فرزند نہیں ہیں۔ اس کے بعد

آپ نے خانہ کعبہ میں آکر عہد و نذر کی کہ اے خدا مجھ کو دس یا زیادہ فرزند عطا فرما تو میں ایک فرزند کو فدیہ کروں گا اور تو میرے دشمنوں کو ذلیل کر اور مجھ کو عزت عطا فرما۔

اس کے بعد عبدالمطلب نے چھ عورتوں سے عقد کیا۔ یہ عورتیں عالی خاندان اور حسب و نسب میں ممتاز تھیں (۱) منعہ دختر حارث کلابیہ (۲) سمرائی دختر عینوق و طلیقیہ (۳) ہاجرہ خزاعیہ (۴) سعدہ دختر حبیب کلابیہ (۵) ہالہ دختر وہب (۶) فاطمہ دختر عمرو مخزومیہ۔

فاطمہ کے بطن سے عبداللہ اور ابوطالب پیدا ہوئے۔ (حیات القلوب)

عبدالمطلب کے فرزند جب سن شعور کو پہنچے تو آپ نے سب کو جمع کیا اور اپنی نذر و عہد کا تذکرہ ان سے کیا کہ میں نے خدا سے ایک فرزند کے ذبح کا عہد کیا ہے۔ تم سب کی کیا رائے ہے۔ سب خاموش رہے مگر سب سے چھوٹے فرزند عبداللہ نے عرض کیا کہ بابا جان جو حکم خدا ہے اور جس کام میں رضائے خدا ہے اور جو آپ نے عہد کیا ہے وہ پورا کیجئے اور میں حاضر ہوں اس وقت عبداللہ کا سن گیارہ سال کا تھا۔ عبدالمطلب نے سب فرزندوں کو خانہ کعبہ چلنے کا حکم دیا اور پھر قرعہ ڈالا۔ (حیات القلوب)

(۱) حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۳

احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ اجداد پیمبر اسلام ابراہیم علیہ السلام کے اوصیاء تھے اور خانہ کعبہ کی تولیت و حکومت مکہ بہ بالفعل رہے۔ اور عوام و خواص کے مرجع تھے۔ ملت ابراہیمؑ پر عامل تھے۔ اور نہ شریعت موسٰیؑ اور حضرت عیسٰیؑ و شریعت ابراہیمؑ بنو اسمٰعیلؑ میں منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اولاد اسمٰعیل شریعت کے محافظ تھے اور یکے بعد دیگرے وصیت کرتے رہے اور آثار انبیاء کو ایک دوسرے کو سپرد کرتے رہے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ عبدالمطلب تک پہنچا عبدالمطلب نے ابوطالب کو وصی مقرر کیا۔ اور ابوطالب آثار انبیاء و امانات انبیاء کو بعد بعثت محمد صلعم کو سپرد کر دیا۔

(۲) عبدالمطلب کے فضائل کے بارہ میں متعدد احادیث موجود ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پیمبر اسلام نے فرمایا ہے۔

عبدالمطلب نے قبل عہد اسلام پانچ سنت احکام مقرر کئے تھے۔ خدا نے ان احکام کو اسلام میں جاری کر دیا۔

اول یہ کہ باپ کی ازواج کو فرزند کے لئے حرام کر دیا تھا۔ خدا نے بھی قرآن میں حکم دیا ہے ولا تنکحوا ما نکح

اباؤکم من النساء۔

دوم یہ کہ آپ نے دفینہ پایا اس کا خمس پانچواں حصہ راہ خدا میں دیدیا چنانچہ خدا نے فرمایا ہے
واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للّٰہ خمسہ۔

سوم یہ کہ جب زمزم کو کھودا گیا تو اس کو حجاج کا سقایہ مقرر کر دیا گیا۔ پس خدا نے فرمایا ہے کہ
اجعلتم سقایۃ الحاج

چہارم یہ کہ آدمی کے خوں بہا کے عوض سو شتر مقرر کیۓ خدا نے اس کے بارہ میں حکم بھیجا
....

....

پنجم یہ کہ طواف خانہ کعبہ کا شمار و عدد مقرر نہ تھا۔ عبدالمطلب نے سات شوط (چکر) مقرر کیۓ خدا نے ایسا ہی مقرر کر دیا۔

حیات القلوب حصہ ۲ صہ ۳۱

عقد عبداللہ ابن عبدالمطلب

(۱) طبقات ابن سعد جلد اول صہ ۵۸ ترجمہ

آمنہ بنت وہب اپنے چچا وہب ابن عبد مناف ابن زہرہ ابن کلاب کی کفالت میں تھیں۔ عبدالمطلب عبداللہ کو بنی زہرہ کے قیام گاہ پر لے گیۓ اور آمنہ کا خطبہ نکاح عبداللہ کے ساتھ پڑھا۔ اور عبداللہ کو آمنہ سے بیاہ دیا۔ اور وہب کی لڑکی ہالہ بنت وہیب سے خود خطبہ نکاح پڑھ کر خود شادی کرلی۔ یہ دونوں نکاح بہ یک وقت ایک ہی محفل میں واقع ہوۓ۔

ہالہ کے بطن سے عبدالمطلب کے ہاں حمزہ پیدا ہوۓ اور ہالہ نے محمدؐ کو دودھ پلایا۔ اس بنا پر حمزہ سلسلہ نسب میں محمد صلعم کے عم محترم تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ جب آمنہ کی شادی عبداللہ سے ہوگئی تو عبداللہ تین دن تک حسب دستور سسرال میں رہے۔

عبداللہ ابن مطلب بہ سلسلہ تجارت شہر غزہ گئے تھے وہیں بیمار ہوگئے اور بعمر پچیس سال انتقال فرمایا دارالنابغہ میں مدفون ہوۓ۔ بوقت وفات عبداللہ آمنہ آٹھ ماہ کی حاملہ تھیں۔

ابن سعد صہ ۶۲ والاول اثبت انہ توفی و رسول اللہ صلعم حمل

یہ قول زیادہ معتبر و مستند ہے کہ بوقت وفات عبداللہ محمد رسول اللہ حمل میں تھے یہ امر ہمارے اور تمام اہل علم کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ جناب آمنہ بنت وہب اور عبداللہ ابن عبدالمطلب کی کوئی اولاد سوائے محمدؐ کے نہیں تھی (گویا ذات پیمبر اسلام محمد مصطفےٰ مرکز فضائل و مناقب انبیاء۔ اوصیاء۔ اولیاء تھی۔)

اسم مبارک و سن ولادت | محمدؐ ۔ احمد ۔ محمود ۔ کنیت ابوالقاسم سن ولادت عام الفیل ۵۷۰ء

مادر گرامی | آمنہ بنت وہب مادر گرامی تھیں ۔ جب محمد صلعم کا سن چھ سال کا ہوا تو مادر گرامی نے مقام ابوا میں انتقال فرمایا ۔

جد امجد عبدالمطلب | جب آمنہ نے وفات پائی تو پیمبر اسلام کی تربیت و پرورش عبدالمطلب نے کی ۔

عم محترم ابوطالب | طبری واقعہ فیل سے آٹھ سال بعد عبدالمطلب نے وفات پائی اور بوقت وفات پیمبر اسلام کی نگہداشت کے بارہ میں ابوطالب کو وصیت کر گئے ۔ ابوطالب و عبداللہ حقیقی بھائی تھے ۔ اس لئے محمدؐ کی ولایت کا منصب ابوطالب کو سپرد ہوا اور پھر ہمیشہ محمدؐ رسول اللہ ابوطالب کے ہمراہ رہے ۔ (طبری)

خطبہ نکاح اور ابوطالب | خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی اور محمدؐ کی عمر پچیس سال جب کہ عقد نکاح ہوا اور ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھ کر نکاح پڑھایا ۔

طبقات ابن سعد ۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ۔ ذہین ۔ عاقلہ ۔ فرزانہ تھیں خدا نے ان کو کرامت اور خیر عطا فرمائی تھی ۔ واعظمہم شرفاً ۔ شرافت میں سب سے اعلیٰ تھیں خطبہ نکاح جو ابوطالب نے بوقت نکاح پڑھا (زرقانی)

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمٰعیل وضئضئ معد و عنصر مضر وجعلنا حضنۃ بیتہ وسُوّاس حرمہ وجعل لنا بیتاً محجوجاً وحرماً آمناً وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی ھذا محمد بن عبداللہ لا یوزن برجل الا رجح بہ شرفاً ونبلاً وفضلاً وعقلاً فان کان فی المال قلّ فان المال ظل زائل وامر حائل ومحمد من قد عرفتم قرابتہ وقد خطب خدیجۃ بنت خویلد وبذل لھا ما اجلہ وعاجلہ من مالی کذا وھو واللہ بعد ھذا لہ نبأ عظیم وخطر جسیم وقد خطب الیکم راغباً کریمتکم خدیجۃ وقد بذل لھا من الصداق ما حکم عاجلنا اثنا عشرۃ اوقیۃ ذھباً ۔

ترجمہ ۔ تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہم کو ذریت ابراہیمؑ و اولاد اسمٰعیلؑ نسل معد ابن عدنان اور صلب مضر سے پیدا کیا اور ہم کو اپنے بیت (گھر) کا محافظ اور اپنے حرم کا

نگہبان مقرر کیا ہم کو ایسا گھر عطا فرمایا جس کا حج مخلوقِ خدا کرتی ہے اور جو مخلوقِ خدا کے لئے جائے امن ہے۔ خدا نے ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔ اما بعد محمد بن عبد اللہ جو میرے بھائی کا فرزند ہے۔ اگر اس کا کسی شخص سے موازنہ کیا جائے تو شرافت و فضیلت۔ کرامت و عقل کے لحاظ سے ہر ایک سے افضل ہے۔ اب رہا مال مال تو مال ایک قابل زوال سایہ ہے۔ اور متغیر ہونے والا حال ہے۔ محمدؐ سے جو قرابت مجھ کو ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ محمدؐ نے خدیجہ سے عقد نکاح کا ارادہ کیا ہے۔ اور میں نے اپنے مال سے خدیجہ کا مہر موجل و معجل ادا کر دیا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمدؐ وہ شخص ہے جس کے لئے کوئی خبر عظیم اور گراں تر شقہ بہرہ نصیب ہونے والا ہے۔ اے معشر قریش میں محمدؐ کا نکاح خدیجہ کریمہ کے ساتھ پڑھتا ہوں اور ان کا مہر بارہ اوقیہ سونا ادا کرتا ہوں۔ (زرقانی)

عبارت مندرجہ بالا سے چند امور واضح ہو گئے۔

(۱) محمد مصطفےٰ سید المرسلین خاتم النبین کا نکاح ابو طالب نے پڑھایا۔ اگر ابو طالب نعوذ باللہ مشرک ہوتے (جیسا کہ بعض واضعین حدیث نے لکھدیا ہے) تو نکاح جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ مسلم کا نکاح کافر و مشرک نہیں پڑھا سکتا۔ نہ کہ رسول و نبی کا نکاح۔

(۲) خدیجہ کا مہر ابو طالب نے اپنے مال سے دیا۔ یہ مہر بھی اسی حالت میں صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ابو طالب کو موحد اور ملت ابراہیمؑ کا پیرو تسلیم کر لیا جائے۔

(۳) ابو طالب نے خود اقرار نبوت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہمارے اجداد ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ تھے اور خانہ کعبہ اور مکہ کے متولی اور حاکم تھے۔

(۴) ابو طالب نے کعبہ کو بیت اللہ کہا ہے اور مقام حج بتایا ہے اس سے ثابت ہے کہ ابو طالب موحد تھے اللہ کی وحدانیت کے قائل تھے اور مناسک حج کو جانتے تھے۔

(۵) ابو طالب نے بتایا ہے کہ تمام مخلوق میں محمدؐ کا درجہ اعلےٰ و برتر ہے۔ ان کا موازنہ بحیثیت شرافت و کرامت کسی سے نہیں ہو سکتا۔ گویا فضیلت محمدؐ کے معترف تھے۔

(۶) ابو طالب نے آخر میں بتایا ہے کہ محمدؐ وہ شخص ہیں کہ انکی نبوت و رسالت کا عنقریب منجانب خدا اعلان ہونے والا ہے اور محمدؐ مبعوث بہ رسالت ہونے والے ہیں۔ الفاظ بمصلحت وقت مدبرانہ ہیں۔ اور بالکل وہی انداز ہے جس طرح انبیاء و اوصیاء سابقین نے پیمبر اسلام کی بعثت کی خبر دی تھی۔ گویا ابو طالب نے بشارت انبیاء و سابقین کی تائید بھی کر دی اور قوم کو خود بھی بشارت محمد صلعم دیدی

احادیث متواترہ از طریق خاصہ و عامہ برین مضامین دلالت کردہ است بلکہ از احادیث متواترہ ظاہر می شود کہ اجداد آنحضرت ہمہ انبیاء و اوصیاء و حاملان دین خدا بودہ اند۔ حیات القلوب

ترجمہ محدثین و مورخین عام و خاص کا اتفاق ہے اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ پیمبر اسلام کے آباؤ اجداد تمام انبیاء۔ اوصیاء اور حافظان شریعت دین خدا ہوئے ہیں۔

اللہ تعالےٰ بہ تصدق محمد مصطفےٰ و آلہ نجبا میری سعی کو مقبول کرے اور اس تصنیف و تالیف کو سبب اتحاد فرق مسلمین بنائے اور غیر مسلمین کے لئے اس کتاب کو شمع ہدایت بنائے تاکہ وہ بہترین انسان کی پیروی کر کے دین و دنیا کی فلاح اور برکتیں حاصل کر سکیں اور انسانیت کو تباہ کر دینے والے اخلاق ذمیمہ سے محفوظ رہ سکیں۔

اللھم تقبل منی بحق محمدؐ و آل محمدؐ

ما علینا الا البلاغ

الحاج ڈاکٹر سید مجاور حسین خلف سید غنی حیدر

المعروف ڈاکٹر حسینی

تتمہ پیشین گوئیاں

انسان جب اپنے قوائے جسمانی ظاہری و باطنی پر قدرت کاملہ حاصل کر لیتا ہے اور روحانیت اور اخلاق کا مجسمہ کامل بن جاتا ہے تو اس کے فکر و نظر، دل و دماغ میں ایسی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ حالات و واقعات موجودہ سے واقعات و حالات آئندہ کا صحیح اندازہ کر لیتا ہے۔ اور اس کا یہ اندازہ قطعی صحیح ہوا کرتا ہے۔ پیمبر اسلام کے قوائے روحانیہ و عقلیہ اس درجہ کمال پر پہنچ چکے تھے کہ اس سے آگے بس حد کمال تھی۔ لہذا آپ نے اپنی ابتدائی عمر میں قوم عرب و نیز اقوام و مذاہب موجودہ کا ایسا اعلیٰ تجزیہ کیا اور اس کی اصلاح کے لئے ایسی تدابیر اختیار کیں جو تا قیامت صحیح اور کامل ہی رہیں گی اور ان تدابیر کے نتائج روز بروز بہتر ہی پیدا ہوتے جائیں گے۔ طبیب کا یہ کمال ہے کہ وہ مریض کا معائنہ کرنے کے بعد پہلے ہی دن ایسا نسخہ اور اجزائے نسخہ تجویز کر دے جو اس مریض کو صحت کلی تک پہنچا سکے۔ پیمبر اسلام نے اپنی ابتدائی عمر ہی میں جو تدابیر اصلاح بنی نوع انسان کے لئے تجویز کی تھیں اور جن پر خود عمل کر کے دکھایا تھا وہ ہر عہد میں قابل عمل اور وجہ تکمیل قوائے بنی نوع انسان رہیں گی۔

بحیثیت رہبر کامل و مصلح اعظم پیمبر اسلام کا یہ بھی فریضہ تھا کہ آپ اپنے متبعین اور مقلدین کو یہ بھی بتا دیں کہ وہ کیونکر آئندہ کے خطرات سے محفوظ رہ سکیں گے اور وہ کون کون سے امور ہونگے جو ان کے شیرازہ اتحاد کو برباد کر سکیں گے اور وہ کون سے امور ہونگے جو ان کی ترقی و کامیابی میں معاون و مددگار ہونگے ہر مدبر نے ہر عہد میں اپنی قوم و ملک کے لئے پیشین گوئیاں کی ہیں اور ان کے ذریعہ سے اپنی قوم کے افراد کو خطرات آئندہ سے آگاہ کیا ہے۔

پیمبر اسلام نے اس کام کو جس کامل اور احسن طریقہ پر انجام دیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی ہے۔

ملت اسلام چونکہ تا قیامت باقی رہیگی اور پیمبر اسلام آخری نبی و رسول ہیں لہذا پیمبر اسلام کو قیامت تک کے لئے کل حالات و خدشات و خطرات سے ملت اسلامیہ کو باخبر کر دینا ضروری تھا۔

اس کتاب میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ پیمبر اسلام کی کل پیشینگوئیاں نقل کی جائیں۔ صرف نمونتہً چند پیشگوئیوں کو لکھا جاتا ہے جو اتحاد ملت کے لئے ضروری تھیں یا ملت اسلامیہ کے عقائد و بنیادی اصول کو قائم کرنے کے لئے ضروری تھیں، ملاحظہ ہوں۔

حوالہ جات تاریخ احمدی واقعہ اول دعوت ذوالعشیرہ

پیمبر اسلام جب تین سال متواتر مخفی طور پر تبلیغ اسلام کرتے رہے اور عوام کو توحید خدا سے روشناس کر چکے تو آپ نے بحکم خدا اپنے خاندان کے مشاہیر اور اعیان کی دعوت کی۔ اور بعد دعوت کے ان الفاظ میں حاضرین کو مخاطب کیا۔

عن علی ابن طالب - فقال یا بنی عبد المطلب انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی امری ھذا ویکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنھا جمیعا فقلت وانا احدثھم سنا یا نبی اللہ انا وزیرک علیہ قال فاخذ برقبتی فقال ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا لہ (تفسیر معالم التنزیل لبغوی۔ دلائل النبوۃ بیہقی۔ الجوامع سیوطی۔ کنز العمال علاء الدین علی متقی۔ تاریخ الرسل والملوک ابن جریر طبری و تاریخ کامل ابن اثیر جزری و تاریخ ابو الفداء)

ترجمہ۔ اے بنی عبد المطلب میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی نیکی لایا ہوں اور خدا نے مجھے اس بات پر مامور کیا ہے کہ میں تم کو اس طرف بلاؤں۔ پس تم میں سے ایسا کون شخص ہے جو اس امر میں میری وزارت کرے اور میرا بھائی اور وصی و خلیفہ ہو۔ آنحضرت کی اس تقریر کا کسی نے جواب نہ دیا مگر میں نے (علیؑ نے) باوجود سب سے کمسن ہونے کے عرض کیا یا نبی اللہ اس کام کے لئے میں حضور کی وزارت کو حاضر ہوں۔ یہ سن کر پیمبر اسلام نے میری گردن پر دست شفقت رکھکر فرمایا۔

اے افراد قوم دیکھو تم لوگوں میں یہ (علی) میرا بھائی۔ میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے۔ تم سب اس کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

پیمبر اسلام بحکم خدا کار تبلیغ توحید کو علانیہ شروع کرنے والے تھے۔ لہذا سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ اس مہتم بالشان کار نبوت کے لئے اپنا وزیر مقرر کریں اور آپ کا یہ فعل عین حکمت عملی تھا۔ اس کے بعد یہ بھی ضروری تھا کہ اعتماد کلی کا اظہار کرتے ہوئے قوم کو مطلع کردیں کہ میری زندگی میں بھی میرے وزیر کی اطاعت قوم پر واجب و لازم ہے اور میرے متبعین کے لئے اور ان کی آئندہ ترقیوں اور فلاح کے لئے اطاعت وزیر ضروری ہے۔ اس ابتدائی دور میں تو پیمبر اسلام کی یہ پیشگوئی قوم کے نزدیک مضحکہ تھی مگر بعد کے واقعات نے بتایا کہ یہی پیشگوئی اساس دین اسلام قرار پائی۔ اور جب تک۔ اسلام روئے زمین

پر باقی رہے گا اور انشاء اللہ ہمیشہ باقی رہے گا یہی پیشگوئی روح و اساس اسلام بنی رہے گی۔

پیشگوئی دوم شہادت حسینؑ بحوالہ حجج الکرامہ تاریخ احمدی ص۲۴۴ سر الشہادتین شاہ عبد العزیز دہلوی۔ شواہد النبوۃ ملا جامی۔ معجم بغوی۔ بیہقی اور ابو نعیم۔ ابن راہویہ وغیرہ۔ ترجمہ شہادت امام حسینؑ کی پیشگوئی میں جناب رسالت مآب کی حدیثیں مشہور و متواتر ہیں۔ احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میرا بیٹا حسینؑ شہید کیا جائیگا

حاکم اور بیہقی نے ام الفضل سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن حسینؑ کو لیکر رسول اللہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور حسینؑ کو رسول خدا کی گود میں دیدیا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ رسول خدا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ام الفضل مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میری امت اس فرزند کو شہید کرے گی۔

میرا فرزند حسینؑ اس سرزمین پر شہید ہوگا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ پس اس وقت تم میں سے جو موجود ہو حسینؑ کی نصرت کرے۔

رسول مقبول نے امام حسینؑ کی خبر شہادت چند سال قبل دی تھی اور ان کے قاتلوں پر لعنت اور نفرین کی تھی (حجج الکرامہ)

امام حسینؑ ابن علیؑ کی امامت و نیز شہادت کی پیشگوئی پیمبر اسلام نے اپنی زندگی میں کی تھی جب کہ حسینؑ صغیر السن تھے اور امام حسینؑ کی نصرت کی تاکید کی تھی اور ان کے قاتلوں پر لعنت کی تھی۔ آپ کے اس قول و فعل نے ثابت کیا کہ آپ دین اسلام میں ایک عظیم الشان فتنہ و فساد ہونیکی خبر دے رہے تھے اور اہل اسلام کو اس برباد کن فتنہ سے باخبر رکھنا چاہتے تھے اور آپ کی منشا یہ تھی کہ دین اسلام کے اصول برباد نہ ہونے پائیں اور امت میں تفرقہ نہ پڑنے پائے۔ حسینؑ کی شہادت سے پہلے پیمبر اسلام کا حسینؑ پر گریہ کرنا۔ قاتلین پر لعنت کرنا بتاتا ہے کہ پیمبر اسلام ظاہر کر رہے تھے کہ حسینؑ حق پر ہوگا اور اس کی مخالف جماعت دین سے منحرف ہو چکی ہوگی۔ اس صورت میں حسینؑ کی نصرت حق کی نصرت ہوگی اور حسینؑ کی مخالف جماعت کی نصرت دشمنی خدا اور رسول ہوگی اور سبب افتراق دین اسلام ہوگی۔

پیشگوئی سوم واقعہ ابوذرؓ سنہ ۳۱ھ غزوہ تبوک میں کچھ لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان میں ابو ذر بھی تھے ان کا ناقہ کمزور اور لاغر تھا اس وجہ سے پیچھے رہ گئے اور صحرا میں تنہا رہ گئے کسی منزل پر پیمبر اسلام تک پہنچ گئے اور اپنا واقعہ بیان کیا پیمبر اسلام نے فرمایا رحم اللہ ابوذر

یمشی وحدہ ویموت وحدہ خدا ابوذر پر رحم کرے۔ تنہا یہ سفر کیا ہے اور عالم تنہائی میں مریگا
(تاریخ خمیس)

تاریخ مروج الذہب مسعودی سے روایت ہے کہ عثمان بن عفان نے ابوذر صحابی کو معاویہ کے پاس بھجوایا
مگر بعد کو معاویہ نے ابوذر کو مدینہ واپس کیا تو ان کو ایسے اونٹ پر بٹھا کر بھیجا کہ جس پر سخت اور کھڑا پالان تھا
ابوذر مدینہ اس حالت میں پہنچے کہ ان کی رانوں کا گوشت نکل گیا تھا۔ (تاریخ ابن واضح) جب ابوذر
عثمان کے دربار میں حاضر کیے گئے تو عثمان نے ابوذر سے دریافت کیا

قال بلغنی انک تقول سمعت رسول اللہ یقول اذا کملت بنو امیہ ثلاثین رجلاً
اتخذوا بلاد اللہ دولا وعباد اللہ خولا ودین اللہ دغلا۔

ترجمہ عثمان نے ابوذر سے پوچھا کہ مجھکو اطلاع ملی ہے کہ تم نے رسول خدا کی یہ حدیث بیان
کی ہے کہ جس وقت بنی امیہ کے مردوں کی تعداد پوری تیس ہو جائے گی اس وقت وہ خدا کے
شہروں کو مال غنیمت اور خدا کے بندوں کو لونڈی غلام سمجھیں گے اور خدا کے دین کو مکاری کے
طور پر اختیار کریں گے

قال نعم سمعت رسول اللہ یقول ذلک فقال لھم اسمعتم رسول اللہ
یقول ذلک۔

ترجمہ ابوذر نے کہا کہ میں نے رسول خدا کو ایسا فرماتے ہوئے سنا ہے۔ عثمان نے حضار دربار سے پوچھا
کہ تم نے بھی یہ حدیث سنی ہے؟ اس کے بعد علی ابن ابی طالب کو طلب کیا اور پوچھا۔
یا ابا الحسن اسمعت رسول اللہ یقول ماحکاہ ابوذر وقص علیہ الخبر
ترجمہ۔ ابوالحسنؑ تم نے بھی رسول خدا کی یہ حدیث ان کی زبانی سنی ہے پھر پورا واقعہ بیان کیا
علیؑ نے جواب دیا۔

فقال علی نعم علیؑ نے کہا کہ میں نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔
فقال عثمان۔ وکیف تشہد۔ عثمان نے کہا کہ اس پر گواہی کیا ہے۔
قال علی۔ یقول رسول اللہ۔ ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء ذالھجۃ
اصدق من ابی ذر۔

علیؑ نے کہا کہ رسول خدا کا قول ہے کہ زیر فلک اور بالائے زمین ایسا کوئی ذی نطق (گویا) نہیں ہے
جو ابوذر سے زیادہ صادق القول اور حق گو ہو۔

عثمان نے مروان کو حکم دیا کہ ابوذر کو زبدہ کی طرف جلاوطن کردو اور حکم دیا کہ ابوذر سے کوئی کلام نہ کرے حتیٰ کہ یہ زبدہ کی تنہائی میں مرجائے۔ مروان نے حکم کی تعمیل کی فاخرجه علی جمل ومعه ابنته. نکال دیا ابوذر کو ایک اونٹ پر بٹھا کر شہر بدر کردیا اور ان کی لڑکی کو ان کے ہمراہ نکال دیا۔

مورخ ابن واضح نے لکھا ہے کہ جب ابوذر زبدہ پہنچ گئے تو مرتے وقت تک وہیں رہے اور ان کا وقت وفات قریب ہوا تو ان کی لڑکی نے کہا کہ اے باپ میں اس مقام پر اکیلی ہوں اور بعد موت تمہاری لاش کی حفاظت درندوں سے نہ کرسکوں گی۔

ابوذر نے کہا خوف نہ کر کچھ مومن یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ذرا دیکھ تو کوئی آرہا ہے۔ لڑکی نے کہا کہ نہیں۔ ابوذر نے کہا کہ شاید ابھی میرا وقت موت نہیں آیا تھوڑی دیر کے بعد پھر پوچھا کہ کوئی دکھائی دیا لڑکی نے کہا کہ ہاں کچھ سوار آرہے ہیں۔ ابوذر نے فرمایا۔

فقال الله اکبر صدق الله ورسوله حول وجهی الی القبلة فاذا اخبر القوم فاقرؤاهم منی السلام۔

ابوذر نے کہا اللہ اکبر۔ خدا اور اس کا رسول سچا ہے۔ اب میرا منہ قبلہ کی طرف پھیر دے۔ اور جب وہ سوار یہاں پہنچیں تو ان کو میرا اسلام کہہ دینا۔

حذیفہ بن الیمانی صحابی رسول مع چھ دیگر اصحاب کے پہنچے اور ابوذر کو دفن کیا۔

نتیجہ۔ واقعہ مذکور سے اسلام کی دو پیشگوئیاں ثابت ہوئیں۔

(۱) یہ کہ بنی امیہ کے مردوں کی تعداد جب تیس ہوجائیگی تو وہ دین اسلام کو صرف مکاری کے لیے اختیار کرکے حصول دنیا کا ذریعہ بنائیں گے۔

(۲) ممالک اسلامیہ کو مال غنیمت سمجھیں گے اور اہل اسلام کو لونڈی اور غلام بنائیں گے۔ واقعہ مذکور کے دو گواہ پیش ہوئے۔ اول ابوذر صحابی رسول جو صادق ترین انسان مطابق حدیث رسول تھے۔ دوسرے علی ابن ابی طالب جو بعد رسول بہترین شخص و صادق ترین انسان تھے۔

یہ پیشگوئی قطعی صحیح ہوئی اور یہی وہ فتنہ اسلام میں پیدا ہوا جس نے دین اسلام کو فرقوں میں تقسیم کردیا اور روحانیت اسلام کو مسخ کرکے دنیوی شاہی میں تبدیل کردیا۔ تاریخ اسلام کے جاننے والے اس واقعہ سے باخبر ہیں۔

(۲) دوسری پیشگوئی پیمبر اسلام کی ابوذر صحابی کے بارہ میں تھی جس کی تصدیق خود ابوذر نے

بوقت نزع کی ہے اور فرمایا ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا کہ ابوذر کی موت صحرائے لق ودق میں ہوگی۔ وہ جلاوطن کیا جائیگا اور اس کی میت کی تجہیز و تکفین نوواردمومنین زبدہ میں پہنچ کر کریں گے۔

گویا پیمبر اسلام اپنی زندگی میں اہل اسلام کو باخبر کر رہے تھے کہ اسلام کی بیخ کنی کون لوگ کریں گے اور قوانین اسلام کو کون لوگ بدلیں گے اور خون ناحق کے کون لوگ مرتکب ہونگے۔ اہل اسلام کا اس وقت فرض ہوگا کہ وہ اس جماعت سے بچتے رہیں اور اتحاد وروح ایمان کی حفاظت کرتے رہیں۔

پیمبر اسلام کے برمحل اطلاع دینے ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج روحانیت اسلام اور دور شاہی اسلام دو جداگانہ چیزیں ہیں اور اس طرح تعلیمات وقوانین دین اسلام پر کوئی حرف نہیں آسکتا ہے۔

تاریخ کامل۔ مروج الذہب مسعودی۔

پیشگوئی چہارم واقعہ سگان حواب

کتاب حیات الحیوان دمیری میں ہے۔ مستدرک حاکم۔ روضۃ الاحباب۔ لما خرجت عائشہ مرت بماء یقال لہ الحواب فنبحتها الکلاب فقالت ردونی ردونی سمعت رسول اللّٰہ صلعم یقول کیف باحدٰکن اذا نبحتها کلاب الحواب۔

جب عائشہ کا قافلہ بصرہ کی جانب روانہ ہو کر چشمہ حواب پر پہنچا تو وہاں کے کتوں نے بھونکنا شروع کیا۔ عائشہ مضطرب ہو کر بولیں مجھے واپس لے چلو میں نے رسول اللہ کو (اپنی بیبیوں سے) یہ کہتے سنا ہے کہ تم میں سے اس بی بی کا کیا حال ہوگا جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔

تاریخ مروج الذہب مسعودی۔ فلما القوم نحو البصرہ ... ... ذلک الحواب

ترجمہ عبارت۔ جب عائشہ وطلحہ وزبیر کا قافلہ روانہ ہو کر شب کو چشمہ حواب پر پہنچا تو وہاں کچھ لوگ بنی کلاب کے جمع تھے ان کے سواروں کو دیکھکر کتے بھونکنے لگے۔ عائشہ نے پوچھا اس مقام کا کیا نام ہے۔ شتربان نے کہا "حواب" یہ سنتے ہی عائشہ کی زبان سے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا اور کہنے لگیں کہ مجھے یہاں سے حرم رسول کی طرف واپس لے چلو۔ مجھ کو اس سفر سے کچھ کام نہیں ہے۔ عبداللہ ابن زبیر نے عائشہ کا اضطراب دیکھکر کہا کہ خدا کی قسم یہ حواب نہیں ہے جس نے تم سے کہا غلط کہا۔ اس کے بعد طلحہ بھی آگئے اور انہوں نے بھی قسم کھا کر کہا کہ یہ حواب نہیں ہے اور ان کے ساتھ پچاس شخصوں نے گواہی دی کہ اس مقام کا نام حواب

نہیں ہے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ

فکان ذالک اول شہادۃ زور اقیمت فی الاسلام۔ یہ پہلی جھوٹی گواہی تھی جو اسلام میں دی گئی۔

واقعہ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ پیغمبر اسلام نے اپنی زندگی میں پیشگوئی کی تھی کہ میری ازواج میں سے اس عورت کا کیا حال ہوگا جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔ خود ام المومنین عائشہ اس حدیث کی راوی ہیں اور اسی لئے وہ جنگ جمل کے ارادہ سے باز آکر مدینہ واپس جانا چاہتی تھیں۔ مگر طلحہ و زبیر نے جھوٹی گواہیاں دیکر اور اوروں سے دلوا کر آخر میدان جنگ جمل تک پہنچا ہی دیا۔

پیغمبر اسلام کی پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔ اور چونکہ اس پر عمل نہیں کیا گیا لہذا جنگ جمل نے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کی آنکھیں دنیائے تاریخ میں ہمیشہ کے لئے نیچی کر دیں اور اس جنگ جمل کی بدولت اتحاد اسلام پارہ پارہ ہو گیا۔ اور غریب مسلمانوں کو جو خدا اور رسول کے احکام کے عاشق ہیں یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو گیا کہ عائشہ زوجہ رسول حق پر تھیں یا علی امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حق پر تھے۔ گویا پیغمبر اسلام کی اس برمحل اطلاع پر عمل نہ کرنے سے دین اسلام کے ٹکڑے ہو گئے اور ناقابل تلافی نقصان پہنچا اگر عائشہ مقام حواب سے واپس ہو جاتیں اور طلحہ و زبیر جھوٹی گواہیاں نہ دلواتے اور خود قسمیں کھاکر گواہی نہ دیتے تو یہ واقعہ ہرگز نہ ہوتا اور دامن تاریخ اسلام اس بدنما داغ سے محفوظ رہتا اور وجہ افتراق امت محمدیہ ہی قائم نہ ہوتی۔

مستدرک حاکم میں ہے حررہ مازنی سے روایت ہے۔

قال سمعت علیا وھو یناشد الزبیر ...... ولکنی نسیت

میں نے علیؑ کو زبیر سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے زبیر تم کو خدا کی قسم سچ بتاؤ کہ رسول اللہ صلعم نے نہیں کہا تھا کہ انک ستقاتلنی وانت لی ظالم۔ قال بلی۔ تم علیؑ سے ظالمانہ قتال کرو گے۔ زبیر نے کہا ہاں بالکل سچ ہے۔ مگر اس بات کو میں بھول گیا تھا

تاریخ ابن جریر طبری۔ علیؑ نے زبیر سے یہ بھی کہا کہ تم مجھ سے خون عثمان کے طالب ہو حالانکہ خود تم نے ان کو قتل کیا نیز طلحہ سے کہا کہ اے طلحہ تم رسول اللہ کی بی بی کو میدان جنگ میں لڑنے کو لائے ہو اور اپنی بی بی کو تم نے پردہ نشین کیا ہے۔

بہرحال اس واقعہ نازیبا نے اسلام کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے اور یہ نقصان صرف پیغمبر اسلام کی پیشگوئی یا اطلاع پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔

پیشگوئی نہم واقعہ عمار یاسر ابوالفدا، مسند احمد حنبل اور مستدرک حاکم میں ابوسعید خدری سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ ۔ قال لعلی انک تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ ۔

رسول خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر کفار سے جدال و قتال کیا ہے اسی طرح تم تاویل قرآن پر قتال کرو گے۔

تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ جنگ صفین میں بحالت جنگ عمار یاسر صحابی رسول نے جو علیؑ کی جانب سے معاویہ سے جنگ کر رہے تھے پینے کو پانی مانگا۔ ایک عورت نے دودھ لا کر پیش کیا جس کو عمار نے پی کر کہا۔

صدق اللہ و رسولہ الیوم القی الاحبۃ محمدا و حزبہ قال رسول اللہ صلعم ان آخر رزقی من الدنیا ضیحۃ لبن حتی استشہد ۔

اللہ اور اس کا رسول سچا ہے، آج میں اپنے احباب حق پرور سے ملاقات کروں گا۔ رسول خدا نے فرمایا تھا کہ دنیا میں میرا آخری رزق پانی ملا دودھ ہوگا۔ پھر عمار نے جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

تاریخ ابوالفدا۔ الصحیح متفق علیہ ان رسول اللہ صلعم قال تقتل عمار الفئۃ الباغیۃ واخرج البخاری عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ و یدعوھم الی الجنۃ و یدعونہ الی النار ۔

ترجمہ۔ حدیث صحیح متفق علیہ ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ عمار کو گروہ باغی قتل کریگا۔ نیز صحیح بخاری میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا پیغمبر اسلام نے کہ افسوس عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ عمار اس گروہ کو جنت کی طرف بلاتے ہونگے اور وہ گروہ عمار کو جہنم کی طرف بلاتا ہوگا۔

خلاصۃ الوفا اور تاریخ خمیس میں ہے جب عمار یاسر قتل ہوگئے تو عمرو بن عاص نے قتال سے ہاتھ روک لیا اور ایک جماعت کثیر نے عمرو بن عاص کا اتباع کیا۔ جنگ بند کردی۔ معاویہ نے عمر سے وجہ دریافت کی تو عمر نے کہا۔

قد سمعت رسول اللہ یقول تقتلہ الفئۃ الباغیۃ قول علیؑ و انا نحن بغاۃ فقال

معاویہ اسکت۔

میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم لوگ باغی ہیں۔معاویہ نے کہا چپ رہو۔

علیؑ بن ابی طالب بعد خلافت عثمان بن عفان متفق خلیفۃ المسلمین تھے اور شبانہ روز اس کوشش میں تھے کہ منتشر شیرازہ اسلام کو پھر متحد کر دیا جائے اور قوانین اور اصول اسلام میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہے ان کی اصلاح کر دی جائے۔مگر پہلے تو جنگ جمل نے آتش فتنہ بھڑکا دی اس کے بعد جنگ صفین میں لاتعداد مسلمان قتل ہوئے اور یہ جنگ بھی مسلمانوں کے درمیان ہوئی۔

پیمبر اسلام نے اپنی زندگی میں اس واقعہ ہائلہ و مفسدہ کی پیشگوئی کی تھی اور اہل اسلام کو باخبر کیا تھا کہ اگر وہ رضائے خدا کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور دنیا کے مصلح اور مدبر بن کر رہنا چاہتے ہیں تو اس فتنہ سے بھی باخبر رہیں اور اپنے کو اس سے بچالیں تاکہ مفسدوں میں ان کا شمار نہ ہو بلکہ مصلحین بنی نوع انسان کی حیثیت سے تاریخ دنیا میں زندہ رہیں۔مگر حرص جاہ حکومت نے پیمبر اسلام کی پیشگوئی یا اطلاع سے مسلمانوں کو محروم کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ اور علیؑ کے درمیان تقریباً نوے لڑائیاں ہوئیں۔فتنہ بعد فتنہ اور قتال بعد قتال باہم مسلمانوں میں پیدا ہوتا رہا۔ابوالفدا نے تعداد جنگ ان الفاظ میں بتائی ہے

وکانت بینھم وقعات کثیرۃ بصفین قیل کانت تسعین وقعۃ

علیؑ اور معاویہ کے درمیان میں بکثرت جنگیں ہوئیں بعض کا قول ہے نوے لڑائیاں ہوئیں ان لڑائیوں میں کون مارا گیا مسلمان۔کس کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے مسلمانوں کے۔کس کے اسباب معشیت تباہ ہوئے مسلمانوں کے۔کس کے قبائل اور خاندانوں میں بوجہ قتل و غارت دائمی دشمنی و عداوت کی تخم ریزی ہوئی مسلمانوں کے اتحاد و دین اسلام کو کس نے برباد کیا۔پیمبر اسلام کی پیشگوئی اور اطلاع پر عمل نہ کرنے والوں نے۔

پیمبر اسلام کی مذکورہ پیشگوئیوں میں صاف صاف اعلان کیا گیا ہے۔

علیؑ حق پر ہیں اور بعد پیغمبر اسلام تاویل قرآن پر منافقین و منکرین قوانین اسلام سے جنگ کریں گے جس طرح پیمبر اسلام نے تنزیل قرآن پر کفار سے جنگ کی تھی۔

عمار یاسر صحابی رسول جس جماعت میں شامل ہوں گے وہ حق پر ہوگی اور جو جماعت عمار یاسر کے مخالف جنگ کرنے آئے گی وہ باغیان اسلام ہوں گے۔اور قتل عمار یاسر نے طالبان و حریصانہ دنیا کی زبانوں پر

خون بخود جاری کرادیا کہ وہ باغی اسلام ہیں اور علیؑ سے جنگ خلاف اسلام ہے ۔
پیمبر اسلام نے بحیات خود مسلمانوں کو ان عظیم فتنوں سے باخبر کر دیا تھا اور پیمبر اسلام کی ان پیشگوئیوں
اور اقوال نبی نے اساس اسلام کو مستحکم بنادیا۔ اور اہل اسلام کو وقتاً فوقتاً یہ پیشگوئیاں یاد آتی رہیں۔ اور وہ
اپنے عقائد کی اصلاح کرتے ہوئے جویائے حق رہے اور آج حقیقی اسلام اور شاہانہ اسلام دو مختلف
چیزیں بن گئی ہیں۔ مگر حقیقت اسلام کے جاننے والے رضائے خدا کے جویا ہیں اور وہ اسلام کی
زندگی کا سبب ہیں اور تاقیامت یہ معیار حق و باطل موجود رہے گا ۔

اسد الغابہ ابن اثیر میں ہے ۔

پیشگوئی ابو ایوب انصاری کی جنگ صفین میں شرکت | عن مخنف بن سلیم قال اتینا
ابا ایوب الانصاری فقلنا قاتلت بسیفک المشرکین مع رسول اللہ ثم
جئت تقاتل مسلمین قال امرنی رسول اللہ بقتل الناکثین والقاسطین والمارقین
وعن ابی سعید الخدری قال امرنا رسول اللہ بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین
فقلنا یا رسول اللہ امرتنا بقتال ہؤلاء فمع من قال مع علی ابن ابیطالب معہ تقتل عمار بن یاسر

ترجمہ۔ معاویہ کے ایک لشکری مخنف بن سلیم نے ابو ایوب انصاری سے (جو علیؑ کی فوج میں تھے)
کہا کہ تم نے رسول اللہ کی ہمراہی میں مشرکین سے جنگ و قتال کیا تھا اور آج مسلمانوں کو قتل
کرنے آئے ہو۔ ابو ایوب نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے مجھ کو ناکثین و قاسطین و مارقین کے قتال
پر مامور کیا ہے۔ اور ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ہم کو رسول اللہ نے ناکثین و قاسطین و مارقین
کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو ہم نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ ہم کس کے ساتھ ناکثین۔
قاسطین اور مارقین سے قتال کریں گے تو رسول خدا نے فرمایا کہ علیؑ ابن ابی طالب کے ساتھ جن
کی رفاقت میں عمار یاسر شہید ہوں گے ۔

(۲) قال ابن الاثیر فی النھایۃ الناکثین اصحاب الجمل والقاسطین اھل صفین
والمارقین الخوارج ۔

ترجمہ۔ علاؤ الدین ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ ناکثین سے اہل جمل اور قاسطین سے اہل صفین اور
مارقین سے خوارج مراد ہیں ۔

عبارت و حوالہ جات سابقہ سے معلوم ہوا کہ ابو ایوب انصاری صحابی محترم بحکم پیمبر اسلام ناکثین
مارقین اور قاسطین کے جنگ میں علیؑ کے شریک رہے۔ عمار یاسر نے رفاقت علیؑ میں شہادت

پائی۔ اور ان افراد نے بتایا کہ بعد پیمبر اسلام جو فتنہ دین میں پیدا ہوگا اس سے محفوظ وہی رہ سکتے ہیں جو علیؑ کے ہمراہ ہونگے۔ گویا پیمبر اسلام نے اپنی پیشگوئی کے ذریعہ سے اہل اسلام کو آگاہ کیا تھا کہ اسلام کی اصل قوت اتحاد المسلمین ہے۔ اور وہ اسی صورت میں باقی رہ سکتا ہے کہ میرے بعد علیؑ کی ذات کو اپنا رہبر و قائد تسلیم کرلیا جائے اور علیؑ کے مقابل آنے والے وہ لوگ ہونگے جو دین اسلام میں افتراق پیدا کرکے دنیا طلبی کی نحوست میں گرفتار ہونگے۔ دین اسلام تا قیامت باقی رہنے والا دین ہے۔ لہذا اگر اب بھی اہل اسلام کلمہ توحید کی بلندی اور اپنی ارتقاء دین و دنیا کے طالب ہیں تو راہ اختلاف انتشار و افتراق کو ترک کرکے مطابق پیشگوئی و حکم پیمبر اسلام متحد ہوجائیں تاکہ اسلام میں فرقے ہی باقی نہ رہیں۔

پیشگوئی ۳ ذوالثدیہ اخرج النسائی فی الخصائص عن ابی سعید خدری عن النبی صلعم الخ

نسائی نے خصائص میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ایک گروہ کے دین سے خارج ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس گروہ والے دین سے اس طرح نکل گئے ہونگے جس طرح رمیہ (چٹکی) سے تیر نکل جاتا ہے۔ اور وہ بدترین خلق ہونگے۔ نیز فرمایا کہ اگرچہ وہ لوگ بڑے نمازی۔ روزہ دار اور زکوٰۃ دینے والے ہونگے۔ گروہ دین سے ایسا نکل گئے ہونگے جیسا کہ نشانہ سے تیر نکل جاتا ہے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلے کے نیچے نہیں اترے گا ان لوگوں سے وہ قتال کرے گا جو سراسر حق پر ہوگا اس فرقہ باطلہ میں ایک سیاہ فام شخص اس علامت کا پایا جائیگا کہ اس کا ایک بازو پستان زن سے مشابہ ہوگا۔ اور وہ فرقہ بہترین گروہ پر خروج کریگا۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی اس پیش گوئی کا گواہ ہوں اور اس بات کا بھی شاہد ہوں کہ جب علیؑ ابن ابی طالب نے گروہ خوارج سے قتال کیا تو اس شخص (ذوالثدیہ) کی تلاش کا حکم دیا چنانچہ وہ تلاش کیا گیا تو خوارج کے کشتوں میں ملا۔ جس کا ایک بازو درحقیقت پستان زن کی طرح تھا۔ جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا۔

واقعہ مذکورہ اور پیشگوئی مسطور سے واضح ہوجاتا ہے کہ پیمبر اسلام ہر ممکن طریقہ پر کوشش فرما رہے تھے کہ دین اسلام مثل ادیان سالقہ طالبان و حریصان کے ہاتھوں برباد نہ ہونے پائے لہذا قدم قدم پر اہل اسلام کو باخبر کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ صرف حق کا اتباع ہی اتحاد دین اسلام کا سبب ہوگا اور اتحاد اسلام ہی انسانی معاشرے کی ارتقاء اور سربلندی کا ضامن ہوگا۔

پیشگوئی شہادت علیؑ

قال ابن الاثیر فی الکامل۔ علامہ ابن اثیر نے کامل میں لکھا ہے انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک بار زمانہ رسالت مآب میں علیؑ بیمار ہو گئے تو میں عیادت کو گیا اس وقت ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی موجود تھے۔ اسی اثنا میں رسول اللہ بھی علیؑ کی عیادت کو آ گئے۔ عمر اور ابو بکر نے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا۔ یا نبی اللہ ہم کو علیؑ جانبر ہوتے نظر نہیں آتے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ علیؑ ابھی نہیں مریں گے۔ ولن یموت حتّٰی یملأ غیظا ولن یموت الّا مقتولا۔ علیؑ ہرگز اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک کہ وہ قتل ہو کر شہید نہ ہوں۔ خصائص نسائی میں ایک حدیث عمار یاسر سے منقول ہے پیمبر خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ میں تم کو ان دو آدمیوں کا حال بتاؤں جو بدبخت ترین مردم ہیں۔ علیؑ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تو قوم ثمود کا سرخ رنگ والا آدمی جس نے ناقہ صالح کو پے کیا۔ دوسرا وہ شخص جو تمہارے سر پر ضرب لگا کر تمہاری ڈاڑھی کو تمہارے خون سے خضاب کرے گا۔

پیشگوئی مذکورہ سے ظاہر ہوا کہ پیمبر اسلام نے اہل اسلام کو آگاہ کیا تھا کہ علیؑ تا وقت آخر حق پر رہیں گے اور ان کے مخالفین باطل پر ہوں گے اور علیؑ کا قاتل بدترین اور بدبخت شخص ہوگا۔

روضۃ الاحباب میں منقول ہے کہ علیؑ نے خوارج کے مقابلہ کے لئے دوسرے بلاد سے لوگوں کو طلب کیا اس وقت یمن سے دس افراد آئے ان میں عبد الرحمٰن ابن ملجم بھی تھا۔ لوگوں نے تحائف پیش کئے۔ ابن ملجم نے علیؑ کو ایک تلوار پیش کی۔ علیؑ نے فرمایا کہ اے ابن ملجم میں تجھ سے یہ تلوار کیونکر لے لوں جب کہ تیرا مقصد اس تلوار کے ذریعہ پورا ہوگا۔ ابن ملجم نے رو کر کہا کہ اے امیر المومنین میں تو آپ سے محبت کرتا ہوں اسی لئے یمن سے مدد کے لئے آیا ہوں اگر میرے متعلق ایسا خیال ہے تو آپ کسی شخص کو حکم دیں کہ وہ میرے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔ علیؑ نے فرمایا کہ ابھی تجھ سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی ہے لہٰذا سزا نہیں مل سکتی ہے۔ مگر رسول خدا نے صحیح فرمایا ہے اور میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ کا فرمان غلط نہ ہوگا۔ اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ پیمبر اسلام نے اپنی حیات ہی میں علیؑ کے قاتل کا نام اور پتہ سب بتا دیا تھا۔ اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ بدبخت ترین انسان ہوگا۔

پیشگوئی ۹ قتل حجر ابن عدی

روضۃ المناظر ابن شحنہ میں ہے کہ۔ وکان معاویہ وعمالہ یسبّون علیا علی المنابر ۔۔۔۔۔۔ وزیاد ۔ معاویہ اور ان کے عمال منبروں پر علیؑ کی شان میں ناشائستہ

کلمات کہا کرتے تھے اور حجر بن عدی ان کلمات کے جواب میں علی کی مدح کیا کرتے تھے جب زیاد کے زمانہ حکومت میں حجر بن عدی نے حسب عادت سب علیؑ کا معارضہ کیا تو زیاد نے ان کو اور ان کے آٹھ ساتھیوں کو پکڑ کر معاویہ کے پاس بھیجدیا اور معاویہ نے ان سب کو قریہ عذرا میں بھیج کر قتل کرا ڈالا۔ خدا ان سب پر رحمت نازل کرے۔ اور ان کا قتل مسلمانوں پر شاق گزرا شافعی کا قول ہے کہ معاویہ۔ عمر عاص مغیرہ اور زیاد ایسے لوگ ہیں جن کی گواہی نہیں قبول ہو سکتی ہے۔

کتاب استیعاب میں مبارک ابن فضالہ سے مروی ہے کہ میں نے حسن بصری کو یہ کہتے سنا کہ وائے ہو حجر کے قاتلوں پر اور احمد بن حنبل کا قول ہے کہ میں نے یحییٰ بن سلیمان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوات اور فاضل ترین صحابہ سے تھے۔

کنز الاعمال میں عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب ایسے لوگ مقام عذرا میں قتل کئے جائیں گے جن کے قاتلین پر خدا اور اہل سماوات کا غضب نازل ہوگا۔

پیمبر اسلام کی اس پیشگوئی کے گواہ اور شاہد یا راوی سب معتبر اور معتمد ہیں۔ حجر بن عدی اور ان کے آٹھ رفقاء کا محبت علیؑ کے الزام میں قتل کیا جانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ پیمبر اسلام نے اس پیشگوئی کے ذریعہ اہل اسلام کو آگاہ کیا تھا کہ جماعت حق اور جماعت باطل میں امتیاز کر لینا اور ہمیشہ حق کا ساتھ دینا تاکہ حق ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے اور تمام روئے زمین کے تم وارث رہو۔ اور قیامت کے روز پیش خدا سرخ رو رہو۔

پیشگوئی شہادت حسینؑ بزبان حسینؑ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام زین سے گر پڑے تو شمر ان کے سینہ اطہر پر چڑھ بیٹھا۔ امام حسینؑ نے آنکھیں کھول دیں اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ شمر ذی الجوشن۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ دامن زرہ کو اپنے چہرہ سے ہٹا شمر نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ اس کے دانت سور کے دانتوں کی طرح باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے شمر اپنا سینہ کھول اس نے سینہ کھول دیا۔ امام حسینؑ نے شمر کے سینہ پر برص کے داغ دیکھ کر فرمایا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ سچ فرمایا ہے رسول اللہ صلعم نے۔ پھر فرمایا کہ اے شمر آج کون دن ہے۔ شمر نے کہا کہ روز جمعہ اور عاشورہ محرم ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ یہ کیا وقت ہے شمر نے کہا کہ ہاں خطبہ اور نماز جمعہ پڑھنے کا وقت ہے۔ امام حسینؑ نے کہا کہ اے شمر اس وقت خطیبان امت رسول ممبروں پر خدائے پاک کی حمد و ثنا اور میرے جد کی حمد و ثنا کرتے ہونگے

اور تو میرے ساتھ یہ برتاؤ کر رہا ہے اے شمر جس سینہ پر تو نے پاؤں رکھے ہیں اسی پر رسول خدا اپنا منہ رکھا
کرتے تھے اور جس حلق پر تو نے خنجر رکھا ہے رسول اللہ اس کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ اے شمر اس حالت کو خدا دیکھ
رہا ہے اور ارواح انبیاء بھی موجود ہیں۔ میں اس وقت اپنے داہنی جانب یحیٰی بن زکریا کو دیکھ رہا ہوں۔ اے
شمر بے حیائی کو تھوڑی دیر کے لئے ترک کر کے میرے سینہ سے اتر تو میں قبلہ رو ہو کر دو رکعت نماز ادا کر یوں
شمر بے حیا امام حسینؑ کے سینہ سے جو سفینہ علم الٰہی تھا اتر آیا اور امام حسینؑ رو بہ قبلہ ہو کر نماز میں مشغول ہوئے
مگر افسوس شمر نے اتنا بھی صبر نہ کیا کہ امام حسینؑ نماز کو تمام کر لیتے۔ سجدہ اول ہی میں اس نے سر مبارک کو تن
سے جدا کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیمبر اسلام کی یہ پیشگوئی وہ ہے جو مخصوص حالت میں امام حسینؑ نے بیان کی ہے۔ امام کا شمر کا چہرہ
دیکھنا پھر سینہ کو دیکھنا اور اس پر برص کے نشان دیکھ کر فرمانا کہ میرے جد امجد نے سچ کہا تھا۔ یہ واقعہ
ظاہر کرتا ہے کہ پیمبر اسلام نے جس طرح قاتل علیؑ کے بارہ میں پیشگوئی فرمادی تھی اسی طرح قاتل حسینؑ کے
بارہ میں بھی پیشگوئی فرما کر اہل اسلام کو بتادیا تھا کہ حسینؑ حق پر ہونگے اور ان کے قاتل اور اعدا باطل پر ہونگے
پیمبر اسلام نے گویا علامات حق و باطل کو ظاہر کر دیا تھا۔ اور اپنی زندگی ہی میں ان خطرات اور فتنوں سے
امت کو آگاہ کر دیا تھا جو وجہ بربادی ہو سکتی تھیں۔ اور واقعات نے بتادیا کہ واقعی دین اسلام کو سب سے
بڑا نقصان انہی دشمنان دین کے ہاتھوں پہنچا ہے۔ او انہی شہنشاہان اسلام نے حق و باطل کو باہم ایسا
ملادیا کہ اب اس کا امتیاز بھی مشکل ہو گیا ہے کہ۔ کیونکہ ان شاہان اسلام نے جو کچھ کیا وہ اسلام کی آڑ
لیکر کیا جس کو عوام نہ سمجھ سکے اور اس وجہ سے راہ حق کا امتیاز مشکل ہو گیا۔

پیشگوئی ۱۱ امامت امام محمد باقرؑ

روضۃ الاحباب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں
ایک روز جابر بن عبداللہ انصاری سے ملا جو کہ نابینا ہو گئے تھے۔
میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیکر میرا نام پوچھا میں نے کہا محمد بن علی
بن الحسینؑ۔ جابر نے مجھے اپنے نزدیک بلا کر میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور چاہا کہ پاؤں کو بھی بوسہ
دیں میں ان سے علیحدہ ہو گیا۔ جابر نے کہا رسول خدا صلعم نے آپکو سلام کہا ہے۔ میں نے کہا
علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر میں نے جابر سے اس کی تصریح دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ
میں ایک دن رسول مقبول کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اے جابر ممکن
ہے کہ ایسے وقت تک زندہ رہو کہ میرے ایک فرزند کو دیکھو جس کا نام محمد بن علی بن حسین ہوگا
اور خدا اس کو نور و حکمت عطا فرمائیگا اور جب تم اس سے ملو تو میرا سلام کہدینا۔

(۲) واخرج ابن جریر فی تاریخہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال جاءنی جابر بن عبداللہ انصاری فقال لی اکشف لی بطنک فکشفت لہ عن بطنی فقبلہ ثم قال ان رسول اللہ صلعم امرنی ان اقرئک السلام

تاریخ ابن جریر میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دن جابر بن عبداللہ انصاری نے میرے پاس آکر کہا کہ اپنا سینہ کھولو میں نے کھول دیا انہوں نے میرے سینہ پر بوسہ دیکر کہا کہ رسول اللہ نے آپ کو سلام کہا ہے۔

(۳) صواعق محرقہ میں بھی بہ تغیر الفاظ یہ روایت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔ تاریخ احمدی ص ۳۴۸

پیمبر اسلام کی اس پیشگوئی سے واضح ہو گیا کہ آپ اہل اسلام کو ہمیشہ کے لیے ایک ملت دیکھنا چاہتے تھے اور یہی فرماتے رہتے تھے کہ اہل اسلام کو بتاتے رہیں کہ میرے بعد جو سلسلہ محافظین دین اسلام کا ہے ان کے نام یہ ہیں اور امداد الہی ان کے ساتھ ہمیشہ رہے گی اور وہ حق پر رہیں گے اور پیمبر اسلام کی سعی کا نتیجہ یہ ہے کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اور شدید طوفان حکومت واستبداد طالبان دنیا کے باوجود تعلیمات اسلام وقوانین اسلام کے خدوخال اپنی اصل صورت وشکل میں موجود ہیں اور مذہب اسلام لافانی بنا ہوا ہے۔

اب میں نمونتہً چند احادیث پیمبر اسلام کو نقل کرتا ہوں جن سے معلوم ہوگا کہ پیمبر اسلام نے امت کو قیامت تک کیلیے باخبر کر دیا تھا کہ دنیوی اور اخروی ترقیاں کیسے حاصل ہو سکتی ہیں اور وہ کون کون سے کام ہیں جو انسان کو درجہ انسانیت سے پست تر کر سکتے ہیں اور وہ کون کون سے کام ہیں جو اہل عالم میں امن وامان کا سبب بن سکتے ہیں اور معاشرہ بنی نوع انسان کو اعلیٰ معیار تک پہنچا سکتے ہیں۔ ان احادیث کے نقل کرنے سے بے خبر اور غافل طبقہ امت محمدیہ کا متنبہ اور باخبر ہو کر اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ جلد چہارم۔ کتاب الفتن والانذار۔

پیشگوئی ۱۲ درباره خلافت

ابی عبیدہ اور معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا

ان ھذا الامر بدء نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم ملکا عضوضا ثم کائن جبریۃ و عتوا وفسادا فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور ویرزقون

فرمایا کہ امر دین شروع ہوا نبوت اور رحمت کے ساتھ۔ اس کے بعد خلافت اور رحمت ہو جائیگا پھر امر دین شہنشاہی اور ملکیت گزندہ اور استبداد میں تبدیل ہوگا۔ اس کے بعد جبر وظلم سرکشی اور فساد فی الارض ہوگا۔ اس عہد میں ریشم اور عورتوں

علی ذالک وینصرون حتی اللہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان

کی شرمگاہوں کو حلال جانیں گے اور شراب نوشی کو حلال سمجھیں گے اور باوجود ان بداعمالیوں کے رزق دیئے جائیں گے اور بمقابلہ کفار و مشرکین مدد کئے جائیں گے حتیٰ کہ دربار خدا کے قدیر میں پیش کئے جائیں۔

پیمبر اسلام نے اپنی حیات میں اہل اسلام کو آگاہ اور باخبر کر دیا تھا کہ راہ ہدایت و فلاح کونسی ہے اور راہ ضلالت و گمراہی کون ہے۔ پیمبر اسلام کی اسی قسم کی پیشگوئیوں کی وجہ سے حقیقت اسلام آج بھی موجود ہے۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ امر دین نبوت و خلافت سے شروع ہوا کہ انسان اول آدم تھے وہ نبی تھے اور خلیفہ فی الارض خدا نے ان کو بنایا تھا۔ یہی سنت الٰہی قائم رہی حتیٰ کہ خاتم النبین محمد صلعم نبی و خلیفہ فی الارض مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ثم یکون خلافۃ و رحمۃ اس کے بعد امر دین خلافت و رحمت ہو جائیگا۔ بعد ازاں ثم ملکا عضوضاً اس کے بعد شاہی گزندہ و استبداد ہو جائیگا۔ بعد ازاں ثم کائن جبریۃ وعتواً وفساداً فی الارض الخ

امر دین ظلم و تشدد و سرکشی اور فساد فی الارض ہونے والا ہے جس میں مسلمان ریشم کے لباس عورتوں کی شرمگاہوں اور شراب نوشی کو حلال سمجھ کر استعمال کریں گے اور یہ آخری حالت تا قیامت باقی رہے گی۔ صاحبان نظر و واقفان تاریخ بخوبی پیمبر اسلام کی اس پیشگوئی کی مطابقت سے واقف ہیں اور ان کی نظروں میں یہ دور اسلامی واضح و روشن ہیں اور فی زمانہ وہ جو کچھ دیکھ رہے ہیں اس کو مطابق حدیث پیمبر اسلام پا رہے ہیں فاعتبروا یا اولوالابصار۔

تتمہ پیشگوئی ۱۲ مشکوٰۃ کتاب الفتن عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے پیمبر اسلام سے سنا ہے کہ فرمایا اسلام پہلے الٹا جائیگا جیسے کہ کسی برتن کو الٹ دیتے ہیں۔ اصحاب نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیسے یہ ممکن ہے جب کہ خدا نے قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا یسمونھا بغیر اسمھا فیستحلونھا۔ شراب کا نام دوسرا رکھ لیں گے اور اس کو حلال سمجھیں گے۔

پیشگوئی ۱۳ مشکوٰۃ کتاب الفتن۔ فرمایا لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ بیع و شرا کریں گے اور حالت یہ ہوگی کہ ان میں امانتداری نہ ہوگی۔ کہا جائیگا کہ فلاں شخص امانت دار اور کہا جائیگا کہ فلاں شخص نہایت عقلمند ہے کاروبار میں

اور کس قدر فرزانہ و عاقل ہے مگر حالت یہ ہوگی کہ اس شخص کے قلب میں رائی برابر ایمان نہ ہوگا۔ ناظرین خود حالات حاضرہ سے اس پیشگوئی کا تطابق فرمالیں۔

پیشگوئی ۱۴۲ اصحاب نے پیمبر اسلام سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم عہد جاہلیت میں شر میں مبتلا تھے آپ کے ذریعہ سے ہم نے خیر کو پایا۔ کیا پھر اس خیر کے بعد عہد شر آئیگا فرمایا ہاں آئیگا۔ عرض کیا کہ اس شر کے بعد پھر عہد خیر آئیگا فرمایا ہاں آئیگا مگر اس میں کچھ کدورت ہوگی عرض کیا گیا کہ کیا کدورت و تاریکی ہوگی۔

فرمایا۔ قومٌ یستنون بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدی تعرف منھم وتنکر۔ ایک قوم ہوگی جو میری سنت کے علاوہ سنت اور طریقہ بنالیں گے اور میری راہ کے علاوہ دوسری راہ کی طرف لوگوں کو ہدایت کریں گے۔ تم ان کو پہچانو گے مگر انجان بن جاؤگے عرض کیا گیا کہ اس خیر کے بعد بھی زمانہ خیر آئیگا۔ فرمایا "ہاں"۔ جہنم کے دروازہ پر بلانے والے ہونگے جو ان کی بات نہ مانے گا وہ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔ اصحاب نے دریافت کیا یا رسول اللہ ایسے افراد کے صفات بیان کردیجے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جماعت بظاہر مسلمان ہوگی ویتکلمون بالسنتنا وہ ہماری زبانوں میں کلام کریں گے۔ اصحاب نے پوچھا کہ اس عہد میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا۔

قال تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم۔ تو جماعت اسلام میں رہو اور ان کے امام کی اطاعت کر۔ عرض کیا کہ اگر ان کی جماعت باقی نہ رہے اور نہ امام ہی بظاہر موجود ہو تو کیا کریں۔ فرمایا فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک۔ (متفق علیہ)

تو تمام اسلامی فرقوں کو ترک کردے اور عزلت گزیں ہو جا چاہے تجھ کو صحرا میں درخت کی جڑیں کاٹنا پڑے یہاں تک کہ تجھ کو موت آجائے (حدیث متفق)

پیمبر اسلام کی اس پیش گوئی میں ادوار اسلام کو صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔ بعد عہد پیمبر اسلام تین دور خیر و شر کے بیان کئے گئے ہیں اور دور آخر میں تو پیمبر اسلام نے صاف صاف بتادیا ہے کہ تم لوگ ان عالمان گمراہ کو پہچانوگے مگر جان کے انجان ہوگے اور اگر کوئی اس زمانہ میں راہ نجات چاہتا ہے تو اس کو عزلت گزیں ہو جانا چاہیے اور اسلام کے تمام فرقوں کو ترک کردینا چاہیئے چاہے کتنی ہی تکلیف اٹھانی پڑے حتیٰ کہ دربار خداوندی میں پہنچ جائے

تتمہ پیشگوئی ۱۴ مشکوٰۃ ص۳۰ کتاب الفتن

پیمبر اسلام نے فرمایا یکون بعدی آئمۃ لا یھتدون بھدائی ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیھم رجالٌ قلوبھم قلوب الشیطان فی جثمان انس

میرے بعد ایسے امام ہونگے جو میری ہدایت پر نہ چلیں گے اور نہ میری سنت پر عمل کریں گے ان میں ایسے لوگ بھی ہونگے جو حاکم ہونگے جن کے قلوب شیطان کے قلوب ہونگے انسانی جسم میں

حذیفہ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت ہم کو کیا کرنا چاہیے اگر ہم اس زمانہ میں زندہ ہیں قال تسمع وتطیع الامیر وان ضُرِبَ ظھرک واخذ مالک فاسمع واطع

فرمایا کہ اس امیر کی بات کو سن اور مان اگرچہ تیری پشت پر ضربیں لگائی جائیں اور تیرے مال کو غصب کر لیا جائے پھر بھی حکم کو سن اور مان لے (یعنی صبر کر)

صحابی حذیفہ یمانی کا عہد قریب تر عہد بعد وفات پیمبر اسلام ہے اور آپ حذیفہ کو حکم دے رہے ہیں اور اس پیشگوئی کے ذریعہ گمراہ اور دین فروش حاکموں سے باخبر کر رہے ہیں و نیز ان کے ظلم وجور پر صبر کرنے کی ہدایت فرما رہے ہیں اس سے زیادہ کیا کوئی عاقل وفرزانہ اور صاحب عکمت اپنی امت کو آئندہ کے حالات سے باخبر کر سکتا ہے اور ان کو گمراہی سے بچنے کی تدابیر بتا سکتا ہے۔

پیشگوئی ۱۵ ہلاکت امت کس کے ہاتھوں ہوگی مشکوٰۃ ص۳۱

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم۔ ھلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش رواہ البخاری۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت چند قریش کے نوجوانوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔

اس پیشگوئی کے ذریعہ پیمبر اسلام نے اپنی امت کو آگاہ کیا ہے ان قریش کے حکام نوجوان سے کنارہ کش رہنا اور مبتلائے گمراہی نہ ہونا تاکہ فلاح دارین پا سکو۔ اب رہا یہ امر کہ وہ لوگ کون تھے اس کا فیصلہ ہر صاحب نظر و واقف تاریخ اسلام کر سکتا ہے

پیشگوئی ۱۶ بابت آئمہ گمراہ وباہم جنگ مشکوٰۃ عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم انما اخاف علی امتی الائمۃ المضلین واذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنھم الی یوم القیامۃ۔ (ابوداؤد وترمذی)

ثوبان سے مروی ہے کہ پیمبر اسلام فرمایا کہ میں اپنی امت کے گمراہ کن اماموں سے خوف

کرتا ہوں کہ جب میری امت میں قتال و جنگ شروع ہو جائیگی تو رہے قیامت تک جاری رہیگی

پیمبر اسلام نے اس پیش گوئی کے ذریعہ اہل اسلام کو بتادیا ہے کہ

(۱) میرا دین اب قیامت تک باقی رہے گا اور مثل ادیان سابقہ کے فنا نہ ہوگا۔

(۲) میری امت میں گمراہ کن امام و خلیفہ ہونگے جو باہم جنگ و جدال کریں گے۔

(۳) جنگ و جدال باہمی کی ابتدا کرنے والے گمراہ کن حاکمان اسلام ہونگے۔

اس سے زیادہ اور کیا ممکن ہو سکتا تھا جو پیمبر اسلام نے امت کو باخبر کردیا۔ اگر فرمان پیمبر اسلام پر عمل ہوتا اور اب ہونے لگے تو مذہب اسلام تمام روئے زمین کے باشندوں کا مذہب ہو جائے اور اتحاد و ارتقاء انسانی کی شاہراہ بن جائے۔

پیشگوئی ۱۷ فرقہ ناجیہ و گمراہ گروہ

مشکوٰۃ ص ۳۱۹ ترجمہ

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ جب میری امت میں تلوار چلے گی جو قیامت تک سلسلہ جاری رہے گا۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت مگر یہ کہ اس سے پہلے میری امت کے گروہ مشرکین سے مل جائیں گے اور میری امت کے گروہ بت پرست ہو جائیں گے اور میری امت میں تیس کذاب دعوئے نبوت کاذبہ کا کریں گے اور اپنے کو نبی سمجھیں گے۔ مگر میں خاتم النبین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔ ولا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ (ابوداؤد و ترمذی)

اور ہمیشہ رہیگا ایک گروہ میری امت میں جو حق پر ہوگا اور ظاہر لیطا ہر حق پر ہوگا۔ اس گروہ کو کسی مخالف کی مخالفت ضرر نہیں پہنچا سکے گی حتی کہ حکم خدا یعنی قیامت آجائے۔

پیمبر اسلام نے اس پیشگوئی میں مندرجہ ذیل امور کی اطلاع دی ہے۔

(۱) فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں تلوار چلے گی۔ اور چونکہ میرا دین تا قیامت باقی رہے گا لہذا یہ سلسلہ بھی جاری رہے گا۔

(۲) فرمایا کہ اس تلوار چلنے کی وجہ یہ ہوگی کہ میری امت کے کچھ گروہ مشرکین سے مل جائیں گے اور کچھ گروہ بت پرست ہو جائیں گے اور جھوٹے نبی بھی ہونگے

(۳) فرمایا کہ میں آخری نبی پیمبر ہوں میرے بعد اب کوئی نبی یا رسول نہیں آئیگا۔

(۴) فرمایا۔ میری امت میں تا قیام قیامت ایک گروہ ایسا رہے گا جو حق پر رہے گا اور کسی دشمن اسلام کی مخالفت و عداوت اس کو حق سے نہیں ہٹا سکے گی۔

(۵) فرمایا روز قیامت کا آنا ضروری اور لازمی ہے

پیمبر اسلام نے اپنی امت کو باخبر کر دیا تھا کہ میرے بعد ہر عہد میں تم ضرور ایسی جماعت مسلمہ کو پاؤ گے جن کو ہر مصیبت کا سامنا ہوا ہوگا مگر وہ حق سے منحرف نہ ہونگے۔ یہ حدیث یا پیشگوئی صاف صاف بتا رہی ہے کہ وہ جماعت صادقین آئمہ اثنا عشر علیؑ حسنؑ حسینؑ علی ابن حسینؑ۔ محمد باقرؑ۔ جعفر صادقؑ۔ موسیٰ کاظمؑ۔ علی رضاؑ۔ محمد تقیؑ۔ علی نقیؑ۔ حسن عسکریؑ اور امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ ہر دور میں ان حضرات پر ظلم ہوتے رہے۔ مگر یکے بعد دیگرے یہ حضرات حفاظت دین اسلام کا فریضہ ادا کرتے رہے اور اسی سلسلہ کی آخری فرد قریب قیامت پیغام اسلام اہل عالم کو یاد دلائیگی۔

مشکوٰۃ ص ۴۲۳ کتاب الفتن۔

پیشگوئی ۱۸ یہود کے بارہ میں | ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کریں گے اور مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں گے حتیٰ کہ یہودی درخت اور پتھروں کے پیچھے چھپیں گے۔ اس وقت وہ شجر اور حجر کہے گا کہ اے مسلمان اے بندہ اللہ کے ادھر آ کہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہے اس کو قتل کر۔ مگر غرقد کہ وہ درخت یہودیوں کا ہے۔ اس پیشگوئی نے صاف صاف ظاہر کر دیا ہے کہ قیامت سے پہلے مسلمان یہودیوں کا خاتمہ کر دیں گے اور اگر یہودی کہیں باقی رہیں گے تو وہ مقام غرقد کے درختوں کا ہوگا

مشکوٰۃ عن نافع بن عتبہ۔ فرمایا پیمبر

پیشگوئی ۱۹ فتوحات اسلامی بعد رسول صلعم | اسلام نے۔

تغزون جزیرۃ العرب فیفتحها اللّٰه	اے مسلمانوں تم جزیرۃ العرب سے جنگ کروگے
ثم فارس فیفتحها اللّٰه ثم تغزون الروم	اس پر خدا تم کو فتح دیگا میرے بعد پھر فارس پر حملہ
فیفتحها اللّٰه ثم تغزون الدجال	کروگے خدا تم کو فتح دیگا پھر روم سے جنگ کروگے
فیفتحه اللّٰه (مسلم)	خدا فتح دیگا اس کے بعد دجال سے جنگ کروگے
	اس پر بھی خدا تم کو فتح دیگا۔

پیمبر اسلام نے گویا اس پیشگوئی کے ذریعہ اہل اسلام کو اس طرف متوجہ کر دیا تھا کہ میرے بعد تمہارا یہ فرض ہے کہ تم ان فتوحات کو حاصل کر لینا کیونکہ خدا نے ان فتوحات کا مسلمانوں سے وعدہ کر لیا ہے۔ تاریخ عالم بتاتی ہے کہ پیمبر اسلام نے جو کچھ فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور یہ ملک بہت جلد بعد وفات پیمبر اسلام مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ اب رہا دجال کا معاملہ تو جب وہ کئی واقعات صحیح ہو چکے ہیں تو یہ

اسلام کی فتح غلبہ دجال اور اس کی قوم پر بھی ہونے والا ہے۔

پیمبر اسلام نے اہل اسلام کو بتایا ہے کہ تم کو جو شے نقصان پہنچانے والی ہے وہ تمہاری باہمی خانہ جنگی ہے اس سے بچتے رہو اور جو ہیں نے علامات گمراہ کن حکام اور عوام کی بتائی ہیں ان سے کنارہ کش رہو اگر تم ایسا کرتے رہو گے تو قیامت تک تم ہی سر بلند اور صاحب حکومت رہو گے۔

مشکوٰۃ صہ ۳۲۴

پیشگوئی نمبر ۲۰ قبل قیامت کیا ہوگا

عوف بن مالک سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں جبکہ پیمبر اسلام ایک خیمہ چرمی میں تشریف فرما تھے میں حاضر خدمت ہوا تو پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اے عوف چھ چیزوں کو گن لے کہ قیامت سے پہلے واقع ہونگی۔

(۱) اول میری موت (کہ جب تک میری وفات نہ ہوگی قیامت نہ آئے گی

(۲) فتح بیت المقدس۔

(۳) موتان۔ وباء عام کہ مثل گوسفندوں کی بیماری کے تم میں پھیلے گی (طاعون بعہد خلافت عمر ابن خطاب پھیلا تھا۔ شہر عمواس وقت لشکر گاہ اہل اسلام تھا۔ اور تین دن کی مدت میں ستر ہزار آدمی مر گئے)۔

(۴) استفاضۃ المال۔ لوگوں میں مال کی زیادتی حتّٰی کہ ایک ملازم کو سو دینار بھی دیئے جائیں گے تو وہ اس کو حقیر سمجھ کر ناراض رہے گا (جیسا کہ آج کل تنخواہ داران دول عالم کا حال ہے)

(۵) ایک فتنہ پیدا ہوگا کہ کوئی گھر عرب کا ایسا نہ ہوگا کہ اس میں وہ فتنہ داخل نہ ہو جائے۔ (مظاہر الحق میں لکھا ہے کہ وہ فتنہ عہد عثمان ابن عفان میں ہوا)

(۶) صلح ہوگی تمہارے اور بنی اصغر (اہل روم) کے درمیان میں پھر وہ عہد شکنی کریں گے اور اسی نشانہائے فوج کے نیچے جمع ہو کر آئیں گے اور ہر نشان فوج کے نیچے بارہ ہزار آدمی ہونگے۔

پیشگوئی مذکورہ گویا ایک مدبر اعظم کی ہدایات ہیں جن کے ذریعہ سے اپنی قوم۔ ملت۔ افواج کو باخبر کیا گیا ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ اس عہد میں مسلمانوں کو چاہیے کہ گمراہ لوگوں کا طریقہ اختیار نہ کریں اور نہ اس شرافت انسانی کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

مشکوٰۃ صہ ۳۳۵

پیشگوئی نمبر ۲۱ علامات قیامت

عن انس قال سمعت رسول اللّٰہ صلعم یقول

انس نے کہا کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ شرائط قیامت میں سے ہے کہ

ان من شرائط الساعۃ ان یرفع العلم ویکثر ویظہر الجہل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امرأۃ القیم الواحد۔

علم اٹھ جائیگا اور جہالت ظاہر ہو جائیگی زنا کی کثرت ہوگی اور شراب نوشی کی کثرت ہوگی مرد کم ہو نگے عورتیں بکثرت ہو جائیں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے واسطے ایک مرد ہوگا۔

... ...

ح ۳۴۷

عن انس قال صلعم اول اشراط الساعۃ نار تحشرون الناس من المشرق الی المغرب ... ... تتقارب الزمان فتکون السنۃ کالشھر والشھر کالجمعۃ وتکون الجمعۃ کالیوم ویکون الیوم کالساعۃ وتکون الساعۃ کالضرمۃ بالنار۔

انس سے مروی ہے کہ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ قیامت کے آنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانکے گی۔ اور زمانہ قریب ہو جائیگا ایک سال ایک مہینہ کے برابر ہوگا اور ایک مہینہ ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر ہوگا۔ اور ایک دن ایک ساعت کے برابر ہوگا اور ایک ساعت آگ کی لپیٹ یا شعلہ کے اٹھنے کے مانند ہوگا۔

... ...

ح ۳۴۸

عن ابوھریرہ - علامات قیامت کے بارے میں پیمبر اسلام نے فرمایا

(۱) جبکہ مال غنیمت دولت ٹھہرائی جائے گی۔

(۲) جبکہ امانت کو مال غنیمت سمجھا جائیگا

(۳) جبکہ زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائیگا۔

(۴) جبکہ علم حاصل کیا جائے بغیر دین کے

(۵) جبکہ مرد اطاعت اور تابعداری کرے اپنی زوجہ کی

(۶) جبکہ ماں کے خلاف کریگا یعنی بیٹا ماں کا نافرمان ہو جائیگا اور اس کو رنج دیگا۔

(۷) جبکہ قریب کریگا انسان اپنے دوست کو اور دور کر دے گا اپنے باپ کو۔

(۸) جبکہ مسجد میں آوازیں بلند ہونگی (شور ہوگا)

(۹) جبکہ قوم کا سردار مرد فاسق ہوگا اور ان کے امور کا متکفل۔

(۱۰) جبکہ زعیم قوم ان کا کمینہ انسان ہوگا۔ اور بوجہ خوف شر کے اس کی عزت کی جائیگی۔

(۱۱) جبکہ ظاہر ہونگی ناچنے والیاں اور گانے والیاں اور لوگ ان سے اختلاط کریں گے۔

(۱۲) جبکہ ظاہر ہونگے باجے وساز قسم قسم کے۔

(۱۳) جبکہ شراب نوشی عام ہوگی۔

(۱۴) جبکہ اس امت کے پچھلے اگلوں کو لعنت کریں گے۔

پس منتظر رہو اس وقت ایک ہوائے سرخ اور زلزلہ سخت اور دھنس جانے زمین کے اور مسخ ہو جانے کے اور پتھروں کی بارش ہونے کے یہ نشانیاں پے درپے اس طرح آئیں گی جس طرح کہ موتیوں کے ہار کا ڈورا ٹوٹ جائے اور وہ موتی مسلسل گرنے لگیں۔

پیشگوئی ۲۲ ظہور امام مہدی علیہ السلام

(۱) مشکوٰۃ ص ۳۳۹ عن عبد اللہ ابن مسعود۔

قال رسول اللہ صلعم لولم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ تعالیٰ ذلک الیوم یبعث فیہ رجلا منی او من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا۔

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اگر دنیا کے فنا ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ جائیگا تو خدا اس ایک دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ اس میں ایک شخص مجھ سے یا میرے اہلبیت سے مبعوث ہوگا اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح کے ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

وعن ام سلمہ قالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول المھدی من عترتی من اولاد فاطمۃ

ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے پیمبر اسلام سے سنا ہے کہ مہدی میری عترت سے ہوگا جو اولاد فاطمہؑ سے ہے۔

(رواہ ابو داؤد)

(ب) صد ۳۴۱ عن ابی سعید الخ .... وتسع سنین۔ فرمایا پیمبر اسلام

برکات عہد امام الزمان مہدیؑ نے میری امت پر ایک بلا ایسی پہنچے گی کہ کوئی فرد بھی ظلم سے بچنے کیلئے پناہ ڈھونڈھے گا تو کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔ پس خدا میری عترت اور اہلبیتؑ سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا۔ پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے مملو کر دے گا جس طرح

کہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی تھی۔ آسمانوں کے ساکنین اس سے راضی اور خوش ہونگے اور زمین کے باشندے بھی اس سے خوش ہونگے۔ اس زمانہ میں آسمان ایک قطرہ بارش کا بھی نہیں چھوڑیگا کہ برسا نہ دے اور زمین ایک دانہ غلہ کو بھی نہ چھوڑے گی کہ اگا نہ دے یعنی خاطر خواہ بارش ہو گی اور غلہ بکثرت پیدا ہو گا حتی کہ زندہ لوگ کوشش کریں گے کہ ان کے مرنے بھی یہ لطف زندگی بسر کرنے کو زندہ کر دیئے جائیں۔ سات یا آٹھ یا نو سال تک یہ عہد عشرت و مسرت باقی رہیگا

۷۔ مشکوٰۃ فصل ثالث عن ثوبان قال صلعم اذا رایتم الروایات الاسود قد جاءت من قبل الخراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللّٰہ المہدیؑ

فرمایا جب تم سیاہ جھنڈے خراسان سے آتے ہوئے دیکھو تو حاضر ہو جاؤ کہ اس میں خدا کا خلیفہ مہدیؑ ہو گا۔

مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۳

پیشگوئی نمبر ۲۳ بیجان اشیا میں گویائی کا پیدا ہونا

عن ابی سعید الخدری الخ اھلہ بعدہ

فرمایا پیمبر اسلام نے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک درندے انسانوں سے کلام نہ کریں اور انسان سے اس کے کوڑے کا پھندنا کلام نہ کرے اور جوتے کا تسمہ گفتگو نہ کرے اور انسان کی ران اسکو خبر دے گی دس چیز کی جو اس کے اہل و عیال نے غائبانہ ایجاد کی ہو گی۔

یہ پیشگوئی تو اس زمانہ ہی میں پوری ہو گئی کیونکہ ریڈیو جوتے کے تسمہ میں بھی نصب کر دیے گئے اور ہاتھ کی گھڑیوں اور لباس بٹن میں بھی لگا دیئے گئے اور آئندہ تو نہ معلوم کہاں کہاں نصب ہونگے یہ ظاہری علامت ہے ورنہ باطنی طور پر نہ معلوم کس ترقی کی طرف اشارہ ہے۔

اسوۃ الرسول جلد دوم صفحہ ۱۷۸ حاشیہ

پیشگوئی نمبر ۲۴ فتنہ فی الاسلام

خوارزمی۔ دیلمی اور عبدالبر کی استیعاب میں لکھتے ہیں۔

عن ابی لیلیٰ قال قال رسول اللّٰہ صلعم سیکون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذالک فالزموا علیاً فانہ الفاروق بین الحق والباطل۔

ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ عنقریب میرے بعد میری امت میں فتنہ برپا ہو گا جب ایسا ہو تو تم علیؑ کے ساتھ ہو جاؤ بتحقیق کہ علیؑ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

پیمبر اسلام نے قیامت تک باقی رہنے والے دین کی حفاظت کے لئے اور امت مسلمہ میں افتراق پیدا نہ ہو جانے کی وجہ سے یہ پیشگوئی فرمائی تھی اور گویا امت کو علم دیا تھا کہ وہ علیؑ کے ساتھ رہیں۔ اگر پیمبر اسلام کی اس پیشگوئی پر عمل ہوتا تو آج اسلام میں لاتعداد فرقے پیدا نہ ہوتے اور اتحاد کامل باقی رہتا اور اب بھی ممکن ہے۔

حیات القلوب جلد دوم صد ۴۷۱۔

پیشگوئی نمبر ۲۵ وفات فاطمہؑ

پیمبر اسلام نے اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہؑ سے فرمایا میرے اہلبیت میں سب سے پہلے اے فاطمہؑ تم مجھ سے ملحق ہو گی۔

فاطمہؑ بعد پیمبر اسلام صرف پچھتر یوم زندہ رہیں اور اپنے پدر بزرگوار سے جنت میں جا کر ملاقات کی۔

پیشگوئی نمبر ۲۶ زید بن صوحان

پیمبر اسلام نے ایک روز زید بن صوحان سے فرمایا کہ اے زید تیرا ایک عضو تجھ سے پہلے جنت میں جائیگا چنانچہ جنگ نہاوند میں زید کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔

پیشگوئی نمبر ۲۷ دربارہ علیؑ

پیمبر اسلام نے علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ جلد ایسا ہوگا کہ تم تین گروہوں سے جنگ کرو گے اوّل وہ لوگ کہ تم سے بیعت کریں گے اور بیعت شکنی کریں گے۔ دوم وہ گروہ جو ظلم و جور سے تم پر خروج کرے گا۔ سوم وہ گروہ جو دین سے اس طرح نکل جائیگا جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور علیؑ کو ہر سہ گروہ سے جنگ کرنی پڑی اس پیشگوئی سے پیمبر اسلام نے یہ ہدایت کی تھی کہ حق علیؑ کے ساتھ ہوگا اور وہ ہر سہ گروہ باطل پر ہونگے لہذا اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ تفرقہ کا سبب نہ بنیں اور متحد ہو کر باطل کا مقابلہ کریں۔

پیشگوئی نمبر ۲۸ جہاد علیؑ

پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اے علیؑ تم تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرو گے جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا ہے۔

پیشگوئی نمبر ۲۹ شہادت حسینؑ

پیمبر اسلام نے اپنی زوجہ گرامی ام سلمہؓ کو کچھ خاک دی اور فرمایا کہ جب میرا حسینؑ شہید ہوگا تو یہ خاک سرخ ہو جائیگی۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ موجود ہے۔

حیات القلوب جلد دوم صد ۴۷۲

پیشگوئی نمبر ۳۰ تعمیر شہر بغداد

پیمبر اسلام نے شہر بغداد کی بنا و آباد ہونے کی خبر پہلے ہی دیدی تھی۔

عـــ۴۷۳

پیشگوئی ۳۰ بیعت زبیر جابر بن جعفی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن پیمبر اسلام بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ علیؑ اور زبیر باہم گفتگو میں مصروف ہیں۔ آپ نے فرمایا اے زبیر علیؑ سے کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ خدا کی قسم سب سے پہلے جو بیعت علیؑ سے توڑیگا وہ تو ہوگا۔

پیشگوئی ۳۱ اکیدر پیمبر اسلام نے اکیدر کی گرفتاری کے لئے ایک جماعت کو بھیجا اور فرمایا کہ جب تم وہاں پہنچو گے تو وہ شکار گاہ میں پہاڑی گائے کا شکار کرتا ہوگا۔

چنانچہ یہ واقعہ صحیح ہوا۔

پیشگوئی ۳۲ معاذ بن جبل پیمبر اسلام نے جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا کہ اے معاذ اب تم مجھ کو نہ دیکھو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پیشگوئی ۳۳ اطلاع شخص غائب راوندی نے روایت کی ہے کہ پیمبر اسلام نے قیس بن عرفہ بجلی کو خط لکھا اور اس کو طلب کیا۔ قیس بہمراہی خویلد بن حارث کلبی کے روانہ ہوا۔ جب نزدیک مدینہ میں پہنچا۔ خویلد پیمبر اسلام کے سامنے ہونے سے خوف زدہ ہوا تو قیس نے اس سے کہا کہ تو پہاڑ میں پوشیدہ ہو جا۔ میں جاتا ہوں۔ اگر کوئی ضرر جان ہوگا تو میں تجھ کو اطلاع کر دوں گا۔ جب قیس مسجد میں آیا۔ عرض کیا کہ اے محمدؐ میں امین ہوں۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو امان دی اور تیرے اس رفیق کو بھی امان دی جو اس پہاڑی میں پوشیدہ ہے۔ قیس یہ سن کر کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول خدا ہیں اور اس نے بیعت کی۔ خویلد کو اطلاع دی وہ بھی آکر مسلمان ہوا۔ پیمبر اسلام نے ان ہر دو سے فرمایا کہ اگر تم دونوں کو تمہاری قوم نے چھوڑ دیا تو فکر نہ کرو خدا اور رسول تمہارے لئے کافی ہے۔

پیشگوئی ۳۴ دربارۂ ابوذرؓ و قتل برادر و پسر ابن شہر آشوب و راوندی و کلینی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ابوذر غفاری خدمت پیمبر اسلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں مدینہ سے تنگ دل ہوں اجازت دیجئے کہ میں اور بیٹا اور بھائی مقام غابہ میں چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر چاہتے تو چلے جاؤ مگر خوف ہے کہ تمہیں قبیلہ عرب لوٹ لے گا اور تیرے بھائی اور بیٹے کو وہ لوگ قتل کر دیں گے اور تم میرے پاس آؤ گے اور اپنے عصا

پر تکیہ کرکے مجھ سے کہو گے کہ عربوں نے میرے بھائی اور بیٹے کو قتل کر دیا اور میرے گلہ کو لوٹ لیگئے
جب ابوذر گئے تو قبیلہ بنی فرارنے گوسفند کے گلہ کو لوٹ لیا اور بھائی اور بیٹے کو قتل کر دیا اور
ابوذر خدمت پیمبر اسلام میں آئے اور عصا پر تکیہ کر کے حالات عرض کئے اور کہا کہ میں بھی زخمی
ہو گیا ہوں۔ بیشک خدا اور اس کے رسول نے جو کچھ کہا تھا وہ صحیح ہوا۔

پیشگوئی ۳۵ حکومت بنی امیہ بدعات و مدت پیمبر اسلام نے فرمایا کہ بنی امیہ ہزار مہینے تک حکومت
کریں گے اور افساد فی الدین کریں گے اور بدعتیں
دین میں جاری کریں گے۔

پیشگوئی ۳۶ معاہدہ قریش کا دیمک خوردہ ہونا کفار قریش نے جب معاہدہ باہمی لکھکر کعبہ
میں لٹکایا تھا اور بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں
محصور و محبوس کر دیا تھا اور اس کو تقریباً تین سال گزر چکے تھے بعض قریش نے چاہا کہ اس معاہدہ
سے قریش کو باز رکھیں تو وہ لوگ تدبیریں سوچنے لگے تو پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اس معاہدہ کو جاکر
دیکھو اس کو دیمک نے کھالیا ہے اور بجز نام خدا کے اس میں کچھ باقی نہیں ہے۔ جب دیکھا گیا
تو دیمک اس تحریر کو چاٹ گئی تھی۔

ص ۴۷۵

پیشگوئی ۳۷ شہادت حسینؑ و فاطمہؑ ابن قولویہ۔ راوندی۔ ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت
کی ہے کہ ایک دن پیمبر اسلام تشریف فرما تھے اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ بھی پاس بیٹھے تھے
پیمبر اسلام نے فرمایا کہ تم سب کی قبریں متفرق اور پراگندہ ہونگی۔ امام حسینؑ نے پوچھا کہ نانا جان میں
اپنی موت مروں گا یا قتل کیا جاؤں گا۔ پیمبر اسلام نے فرمایا کہ اے فرزند تو ظلم و جور سے
قتل کیا جائیگا اور تمہارے والد بھی ظلم سے قتل ہونگے اور تمہارے فرزند بھی ستم دیدہ ہونگے۔ امام
حسینؑ نے دریافت کیا کہ پھر ہماری قبروں کی کوئی زیارت بھی کرے گا یا نہیں۔ آپ نے فرمایا
کہ ایک گروہ میری امت کا تمہاری قبور کی زیارت کرے گا۔ میرے احسان اور صلہ کے
خاطر اور میں روز قیامت ہول قیامت سے ان کو نجات دونگا

پیشگوئی ۳۸ واقعہ حرہ طبرسی نے ایوب بن بشیر سے روایت کی ہے کہ پیمبر اسلام ایک دن مدینہ کے
سنگستان کے قریب پہنچے اور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اصحاب
گھبرا گئے اور سمجھے کہ کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے۔ سبب دریافت کیا۔ پیمبر اسلام نے

فرمایا کہ میری امت کے نیکوکار اور اخیار اس حرّۃ میں شہید کئے جائیں گے۔

یہ پیشگوئی اس طرح صحیح ہوئی کہ یزید ابن معاویہ نے ۶۳ھ میں مسلم ابن عقبہ کو مدینہ کے تاراج کرنے کا حکم دیا اور ہزاروں مرد اور عورتیں قتل کی گئیں اور سات سو حافظان و قاریان قرآن قتل ہوئے۔

پیشگوئی نمبر ۳۹ شہادت جعفر طیار و اصحاب

پیمبر اسلام نے جعفر طیار کو جنگ تبوک میں بھیجا ایک دن فرمایا کہ ابھی زید بن حارثہ شہید ہوگئے علم جعفر نے لیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جعفر کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گئے اور وہ شہید ہوگئے خدا ان کو جنت میں دو پر عطا کرے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ علم اسلام عبداللہ بن رواحہ نے لے لیا ہے۔ مگر وہ بھی شہید ہوگئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ علم اسلام خالد نے لے لیا ہے اور دشمن مغرور ہوگئے ہیں اس کے بعد آپ خانہ جعفر میں تشریف لے گئے اور ان کے فرزندوں کو طلب کیا اور تعزیت ادا کی۔

صـ ۷۷ھ

پیشگوئی نمبر ۴۰ فتح عجم

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن پیمبر اسلام نے سراقہ بن مالک کے بازو دیکھے کہ لاغر اور پر موئے تھے فرمایا کہ سراقہ کیونکر ہوگا کہ تیرے ہاتھوں میں اکیدن شاہ عجم کے کنگن ہونگے جب عہد خلافت عمر بن خطاب میں ملک عجم فتح ہوا تو خلیفۂ ثانی نے سراقہ کے ہاتھوں میں شاہ عجم کے کنگن بطور انعام کے پہنائے۔

پیشگوئی نمبر ۴۱ فتح خیبر

جب خیبر میں محاصرہ اور جنگ کو انتالیس دن گذر گئے اور مشاہیر اسلام ہر روز فتح خیبر سے ناکام واپس آتے رہے تو پیمبر اسلام نے فرمایا کہ کل میں اس کو علم دونگا جو کرار غیر فرار ہوگا اور خدا اس کے دونوں ہاتھوں پر خیبر کو فتح کرے گا چنانچہ علم اسلام علیؑ کو عطا کیا گیا اور علیؑ نے قلعہ خیبر فتح کیا۔

صـ ۷۸ھ

پیشگوئی نمبر ۴۲ دفن ابو ایوب انصاری

ابو ایوب انصاری جو لشکر اسلام نے خلیج قسطنطنیہ کے قریب دیکھا۔ اہل لشکر نے ابو ایوب سے پوچھا کہ کوئی حاجت رکھتے ہو تو بیان کرو۔ ابو ایوب نے کہا کہ اب تمہاری دنیا کی مجھے ضرورت نہیں ہے صرف اتنی وصیت ہے کہ جب میں مرجاوں تو مجھ کو تم سے جہاں تک ممکن ہو تو کافروں کے ملک کے اندر لیجا کر دفن کر دینا کیونکہ میں نے رسول خدا

کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت کا ایک مرد صالح قلعہ قسطنطنیہ کے قریب دفن ہوگا۔ مجھکو امید ہے کہ وہ مرد شاید میں ہوں اس کے بعد ابوایوب نے وفات پائی۔ لشکر اسلام جہاد کر رہا تھا اور ابوایوب کے جنازے کو آگے آگے لیجارہے تھے۔ شہنشاہ فرنگ نے ایک قاصد کو بھیجا اور پوچھا کہ یہ جنازہ کیسا ہے جو لشکر کے آگے لارہے ہو۔ مسلمانوں نے کہا کہ یہ پیمبر اسلام کا ایک صحابی ہے جو مرگیا ہے اور اس کی وصیت ہے کہ اس کو تمہارے ملک میں دفن کیا جائے۔ بادشاہ نے کہلوادیا کہ جب تم واپس جاؤ گے میں اس میت کو قبر سے نکال کر پھینک دونگا کہ کتے کھالیں۔ مسلمانوں نے کہا اگر تو ایسا کرے گا تو یاد رکھ کہ جتنے بھی نصرانی عرب میں ہیں ہم ان کو قتل کر ڈالیں گے اور جتنے بھی کلیسہ ہیں ان کو برباد کردیں گے اس کے بعد ابوایوب انصاری کی قبر پر قبہ بنایا گیا جو آج تک باقی ہے اور زیارت گاہ عوام ہے۔

پیشگوئی ۱۴۳ دربارہ صلح علیؑ و معاویہ

روضتہ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ (صلح حدیبیہ مابین پیمبر اسلام و کفار قریش)

چو از تحریر عہدنامہ فراغت دست داد حضرت رسول روئے مبارک بعلیؑ آورد فرمود یا علیؑ ترا بالضرورۃ مثل این روئے خواہد نمود بعین این مقال آنکہ چون امیرالمومنین علیؑ بجنتہ محاربہ معاویہ بن ابی سفیان لشکر بصفین کشید و مدت مقابلہ و مقاتلہ بدور و دراز انجامید عاقبت ہم بر صلح قرار یافت۔

جب صلح نامہ و معاہدہ حدیبیہ لکھا جاچکا تو پیمبر اسلام نے علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے علیؑ تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئیگا جیسا کہ مجھ کو کفار قریش کے مقابلہ میں پیش آیا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ علیؑ نے معاویہ ابی سفیان سے جنگ کرنے کے ارادہ سے فوج اسلام کو صفین میں پہنچا دیا اور جنگ جدال کو بہت مدت گزر گئی آخرکار جنگ کا خاتمہ صلح باہمی پر ہوا۔

گویا پیمبر اسلام نے اپنی امت کو آگاہ کیا تھا کہ جس طرح میرے معاہدہ صلح میں میرا مخالف حق پر نہیں ہے اسی طرح اے علیؑ تم ایسے شخص سے صلح کروگے جو حق پر نہ ہوگا۔

پیشگوئی ۱۴۴ دربارہ شہادت دو اصحاب خود

روضتہ الصفا جلد ۲۔

جب لشکر اسلام جنگ خیبر کے لیے جارہا تھا تو عامر بن لسان بن الاکوع بطور رجز حدی خوانی شروع کی۔ اصحاب پیمبر اسلام اس حدی کو سنتے

جا رہے تھے اور خوش و خرم سفر کر رہے تھے اتنے میں پیغمبر اسلام نے دریافت فرمایا کہ کون حدی خواں ہے اصحاب نے عرض کیا کہ عامر حدی خوانی کر رہے ہیں فرمایا خدا اس پر اپنا رحم نازل کرے (اللھم ارحمہ) پیغمبر اسلام جس کے بارہ میں یہ دعا فرماتے تھے وہ ضرور شہید ہو جاتا تھا۔ الفاظ صاحب روضۃ الصفا۔

فاروق اعظم این کلمہ را شنیدہ گفت یا رسول اللہ چرا دعا نکردی تا عامر عمر دراز یافتے۔

فاروق اعظم نے یہ کلمہ سنا تو پیغمبر اسلام سے عرض کیا کہ آپ نے عامر کو دعا کیوں نہ دی کہ وہ عمر دراز پاتا

جب عامر حدی خوانی سے خاموش ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ نے حدی خوانی شروع کر دی پیغمبر اسلام نے فرمایا اللھم ارحمہ اے خدا اس پر رحم فرما۔ عبداللہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے۔

صحیح بخاری پ ۲۳ مترجمہ مرزا حیرت دہلوی ۵۳۶

پیشگوئی نمبر ۴۵ علامات قیامت

انس کا بیان ہے کہ میں نے رسول خدا صلعم سے ایسی بات سنی ہے کہ میرے سوا تم میں سے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا آپ نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ (۱) جہل بڑھ جائیگا ۲ علم گھٹ جائیگا ۳ زنا زیادہ ہو جائیگا ۴ شراب خوری بڑھ جائیگی ۵ مرد کم ہو جائیں گے کہ پچاس عورتوں کے واسطے ایک نگہبان ہوگا۔

آج ۱۹۶۵ء ہے ناظرین حالات حاضرہ کا خود جائزہ لے سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ یہ پیشگوئی کس حد تک پوری ہو چکی ہے اور کس حد تک باقی ہے۔

صحیح بخاری پ ۲۹ ترجمہ

پیشگوئی نمبر ۴۶ ہلاکت امت

عمرو ابن سعید کہتے ہیں کہ میرے دادا نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ابوہریرہ کے ساتھ مسجد نبوی میں مدینہ کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور مروان بھی ہمارے ساتھ تھا ابوہریرہ کہنے لگے کہ میں نے صادق مصدوق صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے۔ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ پر ہے۔ مروان بولا ان لوگوں پر خدا کی لعنت ہو۔ ابوہریرہؓ کہنے لگے کہ میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ وہ لڑکے فلاں فلاں کے بیٹے ہیں (عمر ابن سعید کہتے ہیں) میں اپنے دادا کے ساتھ اولاد مروان کے ہاں جب وہ شام کے مالک ہو گئے ہیں جایا کرتا تھا میرے دادا نے جب ان نو عمر لڑکوں کو دیکھا تو کہا کہ یقین ہے کہ یہ لڑکے انہی لڑکوں میں سے ہوں ہم نے کہا آپ ہی خوب جانتے ہیں۔

حدیث بخاری سے واضح ہو گیا کہ

پیمبر اسلام نے اپنی امت پر امت کے ہلاک و برباد کرنے والوں کو پہلے سے ظاہر کر دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ وہ ان افراد گمراہ کا ساتھ نہ دیں۔ حدیث مذکور کا آخری حصہ یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ امت کے ہلاک کرنے والے دربار مروان میں موجود تھے۔ اس سے زیادہ اور کیا بتایا جا سکتا تھا۔ بعد کو تاریخ نے ثابت کر دیا کہ روحانیت اسلام کو دنیوی شہنشاہی میں بدلنے والے یہی لوگ ہوئے اور واقعی امت اسلام کو متفرق اور برباد کر ڈالا۔ فاعتبروا!

صحیح بخاری پ ۲۹ دفعہ ۱۴۱۹ ترجمہ

پیشگوئی نمبر ۴۷ مدینہ میں تباہی

اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم مدینہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر چڑھے اور لوگوں سے فرمایا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ دیکھتے ہو۔ (۱) سب نے عرض کیا حضور نہیں۔ فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں میں اس طرح برس رہے ہیں جیسے مینہ برستا ہے۔

(۲) پ ۲۹ صحیح بخاری

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک شب کو رسول خدا صلعم گھبرا کر اٹھے اور فرمانے لگے سبحان اللہ کیا خزانے اور فتنے خدا نے نازل کئے ہیں کوئی ہے جو ان کوٹھڑی والیوں (ازواج) کو اٹھا دے تاکہ نماز پڑھیں۔ بہت سی عورتیں دنیا میں کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ننگی و برہنہ ہوں گی۔

(۳) پ ۲۳ ۱۹۵۵ ترجمہ صحیح بخاری۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی خدا نے فرمایا ہے کہ مسلمان کا برا کہنا فسق ہے اور لڑنا کفر ہے۔

(۴) ۱۹۵۹ صحیح بخاری

جریر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے حجۃ الوداع میں فرمایا لوگوں کو خاموش کرو پھر جب لوگ خاموش ہو گئے تو فرمایا کہ میرے بعد تم کفار نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں ماریں۔

(۵) ص ۱۹۷۱ ترجمہ صحیح بخاری

ابن عمر راوی ہیں رسول خدا نے فرمایا . . . . نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

(۱) بعد پمپیراسلام قریب ہی زمانہ میں مدینہ میں کشت وخون وتباہی کا آنا لبعہد یزید بن معاویہ ایسا ہوا۔
(۲) بعض لباس پہننے والی عورتیں بکثرت آخرت میں ننگی ہونگی۔
آج کل عورتوں کی عریانی اور باریک ملبوسات میں نیم عریانی دلیل واضح ہے کہ وہ زمانہ بھی جلد آئیگا۔
(۳) مسلمان کا برا کہنا فسق ہے اور اس سے جنگ کفر ہے۔ اس پیشنگوئی کے ذریعہ پمپیراسلام نے اپنی امت کو آئندہ تباہی سے خبردار کردیا تھا۔ یہ جنگیں لبعہد خلافت علیؑ واقع ہوئیں۔
آپ خود غور فرمائیں کہ علیؑ کے مقابل ہونے والوں کے بارہ میں پمپیراسلام نے کیا پیشگوئی فرمائی ہے اور مسلمانوں کو اس کفر سے بچنے کے لئے پہلے ہی آگاہ کردیا ہے۔ اگر صاحبان علم آج بھی اس پیشگوئی کے اسرار کو سمجھ لیں تو باسانی حق وباطل کا فیصلہ ہوجائے اور اسلام کے تمام فرقے فنا ہوکر حقیقی اسلام نظر آنے لگے اور کوئی فرقہ بجز اسلام کے باقی نہ رہے
(۴) اہل نجد نے احکام خدا اور اولاد رسول خدا کے ساتھ جو عمل روا رکھا ہے وہ ظاہر ہے۔
اے خدا اہل اسلام کو اسوہ حسنہ پمپیراسلام کی پیروی کی توفیق دے اور ان کو باہم متحد کردے اور ان کو صرف رضائے خدائے قادر کا طالب بنادے۔ آمین ثم آمین۔

الحاج سید مجاور حسین۔ رضوی الحسینی
خلف سید غنی حیدر صاحب مرحوم
قصر حسینی طارق روڈ۔ سوسائٹی۔
کراچی

فہرست مضامین
انسان کامل یا اخلاق محمدؐ
حصہ سوئم

باب تواضع وعلوہمت

فہرست کتب اسناد کتاب اخلاق محمد

نمبر شمار	کتاب	مصنف
۱	تاریخ ابو الفدا	اسمٰعیل ابو الفدا المتوفی سنہ ۷۳۲ھ
۲	تاریخ ابن عساکر	ابن عساکر
۳	تاریخ الکامل	ابن اثیر جزری
۴	تاریخ خمیس	حسین دیار بکری المتوفی سنہ ۹۶۹ھ
۵	تاریخ ابن خلدون	ابن خلدون
۶	تاریخ الخلفاء	سیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ
۷	تاریخ ابن جریر طبری	ابن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ
۸	تذکرہ خواص الائمہ	سبط ابن جوزی المتوفی سنہ ۶۵۶ھ
۹	جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی سنہ ۲۷۹ھ
۱۰	جذب القلوب	شیخ عبد الحق محدث دہلوی
۱۱	حبیب السیر	غیاث الدین ہروی
۱۲	خصائص نسائی	محدث نسائی المتوفی سنہ ۱۵۱ھ
۱۳	روضۃ الاحباب	جمال الدین محدث سنہ ۱۰۰۰ھ
۱۴	روضۃ الصفا	محمد بن خاوند شاہ سنہ ۹۰۳ھ
۱۵	سیرت ابن ہشام	عبد الملک ابن ہشام سنہ ۱۵۱ھ
۱۶	شواہد النبوت	ملا جامی
۱۷	صحیح بخاری	محمد بن اسمٰعیل بخاری سنہ ۲۵۶ھ
۱۸	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج
۱۹	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی سنہ ۹۷۳
۲۰	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد کاتب الواقدی سنہ ۲۳۱ھ
۲۱	کتاب الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ کاتب دینوری
۲۲	کنز العمال	شیخ علی متقی القادری
۲۳	مسند احمد حنبل	امام المحدثین احمد حنبل سنہ ۲۴۱ھ
۲۴	مستدرک حاکم	حاکم نیشاپوری سنہ ۴۵۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتاب	نام مصنف
۲۵	موطا ۔ مالک	امام المحدثین مالک ۱۷۵ھ
۲۶	مروج الذہب	مسعودی ۳۴۶ھ
۲۷	مواہب لدنیہ	قسطلانی
۲۸	ملل ونحل	ابوالفتح شہرستانی ۵۴۸ھ
۲۹	مدارج النبوت	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۳۰	وفیات الاعیان	ابن خلکان الشافعی ۶۸۱ھ
۳۱	روضۃ المناظر	ابن شحنہ حلبی ۸۱۷ھ
۳۲	ریاض النضرہ	محب الدین طبری
۳۳	حیات الحیوان	محمد عیسیٰ دمیری
۳۴	اسنیٰ المطالب	شمس الدین جزری
۳۵	رحمۃ العالمین	قاضی سید محمد سلیمان
۳۶	استیعاب فی معرفت الاصحاب	امام عبدالبر
۳۷	اسدالغابہ فی معرفتہ صحابہ	ابن اثیر جزری ۶۳۰ھ
۳۸	اصابہ فی معرفتہ صحابہ	ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ
۳۹	اخبار الخلفاء	علی ابن الجنب لبغدادی ۶۷۴ھ
۴۰	ذخائر العقبیٰ	طبری شافعی ۶۹۴ھ
۴۱	مودۃ القربیٰ	سید علی ہمدانی
۴۲	فتوح البلدان	علامہ بلاذری ۲۷۹ھ
۴۳	ارجح المطالب	خواجہ عبیداللہ امرتسری
۴۴	تفسیر کبیر	امام فخرالدین رازی
۴۵	ینابیع المودت	امام قندوزی
۴۶	سیرت النبی	علامہ شبلی نعمانی
۴۷	اسوۃ الرسول	سید اولاد حیدر بلگرامی
۴۸	حیات القلوب ۔	ملا باقر مجلسی
۴۹	مشکوٰۃ شریف ۔	
۵۰	توریت وانجیل	